سرورق ثانی کی پشت یعنی صفحہ ب پر مطالعہ کتاب سے پہلے اطلاع علم ضرور پڑھیں

البلاغ المبین

حصہ اوّل کتاب اوّل

تالیف

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا

ایم اے، ایل ایل بی ڈسٹرکٹ و سیشن جج

(ریٹائرڈ)

ملنے کا پتہ

مینجر دفتر البلاغ المبین بخشن روڈ

۱۷۴۳ گلی بیدبن . دہلی۔

قیمت { قسم اوّل آٹھ روپیہ
قسم دوم سات روپیہ

حرفِ مطلب

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنیوالوں کے دلوں میں چند سوالات و شبہات پیدا ہوتے ہیں پیغمبر اسلام صلواۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین مقرر کیا یا نہیں۔ اگر کیا تو کس کو؟ اور نہیں کیا تو کیوں؟ حکومت آنحضرت کی نبوت کا جزو تھی یا نہیں؟ آنحضرت نے بحکم خداوندی کس طرز کی حکومت قائم کی تھی؟ اس حکومت کے اصول و قوانین کے مطابق پیغمبر اسلام کا جانشین مقرر کرنا یعنی تعیین خلافت رسول کا فرض تھا یا امت کا حق؟ حکومت کے دو اقسام حکومتِ الٰہیہ و حکومتِ فرعونیہ، ہر ایک قسم کی حکومت کے حصول و استحکام و عروج کے لئے مختلف سیاست کی ضرورت، دونوں کا مقصد سیاست بالکل جداگانہ، اسلامی حکومت الٰہیہ میں نہ جمہوریت ہے اور نہ ڈکٹیٹرشپ، حکومتِ الٰہیہ کا نقشہ، اسکے لئے کیسے حکمرانوں کی ضرورت ہے۔ اسلام کا نظریہ کہ حکومت و مذہب کا اجتماع شخص واحد میں مفید ہی نہیں بلکہ واجب ہے یہی نہیں کہ یورپ نے قبول نہیں کیا بلکہ اسکے خلاف پروپاگنڈا کیا، یورپ کے اس تخئیل کی تاریخ اور یورپ کے پروپاگنڈا کی غرض و غایت کیا ثبوت ہے کہ جناب سرورِ انبیاء نے اپنا جانشین مقرر کر دیا اور کس کو کیا، آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ نظام کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب جس نے پیغمبر کے ان اقوال و احکام کے اثر کو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا، وہ ایک دن ایک مہینہ کا کام نہیں ہو سکتا، برسوں کی خفیہ سازشوں اور سالوں کی بتدریج کوشش کا نتیجہ تھا، ہر ایک انقلاب میں دو عنصر نمایاں ہوتے ہیں ایک تو مواد اور دوسرا اس مواد کو اپنی غرض و مقصد کیلئے کام میں لانیوالا کارکن، حکومتِ الٰہیہ کے خلاف جو انقلاب ہوا اس کی کیا وجوہات تھیں یعنی مواد کیا تھا اور کس کارکن نے اس مواد سے کام لیا اور کس طرح کام لیا، آنحضرت کا قائم کردہ نظام اکثریت نے کیوں قبول نہ کیا، سقیفہ بنی ساعدہ کی تحریک کیوں کامیاب ہوگئی اس دیدہ دلیر و زیرک کارکن کی اس سیاست کی تشریح و تفصیل جس نے اسلام میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا اس سیاست کا مقصد خاندان نبوت میں سے حکومت کو نکالنا تھا اس مقصد کے حصول کیلئے اس نے کیا کیا تدابیر اختیار کیں کس کس طرح فقہ اسلامی میں ترمیم و تنسیخ کر کے اس نے اسکو اپنی مقصد سیاست کے مطابق کیا، اسکی سیاست کی کامیابی کے وجوہات اور اس پر اس کامیابی کے بری نتائج قبل از وقت اور خام فتوحات کا اسلام پر برا اثر، یہ سب نہایت اہم تاریخی سوالات و تخئیلات ہیں جن کے حل کی کوشش اس کتاب البلاغ المبین میں کی گئی ہے اور ان پر نہایت سنجیدگی و صحیح استدلال کیساتھ اس طرح بحث کی ہے کہ پڑھنے والے کا دماغ مؤلف کے دماغ کے ساتھ ہو لیتا ہے۔

وَجَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَۃٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْھَا

البلاغ المبین

در اثبات

خلافتِ بلا فصل امیر المومنین

حصہ اول۔ کتاب اول

تالیف

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا ایم اے۔ ایل ایل بی

ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سیشن جج

صدر

شیعہ مجلس اوقاف دہلی

و پریزیڈنٹ انجمن شیعۃ الصفا و وشل شیعہ کانفرنس و آنریری خزانچی

ابتدائی طباعت ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۴۴ء بار اول پانچ صد

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ

اطلاعِ عام

ہرایک ملت و مذہب کے بزرگوں کا نام اس کتاب میں نہایت عزت کے ساتھ لیا گیا ہے لیکن چونکہ اِس کتاب کا موضوع ایک پرانے تاریخی مغالطہ کا ازالہ ہے جو بوجہ اپنی قدامت کے مذہب کے حدود کے اندر داخل ہو گیا اور ہر ایک غلطی کے ازالے کے لئے تنقید و تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے وہ مغالطہ پیدا کیا ہے، ان کے افعال و اقوال کی نکتہ چینی لازمی ہے لہذا مجبوراً یہ اطلاع عام دی جاتی ہے کہ جناب رسولخدا کی جانشینی کے متعلق جو غلطی عام پھیل گئی ہے اُس پر بحث اور اُس کا آخری فیصلہ شیعی تحقیقات کے مطابق کیا گیا ہے اور شیعہ عقاید کی حمایت کی گئی ہے۔ اہل سنت و دیگر فرق اسلام کے وہ اصحاب جن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے اِس کتاب کو نہ خریدیں اور نہ پڑھیں، کیونکہ کسی کا دل دُکھانا مطلوب نہیں ہے، اپنی عقل و سمجھ کے مطابق راہِ ہدایت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ کتاب محض فرقہ شیعہ میں رائج ہونے کے لئے طبع کی گئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحمید و تمجید

حمد و ثنا سزاوار خالقِ ارض و سما ہے جس نے قلزمِ لا سے گوہرِ مکان پیدا کیا اور خود لامکان رہا جس کے اشارۂ کن پر عالمِ ماسوا وادی عدم سے چمنستان ظہور میں اس خوبی سے جلوہ گر ہوا کہ چشمِ ظاہر بین صانع و مصنوع میں فرق نہ کر سکی، جس نے بوقلمونی خلق میں دلیل وحدتِ خالق ودیعت فرمائی اور ساتھ ہی گوہرِ وحدت کو صدفِ کثرت میں پنہاں کر کے جوہریانِ دریائے معرفت و غواصانِ قلزمِ حکمت کو محوِ حیرت کر دیا، عروسِ ذات کو سجاجلِ اسباب میں نہاں کر کے اپنے مشتاقانِ جمال کا امتحان لیا، جو بوالہوس کہ صرف زبان سے دعوئ عشق کیا کرتے تھے اور دل میں غیروں کی محبت پوشیدہ رکھتے تھے ان کے لئے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃ کا حکم لگا کر ہمیشہ کے لئے ان کو ہامونِ ضلالت و بیابانِ جہالت میں سرگردان چھوڑ دیا لیکن عاشقانِ صادق کو اَقْرَبُ اِلَیْکُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کہہ کر اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سبحان اللہ! اس بے نیازیٔ حسن کی کچھ حد بھی ہے، سازِ معرفت کے لئے زیر و بم واقعۂ کربلا، ریاضِ زہد و ریاضت کیلئے مقراضِ ابن ملجم۔ کوئی عاشق آرے سے چیرا جاتا ہے۔ کوئی مشتاقِ جمال آگ میں پھینکا جاتا ہے کسی کے لئے سولی تجویز ہوتی ہے، اور کسی کے لئے پیالہ زہر تیار کیا جاتا ہے، مگر غیروں کے لئے باغِ ارم و دولت و حشمتِ قارونی و سطوت و صولتِ فرعونی مہیا ہے۔ قربان اس معشوقِ حقیقی کے جس نے اپنے خاص اندازِ دل ربائی سے کتابِ عشق پر ہمیشہ کے لئے مہرِ غم ثبت کر دی لیکن عاشقانِ نہاں خانۂ خلوت کی ادا بھی دیکھنے کے قابل ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

گلا تیغِ قاتل کے نیچے ہے اور آنکھ جلوۂ معشوق کا مزہ لے رہی ہے، سجدہ میں ضربِ تیغِ زہر آلود رگِ حیاتِ دنیاوی کو قطع کرتی ہے منہ سے فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَہ نکلتا ہے، گردن میں طوق پاؤں میں زنجیرِ آہنی، آگے آگے نیزوں پر بابِ بھائیوں، عزیزوں کے سر، پیچھے پیچھے جلاد درہ لئے ہوئے

کس شان سے منازلِ عشق طے ہو رہے ہیں اور شوق و عمال یہ ہے کہ کربلا سے دمشق تک کے سر کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

جب جلوہ آرائی ازل نے تخلیق فطرت و تکوین ماسوا کا ارادہ کیا تو ایک ادائی کن سے چند ہی میں عالمہائے گوناگون کو کتمانِ عدم سے نکال کر منصۂ شہود پر جلوہ گر کر دیا، اور کارگاہ ظاہری کو اختلاف صور و اتفاق معانی سے مزین کر کے انسان کو وحدت فی الکثرت دکھایا لیکن غیرتِ خداوندی نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کمزور ہستی کو ایسے بحر مواج و متلاطم انگیز میں بے ساز و سامان چھوڑ دے، لہٰذا اس کو عقل کا سفینہ دیا کہ اس کے ذریعہ سے صور ظاہری کے تماشا گاہ سے گزر کر خلوت گاہ وحدت و نہاں خانۂ سطوت کی طرف رجوع کر سکے۔ لیکن محض عقل کافی نہ تھی، اس سفینہ کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے لنگر و بادبان اور رات کی تاریکی کے لئے درخشندہ ستاروں کی ضرورت تھی، لہٰذا جب وہ قدرت ابداعی عالم ماسوا کو آراستہ و مزین کر چکی تو اپنی شانِ جمالی کا تماشہ خود کیا، اور تمام مخلوقات میں سے ان برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کر لیا، جو عقل انسانی کے سفینہ کو گرداب کثرت سے نکال کر ساحل وحدت کی طرف لے جاسکتے تھے، ان میں سے چند کو منذر اور چند کو ہادی قرار دیا، جو منذر تھے ان کے لئے جامۂ نبوت و رسالت تیار ہوا، اور جو ہادی تھے ان کو خلعتِ امامت سے سرفراز کیا۔ اس طرح رسالت و امامت ہمیشہ توام چلے آئے۔ یہاں تک کہ نبوت جناب ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوئی، اور امامت و خلافت کا تاج جناب علی مرتضیٰ کے سر پر رکھا گیا جتنا بنی نوع انسان کو انسانی ذرائع سے ڈرایا جا سکتا تھا ڈرایا گیا جتنا راہِ ضلالت و طریق ہدایت کو وضاحت کے ساتھ نمایاں کیا جا سکتا تھا کیا گیا۔ سلسلۂ نبوت ختم ہوا لیکن و لکل قوم ہاد اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی کی ضرورت اسوقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ قوم دنیا میں باقی ہے، لہٰذا امامت ختم نہ ہوئی اور یہ سلسلہ جناب علی مرتضیٰ سے آگے بڑھا، لائق حمد و ثنا وہ رب رحمان و رحیم ہے، جس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان دو بزرگ ہستیوں کو منتخب فرمایا، اور پھر اتنی عظیم الشان شے یعنی رسالت ختم المرسلین کا اجر و عوض آنحضرت کی آل کی محبت کو قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس محبت کو امتِ محمدیہ کا محک امتحان مقرر فرمایا، ظاہر میں تو یہ ہی آسان بات ہے۔ محض محبت کرنا، کون اپنے محسن اور اس کی اولاد سے محبت نہیں کرتا، لیکن عمل میں دنیا کی ظاہری وجاہت و سطوت و زینت و شوکت کو اس کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیا تاکہ یہ آسان سی بات، محبت اتنی مشکل ہو جاوے کہ واقعی ایک عظیم الشان شے کا عظیم الشان اجر کہلائے اور امتحان کی عظمت و وقعت میں فرق نہ آنے پائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم لوگ اس محک امتحان پر پوری اتری، اور جس

کا اظہار اس فقرہ میں کیا گیا کہ "قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ" وہ پھر ثابت ہو گیا۔ جب حالت پھر کیوں مرزا نوشہ کو امرِ حق سمجھنے کی داد نہ دی جائے ؎

ہے ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بوتراب میں

باعثِ ازل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھ جیسے قلیل بضاعت والے انسان کو امرِ حق کے سمجھنے اور اس کے تبلیغ کرنے کی توفیق دی، میرے لئے اس کتاب کا تحریر کرنا ایک بہت مشکل کام تھا لیکن سچ ہے ؎

کوئی مشکل نہیں رہتی ہے مشکل
عنایت ہے اگر مشکل کشا کی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

دل عطا کردی کہ من قربانِ احسانت شوم
در دبخشیدی بدل این بود احسانے دگر

خداوندا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ جیسے حقیر و گنہ گار انسان کو تو نے یہ توفیق اور اتنی مہلت عطا کی کہ صدیوں کے فریب کو باتوں سے دور کر دوں، اور ناحق کو جس کو عیارانہ سیاست نے حق کی جگہ بٹھا دیا تھا پھر اس کو اس کی عریانی میں ظاہر کر سکوں اپنی ان ناچیز کوششوں کو تیری درگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ شاید شرفِ قبولیت عطا ہو جائے، تو حق اور حق کی اعانت میں اپنی بساط کے مطابق راتوں کو دن اور دنوں کو راتیں کر کے دل کے ٹکڑے ایک جگہ جمع کئے ہیں۔ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کا فیضِ عام کر دے جو ابد تک جاری رہے اور اس دنیا کی تاریکی میں اس کو شمعِ ہدایت بنا دے۔ اس تیرے حقیر بندے کے پاس سوائے زادِ راہ اور کچھ نہیں ہے عابد و زاہد اپنی عبادت و ریاضت پر نازاں ہیں مجھ جیسے گنہ گار تیری شانِ غفاری پر۔ دیکھیں قیامت کے دن کس کا ناز بجا ثابت ہوتا ہے۔

ارحم الراحمین! جن بزرگواروں کی تحریرات و تالیفات سے مجھے اس کتاب کی تدوین میں مدد ملی ہے ان کی ارواحِ مقدسہ کو ثواب عطا کر اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے کہ انہوں نے شمعِ ہدایت کو اپنے دامن کے نیچے لے کر بادِ مخالف کے جھونکوں سے بچایا، خصوصاً خاندانِ اجتہاد کے رکنِ اعظم حضرت حجۃ الاسلام کہف الدین و عز المومنین آیۃ اللہ فی العالمین و حجۃ علی المدین جناب مولوی سید حامد حسین اعلی اللہ مقامہ کو جن کی کتاب مستطاب عبقات الانوار علم کلام میں ایک معجزہ ہے۔

اے مالک یوم الدین! میں اپنے والد آغا محمد سجاد مرزا مرحوم کی روح سے بہت شرمندہ ہوں کہ میں ان کی اتنی خدمت نہ کر سکا جتنا میرا دل چاہتا تھا، میری ان ناچیز و حقیر کوششوں کا ثواب ان کی روح کو عطا کر بحق محمد و آل محمد۔ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے یہ ان کی ہی تربیت و عاطفت کا نتیجہ ہے

اے منعم حقیقی! جو کچھ افضال و انعامات و اکرامات تونے میرے اوپر ارزانی فرمائے ہیں اور وہ بہت ہیں ان
کے شکر گذاری کی توفیق عطا کرتا کہ ان میں زیادتی ہو اور جو مصائب و آلام تونے اپنی مشیت کاملہ
میرے حصہ میں مقدر کئے ہیں ان کی برداشت کے لئے صبر عطا کر۔ اگر تیری رضا و مشیت کے خلا
نہ ہو تو اب ان کو دور کردے کہ بہت عرصہ ہو گیا اور میں اپنی آخری منزل کے نزدیک پہنچ گیا۔

اے آں کہ تو درد دردمنداں دانی ؎ درمان و علاج مستمنداں دانی
حال دل خویش را چہ گویم با تو ؎ ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

نذر

بحضور علی ابن ابی طالب علیہ السلام

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم ٭ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہر ایک توصیفی لفظ اپنے موصوف کو محدود کرتا ہے اور میں نے ہر ایک توصیفی لفظ کو جس کو زبان انسانی اب تک ایجاد کرسکی ہے آپ کی لاتعداد صفات کی کما حقہا توصیف کرنے سے قاصر پایا علاوہ اس کے اس حقیر و ذلیل نے اپنا وجود اپنی بے بضاعتی کے آپ کی محبت کا دعوی کرتا ہے یہ گوارا نہ کیا کہ آپکے نام اور میری زبان کے درمیان کوئی اور الفاظ بھی حائل ہوں اگرچہ وہ آپکے توصیفی الفاظ ہی کیوں نہ ہوں لہٰذا آپ کو صرف آپ کے اسم گرامی ہی سے مخاطب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

بفحوائے آیہ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران ع ۱۷) اور وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ ع ۱۹) میرا ایمان ہے کہ آپ زندہ ہیں اور آپکی موجودہ زندگی بہت عظمت و قوت والی ہے کیونکہ خاص خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپکو خاص رزق پہنچ رہا ہے اور بنظر آیہ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ ع ۲۵) میں آپ کی قدرت و طاقت و قرب خداوندی کا اندازہ کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس نفس عزیز کے خریدنے والے نے اس کی قیمت اپنی سلطنت اور اپنی قدرت کی ہمہ گیری کے مطابق دی ہوگی۔

شاہوں کے دربار میں بغیر نذرانہ کے حاضر ہونا گستاخی ہے لہٰذا میں اپنے دل کے ٹکڑوں کو عقیدت کی کشتی میں لگا کر اس ناچیز کتاب بلاغ المبین کی صورت میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن واقعات و حالات کے اندر میں نے ان اوراق پریشان کو لکھا [illegible] وہ آپکے ہمہ گیر علم کے اندر ہیں یہ میری ساری زندگی کا ماحصل ہے سنہ [illegible] میں شروع کیا اور اب سنہ ۱۹۴۴ء ہے اس تاخیر کی وجہ میری کسب معاش کی مشغولیتیں اور میری بڑی لڑکی ام علی کی بیماریاں ہیں میں اپنی بے بضاعتی اور اس تالیف کی کم مائیگی سے اچھی طرح واقف ہوں لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ کے دشمنوں کے

دوں کا عناد آپ کے نام کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کے ہم عصر دشمنوں کا عناد آپ کی ذات کے ساتھ تھا۔ بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو میں نے خیال کیا کہ اب موقعہ ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کو سوت کی انٹی کے عوض خریدنے کا ارادہ رکھنے والی بڑھیا ان کے خریداروں کی فہرست میں داخل ہو گئی اسی طرح میں بھی ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو ایک جگہ جمع کر کے آپ کے ناصروں کی فہرست میں نام لکھا لوں اور دعائے اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ کی ردائے عاطفت میں داخل ہو سکوں۔

اگرچہ میرا دل میری زبان کی بستگی پر مجھے طعنہ دیتا رہے لیکن میں جانتا ہوں کہ نذر پیش کرتے وقت سوال کرنا گدا کی شان گدائی میں بٹہ لگا دیتا ہے اور بخشش کرنے کے لئے سوال کا منتظر رہنا کریموں کی عادت سے بعید ہے لہذا میں اپنے متعلق خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ بمنشائے آیۂ کریمہ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (پارہ ۲۳ سورۂ یسین ع ۱) آپ کو میرے حالات و مصائب و مشکلات کا علم ہے بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب تک جو مجھے اس بارگاہ سے ملا ہے اس کا ہی شکر ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں تو اب مزید عنایات کے لئے کس منہ سے زبان کھولوں، ایک امر واقعہ عرض کئے دیتا ہوں ؎

خدارا رحمے اے منعم کہ درویش سرکوئیت ∴ در دیگر نمی داند رہِ دیگر نمی گیرد

آخر میں دست بستہ عرض ہے ؎

کردہ ام ایں نذرِ مولائی نجف
گر قبول افتد زہے عز و شرف



Presented By: https://jafrilibrary.com

فہرست کتب

جن کے حوالے اَلبَلاغ المُبِین حصۂ اول کتابِ ہٰذا میں دئے گئے یا جنکے مطالعہ سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی

البلاغ المبین کی تحریر میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک بحث و استدلال کی بنا کتب معتبرۂ جماعتِ اہل حکومت پر رکھی گئی ہے، اس جگہ ان کتابوں کی فہرست دیجاتی ہے حصۂ دوئم میں انشاءاللہ ثابت کیا جائیگا کہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین و مؤلفین کا درجہ جماعت اہل حکومت میں کس قدر رفیع ہے اور ان پر کس قدر اعتبار و وثوق کیا جاتا ہے جن کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس کی تالیف شروع کی گئی وہ تو بے شمار ہیں یہاں صرف چند کا نام لکھا جاتا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱	صحیح بخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری		صحیح بخاری	
۲	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	۱۱	الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی
۳	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری		شرح صحیح بخاری	
۴	سنن ابی داؤد	ابوداؤد السجستانی	۱۲	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد۔
۵	سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن ماجہ	۱۳	مرقاۃ المفاتیح شرح	علی بن سلطان محمد
۶	سنن نسائی	ابوعبدالرحمن احمد النسائی		مشکوٰۃ المصابیح	القاری
۷	موطا	امام مالک	۱۴	کاشف شرح مشکوٰۃ	شریف الدین حسن
۸	فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن حجر عسقلانی	۱۵	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
۹	ارشاد الساری شرح	شہاب الدین احمد	۱۶	اسماء رجال مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
	صحیح بخاری	قسطلانی	۱۷	شرح صحیح مسلم	امام نووی
۱۰	عمدۃ القاری شرح	بدر الدین العینی۔	۱۸	مسند امام علی الرضا	امام علی الرضا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱۹	مسند	زید ابن علی
۲۰	مسند	البزار
۲۱	مسند ابی داؤد الطیالسی	ابوداؤد الطیالسی
۲۲	مسند	امام احمد حنبل
۲۳	مسند	ابو یعلی
۲۴	زوائد مسند	عبداللہ ابن احمد حنبل
۲۵	مستدرک علی الصحیحین	ابو عبداللہ الحاکم
۲۶	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۲۷	کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن الاثیر
۲۸	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی
۲۹	تذکرۃ الحفاظ	محمد بن احمد الذہبی
۳۰	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبد البر
۳۱	لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی
۳۲	مواہب اللدنیۃ	شہاب الدین احمد قسطلانی
۳۳	شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ	محمد بن عبد الباقی زرقانی
۳۴	جامع الصغیر	جلال الدین سیوطی
۳۵	مصابیح السنۃ	بغوی
۳۶	کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر	عبدالرؤف مناوی
۳۷	کنز العمال	علی المتقی
۳۸	تفسیر کبیر	فخر الدین رازی
۳۹	کتاب الدر المنثور	جلال الدین سیوطی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مو
۴۰	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین
۴۱	تفسیر کشاف	محمود بن محمد الزمخ
۴۲	اسباب النزول	علامہ واحدی
۴۳	سیرۃ النبی	ابو محمد عبد الملک بن ہشام
۴۴	تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر الطبری ۔
۴۵	تاریخ الکامل	ابن الاثیر ۔
۴۶	تاریخ الخمیس	حسین دیار بکری
۴۷	البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ	ابن کثیر شامی
۴۸	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون
۴۹	مقدمہ تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
۵۰	اردو ترجمہ "	حکیم احمد حسین مترجم
۵۱	المختصر فی اخبار البشر	ابوالفدا
۵۲	کتاب الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ
۵۳	وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ	ابوالحسن علی بن عبداللہ السمہودی
۵۴	فتوح البلدان	احمد بن جابر البلاذری
۵۵	معجم البلدان	شہاب الدین ابو عبداللہ الیاقوتی ۔
۵۶	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین الحلبی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	روض الانف	علامہ سہیلی	۷۸	قصص الانبیاء	ثعلبی
۵۸	وفیات الاعیان	احمد بن خلکان	۷۹	جمع الجوامع	جلال الدین سیوطی
۵۹	احکام السلطانیہ	ابو الحسن علی	۸۰	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
۶۰	حبیب السیر	غیاث الدین بن ہمام	۸۱	کتاب الملل والنحل	شہرستانی
۶۱	روضۃ الاحباب	محدث شیرازی	۸۲	خصائص سیدنا علی	نسائی
۶۲	مروج الذہب	ابو الحسن علی المسعودی	۸۳	حیاۃ الحیوان کبریٰ	کمال الدین الدمیری
۶۳	شمس التواریخ	محمد سعادت اللہ، وارث	۸۴	تمدن اسلام	جرجی زیدان
		علی، منظہر الحق۔	۸۵	علوم عرب	جرجی زیدان
۶۴	طبقات الکبریٰ	ابن سعد	۸۶	احیاء العلوم	امام غزالی
۶۵	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی	۸۷	اکلیل الکرامہ	نواب محمد صدیق حسن خاں
۶۶	بغیۃ الوعاۃ	"	۸۸	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی
۶۷	کتاب الاغانی	ابو الفرج اصبہانی	۸۹	کشف الظنون عن	
۶۸	مرآۃ الجنان	ابو محمد عبد اللہ الیافعی		اسامی الکتب والفنون	
۶۹	سیرۃ النبی	مولوی شبلی	۹۰	تذکرہ	عنایت اللہ مشرقی
۷۰	الفاروق	"	۹۱	طلوع اسلام	غلام محمد پرویز۔
۷۱	المامون	"	۹۲	درمکنون	محی الدین عربی۔
۷۲	علم الکلام	"	۹۳	سیرۃ العلویہ	حیدر علی حنفی
۷۳	سیرۃ سید احمد شہید	ابو الحسن علی ندوی	۹۴	مناقب مرتضوی	محمد صالح کشفی
۷۴	مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق	۹۵	ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ
۷۵	معارج النبوۃ	ملا معین	۹۶	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان بلخی
۷۶	شواہد النبوۃ	ملا جامی	۹۷	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی
۷۷	قصص الانبیا	محمد بن عبد اللہ الکسائی	۹۸	ارجح المطالب	عبید اللہ امرتسری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۹۹	ریاض النضرہ	محب الدین الطبری	۱۲۱	ستر العالمین	علامہ غزالی
۱۰۰	ذخیرۃ العقبیٰ	محب الدین الطبری	۱۲۲	کنز البراہین الکسبیہ	علی بن محمد
۱۰۱	حلیۃ الاولیا	حافظ ابو نعیم	۱۲۳	مطالب السئول	کمال الدین محمد بن
۱۰۲	تذکرہ خواص الامۃ	سبط ابن الجوزی	۱۲۴	قول جلی فی فضائل علی	جلال الدین سیوطی
۱۰۳	نزل الابرار	میرزا محمد بن معتمد خاں	۱۲۵	سیف مسلول	ثناء اللہ پانی پتی
۱۰۴	مفتاح النجاء	میرزا محمد بن معتمد خاں	۱۲۶	تہذیب الآثار	محمد بن جریر الطبری
۱۰۵	روضۃ الندیہ	محمد بن سمعیل صلاح الامیر	۱۲۷	معارج العلی	محمد صدر عالم
۱۰۶	نور الابصار	سید مومن شبلنجی	۱۲۸	کتاب محاضرات الادبا ومحاورات الشعراء	راغب اصفہانی
۱۰۷	کتاب المناقب	ابن المغازلی			
۱۰۸	کتاب المناقب	اخطب خوارزم	۱۲۹	مفردات القرآن	راغب اصفہانی
۱۰۹	کتاب المناقب	ابو بکر ابن مردویہ	۱۳۰	فردوس الاخبار	ابو شجاع شیرویہ دیلمی
۱۱۰	تفریح الاحباب	حسن علی محدث	۱۳۱	کتاب فضائل الصحابہ	خیثمہ بن سلیمان
۱۱۱	اسنی المطالب	شمس الدین الجزری	۱۳۲	مسند الفردوس	ابو منصور شہردار دیلمی
۱۱۲	کتاب الاکتفاء	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی	۱۳۳	کفایۃ الطالب	یوسف الکنجی
۱۱۳	شرح مواقف	علامہ آمدی	۱۳۴	شہاب الدین احمد	توضیح الدلائل
۱۱۴	حجج الکرامہ	نواب صدیق حسن خاں	۱۳۵	جامع الاصول	ابن الاثیر الجزری
۱۱۵	جلاء العیون	علامہ مجلسی	۱۳۶	ہدایت السعدا	ملک العلماء دولت آبادی
۱۱۶	نسیم الریاض	شہاب الدین خفاجی	۱۳۷	فرائد السمطین	ابراہیم بن محمد الحموینی
۱۱۷	نہایت العقول	ابن الاثیر الجزری	۱۳۸	نظم درر السمطین	محمد بن یوسف الزرندی
۱۱۸	منہاج السنۃ	ابن تیمیہ	۱۳۹	فواتح	حسین میبذی
۱۱۹	جمع بین الصحیحین	حمیدی	۱۴۰	سبیل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد	محمد بن یوسف الشامی
۱۲۰	تبیان شرح دیوان متنبی	علامہ عکبری			

نمبرشمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبرشمار	نام کتاب	نام مؤلف
	کتاب العقد النبوی	شیخ بن عبداللہ العیدروس	۱۵۷	منتہی الکلام	حیدر علی
			۱۵۸	طبقات شافعیہ کبریٰ	عبدالوہاب بن سبکی
	نواقض	میرزا مخدوم	۱۵۹	لآلی مصنوعہ	جلال الدین سیوطی
۱۴۳	برنداء ترتیب الاصحاب	احمد بن محمد الحافی	۱۶۰	تہذیب الکمال	علامہ ابوالحجاج مزی
۱۴۴	الاربعین	جمال الدین عطاء اللہ	۱۶۱	خصائص علویہ	محمد بن علی نطنزی
۱۴۵	کنوز الحقائق	عبدالرؤف مناوی	۱۶۲	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
۱۴۶	صراط سوی	سید محمود بن محمد الشیخانی القادری	۱۶۳	زین الفتی	ابو محمد احمد بن محمد عاصمی
			۱۶۴	بحر الانساب	سید محمد بن جعفر
۱۴۷	وسیلۃ المآل فی مناقب الآل	احمد بن فضل باکثیر	۱۶۵	کتاب الاسرار	سید محمد گیسو دراز
			۱۶۶	مقاصد حسنہ	سخاوی
۱۴۸	قرۃ العینین	شاہ ولی اللہ	۱۶۷	مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز	شمس الدین محمد بن یحییٰ
۱۴۹	اسعاف الراغبین	محمد بن علی الصبان			
۱۵۰	ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل	احمد بن عبدالقادر عجیلی	۱۶۸	جواہر النفائس	احمد بن ابراہیم
			۱۶۹	وسیلۃ المتعبدین	شیخ عمر المعروف ملا اربلی
۱۵۱	تاریخ ابن عساکر	علی بن حسن المعروف بابن عساکر	۱۷۰	فیض القدیر	عبدالرؤف مناوی
			۱۷۱	تیسیر المطالب السنیہ	نورالدین شبراملسی
۱۵۲	وسیلۃ النجاۃ	مولوی محمد مبین	۱۷۲	جواہر العقدین	نورالدین بن علی سمہودی
۱۵۳	رسالہ اصول الایمان	محمد سالم	۱۷۳	حدیقۃ الحقیقۃ	حکیم سنائی
۱۵۴	مرآۃ المومنین فی مناقب آل سید المومنین	ولی اللہ بن حبیب	۱۷۴	مظہر العجائب	شیخ فریدالدین عطار
			۱۷۵	[illegible] احسن [illegible] کشف الالتباس لواقع فی الانساب	ابراہیم بن حسن [illegible]ی
۱۵۵	قول مستحسن	مولوی حسن زمان			
۱۵۶	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز	۱۷۶	جلاء النظر	اسمٰعیل بن سلیمان

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف
۱۷۷	امداد بمعرفۃ علو الاسناد	سالم بن عبد اللہ
۱۷۸	رسالۃ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ	محمد بن عبد الرسول البرزنجی
۱۷۹	دراسات اللبیب	محمد معین بن امین سندھی
۱۸۰	براہین ساباطیہ	شیخ جواد ساباط
۱۸۱	الیعفان لطافۃ المقال	محمد رشید الدین خان
۱۸۲	الشرف موبد	شیخ یوسف بن اسمٰعیل
۱۸۳	لباب المنقول فی اسباب النزول	جلال الدین سیوطی
۱۸۴	نفح الرعیب	ابو العباس احمد
۱۸۵	تذکرۃ الابرار صنیف	سید محمد بخاری
۱۸۶	سراج منیر شرح جامع	علی بن احمد العزیزی
۱۸۷	اشغال النقشبندیہ	شیخ تاج الدین
۱۸۸-۱۹۰	المعجم کبیر و صغیر و اوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی
۱۹۱	الملفوظات	نظام الدین اولیاء
۱۹۲	سیرۃ الاولیاء	سید محمد کرمانی
۱۹۳	کتاب التنقید الایضاح	عبد الرحیم بن حسین العراقی
۱۹۴	روائح المصطفیٰ	سید صدر الدین احمد
۱۹۵	لسان العرب	علامہ ابن منظور۔
۱۹۶	استجلاب ارتقاء الغرف	علامہ سخاوی
۱۹۷	احیاء المیت	جلال الدین سیوطی
۱۹۸	نوادر الاصول	حکیم ترمذی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱۹۹	منقبۃ المطہرین	ابو نعیم اصفہانی
۲۰۰	مشارق الانوار	رضی الدین حسن الصغانی
۲۰۱	تہذیب الاسماء واللغات	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۰۲	غرائب القرآن	نظام الاعرج
۲۰۳	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف	ابو الحجاج یوسف المزی
۲۰۴	کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ	سعید الدین محمد
۲۰۵	شرح مقاصد	سعد الدین مسعود تفتازانی
۲۰۶	قاموس	مجد الدین محمد فیروزآبادی
۲۰۷	بدور سافرہ من امور الآخرہ	جلال الدین سیوطی
۲۰۸	براہین قاطعہ	کمال الدین جہرمی
۲۰۹	کوکب منیر	شمس الدین محمد العلقمی
۲۱۰	تنقید العقود السینہ	رضی الدین بن محمد
۲۱۱	تاج العروس من جواہر القاموس	محب الدین محمد مرتضیٰ الواسطی۔
۲۱۲	منتہی الادب	عبد الرحیم صفی پوری
۲۱۳	سراج وہاج	صدیق حسن خاں
۲۱۴	فتح مبین	رشید الدین خان
۲۱۵	تاریخ الدولتین	نیاز فتحپوری
۲۱۶	عقد الفرید	ابن عبد ربہ القرطبی
۲۱۷	کتاب السنۃ و کتاب البدور السافرہ عن امور الآخرہ	ابو بکر احمد المعروف ابن ابی عاصم الشیبانی

	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	ناسخ التواریخ	محمد تقی لسان الملک	۲۳۸	حسام الاسلام	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی
	اسوة الرسول	خان بہادر سید اولاد حسین	۲۳۹	تحفة الاشعریہ	مولوی سید محمد صاحب
۲	سراج المبین فی تاریخ	"	۲۴۰	تنقیح الوامع التنزیل	مولوی سید ابوالقاسم صاحب
	امیر المومنین		۲۴۱	انارة البصائر	حکیم سید فضل علی خاں
۲۲۱	تہذیب المتین	مولوی مظہر حسن		وکشف السرائر	
۲۲۲	الکرار	ریاض علی ریاض	۲۴۲	نفحة [illegible]	[illegible]
۲۲۳	جلاء العیون	علامہ مجلسی	۲۴۳	ناصر العترة الطاہرہ	سید ابوالقاسم
۲۲۴	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری	۲۴۴	حقائق لدنی در	"
۲۲۵	التکمیل	مولوی سید مرتضیٰ حسین		تشریح دقائق	
۲۲۶	عماد الاسلام	غفرانمآب مولوی		خصائص نسائی	
		سید دلدار علی	۲۴۵	کتاب البشریٰ	"
۲۲۷	تحفہ حیدریہ	سلطان العلماء مولوی سید محمد		[illegible] حسنی	
۲۲۸	بوارق الموبقہ		۲۴۶	قواضب الاسیاف	مولوی مظہر حسن
۲۲۹	طعن الرماح [illegible]		۲۴۷	احقاق الحق	غفرانمآب مولوی سید محمد
۲۳۰	حدیقہ سلطانیہ	سید العلماء مولوی سید حسین		فارسی [illegible]	
۲۳۱	تشیید المطاعن	مولوی سید محمد قلی صاحب	۲۴۸	ذوالفقار حیدریہ	مولوی علی اظہر
۲۳۲	تقلیب المکائد	"	۲۴۹	شفاء السقام	تقی الدین السبکی
۲۳۳	استقصاء الافحام	فردوس مآب مولوی سید حامد حسین	۲۵۰	میثاق النبیین	عبدالحق [illegible]
۲۳۴	عبقات الانوار	"			
۲۳۵	نزہة اثنا عشریہ	سید میرزا محمد مہدی			
۲۳۶	جواہر عبقریہ	مفتی میر عباس [illegible]			
۲۳۷	صوارم الہیات	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی			

Serial No.	Name of Book	Name of Author
1	Literary History of the Arabs	R. A. Nicholson
2	Literary History of Persia	E. G. Browne
3	History of Persia	Sykes
4	Strangling of Persia	Shuster
5	Cambridge History of Middle Ages	
6	Life of Muhammad	D. S. Margoliouth
7	History of Modern Europe	Richard Lodge
8	Representative Government	J. S. Mill
9	Liberty	J. S. Mill
10	Successors of Muhammad	W. Irving
11	Decline and Fall of the Roman Empire	Gibbon
12	History of Saracens	Oakley
13	History of Saracens	Gilman
14	Apology	Davenport
15	Democracy in the Dock	Clark
16	Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory	D. B. Macdonald
17	Politics in Islam	S. Khuda Bakhsh
18	Spirit of Islam	Amir Ali
19	Sketches from Eastern History	Theodore Noldeke
20	European History · Great Leaders and Landmarks	
21	History of England	Lord Macaulay
22	The Arab Kingdom and its Fall	J. Wellhausen
23	History of Modern Europe	Fyffe
24	History of Rome	H. G. Liddell
25	Outlines of Islamic Culture	A. M. A. Shushtery
26	The Origins of Islamic State	F. C. Murgotten
27	Ancient Society	Sir Henry Maine
28	Ancient Law	Sir Henry Maine
29	Encyclopaedia of Islam	
30	Historians History of the World	

۱۵

فہرست مضامین



AGHA MOHD. SAJJAD MIRZA
DIED 29TH MARCH 1919.
Father of the author.

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دیباچہ

نظام جدید اور مسلمان

دو یا زیادہ قوموں کے خیالات و تہذیب و تمدن یا مفاد کے تصادم کا نام جنگ ہے۔ اور اگر یہ جنگ عالمگیر ہے تو خیال کرنا چاہیئے کہ تمام عالم کے موجودہ تمدن و نظام کے ارکان رئیسہ میں ایسی مہلک بیماری گھر کر گئی ہے کہ اب وہ کشمکش حیات برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اور ہمہ گیر ارتعاش یا اضطراب کے ذریعہ سے جو عالمگیر جنگ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے وہ اپنے تئیں خود نیست و نابود کر رہا ہے تاکہ اُس کے بجائے بہتر اور جدید نظام قائم ہو جائے۔ ان ہی خیالات کو اگر مذہب کی زبان میں ادا کرنا چاہیں تو کہینگے کہ بستیوں۔ قریوں۔ شہروں اور ملکوں پر حاوی ہو کر ساری دنیا کا موجودہ طرزِ معیشت اور طرز تخیل معصیت الٰہی پر مبنی تھا۔ لہذا عذاب الٰہی کا موجب ہوا لحنِ سیاسیات میں جنگ اقوام کو اختلافِ آرا، کا مظاہرہ اور زبانِ الٰہیات میں عذاب خداوندی کا نمونہ کہینگے۔ غرضیکہ کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ موجودہ عالمگیر جنگ باہمی منافرات و مناقشات و اختلافات کا ایک ہیبت ناک منظر ہے۔ عذاب الٰہی ہے کہ جہنم کا دروازہ دنیا کی طرف کھل گیا ہے۔ ہوا سے آگ برس رہی ہے پانی سے آگ نکل رہی ہے۔ اور خشکی بھی شعلہ ہائے آتشین کی لپیٹوں میں آئی ہوئی ہے لیکن مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ہر ایک مصیبت راحت کی ابتداء ہے۔ اس عذاب کے مصائب و تکالیف تو ظاہر ہی ہیں۔ مگر اس میں کئی فائدے بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس عذاب نے انسان کی لغزشوں اور معصیتوں کے خط و خال کو اس طرح ابھار دیا ہے کہ اب وہ چھپانے سے چھپ نہیں سکتیں۔ دوسرے یہ کہ سیاست و معاشرت و تمدن کے وہ اصول و مبانی جن کو محض امتداد زمانہ کی وجہ سے لوگ حقانیت و صداقت کا جامہ

پہنا چکے تھے۔ اب اپنی عریانی میں نظر آنے لگے۔ اور اُن کا کذب و کج اچھی طرح نمایاں ہوگیا۔ یہ بہت بڑے فائدے ہیں۔ اصلاح و سلامت روی کی ابتداء یہاں سے ہوتی ہے کہ اپنی سابقہ روش کی برائیاں معلوم ہو جائیں چنانچہ اب باوجود اس عداوت و تفاوت کے جو اُن میں ہے [illegible] اس امر پر متفق ہیں کہ پرانا نظام غلط تھا اور ایک جدید و بہترین نظام قائم ہونے والا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہر ایک فریق کہتا ہے کہ جو نظام نو میں قائم کرونگا وہ بہترین ہوگا۔ پرانی روش کی خرابی سے سب آگاہ ہو گئے۔ جدید راستہ کے سب متلاشی ہیں۔ تاریخ عالم میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ تمام دنیا نے یکزبان ہو کر اپنے موجودہ نظام کو ناقص قرار دیا ہو اور جدید اور اس سے بہتر نظام و تمدن کی خواہش کی ہو جس طرح انسان کے جسم میں بیماری اس بات کی دلیل ہے کہ عناصر کے اعتدال میں فرق آگیا ہے۔ اور اب اُس کی درستی لازم ہے۔ اسی طرح اس قسم کا عذاب اور ایسے واقعات خداوند تعالےٰ کی طرف سے حجت بنکر آیا کرتے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری موجودہ روشِ زندگی درست نہیں۔ اس کی اصلاح کرو ورنہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا جائیگا۔ ہر ایک ملک پر ایسے عبرت ناک حادثے آتے رہے ہیں مسلمانوں کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ آنکھوں پر سے پردے اُٹھانے کے لئے پہلے بھی کئی دفعہ ایسے بادِ صرصر چل چکی ہے لیکن چونکہ مسلمانوں نے اپنی اصلی معصیت کو معلوم نہ کیا۔ یہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا گیا یہانتک کہ اب ہم اس اسلام کو جس کی فطرت میں غالب ہو کر رہنا تھا موجودہ مغلوبیت و کس مپرسی کی حالت میں پاتے ہیں۔ ورنہ اگر اسلام کے جو دعوے ہیں وہ پورے ہوئے ہوئے ہوتے تو آج کو اسلام کی حکومت المیۃ الثالث و بیرنج کی مقام پر ہوتی۔ اور دنیا اُس کے تمدن و معاشرت کے نمونہ پر اپنی زندگی کا نقشہ کھینچتی۔ جو ہوا وہ یہ تھا کہ ابھی اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا۔ قرآن شریف کی صحیح تاویل اور اس کے درست معنوں کی تعلیم ابھی لوگوں میں عام نہیں ہوئی تھی۔ غرضیکہ تہذیب اسلامی و تربیت قرآن کا نقشہ ابھی قوم میں ایک نقش بر آب تھا کہ خلافت کی پیچیدہ سیاست کی ضرورتوں کی وجہ سے حکومت مجبور

ہوئی کہ قوم کی توجہ یک لخت ممالک کی فتوحات و غنائم کی فراہمی کی طرف کردے تاکہ وہ خود قوم کی نکتہ چینیوں سے محفوظ اور غنائم کی فراوانی سے مضبوط ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جدھر بھی گئے وہاں کے ملک کو تو فتح کر لیا لیکن اس کی تہذیب سے خود مفتوح ہو گئے۔ اور جو قیمتی شے گھر سے لیکر نکلے تھے وہی پردیس میں لوٹ گئی ... پیدا ہوا وہ ایک چوں چوں کا مربہ تھا۔ ایرانی مزدک و زرتشت کی تعلیم کے اثرات ہندوستانی ویدانت کے تخیلات۔ اور یونانی فلسفہ کے مغالطات سب اسلامی الٰہیات میں موجود ہیں۔ دراصل وہ جلدی کی فتوحات ہی اصلی اسلام کی بربادی کا باعث ہوئیں +

غرضیکہ جب دنیا کی آنکھیں یہاں تک کھل چکی ہیں تو اب ہر ایک قوم و فرقہ بلکہ ہر ایک فرد کا فرض ہے کہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ پرانی روش میں کیا کیا خرابیاں تھیں۔ وہ کیا عقائد و اصول تھے جو محض امتداد زمانہ و کثرت معتقدین کی وجہ سے صحیح نظر آتے تھے لیکن صحیح نہ تھے۔ اور وہی ہماری اس موجودہ نکبت و ذلت و مسکنت و تنزل کے ذمہ دار ہیں مسلمانوں کے لئے بھی یہ آخری انتباہ ہے کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں اور اپنی گذشتہ غلطیوں پر نظر ڈالیں +

اکثر دیکھا گیا ہے کہ نظام جدید کا نام سنتے ہی مسلمان کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمیں کسی نئے نظام کی ضرورت نہیں، ہمیں تو وہی پرانا قرآن اور پرانا رسول چاہیئے۔ یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ آیا تمہارے پاس وہ پرانا رسول اور وہ پرانا قرآن ہے بھی بسا اوقات حق اس طرح چھپ جاتا ہے اور کذب غالب ہو کر اتنے عرصہ تک رائج رہتا ہے کہ جب حق کی تلاش کرنے والے حق کو کذب کے تودوں میں سے نکلتے ہیں تو وہ ایک نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ سونے کو جلا کر کشتہ کر دو۔ اب یہ بالکل راکھ ہے۔ اگر کوئی صاحب نظر اس راکھ کو پھر اس کی پہلی حالت میں کر دے اور وہ پھر چمکتا ہوا سونا بنجائے تو یہ سونا اس راکھ کے مقابلہ میں تو نئی چیز ہے لیکن ہے تو وہی پرانا سونا۔ مسلمانوں کے نظام جدید سے ہمارا یہی مطلب ہے +

مسلمانوں کے عروج ... تھے اور ان کے زوال ... نتیجہ ...

اور بہت لکھے جارہے ہیں۔ سیاستدانوں نے انکے زوال کے اسباب پر بھی نظر ڈالی ہے انہوں نے ... میں اسباب معلوم بھی کر لئے ہیں لیکن حالت وہی ہے حالانکہ جب کسی مرض کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسکی صحیح تشخیص ہو جاتی ہے تو پھر اس مرض کا ازالہ قطعی و یقینی ہو جاتا ہے۔ ... مسلمانوں کے مرض کے صحیح اسباب ہی عام طور سے معلوم نہیں ہوئے۔ عام مسلمان سیاستدان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی تعلیم و معاشرت چھوڑ دی ہے جسکی وجہ سے یہ نکبت ہے لیکن یہ سبب تو نہیں ہے یہ تو خود نتیجہ ہے کسی اور سبب کا یہی تو مرض ہے بتانا تو یہ چاہیئے کہ مسلمانوں نے اسلامی زندگی کیوں چھوڑی۔ اس صراطِ مستقیم سے اعراض کرنے کے کیا اسباب تھے۔ اور وہ اسلامی زندگی کیا تھی۔ اس ہی سلسلہ میں یہ بھی بتانا ہوگا کہ اسلام کا عروج کس کو کہتے ہیں۔ وہ کس زمانہ میں تھا اور کب سے اس کا تنزل و انحطاط شروع ہوا۔ جب اتنے امور معلوم ہو جائینگے تو پھر علاج کرنے میں دیر نہیں لگیگی۔ ورنہ صرف یہ کہنا کہ اسلامی تعلیم کو چھوڑ دینا موجودہ ذلت کا باعث ہے اُس مرض کی دوسرے الفاظ میں تشریح کر دینا ہے۔

ہم نے قرآنی تعلیم و اسلامی زندگی کو کیوں چھوڑا۔ یہ معلوم کرنے کیلئے دیکھنا ہوگا کہ قرآنی تعلیم کب سے چھوٹی۔ اس کے بعد ہم دیکھینگے کہ جس زمانہ میں اسلامی زندگی سے اعراض ہوا اس کے واقعات کیا تھے، اُس کا ماحول کیا تھا، اسطرح ہم اس مرض کے اصلی اسباب معلوم کر لینگے۔

اب ہم کو تاریخ اسلام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اسلامی تاریخ کے بغور مطالعہ کرنے والوں کو اس میں چار باتیں نہایت حیرت آمیز و تعجب انگیز بلکہ مخالف عقل نظر آتی ہیں۔ اول تو یہ کہ خود مسلمانوں کی بڑی بڑی تاریخ کی کتابوں میں یہ خلاف عقل و فطرت انسانی عقیدہ قائم کیا گیا ہے کہ جناب ختم المرسلین نے اپنے بعد ہدایت کے لئے کوئی رہنما مقرر نہیں کیا۔ اور کسیکو اپنا جانشین و خلیفہ منتخب نہیں فرمایا۔ دوئم۔ یہ کہ اسلام نے دنیا میں حکومت الہیہ قائم کرنا تجویز کیا۔ اور اس کیلئے نہایت اعلیٰ اور دلخوش کن وعدے کئے لیکن وہ حکومت جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت کے بعد قائم ہوئی اس کی شکل ہی کچھ اور تھی اور اس میں اسلام کے عدل وانصاف اور امن وامان کے دعوے پورے نہیں ہوئے۔ سوئم۔ یہ کہ جناب رسول خدا کی حکومت دینی اور دنیوی کے وہ لوگ جانشین ہوں جنہوں نے آپ کو اور اسلام کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور وہ لوگ اپنے تئیں اسلام کے ہادی و رہنما ظاہر کریں جو کبھی دل سے مسلمان نہیں ہوئے اور لوگ انکے اس ظاہری دعویٰ کو قبول کریں۔ چہارم۔ وہ بدترین سلوک جو امت نے اپنے محسن رسول کی اُس آل کے ساتھ کیا جس کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت جناب رسول خدا نے اپنے بستر مرگ پر اپنی امت کو کی۔ اور آخری کلمہ جو جناب رسول خدا کی زبان پر جاری ہوا وہ اس وصیت کی تاکید تھی۔ وہ مظالم جو اہل بیت رسول نے رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی امت کے ہاتھوں برداشت کئے ہمیشہ تاریخ عالم کا عجیب ترین واقعہ رہینگے۔ اور تاریخ اسلام پر بدترین دھبہ +

ہم نے اپنی اس کتاب میں ان چاروں امور پر بہت اچھی طرح بحث کی ہے۔ ہر ایک عجیب امر و واقعہ تاریخی ہو یا علمی اس وقت تک ہی عجیب و حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اُس کی اصلی وجہ، اس کے ماحول کی کیفیت و حقیقت اور اس کی ماہیت معلوم نہ ہو۔ اور جب اس کی وجہ اور کنہ ہست و بود معلوم ہو جاتی ہے تو اُس کی عجیبیت اور محیر العقول خاصیت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ واقعہ ایک معلوم وجہ کا قدرتی نتیجہ نظر آنے لگتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ چاروں امور ایک ہی سبب کے نتیجے اور ایک ہی علت کے معلول ہیں۔ ان چاروں کی جڑ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کا باعث یہ تھا کہ لوگ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو اُن کے خاندان میں سے نکال کر عام لوگوں کے درمیان اچھالنا چاہتے تھے۔ جناب رسول خدا نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے افضل ترین امت یعنی حضرت علی بن ابی طالب کو اپنا جانشین و خلیفہ بلافصل مقرر

کرکے امت کے سامنے بار بار اس کا اعلان فرمایا لیکن امت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ جناب رسول خدا کے اس حکم سے اعراض و اغماض کیا۔ اس نافرمانی و عصیانِ خدا و رسول خدا کا یہ نتیجہ ہوا کہ موعودہ نعمتیں سلب کرلی گئیں۔ امت محمدیہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگئی۔ اور اب تک اس نافرمانی اور عصیان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ جو حکام سقیفہ بنی ساعدہ میں نصب کئے گئے وہ خدا و رسول کے منتخب کردہ نہ تھے۔ دنیا میں حکومت الٰہیہ کے قائم کرنے کے اہل نہ تھے۔ لہذا اس کو نہ قائم کر سکے۔ اور اسلام کے وعدے پورے نہ ہوئے۔ انہوں نے بنوہاشم کے خلاف اُن کے پشتینی دشمنوں یعنی بنو امیہ کو اُبھارا اور ان کے حق میں جاگیر شام کا استمراری پٹہ لکھدیا۔ اور پھر ایسی تجویز کی کہ بنو امیہ ہی میں سے ایک خلیفہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو امیہ نے اپنی حکومت و سرداری قائم کرلی۔ اور جناب رسولِ خدا کے جانشین کہلائے۔ سقیفہ بنی ساعدہ ہی سے مصائب و مظالم اہلبیت کی ابتدا ہوتی ہے اور اس سقیفہ سازی ہی کی جوازیت کو قائم کرنے کے لئے جماعت اہل حکومت کو ضرورت پڑی کہ اپنے تئیں اور لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالیں کہ جناب رسول خدا نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا امر واقعہ تو یہ ہے کہ اس خلیفہ ساز مجلس سقیفہ سے بہت برے نتائج پیدا ہوئے اور آخر کار دین اسلام مسخ ہوگیا۔ اُس گھڑی اور اُس سرزمین میں ایسا بیج بویا گیا کہ جس نے بڑھکر اسلام کو پنپنے نہ دیا مسلمانوں کی اکثریت میں جو مذہب رائج ہوا۔ وہ وہی سقیفہ بنی ساعدہ میں سے نکلا ہوا مذہب تھا۔ اور یہ وہی مذہب ہے، جس کو آج ہم اس مغلوبیت و ذلت کی حالت میں دیکھتے ہیں مسلمانوں کے لئے نظام جدید یہ ہوگا کہ وہ اُس اسلام کی طرف رجوع کریں جو جناب رسول خدا نے رائج کیا تھا اور جس کو مستحکم کرنے اور لوگوں میں پھیلانے اور تعلیم دینے کیلئے آنحضرت نے بحکم خداوندی حضرت علی کو مقرر کردیا تھا۔ یہ وہ نتیجہ ہے جس پر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنیکے بعد پہنچے ہیں اور اسکو درست ثابت کرنا ہماری اس کتاب کا مقصد ہے۔ اس غرض کیلئے ہم نے مندرجہ ذیل کتب و ابواب قائم کئے ہیں:-

کتابِ اوّل

التّبیان

باب اول ۔ جماعت حکومت کا عقیدۂ عدمِ استخلاف۔
باب دوئم ۔ عقیدۂ عدمِ استخلاف غلط ہے۔ کیونکہ محالِ عقلی ہے۔
باب سوئم ۔ نصبِ خلیفۂ رسول کی ضرورت و اہمیت۔
باب چہارم ۔ جنابِ رسول خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی اہمیت کا احساس تھا یا نہیں
باب پنجم ۔ کیا آنحضرت نے اپنے جانشین مقرر کرنیکا فرض امت کے ذمہ لگایا تھا۔
باب ششم ۔ جانشین رسول مقرر کرنا جناب رسول خدا کا فرض تھا یا امت کا حق۔
باب ہفتم ۔ شاہدان استخلاف علی بن ابی طالب۔
(الف) افعالِ رسول۔
باب ہشتم (ب) اقوالِ رسول۔
باب نہم ۔ افعال و اقوال رسول مقبول کی مطابقت قرآن شریف سے۔
باب دہم ۔ اہلبیت رسول ۔ آل رسول ۔ عترت رسول ۔ ذوی القربیٰ۔
باب یازدہم ۔ تقرر و اعلانِ جانشین رسول اکرم و ادائیگی رسوم جانشینی۔
باب دوازدہم ۔ افضیلت علی بن ابی طالب۔

کتاب دوئم

سیاستِ عمریہ

خاندانِ نبوت سے حکومت کو نکالنا

باب سیزدہم حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے کی تدبیریں۔ اور ان کی کامیابی کے وجوہات۔

تدبیر اول۔ علی کے مخالف ایک جماعت کا پیدا کرنا۔

تدبیر دوئم۔ حضرت علی کے ساتھ جناب رسول خدا کے امتیازی سلوک پر اعتراض کرنا۔ اور لوگوں کے سامنے اسکو غلط پیرایہ میں ظاہر کرنا۔

تدبیر سوئم۔ حقیقت نبوت کے متعلق خاص عقیدہ قائم کرنا۔

تدبیر چہارم۔ حسبنا کتاب اللہ۔ جناب رسول خدا حکومت کو اپنے خاندان میں مستقل کرنا چاہتے ہیں جس کا نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔

تدبیر پنجم۔ تخلف از جیش اسامہ۔

تدبیر ششم۔ قضیۂ قرطاس و قلم۔

تدبیر ہفتم۔ ہنگامہ سقیفہ بنی ساعدہ

تدبیر ہشتم۔ لوگوں کو جنگ میں مشغول رکھنا۔ اور مال غنیمت و تقسیم اقطاع سے انکو اپنی طرف کرنا۔

تدبیر نہم۔ انتزاع فدک۔

تدبیر دہم۔ حضرت علی کو فوج و منصب سے علیحدہ رکھنا۔

تدبیر یازدہم۔ عدم استخلاف کا غلط خیال پیدا کرنا اور پھیلانا۔

تدبیر دوازدہم۔ حضرت علی کے فضائل کا اخفا اور دوسروں کو اُن پر ترجیح و فضیلت دینی۔

تدبیر سیزدہم۔ حضرت علی کے القاب خصوصی پر قبضہ کرنا۔

تدبیر چہاردہم۔ آنحضرت کی احادیث کو شائع ہونے سے روکنا۔

تدبیر پانزدہم۔ وضع احادیث۔

تدبیر شانزدہم۔ استخلاف عمر۔

تدبیر ہفدہم۔ تجویز شوریٰ۔

تدبیر ہژدہم۔ حضرت علی و بنو ہاشم کے مقابلہ میں بنو امیہ کو کھڑا کرنا۔

تدبیر نوزدہم۔ جمع قرآن۔

تدبیر بستم۔ تقرر عمال۔

باب چہاردہم۔ مدعیانِ خلافت کے خلاف حضرت علی کا احتجاج اور اپنے حق کا اظہار
باب پنجدہم۔ کارروائی سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر نتائج و عواقب۔
باب شانزدہم۔ جناب رسول خدا کے مقرر کردہ خلیفہ نے کیوں اپنا حق بزور شمشیر لینے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت علی نے اپنے زمانۂ خلافت ظاہری میں کیوں فدک اولاد فاطمہ کو واپس نہ کر دیا۔ امام حسن نے کیوں معاویہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور جناب امام حسین علیہ السلام نے کیوں یزید کی بیعت نہ کی۔
باب ہفدہم۔ واقعات گزشتہ پر ایک نظر۔ اور آخری فیصلہ۔

ان کے علاوہ ہم نے باب الاسناد والتراجم بھی قائم کیا تھا ہمارا خیال تھا کہ وہ مختصر ہوگا لیکن اس کا حجم زیادہ ہو گیا۔ اتنا کہ بذات خود ایک ضخیم کتاب بن گئی۔ لہٰذا ہم نے اُس کو کتاب کا حصہ دویم قرار دیکر علیحدہ شائع کیا ہے اور اس کا نام البلاغ المبین حصہ دویم رکھا ہے۔

علوم منقول و معقول کے عروج و انحطاط کے مطابق اس بحث کے طریقے بھی بدلتے رہے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب علم قرآن و حدیث عام تھا ہر ایک مکتب سے قال اللہ وقال الرسول کی دلاویز آوازیں آیا کرتی تھیں۔ باستثنائے چند خوارج کے اس زمانہ کے لوگ چاہے وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی حدیث و قرآن کی واقفیت کی وجہ سے حضرت علی کے درجۂ فضیلت و اہلبیت رسول کی عظمت سے واقف تھے۔ جانتے تھے کہ اُس سے انکار کرنا ایمان میں خلل ڈالتا ہے۔ لہٰذا جابجا اُن کی کتابوں میں اس کا اعتراف ملیگا اور جب کبھی وہ خلافت کے موضوع پر کتابیں لکھتے تھے تو سوائے اس کے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کی معذرت پیش کریں اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اسکے بعد جب جہالت کا زمانہ شروع ہوا تو ان لوگوں کی تحریر و تقریر میں ایک نمایاں فرق نظر آنے لگا۔ جوں جوں حدیث و قرآن کی طرف سے بے توجہی ہوتی گئی۔ حضرت علی سے بے رخی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ بے رخی اب اس انتہائی جہالت کے

زمانہ میں صریح عداوت سے مبتدل ہوگئی ہے۔ اب بجائے اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے کی معذرت پیش کریں حضرت علی کی تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ اُنکے خیال میں حضرت علیؑ کی منزلت گھٹانے سے حضرات شیخین کی عظمت بڑھتی ہے۔ اب مذہبی ہٹ دھرمی کے اوپر جہالت کی ہٹ دھرمی کا بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ اب ایک تحریک ایسی شروع ہوئی ہے کہ احادیث رسول ہی سے انکار کرتے ہیں۔ اس تحریک کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علی کی فضیلت لوگوں کے سامنے نہ آئے۔ احادیث رسول فضائل علی سے مملو ہیں۔ انکے زعم میں احادیث رسول سے انکار کرنے سے فضائل علی مٹ جائینگے۔ رہا قرآن، تو تاویل کا دروازہ توکھلا ہی ہے ◆

جب ہم نے یہ دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام الناس کے دلوں میں چند سالوں کی جہالت کی لغویت وہ اثر کر جائے جو صدیوں کی علمی بحث نہ پیدا کر سکی۔ دلوں پر جہالت کا پردہ ڈالنا، بہ نسبت ڈلے ہوئے پردوں کے اُٹھانے کے بہت آسان ہوتا ہے۔ لہذا ہم نے خیال کیا کہ جو غلطیاں عوام میں پھیلتی ہوئی نظر آئیں اُن کا ازالہ کرنا حق کی اعانت کرنا ہے۔ اور جناب رسول اکرم کی دعاء اللھم انصر من نصرہ کی کساء عاطفت میں داخل ہونا ہے۔ یہ سوچکر ہم نے کمر ہمت باندھی اور باوجود کم بضاعتی کے اس بحر ناپیدا کنار میں اپنی کاغذ کی ناؤ ڈالدی۔ غالباً ہمارے ناظرین میں سے کچھ صاحب ایسے ہونگے جو یہ خیال فرمائینگے کہ اس کتاب کی اشاعت مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں رنجش و عداوت کی خلیج کو زیادہ گہرا کرنے کی باعث ہوگی۔ اور کچھ صاحب ایسے ہونگے جو یہ خیال فرمائیں گے کہ اس موضوع پر کسی نہ کسی شکل میں پہلے بہت لکھا جا چکا ہے۔ اب مزید خامہ فرسائی عبث ہے۔ ہم دونوں خیالات کے اصحاب سے باادب گذارش کرتے ہیں کہ یہ اعتراضات دقت نظر و تعمق فکر کی تاب نہیں لا سکتے اقلیت کی رائے کا اظہار اکثریت کیلئے باعث رنجش ہونا اور اسلئے اقلیت کے اوپر فرض عائد کرنا کہ وہ خاموشی اختیار کرے دلدادگان جمہوریت و مدعیان مساوات کیلئے باعث شرم صورت حالات کا انکشاف کرتا ہے۔ اس میں رنجش و عداوت کی کیا بات ہے۔ کیا اسلامی رواداری جو گرجاؤں کے ناقوس اور مندروں کے سنکھ ٹھنڈے دل سے

سکتی ہے یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔ اکثریت کا یہ حق کس شریعت و قانون سے ثابت ہے کہ وہ تو اپنی رائے کا اظہار علی رؤس الاشہاد کرے۔ یہانتک کہ مدرسوں کی ٹیکسٹ بک اور مکتبوں کے درس میں اس کو داخل کر دے۔ اور اقلیت کی رائے سننے کی تاب نہ رکھے۔ اگر ایک فرقہ علی الاعلان کہہ سکتا ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر نہیں کیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کا منتخب شدہ خلیفہ جائز جانشین رسول ہے اقلیت یہ سنتی ہے اور خاموش رہتی ہے۔ اور رنجش و عداوت کی خلیج یا آبلے کے گہرا یا لمبا چوڑا ہونیکا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو دوسرا فرقہ اپنی رائے کے اظہار سے اس بنا پر کیوں روکا جائے۔ اور اگر بات یہ ہے کہ یک بام و دو ہوا تو پھر جمہوریت کا دعویٰ کیسا اور اپنی اس اسلام کے رواداری کی گیت کیسے۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ کہ جس کو وہ حق سمجھتا ہے اس کی اشاعت کرے۔ ایسی تحریرات کا جواب غم و غصہ سے نہیں بلکہ قلم سے ہونا چاہیئے تاکہ غیر بھی فیصلہ کر سکیں کہ حق کدھر ہے۔ فوراً ہی آپے سے باہر ہو جانا اور گفتگو سننے کی تاب نہ رکھنا کمزوری کی علامت اور صحیح منطق و مضبوط دلائل کے مفقود ہونے کی نشانی ہے۔ ہم نے اپنے علم میں کوئی دل آزار فقرہ نہیں لکھا۔ اور جادلہم بالتی ھی احسن کے حکم کی پوری پابندی کی ہے۔ ہاں جس کو ہم حق اور امر واقعہ سمجھتے ہیں اس کا اظہار و استنباط بطور امر واقعہ کے اپنے مخالفین ہی کی کتابوں سے کیا ہے جو صاحب اتنا بھی سننے کی تاب نہیں رکھتے۔ ان سے سوائے اس کے اور ہم کیا عرض کریں کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ نہ فرمائیں اور اس پر ہی قانع رہیں کہ لقد وجدنا علیہ اباءنا۔

لیکن ساتھ ہی اس کے ہم اقلیت کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اپنی رائے کو اعتقاد کے درجے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی گزشتہ عظمت و شان کو اپنا کہکر بجا طور سے غیروں پر فخر کرتے ہو۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی تلوار نے بہت عرصہ تک اسلام کی ظاہری شوکت و دبدبہ کو قائم رکھا۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی وجہ سے اب بھی جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے دنیا واقف ہے۔ یہ وہ اکثریت ہے جو اب بھی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنا خون بہانے کیلئے تیار ہے اور

جہاں آپ کے نام پر آنچ آتے ہوئے دیکھتی ہے اپنا سینہ گولیوں اور تلواروں کے سامنے کر دیتی ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو لاہور کے گلی کوچوں سے پوچھو۔ وہاں کے دار و رسن سے پوچھو۔ جن لوگوں نے خاندان رسالت پر ظلم کئے وہ گزر گئے۔ وہ جانیں انکا خدا جانے اب تمہیں اپنے ان بھائیوں سے رنج و عداوت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس رنجش و عداوت کا نتیجہ تفرقہ اور ضعف ہوگا جس کو تمہارے مولا علی پسند نہیں فرماتے تھے۔ اب اسلام کے بیرونی دشمن اتنے بڑھ گئے ہیں کہ یہ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص اندرونی تفرقہ و عناد کا حامی ہے۔ وہ دراصل اسلام کا دشمن ہے +

یہ امر واقعہ ہے کہ اس مضمون پر کسی نہ کسی شکل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن مزید لکھنا سعی لاحاصل نہیں ہے۔ وہ علم والے لوگ تھے علم والوں کیلئے انہوں نے لکھا تھا ان کی عربی و فارسی کی کتابیں آجکل کے نوجوانوں کیلئے مقفل خزانہ ہیں جسکی کنجی ان کے پاس نہیں ہے۔ اب تو کوئی چارہ کار سوائے اس کے نہیں کہ یا تو حق کو فارسی و عربی کتابوں کے بوجھ کے اندر مر جانے دو۔ یا اُس کو عام لباس میں منظر عام پر نمایاں کرو۔ علمائے پیشین کا روئے سخن عالموں کی طرف تھا۔ میرے مخاطب زیادہ تر وہ بزرگ ہیں جو دین اور ارکان دین کی جہالت کو باعث فخر سمجھتے ہیں سچ پوچھو تو امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی زمانہ میں حق کو منظر عام پر لانا ضروری ہوتا ہے۔ علم کے زمانہ میں تو کم و بیش حق لوگوں کے سامنے ہی رہتا ہے۔ مانیں یا علانیہ نہ مانیں یہ دوسری بات ہے۔ خطرناک وہ زمانہ ہوتا ہے کہ جب حق بالکل لوگوں کی نظروں سے چھپ جاتا ہے جب چاروں طرف تاریکی چھائی ہو تب ہی شمع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب زمانہ میں جہالت عام ہو جاتی ہے۔ تب ہی بعثت پیغمبراں کی ضرورت ہوتی ہے +

یہ اقرار کرنا میں جزو ایمان سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کی اہمیت جس علم و اجتہاد کی مقتضی تھی اُس کا عشر عشیر بھی مجھ میں نہیں۔ اس میدان میں ایسے ایسے شہسواروں کے فرسِ خامہ نے جولانیاں کی ہیں کہ جنکی گرد کو میں تو کیا اچھے اچھے عالم نہیں پہنچتے۔ کہتے ہیں کہ جب بازار عشق میں حسنِ یوسف کا چرچا ہوا تو ایک بڑھیا بھی اپنے ہاتھ کا کتا ہوا سوت

لیکر ادھر چلی۔ لوگوں نے کہا کہ یوسف کی خریداری کیلئے تو بڑے بڑے امرا و بادشاہ ایک دوسرے سے بڑھ بڑھکر بولیاں بول رہے ہیں۔ وہاں تیرا سوت کس گنتی میں ہے اس نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ یہ سوت یوسف کی قیمت نہیں لیکن اس کی وجہ سے میرا نام یوسف کے خریداروں میں تو ہو جائیگا ؎

ایں قدر باشد کہ دشمن یا کہ دوست

گویداین زن از خریداران اوست

یہی شوق مجھے بھی کشاں کشاں لئے جا رہا ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کیا ہیں اور کیا میری تصنیف بقول شاعر ؎

صفتِ کمالِ حسنت چو منے چگو نہ گوید

کہ ہزار ہمچو خسرو برخ تو بیزبان شد

اور یہ تو فرعونوں کے مصر کا بازار نہیں۔ یہ تو اس کریم وسخی کا دربار ہے جس کو اپنے قاتل پر بھی رحم آگیا۔ جو سائل کو بغیر سوال کے دیتا تھا اور اتنا دیتا تھا کہ اس کو دوسرے کے در وازے سے مستغنی کر دیتا تھا۔ یہ تو اس وقت کی حالت تھی کہ جب آپ عالم اسباب کے حدود و قیود کے اندر تھے۔ اب کہ آپ دونوں جہان کے مختار ہیں جو کچھ بھی امید اس دربار سے رکھوں کم ہے۔ یہ تو وہ دربار ہے جس کی بخشش وعطا امید کی حدود کے اندر سما جانے کو اپنا عار سمجھتی ہے

غرضیکہ اس مجبوری کی حالت میں جو کچھ ہو سکا ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے علم واقعی بڑی شے ہے اور بڑی بڑی علمی کتابیں اس موضوع پر صاحبانِ علم و ہنر لکھ گئے ہیں لیکن کبھی کبھی طریقۂ استدلال و حسن بیان بھی خراجِ تحسین کا امیدوار ہوتا ہے سوائے اس کے اور کیا عرض کروں کہ ع

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

تو ایکہ محوِ سخن گستران پیشینی مباش منکرِ غالب کہ در زمانہ تست

۲۰ فروری ۱۹۴۳ء سول لائنز۔ لدھیانہ

کتابِ اوّل

بابِ اوّل

جماعتِ حکومت کا عقیدۂ عدمِ استخلاف

ہمارے لئے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ جماعتِ حکومت کا جس کو عرفِ عام میں اہلسنت و جماعت کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے کسی کو۔ نہ حضرت علی کو اور نہ حضرت ابوبکر کو۔ اپنا جانشین اور اپنے بعد امت کا رہنما و ہادی مقرر نہیں کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس اس عقیدہ کی بین دلیل ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کی وجہ ہی سے اور اس کی جوازیت قائم رکھنے کے خیال سے یہ عقیدہ ایجاد کیا گیا ہے ورنہ امر واقعہ اُن لوگوں سے چُھپا ہوا نہ تھا۔ اپنی حکومت کو مستحکم و مستقل کرنے اور اس کو جوازیت کا جامہ پہنانے کیلئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ لوگوں کے دلوں میں سے یہ خیال نکال دیں کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ تو وہ کہہ نہیں سکتے تھے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ کہتے تو کس منہ سے کہتے اور مانتا کون۔ علاوہ اس کے سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کی بنیادیں جس کے پلیٹ فارم پر حکومت کی کرسی ٹھہری ہوئی تھی متزلزل ہو جاتیں۔ اس اجتماع کا واحد مقصد جناب رسول اکرم کا جانشین منتخب کرنا تھا۔ اور اگر آنحضرت نے پہلے ہی سے ایک خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو یہ اجتماع بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور وہاں جو گفتگوئیں ہوئیں۔ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو، اور ایک تم میں سے ہو، اور ایک حاکم ہو، ایک وزیر ہو۔ وہ ہو وہ نہ ہو۔ کون ہو، کیوں ہو، حضرت ابوبکر کا حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو خلافت

کے لئے پیش کرنا، انکا کہنا کہ نہیں آپ ہوں، یہ سب بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس گروہ کے امام اعظم حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کی جلد اول رکن رابع میں لکھتے ہیں:۔

الاصل السابع ان الامام الحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم ولم یکن نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امام اصلاً، اذ لو کان لکان اولی بالظہور من نصبہ الولاۃ والامراء علی الجنود فی البلاد ولم یخف ذلک فکیف خفی ھذا او اذ ظہر فکیف اندرس حتی لم ینقل الینا فلم یکن ابوبکر اماما الا بالاختیار والبیعۃ واما تقدیر النص علی غیرہ فھو نسبتہ الصحابۃ کلھم الی مخالفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخرق الاجماع ذلک مما لم یستجرء علی اختراعہ الا الروافض.

ساتویں اصل بتحقیق امام برحق بعد رسول صلعم اول ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور کسی امام کیلئے کوئی نص جناب رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو اسکا ظاہر معلوم ہونا زیادہ اولی تھا بہ نسبت ظاہر معلوم ہونے تقرر حکام و امراء کے جو جناب رسول خدا نے لشکروں اور شہروں میں بھیجے۔ جب وہ پوشیدہ نہ ہوئے تو نص امام منجانب رسول کس طرح پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اگر پہلے ظاہر تھا تو پھر کیوں معدوم ہو گیا۔ ایسا کہ ہم کو اس کی خبر تک نہ پہنچی پس ابوبکر امام نہیں ہوئے لیکن بہ اختیار و بیعت کے۔ اور اگر ما سوائے ابوبکر کے ہم کسی اور کے حق میں نص رسول فرض کر لیں تو اس سے جملہ صحابہ کا مخالفت رسول کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اجماع کی شکستگی ہوتی ہے۔ اور اس فرض کرنیکی سوائے روافض کے اور کسی نے جرأت نہیں کی۔

اس تحریر سے جماعت حکومت کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے اختیار کرنے کی وجہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ اس مضمون پر اس جماعت کا کوئی اور عالم نہیں لکھ سکا۔ امام غزالی بہت بڑے پایہ کے فلسفی اور منطقی تھے۔ انکے منطق و زور بحث کا اندازہ انکی بہت سی کتابوں سے ہوتا ہے۔ خود احیاء العلوم ہی بڑے پایہ کی کتاب

ہے۔ اگر ایسا دقیق بین اور بحث کرنے میں مشاق منطقی و فلاسفر اس مضمون پر صرف یہی بحث پیش کر سکے جو اس نے پیش کی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون ہی بے جان ہے۔ اس بحث میں مندرجہ ذیل امور ضروریہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بغیر ان امور پر گفتگو کئے یہ بحث لنگڑی اور بلا دلائل رہ جاتی ہے۔

الف۔ آنحضرت کو ضرورت خلیفہ کا احساس تھا یا نہیں۔

ب۔ آپ نے کیوں خود خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

ج۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ اجتماع کس کے حکم یا کس اطلاع کے ماتحت ہوا۔

د۔ اس وقت کل مسلمانوں کی تعداد کیا تھی۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ مقرر کرنے والے کتنے آدمی تھے۔ حجۃ الوداع میں آنحضرت کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب مجمع بیان کیا جاتا ہے۔ سقیفہ میں تو سو آدمی بھی نہ تھے۔

ہ۔ کیا مسلمانوں میں سے صرف چند اشخاص یا جماعتوں کو خلیفہ مقرر کرنے کا حق حاصل تھا۔ وہ کون کون سے آدمی تھے یا جماعتیں تھیں۔ اور کس نے ان کو یہ اختیار دیا تھا۔

و۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس وقت بنو ہاشم میں سے ایک آدمی بھی موجود نہ تھا۔ یہ کیوں ایسا ہوا۔ کیا بنو ہاشم کو اس امر میں رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔

ز۔ اہلبیت رسول جن کی عظمت و کرامت کلام الٰہی و قول رسول سے ظاہر ہے اور جن کی محبت اجر رسالت قرار پا کر تمام امت پر فرض کی گئی وہ کیوں اس اجماع میں شریک اور مدعو نہ کئے گئے۔

ح۔ اس اجتماع کے وقت و تاریخ کا اعلان قبل از انعقاد کیوں نہ کیا گیا تاکہ جمہور مسلمین اس میں حصہ لے سکتے۔

ط۔ اس مسلمانوں کے اہم اجتماع کیلئے زمانۂ جاہلیت کا وہ محل و مقام کیوں منتخب کیا گیا جہاں ڈاکہ ڈالنے اور گناہ کرنے کیلئے خفیہ سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ مسجد نبوی کو اس غرض کیلئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ جہاں مسلمانوں کا زیادہ تعداد میں جمع ہونا آسان تھا۔ مقام رسول بھی وہیں تھا۔ تجہیز و تکفین رسول بھی وہیں ہو رہی تھی۔

مسجد نبوی کے قریب اہلبیت رسول تھے بنو ہاشم وہیں تھے۔ اس کو ترک کیا گیا۔ ایک مکروہ مقام و ناموزوں وقت بغیر اطلاع و مشورہ عام کے مقرر کیا گیا۔ جب حضرت عباسؓ و بنو ہاشم تجہیز و تکفین رسول میں مشغول تھے اور اس کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتے تھے اگر حضرت علی کے لئے کوئی نص رسول نہ تھی تو پھر ان کو اس احتیاط کے ساتھ اس اجتماع سے کیوں دور رکھا گیا۔

ک۔ بعض اس موقعہ کے لئے مسجد رسول کو ترک کرنا اور زیادہ معنی خیز ہو جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ مسجد رسول ہی میں ایسے اجتماع ہوتے رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسا اجتماع پہلا اور آخری یہ ہی ایک تھا۔

ل۔ ایسے نامکمل و ناقص و خفیہ اجتماع میں کہاں سے اور کیوں یہ قدسیت آگئی کہ عقل کا منہ اور بحث و تمحیص کا دروازہ یہ کہکر بند کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کچھ نکتہ چینی کی تو اس اجتماع کی شکستگی لازم آجائیگی۔ اس اجماع کیلئے نہ تو نص قرآنی ہے اور نہ قول رسول۔

م۔ اگر اس اجماع میں ایسی قدسیت ہے جیسی کہ سمجھی گئی ہے تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے کیوں اسکی طرف رجوع نہیں کیا۔

ن۔ آنحضرت کے متعدد اقوال و غدیر خم کا عظیم الشان اجتماع و خطبہ جو عام طور سے حضرت علی کے تقرر کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ امام غزالی کی بحث سے بالکل معدوم ہیں۔

اس موضوع کے ضروری اور قابل بحث امور کے تذکرہ کو نظر انداز کرنا امام غزالی کے منطق کی کمزوری کا ایک پہلو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو دلائل انہوں نے اپنی بحث میں بیان کئے ہیں۔ وہ کہانتک درست ہیں۔ انہوں نے عدم استخلاف کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔

ا۔ اگر کوئی نص ہوتی تو ہم تک ضرور پہنچتی جس طرح کہ آنحضرت کے مختلف امراء، حکام

افسران فوج کا مقرر کرنا ہم تک پہنچا ہے ۔

۲۔ یا اگر ایک دفعہ وہ نص ظاہر ہو گئی تھی تو اب کیوں معدوم ہو گئی ۔

۳۔ اس فرض کرنے سے کہ آنحضرت نے کسی شخص کیلئے نص بیان فرمائی تھی۔ اور اس کو خلیفہ اپنا مقرر کر دیا تھا دو الزام عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ نے آپ کے حکم کی نافرمانی کی۔ دوسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع و اجماع ناقص و شکستہ ہو جاتا ہے ۔

ان دلائل کا نقص و ضعف ایسا آشکارا ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کرنے سے ناظرین کی قوت استدلال کی ہتک ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ دلائل امام غزالی جیسے جید فلاسفر منطقی و مفکر کے دماغ سے نکلے ہیں۔ لہذا ہم کو انکی اصلیت کا اظہار کرنا پڑا ۔

جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ہم تک کوئی ایسی نص نہیں پہنچی اور اب موجود نہیں ہے اس وقت تک دلائل ۱ و ۲ بے معنی ہیں۔ ایک فریق تو بیانگ دہل کہہ رہا ہے کہ ایسی بہت سی نصوص ہیں اور ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ اُن کی تشریح و تفصیل بھی کر رہا ہے۔ یہ ثابت کئے بغیر کہ وہ نصوص غلط اور غیر معتبر ہیں۔ یہ حکم صادر کر دینا کہ کوئی نصوص موجود نہیں ہیں اپنے دعوے کے ثابت کرنے کی بے سود کوشش ہے۔ علاوہ اس کے یہ دلیل بھی تو کیسی کمزور ہے۔ آنحضرت نے جو امرائے فوج و حکام زکوٰۃ و تعلیم مقرر کئے اُن کے نام کے چھپانے کی تو کسی کیلئے کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ حضرت علی کے حق میں جو بیشمار نصوص ہیں اُنکے مٹانے کیلئے تو ہر ایک حکومت شروع ہی سے اپنی انتہائی جدوجہد کرتی رہی ہے۔ ترغیب سے ترہیب سے لالچ سے سزا کے ڈر سے لوگوں کو روکا گیا اور منع کیا گیا کہ وہ یہ نصوص بیان نہ کریں۔ بلکہ اُن کی تردید کریں۔ ان دونوں میں کوئی وجہ تشبیہہ ہی موجود نہیں۔ پھر منشا بہت بیکار ہے تیسری دلیل تو کچھ ہے ہی نہیں۔ اگر وہ نصوص موجود ہیں۔ اور درواقعی انکی مخالفت کیگئی ہے۔ تو پھر مورخ کی شان سے بعید ہے کہ وہ حق سے صرف اس

توجہ سے اعراض کرے کہ اس کے قبول کرنے سے صحابہ و اجماع کے متعلق جو اُس کے اعتقادات ہیں وہ متزلزل ہو جائینگے۔ اگر واقعات عقیدہ کے خلاف ہیں تو عقیدہ کی ترمیم ضروری ہے نہ کہ واقعات کا اخفا، یا اُن کا انکار۔

بہت سے حوالے دئے جا سکتے ہیں اور بہت سی عبارات نقل کیجا سکتی ہیں۔ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ جماعت حکومت کا عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا اس بات میں ہم خود حضرت عمر کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کے باب الاستخلاف ترجمہ یہ ہے:-

عن ابن عمر قال حضرت ابی	ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میرے والد زخمی ہوئے تو میں
حین اصیب فاثنوا علیہ	اُنکے حضور میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے اُنکی تعریف
وقالوا جزاک اللہ خیرًا	کی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تمکو جزائے خیر دے۔ میرے
فقال راغب وراھب قالوا	باپ نے کہا کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں محبت کرنیوالے
استخلف علینا فقال اتحمل	اور ڈرنیوالے (یعنی تم جو میری تعریف کرتے ہو میرے
امرکم حیًّا ومیتا لوددت	ڈر کی وجہ سے کرتے ہو) لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا
ان حظی منہا الکفاف لا علیّ	جانشین مقرر کریں۔ جب باپ نے کہا کہ کیا تم اپنے
ولا لی فان استخلف فقد	اس امر کا بوجھ میرے اوپر حالت حیات و ممات میں
استخلف من ھو خیر منی	رکھنا چاہتے ہو حالانکہ میری خواہش ہے کہ کاش امر
یعنی ابا بکر وان اترککم	خلافت سے میرا حصہ برابر برابر کا رہتا۔ نہ میرا اس
فقد ترککم من ھو خیر	سے کچھ نقصان ہوتا۔ اور نہ مجھکو اس سے کچھ نفع
منی رسول اللہ صلی اللہ	پہنچتا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر کر دوں تو بتحقیق
علیہ وسلم۔	جانشین مقرر کیا اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر
وقال عبد اللہ فعرفت	اور اگر میں تمکو بغیر خلیفہ کے چھوڑ دوں تو بتحقیق چھوڑا
انہ حین ذکر رسول اللہ صلی	تمکو بغیر خلیفہ کے اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی جناب
اللہ علیہ وسلم غیر مستخلف۔	رسول خدا۔ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے باپ نے

جب رسول اللہ کا حوالہ دیا تو میں سمجھا کہ وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کرینگے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

وفی ہذا الحدیث دلیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینص علی خلیفة وہو اجماع اہل السنة وغیرہم۔ قال القاضی وخالف فی ذالك بکر بن اخت عبد الواحد فزعم انہ نص علی ابی بکر و قال ابن الراوندی نص علی العباس وقالت الشیعة و الرافضة علی علی وہذہ دعاوی باطلة وجسارة علی الافتراء و وقاحة فی المکابرة الحس.. فمن زعم انہ کان لاحد منہم وصیتہ فقد نسب الامة الی اجتماعہا علی الخطاء و استمرارہا علیہ وکیف یحل لاحد من اہل القبلة ان ینسب الصحابة الی المواطات علی الباطل فی کل ہذہ الاحوال ولو کان شیئ لنقل فانہ من الامور المہمة

اس حدیث میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تحقیق جناب رسول خدا نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا اور اسی عقیدہ پر اہلسنت جماعت کا اجماع ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اسکی مخالفت بکر بیر جابر عبدالواحد نے کی ہے۔ اسکا گمان ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر کے اوپر نص کی ہے اور ابن راوندی نے کہا ہے کہ آنحضرت نے عباس کے اوپر نص کی تھی اور شیعہ روافض کہتے ہیں کہ آنحضرت نے علی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن یہ سب دعوے باطل اور افترا ہیں اور یہ دلیری ہے امور محسوسہ میں جھگڑنے کی۔۔۔ پس جو شخص گمان کرے کہ ان میں سے کسی کیلئے آنحضرت نے وصیت کی تھی تو اُس نے اُمت کو خطا پر اجماع کرنیکا الزام لگایا اور اہل قبلہ میں سے کسی کیلئے یہ کب جائز ہوگا کہ وہ صحابہ کو جھوٹ پر اجماع کرنیکی تہمت دے اور اگر کچھ ہوتا تو ہر آئینہ بیان کیا جاتا کیونکہ یہ امور مہمہ میں سے ہے۔

حضرت عمر کا یہ قول اور یہ عقیدہ ہر ایک بڑی تاریخ کی کتاب میں درج ہے ملاحظہ ہوں۔

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ: کتاب الامامۃ والسیاستہ ص ۲۲

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۳۴

صحیح بخاری: کتاب الاحکام۔ باب الاستخلاف

ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۵ مسند امام احمد الجزء الاول ص ۴۳-۴۶-۴۷ الجزء السادس۔ ص ۶۳۔ حسین دیار بکری:۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۲ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۱۰

ان لوگوں کیلئے جن کو محض سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعہ سے حکومت ملی تھی یہی اعتقاد مناسب تھا گویا سواد اعظم میں اس اعتقاد کا باعث یہی سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس تھا۔

باب دوم

عقیدۂ عدم استخلاف غلط ہے کیونکہ محال عقلی ہے

اس کتاب کے باب ششم میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر ایک پیغمبر نے اپنے بعد کے ہادی کا پتہ دیا ہے۔ بلکہ بسا اوقات خود اس کو مقرر کیا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ہادی کو امت نے خود منتخب کیا ہو۔ اس نبی کیلئے جس نے حکومت حاصل کر کے سلطنت الٰہیہ کی بنا ڈالی۔ یہ بہت ہی زیادہ ضروری تھا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ انتخاب یا نامزدگی ایک ذریعہ ہے مقصد یہ ہے کہ امت یا قوم کی سرداری کیلئے بہترین شخص مل سکے جو سب سے زیادہ اس حکومت کے چلانے کا اہل ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا اپنے آپکو تمام امت میں سے ایسا شخص منتخب کرنے کا اہل سمجھتے تھے یا نہیں۔ اگر وہ اس قابل تھے تو انہوں نے کیوں نہ منتخب کیا۔ ایسا صاحب بصیرت رسول جس نے نظام ملکی کے ہر ایک شعبہ کے لئے اصول و قواعد مقرر کئے جس کو اچھی طرح علم تھا کہ اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے۔ اور اس میں روزانہ وسعت و ترقی ہو رہی ہے اور ہوتی جائیگی جس نے ایک سریہ تک بغیر اس کا حاکم مقرر کئے ہوئے روانہ نہیں کیا۔ جس نے اپنی ایک دن کی غیر حاضری میں بھی مدینہ پر حاکم مقرر کیا جس کو بخوبی علم تھا کہ اسلامی جماعت میں

بہت بڑا حصہ منافقین کا ہے جو دل سے اسلام کی تخریب کا در پے ہے جس نے اپنی امت کو حکم دیا کہ جزیرۃ العرب سے کافروں کو نکال دو جس نے پیشینگوئی کی کہ عنقریب قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر قابض ہو جاؤ گے جس نے علی الاعلان فرمایا کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی سی موت ہے یعنی وہ کافر مرا جس رسول کو دعوے تھا کہ اس کے اور خدا کے درمیان براہ راست سلسلہ وحی قائم ہے اور جس نے خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان اپنی امت کو پہنچایا تھا کہ یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ایسا رسول ایسا مدبر ایسا منتظم اچانک نہیں بلکہ کئی دن کے مرض الموت کے بعد دنیا سے رحلت کرتا ہے لیکن اپنی امت کو یہ نہیں بتاتا کہ میرے بعد تمہاری رہنمائی کے لئے خداوند تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا ہے۔ یہ تو نہایت تاکید کے ساتھ کہدیا کہ اپنے امام زمانہ کو شناخت کرنا ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے اور صاحب امر کی اطاعت اس پر فرض ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ اس امام کی شناخت کیا ہے وہ امام کون ہے صاحب امر کون ہے۔ امت محمدیہ تو انشاء اللہ قیامت تک رہیگی۔ لہذا امام و صاحب امر بھی قیامت تک رہیگا۔ اندریں صورت اسکا نام و پتہ بتانا اور امت سے اسکا تعارف کرانا نہایت ضروری تھا۔ مورخین اسلام یہ تو کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم آپ نے اپنی عنقریب آنیوالی موت سے امت کو مطلع کر دیا۔ یہانتک کہ اس آنے والے سانحہ کا خیال کر کے بہت سے رقیق القلب صحابہ رونے لگے۔ یہ سب تو ہوا لیکن ان بزرگوں کا خیال ہے کہ آنحضرت نے یہ نہ بتایا کہ میرا جانشین اور اس حکومت اسلامی کا سردار کون ہوگا۔ جماعت حکومت کے مورخین اتنا تو مانتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے اس موقعہ پر فرمایا کہ جس طرح میرا مولا خدا ہے اور میں تمہارا مولا ہوں اسیطرح میرے بعد یہ علی تمہارا مولا ہے۔ اور یہ کہکر حضرت علی کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کی بغل کی

پسندیدہ نظر آنے لگی لیکن یہ حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کے جواز پر آنچ نہ آنے دینے کے خیال سے فرماتے ہیں کہ اس جگہ مولا کے معنے مخلص دوست کے ہیں۔ حاکم والی و متصرف امور مسلمین کے معنی نہیں ہیں۔ اسلام کے مستقبل اور آنے والی نسلوں کی ہدایت سے آنحضرت کی بے توجہی اور لاپرواہی صرف انہی دو وجوہات کی بنا پر ہوسکتی تھی یعنی (۱) امت کی اکثریت کا ہر ایک فرد کامل انسان بن چکا تھا۔ اس کا ایمان اور اعتقاد ایسا راسخ اور کامل ہوچکا تھا کہ نہ تو شیطان کے بہکانے سے دھوکہ کھا سکتا تھا اور نہ دنیا کی زینت و آرائش اس کے قدم کو لغزش میں لاسکتی تھی۔ مکمل قرآن شریف کی صحیح تاویل کا علم اس کو حاصل ہوچکا تھا۔ اس اکثریت کا ہر ایک فرد فضیلت میں برابر تھا کچھ پرواہ نہیں واقعات کی رو جس کو بھی خلیفہ بنا دیگی وہی اس کی اہلیت رکھتا ہوگا اور آنے والی نسلیں قیامت تک کسی ایسے قانون تخلیق و تناسل کے ماتحت جو ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا ہے ایسے ہی کامل و صحیح علم و ایمان رکھنے والی ہونگی جن کو ہدایت کی مطلق ضرورت نہ ہوگی اور جنکو نہ شیطان اور نہ دنیا کی زینت صراط مستقیم سے ہٹا سکیگی۔ (۲) آنحضرت کو معاذ اللہ اسلام سے مطلق محبت نہ تھی۔ ان کی بلا سے اسلام قائم رہے یا نہ رہے ضلالت پھیلے یا کفر شائع ہو۔ انہیں کیا۔ وہ خود تو اس اسلام کو دھوکے کی ٹٹی بنا کر خوب عیش و آرام کر گئے۔ آنے والی نسلوں کی مطلق پرواہ نہیں تھی۔ ہم ان دونوں وجوہات پر غور کرتے ہیں +

وجہ اول۔ یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ نہ تو آنحضرت کا یقین تھا اور نہ ہی یقین ہوسکتا تھا۔ اور واقعات نے ثابت کردیا کہ ابھی تو ان لوگوں کو بہت زیادہ ہدایت کی ضرورت تھی +

آنحضرت کے مندرجہ ذیل اقوال ثابت کرتے ہیں کہ **آنحضرت کا یہ یقین نہ تھا**

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستکون	۱۔ ابوہریرہ سے روی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے بعد بہت فتنے پیدا ہونگے جن میں

فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعي من تشرف لها تستشرفه فمن وجد فيها ملجاءً او معاذاً فليعذ به

بیٹھا ہوا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑا بہتر ہوگا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا بہتر ہوگا بھاگنے والے سے جو ان فتنوں کی طرف جھانکیگا وہ اسکو اپنی طرف کھینچ لینگے۔ اور جو شخص پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پالے تو اُسے چاہیے کہ اس کی پناہ میں آجائے۔

۲۔ عن اسامة بن زيد رضي الله عنهما قال اشرف النبي صلى الله عليه وسلم على اطم من آطام المدينة فقال هل ترون ما ارى۔ قالوا لا۔ قال فاني لارى الفتن تقع خلال بيوتكم كوقع القطر۔

۲۔ اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کے ایک قلعہ سے جھانکا تو فرمایا بھلا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے گھروں کے اندر فتنے و فساد اس طرح داخل ہوتے ہیں جسطرح مینہہ کے قطرے۔

۳۔ عن ابي وائل قال قال عبد الله قال النبي صلى الله عليه وسلم انا فرطكم على الحوض ليرفعن الي رجال منكم حتى اذا هويت لانا واختلجوا دوني فاقول اي رب اصحابي يقول لا تدري ما احدثوا بعدك

۳۔ عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچونگا۔ میرے پاس حوض پر تم میں سے چند لوگ لائے جائینگے۔ یہانتک کہ جب میں اُنکی طرف جھکونگا کہ کوثر کا پانی اُنکو دوں تو وہ لوگ میرے پاس سے ہٹائے جائینگے تو میں کہونگا کہ اے میرے خدایا یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملیگا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں

۴۔ عن ابي حازم قال سمعت سهل بن سعد يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول انا فرطكم على الحوض من ورده شرب منه ومن

۴۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جناب رسولخدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں حوض کوثر پر تم سب سے پہلے جاؤنگا۔ جو حوض کوثر پر آئیگا وہ اُس سے پانی پئے گا اور جو اُس سے

شرب منه لا يظمأ بعده ابداً ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفونى ثم يحال بينى وبينهم.	پانی پئیگا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ چند لوگ میرے پاس آئینگے میں اُنکو پہچانونگا وہ مجھے پہچانیں گے۔ لیکن وہ میرے پاس آنے سے روک دئے جائینگے اور ہٹا دئے جائینگے۔

یہ چاروں احادیث ہم نے صحیح بخاری کی کتاب الفتن سے لی ہیں۔ اور بھی احادیث اور مثل انکے صحیح مسلم کتاب الفتن میں بھی درج ہیں۔ اور علاوہ دیگر کتب احادیث کے مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی درج ہیں

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۶۹، ۱۸۵ و ۴۴۸۔

الجزء الثانی ص ۲۱۲ و ۲۸۲۔

الجزء الثالث ص ۴۷۷۔

الجزء الرابع ص ۱۰۶، ۱۱۰، ۴۰۸ و ۴۱۶۔

الجزء الخامس ص ۳۹، ۴۰، ۱۱۰ و ۱۴۹۔

مسند الطیالسی حدیث ۱۲۴۹ و ۲۳۴۴

سنن ابی داؤد ک ۳۴ ب ۔

سنن الترمذی ک ۳۱ ب ۱۹۔

سنن ابن ماجہ ک ۳۶ ب ۱۰

جناب رسول خدا کے بعد ہی ایسے فتنے اُٹھے جو سمندر کی طرح موجیں مارتے تھے

الفتنة التی تموج کما یموج البحر

صحیح بخاری کتاب الفتن کتاب ۹ باب ۴۔ کتاب ۲۴ باب ۲۳ کتاب ۹۲ باب ۱۰

صحیح مسلم ک ۱ حدیث ۲۳۱۔

مسند احمد حنبل الجزء الخامس ص ۴۰۶، ۴۰۱ و ۴۰۵۔

جناب رسول خدا نے ان فتنوں کو کالی رات سے تشبیہ دی ہے جب ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا اور نور کی روشنی نظر نہیں آتی "الفتنة تشبہ

لَیْلَۃٌ مُظْلِمَۃٌ ملاحظہ ہو +

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۹۹ -

الجزء الثانی ص ۳۰۳

الجزء الثالث ص ۴۹۸ و ۴۹۹

الجزء الرابع ص ۱۰۲ -

الجزء الخامس ص ۳۰۹ و ۳۱۹ و ۴۰۶ -

الجزء السادس ص ۸۱ -

سنن ابی داؤد الطیالسی حدیث ۴۴۲ و ۲۹۰ -

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایسے تاریکی کے دنوں میں اصلی، سچے ہادی کی معرفت ایک سپر ہے جو ان فتنوں سے بچائیگی۔ اَلْمَعْرِفَۃُ جُنَّۃٌ مِنَ الْفِتَنِ سنن الدارمی المقدمہ باب ۳۱ -

ملا علی متقی نے کنز العمال میں ان فتنوں سے پُر زمانہ کی تصویر نہایت تفصیل سے کھینچی ہے۔ ملاحظہ ہو کنز العمال الجزء السادس کتاب الفتن ص ۲۷ تا غایت ۹۲ حدیث ۴۱۴ تا غایت ۳۱۹۰ - گویا آنحضرتؐ کے نو سو پچاس اقوال ان فتنوں کے متعلق اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

ان بعدی ائمۃ ان اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمۃ الکفر ورؤس الضلالۃ۔ حدیث ۲۲۷ یعنی فوراً میرے بعد اس امت میں ایسے حاکم ہونگے جن کی اگر تم اطاعت کروگے تو وہ تم کو کفر کی طرف لیجائیں گے اور اگر ان کی اطاعت سے انکار کروگے تو وہ تم کو قتل کردینگے۔ وہ کفر کے سردار اور گمراہی کے رئیس ہونگے +

ناظرین حدیث مندرجہ بالا کو ذرا غور سے دل ہی دل میں پڑھیں تو خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائینگے اگر ہم کچھ کہیں تو یہ بندگوا رناراض ہونگے۔

آنحضرت فرماتے ہیں کہ اب تمہارے آگے آنے والے ایسے دن ہیں جن میں جہل نازل ہوگا علم اُٹھا لیا جائیگا۔ اور اس میں ہرج بڑھ جائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہرج سے کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ قتل حدیث ۴۷۸ +

تمہارے آگے آنے والا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں صبر کرنے والے کو پچاس شہیدوں کا اجر ملیگا۔ حدیث ۴۷۹

اس فتنوں کے زمانہ میں زبان کے ذریعہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ زیادہ سخت ہوگی۔ بہ نسبت تیغ و سنان کے قتل سے۔ ۴۸۱۔ آنحضرت کا مطلب یہ تھا کہ وضع حدیث و غلط تاویل قرآن کی وجہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ بہت نقصان دہ ہوگی۔ امر واقعہ بھی یہی ہوا حضرت علی و بنو ہاشم کے حق اور اُن کی عظمت و جلالت کو جھوٹی احادیث وضع کر کے ضائع کیا گیا۔ اگر انکو تلوار سے قتل کر دیتے تو انکی عظمت و جلالت تو اسی طرح باقی رہجاتی۔

ان الناس دخلوا فی دین اللہ افواجا سیخرجون منہ افواجا۔ حدیث ۵۰۰ و حدیث ۴۹۹۔ یعنی جس طرح دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوئے تھے اُسی طرح بہت جلد گروہ در گروہ دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

انکم ستبلون فی اھل بیتی من بعدی۔ حدیث ۵۰۵ یعنی فوراً ہی میرے بعد میرے اہل بیت کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لیا جائیگا اور تمہاری آزمائش ہوگی۔

میرے بعد کا زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہے تو صبح کافر۔ اور لوگ نہایت قلیل شے پر اپنا دین فروخت کرینگے حدیث ۵۲۱ +

میرے بعد ہی میری امت پر ایسے فتنے غلبہ پائینگے کہ جس میں انسان کا دل اسی طرح مر جائیگا کہ جس طرح بدن مرتا ہے۔ حدیث ۵۵۲ +

قسم بخدائے لایزال کہ میرے بعد میری اس مسجد سے اس طرح فتنے اٹھینگے کہ جس طرح ویشبال کیلئے گھر بناتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہ لیخرجن من ھذا المسجد فتن کصیاصی البقر۔ حدیث ۶۵۶۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس ہی مسجد میں

بیٹھکر منصوبے باندھے جاتے تھے کہ کس طرح بنو ہاشم کو مغلوب کیا جائے کس طرح حضرت علی سے بیعت لی جائے یہیں بیٹھکر خلیفہ اول نے حضرت علی کے پاس اپنا غلام بھیجا تھا کہ آنکر بیعت کرلیں حضرت علی کے انکار پر یہیں سے ایک جماعت مسلمانوں کی آگ لیکر فاطمہ کا گھر جلانے چلی تھی۔ یہیں حضرت علی کو کشاں کشاں بیعت کیلئے لائے تھے یہیں آپکو بیعت نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دی گئی تھی یہیں بیٹھکے قضیہ فدک کا فیصلہ کیا گیا تھا غرضیکہ آنحضرت کی رحلت کے بعد یہیں دربار خلافت قائم کیا گیا تھا۔ اور اس ہی جگہ خلافت کی گیند ایک دوسرے کی طرف اچھالی گئی۔

آنحضرت نے فرمایا۔ ویلٌ لبنی امیہ ثلاث مرات۔ بنی امیہ پر تین دفعہ لعنت حدیث ۶۹۴۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکم اموی کی اولاد میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہی ہے۔ حدیث ۶۹۵۔ یہ حکم اموی کتاب اللہ اور میری سنت کی مخالفت کریگا۔ اور اس کے صلب سے ایسے فتنے نکلینگے کہ جن کا دھواں آسمان تک پہنچیگا۔ اور آجکل بھی تم میں سے بہت لوگ اس کے پیرو ہیں۔ حدیث ۶۹۶ +

عنقریب میرے اہلبیت میرے بعد میری امت سے قتل و غارت دیکھینگے اور ہمارے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن بنو امیہ، بنو المغیرہ، و بنو مخزوم ہیں۔ حدیث ۶۹۷

عنقریب بنو عباس کیلئے مشرق سے رایات بلند ہونگے جن کا اول بھی ہلاک شدہ ہے اور جن کا آخر بھی ہلاک شدہ ہے۔ تم انکی مدد نہ کرنا۔ جو انکے علموں کے نیچے چلیگا۔ خدا اُسے روز قیامت جہنم میں ڈالیگا تحقیق کہ وہ تمام مخلوق سے زیادہ شر والے ہیں۔ اُنکے پیرو بھی ایسے ہی ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہیں لیکن میں اُن پر تبرا بھیجتا ہوں اور اُنسے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے بیزاری چاہتے ہیں۔ انکی علامت یہ ہے کہ کالے کپڑے پہنیں گے تم لوگ نہ تو اُن کی پیروی بازاروں میں کرنا۔ اور نہ راستوں میں اُن کے ساتھ رہنا۔ نہ اُن کو راستہ بتانا۔ نہ ان کو پانی پلانا۔ اُن کی آوازیں سکان سموات کو اذیت پہنچائینگی۔ حدیث ۳۶۶ +

بنو عباس کے دو علم ہونگے اُن کے اوپر کا حصہ کفر اور نیچے کا حصہ ضلالت

سیکھا۔ اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو دیکھو گمراہ نہ ہونا۔ حدیث ۱۲۵ +

انتم اشبہ الامم ببنی اسرائیل لترکبن طریقتھم حذو القذة بالقذة حتی لا یکون فیھم شیئ الا کان فیکم مثلہ حتی ان القوم لتمر علیھم المرأة فیقوم الیھا بعضھم فیجامعھا ثم یرجع الی اصحابہ یضحک الیھم ویضحکون الیہ۔ حدیث ۱۲۸

ترجمہ۔ تم لوگ بنو اسرئیل سے بہت ہی مشابہ ہو۔ تم ضرور انکے طریقوں کی پیروی ایک ایک جو برابر اور قدم بقدم کروگے۔ یہانتک کہ کوئی شے ایسی نہ ہوگی جو اُن میں ہوئی ہو اور تم میں نہ ہو۔ یہانتک اگر ان میں ایسا ہوا ہوگا کہ انکے پاس سے کوئی عورت گزری۔ اُن میں سے ایک آدمی اس عورت کی طرف گیا اور اس سے جماع کرکے اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آگیا۔ اور (بے حیائی سے) اپنے دوستوں کی طرف دیکھکر ہنسنے لگا اور اس کے ساتھی اُس کی طرف دیکھکر ہنسنے لگے تو یقیناً تم بھی ایسا ہی کروگے +

آنحضرتؐ نے نزدیک ترین مشابہت بلکہ یگانگت ثابت کرنے کیلئے یہہ مثال استعمال فرمائی تھی یعنی ایسی بے حیائی کی بات میں بھی جو عقلاً صریحاً بری ہے تم لوگ ان کی مشابہت و پیروی کروگے +

الله اکبر! ھذا کما قالت بنوا سرائیل لموسیٰ اجعل لنا الھا کما لھم الھة لترکبن سنن من قبلکم۔ حدیث ۱۲۷ ترجمہ۔ اللہ اکبر تم بنو اسرائیل کی پیروی کرتے ہو جس طرح انہوں نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دو جیساکہ ان کے پاس خدا ہیں +

الا ما بال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع والذی نفسی بیدہ ان رحمی لموصولة فی الدنیا والآخرة الا انی فرطکم ایھا الناس علی الحوض الا وسیجیئ اقوام یوم القیامة فیقول القائل منھم یا رسول اللہ انا فلان بن فلان فاقول اما النسب فقد عرفت ولکنکم ارتددتم بعدی ورجعتم القھقری۔ حدیث ۱۳۶ +

ترجمہ کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری رشتہ داری سے میرے رشتہ داروں کو کچھ فوقیت و فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا رشتہ دنیا و آخرت میں فضیلت پہنچاتا ہے ہاں خبردار۔ اے لوگو! میں حوض کوثر پر قیامت کے دن موجود ہونگا۔ وہاں ایک جماعت لائی جائیگی۔ اس جماعت کا ایک نمائندہ مجھ سے کہیگا کہ اے رسول خدا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں جواب دونگا کہ میں نے نسب تو پہچان لیا ہے لیکن تم تو میرے بعد اسلام سے ہٹ گئے تھے اور الٹے پیر کفر کی طرف رجعت کر گئے۔

یہ حدیث ہمارے دعوے کی مکمل طور سے تائید کرتی ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا۔ وہ سازش یہ تھی کہ حضرت علی کو خلیفہ نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنیکی پالیسی و تدبیر یہ تھی کہ حضرت علی کی افضلیت و فوقیت کو لوگوں کی نظروں میں سے گرایا جائے اس تدبیر کو اس اصول پر قائم کیا تھا کہ رسول خدا کی رشتہ داری سے حضرت علی کو ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی۔ اور نہ ہونی چاہیئے۔ اس حدیث میں آنحضرت نے اس غلط خیال کی تردید فرمائی ہے۔

ہمارا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ جناب رسول خدا کے انتقال کے بعد مسجد نبوی میں اور حضرت عائشہ کے گھر میں لوگ بیٹھکر حضرت علی اور بنو ہاشم کو خلافت سے دور رکھنے کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔ اور حضرت علی کی مخالفت کیلئے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کی تائید میں آنحضرت کی ایک حدیث پہلے گزری جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قسم بخدا اس مسجد سے فتنے اس طرح اٹھینگے جس طرح کاٹنے کیلئے لوگ گھر بناتے ہیں۔ حضرت عائشہ کے گھر کی نسبت آنحضرت کی حدیث ملاحظہ ہو۔

عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت عائشۃ فقال راس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

مسند احمد حنبل جزء الثانی ص ۲۲۳ و ۲۲۲۔

الجزء الخامس ص ۱۶۔

صحیح بخاری کتاب الخمس باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی۔

ترجمہ۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا حضرت عائشہ کے گھر سے نکلے اور اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کفر کا سر یہاں سے نکلیگا۔

حدثنا محمد بن عبد العزیز قال حدثنا ابو عمر الصنعانی من الیمن عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاری قال فمن۔ صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الجزء الرابع ص ۔۔ طبع مصر۔

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ البتہ تم اپنے سے اگلے لوگوں کی پیروی بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہونگے تو تم بھی انکی پیروی کروگے ہم نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہود و نصاریٰ کی چال پہ چلیں گے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو پھر کون۔ یعنی یہود و نصاریٰ ہی مراد ہیں۔ انکی چال پہ چلوگے۔

یہ حدیث دیگر کتب احادیث مثلاً صحیح مسلم و کنز العمال اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی درج ہے۔

ان احادیث میں فتنہ کے وہی معنی ہیں جو قرآن شریف کی آیات مندرجہ ذیل میں اس لفظ کے معنی ہیں۔

(۱) فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (پارہ نمبر ۲ سورۃ البقرہ ع ۲۴)

(۳) وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۴)

(۴) وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی وہ فتنہ وفساد پھیلانے کی غرض سے قرآن شریف کی آیات کی غلط تاویل کیا کرتے تھے جبتک ملک میں فتنہ ہے اور فتنہ والے لوگ موجود ہیں۔ خدا کا دین قائم نہیں ہو سکتا۔ لہذا اُن سے لڑو اور اُن کو مغلوب کرو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور ملک میں خالص دین خدا کا رہجائے۔ فتنہ وفساد قتل سے زیادہ سخت اور گناہ میں اُس سے زیادہ عظیم ہے۔

ان احادیث سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت اُن لوگوں کو کیسا خیال فرماتے تھے جو آپ کے بعد رہنے والے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ وہ فتنہ وفساد پیدا کرینگے۔ سارا ملک فتنہ وفساد سے مملو ہو جائیگا۔ اسلام اور ایمان والوں کی کیا بری حالت ہوگی۔ آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ اُس زمانہ میں ہادی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہ ہی اس عام کفر کے خلاف واحد سپر ہوگی۔ آپ کو اپنے صحابہ کے دلونکی کیفیت سے یقین تھا کہ آپ کے اہلبیت کو سخت تکالیف ومصائب کا سامنا ہوگا۔ لوگ اُنکے مخالف ہو جائیں گے اور اُن کی مخالفت کی وجہ سے اسلام سے گروہ درگروہ خارج ہو جائینگے۔ اپنے بعد کے حاکموں کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اہلبیت سے مخالف کرکے ضلالت و گمراہی کی طرف لیجائینگے۔ اور اگر اس بات میں لوگ انکی اطاعت نہ کرینگے تو وہ اُنکو قتل کر دینگے۔ اس ہی مسجد میں بیٹھکر فساد کے منصوبے باندھے جائینگے۔ بنو اسرائیل اور امت موسوی کی تشبیہ کس طرح ہر ایک مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے۔ صرف چالیس راتوں کی غیر حاضری کی وجہ سے ساری حضرت موسیٰ کی امت کافر ہوگئی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ موسیٰ صرف میقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آ جائینگے۔ آنحضرت کو یقین تھا کہ اسی طرح میرے بعد میری امت کی اکثریت رجعت قہقری کریگی اور میرے احکام کی نافرمانی کرکے کفر کی طرف عود کر جائیگی۔ کیا عقل سلیم یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ

امور جاتے ہوئے آنحضرت نے اپنا جانشین اور امت کا ہادی مقرر نہ کیا۔ کیا آنحضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس آنے والے گمراہی و ضلالت کی سیاہی اور بڑھ جائے اور اس ضلالت و گمراہی کی ذمہ داری آپ پر براہ راست عائد ہو جائے جیسی اُمّت آپ چھوڑینگے اُس کا نقشہ تو آپ نے کھینچ دیا۔ کیا اس امت کے ایمان و عدل و اسلام پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ اور آپ اُس پر بھروسہ کرکے اپنا جانشین اور امت کا ہادی مقرر نہ فرماتے۔

آنحضرت کی مشہور حدیث ہے:۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرگیا اُس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی ہے یعنی وہ کافر مرا۔ اس حدیث کی صحت پر تمام امت اسلامیہ کا اجماع ہے

مسند امام احمد حنبل میں مسند عبداللہ ابن عمر۔

نواب محمد صدیق حسن خان: اکلیل الکرامۃ فی تبیان مقصد الامامۃ ص ۴ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال

کیا یہ محال عقلی نہیں ہے کہ جناب رسول خدا امت پر تو اتنی سختی کریں کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اُس نے گویا خدا کو نہ پہچانا اور وہ کافر مرا۔ اور خود امت کو یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد کون امام و ہادیٔ امت ہوگا۔ اور یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد جو زمانہ آئیگا اُس زمانہ کے اور اس کے بعد کے زمانوں کے اماموں کی شناخت کیا ہے۔ اگر وہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہوتا تھا یا اُس سے دنیاوی بادشاہ مقصود تھا تو پھر شناخت کو اتنی اہمیت دینی بیہودہ تھی جو جس کیلئے رائے دیگا اُس کو پہلے معلوم کرلیگا۔ اور بادشاہ کی تلوار خود ہی شناخت کرالیگی۔ معرفت کا لفظ بتا رہا ہے کہ لوگ جھوٹے اماموں کو نصب کرکے اصلی اور سچے اماموں کے ساتھ مخلوط کر دینگے۔ اس وقت صحیح امام کی معرفت کیلئے جزا ہے اور عدم معرفت کی سزا۔ اندریں صورت انکا نام و نشان بتانا نہایت ضروری تھا۔ ورنہ امت پر حجت قائم نہ ہوتی۔ بلکہ خداوند تعالیٰ پر بندوں کی حجت باقی رہجاتی

کہ تیرے رسول نے تو ہم کو بتایا نہیں کہ وہ امام کون ہونگے۔ لہذا جو ہم کو خوش کر سکا اُس کو ہی ہم نے امام مان لیا۔ اور جب قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو تو جناب رسول خدا اپنے خدا کو کیا جواب دیتے اور اپنی امت کو یہ کیوں کہتے کہ میں حوضِ کوثر سے نافرمان صحابہ کو ہنکا دونگا ✚

آگے چلئے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس کی جو ہست و بود ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اکابر صحابہ کو جانشین رسول کے تقرر کی اہمیت کا اتنا زبردست احساس تھا کہ اُنہوں نے جسد اطہر رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ کر خلافت کی گیند لپکنے جانا مناسب سمجھا۔ صواعقِ محرقہ جماعت حکومت کی نہایت مستند کتاب ہے۔ اُس کے صفحہ ۵ پر مقدمہ ثانیہ کے عنوان کے تحت میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے:-

المقدمة الثانیة۔ اعلم ایضاً ان الصحابة
رضوان اللّٰہ علیہم اجمعوا علی ان نصب
الامام بعد انقراض زمن النبوة واجب بل
جعلوہ اھم الواجبات حیث اشتغلوا به
عن دفن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و
سلم واختلافھم فی التعیین لا یقدح فی
الاجماع المذکور ولتلك الاھمیة لما
توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ قام ابوبکر خطیباً
کما سیاتی۔ فقال ایھا الناس من
کان یعبد محمداً فان محمداً قد
مات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ
حیٌ لا یموت لا بد لھذا الامر
ممن یقوم به فانظروا وھاتوا
آراءکم فقالوا صدقت ننظر فیه ثم

مقدمہ ثانیہ یہ بھی تجھے جاننا چاہیے کہ تمام صحابہ رسول
اللہ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم
ہونیکے بعد امام کا مقرر کرنا واجب ہے بلکہ ان اصحاب
رسول نے اس امر کو اہم واجبات سے شمار کیا ہے جب
ہی تو وہ دفن و کفن رسول کو چھوڑ کر اُسکی طرف مشغول
ہو گئے۔ امام کے تعین میں جو انکا اختلاف ہوا وہ
اختلاف اس اجماع کو ناقص نہیں کرتا۔ اور اسی
اہمیت کی وجہ سے جب جناب رسول خدا نے وفات
پائی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جیسا کہ آگے
تحریر ہے پس اُنہوں نے کہا کہ اے لوگو! تم میں سے جو
محمد کی عبادت کرتا تھا اُسے جاننا چاہیے کہ محمد مر گئے
اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ معلوم کرے کہ خدا
زندہ ہے کبھی نہیں مریگا۔ یہ ضروری ہے کہ اپنا امام
قائم کرو پس اپنی رایوں کو جمع کرو اور پیش کرو۔ لوگوں

Presented By: https://jafrilibrary.com

ذلک الوجوب عندنا معشر اهل السنة والجماعة وعند اکثر المعتزلة بالسمع ای من جهة التواتر والاجماع المذکور وقال کثیر بالعقل ووجه ذلک الوجوب انه صلی الله علیه وسلم امر باقامة الحدود وسد الثغور وتجهیز الجیوش للجهاد وحفظ بیضة الاسلام۔

نے جواب دیا کہ تم نے یہ درست کہا ہم اس میں اصلاح کرتے ہیں۔ ہم اہلسنت و جماعت و معتزلہ کے نزدیک نصب امام کا وجوب بذریعہ سمع تواتر و اجماع مذکور کے بھی ثابت ہوا اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ عقلاً بھی واجب ہے کیونکہ جناب رسول خدا نے حدود یعنی سزائیں قائم کیں۔ ملک کی حفاظت کیلئے احکام صادر فرمائے لشکر کی تیاری بغرض جہاد اور مذہب اسلام کی حفاظت کیلئے بھی حکم دیا۔

حضرت ابوبکر کا یہ خطبہ بہت پُرمعنی و مطالب ہے۔ یہ پہلی کوشش ہے لوگوں کو آل رسول کی محبت سے روکنے کی۔ آنحضرت نے انتقال فرمایا۔ اُنکے اہل و عیال و امت اُنکے ماتم میں مشغول ہیں۔ تقاضائے محبت و اُلفت بھی یہی تھا۔ بھلا اس محبت و الفت کو عبادت کا لفظ دیکر مکروہ بنانے کے کیا معنی۔ اور پھر اُسکو عبادت خدا کے مقابل میں لاکر کھڑا کر دیا تاکہ اُس کی طرف جانے سے لوگ ڈریں۔ فطرت انسانی ہے کہ مرنے والے سے جو الفت ہوتی ہے پھر اُسی وقت وہ اُس کے آل و اولاد کی طرف منتقل ہونے لگتی ہے۔ اگر کسی کا محبوب بھائی مرجائیگا۔ تو قدرتاً اُس کو اس بھائی کی اولاد کی طرف کشش ہوگی۔ اور اُلفت بڑھ جائیگی۔ اس خطبہ کا مقصد یہ تھا کہ اِس جذبۂ اُلفت و عشق کا رخ آل رسول کی طرف نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت فاطمہ کو جاکر پُرسا دیں اور بیعت علی کا خیال آجائے۔ فوراً اُنکے خیالات کا رخ دوسری طرف کر دیا۔ اور اُن کو جانشین رسول مقرر کرنے کا اختیار ملنے کی توقع دلاکر اُنکے دماغ کو اہم باتوں میں مشغول کر دیا خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر اور اُن لوگوں کو تقرر حاکم و خلیفہ کی اہمیت کا بہت احساس تھا۔ یہ کیوں ضروری تھا؟ اس وجہ سے کہ جناب رسول خدا نے احکام سیاسی و تمدنی جاری کئے ہوئے تھے۔ ملک کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا۔ اسلام کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا لشکر اور فوجیں جہاد کیلئے تیار

کرنیکے احکام دئے ہوئے تھے۔ ان احکام کا نافذ کرانے والا ضرور کوئی ہونا چاہیے۔ ہم بھی کہتے ہیں ضرور ہونا چاہیئے لیکن قربان جایئے اس منطق کے حضرت ابوبکر کو اور اُن لوگوں کو تو ان احکام کے نافذ کرانے کی ضرورت کا خیال آگیا لیکن خود اُن احکام کے صادر کرنے والے کو اس ضرورت کا احساس نہ ہوا۔ اگر احساس ہوتا تو وہ اپنا جانشین ہی نہ مقرر کر دیتے جس طرح حضرت ابوبکر نے کرنے کی کوشش کی یہ محال عقلی ہے یا نہیں +

یہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ حضرات شیخین تجہیز و تکفین رسول کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں معرکہ آرائی کیلئے چلے گئے۔

فلمّا فرغ ابوبکر من البیعۃ رجع الی المسجد فقعد علی المنبر فبایعہ النّاس حتی امسیٰ وتشغلوا عن دفن رسول اللہ صلعم حتی کان آخر اللیل من لیلۃ الثلثاء من الصبح۔

حسین دیار بکری:۔ تاریخ خمیس الجزء الثانی ص ۱۸۸۔
الفاروق حصہ اول ص ۶۵۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مقدمہ ثانیہ ص ۵

جب حضرت ابوبکر کو بیعت سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس آئے۔ اور مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لیگئے۔ اور وہاں بھی لوگ انکی بیعت کرتے رہے حتی کہ دن گذر گیا۔ اور اس مشغولیت نے لوگوں کو دفن رسول میں شریک ہونے سے محروم رکھا۔ آخر شب سہ شنبہ و صبح تک حضرت ابوبکر اخذ بیعت میں مشغول رہے +

عن عروہ قال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما لم یشہدا دفن النبی صلعم وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا۔

علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث حرف الخا کتاب الخلافت ص ۱۴۰ حدیث ۲۳۲۵
سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۹۲ و ۳۹۴
محمد بن جریر الطبری:۔ تاریخ الامم و الملوک جزء الثالث ص ۱۹۸ و ۲۰۱
ابن الاثیر:۔ تاریخ کامل۔ جزء الثانی۔ ص ۱۲۴

عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دفن کے وقت حضرات ابوبکر و عمر موجود نہ تھے۔ بلکہ اُس وقت وہ دونوں مجمع انصار میں خلافت کے لئے جھگڑ رہے تھے اور ان دونوں حضرات کے وہاں سے آنے سے پہلے جناب رسول دفن ہو چکے تھے۔

اما وجوبہ ای الامام علینا سمعاً فلوجہین انہ تواتر اجماع المسلمین فی الصدر الاول بعد وفات النبی علی

امام کا ہمارے لئے نقلاً و سماعاً واجب ہونا دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا بہ تواتر ثابت ہے کہ زمانہ اولی یعنی بعد وفات نبی صلعم سے

لا یجتنا امتناع خلو الوقت عن خلیفة و امام حتی قال ابوبکر فی خطبته المشهورة الا ان محمدا قد مات ولابد لهذا الدین ممن یقوم به فبادر الکل الی قبوله و لم یقل احد لا حاجة الی ذلک بل اتفقوا علیه وبادروا الی سقیفة بنی ساعدة وترکوا اهم الاشیاء وهو دفن رسول الله. شرح مواقف۔

کوئی وقت خلیفہ و امام حق سے خالی نہیں رہا چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا تھا کہ خبردار محمد تو وفات پا گئے۔ اس امت کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کا قائم رکھنے والا ایک موجود ہو۔ [illegible] قبول کیا اور یہ نہیں کہا کہ اب اس کی [illegible] بلکہ سب اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور اس کام کے آگے [illegible] دفن رسول کو بھی صحابہ نے ترک کر دیا

ان بزرگواروں کی منطق ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ بھی ہمکو اپنا جامہ معترضہ بیچ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد تو یکلخت حضرت ابوبکر کو امام کی ضرورت کا خیال پیدا ہو گیا جب یہی بات جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں فرمائی تھی اور اپنے جانشین کی بابت وصیت تحریر کرنی چاہی تو کیوں یہ بزرگوار مانع ہوئے اور حسبنا کتاب اللہ کہکر مخالفت کی۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد کتاب اللہ کہاں گئی۔ اور فقرہ حسبنا کتاب اللہ کیوں یاد نہ رہا بجائے سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر اپنی تعریف کرنیکے مسجد نبوی میں قرآن لیکر بیٹھ جاتے کہ آؤ اس کے مطابق فیصلہ کریں +

غرضیکہ معلوم ہوا کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ تقرر جانشین رسول بہت اہم فریضہ تھا۔ اور اس کا احساس تمام امت کو تھا۔ اب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوتا ہے۔ وہ ضرورت امام کو محسوس کر کے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ انکو اس ضرورت کا احساس تھا۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کے یہاں اس کی بازپرس ہوگی کہ تم نے میری خلوق پر کیسے آدمی کو حاکم مقرر کیا تھا +

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمة عن

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر کہتی ہیں کہ طلحہ حضرت

ابن اسحاق عن الزھری عن القاسم بن
محمد عن اسماء بنت عمیس قالت دخل طلحۃ
بن عبد اللہ علی ابی بکر فقال
استخلفت علی الناس عمر وقد رأیت
ما یلقی الناس منہ وانت معہ فکیف
بہ اذا خلا بہم وانت لاق ربک
فسائلک عن رعیتک فقال ابوبکر و
کان مضجعا اجلسونی فاجلسوہ
فقال لطلحہ اباللہ تخوفنی اذا لقیت اللہ
ربی فسألنی قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص۵۲
حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۲۶۹

ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے عمر کو لوگوں پر حاکم
بنا دیا ہے۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ جب کہ تم
موجود تھے تب بھی لوگوں نے اُن سے کیا رنج و دکھ
اُٹھائے۔ اور اب کیا ہوگا کہ تم موجود نہ ہوگے
اور وہ خود مختار ہونگے۔ تم اپنے پروردگار سے
ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہاری رعایا کے متعلق
سوال کریگا۔ ابوبکر اسوقت لیٹے ہوئے تھے۔
انہوں نے کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو۔ لوگوں نے
اُنہیں اُٹھا کر بٹھا دیا۔ تو انہوں نے طلحہ سے کہا
کہ تو مجھکو خدا سے ڈراتا ہے۔ جب میں اپنے خدا
سے ملونگا تو کہونگا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے
بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے۔

دخل علیہ المہاجرون والانصار حین
بلغہم انہ استخلف عمر فقالوا نراک
استخلفت علینا عمر وقد عرفتہ وعلمت
بوائقہ فینا وانت بین اظہرنا فکیف
اذا ولیت عنا وانت لاق اللہ فسألک
فما انت قائل۔

ابن قتیبہ: کتاب الامامۃ والسیاسۃ۔
ص ۱۹۔

جب مہاجرین وانصار نے سنا کہ حضرت ابوبکر نے
حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے تو وہ حضرت ابوبکر کے
پاس آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمر کو
حاکم مقرر کر دیا ہے حالانکہ آپ عمر کو جانتے ہیں اور
ان مظالم وفتنہ وفساد سے بھی آگاہ ہیں۔ جو عمر نے
ہمارے اوپر کئے ہیں۔ یہ تو جب تھا کہ تم ہم میں تھے جبکہ
تم نہ ہوگے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیگا۔ تم اب خدا سے ملاقات
کرنے والے ہو جب خدا تم سے پوچھیگا تو تم کیا جواب دوگے؟

جماعت اہل حکومت کے ہندی مورخوں میں سے مولوی شبلی مرحوم بہت پایہ
کے مورخ سمجھے گئے ہیں جنہوں نے تاریخ ومناظرہ کو اچھی طرح خلط ملط کر کے دونوں کو
خوب مسخ کیا ہے۔ انہوں نے الفاروق میں لکھا ہے: حضرت ابوبکر کو مدتوں کے تجربہ

سے یقین ہوگیا تھا کہ خلافت کا بارِ گراں حضرت عمر کے سوا اور کسی سے اُٹھ نہیں سکتا۔

الفاروق حصہ اول مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ص ۷۲ +

ان کی پوری عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں تنقید کی ہے
ب اتنا ہی ضروری تھا۔ مدتوں کے تجربہ کی بجائے اگر سقیفہ بنی ساعدہ کا تجربہ کہتے
یا دہ صحیح تھا۔ بہرحال مدت خلافت ہی کو لیلو۔ حضرت ابوبکر کو اپنی ڈھائی سال کی
خلافت کے تجربہ سے تو حضرت عمر کی لیاقت معلوم ہوگئی۔ لیکن جناب رسول خدا کو
اپنے عمر بھر کے تعلقات سے حضرت علی کی لیاقت نہ معلوم ہوئی۔ کاش حضرت عمر ہی
کی لیاقت معلوم ہو جاتی کسیکو خلیفہ تو مقرر کر جائے +

اب حضرت عمر کا وقت آتا ہے۔ اُنکا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے
جانشین کے انتخاب کے فکر میں غلطان و پیچان رہتے تھے۔ مولوی شبلی کہتے ہیں:-

"اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا
تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیں
حضرت عمر نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے
بار بار لوگوں نے انکو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں۔ اور
کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان و پیچان ہیں"

الفاروق حصہ اول ص۲۰۳ +

مولوی شبلی کی پوری عبارت پر جس کا انتخاب مندرجہ بالا ایک ٹکڑا ہے۔ اس
کتاب کے باب سیزدہم میں تنقید کی گئی ہے +

فلما احس بالموت قال لابنه اذهب الی عائشة و اقرئها منی السلام و استاذنها ان اقبر فی بیتها مع رسول الله و مع ابی بکر فاتاها عبد الله بن عمر

جب حضرت عمر نے موت کو قریب دیکھا تو اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور اُن سے اجازت مانگو کہ میں انکے گھر میں جناب رسول خدا و ابوبکر کے پاس دفن کر دیا جاؤں۔ پس عبد اللہ بن عمر حضرت عائشہ کے پاس آئے

فاعلمها فقالت نعم وكرامة ثم قالت يا بني ابلغ عمر سلامي وقل له لا تدع امة محمد بلا راع استخلف عليهم ولا تدعهم بعدك هملا فاني اخشى عليهم الفتنة فاتى عبد الله فاعلمه فقال ومن تامرني ان استخلف لو ادركت ابا عبيدة بن الجراح باقيا استخلفته ووليته فاذا قدمت على ربي فسألني وقال من وليت على امة محمد قلت اي ربي سمعت عبدك ونبيك يقول لكل امة امين وامين هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح ولو ادركت معاذ بن جبل استخلفته فاذا قدمت على ربي فسألني من وليت على امة محمد قلت اي ربي سمعت عبدك ونبيك يقول ان معاذ بن جبل ياتي بين يدي العلماء يوم القيامة ولو ادركت خالد بن الوليد لوليته فاذا قدمت على ربي فسألني من وليت على امة محمد قلت اي ربي سمعت عبدك ونبيك

اور یہ پیغام پہنچایا۔ اُنہوں نے کہا بسر آنکھوں سے بخوشی سے اور کہا کہ اے بیٹے عمر کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ امت محمدیہ کو بغیر محافظ کے نہ چھوڑ جاؤ اپنا جانشین ان پر مقرر کردو۔ اپنے بعد انکو حیران اور بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا۔ مجھے ڈر ہے کہ فتنہ نہ پیدا ہو۔ پس عبداللہ آئے اور حضرت عمر کو یہ پیغام پہنچایا۔ حضرت عمر نے کہا کہ کس خلیفہ مقرر کرنے کا حکم عائشہ نے دیا ہے۔ اگر ابو عبیدہ بن الجراح میرے زمانہ میں ہوتے تو میں انکو خلیفہ مقرر کرتا اور جب اپنے خدا کے پاس میں جاتا اور خدا مجھ سے پوچھتا کہ امت محمدیہ پر تم نے کس کو حاکم مقرر کیا تو میں کہتا کہ اے میرے خدا اُس شخص کو جس کی بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سنا تھا کہ ہر ایک امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ یا اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتے تو میں اُنکو مقرر کرتا اور جب میں اپنے خدا کے دربار میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم نے محمد کی امت پر کس کو حاکم مقرر کیا تو میں جواب دیتا کہ اے میرے رب اس کو مقرر کیا ہے جسکی بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سنا تھا کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء کے گروہ میں ہوگا۔ یا اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو میں انکو خلیفہ

لقول خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلہ علی المشرکین.

ابن قتیبہ: کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۲ +

مقرر کرتا اور جب میں خدا کے حضور میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے دریافت کرتا کہ محمد کی امت پر کسکو حاکم مقرر کیا ہے تو میں جواب دیتا کہ اے میرے خدا اسکو جسکی بابت میں نے تیرے بندہ اور رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ خالد بن ولید خدائی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسکو خدا نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہو

اس عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں بحث کی ہے یہاں صرف چند امور کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت ابوبکر کو بھی خیال آگیا حضرت عمر کو بھی خیال آگیا۔ انصار کو بھی خیال آگیا غرض کہ امت کے بچے بچے کو یقین ہو گیا کہ تقرر جانشین رسول و والی امور مسلمین ضروری ہے۔ بغیر کسی اور کے جتانے کے یہ خیال آگیا۔ جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں اسی ضرورت کی طرف توجہ دلا کر اپنی وصیت لکھنی چاہی تو فرما دیا گیا کہ یہ تو مرض کے ہذیان کی وجہ سے آنحضرت فرما رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ جب آنحضرت نے چند دنوں کے بعد انتقال فرمایا تو سب کو یک لخت خیال آگیا کہ امت کیلئے تو ایک ہادی و حاکم کی ضرورت ہے پھر ان بزرگوں میں سے کسی نے نہ کہا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ اور نہ ہی اپنے اس قضیہ کے طے کرنے کے لئے کتاب خدا کی طرف رجوع کیا۔ اب تو حضرت عائشہ نے حضرت عمر کو صلاح دی کہ محمد کی امت کو بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا چاہیئے۔ ورنہ فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ اپنے شوہر بزرگوار سے یہ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دوا ور دو چار کی طرح نتیجہ نکلا نکلا کہ آنحضرت سے یہ کسی نے اس وجہ سے عرض نہ کیا کہ سب کو معلوم تھا کہ آنحضرت حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر فرما چکے ہیں ابھی دو مہینے کے قریب ہی عرصہ گذرا کہ اس کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ اب ان سے کیا پوچھیں اور انکو کیا صلاح دیں۔ اب تو

اس جماعت کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی تدبیر سے حضرت علی کو حکومت نہ ملے (قوم قریش) حسبنا کتاب اللہ اپنے وقت پر کام کر چکا تھا اب اس کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ اس سے ان کے مقصد میں کچھ نفع حاصل ہو سکتا تھا۔ یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرت پر بھروسہ نہیں تھا کہ صحیح انتخاب کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے یہ عرض نہ کی حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر بھروسہ تھا۔ لہٰذا ان سے ... لوگوں نے بھی اور حضرت عائشہ نے بھی عرض کی کہ آپ اپنا جانشین مقرر ... ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کونسی صحیح و درست وجہ تھی۔ ایک اور بات بھی ملاحظہ ہو۔ جو کل کے مسلمان تھے اُن کو تو یہ ڈر اور خیال پیدا ہوا کہ مرنے کے بعد ہم سے خداوند تعالیٰ دریافت کریگا کہ تم نے محمد کی امت پر کس کو حاکم اور والی مقرر کیا لیکن خود محمد کو نہ یہ ڈر ہوا اور نہ یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے یہ سوال خداوند تعالیٰ کے دربار میں کیا جائیگا۔ کیا آپ اس کو مانتے ہیں۔ اب فرمائیے عدم استخلاف کا عقیدہ محال عقلی ہے یا نہیں۔ غور کیجئے۔ جناب رسول خدا کا تعلق خداوند تعالیٰ سے براہ راست بذریعہ وحی تھا۔ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے رسول مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس رسول کی جتنی عمر ہونی تھی وہ بھی اُسے معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا کہ دس یا بیس سال کی تعلیم میں ان لوگوں کی قلب ماہیت ناممکن ہے۔ اس رسول کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا اُس نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تمہارے بعد تمہارا جانشین علی ہوگا۔ اسکا اعلان کر دو۔ آنحضرت نے بمقام غدیر خم اس حکم کی تعمیل نہایت عمدہ طریقہ پر کر دی اور بری الذمہ ہو گئے۔ امت کی اکثریت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے اس حکم سے سرتابی کی۔ یہ عقیدہ مطابق عقل و واقعات ہے۔ یا وہ جس کا محال عقلی ہونا ہم نے ابھی ثابت کیا۔ اگر آنحضرت اپنا جانشین مقرر کرنا بھول گئے تو خداوند تعالیٰ کو بھی یاد نہ آیا اور اپنے نبی کو نہ جتایا کہ اپنا جانشین تو مقرر کرتے جاؤ۔ قرآن حکیم کا تو یہ دعوے ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (پ ۷ سورۃ الانعام ع ۷) لیکن قرآن شریف کو

الہامی کتاب ماننے والے۔ اس کو کتاب اللہ جاننے والے۔ اس کی جامعیت کے قائل حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اس میں جانشینی رسول کا تذکرہ کہیں نہیں ہے۔ رطب و یابس اس میں ہے ہوا کرے جانشینی اس قابل نہیں کہ اس میں جگہ پائے۔ اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر حسبنا کتاب اللہ کا دعوےٰ کیسا۔ جانشینی رسول کا تو وہ مسئلہ تھا جس نے شجر اسلام کی جڑ کو ہلا دیا۔ اس کی وجہ سے ایسا افتراق دین میں پڑا کہ قیامت تک یہ رخنہ اس میں قائم رہیگا۔ اتنا کشت و خون ہوا کہ دنیائے اسلام کے ایک ایک گھر سے ابتک رونے کی صدا آتی ہے مسلمانوں کیلئے اتنے عظیم الشان اور دور رس نتائج اپنے میں مضمر رکھنے والا مسئلہ اور مسلمانوں کی اس الہامی کتاب میں اس پر کوئی حکم نہ دیا کیا گیا ہو جس کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر ایک طب و یابس کا ذکر اس میں ہے۔ اور اس کتاب کی بیجا خاموشی کا ادعا وہ فرقہ کرے جس کا مرشد اعظم جناب رسول خدا کے بستر مرگ پر یہ کہے کہ حسبنا کتاب اللہ یہی نہیں کہ صرف اس جماعت ہی کا یہ ادعا ہے کہ جانشینی رسول کا تذکرہ کتاب اللہ و احادیث رسول میں نہیں ہے۔ بلکہ خود حسبنا کتاب اللہ کہنے والا کہہ گیا کہ جانشینی رسول کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے اور نہ اقوال رسول میں۔ اسی ہی وجہ سے تو ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اسکا تصفیہ کیا۔ عقل انسانی حیران ہے کہ کس کو زیادہ نظر استعجاب و حیرت سے دیکھے۔ آیا آنحضرت کے اس مزعومہ فعل اور قرآن شریف کی اس مفروضہ خاموشی کو۔ یا مسلمانوں کی اس دیدہ دلیری کو کہ اپنے رسول اور اپنے خدا کے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ چونکہ جماعت اہل حکومت نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام کی اطاعت کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔ لہذا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کی حمایت کو برقرار رکھنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ یا نوجوان جو تعلیم یافتہ بنتے ہیں یا جن کی مذہب حنیفہ سے مغلوب ہو کر ان کی عقل اس الزام کو دیکھ ہی نہیں سکتی جو آنحضرت پر اس بے توجہی و غفلت کی وجہ سے عائد ہوتا ہے کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ (معاذ اللہ)

محمد (صلعم) تو فقط دنیا کی وجاہت اور اپنے عیش و آرام کے طالب ہیں کس کا دین کس کی وحی کیسا جبرئیل۔ یہ تو ساری کہانی ہے سقیفہ کے مسلمانوں کی یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر نے محبت اسلام کی وجہ سے جناب رسول خدا کے جانشین مقرر کرنے کی طرف توجہ کی۔ اس ہی وجہ سے اپنا جانشین مقرر کیا حضرت عمر اس ہی فکر میں ہمیشہ غلطان و پیچان رہے کہ کس کو امت محمد کا والی و حاکم اپنے بعد مقرر کریں۔ حضرت عائشہ کو بھی پہلا خیال یہ آیا کہ امت محمد بغیر نگہبان و محافظ کے نہ چھوڑی جائے لیکن جناب رسول خدا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی نہ تو خود اپنا جانشین مقرر کیا اور نہ امت کو بتایا کہ کس کو یا کس طرح یا کن اصول کو مدنظر رکھکر اپنا والی و حاکم مقرر کرنا۔ کفار و منافقین کی اس الزام کی تائید کرتا ہے +

علاوہ اس کے اسلام کا متعدد فرقوں میں منقسم و متفرق ہو کر کمزور ہو جانے اور قرآن شریف کے صحیح معانی کا بہت سی تاویلوں میں دب کر مفقود ہو جانے کا الزام بھی اس بے توجہی کی وجہ سے آنحضرت پر عائد ہوتا ہے۔ جب رسول خدا نے اپنا اصلی جانشین نہ منتخب کیا۔ اور قرآن شریف کی صحیح تاویل جاننے اور علم کامل رکھنے والے شخص کا نشان اپنی امت کو نہ بتایا تو امت کا ہر شخص حق بجانب تھا کہ خلیفہ رسول ہونیکا دعوے اور قرآن حکیم کے صحیح علم رکھنے کا ادعا کرے۔ اور لوگ حق بجانب تھے کہ جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ مانیں اور جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ نہ مانیں۔ قرآن حکیم کی جو تاویل اُن کے دینی اور دنیاوی فوائد کی ممد و معاون ہو اُس کو قبول کریں اور جو تاویل اُن کے مقاصد کے خلاف ہو اُس کو رد کریں۔ چنانچہ عدم استخلاف کے مغالطہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہی ہوا۔ اور اسلام صدہا فرقوں میں منقسم ہو گیا۔ یہاں تک کہ جن اصولوں پر ہر ایک شخص کو خلیفہ رسول بننے کا مجاز سمجھا گیا۔ اُن ہی اصولوں پر زیادہ ہمت و جرأت رکھنے والے انسانوں کے دل میں نبی بننے کا شوق پیدا ہونے لگا +

عوام الناس عقیدہ استخلاف کے خلاف عام طور سے دو اعتراض کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) یہ مان لینے سے کہ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد امت کی اکثریت نے حضرت علی کی حکومت سے اعراض کر کے عصیان خدا و رسول کیا جناب رسول خدا کی تعلیم پر الزام لازم آتا ہے۔ کیا آپ کی تعلیم کا اتنا ہی اثر تھا۔ کہ اِدھر آپ کی آنکھ بند ہوئی اُدھر امت کی اکثریت نے رجعت قہقری کی؟

(۲) اگر خدا و رسول نے حضرت علی کو خلیفہ منتخب فرما دیا تھا تو کیا حضرت ابوبکر و عمر ان سے بھی زیادہ طاقت و قدرت والے تھے۔ کہ مشیت ایزدی کو چلنے نہ دیا اور خود خلیفہ بن گئے +

یہ دونوں اعتراضات جہلا کے ہیں۔ علما کبھی ایسے اعتراض نہیں کرینگے چونکہ آجکل کے بڑے بڑے تعلیمیافتہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں لہذا ہم اُن کا جواب دیتے ہیں:-

اعتراض اول۔ آنحضرت کو اپنی نبوت کے تیئیس سال میں سے صرف دس سال آزادی سے کام کرنے کے ملے تھے۔ اور ابھی صرف ۱۰ سال ہی ہوئے تھے کہ مکہ فتح ہوا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں عرب قوم کی فطرت کی قلب ماہیت ناممکن تھی۔ اور نہ یہ آپ کا ارادہ تھا۔ اور نہ ہی یہ مشیت الہی تھی۔ علامہ مشرقی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف یعنی تذکرہ میں قرآن کریم اور جناب رسول خدا کی تعلیم نے جو عرب کی حالت میں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں اُن کا مختصر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا۔ مگر عرب کی جبلت و طبیعت کو کون بدل سکتا تھا۔ وہ عادتیں اور خصیتیں جو اُن کی فطرت میں ہزار دو ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں اُن سے رخصت ہو کر یکایک نقش نہ چھوڑتیں وہ علمی اوصاف جو قرآن اور صدیوں پیشتر ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے اُنہیں بعض مبلغان کرام کیسے بے اثر چھوڑ دیتے قرآن کی ... خدا تعالیٰ ... اتنا ... مبیل

میں عرب اپنی ظاہری عبادات و رسومات کو بدل سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات و معتقدات کو بادی النظر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد ترک کر سکتے تھے۔ بلاغت و فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی علی الاعلان خیرباد کہہ سکتے تھے۔ مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے...... وہ دراصل اسی مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اس ہی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادیٔ سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر اس کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی"۔ تذکرہ۔ مقدمہ ص ۶۷ و ۶۸ +

جن الفاظ کے نیچے ہم نے لکیر کھینچدی ہے۔ اُن پر غور کرنے سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔ کہ جتنی بھی تبدیلیاں عرب میں ہوئیں۔ وہ بھی صرف ظاہری تھیں۔ اصلی و اندرونی و ذاتی تبدیلیاں نہ تھیں۔ جو کچھ بھی اُنہوں نے چھوڑا تھا اکراہ و اجبار کے ساتھ چھوڑا تھا۔ اپنی مرضی کے خلاف چھوڑا تھا۔ حضرت موسےٰ کی تمثیل تشریح کرتی ہے کہ ذرا سا دباؤ ہٹنے کے بعد جو کچھ چھوڑا تھا وہ پھر عود کر آیا۔ جناب رسول خدا کی تعلیم کا تو اتنا عظیم الشان اثر ہوا کہ یک لخت دس برس کے قلیل عرصہ میں تقریباً سارے عرب نے اپنے قدیمی خداؤں کو چھوڑ دیا اور ایک خدا کو ماننے لگے۔ اور اس تعلیم کا اثر تو آخر تک رہا۔ یہ تو زائل نہیں ہوا مسلمان تو وہ رہے۔ اس بات کا ٹھیکہ جناب رسول خدا نے نہیں لیا تھا۔ کہ اُنکو کبھی شیطان بہکا بھی نہ سکے۔ دنیا کی زینت اُنہیں اپنی طرف کھینچ ہی نہ سکے۔ وہ فرشتہ بنجائیں صدیوں کی آلائش صرف دس یا بیس سال کے اندر جاتی رہے۔ ایسی ذمہ داری کسی پیغمبر نے نہیں لی۔ اور نہ لے سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی حضوری میں صدیوں رہنے کے باوجود ابلیس کی اپنی ابلیسی فطرت باقی ہی رہی۔ یہ لوگ خدا کو ایک تو مانتے رہے۔ پھر بتوں کی پرستش تو شروع نہیں کر دی۔ اور اگر یہ بھی کر دیتے تو آنحضرت

مطلب قصور تھا محض چالیس راتوں کی غیر حاضری سے ساری امت موسوی
بچھڑے کو پوجنے لگی اور موسےٰ کے خدا کو چھوڑ دیا۔ جب خطرہ محسوس ہوا۔ تو
حضرت عیسیٰ کے حواریوں تک نے اُن کو چھوڑ دیا۔ بہت سے ایسے اولوالعزم
انبیاء و مرسلین ہوئے ہیں کہ اُن کی مدتوں کی تبلیغ کے باوجود نہ صرف معدودے
چند لوگ ایمان لائے اور آخر کار تنگ آکر عذاب الٰہی کے نزول کی دعا کی۔
اور عذاب الٰہی نازل ہوا۔ ان تمام باتوں سے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ یا
اُن انبیاء و مرسلین کے اوپر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اُن کی تعلیم یا توجہ نفس
نہ تھا۔ زمین شور تھی سنبل نہ پیدا کر سکی +

اعتراض دوم۔ خداوند تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ اپنے بندوں کے لئے
نیک ہی ہے۔ نیک رہتی ہے۔ نیک رہیگی۔ جب حضرت آدم و حوا کو پیدا کیا تو مشیت
الٰہی یہی تھی کہ وہ دونوں باغہائے بہشت میں خوش و خرم رہیں۔ خداوند تعالےٰ کی
مشیت یہ ہرگز نہ تھی کہ شیطان اُن کو ورغلا کر معصیت کا مرتکب کرے۔ اور وہ
دونوں مصیبت میں گرفتار رہوں۔ شیطان آیا اور اُن کو دھوکہ دینے میں کامیاب
ہوگیا۔ اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ شیطان قدرت میں خداوند تعالےٰ سے زیادہ تھا۔
خداوند تعالیٰ انبیاؑ و مرسلین بھیجتا ہے۔ تاکہ لوگ ہدایت پائیں لیکن باوجود اسکے
بہت سے کافر رہتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ خدا پر غالب آگئے۔ خداوند
تعالےٰ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا معصیت میں گرفتار رہے لیکن وہ رہتی ہے۔ اس کا
یہ مطلب تو نہیں کہ گنہگار خداوند تعالیٰ سے بازی لے گئے۔ قضائے الٰہی صادر
ہوچکی ہے کہ اُس کی مخلوق اپنے افعال میں آزاد رہیگی تاکہ سزا و جزا کا جائز ہونا
قائم رہے مشیت ایزدی میں چون و چرا کرنا ابلیس کی میراث ہے۔ اور یہ اعتراض
کہ حضرت علی کی حکومت پر لوگ کیوں متفق نہ ہوئے اُس ہی قسم سے ہے۔ اگر یہہ
اعتراض جائز ہے تو پھر یہ اعتراض بھی جائز ہوگا کہ حضرت یحییٰ کو کیوں آرے سے
چیرا جانے دیا۔ آرہ کشوں کے ہاتھ اسی وقت شل کیوں نہ ہوگئے۔ کیوں حضرت

Presented By: https://jafrilibrary.com

عیسیٰ کو سولی کی نوبت آئی۔ بجائے اُن کو آسمان پر اُٹھانے کے اُن لوگوں ہی کو کیوں نہ مسلمان بنا دیا۔ یا غارت نہ کر دیا۔ پیغمبروں کو کیوں ایذائیں پہنچائی گئیں۔ قصہ مختصر کیوں خداوند تعالیٰ نے پیغمبروں کے بھیجنے کا طولانی اور غیر یقینی طریقہ اختیار کیا۔ کیوں کُن فیکون کی طرح سارے کافروں کو یک لخت مومن بنا دیا۔ اور آگے بڑھو۔ تو یہ سوال اُٹھیگا کہ کیوں لوگوں کو کفر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ شروع سے کوئی کافر ہی نہ ہوتا۔ کیوں ابلیس کو موقع دیا گیا کہ آدم و حوا کو بہکائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ قضائے ربانی جاری ہو چکی ہے کہ انسان کو لا اکراہ فی الدین کے اصول کے مطابق مذہب کے معاملہ میں بالکل اور اس کے دیگر افعال میں ایک حد تک صاحب اختیار رکھا جائے۔ جبھی تو سزا و جزا ہے۔ ورنہ جبر ہی منظور ہوتا تو کفر ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا میں نہ ٹھہرتا۔ پھر ابتلا و آزمائش بے معنی ہو جاتے۔ جب لوگ رسالت محمدیہ کے ماننے کے لئے مجبور نہ کئے گئے تو خلافت علی بن ابی طالب کیوں اُن سے جبراً منوائی جاتی +

لوگوں نے اس غلط خیال و عقیدہ کو کیوں ایجاد کیا اور جاری رکھا کچھ تو ہم بتلا چکے ہیں اور کچھ آگے چل کر بتائیں گے +

باب سوم

تقرر خلیفہ و جانشین رسولِ اکرم کی ضرورت و اہمیت

اس کا ذکر ہم باب دوم میں کر چکے ہیں۔ یہ مسئلہ فریقین ہے۔ لہذا اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں +

باب چہارم

جناب رسولِ خدا کو اپنے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں

کتاب ہذا کے باب دوئم میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عائشہ بلکہ امت کے عوام الناس تک کو بغیر کسی استثناء کے جناب رسول خدا کے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس بہت زیادہ تھا جب صورت حالت یہ ہے تو بار ثبوت اپنے دعویٰ کے ثابت کرنیکا اس پر ہوگا جو کہتا ہے کہ جناب رسولِ خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس نہ تھا مسلمانوں میں سے تو کوئی اس بات کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ جو قرآن شریف آپ کے ذریعہ سے امت تک پہنچا تھا وہ خود بتا رہا ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا ہے لیکن ہدایت کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ابھی اس امت میں ہادی ہوتے رہینگے۔ احکام قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نافذ کرنے کے لئے حاکم و والی کی ضرورت ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پارہ نمبر ۱۳ سورۃ الرعد ع ۱) صاف بتا دیا کہ تم تو فقط ڈرانے والے ہو۔ ہادیوں کا سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیکر ظاہر کر دیا کہ اسلام میں صاحبان امر ہوں گے اور اُن کی اطاعت تم پر واجب ہے آنحضرت اچھی طرح جانتے تھے کہ میں نے معصیت الٰہی کے عذاب سے تو ڈرا دیا ہے۔ اور کفر و شرک کے برے عواقب سے انکو آگاہ کر دیا ہے صراط مستقیم اچھی طرح واضح کر دی ہے لیکن صراط مستقیم پر قائم رہنا اور اُس پر چلنا اس کے معلوم کر لینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ صدیوں کی عادت چند سالوں میں نہیں جاتی۔ صحیح وحدانیت کا وجدان۔ صفات الٰہی کا عین الیقین حق اللہ حق

Presented By: https://jafrilibrary.com

العباد وغیرہ وغیرہ یہ ایسے مشکل راستے تھے کہ جن میں سے بغیر ہادی کے گذرنا ہیکر تھا۔ ایسے ہادی کی ضرورت کا آپکو اچھی طرح احساس تھا جو ان برائی عادت والے گنہگاروں کو اپنا صحیح نمونہ عمل دکھا کر صراط مستقیم پر قائم رکھے اور عرصہ تک چلائے تاکہ یہ نئی تعلیم طبیعت ثانیہ ہو کر مزاج انسانی میں مستقل ہو جائے۔ قرآن شریف کی تنزیل ابھی ابھی ختم ہوئی تھی۔ ابھی اُس کی صحیح تاویل کی تعلیم باقی تھی۔ آپ جانتے تھے کہ تنزیل منوانے کے لئے تو مجھے کفار سے جنگ کرنی پڑی۔ میرے جانشین کو اسکی صحیح تاویل کے لئے جنگ کرنی ہوگی۔ تاویل پر اُن سے جنگ کرنی ہوتی ہے جو تنزیل کو تو ظاہرا مانتے ہیں لیکن اپنے خواہشات نفس کی اطاعت میں اُس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین ہوتے ہیں جو ظاہرا رسالت کو مانتے ہیں۔ تبلیغ مکمل جب ہی ہوتی ہے کہ جب تنزیل پر ایمان ہو اور تاویل صحیح ہو۔ اس ہی وجہ سے حکم ایزدی صادر ہوا کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین کفار سے تو آپ جنگ کر چکے تھے۔ ابھی منافقین سے جہاد کرنا باقی تھا۔ اور یہ اہم کام جانشین کے سپرد ہونا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ اس تبلیغی کام کو میرا جانشین مکمل کریگا

باب پنجم

کیا آنحضرت نے اپنے جانشین مقرر کرنیکا فرض اُمّت کے ذمہ لگایا تھا

آنحضرت کے جانشین کا تقرر ضروری بھی تھا۔ آنحضرت کو اُس کی ضرورت و اہمیت کا احساس بھی تھا حضور نے خود کوئی اپنا جانشین مقرر و منتخب بھی نہیں کیا تو پھر ایک ہی قیاس باقی رہجاتا ہے کہ شاید آنحضرت نے اپنے جانشین کے انتخاب و تقرر کا فرض امت کے ذمہ لگا دیا ہو لیکن یہ کلام اہل حکومت یعنی

علمائے اہل سنت وجماعت یہ بھی نہیں کہتے۔ تمام صحاح ستہ کو چھان ڈالو کہیں آنحضرت کا یہ ارشاد نہ پاؤ گے کہ میں تو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا یا مقرر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ تمہارا فرض ہوگا کہ میرے بعد تم خود میرا جانشین مقرر کر لینا۔ یا سب سے بہتر یہ ہوتا کہ اپنی حیات ہی میں امت سے اپنا جانشین مقرر کرا لیتے۔ اور کچھ نہیں تو طریقۂ انتخاب ہی بتا دیتے۔ خلیفۂ رسول میں جو صفات ہونی چاہئیں اور جن کو مدنظر رکھکر خلیفہ کا انتخاب کرنا ضروری تھا ان کو ہی بیان فرما دیتے۔ حضرت عمر نے تو شوریٰ کے سارے ضوابط و قواعد بنا دیئے انتخابی کمیٹی کے ممبر بھی مقرر کر دیئے لیکن آنحضرت کی عقل معاذ اللہ وہاں تک بھی نہ پہنچی۔ یہ تو فرما دیا کہ میرے بعد کوئی اور رسول و نبی نہ آئیگا لیکن یہ نہ فرمایا کہ پھر امت کس سے ہدایت حاصل کرے۔ یہ فروگذاشت رسول ہی تک ختم نہیں ہوتی۔ خداوند تعالیٰ بھی معاذ اللہ اس فروگذاشت کا مرتکب ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی بحث کے مطابق تو قرآن شریف میں بھی کوئی حکم و اشارہ جانشین رسول کی طرف نہیں ہے خداوند تعالیٰ نے اتنا تو فرما دیا کہ تمہارا رسول فقط ڈرانے والا ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں ہادی کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بھی فرما دیا کہ اگر قرآن کے معنے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں۔ تو اہل الذکر سے پوچھو۔ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ دیکھو آیات متشابہات بھی قرآن شریف میں ہیں۔ تم میں سے ہر ایک اُن کی صحیح تاویل سے آگاہ نہیں صرف راسخون فی العلم ہی ان کی صحیح تاویل جانتے ہیں۔ اتنا تو سب کچھ بتا دیا لیکن آگے فروگذاشت ہو گئی۔ یہ نہ بتایا کہ تمہارا ہادی کون ہے۔ وہ اہل الذکر کون ہیں۔ راسخون فی العلم کون ہیں۔ اُن کی شناخت کیا ہے۔ خود بھی نہ بتایا۔ اور نہ اپنے رسول کو بتایا کہ وہ ہی امت تک یہ خبر پہنچا دیتے۔ عقیدۂ عدم استخلاف کو مانکر انسان کتنی مشکلوں میں پڑ جاتا ہے۔

باب ششم

جانشین رسول مقرر کرنا جناب رسول خدا کا فرض تھا یا امت کا حق

اس سوال پر غور کرنے کے لئے کہ آیا جانشین رسول مقرر کرنا جناب رسول خدا کا فرض تھا یا امت کا حق۔ ہم کو مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

(۱) جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور قرآن شریف نے کس قسم کا طرز معاشرت و نظام حکومت قائم کرنے کا حکم دیا +

(۲) حکومت و ریاست آنحضرت کی نبوت کا رکن تھی یا نہیں یعنی حکومت ایک جزو نبوت تھا یا نہیں +

(۳) رہبری دین و رہنمائی حکومت کا ایک شخص میں مجتمع ہونا مفید ہے یا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ سردار ہونا چاہیئے +

(۴) یورپ کے اس پروپاغنڈے کی حقیقت کہ مذہب و حکومت کی علیحدگی ضروری و مناسب ہے +

(۵) جیسا طرز معاشرت و نظام حکومت قائم کرنا اسلام کا منشاء تھا اُس کا حاکم منتخب کرنے کیلئے عقلاً و نقلاً کون زیادہ موزون تھا۔ جناب رسول خدا یا جمہور امت اور کس میں بہترین شخص منتخب کرنے کی قابلیت و اہلیت زیادہ تھی +

(۶) جو دعوی اکملیت اور اتمام نعمت اسلام لیکر آیا تھا۔ اُس کے قائم رکھنے اور ثابت کرنے کے لئے کس قسم کے جانشین رسول کی ضرورت تھی +

(۷) ایسی قابلیت کے شخص کی شناخت جناب رسول خدا بہتر کر سکتے تھے یا اُمت +

(۸) اِن تمام امور کو مدنظر رکھکر آیا رسول خدا کے لئے یہ ضروری تھا یا نہیں

کہ ایسے ہونہار او صناع ازلی کے بہترین نمونۂ صنعت کو شروع ہی سے اپنی آغوش تربیت میں لے لیں تاکہ باد مخالف کے جھونکوں سے باغ قدس کے اس گل چیدہ رنگین پر کملاہٹ کا اثر نہ پہنچے اور خلیفہ و جانشین رسول کے فرائض انجام دینے کی جو اہلیت اس کو فیاض ازل نے عطا کی ہے اس پر چشمۂ نبوت سے آبیاری ہو کر افزائش ہوتی رہے یا یہ کافی تھا کہ اس مسئلہ پر آپ بالکل خاموشی اختیار کر لیں اور آپ کی رحلت کے بعد امت میں سے جو شخص موقعہ کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کا رجحان اپنی طرف کر سکے وہی جانشین رسول سمجھا جائے ؎

(۹) جو سرداری و حکومت امت جناب رسول خدا نے اپنے ہاتھ میں لی تھی وہ خدا کے حکم سے تھی اور اُس کی طرف سے تھی یا اُمت نے اپنی کثرت رائے سے عطا کی تھی +

(۱۰) اگر یہ حکومت منجانب اللہ تھی تو کیا رسول خدا کے لئے یہ جائز تھا کہ بغیر حکم خداوندی وہ حکومت امت کے حوالے کر دیں ؎

(۱۱) اگر یہ تفویض حکومت ہو چکی ہے اور خدا کے حکم سے ہو چکی ہے تو وہ تفویض کب اور کس طرح ہوئی اور وہ خدا کا حکم کہاں ہے +

(۱۲) کیا زیادہ موزون و قرین عقل نہ تھا کہ چونکہ ہدایت خلق و سرداری امت کا عہدہ جو رسول خدا کو خدا کی طرف سے ملا ہوا تھا اُس عہدہ کی آئندہ اجراء کے متعلق خدا ہی سے احکام لئے جائیں اور اُس کے احکام کے بموجب آئندہ کا ہادی و سردار مقرر کیا جائے +

(۱۳) اُمت کے ہاتھ میں خلیفہ رسول کے انتخاب کو دینے کی خرابیاں +

(۱۴) قرآن شریف کا حکم اس مسئلہ پر کیا ہے۔ آیا اُس نے اُمت کو اجازت دیدی ہے کہ وہ اپنا ہادی و حاکم خود مقرر کر لے یا رسول خدا کو حکم دیا ہے کہ فلاں شخص تمہارا جانشین ہے تم امت کے سامنے اس کا اعلان کر دو تاکہ بحث باقی نہ رہے +

(۵ ا) یورپ کی تقلید میں مسلمانوں کا یہ کہنا کہ رعایا کو اپنا حاکم خود مقرر کرنا چاہیئے۔ اسلامی فقہ اور سنتِ رسول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہاں تک درست ہے +

(۶ ا) پہلے انبیا علیہم السلام کا کیا طریقہ رہا ہے۔ جہاں جانشین کی ضرورت تھی وہاں اُنہوں نے خود مقرر کیا یا اپنی امت پر اس کام کو چھوڑا +

اس تحقیقات کے دائرہ میں داخل ہوتے ہی پہلا سوال جو اپنے تئیں حل کیلئے پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا رسول خدا کی نبوت کے مقاصد میں سے ایک یہ مقصد بھی تھا یا نہیں کہ دنیا میں اسلامی اصول و قواعد کے مطابق حکومت قائم کیجائے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ حکومت جناب رسول خدا کی نبوت کا ایک جزو و رکن تھی یا نہیں۔ امتِ محمدیہ کا اِس پر اتفاق ہے کہ سلطنت و حکومت بھی جناب رسول خدا کی نبوت کا ایک جزو تھی۔ غالبًا یہ کہنا کہ تبلیغ و فرائض نبوت کا دائرہ بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے ارتقا اور اُس کی تدریجی ترقی کے دوش بدوش رہا ہے اور رہنا چاہیئے تھا۔ خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ اصول ہے کہ کلّموا الناس علیٰ قدرِ عقولھم۔ جتنا ترقی و تہذیب انسانی کا درجہ آگے بڑھتا گیا۔ اُتنا ہی دائرۂ نبوت وسیع ہوتا گیا۔ انسانی ضرورتوں کے مطابق نبی آتے رہے اور ان کی رسالت کا دائرہ انسان کی ضرورتوں کے مطابق وسیع ہوتا گیا۔ ایک ایسا بھی زمانہ تھا کہ جب رسولوں اور نبیوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اپنی امت کو بنیادی تمدنی وجسمانی راحت کے آلات بنانے اور ذرائع بہم پہنچانے سکھائیں چنانچہ حضرت آدم نے زراعت و فلاحت کے اصول اور روزانہ سامنے آنے والی اشیا کی ماہیت و خاصیت کی تعلیم دی۔ حضرت داؤد نے لوہے کے اسلحہ جات بنانے میں ترقی کر کے سکھائی۔ حضرت ابراہیم نے شہروں میں عمارتیں بنا کر شہری زندگی کی اصلی بنیاد ڈالی [illegible] ہم ایسے گذرے ہیں جنکا نبی ہونا لوگوں پر ظاہر

کبھی منفی نہیں ہوا لیکن اُنہوں نے بنی نوع انسان کو دنیاوی زندگی کی بہت سی ضروریات کی تعلیم دی۔ ڈارون کا خیال کہ انسان نے بندر کی شکل و ماہیت فطرت سے بتدریج ترقی کر کے انسانیت حاصل کی ہے۔ دنیا کے کسی مذہب نے قبول نہیں کیا۔ اور اب تو اہل سائنس میں بھی اس خیال کی تردید ہو رہی ہے۔ اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ انسان بذات خود ایک جداگانہ مخلوق ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کی مادی ترقی کی ابتدا اور ان آلات کی ایجاد اور ان اسباب کی تلاش جن کے بغیر انسان کی زندگی ایک لمحہ کے لئے ناممکن تھی کس طرح ہوئی۔ بہت سے محققین کا خیال ہے کہ دیگر حیوانوں کی طرح انسان بھی اپنی ننگی حالت میں رہا کرتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے تجربہ و عقل کی مدد سے بغیر الہامی اسباب کے اس نے یہاں تک ترقی کی ہے۔ دین عیسوی و دین موسوی و دین اسلام اور دیگر الہامی ادیان اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدم اول انسان ہیں جو ایک اور عالم سے لا کر اس دنیا میں ڈالے گئے تھے۔ اگر یہ درست ہے اور ہمارا یقین اعتقاد و ایمان ہے کہ یہ درست ہے تو پھر کچھ علم دیکر ہی بھیجے گئے ہونگے۔ ورنہ وہ دنیا کے مضرت رساں ماحول کا کیونکر مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور وہ محققین بھی جو محض تجربۂ زندگی کو تمام انسانی علم کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ انسان ایسا نہتا اور بے بس پیدا کیا گیا ہے کہ جبتک تجربہ اُسے اشیاء کی ماہیت اور اس علم ماہیت کی بنا پر اُن کو ہتھیار بنانا سکھاتا اُس وقت تک دنیا کے درندے خونخوار اور زہریلے جانور اس کو دنیا میں چھوڑتے ہی نہیں یعنی اُس کو تجربہ حاصل کرنے کی مہلت ہی نہ ملتی۔ قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت آدم کو علم لدنی عطا کیا تھا اور اشیاء کی ماہیت سکھائی تھی تمامی امت اسلامیہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت آدم اس وقت نبی تھے جب کوئی اور مخلوق و امت موجود نہ تھی جس پر وہ ... وہ مبعوث ہوتے بلکہ امت کی ابتدا ہی اُن سے ہوئی اور نبوت

کی ابتدا بھی انھوں ہی نے کی۔ اور یہ نہایت ضروری تھا۔ جب تک خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی کی معرفت دنیا میں رہنے کے طریقے اور اس کے مضر اثرات سے بچنے اور اس کے مفید ماحول سے فائدہ اُٹھانے کے راستے انسان کو معلوم نہ ہوں اس وقت تک وہ ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ غرض نتیجہ نکلا کہ شروع میں توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انبیاء کو مادی ترقی کے اسباب و ذرائع بھی بتائے جاتے تھے تاکہ وہ اُن کو اپنی امت تک پہنچائیں جب دنیا نے اتنی ترقی کر لی کہ انسان گزارہ کر سکے۔ اور اپنی عقل کی مدد سے آگے ترقی کر سکے۔ تو پھر انبیاء کے فرائض میں سے مادی تعلیم نکال لی گئی۔ اور روحانی ارتقاء کے ابتدائی مراحل کو اس میں داخل کیا گیا۔ اور اسیطرح دنیا کی حالت کے مطابق رسل و انبیاء کی رسالت و نبوت کی ترمیم ہوتی گئی۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کے زمانہ تک دنیا کی اخلاقی حالت اس درجہ پر نہیں پہنچی تھی کہ وہ حکومت اخلاق حسنہ اور مذہبی اصول کے مطابق کر سکے۔ ابھی تک دنیا پر یہی اصول مسلط تھا کہ حق کا معیار فقط جسمانی طاقت ہے۔ یورپ کی تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ عیسائیت کے شروع ہونے کے بہت زمانہ بعد تک ازمنہ وسطیٰ تک حق و ناحق کی جانچ فقط جسمانی طاقت کے ذریعہ سے آپس میں لڑ کر کی جاتی تھی جسکو ڈوئل Duel کہتے تھے۔ کمزور بادشاہوں اور سلطنتوں کو بغیر معقول وجہ کے ان کے طاقتور ہمسائے نیست و نابود کر دیتے تھے۔ معمولی اخلاقی اصول کو حکومت و سیاست کے مقابلہ میں نظر انداز کیا جاتا تھا۔ رعایا کی ذہنیت اور اُن کے بود و باش کا ماحول ابھی ایسا نہیں تھا کہ حکومت اخلاقی و مذہبی اصول پر چل سکے۔ ابھی طبیعت انسانی میں فطرت بہیمیہ کا خاطر زوروں پر تھا۔ لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ پہلے اُسے مدھم کیا جائے۔ اور مذہب کی تعلیم یہ ہو کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا رخسار اس کے آگے کر دو۔ لیکن یہ اصول حکمرانی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ حکمرانی میں سب سے پہلے قصاص

ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ حکم ہوتا کہ سلطنت بھی اسی اصول کے مطابق کرو
اگر کوئی غنیم ایک صوبہ پر چڑھائی کرے تو تم دو صوبے اس کے حوالے کر دو۔ تو
ماننا تو کیا بلکہ کوئی بادشاہ عیسائیت قبول نہ کرتا۔ ان امور کو مدنظر
رکھ کر سلطنت و حکومت کو نبوت کے دائرہ سے باہر رکھا گیا۔ اعتراض ہو سکتا
ہے کہ انبیاء میں سے حضرت یوسفؑ و حضرت سلیمانؑ و حضرت داؤدؑ نے سلطنت
کی ہے اور جب ان نبیوں نے سلطنت کی تو معلوم ہوا کہ حکومت ان کے فرائض
نبوت کے اندر تھی لیکن یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ انبیاء کیلئے حکومت
کرنا کوئی حرام تو نہیں۔ اگر اجماع واقعات سے ایک نبی بادشاہ ہوتا ہے
تو یہ نہیں کہیں گے کہ حکومت ظاہری بھی اُس کی نبوت کا جزو تھی۔ ہمارے کہنے
کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک انبیاء کے لئے دنیاوی حکومت ان کے فرائض
نبوت میں سے ایک فرض نہ تھا۔ ہر ایک نبی کی اُمّت پر فرض تھا کہ وہ اپنے نبی
یا رسول کی اطاعت کرے لیکن دنیاوی سلطنت میں وہ امت خود کسی اور
بادشاہ کی محکوم ہوتی تھی۔ علاوہ اس کے حضرت یوسف اور حضرت سلیمان خود
کوئی شریعت لیکر نہیں آئے تھے۔ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی شریعت کی تجدید
کیلئے مامور ہوئے تھے۔ اس میں زیادہ دخل نہیں رکھ سکتے تھے۔ لہٰذا ان کا
بادشاہ ہونا یہ نہیں ثابت کرتا کہ ان کی نبوت کا حکومت ایک جزو تھی۔ حضرت
داؤد ضرور کتاب لائے تھے لیکن زبور کے مطالعہ سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ سلطنت
کو حضرت داؤد کی نبوت کا جزو قرار دیا تھا۔ درآنحالیکہ قرآن شریف کے مطالعہ سے
صاف عیاں ہے کہ حکومت و سلطنت پر قبضہ کرنا آنحضرت کا جزو نبوت تھا۔ ہمارے
اس بیان کی تشریح کہ آنحضرت سے پہلے نبوت کو بادشاہت سے بالکل علیحدہ کہا
جاتا تھا۔ طالوت بادشاہ کے قصہ سے بہت اچھی طرح ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے
نبی شمویل سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کی سرداری میں دشمنوں سے
جہاد کریں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کی معرفت ان پر ایک بادشاہ مقرر کیا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ؕ قَالُوا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ ؕ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۲)

ان کے نبی نے ان سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو کس طرح ہمارے اوپر حکومت حاصل ہو سکتی ہے۔ ہم بادشاہت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اس کے پاس مال کی زیادتی نہیں ہے۔ ان کے نبی نے جواب دیا کہ خدا نے اس کو تم پر منتخب کیا ہے اور تم سے زیادہ اس کو علم و طاقت جسمانی میں ترقی عطا کی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بادشاہت دیتا ہے۔ خدا بہت جاننے والا ہے۔

قرآن شریف میں اُمم سابقہ کے بہت سے قصّے بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ محض قصّے دل بہلانے کیلئے نہیں۔ چونکہ کفار اس مصلحت کو نہ سمجھ سکے تو اعتراض کر دیا کہ "اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ"۔ اور "مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ"۔ یعنی قرآن شریف میں ہے ہی کیا سوائے پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب قصّے نتیجہ خیز ہیں اور اُن کے بیان کرنے میں خاص غرض و غایت رکھی گئی ہے۔ اُس ذاتِ علیم و حکیم کو معلوم تھا کہ اُمّت محمدیہ بھی پچھلے لوگوں ہی کے نقش قدم پر چلیگی جیسا کہ اُس کے رسول نے اس کو صاف بیان بھی کر دیا کہ تم تو وہی کرو گے جو پچھلے لوگ کر گئے ہیں اور یوں بھی خداوند تعالیٰ کو علم تھا کہ مسلمان کہاں اور کس کس بات پر ٹھوکریں کھائینگے۔ لہذا اُن آنے والے واقعات کو ملحوظ رکھکر اُن کے مطابق جو پچھلے واقعات گزرے ہوئے تھے اُن کو قصوں کے طریقہ پر بیان کر دیا اور یہ بھی جتا دیا کہ غلطی کیلئے۔ جب ہی تو کہتے ہیں کہ یہ کتاب مسلمانوں کیلئے قیامت تک رہنمائی کریگی۔ اگر آئندہ کے واقعات اور لغزش کے موقعوں کیلئے اس میں رہنمائی نہوتی

دیعرِ قیامت تک کیلئے یہ کیونکر کافی ہوتی۔ ان آیات کو پڑھکر جن کو ہم نے اُوپر نقل کیا ہے کون نہیں کہیگا کہ یہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث کا پہلے ہی سے جواب دیدیا گیا ہے قبل اس کے کہ ہم ناظرین کی توجہ اُن مختلف نکات کی طرف مبذول کرائیں جو ان آیات میں مضمر ہیں ایک لفظ کی تشریح کرنی مناسب سمجھتے ہیں فقرہ واللّٰہُ یُؤتِی مُلکَہٗ مَن یَّشَآءُ میں ایک لفظ مُلکَہٗ ہے اُس کا مُلک عربی میں مُلک کے معنے بادشاہی کے ہیں یعنی جس کو وہ چاہتا ہے اپنی بادشاہی میں سے کچھ حصہ دیدیتا ہے یعنی حکومت الٰہیہ اُس کو عطا کرتا ہے خدا کی بادشاہت اور اُس کی طرف سے دی ہوئی بادشاہت وہی ہوگی جو وہ خود دیگا اور جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگی۔ جابر و ظالم بادشاہ کی بادشاہت خدا کی طرف سے دی ہوئی نہیں ہوتی وہ ظلم پر مبنی ہوتی ہے اور ظلم سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں جائز طریقہ سے حاصل کی ہوئی ثروت و دولت کو فضل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ڈاکہ و چوری و رہزنی سے حاصل کی ہوئی دولت بھی خدا کا فضل ہے۔ اسیطرح جو بادشاہت ظلم سے حاصل کی گئی ہے اور ظلم پر مبنی ہے وہ مُلکہٗ کی تعریف میں نہیں آتی۔ اور نہ وہ خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اس ہی نکتہ کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ اور اس ہی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کھائی ہے علامہ مشرقی نے جب وہ اپنے تذکرہ میں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو بھی حکومت زمین حاصل کرے وہ ہی خدا کا نیک بندہ ہے۔ انھوں نے اپنی بحث سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جاپانی اور جرمن جنھوں نے زمین میں حکومت حاصل کر لی ہے خدا کے نیک بندے ہیں اور دراصل وہی مسلمان ہیں لیکن ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں اور یہ نتیجہ غلط ہے۔ لہذا وہ بحث بھی جس کا یہ نتیجہ ہو غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کی حکومت ہوتی ہے۔ حکومت الٰہیہ اور حکومت فرعونیہ مقدم الذکر خیر پر مبنی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔ موخر الذکر شر پر

مبنی ہے اور جب شریر اور بد لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بسا اوقات خداوند تعالیٰ اپنی اس مصلحت کاملہ کی وجہ سے جس سے وہ خود ہی واقف ہے اُن کی کوشش میں مزاحم نہیں ہوتا اور وہ اس کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر خداوند تعالیٰ چاہے تو دنیا کی حکومت شریر اور بد لوگ حاصل ہی نہ کر سکیں جس طرح کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں کوئی شخص گناہ و نافرمانی و کفر کر ہی نہ سکے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی اُس مشیت کی وجہ سے جس کی بنا پر دنیا میں شر کو خیر کے، معصیت کو عصمت کے، اور ظلم کو عدل کے ساتھ رہنے کی اجازت دے رکھی ہے ظالم فراعنہ کو مادی قوانین کے مطابق حکومت حاصل کرنے سے نہیں روکتا تاکہ فراعنہ کے غلبہ سے گناہگاروں کو سزا مل سکے اور نیک بندوں کا امتحان ہو سکے۔ اتنی تمہید کے بعد اب ہم اُن نکات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراتے ہیں جو اس قصہ طالوت میں مضمر ہیں:

۱۔ بنو اسرائیل کے انبیاء اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوا کرتے تھے۔
۲۔ لیکن وہ بادشاہت نبوت کے معرفت حاصل ہوا کرتی تھی۔
۳۔ لہٰذا وہ حکومت الٰہیہ تھی۔
۴۔ چونکہ وہ حکومت الٰہیہ تھی۔ لہٰذا اُس کا بادشاہ خود خداوند تعالیٰ مقرر کرتا تھا
۵۔ اِس تقرر کا اعلان اُس نبی ہی کی معرفت ہوا کرتا تھا۔
۶۔ خود جہاد میں سرداری کرنا۔ اُس حکومت الٰہیہ کے والی کا مابہ الامتیاز ہے۔
۷۔ نبوت میں حکومت شامل ہونے کی شناخت یہ ہے کہ وہ نبی جس کی نبوت میں حکومت شامل ہے جہاد فی سبیل اللہ میں سرداری کریگا +
۸۔ بنو اسرائیل کو خود حکومت الٰہیہ کا بادشاہ مقرر کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔
۹۔ عوام الناس کا معیار انتخاب ہمیشہ دولت ہی رہا ہے۔ اس وقت بھی یہی تھا اور اب بھی رایوں کی خرید و فروخت عام ہے۔

۱۰۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے۔

۱۱۔ بادشاہت کے لئے خلافت الہیہ کے لئے، غرضیکہ ہر قسم کی سرداری کے لئے افضلیت اور سب پر برتری ہونی چاہیئے۔ افضل الناس ہی نبی ہوگا اور نبی کے بعد افضل الناس ہی اس کا جانشین ہوگا۔ حکومت الہیہ کے بادشاہ کو اپنی رعایا سے صفات علویہ ذاتیہ میں افضل ہونا ضروری ہے افضل کے موجود ہوتے مفضول کا سردار رہنا خلاف عقل ہے۔ یہہ کلیہ فرشتوں نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ شیطان نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ بنو اسرائیل نے پیش کیا اور مانا گیا۔ ہر موقعہ پہ صرف یہ جتایا گیا کہ تم اپنے تئیں افضل سمجھنے میں غلطی پر ہو۔ ہاں حکومت فرعونیہ میں مکاری و دغابازی اپنا کام کرسکتی ہے لیکن اُس میں تو ظالم ہی ظلم ہوتا ہے۔ جہاں اور ظلم ہیں وہاں یہ بھی سہی +

۱۲۔ حکومت الہیہ کی سرداری و بادشاہت صرف خدا کی طرف سے ہوتی ہے اُس میں انسان کی رائے کو دخل نہیں۔ فرشتوں کا اجماع تھا کہ خلافت الہیہ کے لئے آدم سے زیادہ وہ موزون ہیں۔ بنو اسرائیل کا مکمل اجماع تھا کہ طالوت بادشاہت کے لئے موزوں نہیں ہے۔ ہر موقعہ پہ وہ اجماع رد کیا گیا۔ جس کو خدا چاہیگا بادشاہت دیگا۔ لیکن سب سے افضل بنا کر دیگا۔ تاکہ اس کے اوپر حجت نہ قائم ہو سکے۔ پہلے اپنے مقرر کردہ شخص کو صفات قدسیہ سے مزین کریگا پھر حکومت الہیہ کا سردار مقرر کریگا۔ چونکہ فضیلت دینی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا حکومت الہیہ کا سردار مقرر کرنا بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور رہنا چاہیئے +

آپ نے دیکھا محض ایک یہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ کے قضیہ کا پورا جواب ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ۔ اُن لوگوں کے قصوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ اے ہمارے نبی پچھلے لوگوں کے واقعات کو بیان کرو۔ تاکہ یہ لوگ غور و فکر

کریں۔ یہ ہے قرآن شریف کے قصوں کی غرض و غایت۔

قضائے ربانی قرار دے چکی تھی کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے آخری نبی ہوں۔ اور اس تعلیمی نصاب میں جو خدا وند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعہ سے سکھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ آپ کی نبوت انتہائی درس کا درجہ رکھتی تھی۔ لہذا سب سے زیادہ مشکل تھی۔ اور چونکہ آپ کا عہدہ تمام انبیاء سلف کے عہدوں سے مشکل تھا۔ لہذا آپ افضل ترین انبیاء قرار پائے۔ آپ کی تعلیم کے دو نہایت مشکل ارکان تھے۔ ایک تو علائق دنیا کا عبادت الٰہی سے امتزاج اور دوسرے حکومت کو مذہب کی قیود میں رکھنا۔ آنحضرت کی بعثت کے وقت تک دماغ انسانی صفات الٰہی سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوا تھا۔ اُس ذات ہست سے کتنا اور کس قسم کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتا ہے ابھی تک عقل انسانی نے یہ معمہ حل نہیں کیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ اس کی ذات میں مل جانا روح انسانی کے ارتقا کی آخری منزل ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ ذات لامکان خود جسم انسان میں مکان بنا کر رہنے کی خواہش رکھتی ہے۔ اور سب اس کلیہ پر متفق تھے کہ دنیا اور لذات دنیا کا ترک مطلق تقرب الٰہی کا اول زینہ ہے۔ کوئی پہاڑوں میں تنہائی کی زندگی بسر کر کے رشی یا منی کہلاتا تھا۔ کوئی صومعہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں عمر بھر اپنی زندگی گزار کے راہب و کاہن کا لقب پاتا تھا عورت اگرچہ قدرت نے پیدا تو کر دی تھی لیکن ان نیک خیال بندوں کے نزدیک عورت کا تعلق سالک راہِ حقیقت کی روح کے ارتقاء و ارتفاع کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا تھا۔ پیغمبر اسلام کی تعلیم نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ آپ نے ایک ایسا دین فطرت قائم کیا جس کا پہلا اصول یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی تہذیب فطرت انسانی کی مطابقت سے ہو سکتی ہے۔ اُسکی مخالفت سے نہیں

خداوند تعالیٰ نے کوئی عضو یا جذبۂ انسانی بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ بجائے اس عضو یا خواہش یا جذبہ کے مارنے کے اُس سے وہ کام لینے چاہئیں جس کیلئے وہ خواہش پیدا کی گئی ہے۔ خدا کو دنیا کے راستہ سے حاصل کرنا گویا دنیا کو مزرعۂ آخرت سمجھنا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ دین و دنیا کا امتزاج ہی اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ اب تک بنی نوعِ انسان کو قربِ الٰہی حاصل کرنیکا جو طریقہ معلوم ہوا تھا۔ یا اگر اور طریقے بتائے گئے تھے تو وہ سب مطلقاً بھولے جا چکے تھے۔ جو یاد رہا تھا وہ یہ طریقہ تھا کہ دنیا اور اُس کی آزمائش کو قطعاً ترک کر دیا جائے۔ دینِ فطرت نے بتایا کہ یہ طریقہ مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اگر ترک دنیا ہی مطلوب تھا تو خلق دنیا کی کیا ضرورت تھی۔ انسان سے پہلے خداوند تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کی ہوئی تھیں۔ جن و شیاطین و ملائکہ سے ہم واقف ہیں۔ اور بھی بہت ہونگے جن سے ہم واقف نہیں۔ اگر یہ سب مخلوقات صنعت خداوندی کے کاملترین نمونے تھے تو پھر کسی اور مخلوق کو ان سب کے بعد پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور انسان کا پیدا کرنا بے سود تھا۔ کیونکہ کاملترین شے کے بعد ناقص کو پیدا کرنا حکمت خداوندی سے بعید ہے۔ یہی اعتراض ملائکہ کا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے ملائکہ کو یہ حکم دیکر کہ انسان کو سجدۂ تعظیمی کرو۔ ظاہر کر دیا کہ انسان میں اشرف المخلوقات بننے کی اہلیت ودیعت کی گئی ہے انسان ملائکہ سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے؟ اس وجہ سے کہ انسان کے لئے ابتلا ہے ملائکہ کے لئے ابتلا نہیں۔ انسان خیر و شر کے درمیان مختار ہے۔ ملائکہ میں شر کی آمیزش نہیں۔ اور چونکہ ان میں شر کی طرف جانے کا میلان ہی نہیں ہے لہذا اُن کے خیر کی بڑی قیمت نہیں۔ ذریعہ و جائے ابتلا فقط دنیا ہے۔ خیر و شر کے درمیان مختار ہونا اور پھر علائق دنیا میں جہاں شر کو نہایت زیبا و دلآویز لباس پہنایا گیا ہے شر کو چھوڑ کر خیر اختیار کرنا یہی روح انسانی کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اور یہی ذریعہ ہے تقرب الٰہی حاصل کرنے کا۔ جو ترک دنیا کرتا ہے۔ وہ ابتلا سے

بھاگتا ہے۔ اور جو ابتلا سے بھاگتا ہے وہ قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ انہماک فی الدنیا اور اعراض عن الدنیا دونوں مذموم ہیں۔ انہماک و ترک مطلق کے درمیان کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ تقرب کیا ہے۔ تقرب کے یہ معنی نہیں کہ روح انسانی الوہیت کے درجہ تک پہنچکر الہیت میں فنا ہو جائے یا خداوند تعالیٰ خود جسم انسانی میں آنکر حلول کرے۔ وہ خدا کیا جو انسان کے جسم کے اندر سما سکے یا جس کو جسم انسانی اپنے اندر لے سکے۔ چھوٹی شے بڑی شے میں سما سکتی ہے۔ بڑی شے کیونکر چھوٹی شے کے اندر سمائے۔ تقرب یہ ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اکرام کے درجہ کا نام تقرب ہے۔ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ۔

اسلام کی یہ تعلیم تمام ادیان مروجہ کی تعلیم سے بدرجہا مشکل ہے۔ پہاڑوں میں دنیا سے علیحدہ رہکر خدا کی یاد کرنا کہیں آسان ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ دنیا کے علائق میں رہیں اور پھر خدا کی عبادت کریں۔ ایک طرف بچے بھوک کے رو رہے ہیں دوسری طرف بیوی مطالبہ کر رہی ہے۔ دشمنوں کی عداوت ستا رہی ہے۔ جان ہاتھوں سے نکل رہی ہے۔ ظالموں کا ظلم دو چند ستا رہا ہے۔ اور پھر خدا کی یاد کئے جا رہے ہیں لیکن جس طرح محض تعلیم کے کورس کا مشکل ہونا کسی مدرسہ یا کالج کی اکملیت کی دلیل نہیں ہے اسیطرح اس مذہبی تعلیم کا مشکل ہونا اسلام کی اکملیت نہیں اکملیت یہ ہے کہ اس مشکل سبق کو آسان کیا جائے۔ اور اسباق الاشیاء کی طرح عمل کر کے دکھایا جائے۔ اور عمل کی عادت ڈالی جائے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ استاد کیسے ہیں اس مشکل کورس میں خود اُن کی اپنی لیاقت کیسی ہے۔ درسگاہ اُس وقت کامل کہلائیگی کہ جب اُس کا درس بھی اعلیٰ ہو اور مدرس بھی صاحب علم ہوں اور خود اُس نصاب پر حاوی ہوں۔ اس مدرسہ کی شہرت کیا ہوگی کہ جس کی جماعت کے نصاب میں تو حماسہ اور دیوان متنبی ہیں اور جماعت کا مدرس اس نصاب کو پڑھانے والا یہ نوٹ دے جاتا ہے کہ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا لیکن یہ بھی نہیں جانتا کہ عمر میں علت

نصب کیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اسلام کا دوسرا شغل نصابِ مذہب و حکومت کا تعلق ہے۔ اس آخری نبوت کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ پر احاطہ کرلے۔ حکومت عظیم ترین سبب ہے جو انسانی زندگی کی خوشی یا رنج کا باعث ہوسکتا ہے۔ انسان کی ساری زندگی مہد سے لیکر لحد تک اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب و حکومت دونوں کا مقصد واحد ہے۔ یعنی انسان کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنا جس میں خوشی و راحت و اطمینان کے ساتھ رہ سکے۔ یہ خوشی و راحت اس وقت ملتی ہے کہ جب اندر سے خیالات مطمئن ہوں اور بیرونی ماحول و اسباب اس اطمینان قلب کے منافی نہ ہوں۔ اطمینان قلب تزکیہ نفس سے پیدا پیدا ہوتا ہے اور پھر خود تزکیہ نفس کا باعث ہوتا ہے۔ اطمینانِ قلب و تزکیہ نفس ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ بیرونی حالات مناسبہ و ماحول پرسکون پیدا کرنا حکومت و سلطنت کا کام ہے۔ اندرونی تزکیہ نفس مذہب سے ہوتا ہے اگر اُن دونوں حالات میں تصادم و اختلاف ہوتا ہے تو پھر خوشی مفقود ہوجاتی ہے اور مذہب و حکومت دونوں کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ ظالم و جابر بادشاہ کے ملک میں قتل و غارت و فتنہ و فساد و ظلم و ناانصافی رائج ہوکر ہر ایک خاندان ہر ایک گھر ہر ایک فرد کی خوشی کو معدوم کردیتے ہیں اور اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ اہل حکومت کا ہر ایک فعل بنی نوع انسان کی خوشی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہی لوگ تو جنگ و امن کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ٹیکس و تجارت کے قوانین جاری کرتے ہیں اور انسان و انسان کے درمیان انصاف کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اُن کے ایک حکم سے جنگ قائم ہوکر دنیا کی خوشی و راحت و امن کو ملیامیٹ کردیتی ہے۔ ذرا سا حکم قوموں کی تجارتوں کو ستیاناس کردیتا ہے۔ حکومت کے قاضیوں کی ناانصافی ظلم و فتنہ و فساد کو عام کردیتی ہے۔ اگر بنی نوع انسان کا امن و چین اطمینان قلب منظور ہے تو ضروری ہے کہ مذہب و حکومت ایک جگہ جمع ہوں تاکہ حکومت کی

مشینری مذہب کے عمدہ اصولوں کے مطابق چلکر آرام و راحت پیدا کر۔
مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں۔ اپنے ہر ایک مرحلہ پر۔ سوتے جاگتے۔ بیوی بچوں کے تعلقات میں۔ غیروں سے معاملات کے اندر۔ گھر کے باہر اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اور خدا کی یاد اور اُس کا خوف اس کے ہر ایک عمل کی رہنمائی کرے ہمیشہ ورد زبان اور اس پر عمل کرے کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میری عبادت میرا ہر عمل میری ساری زندگی میری موت صرف خداوند تعالیٰ کے لئے ہے۔ یہی مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں راہِ تسلیم و رضا پہ چلنے والوں میں سے ہوں۔ غرضکہ مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ خداوند تعالیٰ کے لئے ہے۔ تو گویا ہر لمحہ وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ اور اس طرح اُس کی زندگی سے منشا ربانی پورا ہوتا رہتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ سلاطین و حکام کی زندگی کا بھی ہر لمحہ اسی طرح خدا کیلئے ہے جس طرح فقیروں درویشوں اور غریبوں کا۔ جب تک بادشاہ اپنی حکومت کا مقصد و منشا حصول خوشنودی خداوندی و رضائے ربانی نہ رکھیگا اُس کی حکومت خارج از اسلام ہوگی۔ عیسائی بادشاہ کہہ سکتا ہے۔ کہ The King can do no wrong یعنی بادشاہ کا کوئی فعل قابل مواخذہ نہیں ہے اور وہ ہر ایک قانون سے بالاتر ہے۔ لیکن اسلامی بادشاہ کی بادشاہت کی اول شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت رسول کا پابند ہو۔ اور اُس کے سارے احکام و ہدایات اسکے ماتحت ہوں +

معترض کہہ سکتا ہے کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ اکثر دنیا کی عزو جاہ اور اُس کی دولت و ثروت سے محروم رہے ہیں۔ بلکہ اس دنیا میں تکلیف و مصائب اُٹھاتے رہے ہیں۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا کی حکومت بھی بمنشاء اسلام ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ دنیا میں تکلیف اُٹھاتے رہے

ضرت ابراہیم کے لئے آگ تھی۔ حضرت یحییٰ کے لئے آرہ۔ حضرت موسیٰ جنگلوں کی سرگردانی۔ حضرت عیسیٰ کے لئے سولی کی تیاری کی گئی ب محمد مصطفیٰ کی زندگی کا زیادہ حصہ تکلیف میں گزرا۔ جناب امام حسین السلام کی شہادت تاریخ عالم کی سب سے بڑی مصیبت ہے لیکن ان ورود واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مشیت خداوند تعالیٰ یہ تھی کہ اُس کے نیک بندے دنیا میں تکلیف میں رہیں۔ اور دنیا کی نعمتیں اور برکتیں کافروں کے حصے میں آئیں۔ قرآن شریف میں دنیا کی نعمتوں کو اُن مہربانیوں بخششوں میں شمار کیا گیا ہے جو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مہیا کی ہیں یہ واقعات تو ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں۔ غور کرو۔ یہ کیوں ایسا ہوا۔ نتیجہ تو اس کے برعکس ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مذہب صحیح اصول زندگی سکھاتا ہے اور صحیح اصول زندگی پر عمل کرنے کا نتیجہ آرام و راحت ہونا چاہیئے نہ کہ تکلیف و مصیبت۔ وجہ یہ ہے کہ جس نظام حکومت اور جن حالات کے ماتحت یہ بزرگ رہتے تھے وہ مذہب کے مطابق ماحول نہ پیدا کر سکے۔ اور دونوں میں اختلاف و تصادم رہا۔ اور نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔ اگر حضرت عیسیٰ اور اُن کے حواریوں کے زمانہ کی حکومت اُنکے خیال کے مطابق ہوتی۔ اگر امام حسین علیہ السلام کے زمانہ کی حکومت واقعی مردِ کامل اور مومن کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ نتیجے نہ ہوتے جو ہوئے

امر واقعہ یہ ہے کہ اب تو تمام امتِ محمدیہ کا اتفاق اس پر ہو چکا ہے کہ جناب ختم المرسلین کی نبوت میں حکومت شامل تھی۔ چنانچہ سید ابو الحسن علی ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں لکھتے ہیں:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ایک بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک اہم مقصد حکومت الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظام سیاست و اخلاق و معاشرت جاری کرنا تھا" (ص ۲۰)

پھر آگے چلکر فرماتے ہیں:-

"دوسرے نہایت اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا
بھی نہیں ہوسکتا۔ اسلام کا دنیا میں ایک مستقل نظام ہے جو حکومت پر مبنی
ہے۔ بغیر حکومت کے قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے خود
اسلام کی حفاظت بھی بغیر قوت کے ممکن نہیں مثال کے طور پر اسلام کا پورا
نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے! اسی لئے قرآن غلبۂ عزت کے
اصول پر زور دیتا ہے۔ اور اسی لئے خلافت اسلامی بہت اہم اور مقدس
چیز سمجھی گئی۔ اور اسکو اکابر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین
پر مقدم رکھا...... امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے
وہ اس سے ظاہر ہے کہ امت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے......
لیکن یہ یاد رہے کہ اس کیلئے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال
کئے گئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار کی شان ہے
یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی اختیار کرنے کی درخواست و عرض کریں گے پس
امر و نہی کے لئے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے" (ص ۱۴۹ و ۱۵۰)۔

علامہ مشرقی کا سارا تذکرہ ایک مسلسل بحث ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت
ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام کا مقصد اولی دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا۔
اور جناب رسول خدا کی نبوت کا یہ جزو اعظم تھا۔ اگرچہ اس بحث میں انہوں نے اتنا
مبالغہ کر دیا ہے کہ جائز حدود سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ بہرصورت اس سے
ہمیں کچھ غرض نہیں۔

جن لوگوں نے ذرا سے بھی فکر کے ساتھ بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ
فوراً اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ سیاست و حکومت مذہب اسلام کا ایک جزو لاینفک
ہے اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے چنانچہ Mr. D. B. Macdonald
اپنی کتاب موسومہ Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory

اہیں لکھتے ہیں:-

Life is manifold, but it is also one. It is seldom possible, and still more seldom advisable, to divide a civilisation into departments and to attempt to trace their separate developments, life nowhere can be cut in two with a hatchet. And this is emphatically true of the civilisation of Islam... In Europe, the State may rule the Church or the Church may rule the State; or they may stand side by side in some sort of dubious amity, supposedly taking no account of each other. But in Muslim countries, Church and State are one indissolubly, and until the very essence of Islam passes away, that unity cannot be relaxed. The Law of the land, too, is in theory, the law of the Church in the earlier days at least, canon and civil Law were one. Thus we can never say in Islam," he is a great lawyer, he. a great theologian· he is a great Statesman." One may be all three almost he must be all three, if he is to be any one.

ترجمہ۔ انسانی زندگی کی بہت سی نیرنگیاں ہیں لیکن وہ ایک واحد شے بھی ہے۔ لہذا نہ تو یہ ممکن ہے اور نہ ہی یہ موزون ہے کہ کسی ایک تہذیب تمدن کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے اور پھر اُن کی تاریخی ترقی کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے۔ انسانی زندگی چاقو سے دو ٹکڑوں میں نہیں تراشی جا سکتی۔ یہ کلیہ نہایت سختی کے ساتھ اسلام کے تمدن و تہذیب پر عائد ہوتا ہے ...

یورپ میں حکومت مذہب پر حکمرانی کرے یا مذہب حکومت پر یا دشاہت یا دونوں علیحدہ علیحدہ مشکوک و مشتبہ آشتی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہیں اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے لیکن اسلام میں مذہب و حکومت اس طرح سے متحد ہیں اور دونوں ملکر ایک ہو گئے ہیں کہ دو علیحدہ نہیں کئے جا سکتے۔ اور جب تک اسلام کی روح باقی ہے اس اتحاد و یگانگت میں کمزوری نہیں آسکتی۔ اسلامی ممالک کی سیاسیات و قانون ہی در اصل مذہب اسلام ہی کا قانون ہے۔ کم سے کم شروع زمانہ اسلام میں مذہبی اور ملکی قانون ایک ہی تھا۔ چنانچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ شخص بہت زبردست مقنن ہے۔ وہ شخص بہت بڑا فقیہہ ہے۔ اور تیسرا شخص بہت قابل سیاستدان ہے۔ اگر وہ کچھ ہے تو اس ایک ہی میں یہ تینوں صفات ہونی لازم ہیں۔

جب ہم نے ثابت کر دیا کہ اسلام میں سیاسیات و مذہب کا اجتماع ایک شخص میں قرار دیا گیا ہے تو پھر ہمکو اس کی پرواہ نہیں کہ جاپان کی کیا رائے ہے۔ امریکہ کیا کہتا ہے۔ افریقہ کے حبشی کیا کرتے ہیں۔ یورپ کے فلاسفروں کی کیا رائے ہے۔ اور جب امر واقعہ یہ ہے کہ جناب ختم المرسلین کی نبوت کا مقصد اولیٰ زمین پر حکومت الٰہی قائم کرنا تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یورپین حکماء و مدبران کا یہ کلیہ کہ مذہب و سیاست کا اجتماع ناممکن ہے اسلام کے لئے قابلِ قبول نہیں۔ چنانچہ سید ابوالحسن علی ندوی اپنی اسی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبد العزیز اموی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ دین و سیاست کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔" ص ۳۵ +

فلاسفران فرنگ کا یہ کلیہ کہ مذہب و حکومت کا اجتماع دونوں کی کمزوری کا باعث ہوتا ہے لہذا ناموزوں ہے محض ایک سیاسی پروپاغنڈا ہے! اور جس طرح دیگر پروپاغنڈاؤں کی غرض و غایت کسی خاص کمزوری کا چھپانا ہوتا ہے۔

اس پروپاگنڈہ کا مدعا مذہب عیسائیت کے ایک نقص کو چھپانا تھا
تو یہ ہے کہ دین عیسوی کے واضعان نے اس کو حکومت کے لئے
ہی نہیں کیا۔ لہذا اس مذہب میں حکومت کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔
ہب عیسوی نے تو صاف طور سے اپنے مقلدین کو حکم دے دیا کہ

Render unto Caesar things that belong to Caesar

سیزر اس زمانہ میں روم کے کافر بادشاہ کو کہتے تھے مطلب اس فقرہ کا یہ ہے کہ کہ امور سیاسیہ میں اپنے کافر بادشاہ کی اطاعت کرو۔ یعنی مذہب کا تعلق حکومت سے نہیں ہے۔ حکومت کے امور میں مداخلت نہ کرو۔ اپنے مذہب کے اس نقص کو نہ دیکھتے ہوئے یورپ نے اپنے مذہب کے ہاتھ میں کچھ عرصہ تک حکومت دے بھی دی۔ لیکن یہ تجربہ ناکامیاب ثابت ہوا۔ اُنھوں نے اپنی اس ناکامیابی کی وجوہ پر تو غور نہ کیا بلکہ اس ناکامیابی کی بنا پر یہ کلیہ قائم کر دیا کہ مذہب و سیاست کا اجتماع مضر ہے۔ خرابی پر خرابی یہ ہوئی کہ عیسائیت سے پہلے جو یورپ میں مذہب رائج تھا۔ وہ اُس سے زیادہ ناقص و نامکمل تھا۔ نیچر پرستی یا بت پرستی میں اتنی ہمہ گیری کہاں کہ وہ سیاست و حکومت میں دخل دے سکے۔ اُس مذہب کی ساری کائنات چند خداؤں کی ایک فہرست اور کچھ مندروں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس کا واحد مقصد صرف یہ تھا کہ انسان کسی طرح قدرت یا نیچر کی اُن طاقتوں سے جو اُسے عظیم الشان نظر آتی تھیں محفوظ رہ سکے۔ لہذا نیچر کے ہر ایک ضرر رساں عمل اور قدرت کے ہر ایک ہیبت ناک منظر کو خدا تصور کر کے اُس کی پرستش کرنی اُس دین کا منتہائے نظر تھا۔ بجلی کی کڑک چمک کا ایک خدا تھا۔ سمندر کا ایک خدا تھا۔ ہوا کا خدا۔ بارش کا خدا۔ بیماریوں کا خدا غرضیکہ عابدوں سے زیادہ معبودوں کی تعداد تھی۔ ایسے مذہب کے تخیل میں تہذیب اخلاق و تربیت جذبات کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ پھر حکومت کی اصلاح

کا خیال کیونکر ہو سکتا۔ محدود دفع الوقتی کا مذہب رکھنے والی سلطنتوں
مذہب و حکومت علیحدہ ہونا ہی تھا۔ یورپ کی عظیم الشان سلطنتیں او
عروج کے زمانے اسی حالت میں گزر گئے۔ یہ وہ سرزمین اور یہ وہ فضا
جس میں عیسائیت نے نشوونما پائی۔ اس مذہب نے پہلے مذاہب کی جگہ
لیکر اُن کو بے دخل تو کر دیا۔ لیکن چونکہ خود محدود تھا اور اپنی تہذیب و اپنا
علیحدہ تمدن لیکر نہیں آیا تھا۔ لہذا سیاسی و معاشرتی و تمدنی اصول سب
یونانی و رومانوی تہذیبوں اور تمدنوں سے اخذ کئے۔ بلکہ یوں کہو کہ اُن کو
بہت کم چھیڑا۔ اُن کو اسی طرح رہنے دیا اور وہ خود ہی اُن سے متاثر ہو گیا
یہ امر واقعہ اپنے ثبوت کے لئے کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ یورپ کی موجودہ
یعنی عیسوی تہذیب کا ماخذ و منبع وہی پچھلی یونانی و رومانوی تہذیبیں
اور تمدن ہیں جب روم نے یونان کو فتح کیا تو صورت حالات یہ پیدا
ہوئی کہ اُس نے اُس کے جسم کو فتح کر لیا لیکن دماغ کو فتح نہ کر سکا! ورومن
تہذیب بالکل یونانی تہذیب سے مغلوب ہو کر اُس میں مدغم ہو گئی۔ روم کے
شاہنشاہ کانسٹینٹائن نے عیسائی مذہب تو قبول کر لیا۔ لیکن تہذیب
اور تمدن اپنا وہی رومانی بلکہ یوں کہو کہ یونانی رکھا۔ چونکہ عیسائیت
خود اپنی کوئی تہذیب نہیں پیش کر سکتی تھی۔ لہذا اُس نے بھی وہی تمدن
اختیار کر لیا۔ جب ازمنہ وسطیٰ کی تاریکی کو علم کی کرنوں نے دور کرنا شروع
کیا۔ تب بھی وہ علم یونان و روم کے ہی کافر حکماء کا تھا۔ ان سب امور کا
نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے سیاسی و معاشرتی و تمدنی اصول وہی ہیں جو
رومانوی اور یونانی تہذیب و تمدن کے تھے۔ اِن کی زبانوں میں اُن کے
الفاظ ہیں۔ اِن کے دماغوں میں اُن کے خیالات ہیں۔ اُن کے دلوں
میں اُن کے جذبات و تاثرات ہیں۔ یورپ کی موجودہ تہذیب
کی عمارت بالکل یونانی و رومانی تہذیبوں کی بنیادوں پر

ئی ہے۔ ظاہر ہے کہ فلاسفران یورپ کا یہ کلیہ کہ حکومت مذہب کو علیحدہ
ہے۔ دراصل رومانوی اور یونانی حکماء کا قائم کیا ہوا اصول ہے۔ یورپ
کلیہ کے قبول کرنے میں آسانی اس وجہ سے ہوئی کہ عیسائیت کے
ل حکمرانی کے لئے موزون نہ تھے اور اس کے واضعان نے اسکو حکومت
کے لئے وضع نہیں کیا تھا +

اگرچہ دین عیسوی نے بادشاہت پر حکومت کرنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا
لیکن اُس کے پیروان و مقلدین کی عقل سلیم سے یہ باہر تھا کہ الہامی دین بھی سمجھا
جائے۔ خدا کی طرف سے اُس کے اصول و قواعد مقرر ہو کر آئین اور پھر بھی وہ کسی
دنیاوی بادشاہ کا محکوم ہو۔ جب عیسائیت کے رہنما یعنی پاپائے اعظم نے اُس
منطق پر غور کیا اور دنیا کی وحشت اور بربریت پر نظر ڈالی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ
جب تک مظہر طاقت جسمانیہ یعنی بادشاہت عظمت و جلالت روحانیہ یعنی مذہب
کے ماتحت نہیں رہیگی۔ اس وقت تک دنیا کی تمدنی و معاشرتی و سیاسی اصلاح
ناممکن ہے۔ لہٰذا ایک ایسا نظام قائم کیا گیا کہ جس میں اسوہ عیسوی کا بھی شائبہ
باقی رہے۔ اور یہ مشکل بھی حل ہو جائے۔ پوپ نے خود براہ راست تو حکومت اپنے ہاتھ
میں نہ لی لیکن یہ اصول قائم کیا کہ اصلی بادشاہت محض خدا اور اُس کے نائب و خلیفہ یعنی
پیغمبر کے لئے ہے۔ اور پیغمبر کے بعد اس کے نائب پاپائے اعظم کا یہ حق ہے۔ اور
اس اصول کی بنا پر ایک عیسائی ملک کے بادشاہ کو یہ ماننا پڑا کہ اُس کو جو یہ بادشاہت
و سلطنت ملی ہے وہ خدا کے نائب خلیفہ یعنی پاپائے اعظم کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔
کوئی بادشاہ اپنے ملک میں حکومت نہیں کرسکتا تھا جب تک پوپ اسکو تاج نہ
بخشدے۔ اس رسم تاجپوشی کے لئے عظیم الشان مجلس شوکت و جلالت قائم کی
جاتی تھی، اور اکثر بادشاہ خود روم جا کر پوپ سے اپنا تاج حاصل کرتے تھے۔ اس رسم
کو کورونیشن کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ آج کے دن تک برطانیہ اعظم کا اُسقف
اعظم خود اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پر تاج رکھتا ہے۔ اور بادشاہ کو مذہب

عیسوی کا محافظ کہتے ہیں۔ اُس زمانہ میں یہ اصول اور یہ رسم اپنی پوری ع
تھے جس بادشاہ سے پوپ ناراض ہو جاتا تھا اُس کے کورونیشن سے
تھا اور پھر بادشاہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ہم ایک قصہ سنا
پوپ گریگری ہفتم نے چرچ میں چند اصلاحات نافذ کیں۔ رومن سلطنت
اور جرمن کے بادشاہ ہنری چہارم نے ان اصلاحات کی مخالفت کی۔ پوپ نے ا
مذہب سے خارج کر دیا۔ یہ ۱۰۷۶ء کا واقعہ ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہنری کے ملک
کی رعایا نے اُس کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں
آخر کار شہنشاہ اعظم تنگ آگیا اور پوپ سے معافی چاہی۔ خود پا پیادہ کوہ الپس کی
گھاٹیوں کے اندر جہاں پوپ کا ان ایام میں قیام تھا گیا تین دن تک اندر آنے کی
اجازت نہ ملی۔ صحن محل میں تین شب و روز برف کے اندر پوری دراکھ سے ڈھکا
ہوا کھڑا رہا۔ بوری دراکھ میں لپٹنا معافی مانگنے کی علامت تھی۔ آخر تین دن کے
بعد اندر آنے کی اجازت ملی اور معاف کیا گیا (۱۰۷۷ء) اس میں کچھ نہیں کہ پوپ
کا یہ عروج چند دن ہی رہا۔ اور پھر بادشاہ و پوپ میں ایک ایسی کشمکش شروع ہو گئی۔
جس نے آخر کار پوپ کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ اس ناکامیابی کو دیکھکر حکماء یورپ نے
کلیہ قائم کیا کہ حکومت و مذہب ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہئے لیکن یہ
محض ایک پروپاگنڈا کی حیثیت سے شروع کیا گیا تھا۔ تاکہ اس تجربہ کی ناکامیابی کے
اصلی وجوہ و علل پر پردہ پڑ جائے۔ اس غلط کلیہ کے اجرا اور اُس کی ناکامیابی کے
اسباب یہ تھے :۔

(۱) یونانی و رومانوی حکماء نے تو اس کلیہ کو اس وجہ سے قائم کیا کہ اُن کے مذہب
میں یہ اہلیت ہی نہ تھی کہ حکومت کو اپنے عاطفت میں لے +

(۲) یورپ کی تہذیب چونکہ رومانوی و یونانی تہذیب کے اصولوں پر مبنی ہے۔ لہذا
اُس نے یہ کلیہ قبول کر لیا +

(۳) اس کی ناکامیابی کی وجہ اوّل تو یہ تھی کہ در اصل یورپ میں اس کلیہ کا تجربہ ہی

ہوا۔ در اصل وہاں ایک شخص کے ہاتھ میں حکومت و مذہب کا اجتماع کبھی نہ ہوا۔ بادشاہ علیحدہ تھا اور پوپ علیحدہ اور یہ دو عملی ہی زیادہ تر اس ناکامیابی کا باعث ہوئی۔ یہ تو در اصل دو بادشاہ ایک اقلیم میں حکومت کرنا چاہتے تھے جو ناممکن تھا +

(۴) مذہب عیسوی میں حکومت کے اصول موجود نہ تھے۔ پاپائے اعظم نے وہی اصول اختیار کئے جو عموماً اُس زمانہ کے بادشاہوں کے تھے یعنی سازش۔ زہر اور تلوار۔ اور ان تینوں ترکیبوں کا آخر کار ناکامیاب ہونا لازمی ہے +

(۵) قومیت اور وطنیت کا غلط تخئیل بھی جس نے مذہب کا ایک رقیب مدمقابل پیدا کر دیا۔ پوپ کے اقتدار کے لئے ایک تیشہ کاری تھا +

مذہب و سیاست کو علیحدہ کر کے یورپ والے کچھ فلاح کو نہیں پہنچے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا وہ اُن کیلئے بہت بُرا تھا۔ مذہب اور مذہبی اصول کو بادشاہ و سیاست کے تابع کرنا الہامی مذہب کے دعووں اور اُس کی ہمہ گیری کے خلاف تھا۔ یورپ کی مادیت اس غلطی کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ مذہب کی جگہ وطنیت اور قومیت نے لے لی۔ مذہب تو ایک تھا۔ قومیں کئی ہو گئیں۔ اور پھر جو باہمی جنگ ہوئی اور ہوتی رہتی ہے وہ یورپ اور تمام دنیا کے لئے خطرناک ہے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اس ہی قومیت کے بخار کا نتیجہ تھی۔ اور موجودہ محاربہ عظمےٰ جس کی مثال دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس ہی اصول کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یورپ اس نعمت عظمےٰ کو حاصل نہ کر سکا کہ اُس کی حکومت مذہب کے زرین اصولوں کے مطابق ہوتی۔ لہٰذا اُس نے اپنی ناکامیابی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ پروپاغنڈا جاری کر دیا کہ حکومت و مذہب کا اجتماع مضر اور ناممکن ہے۔ لیکن اسلام کا مقصد اور اُس کا طرۂ امتیاز ہی یہ تھا کہ اس مشکل مسئلہ کے حل کو عملی جامہ پہنا کر دکھلائے۔ صاحبان غور و فکر اس بات کو اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں۔ چنانچہ جناب ایس۔ خدا بخش متوطن بانکی پور جو جماعت اہلِ حکومت کے نہایت نامور مورخ ہیں اپنی کتاب Politics In ...

J ...

کے ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں:۔

...amed not only founded a new religion ...stablished a new polity. By converting ... countrymen to the faith in one God, he ...estroyed the old constitution of his native town and in place of the old aristocratcic tribal constitution, which meant conduct of public affaris by the ruling families, set up an out-and-out theocratic constitution at the head of which he stood as the representative of God on earth. Even before his death almost the whole of Arabia-Arabia, which had never bent its neck to a prince or ruler-lay, allof a sudden, at his feet, as a national unit, paying homage to the will of an absolute master

And yet (as we shall learn in the Sequel), thougn repressed by religion, and turned for a time, into other channels, the old tribal and clannish spirit never acutually and completely perished among them. In fact the suose uent history of the Arabs is the history of the collision and conflicot of this very spirit which entirely swayed the Arab mind.

ایس کرمس اے ایس خدابخش صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

(B) The most striking feature in the character the arabs is their nervous excitability; and the character, accordingly may be dived into classes. In one the wild, unrestrained beduin position shows itself. Its characteristics are g. fondness for plunder, exceeding sensuality and an unrefined pride. In the more enlightened natures where these wild impulses were suppressed or controlled by a more highly developed sense of morality, one finds a deep pervading melacholy, insensibly passing into religious fervour and ecstasy .... We notice the two aspects of the Arab character in the companions of the Prophet: The majority of the companions fall under the first heading; gold and property were all in all to them. The most distinguished companions of the prophet, especially those nominated by Omar to the Council of Regency, acquired immens wealth. Zubair left behind property worth fifty million Dirhams Abdr-Rahman Ibn Auf owned, when he died, one thousand camels and so much in cash that every one of his four widows (another report three) after the deduction of the share of the children, obtained eighty to hundred thousand Dirhams. Sa'ad ibn Abi Waqqas had a beautiful palace in the neighbourhood of Medina where he lived in comfort and peace. Talha left behind on his death twenty lacs of dirhams and two lacs of Dinars in cash. His capital and landed properties were valued at 30 millio Dihams.

ترجمہ۔ (الف) حضرت محمد صلعم نے صرف ایک جدید مذہب ہی نہیں قائم کیا تھا بلکہ ایک جدید سیاست و طرز حکومت بھی قائم کی تھی۔ اپنے ہم وطنوں کو خدائے واحد کے اعتقاد کی طرف لاکر انہوں نے اپنے شہر کی پرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور پرانی قبیلوں کی سرداری کی جگہ جو امیر خاندانوں کی حکومت کے مرادف تھی

انہوں نے حکومت الٰہیہ قائم کی جس کے سردار وہ خود تھے۔ کیونکہ وہ زمین پر نائب خداوند تعالیٰ تھے۔ آپ کی رحلت سے قبل ہی تمام عرب۔ وہ عرب جس نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی۔ آپ کے قدموں پر آگرا۔ اور اُس نے آپ کو اپنا خود مختار حاکم اور والی تسلیم کر لیا ..... اگرچہ تھوڑے عرصہ کیلئے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا قبیلوں کی پرانی عادتیں مذہب سے دب گئی تھیں۔ لیکن وہ عادتیں کبھی مکمل طور سے عربوں میں سے معدوم نہیں ہوئیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی آئندہ کی تاریخ یہی قبیلوں کی آپس کے رشک و حسد کی تاریخ ہے جو ہمیشہ عربوں کے دماغ پر مسلط رہی ؂

(ب) عربوں کی فطرت کی سب سے نمایاں علامت اُن کا بہت جلد واقعات سے اثر پذیر ہو جانا ہے اور اس وجہ سے عربوں کی فطرت دو قسموں میں تقسیم ہو سکتی ہے اول قسم تو وہ ہے کہ جس میں آزاد جنگلی بدوی خصلت نمایاں ہے اُس کی خصوصیات حرص و طمع و غارتگری عیش پسندی و نخوت و غرور ہیں دوسری قسم مہذب و علم والے لوگوں کی ہے جن میں ان خواہشات و جذبات کو فرائض شناسی نے قابو میں کیا ہوا تھا۔ ان لوگوں میں گہری غم آلود متانت تھی جو آخر کار مذہبی جوش میں تبدیل ہو گئی .... جناب رسول خدا کے صحابہ میں دونوں قسم کے لوگ تھے۔ اور ان میں یہ دونوں قسم کی حالتیں پائی جاتی تھیں جس طرح جناب رسول خدا میں اپنی قوم کی خصلت نمایاں تھی۔ آنحضرت کے صحابہ کی اکثریت قسم اول کے لوگوں کی تھی۔ اُن کیلئے مال و جائداد ہی سب کچھ تھا۔ جناب رسول خدا کے نہایت مشہور صحابہ نے خصوصاً اُنہوں نے جن کو حضرت عمر نے ممبران شوریٰ مقرر کیا تھا۔ بہت زیادہ دولت جمع کر لی تھی۔ زبیر نے اپنی وفات پر پانچ کروڑ درہم کی جائداد چھوڑی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی وفات پر ایک ہزار اونٹ اور اتنا روپیہ چھوڑا کہ ان کی چار بیبیوں اور بقول تینوں بیوگان میں سے ہر ایک نے اولاد کا حصّہ نکالنے کے بعد اسّی

رہم تک پایا یسعد ابن ابی وقاص نے مدینہ کے نزدیک ایک عالیشان
یا تھا جس میں وہ عیش و آرام کے ساتھ رہتے تھے۔ طلحہ نے اپنی وفات
ں لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑے۔ ان کی دولت و جائداد کی کل
ت تین کروڑ درہم تھی +

ان اقتباسات سے بہت سے امور ثابت ہوتے ہیں۔ ہم صرف اُن میں سے چند کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کراتے ہیں:۔

۱۔ آنحضرت نے ایک نیا طرز حکومت و تمدن قائم کیا۔ پرانی حکومت جیسی بھی تھی اُس کو قطعی طور سے نیست و نابود کر دیا۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ آنحضرت نے پرانی شیخانی طرز حکومت سے نمونہ لیا۔ اور اُس کی تقلید میں جمہوریت قائم کی +

۲۔ آنحضرت نے حکومت الٰہیہ قائم کی جس کے سردار آپ خود تھے۔ اور آپ مطلق العنان تھے +

۳۔ باوجود اسلام کے اُن لوگوں میں سے پرانی عادت و رسم و رواج زائل نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ اسیطرح قائم رہے +

۴۔ آنحضرت کے صحابہ دو قسم کے تھے۔ اُن میں اکثریت تو اُن لوگوں کی تھی جنمیں حرص و طمع و غارتگری بیجا غرور اور نفس پرستی تھی۔ اقلیت اُن لوگوں کی تھی جو صاحب علم و اخلاق تھے۔ بمقدم الذکر اکثریت کے لئے تو جو کچھ تھا بس دنیا کا مال ہی تھا +

۵۔ لوگوں میں اثر و رسوخ رکھنے والے صحابۂ رسول وہ تھے جنھوں نے بہت زیادہ مال و دولت جمع کر لیا تھا اور جو اس اکثریت میں سے تھے جن میں طمع و حرص و غارتگری و نفس پرستی تھی +

۶۔ ان ہی میں سے زبیر و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے جنھوں نے بے شمار دولت جمع کر لی تھی +

۷۔ حضرت عمر کے دوست اور معتمد علیہ وہی تھے جنھوں نے آنحضرت کی

وفات اور حضرت عمر کی رحلت کے درمیانی وقت میں اتنا کثیر مال جمع کر لیا۔

۸۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے بلاذری کی اس تحریر کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے کس طرح اور کن لوگوں کو اپنی اور اپنے دوست کی حکومت مستحکم کرنے کیلئے جاگیریں تقسیم کی تھیں۔ ورنہ ان لوگوں کے پاس اور کوئی خاص ذریعہ مال جمع کرنے کا نہ تھا۔

۹۔ اب تو ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کیوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر ممبران شوریٰ نے حضرت علی سے یہ اقرار لینا چاہا کہ وہ سنت رسول و سنت شیخین دونوں کی پیروی کریں، سنت رسول تو محض زینت کیلئے کہا گیا تھا۔ مدعا سنت شیخین سے تھا۔ اور کیوں جب حضرت علی نے محض سنت رسول پر چلنے کا وعدہ کیا تو اُن بزرگوں نے آپ سے اعراض کیا سنت شیخین پر خلیفہ کو چلانا ضرور تھا تاکہ جس ذریعہ سے دولت جمع ہوئی تھی وہ بند نہ ہو جائے۔

اب اس بحث کو زیادہ طویل دینا بے سود ہے۔ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں حکومت شامل تھی اور وہ آپ کی نبوت کا جزو اعظم تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حکومت و سیاست کا اجتماع شخص واحد میں اصلی مقصد اسلام ہے۔ اور یہ نظریہ کہ مذہب و سیاست کا ایک جگہ اجتماع مضر ہے جہالت کا نظریہ ہے۔ یورپ نے اپنی ناکامیابی کی وجوہات پر پردہ ڈالنے کیلئے اس کو مشتہر کیا ہے۔ آنحضرت کی نبوت کا مقصد دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قائم کرنا تھا۔

یورپ کی تعلیم کا ایک دیر مضر اثر مسلمانوں میں پھیل رہا ہے۔ اور چونکہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی ظاہری نمائش کی حمایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ اُس کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے جو کہ محض غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے اسلام کی نہ ہمیں خبر نہیں جو اسلام قرآن شریف میں ہے اور جس کی تعلیم جناب

خدا نے دی وہ تو جمہوریت و طبینت کے بالکل خلاف ہے طبینت
جمہوریت کا ایک جزو ہے۔ اب تو تمام مفکرین اسلام کا اس پر اجتماع
ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں چنانچہ حکیم امت حضرت اقبال
فرماتے ہیں ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جمہوریت کا اول و آخرین اصول یہ ہے کہ اکثریت کی رائے نص قطعی ہوتی ہے۔
ان کے نزدیک دو سو احمق ایک سو ننانوے عقلمندوں سے بہتر ہوتے ہیں اور
ان پر حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر ایک شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو مجرم اور
گردن زدنی۔ اگر ایک جماعت (یعنی قوم) اپنی کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالے (دوسری
قوم کو دبائے) تو عین حق۔ دس احمق نو عقلمندوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں۔ کیا
معاذ اللہ اسلام میں بھی یہی احمق پروری ہے۔ یا قرآن شریف کی بھی یہی رائے ہے
ہم آپ کو بادشاہت و جمہوریت کا فرق بتاتے ہیں۔ بادشاہت میں صرف ایک
آدمی حکومت کرتا ہے۔ جمہوریت میں دو صد آدمی ملکر حکومت کرتے ہیں۔ بادشاہ
اگر رعایا کے درمیان انصاف کرنا چاہئے تو کر سکتا ہے لیکن اگر جمہوریت میں یہ
حکمرانوں کی جماعت انصاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی کیونکہ اُن کو رائے دہندگان
کا خوف ہوتا ہے جنکی رایوں سے انکی حکومت ملتی ہے۔ رائے دہندگان چونکہ اپنی پارٹی
یا جماعت کو حکمران پاتے ہیں۔ لہٰذا اس طاقت کے زعم میں دوسروں پر زیادتی و ظلم
کرنا اپنا جائز حق سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ اُن کی رائے کی قیمت ہوتی ہے۔ بادشاہ اگر ظلم
کریگا تو کہاں تک ظلم کریگا۔ صرف ایک آدمی کی خواہشات کی حد تک ظلم ہوگا۔ اپنے
خاندان والوں سے تو بادشاہ اکثر کنارہ کیا ہی کرتے ہیں۔ اور اُن کو اختیار نہیں دینا
چاہئے جمہوریت کے حکمران اگر ظلم پہ آئیں تو کئی درجن خاندانوں اور اُن کے
لواحقین و دوستوں و رشتہ داروں کی خواہشات کی لا انتہا حدود تک ظلم ہوگا بادشاہ
اگر خود غرض ہے تو ایک آدمی کے اوپر جہاں تک خرچ ہو سکیگا کریگا۔ یہ درجن کے درجن

حکمران کئی درجن گنا خرچ زیادہ کرینگے۔ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ صرف پانچ
تک یہ حکمرانی ہے تو پھر دونوں ہاتھوں سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ بادشاہ
بہت پورانا شرافت کا مجسمہ ہوتا ہے نسلاً بعد نسلٍ بادشاہت کرتے
فیاض اور خیالات وسیع ہو جاتے ہیں چشم سیر ہوتی ہے۔ حوصلہ عالی
رشک و حسد و تنگ خیالی کا اثر تک نہیں ہوتا۔ دوسروں کو فیض پہنچا
کی فطرت کا خاصہ ہوتا ہے سخاوت کا سمندر جب جوش مارتا ہے تو سارے
ملک کے کونہ کونہ میں اُس کی لہریں پہنچتی ہیں جمہوریت کے درجنوں حکمران عوام الناس
کی رالیوں سے مٹی کے ڈھیر سے اُٹھا کر تخت پر بٹھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے
کسی کے باپ دادا لوہار ہوتے ہیں۔ کوئی جولاہوں کے خاندانوں میں سے ہوتا
ہے کسی کے یہاں جوتے بنتے آئے ہیں۔ یہ لوگ حکمرانی کے لئے منتخب ہوتے
ہیں۔ باپ نہ ماری پیدڑی اور بیٹا تیرانداز۔ وہ اپنے اپنے پیشہ اور خاندان
کے تنگ خیالات۔ رشک و حسد۔ رقابت تھڑ دلاپن لے کر آتے ہیں۔ یہ کیا جانیں
کہ دوسرے کو فیض پہنچانا کس کو کہتے ہیں سخاوت کس شے کا نام ہے۔ دریا دلی
کیا ہوتی ہے۔ شاہانہ بے نیازی کس کو کہتے ہیں۔ یہ تو کسی کے ساتھ نیکی بھی کرینگے
تو اُس کے عوض پر پہلے نظر ڈال لیںگے کہ اس کو جو ہم نے یہ فائدہ پہنچایا ہے وہ
اس کے عوض میں ہمیں کیا دیگا۔ ہم اس عقل کی اعجوبیت پر حیران ہیں گھوڑوں،
بیلوں، کتوں، گدھوں، کبوتروں، مرغوں کی نسلوں کو تو بہت اہمیت دی جاتی
ہے۔ اُن کے ماں باپ کا ایک طویل شجرہ ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تاکہ خریداروں
کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ جو جانور کئی پشتوں سے نجیب الطرفین ہوتے ہیں وہ
بہت زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن جب اپنے حکمرانوں کے انتخاب کا وقت آتا
ہے تو پہلی نسل کو بھی نہیں دیکھتے۔ وہاں تو جس کی تھیلی میں زیادہ روپیہ ہوتا ہے
یا جس کی زبان میں زیادہ روانی ہوتی ہے وہی بازی لے جاتا ہے۔ یہ ہے وہ جمہوریت
جس کو آپ قرآن شریف سے ثابت کرنا چاہتے ہیں +

طلوع اسلام ایک نہایت عمدہ رسالہ تھا جو دہلی سے نکلا کرتا تھا مسلمانوں کے لئے سیاسی تدابیر و تجاویز اس پرچہ سے بہتر کوئی اور نہیں پیش کر سکا۔ اُس کے ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں اسلام اور جمہوریت کے عنوان سے ایک مضمون ہے مضمون نگار جمہوریت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ہم چیلنج دیتے ہیں قومیت پرست علماء کے پورے گروہ کو کہ یہ کتاب و سنت و آثار سے کوئی ایک ایسی سند پیش کریں جس کی رو سے اسلام اپنے متبعین کے لئے اس قسم کے نظام حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا نام آزادی قرار دیتا ہو۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کی بصیرت و فراست کو کیا ہو گیا۔ اُن کے نزدیک کوئی شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو مجرم ہے انسانیت کا دشمن ہے لیکن اگر ڈاکوؤں کی جماعت ملکر کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالیں تو یہ ڈاکہ (نعوذ باللہ) عین اسلام کے مطابق ہے۔ اسلئے کہ یہ ڈاکہ جمہوری نظام حکومت کے ماتحت واقع ہوا ہے۔ انکا خیال ہے کہ اگر دو آدمیوں کے مقابلہ میں ایک آدمی دو اور دو پانچ کہے تو یہ غلط ہوگا لیکن اگر پانچ آدمی یہی کہدیں تو پھر یہ بالکل صحیح ہو جائیگا اسلئے کہ اب اسے جمہوریت کی سند حاصل ہو جائیگی۔ اگر کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہی سند کافی ہے کہ اکثریت اس کے حق میں ہے تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خود خدا ماننے والوں کے مسلک کی تردید کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکثریت میں ہیں۔ دور کیوں جائیے۔ خود ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ہندو اکثریت میں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حق وہی ہے جسے اکثریت کی حمایت حاصل ہو تو پھر ہندوؤں کو حق پر ماننا پڑے گا۔ ممکن ہے آپ کہدیں کہ یہ تو مذہب کے معاملات ہیں نظام حکومت سے انہیں کیا واسطہ۔ لیکن سوال یہاں مذہب اور حکومت کے شعبوں کا نہیں بلکہ اس بنیاد کا ہے جس پر جمہوری نظام کا نظریہ قائم ہے اور وہ بنیاد یہ ہے کہ اکثریت اقلیت کے مقابلہ میں برسر حق ہوتی ہے۔ یہ بنیاد ہی غلط ہے۔ اور جب

بنیادہی غلط ہے توجس قدر عمارت اُس پر تعمیر ہوگی سب غلط ہوگی خواہ اسمیں حکومت کمرہ الگ ہو اور مذہب کا الگ"

پھر اس کے بعد کچھ آگے چل کر کہتے ہیں:۔

"اسلام میں حکومت کا اختیار نہ اکثریت کو حاصل ہے نہ ایک فرد کو۔ وہاں حکومت کا اختیار انسانوں سے بلند و بالا ایک ذات کو حاصل ہے۔ جسے خدا کہتے ہیں۔ ان الحکم للہ (حکومت کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے) اسلام کا بنیادی اصول حکومت ہے۔ خدا کے سوا کسی اور میں حکومت کے اختیار کا عقیدہ اس کے نزدیک شرک ہے۔ ۔ حکومت قوانین کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔ اور ان قوانین کے اصول و ضوابط اللہ تعالیٰ نے خود مرتب فرما کر اپنی اس جاوید کتاب میں محفوظ کر دئے ہیں۔ اس لئے تمام امور کے فیصلے اس ضابطہ خداوندی کے ماتحت ہوں گے۔ جو ایسا نہ کریگا وہ حکومت الٰہی کا انکار کرنیوالا ہوگا"

دیکھئے۔ یہ صاحب کتنا حق کے نزدیک آگئے ہیں۔ جمہوریت اسلام کے اصول کے خلاف ہے۔ احمقوں کا بنایا ہوا طرز حکومت احمقانہ اصول پر مبنی اس جمہوریت کو سلطنت الٰہیہ سے کیا سروکار جس میں حکومت صرف خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اتنا تو کہدیا لیکن پورا حق ہوتا اگر یہ بھی کہدیتے کہ خدا خود تو حکومت کرنے نہیں آتا۔ اصولاً تو ساری دنیا کا وہی حاکم ہے کافروں کے ملک کا بھی اور مسلمانوں کے ملک کا بھی لیکن مسلمانوں کی سلطنت الٰہیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے حاکم کو خداوند تعالیٰ نے خود مقرر کر دیا ہے۔ اور اپنے نبی کی معرفت امت کو شناخت کرا دی ہے۔ اس الٰہی حکام کے سلسلہ کے اول حضرت علی ہیں لیکن اتنا کہنے سے ان کے پرانے عقیدے نے ان کو باز رکھا۔ فوراً حضرت عمر کا تاریخی فقرہ حسبنا کتاب اللہ یاد آگیا۔ ساتھ ہی سقیفہ بنی ساعدہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا بس راستے سے ہٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ اسلام میں نہ جمہوریت ... آگے چل کر کہتے ہیں ... دونوں کی اچھائیاں اسلام کے نظام

ہیں۔ حاکم کو اکثریت مقرر کرتی ہے۔ حاکم مجلسِ شوریٰ مقرر کرتا ہے۔ اُس
مشورہ کرتا ہے لیکن اکثریت کے فیصلہ کا پابند نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت
ست کا متفقہ فیصلہ کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے نہ مانا۔ وغیرہ
یہ ہیں "ایک مسلمان" کے افکار پریشاں۔ آپ نے دیکھا۔ جب انسان صراطِ
مستقیم کو چھوڑ دیتا ہے تو کس طرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی اکثریت جس کی برائیں
کر رہے تھے حاکم مقرر کرنے کے لئے آموجود ہوئی۔ اکثریت نے حاکم مقرر کیا تو گویا
ایک ہزار گدھے نو سو ننانوے آدمیوں سے بڑھ گئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حاکم کے
لئے اسلام میں ضروری ہے کہ مجلس شوریٰ مقرر کرے لیکن وہ اکثریت کے فیصلہ کا
پابند نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی اور کیسی جمہوریت مجلس شوریٰ تو بڑے سے بڑا جبار
حاکم بھی مقرر کر لیتا ہے مشیر و صلاح کار جس طرح حضرت ابوبکر کے تھے اسی طرح چنگیز خان
کے بھی تھے تیمور کے بھی تھے۔ نپولین کے بھی اور ہٹلر کے بھی۔ کوئی حاکم یا آمر یا
ڈکٹیٹر ایسا نہیں جو اپنے گرد صلاح و مشورہ کے لئے اپنے ہمخیال لوگوں کا حلقہ
نہ رکھتا ہو۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے انتخاب ہوگا
یا حاکم خود مقرر کریگا۔ اگر انتخاب ہوا تو وہی اکثریت کی لعنت۔ اگر حاکم نے خود مقرر
کر لیا تو وہی ڈکٹیٹر کی سی خودسری۔ پھر فرماتے ہیں کہ یورپ کی جمہوریت میں اکثریت
کو قانون و ضوابط بنانے پڑتے ہیں۔ یہاں وہ قواعد و ضوابط خداوند تعالیٰ کی
طرف سے بنا دیئے گئے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے خداوند تعالیٰ کے حاکم ہونے کا
کیسی بھکی ہوئی بحث ہے کہیں مجلس قانون ساز بھی حاکم ہوا کرتی ہے۔ حاکم تو وہ
ہوتا ہے جو اُس قانون کا نفاذ کرے۔ اصلی حکومت تو نفاذ میں ہے نہ کہ محض قانون
کے بنانے میں۔ خداوند تعالیٰ کو اچھی حکومت دی۔ حاکم مطلق کے درجہ سے گرا کر
قانون ساز کے درجے پر لے آئے۔ قانون کیسا ہی اچھا ہو۔ اگر اس کو جاری کرنے
والا اچھا نہیں ہے اور ظلم کرتا ہے تو پھر قانون کی خاموش عبارتیں کیا فائدہ دیں گی۔
اور یہی تو اسلام کا رونا ہے کہ قرآن کی مقرر کردہ طرزِ معاشرت پر کوئی عمل نہیں

کر رہا۔ اسلام میں جو تفرقے پیدا ہوئے ہیں اور فساد اُٹھے ہیں وہ بھی
ایک کتاب قانون و ضوابط کی موجودگی میں ہوئے ہیں

بہت طویل بحث کی جا سکتی ہے اور بہت سی وجوہات دی جا
اِس امر کے ثبوت میں کہ اسلام میں جمہوریت اور انتخابی حکومت ہے
ہے اور نہ یہ طرز حکومت اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کے لئے موزوں ہے۔
انتخابی حکومت اور جمہوریت کی بنا اکثریت پر ہوتی ہے اور قرآن شریف
کا مطالعہ ہر ایک اپنے اور غیر کو قائل کر دیگا، کہ اس میں اکثریت کی مذمت
ہی کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکثریت ہمیشہ غلطی پر ہوتی ہے بلکہ دنیا
اور انسان کے ماحول کا مطالعہ بتا رہا ہے کہ اچھے لوگ، اچھی شے یہاں
کم پائی جاتی ہے، کثرت ناکارہ اور جاہل لوگوں کی ہوتی ہے۔ عالم
خدا رسیدہ، نیک بندے کم ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (پارہ ۲۲ سورۃ السبا)

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ پارہ ۲۳۔
سورۂ ص ع ۲)

یعنی "ان کی اکثریت اپنے میں سے بعض کے اوپر ظلم و زیادتی کرتی
ہے۔ لیکن وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے۔ اور وہ
بہت کم ہیں"

قرآن شریف میں تو جمہور و عوام الناس کی کہیں تعریف
ہی نہیں ہے، بلکہ صاف صاف بیان کیا ہے کہ دنیا میں کثرت
اُن لوگوں کی ہے جو ظالم و جاہل ہیں۔ ناشکرے ہیں۔ کیا
سلطنت الہیّہ میں خداوند تعالےٰ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا ایسے لوگوں
کے ہاتھ میں چھوڑ دیگا۔

ہندوستان میں انتخابی حکومت کی خرابیاں اس قدر ظاہر ہو گئی
عملی طور سے تمام لوگوں نے اس طرح ان کا تجربہ کر لیا ہے کہ کسی
ب میں جو ہندوستان میں شایع ہو انتخابی حکومت کی
ں کو گنوانا محض فعل عبث ہے، رعایا کے ہر ایک فرد نے تجربہ
ی سے معلوم کر لیا ہے کہ جس تختۂ زمین اور جس قوم پر خداوند تعالیٰ
اپنا شدید ترین عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا کافی
ہے کہ اس ملک میں انتخابی حکومت قائم کرادی۔ پھر سارے عذاب
خود بخود آجائیں گے، جمہوریت کامل جس میں تمام لوگوں کی اپنی
حکومت اپنے مفاد کے لئے ہو نہ پہلے کبھی دنیا میں ہوئی، نہ اب ہے،
نہ آئندہ ہوگی،

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں اس مضمون پر رائے ظاہر کی گئی ہے کہ
جمہوریت اگر کبھی تھی تو یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تھی۔
اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہوئی۔ لیکن مسٹر کلارک نے اپنی کتاب موسومہ
Democracy in the Dock میں اس کا بھی فیصلہ قطعی
کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

It follows that as the slave population in Athens, for example — was as great or greater than that of the freemen, and as women took no part in the assemblies, there has never been a perfect democracy, according to modern political ideas, in the history of the World. Nor is there any likelihood of one in future. (Clark's Democracy in the Dock, P. 10

یعنی اس زمانہ میں بھی اقضرین مثلاً غلام اور عورتوں کی تعداد زیادہ تھی، اور آزاد لوگوں کی رایوں پر جمہوریت کا قیام تھا عورتیں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کامل جمہوریت نہ کبھی ہوئی اور نہ آئندہ اس کے ہونے کا امکان ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اسلام کی حکومتِ الٰہیہ میں جمہوریت و انتخابی حکومت نہیں ہے اسی طرح ڈکٹیٹرشپ اور فاسزم کے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ڈکٹیٹرشپ اور فاسزم مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں۔

(۱) ہر ایک شخص ڈکٹیٹر ہو سکتا ہے کسی شرائط و قواعد کی ضرورت نہیں

(۲) ڈکٹیٹر ہر ایک حکم دے سکتا ہے کسی قواعد و قانون کا پابند نہیں۔

(۳) اگر قواعد و قانون اس کی مرضی و خواہشات کے خلاف ہیں تو وہ ان کو تبدیل یا منسوخ کر سکتا ہے۔

(۴) کوئی شخص اس کے احکام کی خلاف ورزی کسی بناء پر نہیں کر سکتا اور نہ اس میں نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

(۵) یہ سوال کہ احکام ظالمانہ و سفیہانہ ہیں، ڈکٹیٹرشپ کی گورنمنٹ میں اٹھایا ہی نہیں جا سکتا۔

جمہوریت کے حکام کی طرح ڈکٹیٹر بھی اکثر نیچے کے طبقہ کا آدمی ہوتا ہے وہی تنگ خیالی، کم مائیگی، رشک و حسد و تھڑدلاپن اس میں بھی ہوتا ہے۔ شاہانہ وسعت نظر و بلند خیالی، سخاوت و فیاضی کے جوہر اس میں سے بھی مفقود ہوتے ہیں، نسلوں کی شاہانہ تربیت و تعلیم سے وہ بھی عاری ہوتا ہے ان سب برائیوں کے ساتھ اس کے احکام کی سختی ڈکٹیٹرشپ کو جمہوریت سے بھی زیادہ مضر اور خوفناک بنا دیتی ہے۔

قرآن شریف صاف صاف کہہ رہا ہے کہ اسلام کی حکومتِ الٰہیہ میں نہ جمہوریت ہے اور نہ انتخاب اور نہ ڈکٹیٹرشپ۔ ملاحظہ ہو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا	جماعت اسلامیہ میں سے کسی مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ جب خدا و رسول کچھ حکم دیدیں تو پھر ان کے لئے اس میں کچھ اختیار باقی رہے، اور جو کوئی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔
پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب ع ۵۔	
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ	اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو، خدا کی۔ اور اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی۔
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تم کو حاکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں۔ تب
پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۹	تک یہ مومن نہ ہوں گے۔
النبی اولی بالمومنین من انفسہم	نبی مومنین کی جانوں کا والی ہے۔

پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع ۱

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

(۱) جناب رسول خدا کی نبوت میں حکومت شامل
(۲) اس حکومت میں جمہوریت یا انتخاب عکمرا
(۳) اول کی دو آیتیں ملاحظہ ہوں، خدا کی اط
واولے الامر کی اطاعت کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے
اطاعت کا مطلب ہے۔ قوانین وضوابط مذہب اسلام
نتیجہ نکلا کہ رسول و اولے الامر کے احکام و افعال و اقوال
قوانین وضوابط مذہب ہوں گے۔ یعنی وہ بھی پابند ہوں
کہ ان قوانین کے مطابق عمل کریں ۔ رسول بھی خداوند تعالیٰ
کی اطاعت کے لئے اسی طرح مامور ہے کہ جس طرح امت ۔
اسلام میں ظلم و زنا و جور و تعدی و قتل ناحق سب ممنوع
ہیں۔ لہٰذا حکومت الہٰیہ کے سردار کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ
ان اُمور کا مرتکب ہو۔ بس۔ یہی بات فرق پیدا کرتی ہے ۔
ڈکٹیٹر اور اسلامی حکومتِ الہٰیہ کے سرداروں میں۔ لہٰذا ثابت
ہوا کہ اسلام میں ڈکٹیٹر شپ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے ۔
جناب رسول خدا کا طرز عمل بھی یہی بتا رہا ہے کہ وہ نہ جمہوریت
چاہتے ہیں اور نہ ڈکٹیٹر شپ۔ اور انتخابی حکومت تو بالکل
ہی ناموزوں ہے۔ اسلام کا سردار اعلےٰ تو ہمیشہ کے لئے
ہوتا ہے۔ اور جو طریقۂ حکومت اختیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی ہر
حالت میں قابل عمل ہی سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ امتِ محمدیہ
ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ سائبیریا کے برفستانوں میں
افریقہ کے ریگستانوں میں۔ چین کے میدانوں میں۔ ہمالیہ
کے پہاڑوں میں، ہندوستان کے بیابانوں میں، یورپ کے
آرام گاہوں میں، غرض دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود

ان میں ایک حاکم اعلیٰ کا انتخاب کرنا ناممکن ہے، طریقۂ انتخاب پر لڑائیاں ہو جائیں گی۔ اور اگر یہ سمجھو کہ ہر ایک ملک کا علیحدہ اسلام ہو گا تو پھر مرکزیت کہاں رہی۔ اور سب سے بڑی خرابی جو ہو گی وہ یہ ہو گی کہ وطنیت کا قدم درمیان میں آجائے گا۔ اور وطنیت کا تخیل اسلام کے لئے سمِ قاتل ہے جیساکہ علامہ اقبال نے بار بار اعلان کیا ہے۔

جمہوریت کا پہلا اور خاص اصول یہ ہے کہ اکثریت اور فقط اکثریت کا حکم غالب رہے گا۔ یہ اصول اس سختی کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے کہ مثلاً اگر پانچ ہزار رائیں ایک طرف اور چار ہزار نو سو ننانوے رائیں دوسری طرف ہیں تو بس پانچ ہزار رایوں والی پارٹی کو حق حاصل ہو گیا کہ دوسری پارٹی کو اپنا محکوم بنالے، اور باوجود اس کے مساوات کا دعویٰ بھی ہے ع

چہ دلاور است دُزدی کہ بکف چراغ دارد

وہ دین جس کے اکیلے نبی کو کفر کی اکثریت سے لڑنا پڑا جس کے پیرو بہت زمانہ تک نہایت قلیل و غریب تھے۔ جس کو دنیا میں کبھی اکثریت حاصل ہی نہیں ہوئی۔ آنحضرت ص کے زمانہ میں اور ان کے بعد مدت تک تو قطعاً یہ اکثریت حاصل نہیں ہوئی وہ دین کس طرح جمہوریت کے اس بنیادی اصول کو تسلیم کرلے گا۔

یہ ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے اصول جمہوریت و ڈکٹیٹر شپ میں ہیں جو دین و فقۂ اسلام کے خلاف ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ ڈکٹیٹر شپ بھی پہلے اس اکثریت ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ڈکٹیٹر شپ و بادشاہت میں فرق یہ ہے کہ بادشاہت خاندانی حقوق کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور ڈکٹیٹر کو اکثریت کے ذریعہ سے حکومت ملتی ہے اور پھر وہ ڈکٹیٹر بن جاتا ہے۔ وہ دین جس میں اکثریت منافقین کی تھی اور جس کے مسلمان بھی اکثر ایسے تھے جو کبھی صلح حدیبیہ کی وجہ سے نبوت ہی میں شک کرنے

لگتے تھے۔کبھی کسی ظاہری شکست کو دیکھکر دل چھوڑ دیتے تھے و
کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اگر رایوں پر انحصار ہوتا تو اسلام مسخ ہو
ہر سر اقتدار آتی جب ... نے میں نماز و قرآن اپنی زبان میں ہو
کبھی ایسی اکثریت ہوتی جو یہ کہتی کہ پانچ نمازیں ایک دن میں بہت زیادہ ہیں
زمانہ حال کیلئے موزوں نہیں۔ علاوہ اس کے ... بیٹھک ...
قرآن شریف میں تو کہیں نہیں۔ موجودہ تہذیب کے خلاف ہے ہم تو بیٹھے یا لیٹے لیٹے پڑھ لیا کرینگے۔ کبھی ایسی اکثریت کا دور دورہ ہوتا جو یہ کہتی کہ حج اس وقت کے لئے تھا کہ جب مسلمان عرب کے نزدیک رہتے تھے۔ اب حج بند کیونکہ انگلستان و امریکہ آسٹریلیا و جاپان سے آنے میں دقت ہوتی ہے۔ چونکہ قانوناً اکثریت کو یہ حق حاصل ہوتا کہ وہ اپنے مخالف پارٹی کی رائے کو نہ چلنے دے اسلام عجیب طرح سے مسخ ہو کر رہ جاتا۔ اسلام جس کے نام سے اطاعت ٹپکتی ہے جس کے ایک حکم کے خلاف کوئی چون و چرا نہیں کر سکتا۔ اسلام جس میں قیاس منع ہے۔ وہ کب جمہوریت کے اصول کی تاب لا سکتا ہے۔ اسلام تو اکثریت کی مذمت کرتا ہے۔ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۔ پارہ ۸ سورۃ الانعام ع ۱۴۔ اے رسول اگر تم اکثریت کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کر دینگے۔ وہ لوگ تو اپنے قیاس ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور وہ تو فقط اپنے ٹوئیاں مارتے ہیں ◆

آنحضرت کے بعد بھی کسی خلیفہ نے جمہوریت کے اصول پر عمل نہیں کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمہوریت کی جھلک تک نہ تھی۔ وہ تو محض ایک ترکیب تھی کہ خاندان نبوت میں سے کسطرح حکومت نکالی جائے جمہوریت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس کو تفصیل سے ہم اس کتاب کے باب دہم میں بیان کرینگے۔ حضرت ابوبکر نے خود حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ شوریٰ ایک دوسری تجویز تھی کہ کسطرح حضرت علی کے پاس حکومت نہ جائے۔ اس میں بھی جمہوریت کی جھلک نہ تھی۔

م نے ممبران شوریٰ مقرر کئے تھے۔ رعایا کی رائے کو کسی طرح سے اہمیت
تھا۔ ہاں حضرت علی کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ آپکی حکومت ظاہری پر
ہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ بلکہ باہر سے جو لوگ آئے تھے وہ بھی متفق تھے لیکن
نعات کا نتیجہ تھا۔ رعایا کے حق کا اقبال نہ تھا۔ سب سے زیادہ غور طلب یہ بات
ہے کہ جب حضرت ابوبکر کا وقت رحلت نزدیک آیا تو لوگوں نے ان سے استدعا
کی کہ آپ ہمارے اوپر حاکم مقرر کر دیں۔ حضرت عمر کا جب وقت آخر آیا تو لوگوں
نے کہا کہ امت محمدیہ کا حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ حضرت عائشہ نے بھی یہی استدعا
حضرت عمر سے کی۔ رعایا نے یہ نہ کہا کہ حاکم مقرر کرنا ہمارا حق ہے ہم خود مقرر
کرینگے۔ اگر یہ حق امت کا ہوتا تو امت کے لوگ ضرور کہتے۔ اور مرنے والے
خلیفہ سے استدعا نہ کرتے کہ ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ امت کا یہ طرز
عمل ہی ثبوت کافی ہے اس دعوے کا کہ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا امت کا حق نہ تھا۔

اس سوال کی بحث میں کہ حکومت الٰہیہ کے حاکم مقرر کرنا کس کا فرض یا حق ہے۔ رسول یا امت کا۔ یہ غور کرنا لازم ہوگا کہ اس حکومت کیلئے کس قسم کے حکام کی ضرورت ہے۔ اور یہ دیکھنے کیلئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس حکومت کے دعوے کیا ہیں۔ اس حکومت کی نوعیت اور اس کے دعووں کا انحصار اُس مذہب کی نوعیت اور اُسکے دعووں پر ہے کہ جس مذہب کے ماتحت وہ قائم ہوئی ہے بلکہ جس مذہب کا وہ ایک جزو ہے لہذا سب سے پہلے ہم اسلام کے دعووں پر نظر ڈالتے ہیں دو آیتیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۔ (پارہ ۲۱ سورۃ الروم ع ۴)

(۲) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پارہ ۶ سورۃ المائدہ ع ۱)

اس دین حنیف کی پیروی و متابعت کرتے رہو۔ یہ وہ دین ہے جو خداوند تعالیٰ کی فطرۃ کاملہ کا نتیجہ ہے۔ وہ فطرت جس فطرت پر خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا

کیا ہے۔ ایک خاص دن کی طرف اشارہ کرکے فرماتا ہے کہ آج کے دن میں یعنی خدا وند تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے کمل کیا۔ اور اس تکمیل کی وجہ سے خدا وند تعالیٰ نے اپنی نعمت تمہارے اوپر کامل کی +

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب برآمد ہوتے ہیں:۔

۱۔ اس دین کو خود خدا وند تعالیٰ نے خلق کیا ہے۔

۲۔ اس دین کو خود خدا وند تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے منتخب و مقرر کیا ہے۔

۳۔ اس دین کو خود خدا وند تعالیٰ نے مکمل کیا ہے۔

۴۔ اس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ایک خاص دن ہوئی۔

۵۔ یہ دین خدا وند تعالیٰ کی صفت قدرت و خالقیت کا خاص نمونہ ہے۔

۶۔ جس فطرۃ کے مطابق انسان خلق کیا گیا ہے اُس ہی فطرۃ پر اس مذہب کی بنا ہے۔

۷۔ اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔

۸۔ یہ دین ہی صراط مستقیم ہے۔

لہذا

۹۔ انسانوں کے قیاس یا اُن کے اجماع کو اس میں دخل نہیں۔ اپنی متفقہ رائے سے وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ جس نعمت سے یہ دین مکمل ہوا ہے۔ وہ نعمت ایک خاص دن خداوند تعالیٰ نے اپنے مسلمانوں پر نازل کی یا مقرر کی۔

۱۱۔ جس طرح کفران نعمت سے اور نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں وہی حکم اس نعمت پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اگر خدا وند تعالیٰ کی اس نعمت کا مسلمان کفران کرینگے اور اس کو قبول نہ کرینگے تو خدا وند تعالیٰ غنی ہے وہ اس نعمت کو اُمّت میں سے اُٹھا لیگا۔ اور اپنا عذاب نازل کریگا۔ اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ اِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۔

۱۲۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کمال کے ساتھ وہ اس سے پہلے بنی نوع کیلئے کبھی مقرر نہیں کیگئی۔

۱۳۔ جو حکومت اس دین کا جزو ہے اور اُس کے ماتحت ہے۔ اُس میں کامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ ظلم ایک نقص ہے اور نقص و کمال ایک جگہ نہیں ہو سکتے۔

۱۴۔ چونکہ حکومت حکام کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور یہ حکومت اسلام کا رکن اعظم ہے۔ اسلام کو خود خداوند تعالےٰ نے بنایا اور مکمل کیا ہے۔ لہذا اُن حکام کو بھی خدا ہی خلق و منتخب و مقرر کریگا۔ یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

۱۵۔ حکومت الہیہ و حکومت فرعونیہ میں یہ فرق ہوا کہ مقدم الذکر کامل ہوگی۔ اور موخر الذکر ناقص۔

۱۶۔ کامل حکومت کے حکام بھی کامل انسان ہونے چاہئیں۔ اگر ناقص ہوئے تو اُن کا اثر حکومت پر ہو کر حکومت بھی ناقص ہو جائیگی۔ اور حکومت الہیہ کی صفت یہ ہے کہ اُس میں نقص یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

۱۷۔ قرآن شریف کی شہادت اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ کفر سب سے بڑا ظلم ہے۔ انسان کامل کی کئی علامتیں ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی عمر کے کسی حصہ میں کافر رہ چکا ہے۔ وہ انسان کامل کی صفت میں نہیں آتا۔ لہذا حکومت الہیہ کا اہل نہیں۔

۱۸۔ ہزاروں ہی انبیاء و مرسلین گزرے ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی عمر کے کسی حصہ میں کافر رہا ہو۔ لہذا ہر ایک نبی و رسول کا جانشین ایسا ہونا چاہئے جو اپنے عمر کے کسی حصہ میں کافر نہ رہا ہو۔

جب ہم سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر نتائج و عواقب پر غور و بحث کرینگے تو ہمکو پھر اس مضمون کی طرف عود کرنا ہوگا تاکہ ہم دیکھیں کہ اسلام و حکومت الہیہ کے کیا دعوے تھے اور وہ اُس حکومت میں پورے ہوئے یا نہیں کہ جو سقیفہ

بنی ساعدہ کے اجلاس میں قائم ہوئی تھی۔ یہاں ہم آیت اکمال پر غور کرتے ہیں۔ اس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ہوئی جو نعمت کہ ایک خاص دن مسلمانوں کیلئے مقرر کی گئی گویا وہ تکمیل دین و نعمت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کمال کیا تھا۔ اور وہ نعمت کیا تھی۔

مذہب اسم ظرف ہے۔ ذہاب سے۔ اس کے معنی ہوئے چلنے کی جگہ گویا پورے یا کامل مذہب کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ راستہ اور چلنے والے۔ اگر راستہ سیدھا ہے لیکن چلنے والے نہیں تو بے فائدہ ہے اور اگر چلنے والے تو تیار ہیں سیدھا راستہ ہی نہیں ملتا تو وہ بھی بے فائدہ۔ گویا دین یا مذہب کے دو ارکان ہوئے۔ ایک تو یہ کہ راستہ سیدھا اور مستقیم ہو۔ دوسرے یہ کہ اس پر چلا جائے۔ اس ہی وجہ سے اسلام کے دو بڑے ارکان ہیں یعنی اعتقاد اور فعل یا ایمان اور عمل۔ ایمان کا تعلق محض قول سے ہے اور عمل کا فعل سے جب تک یہ دونوں صحیح اور درست نہ ہونگے نجات ناممکن ہے۔ قرآن شریف میں جہاں جہاں جنت اور نعیم جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہاں يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے فقرہ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ دو شرطیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایمان و عمل صالح۔ نجات اخروی کیلئے محض ایک شرط کافی نہیں۔ گویا اسلام کے یہ دو رکن ایسے ہیں کہ ہمیشہ ساتھ رہینگے۔ اور محض ایک کی پیروی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔ اسلام کو خدا نے خود بنایا اور منتخب کیا۔ لہذا اسلام کے یہ دونوں رکن بھی خدا نے خود مقرر کئے اور منتخب کئے۔ ایک رکن یعنی اعتقاد کیلئے تو قرآن شریف نازل کیا گیا۔ اب فرمایئے کہ دوسرے رکن یعنی عمل کے لئے کس کو مقرر کیا گیا۔ اور مقرر بھی شروع ہی سے کرنا چاہئے تھا کہ جب سے قرآن شریف کو اس غرض کیلئے مقرر فرمایا۔ ملت اسلامیہ کا اتفاق اس اعتقاد پر ہے۔ اور خود قرآن شریف بھی کہتا ہے کہ جناب رسول خدا پر نازل ہونے سے قبل لوح محفوظ میں مکنون تھا۔ لہذا اس دوسرے

روحیں بھی عرش اقدس کے اردگرد ہونی چاہئیں۔ اب ہمکو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ دوسرا رکن کن حضرات پر مشتمل ہے۔ یہ دوسرا رکن سقیفہ بنی ساعدہ والے تو ہو نہیں سکتے کیونکہ (۱) انکو خدا نے نہیں بلکہ انسانوں نے مقرر کیا تھا (۲) اسلام لانے سے قبل انکی عمر کا بیشتر حصہ زیادہ بت پرستی میں گزار چکے تھے (۳) انکو رکن اول کے ساتھ ہم عصریت حاصل نہیں (۴) انکا علم کامل نہیں تھا لہذا عدل کامل نہیں کر سکتے تھے (۵) متنازعات فیصلہ کرنے کیلئے بسا اوقات وہ کامل علم والوں کی مدد کے محتاج ہوتے تھے +

جناب رسولخدا کی تبلیغ ادھوری رہجاتی اور آپکی نبوت کا مقصد فوت ہوجاتا اگر آپ اپنی امت کو یہ نہ بتاتے کہ اس کامل مذہب کے دو رکن کون ہیں۔ ایمان کا رہنما کون ہے اور عمل کا رہنما کون۔ ایمان میں کس کی پیروی کریں اور عمل کے لئے کونسا نمونہ رکھکر اُس کی تقلید کریں جب ہی تو ارشاد خداوندی ہوا۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۔ اے رسول اپنے خدا کا مکمل پیغام امت کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا اپنی رسالت ہی پوری نہ کی۔ اور یہ بالکل ہی ظاہر ہے محض ایک رکن بتانا کامل اسلام کی تعلیم نہیں لہذا رسول خدا نے فرمایا اور بہت اچھی طرح فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اس مذہب کے دو ارکان عظیم چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرا میرے اہلبیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ قیامت کے دن میرے حضور میں حاضر ہوں۔ اور جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ کامل اسلام یہی ہے۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں اور ماننے والوں کے اعتقاد کے بموجب گویا خداوند تعالیٰ نے مذہب کا ایک ہی رکن اُتارا۔ دوسرے کی طرف سے بالکل خاموشی اختیار کر لی حالانکہ جناب رسول خدا نے یہ بھی فرما دیا کہ ان دونوں ارکان میں ہم عصریت ہے۔ جب سے ایک رکن خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا تب سے ہی دوسرا رکن مخلوق کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے۔ اور وہ نور حضرت آدم کی پیدائش کے چار ہزار سال قبل سے عرش الٰہی کی داہنی طرف اللہ تعالےٰ کی

تسبیح و تقدیس کرتا تھا پس جب حضرت آدم پیدا کئے گئے تو ہم کو طاہر عورتوں کے اصلاب و ارحام میں منتقل کیا گیا یہاں تک کہ یہ نور صلب عبداللہ میں ودیعت ہوا۔ اسوقت ہمارے نور کے دو برابر حصے کر دیئے گئے! والد عبداللہ اور نصف میرے چچا ابو طالب کے صلب میں قرار پایا۔ پس سے میں اور دوسرے آدھے سے علی پیدا کئے گئے۔ یہ ہے اصلی رکن ثانی حدیث ثقلین و حدیث نور و شان نزول آیت اکمال و آیت تبلیغ کو ہم نے اس کے باب ہشتم اور یازدہم میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آیت اکمال میں "الیوم" آج کے دن سے وہ دن مراد ہے کہ جب بمقام غدیر خم جناب رسالتمآب نے حضرت علی ابن ابی طالب کی خلافت کا اعلان عام فرما دیا +

ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ واقعی خدا وند تعالیٰ نے کامل دین اُتارا۔ اعتقاد کے لئے قرآن اور عمل کے نمونہ کے لئے اپنے رسول کو مقرر کیا۔ علی و عترت رسول تک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس اعتراض پر غور کرنے کیلئے امعان نظر کی ضرورت ہے۔ اسلام دین کامل قیامت تک کیلئے ہے۔ یا صرف آنحضرت کی دنیاوی زندگی تک کیلئے تھا۔ قرآن شریف کو قیامت تک کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ یا صرف آنحضرت کی زندگی تک کیلئے۔ معترض کی بحث کا تو یہ نتیجہ نکلا کہ ایک رکن یعنی قرآن تو قیامت تک کیلئے تھا اور دوسرا رکن یعنی عمل صرف تیئیس برس کیلئے۔ گویا تیئیس برس تک کیلئے تو مکمل دین نازل فرمایا تھا۔ اُس کے بعد اُس کو لنگڑا کر دیا۔ اور جب سے قیامت تک کیلئے یہ دین ناقص ہی اُتارا گیا یعنی آیہ کریمہ اکملت لکم دینکم صرف تیئیس سال کے لئے نازل ہوئی تھی۔ اور اُس کے بعد مسلمانوں کیلئے ناقص دین مقرر کیا گیا تھا یہ صریحاً غلط ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن شریف قیامت تک کیلئے ہے اسی طرح اس حبل المتین کا دوسرا بٹ یعنی ہادیان عمل بھی قیامت تک کیلئے خداوند تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت تو صراطِ مستقیم دکھا کر راہ ضلالت

ل سے ڈرا کر، دین اسلام کے اصول و فروع بتا کر جنت کو تشریف لیجا ئینگے
ایت کا سلسلہ برابر جاری رہیگا اور ہادیان عمل کا نمونہ قیامت تک امت
منے پیش کرتے رہینگے۔ گویا ان ہادیان دین کے تقرر و اعلان تقرر سے
یل دین اسلام ہوئی۔ کیونکہ اُس کے دونوں ارکان مقرر ہو گئے اور امت کو انکا
علم ہو گیا۔ چونکہ روز غدیر خم یہ اعلان ہوا تھا لہذا ارشاد ہوتا ہے کہ آج کے دن
تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔

تکمیل دین تو یہ ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نعمت کیا تھی جو اس تکمیل دین
کے ساتھ ساتھ وابستہ تھی۔ اور اُس کے ساتھ پوری ہوئی۔ ممکن ہے کہ کہا جائے
کہ وہ نعمت توحید کی تھی۔ لیکن ذرا سا غور کرنے سے ظاہر ہو گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ
توحید کی تعلیم تو خداوند تعالیٰ نے شروع ہی سے بنی نوع انسان کو دی تھی۔ یہ تو
وہ سبق تھا۔ جو حضرت آدم نے جنت ہی میں بہت عرصہ سے اور بہت اچھی طرح
سیکھ لیا تھا۔ کیا حضرات موسیٰ و ابراہیم و عیسےٰ نے توحید کی تعلیم نہیں دی تھی۔
جہانتک اعتقادیات کا تعلق ہے جناب رسول خدا نے بارہا ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے
جد بزرگوار حضرت ابراہیم کے دین کی تجدید کرنے آیا ہوں۔ یہ وہ ہی توحید کا سبق
ہے جو مجھ سے پہلے ابراہیم پڑھا چکے ہیں اور اگر یہ نعمت توحید کی تھی تو اس کے اتمام
کے کیا معنی۔ کیا اس سے پہلے ناقص توحید کی تعلیم دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام
مبعوث ہوئے تھے جو اب کامل ہو کر اتمام نعمت ہوا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شروع ہی سے
مکمل توحید کی تعلیم دیگئی تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں تھوڑا سا شرک و کفر جائز
سمجھا گیا ہو۔ اور پھر اس جائز شرک کی مقدار گھٹتی گئی ہو یہانتک کہ آنحضرت کے
زمانہ میں تمام شرک کلیتہً ناجائز قرار دیا گیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ پہلے دس خداؤں کی
تعلیم دیگئی ہو۔ پھر پانچ خدا رہ گئے ہوں۔ اور آخر میں کہا گیا ہو کہ یہ تو تمہارے بہلانے
کے لئے ہم نے جھوٹ بول دیا تھا۔ خدا تو فقط ایک ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ نعمت
موعودہ توحید تو نہ تھی ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اسلام میں قواعد و ضوابط زندگی

ایسے مکمل مقرر کر دیئے گئے کہ وہی بذات خود ایک نعمت ہو گئی۔ ا
کی تعلیم جو قرآن شریف میں دیگئی وہ ایسی مکمل تھی کہ اُس پر تکمیل دین کا
ہے کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں چند امور ایسے ہیں جو صرد
مابہ الامتیاز ہیں۔ یہ سب امور ہی نعمت کہے جا سکتے ہیں اور یہی اتمام نعمت
اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے۔ تو یہ بحث آدھی دور جا کر بیجا ہی ہے محض قوا
مقرر کرنا بھی کبھی نعمت تامہ ہوئی ہے۔ ایک ملک کے قوانین بہت اعلیٰ ہیں جبکہ
جو اس قانون کے نافذ کرنے والے ہیں ظالم ہیں۔ تو ملک میں خاک انصاف ہوگا
اور محض وہ قوانین ہی کیا نعمت سمجھے جائیں گے۔ ایک چھوٹی سی مثال لو۔ ہر ایک
مہذب ملک کا دعوےٰ ہے کہ اُس کے قانون کے سامنے امیر و غریب صاحب
رسوخ و گوشہ نشین سب برابر ہیں۔ دنیا جنت کا نمونہ ہوتی اگر اس پر عمل بھی کیا جاتا۔
اخلاقیات کی تعلیم اسلام سے پہلے ہی بہت اچھی طرح دنیا میں دیجا چکی تھی۔ اس لیے
اخلاقیات میں تو اسلام کے بعد بھی اور خود اسلامی حکومتوں میں بہت عرصہ تک
ارسطو و افلاطون و بقراط و سقراط ہی مدرس اعلیٰ سمجھے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ
وہ تعلیم نعمت موعودہ تھی۔ اسلام کا مابہ الامتیاز دین و دنیا کا امتزاج ہے لیکن یہ
نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعمت ہے۔ وہ تو امتحان ہے۔ نہایت عمدہ عمدہ قوانین مرتب
کرنے سے رعایا کو انصاف نہیں ملجاتا۔ کاغذ پر تو ہر ایک ملک و حکومت کے قواعد و
قوانین اچھے نظر آتے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہوتا ہے کہ کارکنان حکومت اُن قوانین پر
کس طرح عمل کرتے ہیں۔ عدل و انصاف قوانین کی عمدگی پر اتنا منحصر نہیں ہوتا
جتنا کہ قوانین کے نافذ کرنے والوں کے علم و قدرت و نیک نیتی و حسن عمل پر
رعایا کی مرفع الحالی و عدل و انصاف اور ملک کے امن و چین کا انحصار حکام
پر ہوتا ہے نہ کہ قوانین پر۔ لہذا اصلی نعمت تو ان قوانین کو عمدگی و نیک نیتی
سے جاری کرنے والوں اور دنیا میں عدل و انصاف کامل رائج کرنیوالوں
کی ہستی ہوئی +

یخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے بنی
ماں کی صرف ایک ہی خواہش تھی جو پوری نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ ایسا
دست و نظام سلطنت قائم کیا جائے کہ ظلم و جور معدوم ہو کر عدل و
صاف ملک میں جاری ہو سکے۔ وہ دماغ انسانی جس نے سائنس کی دُنیا
میں معجزے کر کے دکھا دئے۔ آدمی جہازوں سمیت ہوا میں اُڑنے لگے۔
اور آوازیں مقید ہو گئیں۔ یہ کیا کم معجزہ ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں
مختلف لوگ ایک ہی وقت معمولی لہجہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ اُن کی آوازیں
آن واحد میں تمام فضائے عالم میں پھیل جاتی ہیں۔ اور پھر اس پھیلنے کے
باوجود اپنی علیحدہ نوعیت و ہستی قائم رکھتی ہیں۔ اور ایک شخص دنیا کے دوسرے
کونے میں بیٹھا ہوا اُن سب کو علیحدہ علیحدہ سن سکتا ہے۔ وہ عقل انسانی جس نے
ایسے معجزے دکھا دئے ایک ایسا نظامِ حکومت نہ قائم کر سکی کہ جس میں ظلم
معدوم ہو جاتا اور عدل کامل رائج ہو جاتا۔ بہت سے طریقے ایجاد کئے گئے لیکن سب
ناکامیاب رہے۔ اول اول انسان نے خیال کیا کہ اگر خاندان کو ایک دائرہ
حکومت سمجھا جائے تو شاید ظلم معدوم ہو جائے گا۔ اہل روما کا Patria Potestas
اور اہل ہنود کا خاندان مشترکہ اُس زمانہ کی ایجادیں ہیں۔ لیکن جو ظلم ان دونوں
نظاموں کے اندر ہوا اس سے روم و ہندوستان کی تاریخیں بھری پڑی
ہیں۔ خاندان کو چھوڑ کر قبیلہ کو ایک دائرہ حکومت قرار دیا گیا۔ عرب کی قبائلی
حکومت ایک عرصہ تک اس خیال کی ترجمانی کرتی رہی لیکن ظلم اس میں سے
بھی مفقود نہ ہوا۔ اور جب تہذیب انسانی نے کئی مراحل طے کر لئے اور
آپس کے معاملات و معاہدات کی پیچیدگیاں بڑھ گئیں تو تھوڑا بہت نفع
جو اس طرزِ حکومت میں تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یونانیوں نے جو زمانہ ماضیہ کے
عقلمند ترین لوگ تھے ایک اور طریقہ نکالا۔ ہر ایک شہر کو جداگانہ سلطنت
تصور کر کے اُس کا سیاسی و تمدنی و معاشرتی نظام علیحدہ قائم کیا اور خیال کیا

کہ چونکہ دائرہ حکومت تنگ ہے لہذا حکومت اچھی طرح نگرانی کر سکیگی ا
معدوم ہوجائیگا لیکن وہ نہ ہوا۔ اور یہ طرز حکومت بھی ناقص ثابت ہوکر
سے رخصت ہوا۔ ایران و روم سے جو ان کی لڑائیاں ہوئیں اُنہوں نے
کے سیاسی نقائص کو اور بھی طشت از بام کردیا۔ ایران و دیگر ممالک نے
بادشاہت کا تجربہ کیا لیکن آخر کار بادشاہت کی خود سری اور مطلق العنانی نے
اس کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیا۔ اہل روما نے اپنے خیال میں دنیائے ماضیہ
کے تجربوں سے فائدہ اٹھا کر ایک جمہوری سلطنت قائم کی اور یہ ارتقا رو ارتفاع
تخییل انسانی کی آخری منزل سمجھی جاتی تھی۔ مگر اُس میں اتنی خرابیاں ہوئیں
اور اتنے ظلم ہوئے کہ آخر کار وہ بھی ناقص سمجھی جاکر ترک کردیگئی۔ اب عقل
انسانی بے بس ہوگئی۔ دنیا نے پھر رجعت قہقری کی اور بادشاہت کی طرف
چلی اور دنیا میں قیصری نظام رائج ہوگیا۔ لیکن اس کا تو پہلے بھی ذرا چکھا جاچکا
تھا لہذا کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد قیصر بھی عدم آباد کو سدھارا۔ اب دنیا
پہ بے بسی کا عالم چھا گیا۔ تہذیب کی ترقی نے اور مشکلیں پیدا کردی تھیں۔ سرمایہ
داروں اور مزدوروں کی آپس کی کشمکش بڑھنے لگی۔ کہتے ہیں کہ اگر ان میں اسلامی
ذکوٰۃ کا سلسلہ رائج ہوتا تو یہ خرابی نہ پڑتی ہم بھی کہتے ہیں کہ کاغذ پر نظام ذکوٰۃ بہت
اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر اسلامی حکومتوں میں عمل کسطرح ہوا
حاکم وقت ذکوٰۃ جمع کرکے اپنے خزانہ میں رکھتا تھا جس کو بیت المال کہتے تھے۔
اصولاً تو اس کو غربائے قوم و مستحقین میں تقسیم کرنا چاہیئے تھا اور جہاد جائز کی ضروریات
پر خرچ کرنا چاہیئے تھا۔ عملاً یہ ہوتا تھا کہ جو لوگ صاحب رسوخ اور حکومت کے لئے
مفید تھے ان کو اس میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا تھا۔ پھر ان غربا پر تقسیم ہوتا
تھا جو اہل حکومت کے ہمخیال ہوں یا مخالفین میں زیادہ رسوخ والے ہوں۔
اور جب حضرت علی نے بیت المال کی تقسیم میں بھی سنت نبوی کی طرف
عود کیا تو وہی صاحبان رسوخ و اثر جو پہلے حکام کے پروردہ نانے تھے مخالف ہوگئے

زمانہ کا ذکر ہے جس کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ صرف ہوا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ حاکم کیلئے محفل رقص و سرود و مجلس مےنا آراستہ کرنا اسکا خاص مصرف ہو گیا۔ غرضیکہ جب کوئی سیدھا راستہ نظر نہ آیا تو دنیا میں انقلاب عظیم کا طوفان فرانس کے قہوہ خانوں سے اٹھا اور تمام یورپ کو خون میں نہلا دیا۔ اس میں سے نپولین پیدا ہوا۔ یہ بادشاہت و قیصریت کا نمونہ تھا جسکا پہلے ہی تجربہ ہو چکا تھا۔ نپولین بھی آیا اور چلا گیا۔ اور دنیا وہاں کی وہیں رہی جہاں پہلے تھی۔ چونکہ نپولین کی زیادتیوں سے یورپ کے بڑے بڑے ممالک تنگ آئے ہوئے تھے۔ اور نپولین بادشاہت کا نمونہ تھا۔ بادشاہت کی ضد جمہوریت ہے۔ لہذا یورپ کی قوموں نے بغیر اسکے کہ جمہوریت کی عملگی اور اس کے نفع بخش نتائج سے قائل ہوتے جمہوریت کو محض اسوجہ سے اختیار کیا کہ وہ نپولین کی طرز حکومت کی ضد تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندوستان یورپ کی تہذیب کے زیر اثر آ رہا تھا۔ لہذا اس نے بھی جمہوریت کی تعریف کا راگ گانا شروع کر دیا۔ غرضکہ دنیا نے بہت سر مارا۔ بہت جتن کئے۔ کئی طرز حکومت ایجاد کئے لیکن اپنے مقصد کو نہ پا سکے یعنی ایسا کوئی طرز حکومت ایجاد نہ ہوا کہ جس سے ظلم [illegible] ہو جاتا۔ اگر اجماع انسانی میں کچھ بھی طاقت ہے تو پھر دنیا کی اس متفقہ کوشش کو کامیاب ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ ناکامیاب رہے۔ کیوں؟ اسکی وجہ ہم بتاتے ہیں۔

طرز حکومت کوئی بھی ہو۔ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ کس قسم کے آدمی حکومت کر رہے ہیں۔ بادشاہت و آمریت میں ایک مطلق العنان شخص ہوتا ہے جو حکومت چلاتا ہے اور جمہوریت میں آخر کار دس بارہ آدمیوں کے ہاتھ میں حکومت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ اگرچہ انتخاب کئی سو آدمیوں کا ہوتا ہے لیکن حکومت کے ذمہ وار چند آدمی ہی ہوتے ہیں لہذا ان میں سے بھی ایک یا دو جو زیادہ آگے بڑھنے والے

ہوتے ہیں وہ ہی حکومت سنبھال لیتے ہیں۔ اگر یہ حکومت چلانیوالے لوگ انسان ہیں اور علم کامل جس کے بغیر عدل ناممکن ہے رکھتے ہیں تو پھر کو حکومت ہو وہ کامیاب ہوگی۔ اور اگر یہ لوگ ناقص ہیں تو پھر کوئی طریقہ حکو کامیاب نہیں ہوسکتا۔ چونکہ ابتک دنیا کو ایسے کامل انسان کامل علم رکھنے والوں کا سلسلہ نہیں ملا تھا لہذا ہر ایک طرز حکومت ناکامیاب رہا +

اگر عدل کامل مطلوب ہے تو حاکم کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کامل انسان ہو۔ ہر ایک نقص و رذیل و مذموم عادت و چلن سے بری ہو انانیت و نفسانیت کو بالکل چھوڑ دے۔ اُس کا ہر ایک فعل ہر ایک حکم عدل پر مبنی ہو۔ سوائے خدا کے انسان کا ڈر اسکو نہ ہو۔ اور نہ کسی سے لالچ ہو۔ اُس کا انتخاب لوگوں کی رائے پر مبنی نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اُس کے منتخب کرنیوالے ہمیشہ اُسے دباتے رہینگے۔ اپنی رعایا کے ہر ایک فرد سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ورنہ نالائق بادشاہ کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور اگر رعایا کا کوئی فرد اُس سے اعلیٰ و افضل ہوا تو افضل پر مفضول کا حاکم ہونا خود ایک ظلم و نقص ہے۔ جو حکومت الٰہیہ میں نہ ہونا چاہیئے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کا علم کامل ہو۔ تاکہ رات کی تاریکی مقام کی دوری، اور گواہوں کی طرفداری مجرم کے جرم کو اُس سے نہ چھپا سکے اُس کا علم ہر وقت اور ہر جگہ پر حاوی ہونا چاہیئے انصاف و عدل کیلئے محض گواہوں کے بیانات پر انحصار کرنا حاکم کی مجبوری کی دلیل اور ظلم و تعدی کے بقا کا باعث ہوتا ہے۔ گواہان معمولی انسان ہوتے ہیں جنکو دولت مند کا روپیہ اور رؤسا، کا رسوخ بہت آسانی سے خرید سکتا ہے۔ اول تو کامل انسان کا ملنا جو پہلی شرط کو پورا کرسکے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر صدیوں کے فاصلہ سے شاذ و نادر کوئی نیک نیت بادشاہ پیدا ہو بھی گیا تو دوسری شرط پوری کرنے والا یعنی علم کامل رکھنے والا انسان تو ملنا صریحاً ناممکن ہے۔ جب تک کہ خداوند تعالیٰ ہی اُسے اس غرض کیلئے خلق نہ کرے اور علم لدنی نہ عطا کرے جس جرم کا محل وقوع سینکڑوں

ے فاصلہ پر ہے جس جرم کے ارتکاب کے وقت سوائے ظالم و مظلوم اور
اور کوئی نہ تھا اُس جرم کی اصلیت اور اُس کے مرتکب کا علم صرف اُس
سان کامل کو ہو سکتا ہے جو حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ عدل
ل اس وقت ہی ممکن ہے جب ایسے خلیفۃ اللہ کے ہاتھ میں لوگوں کے امور
لی باگ ڈور ہو گی پیغمبروں کے علاوہ ابتک دنیا میں ایسے انسان نہیں آئے
تھے۔ جہانتک اور جب تک پیغمبروں کو موقعہ ملا اُنھوں نے بنی نوع انسانکو عدل
کامل کا نمونہ دکھا دیا۔ چونکہ عام طور سے اور ہمیشہ کیلئے پیغمبروں کی دنیاوی حکومت
لوگوں نے تسلیم نہیں کی لہذا اُن کا عدل کامل نہ ہو سکا پیغمبروں کے علاوہ
ایسے کامل علم و انسانیت رکھنے والے حکام کا سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔
اور اس وجہ سے دنیا عدل کامل کی نعمت سے محروم تھی۔ جب جناب رسول خدا کا زمانہ
رحلت نزدیک آیا تو خداوندتعالیٰ نے ازراہ لطف و کرم اس نعمت سے مسلمانوں کو
بہرہ ور کیا اور ایسے کامل انسانوں کو خلق فرما کر اور اُنکو علم لدنی عطا کر کے اُنہیں اُمت
محمدیہ کے امور کا والی و حاکم منتخب فرمایا۔ جناب رسول خدا کو پیغام پہنچا کہ اس سلسلہ
کا تعارف اپنی امت کو کرا دیں یہ وہ نعمت تھی جس سے بنی نوع انسان ابتک محروم
رہی تھی۔ اور یہ وہ نعمت تھی جس کا ذکر خداوندتعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں فرمایا ہے۔
اسی سلسلہ سے تکمیل دین ہوئی کیونکہ ان ہادیان عمل نے قرآن شریف کے ساتھ مل کر
دونوں ارکان مذہب یعنی ایمان و عمل پورے کئے۔ اور اس ہی سلسلہ کے تقرر سے
اتمام نعمت ہوا۔ کیونکہ وہ موجود گئی عدل کامل، وہ مفقود گئی ظلم و جور جو بنی نوع انسان
کے ایک نہایت محدود حصہ میں نہایت قلیل عرصہ تک کبھی کبھی کسی پیغمبر کی زندگی
میں اور صرف اُس کے دائرہ اثر کے اندر جاری رہ چکا تھا اب تمام امت اسلامیہ
میں قیامت تک کیلئے عام ہو گیا۔ جب تک ان ہادیان عمل کا تعارف نہیں کرایا
گیا تھا اور اعلان نہیں کیا گیا تھا قرآن شریف بھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ اب اس آیت
سے اس اعلان کے بعد قرآن شریف بھی مکمل ہو گیا اور پھر اس کے بعد کوئی اور آیت

نازل نہیں ہوئی۔ اب مذہب اسلام کے دونوں ارکان مکمل ہوگئے جو عالم نعمت سے بنی نوع انسان کو متمتع کریں گے۔ یہ تھی اتمام نعمت۔ کیا اچھا کفران نعمت نہ کرتے۔

سنت الٰہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کیجاوے۔ حجت نبی کے ذریعے سے بھی پوری کی جاتی ہے تاکہ بندے یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں والا ادر صراط مستقیم دکھانیوالا کوئی نہ آیا اور وہ حجت جانشین نبی سے بھی بسا اوقات پوری کیجاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے مجموعۂ قوانین کا اعلیٰ وکامل ہونا بھی ایک صفت ہے۔ لیکن اسکی بڑی صفت یہ ہے کہ وہ قابل عمل ہو۔ اگر قابل عمل نہیں تو بیکار ہے۔ ایک مخالف اسلام کہہ سکتا تھا کہ تمہارے اصول و قواعد قابل عمل نہیں ہیں۔ تم میں سے کسی نے کبھی پورے ضابطۂ اسلام پر عمل کر کے نہیں دکھایا۔ چند اصولوں پر عمل کرنا پورے مذہب کو ممکن العمل نہیں ثابت کرتا۔ کیا اُس کی یہ بحث لاجواب نہ ہوتی۔ اسلام کا مجموعۂ قوانین ایک گناہ کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ سارے قرآن شریف کو پڑھ جاؤ کہیں یہ ہدایت نہ پاؤ گے کہ تمہیں ایک یا دو دفعہ گناہ کرنے کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ جھوٹ بول سکتے ہو دو دفعہ زنا کر سکتے ہو۔ چار دفعہ عمر بھر میں شراب پی سکتے ہو۔ یا فلاں گناہ کی اجازت ہے فلاں گناہ کی اجازت نہیں۔ ایسے ضابطۂ قوانین کو قابل عمل ثابت کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے مناسب سمجھا کہ جناب رسول خدا کے جانشین اور امت کے ہادی ایسے لوگ مقرر کئے جائیں جو مہد سے لیکر لحد تک قرآن حکیم پر عمل کر کے ثابت کر دیں کہ یہ مجموعہ قوانین انسان کے لئے قابل عمل ہے۔ سقیفہ والے ان لوگوں کے مقرر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ رسول خدا کا فرض تھا کہ ان ہادیان دین کی شناخت کرائیں۔

اسلام کا رکن اول یعنی قرآن شریف خود بیان کر رہا ہے کہ میرے سمجھنے کیلئے اور میری تعلیم پر عمل کرنا سیکھنے کے لئے تم کو اُن لوگوں کے پاس جانا پڑیگا جو اہل الذکر ہیں۔ راسخون فی العلم ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ان لوگوں کا نام و نشان رسول کی زبانی امت کو بتایا جاوے۔ ورنہ یہ چیستان حل نہ ہوتی۔ اس سے صاف عیاں ہے

طرح زکوٰۃ وصلاۃ کی صرف فرضیت قائم کرکے اُن کی تفصیلات کو جناب رسولِ خدا کے بتانے کیلئے چھوڑ دیا اسی طرح راسخون فی العلم واہل الذکر سے مسائلِ دینیہ اور تاویلِ قرآنی سیکھنے کا حکم دیکر انکا نام ونشان بتانا جناب رسولِ خدا کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ جناب رسولِ خدا نے بتایا کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ. جناب رسولِ خدا ذکر ہیں۔ اور انکے اہلبیت اہل الذکر ہیں +

سلسلۂ نبوت ختم ہو رہا ہے۔ اسلام دنیا کا آخری ومکمل مذہب ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اس کے بقا ودوام کا انتظام کیا جائے۔ جب تک سلسلۂ نبوت قائم رہا خداوند تعالیٰ وقتاً فوقتاً نبی وپیغمبر منتخب ومبعوث فرماتا رہا۔ جب سلسلۂ نبوت ختم ہوا تو آئندہ کی ہدایت کا راستہ بھی امت کے لئے مقرر کرنا ضروری تھا سلسلۂ نبوت کے ساتھ سلسلۂ ہدایت ختم نہیں ہو سکتا تھا دنیا کو ابھی بہت سی صدیوں تک قائم رہنا تھا اور جن اسباب وعلل کی وجہ سے بعثت انبیاء علیہم السلام ضروری سمجھی گئی وہ ابھی تک باقی تھے اور قیامت تک باقی رہینگے۔ وہی فطرت انسانی باقی تھی اور قیامت تک باقی رہنی تھی جس نے قلیل عرصہ میں دین موسوی میں خرابیاں پیدا کر دی تھیں جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کے بھیجنے کی ضرورت ہوئی اور جس نے دین عیسوی تغیر وتبدل کرکے اُس کو مسخ کر دیا کہ پھر بعثت محمدی کی ضرورت ہوئی۔ یہ علم خداوندی میں تھا کہ دین اسلام کو بھی ان ہی علل واسباب سے سابقہ پڑتا ہے لہذا اب نبوت کی بجائے امامت قائم کی گئی۔ اور جس طرح نبی کا انتخاب وتقرر خداوند تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا تھا اور بنی نوع انسان کی خواہش پر نہیں چھوڑا تھا۔ اسیطرح خلیفۂ رسول یعنی امام کا تقرر وانتخاب امت کی خواہش پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ عقل سلیم یہ ماننے سے انکار کرتی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے اور بھیجے ہوئے رسول کا جانشین مقرر کرنا امت کا حق ہے +

اب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھیں نبوت وخلافت کا

مابہ الاختلاف کیا ہے۔ خلیفہ کے کیا معنی ہیں اور خلیفہ کو کون مقرر کرتا ہے ؟

(۱) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ پارہ ۱ سورۃ البقرع ۴ +	یاد کرائے محمد جب تیرے خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ جواب دیا کہ کیا تو زمین میں اسکو خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کریگا اور خون بہائیگا۔ در حالیکہ ہم تیری حمد و تقدیس کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو تمام اسماء سکھا دئیے۔ خدا نے پھر وہ اسماء ملائکہ کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ تم ان اسماء کی خبر مجھکو دو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ ملائکہ نے عرض کی کہ تو علیم و حکیم ہے ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمکو سکھایا ہے۔ خدا نے پھر آدم سے کہا کہ اے آدم اب تم ان اسماء سے ملائکہ کو خبردار کرو پس جب آدم نے انکو ان اسماء کی خبر دی تو خدا نے فرمایا کہ کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں زمین و آسمان کی غیب کی باتوں سے واقف ہوں۔ اور میں اُس شئے کو جانتا ہوں جس کو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو +
(ب) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۔ پارہ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۳۔	(ب) یاد کر اُس وقت کو کہ جب تیرے خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں گندھی ہوئی خمیر کی ہوئی مٹی سے انسان بنانے لگا ہوں پس جب میں اسکو مکمل کر چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اسکی تعظیم کے لئے سجدہ میں جھک جانا۔

ال ربّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنّي خَالِقٌ
طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ
حِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ ○
لٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّا
ن اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ○
يَا اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ
لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ
كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط
خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○
پارہ ۲۳ سورۃ ص ع ۵۔

(ج) اول کی تین سطر ونکا ترجمہ اوپر گزرچکا ہے
پس تمام ملائکہ نے اُسے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور کافر ہوگیا۔ خدا نے فرمایا کہ اے ابلیس کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے منع کیا اُسکو جسکو میں نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ کیا تو تکبر کرتا ہے یا تو بہت بڑا ہے ابلیس نے جوابدیا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(د) اِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ
لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ط
قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ ○
پارہ ۱ سورۃ البقرۃ ع ۱۵۔

(د) یاد کر جب خدا نے ابراہیم کی آزمائش چند کلمات سے کی پس براہیم نے اُنکو پورا کرلیا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھکو لوگوں کا امام بنا دیا ابراہیم نے کہا کہ اور میری ذریت کو۔ فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

(ہ) يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً
فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ پارہ ۲۳ سورۃ ص ع ۲۔

(ہ) اے داؤد ہم نے تجھکو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کیساتھ احکام جاری کرو اور اپنی خواہشات کی پیری نہ کرنا ورنہ وہ پیروی خدا کے راستے سے تمکو گمراہ کردیگی۔

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب حل ہوتے ہیں:۔

۱۔ خلافت الٰہیہ ایسی جلیل الشان شے ہے کہ جس کے حصول کے لئے ملائکہ کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔

۲۔ خلافت الٰہیہ محض خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور خدا ہی خلیفہ مقرر کرتا ہے

لہذا انتخاب ورایوں سے خلیفہ بننا ناممکن ہوا۔ اگر اجماع مخلوق سے خلیفہ بنا ہوسکتا تو یہاں ملائکہ کا اجماع کامل ہوچکا تھا کہ اُن میں سے ہی خلیفہ بنایا جائے۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے اُس اجماع کو مسترد کر دیا۔

۳۔ خلافت الٰہیہ کا مستحق صرف وہی ہے جو سب سے زیادہ افضل ہو۔ افضل ترین کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ ملائکہ و ابلیس دونوں نے اس مسلمہ کلیہ کو پیش کیا اور وہ مانا گیا۔ صرف یہ جتا دیا گیا کہ تمہارا دعویٰ افضلیت غلط ہے۔ تم آدم سے افضل نہیں ہو۔

۴۔ خلافت الٰہیہ کا مابہ الامتیاز محض علم ہے اور علم بھی وہ جو خدا کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے یعنی علم لدنی و وہبی۔ وہ ایسا علم نہیں ہے جو ایک آدمی دوسرے کو کتاب میں سے دیکھکر پڑھا دے۔ یہ وہ علم ہے جسکی وجہ سے باوجود دنیاوی علم کتابت نہ جاننے کے جناب رسول خدا کہہ سکتے تھے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے۔

۵۔ یہ خلافت الٰہیہ امامت ظالموں کو نہیں مل سکتی۔ قرآن شریف میں بہت سی اقسام ظلم کے بتائے گئے ہیں۔ کفر اُن میں سے بہت بڑا ظلم ہے جن لوگوں نے اپنی عمر کے کسی حصہ میں کفر کیا وہ خلیفہ الٰہی بننے کے اہل نہیں ہیں۔

نبوت کیا ہے؟ خلافت الٰہیہ ہے۔ اور جب اُس کا مابہ الامتیاز علم وہبی ہوا تو ظاہر ہے کہ خلیفہ نبی بھی وہی ہوسکتا ہے جسکو خدا مقرر کرے اور علم لدنی عطا فرمائے۔ سجدہ تعظیمی کا اُس وقت حکم ہوا تھا کہ جب جسد آدم میں روح خداوندی میں سے پھونکا جاچکا تھا۔ سجدہ تعظیمی اس روح کیلئے تھا نہ کہ جسدِ خاکی کیلئے۔ یہ نکتہ نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے ابلیس نے اعتراض کیا جس میں یہ روح خاص ودیعت کی جائیگی وہی خلیفۂ خدا ہوگا۔ قرآن شریف میں اس روح خاص کے القاء کا کئی جگہ ذکر ہے مثلاً نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ۔ وَيُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ

...ہ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ یعنی خداوند تعالیٰ اپنے عالم امر سے ایک روح
...ں میں سے جس پر چاہتا ہے القا کرتا ہے تاکہ روز قیامت سے ڈرائے
...ح عطا ہوتی ہے وہ نبی ہی ہوتا ہے۔ آنحضرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے
...كَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا
...يْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (سورہ شوریٰ)
ترجمہ۔ اسی طرح سے ہم نے تجھ کو اے محمد ایک روح اپنے امر سے عطا کی ہے۔ تم نہیں جانتے
تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اُس روح کو ایک نور بنایا ہے
اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اُسی روح کے ذریعہ سے ہدایت کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ اس روح خاص پر مبنی ہے۔ ورنہ اگر تمام انسانوں کو خلیفۂ الٰہی سمجھا جاوے تو خلیفۂ شیطان کون ہوگا۔ فرعون و نمرود و یزید کدھر جائیں گے۔ نفخ روح اور القاء علم ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ اس روح نے آپ کو علم لدنی حاصل کرنے کا اہل بنا دیا۔ اور پھر سجدہ تعظیمی کا حکم ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خلیفۂ خدا اپنی خلقت کے دن ہی سے متصف باوصاف الٰہی ہوتا ہے۔ اور علم و حکمت اُس کی سرشت میں خمیر کئے جاتے ہیں۔ النبی نبی ولو کان صبیاً حضرت عیسیٰ نے گہوارہ ہی میں پیدا ہوتے ہی اپنے مادر گرامی کی عصمت کی گواہی دی تھی۔ وہ خلیفۂ خدا ہوتا ہے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کل انبیاء کو خدا ہی کی طرف سے علم دیا جاتا ہے۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (سورۃ انبیاء) نبیوں میں سے ہر ایک کو ہم نے حکمت و علم عطا کیا۔ حضرت یوسف کی شان دیکھو بچپن ہی سے علم و حکمت عطا کیا گیا تھا۔

ہم یہاں چلتے چلتے ایک اور نکتہ بتلائے دیتے ہیں۔ ایک تو وہ کتاب ہوتی ہے جو بعض بعض پیغمبروں پر نازل کی گئی ہے امت کی ہدایت کے لئے مثلاً قرآن انجیل۔ زبور۔ توراۃ۔ ان کے علاوہ ایک اور کتاب علم ہے جو زمین و آسمان کے علم سے مملو ہے۔ یہ اُس کی ہی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ

الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (پارہ ۷ سورۃ الانعام)
کوئی دانہ تاریک زمین مقام پر نہیں اور نہ کوئی خشک وتر ہے لیکن یہ کہ وہ
کتاب مبین میں ہے۔ اس کتاب مبین کے علم کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو وہ اپنے
خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے مثلاً آصف برخیا کی نسبت بیان ہوتا ہے۔ قال
الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک
طرفک (پارہ ۱۹ سورۃ النمل ع ۳) اُس شخص نے جس کو کتاب میں سے تھوڑا سا
علم دیا گیا تھا یہ کہا کہ میں تمہارے پاس اُس کو (یعنی بلقیس کے تخت کو)
لے آؤنگا قبل اس کے کہ تمہاری آنکھ جھپکے۔ حضرت موسیٰ و ہارون کی نسبت
ارشاد ہوتا ہے۔ وآتیناھما الکتاب المستبین (پارہ ۲۳ سورۃ الصافات
ع ۴) اور اُن دونوں کو ہم نے کتاب ظاہر کرنے والی عطا کی۔ حضرت عیسیٰ کی طرف
خطاب ہوتا ہے۔ واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل (سورۃ المائدہ)
یاد کر اے عیسیٰ جب ہم نے تجھکو کتاب کا علم دیا اور حکمت و توراۃ و انجیل سکھائی۔ توراۃ
و انجیل کا علم علیحدہ ہے اور کتاب کا علم علیحدہ ہے۔ پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ محترمہ
کے نکتہ چینوں کو مخاطب کرکے حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:۔

قال انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا ۰ وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا ۰ وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا ۰ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا ۰ (پارہ ۱۶ سورہ مریم ع ۲)	عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے نبی مقرر کیا۔ جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک قرار دیا مجھے صلوۃ و زکوۃ کی وصیت کی ہے جبتک میں زندہ ہوں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ میں اپنی والدہ کیساتھ نیکی کروں۔ اُسنے مجھے جبار شقی نہیں بنایا۔ میرے اوپر سلامتی نازل ہوئی جس دن میں پیدا ہوا جس دن میں مرونگا اور جس دن مبعوث کیا جاؤنگا

پیدائش کے وقت ہی بلکہ اُس سے پہلے عالم ارواح ہی میں یہ علم لدنی عطا

تا ہے یہاں اس ہی کتاب کا ذکر ہے جس کے علم سے آپ ابرص و اکمہ کو صحت اور مردوں کو زندہ کرتے تھے اس کتاب سے انجیل مقصود نہیں۔ ذریت ابراہیم کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید ع ۱۴) نبوت علیحدہ ہے کتاب علیحدہ۔ نبوت تو آنحضرت پر ختم ہو گئی لیکن کتاب باقی رہی اور تا قیام قیامت باقی رہیگی۔ جناب علی مرتضےٰ کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ پارہ ۱۳ سورۃ الرعد ع ۶۔

جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ تم یہ کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے ایک تو خدا کافی ہے اور دوسرا وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

ہم نے اس کتاب کے باب نہم میں ثابت کیا ہے کہ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ سے مقصود علی ابن ابی طالب ہیں۔ حضرت علی اور آپکی ذریت کی نسبت پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پارہ ۲۲ سورہ فاطر ع ۴) پھر ورثہ میں کتاب ہم نے ان لوگوں کو دی جنکو ہمنے اپنے بندگان میں سے منتخب کر لیا۔ اس کتاب کے علم ہی کی وجہ سے یہ لوگ قرآن شریف پر ایمان لے آئے تھے قبل اس کے کہ وہ نازل ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے قبل نزول قرآن کتاب کا علم دیدیا ہے وہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب انپر اسکو پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں یہ حق ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے ہم تو اس کے نزول کے پہلے ہی سے مسلمان تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکو دو دفعہ اجر دیا جا ئیگا۔ کہ انھوں نے صبر کیا اور بدی کا بدلہ نیکی سے

يُنفِقُونَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ
اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝
پارہ ۲۰ سورۃ القصص ع ۶ -

دیتے ہیں اور اپنے رزق میں سے
کرتے ہیں اور لغو سے اعراض کرتے
ہے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے
تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں
سلام ہم جاہلوں کی صحبت نہیں

ظاہر ہے کہ ان آیات میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ یہود و نصاریٰ نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ بدی کا بدلہ نیکی سے نہیں دیتے تھے کسی نے اُن کے ساتھ بدی نہیں کی تھی۔ اُنہوں نے کب صبر کیا تھا۔ کونسا مال راہ خدا میں دیا تھا۔ جاہلوں سے اعراض کرنے کا موقعہ اُنکو کب آیا تھا۔ یہ ساری باتیں علیؑ و اولادِ علی پر عائد ہوتی ہیں جہمر وجہاد نفس حضرت علی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں نے ان کو حکومت ظاہری سے دور رکھا تھا لیکن حضرت علی نے اُنکے ساتھ نیکی ہی کی۔ جب کبھی اُنکو مشکلات در پیش آئیں اُنہوں نے حضرت علی ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور حضرت علی نے اُنکو مشکلات میں سے نکالا۔ چونکہ یہ واقعات اُنہیں عام الناس کے سامنے پیش آئے تھے لہذا اُنہیں کہنا پڑا کہ لولا علیٌّ لهلك عمر۔

اصلی جانشین رسول کا سب سے افضل و اعلم ہونا ضروری ہے۔ ملائکہ اور آدم کے قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محی الدین عربی اپنی کتاب درمکنون میں لکھتے ہیں

لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ تَثْبُتَ الْحُجَّةَ
لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
وَاَرَادَ اَنْ يُعَلِّمَهُمْ اَنَّ اٰدَمَ اَحَقُّ
بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ قَالَ يَا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ
بِاَسْمَائِهِمْ ثَبَتَ الْعَجْزُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
بِالْمَسْئَلَةِ الَّتِي سَئَلَهُمْ اِيَّاهَا
وَعَجَزُوا عَنْ عِلْمِهَا فَجَعَلَ اٰدَمُ

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آدم کی خلافت
کیلئے ملائکہ پر حجت قائم کرے اور اُنکو بتلادے کہ آدم
اُن سے زیادہ مستحق خلافت الٰہیہ ہے تو کہا ای آدم
انہیں ان سب کے نام بتادو بس جب آدم نے
ملائکہ کو اُنکے ناموں سے آگاہ کر دیا تو اس سوال
میں جو ملائکہ سے دربارہ استحقاق خلافت
پوچھا گیا تھا اُنکا عجز ظاہر ہو گیا اور ملائکہ کے علم

Presented By: https://jafrilibrary.com

لِكَوْنِهٖ اَحَقَّ بِالْخِلَافَةِ فَضْلِ عِلْمِهٖ فَمَنْ وَصَلَ بِهٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ فَقَدْ اخْتَصَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مِنْ بَيْنِ عِبَادِهٖ وَجَعَلَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ.

سے عاجز ہے پس آدم کو خلیفہ بنایا گیا کیونکہ وہ ملائکہ سے بوجہ کمال علم خلافت کے زیادہ حقدار ثابت ہوئے پس جو شخص اس مرتبہ مقام علمی پر پہنچا ہوا ہو اسکو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اپنی خلافت کیلئے مخصوص فرمالیتا ہے اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ اگر یہی منشاء ربانی تھا کہ جانشین رسول کو خدا و رسول مقرر کریں تو کیوں خداوند تعالیٰ نے قرآن ہی میں اس کی صراحت نہ کر دی کہ رسول خدا کے بعد فلاں شخص خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ ایک خاص طریقہ پر چلیگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اول تو خود ہی اہل حکومت کی کتابوں میں درج ہے کہ قرآن شریف میں حضرت علی کا نام کئی جگہ تھا خصوصاً آیہ تبلیغ یا ایّھا الرّسُولُ بَلِّغ الآیہ میں۔ اس کو بھی جانے دو۔ تو اب بھی اسکی صراحت اس سے زیادہ ہے جتنی صراحت نماز و زکوۃ کے طریقہ و نصاب کی کی گئی حالانکہ یہ دونوں چیزیں مذہب کے نہایت ضروری ارکان ہیں۔ اور اگر آپ اس سے بھی زیادہ صراحت و تفصیل چاہتے تھے تو مشیت خداوندی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن جتنی عقل انسانی اس عدم صراحت کی وجہ معلوم کر سکتی ہے وہ بھی ہم بتائے دیتے ہیں۔ ایک نبی کے منوانے میں تو اتنی مشکلات درپیش آئیں اور لوگوں نے کئی سالوں کی جنگہائے شدید کے بعد بصد مشکل و کراہت اس کو تسلیم کیا اور پھر بھی ہزاروں منافق رہے اگر ساتھ ہی قرآن شریف میں جانشین رسول کا نام بھی بیان کر دیا جاتا تو نبی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا۔ لوگ کہتے، اور کافروں، منافقوں نے تو اب بھی کہا، پھر ان کی تصدیق بہت لوگ کرتے، کہ محمد تو قبیلہ بنی ہاشم کی حکومت قیامت تک قائم کر رہے ہیں۔ یہ تو خدائی نبوت نہیں ہے بلکہ ہاشمی مکر و فریب ہے۔ لہذا مشیت ایزدی نے

قرار دیا کہ جن جن موقعوں پر اور جن جن الفاظ کے ساتھ رسول خدا نے
مقرر کردہ خلیفہ کو لوگوں سے روشناس کرائے۔ ممکن ہے کہ جو ا
مقرر شدہ خلیفہ کا حسن عمل و حسن طینت لوگوں میں عیاں ہوتا
طبیعت اُس کے ماننے کی طرف مائل ہوتی جائے۔ ذاتی اغ
آن کر حائل ہوگئے تھے کہ باوجود صراحت و تشریح کے نہ ماننے وا
اور پھر اُن کو علانیہ اسلام کی مخالفت کرنی پڑتی۔ اب تو کچھ قرآن شریف
کرکے کچھ نبوت کی حقیقت و اصلیت کو مسخ کرکے لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے
تو ہے کہ ہم سامان ہیں۔ اور اگر صراحت کامل ہوتی اتنی کہ تاویل کی گنجائش نہ
رہتی تو پھر علانیہ مخالفت کے سوا چارہ ہی نہ ہوتا۔ اور اسلام میں رخنہ عظیم پڑ جاتا
جہاں ذاتی اغراض آجاتی ہیں وہاں صراحت کچھ کام نہیں کرتی۔ دیکھو کس
صراحت کے ساتھ علی الاعلان قرآن شریف کہتا ہے کہ جناب محمد مصطفٰے کے اوپر
سلسلۂ انبیاء کا خاتمہ ہے۔ جو اس صراحت کا حشر ہوا وہی اس صراحت کا
حشر ہوتا۔

تحقیقات زیر بحث پر انبیاء رسل سابقہ کا طرز عمل بہت اچھی روشنی ڈالتا
دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں جانشین کی ضرورت تھی وہاں انبیاء سابقہ نے خود اپنا جانشین
مقرر کیا یا یہ کام امت پر چھوڑ دیا۔

حضرت موسیٰ جب چالیس راتوں کیلئے برائے میقات کوہ طور پر تشریف
لے گئے تو آپ نے خود اپنی امت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ
هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۔ پارہ ۹
سورۃ الاعراف ع ۷۔

علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک میں لکھتے ہیں:۔

لما حضر آدم الوفاة دعا ابنه شيثاً فعهد اليه عهده۔ تاریخ الامم والملوک
الجزء الاول ص ۶۷۔ ترجمہ۔ جب حضرت آدم کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے فرزند

کر اپنا ولی عہد انکو مقرر کر دیا۔ پھر علامہ مذکور لکھتے ہیں:۔

ادم علیہ السلام مرض قبل موتہ احد عشر یوماً وا وصیٰ الی وصیتہٗ ثم دفع کتاب وصیتہ الی شیث ص ۹۔ ترجمہ حضرت ۔۔۔ سے قبل گیارہ دن بیمار رہے۔ اور اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی مقرر ۔۔۔ وراس وصیت نامہ کو لکھکر حضرت شیث کے حوالہ کر دیا۔

غرضکہ ساری عربی کی عبارات نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الاول ص ۷۶ لغایت ۸۰ و تاریخ الکامل لابن الاثیر الجزء الاول ص ۲۰ تا ۲۶ کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ اُنکے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ شیث نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے اپنے بیٹے مہلائیل کو۔ مہلائیل نے اپنے بیٹے یرد یا یارد کو اور یرد نے اپنے بیٹے خنوخ عرف ادریس کو اور ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ کو اور متوشلخ نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ متوشلخ کی نسبت طبری کی عبارت یہ ہے۔

فلما حضرت متوشلخ الوفاۃ استخلف لمک علی امرہ واوصاہ بمثل ما کان اٰبائہ یوصون بہ۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۸۰ و تاریخ الکامل ابن اثیر الجزء الاول ص ۲۰ یعنی جب متوشلخ کا وقت وفاۃ قریب ہوا تو اُنہوں نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وصی قرار دیا جس طرح اُن کے آباء و اجداد بھی اسی طرح خود اپنا جانشین مقرر کرتے آئے تھے۔ یہ لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے۔ لما حضر نوح الوفاۃ قیل لہ کیف رأیت الدنیا قال کبیت لہ بابان، دخلت من احدھما وخرجت من الاخر و اوصی الی ابنہ سام۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۲۶ ترجمہ جب حضرت نوح کی رحلت کا وقت آیا تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے دنیا کو کیسا پایا۔ جواب دیا۔ مثل اُس گھر کے جس کے دو دروازے ہوں۔ ایک دروازہ سے میں داخل ہوا

اور دوسرے سے نکل آیا۔ اور اُنہوں نے اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین وصی مقرر کیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی جلد ا ص ۳۰۔ حضرت ا اپنا ولیعہد وخلیفہ حضرت اسحاق کو خود مقرر کیا۔ روضۃ الصفا میں ہے۔ اسحٰ در دیار شام ولیعہد وخلیفہ گردانید۔ حضرت اسحاق نے اپنے فرزند یعقوب کو یعقوب نے اپنے فرزند یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد ا ص ۹۱ ۶۳ و ۹۴۔ **علامہ طبری لکھتے ہیں**:- ان مقام یعقوب منہ بمصر بعد موافاتہ باھلہ سبع عشرۃ سنۃ و ان یعقوب اوصیٰ الیٰ یوسف علیہ السلام۔ ترجمہ حضرت یعقوب کا قیام مصر میں اپنی اولاد کے ساتھ سترہ سال تک تھا۔ اور آپ نے حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ و وصی و جانشین مقرر کیا۔ وانہ مات یوم مات و ھو ابن مائۃ سنۃ و عشر سنین و اوصیٰ الیٰ اخیہ یھوذا۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۲۔ ترجمہ۔ حضرت یوسف نے جس روز انتقال کیا اسوقت انکی عمر ایک سو دس سال کی تھی اور انہوں نے اپنے بھائی یہوداکو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا حضرت ایوب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ ان عمر ایوب کان ثلاثا وتسعین سنۃ و انہ اوصیٰ عند موتہ الیٰ ابنہ حومل۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷ روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۰۰۔ ترجمہ۔ حضرت ایوب کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی۔ اور اپنی موت کے وقت اُنہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی جانشین مقرر کیا۔ ان اللہ عزوجل بعث بعدہٗ ابنہ بشر بن ایوب نبیاً و سماہ ذا الکفل امرہ بالدعا الیٰ توحیدہ و انہ کان مقیماً بالشام عمرہ حتیٰ مات و کان عمرہ خمسا و سبعین سنۃ و ان بشرا اوصیٰ الیٰ ابنہ عبدان۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷۔ ترجمہ۔ خدائے عزوجل نے حضرت ایوب کے بعد انکے بیٹے بشر کو نبی مقرر کیا اور انکا نام ذوالکفل رکھا۔ اور اُنکو حکم دیا کہ لوگونکو توحید کی طرف بُلائیں۔ وہ اپنی زندگی بھر شام ہی میں رہے۔ اُن کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی۔ اور اُنہوں نے اس عہدہ کی وصیت اپنے بیٹے عبدان کی طرف کی۔

[illegible]ضرت موسیٰ نے بھی اپنا جانشین خود ہی مقرر کیا۔ اول حضرت ہارون [illegible]ب انہوں نے انتقال کیا تو یوشع بن نون کو روضۃ الصفا کی اصل ملاحظہ ہو۔ "چوں صباح روز [illegible] طالع شد حضرت موسیٰ ہارون را [illegible] امامت [illegible] بعد بطن مقرر گردانید" روضۃ الصفا جلد اول ص ۲۰ نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری الجزء الاول ص ۲۱۹ و تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۷۶۔ آگے چلکر حضرت موسیٰ کے حالات میں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں:۔ "روز ہفتم آذار قوم را احضار کردہ مجلسے عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ و وصی گردانید و بنی اسرائیل را [illegible] حفظ الٰہی بوے سپرد و تدبیر رعایت مہمات ایشان وصیت کرد و اسباط را امطاعت و انقیاد او حجت گرفتہ فرمود کہ امروز ہفتم ماہ آذار است سن من بصد و بست سال رسیدہ و زمان رحلت نزدیک شدہ اکنوں بندہ از بندگان خدائے کہ بخلوص نیت از شما ممتاز است بر شما خلیفہ ساختم و خداوند تعالیٰ و فرشتگان زمین و آسمان را بریں معنی گواہ گرفتم باید کہ در وصیت من نقص سے رونہادن نکنید۔" روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۲۸ نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری الجزء الاول ص ۲۲۵۔

جناب رسول خدا اکثر حضرت موسیٰ کی مشابہت پر زور دیا کرتے تھے۔ حدیث منزلت میں بھی حضرت ہارون سے مشابہت ہے۔ اُن کے بچوں کے نام پر حضرت علی کے فرزندان حسن و حسین کے نام شبر و شبیر رکھے تھے۔ حضرت موسیٰ کا یہ خطبہ کتنا مشابہ ہے جناب رسول خدا کے خطبۂ غدیر خم سے۔ حضرت یوشع نے اپنا خلیفہ و جانشین کالب بن یوفنا کو مقرر کیا۔ "ثم توفاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا" تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۰۰۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں:۔ "کالوب بن یوفنا را طلب داشتہ خلافت دا دو او را وصی و ولی عہد گردانیدہ از جہان بیرون رفت" روضۃ الصفا الجزء الاول ص ۱۳۴۔ کالب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ "چوں امارات ارتحال مشاہدہ فرمود یوساقوس پسر خود را خلافت دادہ ودیعت حیات متقاضی اجل سپردہ گوہر زندگانی تسلیم قابض ارواح نمود" روضۃ الصفا جلد ا ص ۰۰ [illegible] جناب الیاس پیغمبر نے

بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ والیاس بائے درکتاب آوردہ ا
خود وصیت کرد۔۔۔ یک روز بالیاس وحی رسید کہ خلافت خود بوے مفوض گرداں
الصفا رجلدا ص ۱۳۹۔ جناب الیسع کی نسبت لکھتے ہیں:۔ بعد از تیقن اجابت
الکفل را طلب فرمودہ خلافت داد۔ روضۃ الصفا جلدا ص ۱۴۰۔ جناب شعیا کو
کو بھی خدا نے ہی مقرر کیا۔ عن ابن اسحاق قال فی ما بلغنی استخلف اللہ
علیٰ بنی اسرائیل بعد شعیا رجلاً منہم یقال لہا یاشتیہ بن اموص
تاریخ طبری جلدا ص ۲۸۵۔ ترجمہ خداوند تعالیٰ نے شعیا کے بعد بنی اسرائیل پر ایک
شخص یاشیتہ بن اموص کو خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت داؤد کی نسبت علامہ ابن
الاثیر لکھتے ہیں: وتوفی قبل ان یستتم بنائہ واوصی الی سلیمان۔
تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۷۷۔ ترجمہ حضرت داؤد نے اپنی عمارت کو مکمل کرنے
سے قبل ہی انتقال کیا۔ اور خلافت کی نسبت وصیت اپنے بیٹے سلیمان کی
طرف کی۔ آگے چل کر کہتے ہیں: فلما مات ورث سلیمان ملکہ وعلمہ
ونبوتہ وکان لہ تسعۃ عشر ولداً فورث سلیمان دونھم۔ تاریخ کامل
الجزء الاول ص ۷۷۔ ترجمہ۔ جب حضرت داؤد نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند سلیمان
نے حضرت داؤد کی سلطنت و نبوت و علم کو ورثہ میں لیا۔ حضرت داؤد کے ۱۹ فرزند
تھے لیکن انکے وارث صرف حضرت سلیمان ہوئے اور باقی فرزندان داؤد وارث
نہیں ہوئے +

حضرت عیسیٰ نے بھی اپنا وصی و خلیفہ بحکم خداوندی خود ہی مقرر کیا۔ از جملہ
وصایائے عیسیٰ یکے آں بود کہ خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم
و حواریاں خلافت وے قبول کردند۔ روضۃ الصفا، الجزء الاول ص ۱۴۴۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی اسیطرح درج ہے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ الکسائی
اپنی کتاب قصص الانبیاء میں تحریر کرتے ہیں:۔

وکان یوشع قد استخلف علی بنی اسرائیل — یوشع نے بنی اسرائیل پر کالب بن یوفنا بن عیسیٰ

یوقنا ابن عیسیٰ بن یهودا
ب النبی علیه السلام و
اکالب من احد الزهاد
دفی بنی اسرائیل سیرة
میلة وهم یطیعون حتی
قبضه الله تعالیٰ فاستخلف
علیهم ابناله یقال
له یوشافاش.... فلما
توفی یوشافاش بن کالب
بن یوقنا صار الامر الی عیزار
بن هارون... فقال یا بنی اسرائیل
قد استخلف علیکم ولدی هذا.

بن یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و
جانشین مقرر کیا۔ یہ کالب سب سے زیادہ زاہد تھے
اور بنی اسرائیل میں نہایت عمدہ سیرۃ جمیلہ
ان کی تقلید میں جاری ہوگئی۔ یا بنی اسرائیل
میں یہ عمدہ سیرۃ رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل انکی
اطاعت کرتے تھے۔ یہانتک کہ خداوند تعالیٰ
نے انکی روح قبض کی پس اُنہوں نے بنی اسرائیل
کے اوپر اپنے بیٹے یوشافاش کو خلیفہ مقرر
کیا.... جب یوشافاش کا انتقال ہوا تو
حکومت و خلافت عزار بن ہارون کیطرف
گئی۔ یوشافاش نے کہا کہ اے بنی اسرائیل
میں نے تمہارے اپنے اس بیٹے کو خلیفہ و جانشین مقرر کیا

حضرت الیاس کے استخلاف کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ان یا الیاس اخرج من بینهم واستخلف علیهم الیسع بن یخطب فقد جعلته خلیفتک۔ ترجمہ۔ خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے الیاس تو انکے درمیان میں سے نکل اور انکے اوپر الیسع بن یخطب کو خلیفہ مقرر کر دے۔ کیونکہ ہم نے اسکو تیرا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے۔

اسی طرح الیسع نے ذوالکفل کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا چنانچہ ثعلبی نے اپنی قصص الانبیاء میں اس طرح لکھا ہے:-

لما کبر الیسع قال لوانی استخلفت
رجلا علی الناس یعمل علیهم فی
حیاتی حتی انظر کیف یعمل فجمع
الناس ثم قال من یتکفل لی بثلاث

جب الیسع کبیر سن ہوئے تو انہوں نے کہا کہ کاش
میں کسی کو لوگوں پر اپنی زندگی میں والی و خلیفہ
مقرر کروں تاکہ دیکھوں کہ وہ کس طرح حکومت
کرتا ہے پس لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ جو شخص

استخلفته یصوم النهار و
یقوم اللیل ولا یغضب
فقام رجل شاب فقال
انا فردہ ذلک الیوم
فقال مثلها فی الیوم
الثانی فسکت الناس
فقام ذلک الرجل
قال انا فاستخلفه

مجھ سے تین باتوں کی ضمانت کرے
مقرر کر دوں۔ دن کو روزہ رکھے
کرے اور کبھی غصہ سے مغلوب
پس ایک جوان کھڑا ہوا اُس نے کہا
کرتا ہوں لیکن الیسع نے اسکو اس
کر دیا۔ پھر دوسرے دن وہی بات کہی۔ اور
تو خاموش رہے۔ وہی جوان کھڑا ہوا اور کہا کہ
میں عہدہ کرتا ہوں پس الیسع نے اسکو اپنا خلیفہ مقرر کیا

یہ واقعہ ہمکو دعوۃ ذی العشیرہ کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت داؤد کی نسبت ثعلبی نے اپنی قصص الانبیاء میں تحریر کرتے ہیں:۔

فقام داؤد فصعد المنبر
فحمد اللہ تعالی واثنی علیہ
قال ان اللہ یامرنی ان
استخلف علیکم سلیمان فضجت
بنو اسرائیل وقالوا غلام حدث
یستخلف علینا

پس حضرت داؤد کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف
لیگئے اور بعد حمد و ثناء باریتعالیٰ کے فرمایا کہ تحقیق
کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے
اوپر سلیمان کو خلیفہ مقرر کروں۔ بنو اسرائیل نے
آپس میں ناراض ہو کر کہا کہ دیکھو ہم پر ایک نابالغ
بچہ حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

یہ دونوں واقعات ذوالکفل اور سلیمان کے خاص طور سے غور طلب ہیں کبر سن و معمر و تجربہ کار لوگوں کی موجودگی میں کم سن و نوجوان خلیفہ مقرر کیے گئے معلوم ہوا کہ بزرگی بعلم است نہ بسال۔ پھر ثعلبی کہتا ہے: ثم ملک بعد سلیمان ابن له یقال له رخیعم وکان قد استخلفه فنباه اللہ وکان نبیا ولم یکن رسولا۔ ترجمہ۔ پھر سلیمان کے بعد ان کا لڑکا رخیعم خلیفہ ہوا۔ اُس کو سلیمان نے اپنی حیات میں جانشین و خلیفہ مقرر کیا تھا پس خدا نے اُسے نبوت بھی عطا کی۔ لیکن رسول نہیں تھا۔

بنو اسرائیل کے بادشاہ ہونے کے حالات سے کئی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ انہیں بہت سے ایسے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی اور بہت سے ایسے تھے۔ جو محض بادشاہ تھے لیکن نبی یا تھے مگر دونوں قسم کے بادشاہوں کی حکومت خدا کی طرف سے تھی۔ وہ نیک بندے خدا کے فرمانبردار اور اپنے زمانہ کے نبی کے تابعدار ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک بادشاہ خود اپنا جانشین مقرر کیا کرتا تھا۔ امت یا رعایا کا کچھ دخل نہ تھا۔ حضرت آدم سے لگا کر جناب رسول خدا تک کے نبیوں اور رسولوں کے حالات آپ نے معلوم کر لئے۔ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشین کا کام امت کے سپرد نہیں کیا گیا ان میں وہ نبی و رسول بھی تھے جنہیں حکومت حاصل نہیں تھی۔ اور وہ نبی و رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل تھی۔ یہ قاعدہ بلا استثنار کے رہا ہے کہ ہر نبی و رسول اپنا جانشین خود بحکم خداوندی مقرر کرتا آیا ہے۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا تھا۔ پھر اُس کا اعلان نبی و رسول کر دیا کرتے تھے۔ یہی سنت الٰہی ہمیشہ رہی ہے اور رہنی چاہیئے تھی اور سنت الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ لن تجد لسنة الله تبديلا۔ معلوم نہیں کہ حضرت ختم المرسلین کے وقت اس سنت الٰہیہ کو کیا ہو گیا کہ وہ بھی بدل گئی۔ خدا و رسول دونوں نے معاذ اللہ اپنا اپنا فرض اور کام ادا نہ کیا اور حضرت عمر نے اس کار خداوندی کو اپنے ذمہ لیکر دونوں کو سبکدوش کر دیا۔

غرضکہ اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج نکلے۔

۱۔ جناب رسول خدا کی نبوت کا جزو اعظم حکومت تھی۔

۲۔ اسلام کے ارکان میں سیاست شامل ہے۔

۳۔ اسلام کا مقصد دنیا میں حکومت الٰہی قائم کرنا تھا۔

۴۔ حکومت الٰہیہ کی سرداری و بادشاہت خدا کی طرف سے ملا کرتی ہے۔

۵۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے اور تقوے ہے۔

۶۔ یورپ کا پروپاگنڈا کہ حکومت و مذہب کی سرداری ایک جگہ نہیں ہونی چاہیئے غلط ہے۔

۷۔ جمہوریت اسلام میں نہیں ہے۔
۸۔ اسلام میں انتخاب خلیفہ محال عقلی ہے۔ اور انتخاب کا مکمل ہونا نا ممکن
۹۔ اسلام کی نعمت اور اسلام کو مکمل کرنے والی ایک ہی چیز ہے اور
اُن مکمل انسانوں کا حکومت و سلطنت اسلامیہ کی سرداری کے
جو مسلمانوں میں عدل کامل عام کر دیتے۔ یہ ہی وہ نعمت تھی جو دینا
ملی تھی۔ حکومت الٰہیہ کیلئے انسان کامل چاہیے جس کا علم منجانب اللہ۔
۱۰۔ پہلے زمانہ کے انبیاء و مرسلین کا عمل بلا استثناء یہی رہا تھا کہ وہ خود اپنا جانشیر
مقرر کیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ ایک اور بھی نکتہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس زمانہ کی یہ باتیں ہیں اور جس وقت کے یہ واقعات ہیں کیا اس زمانہ کے لوگوں نے کبھی کبھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے۔ جب حضرت ابوبکر کا وقتِ رحلت نزدیک ہوا تو انہوں نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ اگرچہ لوگوں نے یہ اعتراض ضرور کیا کہ آپ ایسے بدمزاج اور غلیظ طبیعت والے کو ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے ہیں۔ خدا کو جا کر کیا جواب دو گے لیکن اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے۔ آپ اس کے مجاز نہیں ہیں۔ حضرت عمر کو ضرب کاری لگتی ہے۔ حضرت عائشہ کہلا بھیجتی ہیں کہ خلیفہ مقرر کرو۔ لوگوں کا اصرار ہے کہ خلیفہ مقرر کرو۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی راہ لیں۔ خلیفہ مقرر کرنا تو امت کا حق ہے وہ مقرر کریگی۔ پھر حضرت عمر شوریٰ مقرر کرتے ہیں۔ (وہ بھی برائے نام۔ دراصل عبدالرحمن ابن عوف کو ثالث بھی کیا مقرر کرتے ہیں اس کے منہ سے ایک ترکیب سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ ہیں خلوت میں بلا کر اس کو سارا راز بتا دیتے ہیں۔ خیر شرائط ہوئیں۔ اُن شرائط یا احکام میں یہ بھی ایک حکم ہے کہ اس خلافت میں انصار کا حق نہیں۔ کوئی پوچھے کہ اس کی کیا وجہ۔ کیا جناب رسول خدا اور اُن کے اصحاب کو پناہ دینے کی یہ سزا مقرر کیجاتی ہے اگر امت کا حق تھا تو اُن کو کیوں خارج کیا۔ ہم کوئی بات بغیر سند یا حوالہ کے نہیں کہتے

م واقعات کی تفصیلات واسناد و حوالہ جات آپکو باب سیزدہم میں ملینگے +
غرضکہ ثابت ہوا کہ ایسی صفات کے حکام جو سلطنت الہیہ چلانیکی اہلیت
ئے ہوں۔ امت نہیں پیدا کر سکتی تھی اور نہ انتخاب کر سکتی تھی۔ یہ خدا کا کام تھا
جناب رسول خدا کا فرض تھا کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ و حاکم
اعلان امت کے سامنے کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے کر دیا۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ
جن تک یہ اعلان پہنچے وہ اس کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جن تک نہ پہنچا ہو۔
لہٰذا آنحضرت کے حکم کی تعمیل میں آج ہم یہ پیغام و اعلان اپنے ناظرین تک
پہنچاتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

باب ہفتم

شاہدانِ استخلاف علی ابن ابیطالب

(۱) افعال رسول

فعل نمبر۱۔ ولادت علی ابن ابی طالب اندرون کعبہ جناب رسول خدا
کا اپنے خلیفہ کے استقبال کے لئے دولتسرا سے نکلنا اور اپنے لعاب دہن کی
گھٹی پلانی حضرت ختم المرسلین کے خلیفہ و جانشین اور ختم الاوصیا روالا دلیا رکو شروع
ہی سے سائر عالم سے ممتاز کرنا اور علامات باہرہ و نشانات فاخرہ سے ممبر و مزین
کرنا مشیت ایزدی میں قرار پا چکا تھا۔ لہٰذا جب محبوب ترین و افضلترین رسول کا محبوب
خلیفہ عالم ارواح سے کشور اجسام کی طرف چلا تو بارگاہِ ایزدی سے کارکنان قضا و
قدر کو حکم ملا کہ اُس کے نزول اجلال کیلئے خاص خانۂ خدا کو آراستہ کیا جائے۔ تاکہ
افضال و اکرام خصوصیہ الہیہ کا سلسلہ جو پیدائش ظاہری سے ہزاروں سال پہلے
شروع ہو چکا تھا۔ بعد پیدائش بھی قائم رہے۔ یہ ایسا شرف خاص تھا جو نہ اُس سے

پہلے اور نہ اُس کے بعد کسی کو عطا گیا۔ چونکہ رسول اکرم شہنشاہ مرسلین تھے اُن کے خلیفہ کا علم عظمت و جلال بھی سب سے بالاتر ہونا چاہیے تھا۔ آپ کا امتیاز قرار پایا کہ خدا کے گھر میں پیدا ہوں اور خدا ہی کے گھر میں اپنی جان آفرین کے سپرد کر دیں اُس زندگی کا آغاز و انجام جو خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکی تھی اس طرح ہونا چاہیئے تھا ؎

کسے را میسر نشد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

جناب علی ابن ابی طالب پرویز ابن ہرمز شہنشاہ فارس کے عہد میں ۱۳ رجب المرجب کو یوم جمعہ ۱۹۲۰ء فارسی اسکندری مطابق ۳۰ سنہ بعد عام الفیل یا ۶۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ۵۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ سب اس پر متفق ہیں کہ عین خانہ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں بحوالہ امام حاکم فرماتے ہیں:۔ قد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت علیاً فی جوف الکعبہ۔ یعنی اخبارات متواترہ سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے علی کو عین خانہ کعبہ میں جنا تھا۔ نیز اس ہی مضمون کی تصدیق کے لئے ملاحظہ ہوں:۔

سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰ و ۲۱ — مستدرک علی الصحیحین للحاکم الجزء الثالث ص ۴۸۳
مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی باب ۲ ص ۸۸ و ۸۷ — روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ بشرح شعر ؎
تحفۃ تہدی لمن یہوی علیا — من رقی شاداً من المجد علیا
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص

چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ ولدتہ فی حرم المعظم امہ + طابت وطاب ولیدها والمولد۔
خواجہ معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں ؎

وقتیکہ بکعبہ مرتضیٰ شد پیدا
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبریل ز آسماں فرود آمد و گفت
فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

مثنوی روم فرماتے ہیں ؎

بہشت تحفہ از تو بحف دیدہ شرف — تو دری و کعبہ صدف مستاں سلامت میکنند

... می کہتے ہیں ؎

کعبہ رو و شیخ من براہ نجف — بر رب کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف

فرق یکہ میان من است و او این است — کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

ایک اور شاعر کہتا ہے :۔

باشیر خدا کسے چہ محرم باشد — ذاتش بہ نبی قریب و ہمدم باشد

سری است دریں کہ کعبہ اش مولد شد — یعنی کہ علی امام عالم باشد

ایضاً ؎ گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود — آمد میانہ حرم کعبہ در وجود

کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لاجرم — بر دوش سید دو جہاں جلوہ می نمود

ایضاً ؎ سر زند بخانۂ خدا شد — با بنت رسول کتخدا شد

جناب علی مرتضیٰ کی پیدائش خانۂ کعبہ کے اندر صاحب ماینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحیٌ یوحیٰ کے حکم سے ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں۔ کہ مدت حمل منقضی ہو چکی تھی کہ ایک روز میں طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھی کہ یکایک دردِ زہ شروع ہو گیا۔ محمد بھی اس وقت وہیں تھے۔ میری حالت متغیر دیکھکر میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ محمد نے فرمایا۔ کہ جلد طواف ختم کرو۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ آپ نے کہا۔ کہ اچھا خانہ کعبہ کے اندر چلی جاؤ۔ خدا مشکل آسان کریگا۔ میں کعبہ کے اندر چلی گئی وہاں علی پیدا ہوئے۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول صـ۲۱ +

ادھر فاطمہ بنت اسد نے اپنے لال کو خانہ کعبہ سے لیجانیکا ارادہ کیا ادھر خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کے دل میں القا کیا کہ اپنے خلیفہ و وزیر کے استقبال کو گھر سے چلیں۔ ابھی فاطمہ بنت اسد اس در بے بہا کو صدف کعبہ سے لیکر نکلی ہی تھیں کہ سب سے پہلے جناب محمد مصطفیٰ آ ادھر

ہی آرہے تھے راستہ میں ملے۔ آپ نے فوراً اس بچہ کو آغوش میں لے
اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اور علی اُس کا نام رکھا۔ اور اس کے منہ میں
لعابِ دہن ڈالا۔ علی نے آنحضرت کی زبان کو چوسنا شروع کیا۔ اور چوستے
چوستے سو گئے۔ دوسرے روز دودھ پلانے والی بلائی گئی۔ لیکن بچہ نے
عورت کا پستان منہ میں نہ لیا۔ پھر آنحضرت کو بلایا گیا۔ آپ نے پھر اپنی
زبان بچہ کے منہ میں دی اور وہ چوستا چوستا سو گیا۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح
المطالب ص ۴۶ - ۴۴۵ - ۴۴۵ - اور حسین علی حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰۔ آنحضرت
کا یہ سارا عمل بتا رہا ہے کہ آپکو شروع ہی سے آنے والے واقعات کا علم تھا۔
ورنہ زبان چوسانا اور خود غسل دینا۔ سب سے پہلے خود بچہ کو لے جانا۔ یہہ سب
افعال بے معنی نظر آتے ہیں۔ صرف چچازاد بھائی ہونا ان افعال کا محرک
نہیں ہو سکتا۔ جعفر و عقیل بھی تو آنحضرت کے ایسے ہی بھائی تھے +

فعل ۲ تعلم و تادب۔

خلیفہ رسول بننے کی اہلیت کے لئے رسول کے زیر نگرانی اس کی
تعلیم و تربیت بچپن ہی سے بہت ضروری ہے کیونکہ تعلیم و تربیت زمانہ
طفولیت کی اپنا اثر عمر بھر کے لئے چھوڑ جاتی ہے۔ علم النفس و الجذبات
اور علم التعلیم کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اور عقل کی مہرِ تصدیق اس فیصلہ
پر ثبت ہو چکی ہے کہ جو جذبات و تاثرات بچپن میں حاصل ہو جاتے ہیں اُن کا
اثر گہرا ہوتا ہے اور عمر بھر رہتا ہے جس آسانی سے نیک یا بد خیالات اور
طرز تخئیل عالم طفولیت میں پیدا کئے جا سکتے ہیں وہ بچپن کے بعد ممکن نہیں
چنانچہ جو بزرگوار بچپن و جوانی میں بتوں کی پرستش کر چکے تھے اور کفر کے
ماحول میں پلے تھے اُن میں ان تاثرات و جذباتِ مشرکانہ کا شائبہ اسلام
لانے کے بعد بھی باقی رہا اور مرتے دم تک ان بچپن کے ساتھیوں نے
ساتھ نہ چھوڑا۔ حضرت ابوبکر و جناب رسول خدا کا مکالمہ مشہور ہے کہ آنحضرت

کہ کفر و شرک تم میں چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے اور جا رہی ہے۔

[اخرج ابن] المنذر وابن ابی حاتم عن ابن جریج عنہ فی قولہ تعالیٰ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ قال فاخبرنی لیث بن ابی سلیم عن [ا]بن معقل عن حذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر او حضر ذلک حذیفۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکر واما حدثہ ایاہ ابو بکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابو بکر یا رسول اللہ وہل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او دعا مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل ..... واخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ ہل الشرک الا من جعل مع اللہ الٰہا آخر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور جزء الرابع ص ۵۲

علی المتقی: منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۱۔

شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفا مقصد ا ص ۱۹۹۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے آیہ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ کے سلسلہ میں روایت کی ہے ابن جریج کہتا ہے کہ مجھ سے لیث بن ابی سلیم نے یہ روایت ابن محمد کی بیان کی جسنے اسکو حذیفہ بن الیمان سے اور انہوں نے خود حضرت ابو بکر سے سنا تھا۔ (؟) یہ بھول گیا کہ آیا حذیفہ بن الیمان خود اس وقت آنحضرت کی خدمت میں ابو بکر کے ہمراہ حاضر تھے یا انسے ابو بکر نے بیان کی روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے ابو بکر سے کہا کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابو بکر نے کہا کہ یا حضرت شرک تو یہی ہے کہ کوئی شخص خدا کے علاوہ کسی اور کی پرستش کرے یا پکارے۔ آنحضرت نے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں روئے شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ..... اور بخاری نے ادب المفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابو بکر صدیق کے ہمراہ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے ابو بکر کو مخاطب کرکے کہا کہ اے ابو بکر تمہارے اندر شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابو بکر نے عرض کی کہ اے رسول اللہ شرک تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اور خدا کو شریک کیا جائے آنحضرت نے فرمایا قسم اُس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔

دیکھا آپ نے بچپن اور جوانی کی بت پرستی کو بڑھاپے کا ایمان خارج نہیں کر سکتا۔

برعکس اسکے آنحضرتؐ نے جنگ احزاب میں حضرت علیؑ کی نسبت فرمایا جب وہ جنگ کرنیکے لئے نکلے کہ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ شیخ کمال الدین الدمیری کبریٰ الجزء الاول ص ۲۷۴ تحت عنوان عیدہ یعنی ایمان کامل نکلا ہے طرف کفر

عن عمر بن الخطاب انہ قال اشہد علی رسول اللہ	عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں
سمعتہ یقول ان السموات السبع والارضین السبع	شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ
وضعت فی کفۃ ووضعت ایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان	سے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص۲۲۶	میں اور علیؑ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۶۱۱	علیؑ کا ایمان بھاری رہیگا۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۰۴۔

ناظرین غور کریں اور ہمارے ساتھ یکزبان ہوکر کہیں کہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ آنحضرتؐ کی پرورش اور تعلیم خاص کا نتیجہ تھا کہ وہ غوامض و نکات وحدانیت اور اسرار و صفات ذات الٰہیہ جو حضرت علیؑ پر منکشف ہوئے اُنسے وہ لوگ قطعی بے بہرہ تھے جنکی عمر ونکے چالیس سال سے زائد بت پرستی اور گمراہی میں صرف ہو چکے تھے اور جنکو آنحضرتؐ کی اس تعلیم خاص سے بہرہ نہیں ملا تھا۔ تعلیم کا اہل بھی تو ہر کس و ناکس نہیں ہوتا۔ غرضیکہ بچپن کی تعلیم کے تاثرات اور اسکے دوررس نتائج کو مدنظر رکھکر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو انکے والد ابوطالب سے لیکر اپنے پاس اور اپنے گھر میں پرورش کیا۔ اسوقت حضرت علیؑ کی عمر مشکل سے تین یا چار سال کی تھی کہنا رسول میں اسطرح پرورش پانیکا ذکر ہر ایک مورخ و محدث نے کیا ہے اور اسکو نعماء الٰہی میں سے ایک نعمت لقب دیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کی عبارت ملاحظہ ہو: وکان ربّاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صغرہ لقصۃ مذکورۃ فی السیرۃ النبویۃ فلازمہ من صغرہ فلم یفارقہ الی ان مات۔ ترجمہ جناب رسولخدا نے حضرت علیؑ کی پرورش و تربیت اُنکے بچپن ہی سے کی تھی جیسا کہ ہشام کی سیرۃ النبی میں درج ہے پس علی مرتضیٰ آنحضرتؐ کے ساتھ اپنے بچپن ہی سے رہے اور آنحضرتؐ کی رحلت تک اُنکے پاس سے جدا نہیں ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۵۷۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب دسواں خبری مطبوعہ بار چہارم ص۴۷۸ باب چہارم ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۲۱ ذیل عنوان ذکر الاختلاف فی

ر ابوجعفر محمد بن جریر الطبری - تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۲۱۲ محب الدین الطبری
منو الجزء الثانی - باب الرابع فصل الرابع ص۱۵۷ محمد بن اسماعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیۃ
لعلویہ ص۵ فی تشریح شعر یا اماما سبق الخلق الی طاعۃ المختار مذ کان صبیا
خلانی: الاصابۃ فی تمیز الصحابہ الجزء الرابع ص ۲۶۹ ابو الفداء: تاریخ: الجزء الاول
ن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص۵۷ - ص ۱۶

اس سے ظاہر ہے اور ہم دیگر شہادت بھی اسکے اثبات کیلئے آئندہ پیش کرینگے کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا الہام بھی نبوت کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی کے دلمیں خیال پیدا ہو کہ آنحضرت ابھی مبعوث تو ہوئے ہی نہ تھے خلافت کا انتظام پہلے ہی سے ہوگیا لیکن یہ خیال درست نہوگا کیونکہ النبی نبی و لو کان صبیا نبی بچپن ہی سے نبی ہوتا ہی بلکہ پیدا ہی نبی ہوتا ہی۔ آنحضرت کی پیدائش کے حالات جماعت حکومت ہی کی کتابوں میں دیکھ لو۔ اسوقت کتنے غیر معمولی عجائبات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ بت سرنگون ہوگئے۔ اور کسریٰ کے محل کا کنگرہ گر پڑا۔ قرآن شریف میں بہت سے بچے نبیوں کا ذکر ہے جس طرح عیسیٰ نے اپنی والدۂ محترمہ کی عصمت کی شہادت پیدا ہوتے ہی دی اور اپنے نبی ہونیکا اظہار کیا۔ وہ ہم باب ششم میں لکھ چکے ہیں۔ حضرت یحییٰ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝
پارہ ۱۶ سورہ مریم ع ۱ -

اے یحییٰ یہ کتاب (علم) مضبوطی سے پکڑ۔ ہمنے یحییٰ کو بچپن ہی میں حکمت عطا کی اور اپنے حضور سے برکت دی اور زکوٰۃ اور وہ متقی تھا۔ نیز اہلیت عطا کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور ظالم نہ ہو سلامتی ہو اسکے لئے جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔

لہذا اگر جناب محمد مصطفیٰ اسوقت اپنے عہدۂ نبوت اور اپنے وزیر و جانشین سے آگاہ تھے تو یہ بعید از سنت الٰہی نہ تھا بلکہ عین سنت الٰہی کے مطابق تھا۔

فعل ۳ سبقت در عرض اسلام - آنحضرت نے شروع ہی سے اپنے وزیرو

جانشین کو اسلام میں اُٹھایا اور پرورش کی۔ اسکے بعد اگر نزول وحی و اپنی بعثت کیا تو یہ بطور ایک ذکرِ واقعہ کے تھا لیکن یہ بھی آپ نے مردوں میں سب سے پہلے اُنکا جانشین شرف سبقت ظاہری سے بھی محروم نہ رہجائے۔ اسکا ذکر تفصیل کیا

فعل ۴ دعوت ذوالعشیرہ۔ اس دعوت کا ذکر تفصیل کیساتھ اس کتاب کے با... یہ نہایت صریح و مفصل و غیر مبہم اعلان خلافت کا تھا۔ اس اعلان کی موجودگی میں یہ کہ کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا یا سوائے علی کے وہ کسی اور کی خلافت سے راضی تھے انصاف کا خو...

فعل ۵ لیلۃ المبیت شب ہجرت علی کو اپنے بستر پر سلانا۔ آنحضرت کی نبوت کو ۱۳ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دینے میں انہیں خاص خوشی ہوتی تھی جب آنحضرت نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیکر قریش کی اس خوشی کو بہت کم کر دیا تو انکی آتش انتقام بہت جوش میں آئی اور سب نے تہیہ کر لیا کہ ایک آخری اور فیصلہ کن تدبیر کیجاوے۔ اس صلاح و مشورہ کیلئے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے ہر قبیلہ کے رؤسا جمع ہوئے اور ان سب کے سرغنہ ابوسفیان تھے بہت سی تدبیریں پیش کیگئیں اور آخرکار ابوجہل کا یہ مشورہ سب نے متفقہ طور پر منظور کر لیا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی ملکر تلوار سے آپکا خاتمہ کر دے۔ تاکہ بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے دیت خون طلب نہ کر سکیں۔ اور سب سے قصاص لینا انکی طاقت سے باہر ہو۔ جہانتک قبیلوں کی نمائندگی اور انکے اتفاق رائے کا سوال ہے۔ یہ جلسہ بنسبت جلسہ سقیفہ بنی ساعدہ کے بہت زیادہ نمائندگی کی حیثیت اپنے میں مضمر رکھتا تھا۔ اور اسکا فیصلہ بھی بنسبت سقیفہ کے فیصلے کے بہت زیادہ قطعی اور وقیع تھا کیونکہ یہ متفقہ تھا ایک رائے بھی مخالف نہ تھی۔ اور وہ متفقہ نہ تھا۔ یہ بہت غور و خوض کے بعد صادر کیا گیا تھا۔ وہ بقول حضرت عمر فلتۃ تھا یعنی ناگہانی آفت۔ فوری جذبہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوا تھا۔ اگر ایک قوم کا اجماع کسی معاملہ یا فعل کو جوازیت کی سند عطا کر سکتا ہے جسمیں نہ خدا کو دخل اور نہ خدا کے رسول کو تو پھر قریش کے اس متفقہ فیصلہ کیوجہ سے جناب محمد مصطفےٰ جمہوریت کے اصول کے مطابق جائز طور سے خلکم بدہن واجب القتل ہو چکے تھے اور انکا مذہب جمہوریت کے نہایت صحیح اصولوں کے مطابق قوم کیلئے ناقابل قبول قرار دیا

یا کوئی گمان کرسکتا ہے کہ اس تجربہ کے بعد بھی آنحضرت اپنے اسلام میں جمہوریت کے [illegible] کرینگے۔ غرضکہ قوم کے اس متفقہ فیصلہ پر عمل کرنے کیلئے ہر ایک قبیلہ سے ایک [illegible] منتخب کیا گیا۔ اور تمام قریش نے جھٹ پٹے سے ہی سے آنکر آنحضرت کے گھر کا محاصرہ [illegible]رب اُنکو زنانہ مکان کے اندر جانا معیوب سمجھتے تھے۔ لہذا باہر ہی ٹھہرے رہے [illegible]ضرت باہر نکلیں تو یہ فرض قومی ادا کریں۔ ادھر علام الغیوب نے اپنے رسول کو انکے [illegible]دے سے مطلع فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے نائب و خلیفہ علی کو اپنی جگہ اپنے بستر پر سُلا کر راتوں رات ہی یہاں سے ہجرت کر جاؤ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرت نے علی کو واقعات اور حکم الٰہی سے آگاہ کیا۔ وہ ایمانِ مجسّم جو رسول کے ہر قول و فعل کو منجانب اللہ سمجھتا تھا بیچون و چرا اس حکم کی تعمیل کیلئے تیار ہو گیا آنحضرت تو یہہ کہکر کہ میرے پاس جو امانات ہیں وہ ادا کر کے تم بھی چلے آنا روانہ ہو گئے اور علی نہایت اطمینان قلب کے ساتھ رسول خدا کی نیابت کرنے لگے اور ایسے آرام سے سوئے کہ گویا کوئی خطرہ ہی نہ تھا۔ باہر یہ حالت تھی کہ قریش کا مجمع امڈا چلا آتا تھا۔ رات بھر اینٹ پتھر برساتے رہے اور نہایت بےچینی سے صبح کا انتظار کرتے رہے پو پھٹتے ہی فوراً اندر گھس آئے اور علی بستر رسول سے مسکراتے ہوئے اُٹھے کفار دیکھکر حیران رہ گئے پوچھا محمد کہاں ہیں آپ نے نہایت اطمینان سے جوابدیا کہ کیا تم نے محمد کو میرے سپرد کیا تھا جو واپس مانگتے ہو۔ یہ بیباکانہ جواب اور وہ غصہ سے بھرا ہوا قریش کا مجمع علی ہی کی جراٴت تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اضطراب و خوف کے مارے مُنہ سے کچھ لفظ ہی نہ نکلتا حضرت علی نے جواب بھی دیا اور کیسا دلیرانہ انداز میں دیا جھوٹ بھی نہ بولے اور جواب بھی معقول ہو گیا چونکہ آپکا فعل عین حکم و مشیت خداوندی کے مطابق تھا لہذا خداوند تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا:۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ	یاد کرو اے محمد وہ وقت کہ جب کافروں نے تمہارے ساتھ مکر
یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ	کیا تھا تا کہ تمکو قید کریں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں
اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ	وہ مکر کرتے تھے اور خدا انکے مکر کو کاٹتا تھا اور خدا
پارہ ۹ سورۃ الانفال ع ۹۔	مکر کرنیوالوں کے مکر کا بہترین کاٹنے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے نہایت صریح نتیجہ نکلا کہ حضرت علی کو بستر رسول پر سلانیکی تجویز قریش کے مکر کا جواب دیا گیا تھا خداوند تعالیٰ کے حکم سے قرار پائی تھی اور یہ نیابت بحکم الٰہی تھی۔ اس لیلۃ المبیت کے واقعہ کو ہر ایک مورخ نے بیان کیا ہے۔ یہ کے مسلمات میں سے ہے اور اس پر قرآن شاہد ہے۔ ملاحظہ ہوں:۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص۳۶۷ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۵ ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص۹۴ ابو الفداء: تاریخ الجزء الاول ص۱۲۶ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۳۰ مسعودی: مروج الذہب الجزء الثانی ص۱۷۴ و ۱۷۵ ابن خلدون: تاریخ الجزء الثانی ص۱۵ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ جزء ہفتم ص۳۳۸ غیاث الدین اخوند: تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص۲۴ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۲۰۳ و ۲۰۵ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۳۳ جلال الدین السیوطی: در المنثور الجزء الثالث ص۱۸۰ ذیل تفسیر آیہ اذ یمکر بک الذین کفروا امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص۳۳۱ و ۳۴۸ ملا معین: معارج النبوت رکن چہارم۔ باب اول فصل اول در بیان مقدمات ہجرت نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ جزء الاول باب الثالث فصل التاسع ص۱۶۰ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالب ص ۲۹۸

شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الاول ص ۳۲۲۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء السابع ص۱۴۴ باب ہجرۃ النبی۔

Gibbon's Decline and Fall of the Roman Empire Vol. 2 P. 443

Gilman's History of the Saracens. P. 116

ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل الجزء الاول ص ۵۳۲ بہ تفسیر آیہ اذ یمکر بک الآیہ۔

ان کتابوں کی عبارتیں نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ صرف دو عبارتوں پر اکتفا کی جاتی ہے:۔

...الغابہ لابن الاثیر الجزری ... العلوم للغزالی و تاریخ ... یا دیکری بات علی کرم اللہ ... راش رسول اللہ صلی ... یہ وسلم فاوحی اللہ تعالیٰ ... جبرئیل و میکائیل علیہما السلام انی اخیت بینکما وجعلت عمر احدکما اطول من عمر الاٰخر فایکما یوثر صاحبہ بالحیٰوۃ فاختار کلاھما الحیٰوۃ واحباھا واوحی اللہ عزوجل الیھما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب اخیت بینہ وبین نبی محمد فبات علیٰ فراشہ یفدیہ بنفسہ ویؤثرہ بالحیٰوۃ اھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبرئیل عند راسہ ومیکائیل عند رجلیہ وجبرئیل علیہ السلام یقول بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب واللہ تعالیٰ یباھی بک الملائکۃ فانزل اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وھو متوجہ الی المدینۃ فی شان علی ومن الناس من

اسد الغابہ ابن الاثیر جزری و احیاء العلوم غزالی تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب حضرت علی بستر نبوی پر سوئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کی جانب وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا ہے اور تم دونوں کو بڑی طویل عمریں عطا کی ہیں پس دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی پر جان نثار کرے۔ یہ خطاب الٰہی سنکر جبرئیل و میکائیل نے اپنی اپنی زندگی کو عزیز سمجھا۔ اور زندگی کی قربانی کو گوارا نہ کیا۔ پروردگار عالم نے پھر ان کی جانب وحی القا فرمائی کہ کیا تم دونوں علی کی طرح نہیں ہو سکتے۔ دیکھو میں نے محمد و علی کے درمیان مواخاۃ قائم کی ہے۔ اور علی اسوقت بستر رسول پر اس غرض سے لیٹا ہوا ہے کہ ایثار بالحیٰوۃ کر کے اپنی جان کو اپنے بھائی و رسول کے اوپر نثار کرے۔ اب تم دونوں زمین پر اترو اور شر اعدا سے علی کی حفاظت کرو پس جبرئیل علی کے سر کیطرف اور میکائیل آپ کے پیروں کی طرف کھڑے ہوئے۔ اور جبرئیل کہتے جاتے تھے کہ مبارک ہو اے علی تمکو۔ کون ہے مثل تمہارے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جبکہ وہ مدینہ جا رہے تھے علی کی شان میں یہ آیت نازل کی

یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد.	ایک شخص ایسا ہے جو محض خدا کی رضامندی کیلئے اپنی جان فروخت کرتا ہے اللہ بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے
پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۵۔	

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۳۶۷۔

ابن الاثیر: اسد الغابہ۔ الغزالی: احیاء العلوم

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمۃ الباب الثانی ص ۲۱۔

وفی الدر المنثور للسیوطی۔ اخرج الحاکم وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال شریٰ علی نفسہ ولبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم نام مکانہ۔ وکان المشرکون یحسبون انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت قریش ترید ان تقتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درمنثور میں سیوطی لکھتے ہیں: حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور اسکی تصدیق کی ہے کہ علی ابن ابی طالب نے اپنی جانکو فروخت کر دیا اور آنحضرت کا لباس پہنکر انکی بستر پر سو گئے۔ مشرکین سمجھتے رہے کہ آنحضرت سوئے ہوئے ہیں اور وہ اس ارادے میں تھے کہ آنحضرت کو قتل کردیں

جلال الدین السیوطی: الدر المنثور الجزء الثالث ص ۱۸۰۔ زیر تفسیر آیہ اذ یمکر بک الآیہ۔

اسد الغابہ و احیاء العلوم والی روایت متذکرہ بالا کو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں درج کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۸۸ اور تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۴ اور شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ الجزء الاول ص ۳۲۲۔ معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب اول دربیان مقدمات ہجرت۔

اس واقعۂ لیلۃ المبیت سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں:۔

۱۔ یہ واقعہ ایثار نفس کے اعلیٰ ترین درجہ کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ درجہ جو انسانکو ملائکہ سے اشرف بناتا ہے۔ اتنا اشرف کہ خداوند تعالیٰ ملائکہ پر مباہات کرتا ہے اور اس طرح گویا انکو جتاتا ہے کہ یہ وہی انسان ہے جس کو تم سجدۂ تعظیمی کرنیسے کتراتے تھے۔

۲۔ ایمان خالص و یقین کامل کا ثبوت ہے۔ وہ ایمان اور وہ یقین جس پہ اولوالعزم

سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا قصہ اس طرح ہے کہ اُن سے ارشاد ربانی ہوا
ہے اپنے عصا کو زمین پر پھینک دو۔ اُنہوں نے پھینک دیا۔ وہ پھنکارتا
ن گیا۔ حضرت موسےٰ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسےٰ
اس کو پکڑ لو۔ ہم ابھی اس کو اس کی سابقہ حالت کی طرف لوٹا دینگے۔
موسیٰ اس حکم کی تعمیل سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے لیکن ڈر بھی رہے تھے
ں نے چادر کا کونہ ہاتھ پر لپیٹ کر اُسے پکڑنا چاہا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے
موسےٰ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اگر اسے ہم تمہاری ایذا کا حکم دیں تو کیا یہ تمہارا کپڑا
تمہیں اس کی ایذا سے بچا سکتا ہے۔ موسےٰ نے حضرت باری تعالیٰ کے حضور میں
عرض کی کہ نہیں لیکن ضعیف ہوں اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں۔ اور نفوس بشریہ
کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ حضرت موسےٰ کا جواب درست
تھا لیکن حضرت علی نے ثابت کر دیا کہ اُن کے ایمان و یقین نے اُن کو اس
ضعف بشری سے بالاتر کر دیا تھا +

۳۔ اس میں جان کا خطرہ عظیم تھا +

۴۔ حضرت علی نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کر دی۔ اور خداوند تعالیٰ نے
نے خرید لی +

۵۔ رشتۂ مواخات مابین محمد اور علی خود خداوند تعالیٰ نے قائم کیا تھا +

۶۔ فوراً ہی اجتماع قریش آنحضرت کے علم میں آیا جس دن قریش نے یہ تجویز
سوچی اسی دن اُس پر عمل کیا۔ اور فوراً جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے فوراً علی کو اپنے
بستر پر بحکم خداوندی سلا دیا۔ اتنی مہلت اور فرصت نہ تھی کہ حضرت ابوبکر یا کسی اور
سے مشورہ کرتے یا اطلاع دیتے۔ اور نفس واقعہ یہ کہہ رہا تھا کہ کسی اور کو خبر کرنا
مصلحت کے خلاف ہے +

۷۔ اعلیٰ ترین دلیری و شجاعت کا ثبوت ہے +

۸۔ جو خطرے کے وقت آنحضرت کی نیابت کرتا ہے مستحق اور اہل ہے اس امر کا

کہ حکومت کے وقت وہی نیابت کرے۔ نائب ہر جگہ و ہر وقت
۹۔ علی کی جان بکنے والی جنس۔ علی فروخت کرنے والے۔ خدا
اب جو کچھ اس کا عوض خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ ا
دینے والے کی حیثیت، قدرت اور وسعت کا اندازہ کرکے خود ناظ

حضرت ابوبکر کو ہجرت رسول کا علم نہ تھا۔ یہ امر واقعہ ہے

خدا نے نہ تو اپنی ہجرت کا مشورہ جناب ابوبکر سے کیا اور نہ اپنی مرضی
ساتھ لیا۔ بلکہ اس واقعہ کو حضرت ابوبکر سے اسی طرح مخفی رکھا جس طرح دیگر
سے۔ سوائے حضرت علی کے اور کسی کو اس سے آگاہ نہ کیا۔ حضرت ابوبکر کو تو معلوم
بھی نہ تھا کہ کب اور کہاں آنحضرت تشریف لے گئے۔ اس دعوی کا ثبوت ملاحظہ ہو

عن عمرو بن میمون قال انی جالسٌ الی ابن عباس اذ اتاہ رھط یقعون فی علی ابن ابی طالب فرد علیھم ابن عباس وقال لما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شری علی نفسہ لبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم نام مکانہ قال ثم کان المشرکون یرمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فجاء ابوبکر وعلی نائم قال وابوبکر یحسب انہ نبی اللہ قال فقال یا نبی اللہ قال فقال لہ علی ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد انطلق نحو بئر میمون فادرکہ۔ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار وجعل علی یرمی بالحجارۃ

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں ایکدن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چند آدمی آئے اور وہ حضرت علی کی برائی کرنے لگے۔ ابن عباس نے اُن کو روکا اور کہا کہ جب جناب رسول خدا نے مکہ سے ہجرت کی تو علی اپنی جان کو فروخت کرکے جناب رسول خدا کا لباس پہنکر آنحضرت کی جگہ سو گئے اور مشرکین اُن کو محمد ہی خیال کرتے رہے۔ اتنے میں ابوبکر آئے علی سو رہے تھے۔ ابوبکر نے پکارا یا نبی اللہ۔ حضرت علی نے اُن سے کہا کہ رسول تو بئر میمون کی طرف گئے ہیں۔ اگر تمہیں ملنا ہے تو وہاں جاؤ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوبکر اُدھر گئے اور آنحضرت کے ساتھ غار میں داخل ہوئے علی آنحضرت کی طرح کفار کے اوپر کنکریاں پھینکتے جاتے تھے۔

نبی اللہ۔

حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱

اتی علیاً فسئلہ عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انہ لحق بالغار من ثور وقال ان کان لک فیہ حاجۃ فالحقہ فخرج ابوبکر مسرعاً فلحق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الطریق فسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرس ابی بکر فی ظلمۃ اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المشی فانقطع قبال نعلہ ففلق ابہامہ حجر فکثر دمہا واسرع السعی فخاف ابوبکر ان یشق علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع صوتہ وتکلم فعرفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام حتی اتاہ فانطلقا ورجل تستن دماً حتی انتہیا الی الغار مع الصبح فدخلاہ ... ونجی اللہ رسولہ من مکرہم وانزل علیہ فی ذلک واذ یمکربک الذین کفروا۔ الآیہ۔

ابوبکر علی کے پاس آئے اور ان سے جناب رسولخدا کی نسبت دریافت کیا۔ مشکلکشا نے فرمایا کہ وہ غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو ان سے کوئی حاجت ہے تو تم بھی اسطرف چلے جاؤ پس ابوبکر جلد جلد چلے یہانتک کہ راستہ میں جناب رسولخدا سے مل گئے۔ آنحضرت نے جو قدموں کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ کوئی مشرک آ گیا پس آنحضرت نے اپنی رفتار تیز کردی یہانتک کہ آپکی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا اور انگوٹھے کو پتھر نے زخمی کردیا۔ ابوبکر ڈرے کہ آنحضرت کو تکلیف ہوگی لہذا اپنی آواز بلند کرکے کلام کیا۔ آنحضرت انکو پہچانکر کھڑے ہوگئے اور دونوں ساتھ چلنے لگے۔ آنحضرت کے پیر سے خون جاری تھا یہانتک کہ صبح ہوتے ہوتے دونوں غار میں داخل ہوگئے۔ [illegible] اسکو نقل کرنے کے بعد مورخ لکھتا ہے اس طرح خدا نے کفار کے مکر سے آنحضرت کو نجات دی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ واذ یمکربک الذین کفروا۔ الآیہ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۲۴۴۔

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۴۰۔

نیز ملاحظہ ہو:۔

ابو عبد اللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی، باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۳ و ۲۰۴۔

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص ۱۷۔

محمد بن اسمٰعیل الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۱۱ و ۱۲ بہ تشریح شعر ۵

فدا ۂ لیلۃ ھستبہ فتیتہ تابعت شبہ

یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱

یہ امر مسلمہ اور قرین قیاس ہے کہ آنحضرت نے اپنی ہجرت کو [illegible]
رکھا۔ نہ کسی سے ذکر و مشورہ کیا اور نہ ذکر و مشورہ کرنے کا وقت تھا اور [illegible]
تھا۔ فوراً ہی حکم ملا کہ ان اللہ یامرک بالھجرۃ۔ اس حکم کی تعمیل اُس ہی و[illegible]
تھی ہجرت رسول ایک نہایت عظیم الشان واقعہ تھا جس کا وقت و طریقہ خداوند
تعالیٰ ہی مقرر کر سکتا تھا۔ اور پھر اُس کے حکم قطعی کے بعد صلاح و مشورہ کی کیا ضرورت
باقی رہتی ہے حضرت علی کو اپنے بستر پہ سلانے کے لئے کسی صلاح و مشورہ کی ضرورت
نہ تھی۔ کیونکہ یہ بھی خداوند تعالیٰ ہی نے مقرر کر دیا تھا۔ اخفا اس مہم کی جان تھی۔ تمام
مشرکین مکہ کا آنحضرت کے قتل پر اتفاق ہو چکا تھا۔ مسلمان تو تقریباً سب مکہ سے
نکل ہی چکے تھے حضرت ابوبکر باقی تھے۔ اُن کے کئی ملازم و غلام کافر تھے۔ خود اُنکے
والد بزرگوار کافر تھے اور اس نئے دین کو کراہیت سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب
اُن کو معلوم ہوا کہ ابوبکر چلے گئے تو بہت برافروختہ ہوئے۔ ایسی حالت میں آنحضرت
کا حضرت ابوبکر کے گھر پر جانا راز کو طشت از بام کر دیتا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہیں
حضرت ابوقحافہ دست گریبان ہو جاتے۔ لہذا آپ نے صرف اپنے خلیفہ و وزیر ہی
یعنی علی ابن ابی طالب سے ذکر کیا۔ چند ہدایات دیں اور چلے گئے واقعہ تو اتنا ہی
ہے۔ اگر حضرت معاویہ اور اراکین سلطنت کی کوششوں سے اس پر کچھ حاشیہ آرائی
ہو گئی ہے تو بعید از قیاس نہیں +

دنیائے اسلام کا یہ عظیم الشان واقعہ یعنی ہجرت رسول ۲۶ ماہ صفر کا دن تمام
ہو کر روز پنجشنبہ ۱۳ سال نبوت مطابق ۲ ستمبر ۶۲۲ء ظہور پذیر ہوا۔

فصل ۶ عقد مواخات۔

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد فوراً ہی آپ کی توجہ انتظام معاملات کی طرف

ہوئی تنظیم معاملات میں پہلا کام جو آنحضرت نے کیا وہ مسلمانوں میں عقد قائم کرنا تھا۔ دنیا میں اسلام کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ کی کتاب ہشام کی سیرۃ النبی میں ہے۔

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ و بین اصحابہ من المہاجرین والانصار فقال فیما بلغنا ونعوذ باللہ ان نقول علیہ ما لم یقل تآخوا فی اللہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی بن ابی طالب فقال ھذا اخی۔ فکان رسول اللہ سید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الذی لیس لہ خطیر ولا نظیر من العباد وعلی بن ابی طالب اخوین۔	جناب رسالتمآب نے جماعت صحابہ میں مہاجرین و انصار کے مابین عقد مواخات قائم کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ملا ہے ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ بات کہیں جو انہوں نے نہیں کہی کہ میں تم لوگوں کے درمیان صیغہ اخوت جاری کروں اور تم لوگ بھائی بھائی ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسول صلعم سید المرسلین امام المتقین و رسول رب العالمین تھے اور بندوں میں سوائے علی کے کوئی شخص آپ کا ہم پلہ و مثیل فی القدر و منزلت نہ تھا۔ اس بنا پر یہ دونوں بزرگوار بھائی بنے

ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳ و ۱۲۴ - مطبوعہ مطبع حجازی بالقاہرہ۔

نیز ملاحظہ ہوں:-

تاریخ ابو الفداء الجزء الاول ص ۱۲۷	تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد سیوم ص ۱۲
حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۲۰	ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۲۱۱ باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ بین اصحابہ

ابن حجر عسقلانی نے نہایت خوبی سے ابن تیمیہ کے اعتراض کو رد کیا ہے ابن تیمیہ حضرت علی کی سخت مخالفت کرنے والوں میں سے ہے چونکہ مواخات سے حضرت علی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا محض قیاس کی بنا پر اسکی

تکذیب کی ہے۔ یہ کہکر کہ مواخاۃ تو تالیف و محبت پیدا کرنے کے لئے۔ لہذا آنحضرت و علی کے درمیان میں محبت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ پہلے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اس کا جواب ابن حجر نے یہ کہ ابن تیمیہ مواخاۃ کی مصلحت ہی کو نہیں سمجھے۔ چونکہ حضرت علی آنحضرت کے بچپن سے رہتے تھے اس وجہ سے آنحضرت نے علی کو اپنا بھائی بنایا۔ چونکہ آخر کار ابن حجر بھی تو جماعت حکومت سے ہیں ان سے کیا امید ہو سکتی ہے ورنہ مصلحت یہ نہ تھی جو انہوں نے بیان کی۔ بلکہ ایک دوسرے کی طبیعت کا لگاؤ اور ان کا درجہ منزلت دیکھکر بھائی بھائی منتخب کئے گئے۔ حضرت عمر و حضرت ابوبکر کو بھائی بھائی بنایا۔ اور عبدالرحمن بن عوف اور عثمان کو بھائی بھائی بنایا طلحہ و زبیر کو بھائی بھائی بنایا۔ ملاحظہ ہو فتح الباری۔ الجزء السابع صلا۲۱ باب کیف اخی النبی صلعم بین اصحابہ۔ بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ آنحضرت واقعی ایک دوسرے کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے بلکہ آنحضرت کے اس انتخاب نے ثابت کر دیا کہ آپ کو آنیوالے واقعات کی خبر دیدی گئی تھی۔ نبی کے ہر فعل سے اس کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ واقعہ مواخاۃ دو دفعہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور دوسری دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ دونوں دفعہ جناب رسول خدا نے حضرت علی ہی کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا۔ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ۔ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ حتی بقی علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان اکون اخاک قال بلی یا رسول اللہ رضیت	ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے باہم اپنے اصحاب میں عقد مواخاۃ قائم کیا۔ اور علی باقی رہ گئے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی کیا تم راضی نہیں کہ میں تمہارا بھائی بنوں۔ جناب امیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں راضی ہوں۔

اخی فی الدنیا والآخرة۔	آنحضرت نے فرمایا کہ تو دنیا و آخرت میں
ستیعاب ترجمہ علی ص ۴۶۲-	میرا بھائی ہے۔
ن المسیب ان رسول اللہ	سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے
علیہ وسلم اخی بین الصحابة	اپنے اصحاب کے مابین عقد مواخات قائم کیا۔ حتیٰ
سول اللہ صلی اللہ علیہ	کہ خود آنحضرت و علی و ابوبکر و عمر باقی ہے پس آپ نے
م علی وابوبکر واخی بین ابی بکر	ابوبکر و عمر کے درمیان صیغۂ اخوت قائم کیا اور
عمر وقال لعلی انت اخی	علی سے فرمایا۔ کہ تو میرا بھائی ہے۔

احمد حنبل مسند۔ الجزء ص

عن ابن عباس قال لما اخی رسول اللہ	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اپنے اصحاب
صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من	مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاة کرائی تو
المہاجرین والانصار وھو انہ صلی	آپ نے ابوبکر و عمر کو بھائی بھائی بنایا۔ اسی طرح
اللہ علیہ وسلم اخی بین ابی بکر وعمر	عثمان ابن عفان و عبدالرحمن بن عوف کو طلحہ
واخی بین عثمان بن عفان وعبدالرحمن	زبیر کو اور ابوذر غفاری و مقداد کو آپس میں
ابن عوف واخی بین طلحة وزبیر واخی	بھائی بھائی بنایا۔ اور حضرت علی کو کسی کا بھائی
بین ابی ذر الغفاری والمقداد ولم یواخ	نہ بنایا اور پھر فرمایا کہ یا علی تم راضی نہیں ہو کہ تم
علی بین احد منہم وقال لہ اما ترضی	میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کیلئے تھے
ان تکون منی بمنزلة ہارون	طبرانی و سیوطی و علی المتقی نے اس کو روایت
من موسیٰ. اخرجہ الطبرانی والسیوطی والمتقی	کیا ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامة باب الثانی ص ۱۳-

عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	احمد حنبل و ابوبکر مردویہ حذیفة الیمان سے روایت
قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین	کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے
المہاجرین والانصار کان یواخی	اصحاب کے درمیان عقد مواخاة اس التزام کے
بین الرجل ونظیرہ ثم اخذ	ساتھ قائم کیا کہ دو شخص آپس میں نظیر و مشابہ

بید علی فقال ھذا اخی قال	تھے انکو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ پھر
حذیفہ فرسول اللہ صلی اللہ	رسولِ خدا نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ
علیہ وسلم سید المرسلین و	بھائی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا
امام المتقین ورسول رب العالمین	و امام المتقین و رسول رب العالمین تھے انکے
الذی لیس لہ شبیہ ولا نظیر وعلی اخوہ	شبیہ و نظیر سوائے علی کے نہ تھا۔

اخرجہ احمد فی المناقب وابوبکر ابن مردویہ

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال	زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آنحضرت
دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تم
وسلم فقال انی مواخ بینکم کما اخی	میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے لگا ہوں جس
اللہ بین الملائکۃ ثم قال لعلی انت	طرح کہ خدا نے ملائکہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا
اخی ورفیقی ثم تلی ھذہ الایہ	ہے۔ پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور
اخواناً علی سرر متقابلین۔ اخرجہ	رفیق ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔
ابوبکر ابن مردویہ۔	اخواناً علی سرر متقابلین۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۴۔

مولوی حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ دوئم ص ۱۸۴ پر لکھتے ہیں:

"مواخات۔ اس کے معنے بھائی بنانے کے ہیں۔ اس لئے مواخاۃ دلیل مساوات ہے نفسِ مواخات حضرت علی کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال ہے۔ اس لئے اس سے صرف مراد مساوات فی العمل سمجھی جائیگی۔ اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے۔ اور کثرت ثواب دلیل افضلیت"۔

آگے چل کر فاضل مولف لکھتے ہیں:۔

"شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخات ص ۵۰ میں لکھتے ہیں کہ موفق ابن احمد نے مواخاۃ میں گیارہ حدیثیں روایت

کیں۔ اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالاسناد مجاہد و عکرمہ و حضرت ابن عباس و سعید ابن المسیبؓ ابن ... و زید ابن ابی اوفیٰ و انس بن مالک و زید بن ارقم و حذیفہ بن الیمان۔ مخدوج بن زید بذلی۔ و ابوامامہ باہلی و جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں" +

ناظرین کی سہولت کے لئے ہم اُن کتابوں میں سے چند کے نام ذیل میں دیتے ہیں جن میں واقعۂ مواخات اسی طرح درج ہے:-

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الاول ص ۱۵ و الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۷ - ۱۶۸ و فصل التاسع ص ۲۱۲ +

سیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی ص ۹۱۔ تاریخ ابوالفداء الجزء الاول ص ۱۲۷۔

ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳ و ۱۲۴ ابن خلدون: اردو ترجمہ جلد سوم ص ۶۲

حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۲۷

عبیداللہ امر تسری: ارجح المطالب فی عد مناقب علی بن ابی طالب ص ۵۱۵ تا ۵۲۳ باب چہارم

ابن عبدالبر: الاستیعاب ص ۴۶۳۔ ترجمہ علی۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۴ و ۴۰۰ حدیث ۲۰۸۷ ص ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۱ ص ۳۹۹ حدیث ۶۰۲۱ و ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۰۵ +

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۰۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۲۱۱۔ باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ +

حافظ محمد علی حیدر۔ سیرۃ العلویہ حصہ دوم ص ۴۸

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث السابع ص ۷۳

ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء الثالث ص ۲۲۶ و الجزء السابع ص ۳۳۵

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۲۔

شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ ص ۵۶ و ۵۷ باب التاسع و ص ۱۱۷ باب الخمسون۔

سنن ترمذی: ک ۴۶ ب ۲۰۔ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر ...

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب الہجرۃ ص ۱۴۔

جلال الدین السیوطی: جمع الجوامع امام احمد حنبل: کتاب المناقب ج۱

فعل ۲: تزویج علی با فاطمہ بحکم خداوندی۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ..... يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ

۲ ہجری میں جنگ بدر کے تین مہینہ بعد یکم ذی الحجہ روز جمعہ السعدین واقع ہوا۔ حضرت علی کی عمر اُس وقت اکیس سال پانچ ماہ اور حضرت فاطمہ کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر و حضرت عمر جناب رسول خدا سے خواستگاری فاطمہ کر چکے تھے۔ اُن کو جواب ملا تھا کہ اس امر میں ہم وحی الٰہی کے منتظر ہیں +

روی ان ابا بکر خطب فاطمہ فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر انتظر بها القضاء ثم خطبها عمر فقال له مثل ما قال لابی بکر ..... روی بریدہ قال اتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما حاجۃ ابن ابی طالب فقال ذکرت فاطمہ فقال مرحبا و اھلا

حضرت ابوبکر نے آنحضرت سے فاطمہ کی خواستگاری کی آپ نے فرمایا کہ اس امر میں وحی الٰہی کا منتظر ہوں پھر حضرت عمر نے آنحضرت سے فاطمہ کی خواستگاری کی۔ آپ نے بھی یہی کہکر انکار کر دیا۔ .. بریدہ کہتے ہیں کہ پھر حضرت علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاطمہ کی خواستگاری کی۔ آپ نے فرمایا مرحباً و اہلاً یعنی مبارک ہو بہت خوشی ہے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۰۷ و ۴۰۸۔

نکاح کے خطبہ کے دوران میں آنحضرت نے فرمایا:۔

ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمہ من علی وقد زوجتہ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ارضیت یا علی فقال علی رضیت عن اللہ و عن رسولہ۔

پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کروں پس میں نے چار سو مثقال چاندی پر نکاح کر دیا۔ یا علی تم راضی ہو۔ علی نے جواب میں خدا و رسول کے ارشاد و فرمان پر راضی ہوں۔

یا دیکھی: تاریخ الخمیس ۔ الجزء الاول ص ۴۰۸ ۔

جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ سے فرمایا ۔

لہا واللہ مالوت ان نات خیر اهلی.

پھر آنحضرت نے فاطمہ کو مخاطب کرکے کہا کہ میں نے اپنے اہلبیت میں سے سب سے بہترین شخص کیساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔

ابن سعد: طبقات الکبریٰ الجزء الثامن فی النساء ص ۱۵

اخرجہ الطبرانی عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی....

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔ ......

اخرجہ الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی بن ابیطالب۔

طبرانی نے جابر سے اور خطیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی اولاد کو اسکے اپنے صلب میں قرار دیا لیکن میری اولاد کو صلب علی ابن ابیطالب میں قرار دیا

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ ۔ باب التاسع ۔ فصل الثانی ۔ حدیث السادس والعشرون ۔ ص ۴۷۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد انی کد بلغت ھذا اخی وابن عمی وصھری وابو ولدی اللھم کب من عاداہ فی النار۔

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوند تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی امت تک پہنچادیا ہے کہ یہ میرا بھائی ابن عم میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے۔ خداوندا جو اس سے دشمنی کرے تو اسکو دوزخ میں اوندھا ڈال دیجیو۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۲۴۳ مطبوعہ ۱۳۵۱ھ بار چہارم۔

عن بلال بن حمامہ قال طلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم متبسما ضاحکا وجھہ مشرق کدارۃ القمر فقام الیہ عبد الرحمن بن عوف

ابوبکر خوارزمی بلال بن حمامہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک روز جناب رسالتماب ہنستے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپکا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح سے نورانی تھا عبد الرحمن بن

فقال یا رسول اللہ ما ھذا النور
قال بشارۃ اتتنی من ربی فی اخی و
ابن عمی وابنتی قال اللہ زوج
علیاً من فاطمۃ وامر رضوان
خازن الجنان فھز شجرۃ الطوبی
فحملت رقاقا یعنی صکاکا بعدد
محبی اھل بیت وانشا تحتھا
ملائکۃ من نور ودفع الی کل
ملک صکا فاذا استوت
القیامۃ باھلھا بالخلائق
فلا یبقی محب لاھل بیتی الا دفعت
الیہ صکا فیہ فکاکہ من النار
فصار اخی وابن عمی وابنتی
فکاک رجال ونساء من امتی
من النار (رواہ ابوبکر الخوارزمی)
عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوم صـ۳۳

عوف نے اٹھکر عرض کیا کہ یا رسو[illegible]
اقدس پر کیسا نور ہے؟ آپ نے فرما[illegible]
سے میرے بھائی اور ابن عم او[illegible]
بشارت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی
کا نکاح کیا ہے اور رضوان خازن جنت
اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا۔ وہ بار آور ہو گیا۔
میرے اہلبیت کے دوستوں کی تعداد کے برابر اس
میں پتے پیدا ہوئے۔ اور ہر ایک پتہ برأت از دوزخ
یعنی نجات کا رقعہ بن گیا۔ شجر طوبیٰ کے نیچے نور کے
فرشتے پیدا کئے اور ہر ایک فرشتہ کو وہ نجات کا پروانہ
دیا جبکہ قیامت اپنے تمام لوگوں کے ساتھ قائم
ہوگی تو کوئی محب میرے اہلبیت کا باقی نہ رہیگا۔
لیکن یہ کہ اس کے اوپر وہ نجات کا پروانہ گریگا جو اسکو
آگ سے نجات دیگا۔ اس طرح میرا بھائی ابن عم
اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کو
دوزخ کی آگ سے رہائی دلانیوالے ہونگے۔

حضرت ابوبکر و عمر کا آنحضرت سے خواستگاری فاطمہ کرنا۔ آنحضرت کا انکار کرنا۔ پھر وحی الٰہی کا آنا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کرنا تمام کتب تواریخ و حدیث میں درج ہے۔ اوپر کی کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ ہوں

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث نمبر ۲۵۰۹ و نمبر ۲۵۱۰ و ص ۱۵۳ حدیث نمبر ۲۵۴۴ ص ۳۹۲ حدیث ۶۰۰۷ +

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع صـ۳۴۲

طبقات ابن سعد: الجزء الثامن ص ۱۱ و ۲۱

ابن الاثیر الجزری: اسد الغابہ ص

الطبرانی: معجم کبیر۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۱۔

۸۔ سدالابواب۔ جب آنحضرت نے مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر فرمائی تھی صحابہ نے بھی اپنے مکانات مسجد سے ملحق بنا لئے اور اُن مکانات ے مسجد میں کھول دے تاکہ مسجد کی آمد و رفت میں آسانی ہو۔ اس آمدو یجہ ہوا کہ لوگ ہر حالت میں مسجد میں آنے جانے لگے جس سے مسجد نبوی ت میں فرق آنے لگا۔ اس پر خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان تمام ابہ کے مکانوں کے دروازے سوائے درخانہ علی کے بند کرا دو۔ صرف حضرت علی کے مکان کے دروازے کو مسجد کی طرف کھلے رہنے کی اجازت دی گئی۔ باقی تمام صحابہ کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کر دیئے گئے۔ اس پر صحابۂ رسول نے اعتراض کیا۔ جب آنحضرت کو اُن کی یہ شکایت معلوم ہوئی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا کہ نہ میں نے صحابہ کے دروازے بند کرائے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے۔ اس واقعہ کے اثبات و تصدیق کے لئے ملاحظہ ہوں:-

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۱۷۵، و ۳۳۰ الجزء الثانی ص ۲۶ الجزء الرابع ص ۳۶۹

ابو عبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۷ و ۱۲۵ و ۱۳۴ +

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۲۰۴ +

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الثالث عشر ص ۷۳ و حدیث الثالث والعشرون ص ۷۴، فصل الثالث ص ۷۶،

نورالدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول باب الرابع فصل الحادی عشر ص ۳۳۶ تا ۳۴۰ +

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۴۲ +

علی المتقی: کنزالعمال الجزء السادس کتاب الفضائل الباب الثالث الفصل الثانی ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۵ و ۱۵۰۳ و ۲۵۰۰ ص ۱۵۵ حدیث ۲۶۲۰ و ۲۶۲۱ ص ۱۵۷ حدیث ۲۶۲۲ ص ۳۹۸ حدیث ۶۰۶۹ ص ۴۰۸ حدیث ۶۰۵۱ و ۶۰۵۶ +

جلال الدین سیوطی: کتاب الدرالمنثور الجزء الثالث ص ۱۳ و ۱۴ و الجزء السادس ص ۱۲۲ زیر تفسیر آیہ

والنجم اذا ھویٰ۔ الآیہ +

سبط ابن الجوزی: تذکرۃ خواص الائمۃ الباب الثانی ص ۲۵۔

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۸۱ و ۱۵۴ +

شمس الدین الجزری: اسنیٰ المطالب ص ۱۲

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ۱۷، ۱۸۱ و ۴۳ لغایت ۴۷ +

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجز السابع ص ۹۵ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سیوم ص ۱۰۲

شیخ سلیمان قندوزی۔ ینابیع المودۃ باب السابع عشر ص ۷۱ تا ۷۲ +

شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل۔

اب ہم کچھ عبارات نقل کرتے ہیں:۔

عن زید ابن ارقم والبراء ابن عازب قال لنفر من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابواب شارعۃ فی المسجد فقال سدوا الابواب الا باب علے قال فتکلم فی ذلک الناس فقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ قال اما بعد فانی قد امرت بسد ھذہ الابواب غیر باب علی فقال فیہ قائلکم انی واللہ ماسددت شیئاً وفتحتہ ولکنی امرت بشیئ فاتبعتہ۔

(اخرجہ احمد والنسائی والحاکم)

امام احمد حنبل و نسائی و حاکم نے زید بن ارقم و براء بن عازب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند اصحاب رسول کے مکانوں کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے آنحضرت نے حکم دیا کہ سب دروازے سوائے علی کے دروازے کے بند کردئے جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لیگئے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ ان تمام دروازوں کو سوائے علی کے دروازے کے بند کرادوں۔ اسی خطبہ میں آپنے فرمایا کہ قسم ہے مجھکو ذات باری کی میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کھلوایا ہے لیکن مجھے ایسا حکم خدا کی طرف سے دیا گیا تھا جسکی میں نے تعمیل کی ہے +

ی: وفارالوفا ، الجزءالاول ۔ باب الرابع ۔ فصل حادی عشر ص ۲۳۶ +

مرہ قال رسول اللہ
یہ وسلم سدوا الابواب
لا باب علی فقال رجل
قد رما اخرج منہ و
فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لم اومر بذلک
فقال فیقدر راسی فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اومر
بذلک فانصرف باکیا حزینا
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سدوا الابواب کلھا غیر
باب علی فربما مرفیہ وھو جنب اخرجہ الطبرانی

طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے
ہیں کہ جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے
علی کے دروازے کے علاوہ بند کئے جائیں
ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے صرف اتنی جگہ
کی اجازت دیں کہ جس میں سے آ جا سکوں حضرت
نے فرمایا مجھکو اسکا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر وہ شخص
التجا کرنے لگا کہ مجھے صرف اتنی جگہ چھوڑنے کی اجازت
دیجائے کہ میرا سر نکل سکے حضرت نے فرمایا مجھکو
اسکا بھی حکم نہیں ہے۔ تو وہ شخص روتا ہوا نہایت
غمگین و مایوس ہو گیا۔ پھر جناب رسول خدا نے
حکم دیا کہ علی کے دروازے کے علاوہ باقی سب
دروازے بند کر دو۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ علی حالت
جنب میں اسی دروازے سے آتے جاتے تھے۔

نورالدین سمہودی: وفارالوفار الجزءالاول ص ۳۴۰ +

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل
لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد
غیری وغیرک اخرجہ البزار

البزار ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں
کہ جناب رسول خدا نے علی سے فرمایا کہ اے علی
سوائے میرے اور سوائے تیرے کسی کے لئے جائز
نہیں ہے کہ مسجد میں حالت جنابت کے اندر آئے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۰ +

اخبرنا ابوبکر احمد بن جعفر البزاز ببغداد ثنا
عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی حدثنا
محمد بن جعفر ثنا عوف عن میمون ابی عبداللہ
عن زید بن ارقم قال کانت لنفر من اصحاب

راسمائے راویان عربی میں دیکھو جیسے ایک امام احمد
حنبل میں) زید بن ارقم سے مروی ہے کہ چند
صحاب رسول کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے
تھے اور وہیں سے آمد و رفت تھی۔ ایک دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب
شارعۃ فی المسجد فقال یوماً سدوا
ھذہ الابواب الا باب علی فتکلم
فی ذلک ناس ۔ فقام رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ و
اثنیٰ علیہ ثم قال اما بعد فانی
امرت بسد ھذہ الابواب غیر
باب علی ۔ فقال فیہ قائلکم واللہ ما
سددت شیئاً ولا فتحتہ
ولکن امرت بشیٔ فاتبعتہ ۔
ھذا حدیث صحیح الاسناد
لم یخرجاہ ۔

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین
الجزء الثالث ص ۱۲۵ ، ۱۳۴ +

عن سعید بن ابی وقاص قال
کانت لعلی مناقب لم تکن لاحد
کان بیتہ فی المسجد و اعطاہ الرایۃ
یوم خیبر و سد الابواب الا باب علی
اخرجہ احمد و ابوالحسن فقیہ ابن المغازلی

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۰۳

عن ابی ھریرۃ عن عمر بن الخطاب
قال لقد اعطی علی ثلاث خصال
لان یکون لی واحدۃ منھن

جناب رسول خدا نے حکم دیا
دروازے سوائے علی کے و
کے بند کر دو ۔ اس پر لوگوں نے
کہیں ۔ جب آنحضرت کو معلوم ہو
پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و
فرمایا کہ تحقیق مجھے حکم دیا گیا کہ تم سب
دروازے سوائے علی کے دروازے کے
بند کر دوں لیکن اس پر تم میں سے اعتراض
کرنیوالے نے اعتراض کیا ہے قسم بخدا میں نے خود
نہ کوئی دروازہ بند کیا ۔ اور نہ کوئی دروازہ کھلا
رکھا ۔ مجھے تو جو حکم خدا کی طرف سے ملا تھا اسکی
تعمیل میں نے کی ہے ۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے
تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے
اگرچہ شیخین نے ان اسناد کو دیکھتے ہوئے اسکو روایت نہیں کیا
امام احمد حنبل و فقیہ ابن المغازلی روایت کرتے ہیں سعید
بن ابی وقاص سے جو کہتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ کے
ایسے فضائل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں انکا گھر
مسجد میں تھا خیبر کے روز انکو علم دیا گیا اور انکے
دروازے کو چھوڑ کر باقی سب دروازے جو مسجد
میں کھلتے تھے بند کر دیے گئے ۔
امام احمد حنبل و ابویعلیٰ و الحاکم و ابن السمان روایت کرتے
ہیں ابوہریرہ سے جو روایت کرتا ہے حضرت عمر سے ۔
حضرت عمر نے کہا کہ علی کو تین ایسی فضیلتیں عطا ہوئی ہیں

...ہ من اعطی حمر النعم فسئل
...ن؟ وجته ابنته فاطمة
...ه في المسجد لا يحل لي فيه
...له والراية يوم خيبر۔
...ه احمد وابو يعلى والحاكم وابن السمان
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۱

عن سعد ان النبي صلى الله عليه
وسلم امر بابواب فسدت وترك
باب علي فاتاه العباس فقال
يا رسول الله سددت ابوابنا
وتركت باب علي فقال ما انا
سددتها لكن الله سددها۔
(اخرجه احمد والنسائي والطبراني)
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۲

عن عمر بن سهيل قال قال رسول الله
عليه وسلم انطلق فمرهم ان يسدوا
ابوابهم فانطلقت فقلت لهم ففعلوا
الا حمزة فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم قل لحمزة فليحول بابه
فقلت لحمزة ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يامرك ان تحول
بابك فحوله فرجعت اليه وهو قائم يصلي
فقال ارجع الى بيتك (اخرجه البزار)

کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ مجھے سرخ چشم
والے اونٹ سے بہتر ہوتا۔ پوچھا گیا کہ وہ تین
فضیلتیں کونسی ہیں تو حضرت عمر نے کہا کہ انکی
زوجہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔ انکو مسجد میں رہائش
دی، اور وہاں انکو وہ امور جائز تھے جو میرے لئے
نہ تھے تیسرے یہ کہ روز خیبر انکو علم دیا گیا۔

احمد، نسائی و طبرانی روایت کرتے ہیں سعد سے وہ کہتے
ہیں کہ جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے
بند کر دیئے جائیں لیکن آپ نے علی کا دروازہ کھلا
رہنے دیا پس آپکے پاس عباس آئے اور شکایت
کی کہ آپ نے ہمارے دروازے تو بند کروا دیئے
لیکن علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ آپ نے جواب دیا
کہ انکے دروازے میں نے بند نہیں کرائے۔ بلکہ
خدا نے بند کرائے ہیں۔ اور علی کا دروازہ کھلا رکھا ہے،

عمر بن سہیل کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسول خدا نے
حکم دیا کہ جاکر لوگوں کو کہدو کہ وہ اپنے اپنے دروازے
بند کرلیں میں نے جاکر کہدیا اور انہوں نے بند
کر دیئے لیکن حمزہ نے بند نہیں کیا۔ میں نے آکر
عرض کیا کہ حمزہ کے سوائے سب نے دروازے بند
کر دیئے ہیں آپ نے فرمایا کہ جاکر حمزہ سے کہدو کہ اپنے
دروازے کا رخ پھیر لے میں نے جاکر انسے کہا۔
اسپر انہوں نے بھی اپنا دروازہ بند کرلیا میں آنحضرت
کی خدمت میں واپس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد

نورالدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول ص ۳۳۸	بعد فراغت کے آپ نے فرمایا
عن حذیفه بن اسید الغفاری رضی	حذیفہ بن اسید الغفاری
اللہ عنه قال لما قدم اصحاب	رسول خدا کے اصحاب مدینہ
النبی صلی اللہ علیه وسلم المدینة	آئے تو اُن کے گھر نہ
لم یکن لهم بیوت وکان یبیتون	تھے۔ اس لئے مسجد میں
فی المسجد فقال لهم النبی صلے	سویا کرتے تھے۔ آنحضرت نے
اللہ علیه وسلم لا تبیتوا فی المسجد	کہا۔ مسجد میں نہ سویا کرو کیونکہ تم جنب ہو جاتے ہو۔
فتحلموا ثم ان القوم بنوا بیوتا	صحابہ نے مسجد کے ارد گرد مکان بنائے
حول المسجد وجعلوا ابوابها الے	ان کے دروازے مسجد میں رکھے۔ آنحضرت نے
المسجد ثم ان النبی صلی اللہ علیه	معاذ بن جبل کو اُن کی طرف بھیجا۔ انہوں نے
وسلم بعث الیهم معاذ بن جبل فنادی	ابوبکر سے جاکر کہا کہ جناب رسول خدا نے تمکو حکم
ابابکر فقال ان رسول اللہ صلی اللہ	دیا ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلو کیونکہ وہ مسجد میں
علیه وسلم یامرک ان تسد بابک	کھلتا ہے اور تم مسجد سے نکل جاؤ۔ انہوں نے
الذی فی المسجد وتخرج منه	سمعاً وطاعة کہکر حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرت نے
فقال سمعاً وطاعة للہ ولرسوله وعلی	حمزہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی دروازہ
متردد ولا یدری اھو فیمن یقیم او	بند کرلیا۔ حضرت علی متردد تھے اور نہیں جانتے
فیمن یخرج وکان النبی صلی اللہ علیه	تھے کہ اُنکے لئے کیا حکم ہوگا۔ آنحضرت نے اُنکا
وسلم قد بنی له فی المسجد بیتا	گھر اپنے گھروں کے درمیان مسجد میں بنایا تھا۔
بین ابیاته فقال له النبی صلی اللہ	آنحضرت نے اُن سے کہا کہ اے علی تم پاک پاکیزہ
وسلم اسکن طاهراً مطهراً فبلغ حمزه	ہو۔ مسجد ہی میں رہو اور دروازہ کھلا رکھو۔ جب
قول النبی صلی اللہ علیه وسلم لعلی	آنحضرت کا یہ قول حمزہ تک پہنچا تو آنحضرت کی
فقال یا محمد اخرجنا وتمسک غلمان	خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمد تم نے
بنی عبد المطلب فقال له کان الامر	ہمکو تو نکالدیا اور بنی عبد المطلب کے لڑکوں کو رہنے دیا
	آنحضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ خدا کے

دونکم من احد واللہ ما
...ہ الا اللہ وانك لعلی خیر
...رسولہ. اخرجہ فقیہ ابو الحسن
مازلی وابوبکر ابن مردویہ

حکم کے مطابق کیا ہے۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ خدا کے
سوا کسی اور نے علی کو نہیں دیا۔ اگرچہ تم بھی
خدا و رسول کی طرف سے خیر پر ہو +

...بیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۷۔

...ن حبۃ العرنی قال لما امر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الابواب
...التی فی المسجد شق علیہم قال
حبۃ کانی لانظر الی حمزۃ بن
عبد المطلب وھو تحت قطیفۃ
حمراء وعیناہ تذرفان ویقول
اخرجت عمك وابا بکر وعمرو
العباس واسکنت ابن عمك
فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم انہ قد شق علیہم فنودی
الصلوۃ جامعۃ فصعد المنبر
فلم یسمع من رسول اللہ خطبۃ کان
ابلغ منہا تمجیدا وتوحیدا فلما
فرغ قال ایہا الناس ما انا
سددتہا ولا انا فتحتہا ولا انا
اخرجتکم واسکنتہ ولکن اللہ امر
امر بہ ثم قرء وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی. وَمَا

حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا نے
ان تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد
میں کھلتے تھے تو ان لوگوں پر شاق گزرا حبۃ عرنی
کہتے ہیں کہ ابتک میری نظر کے سامنے ہے کہ حمزہ
بن عبد المطلب سرخ لنگی اوڑھے ہوئے ہیں
اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے ہیں اور
رسول خدا سے کہتے ہیں کہ آپنے اپنے چچا
ابوبکر و عمر و عباس کو نکالا۔ اور اپنے چچا کے بیٹے
علی کو رہنے دیا۔ آنحضرت کو معلوم ہوا کہ یہ امر
ان لوگوں پر شاق گزرا ہے پس آنحضرت نے
نماز جماعت کی منادی کرا دی اور منبر پر تشریف
لے جاکر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید
توحید میں ویسا خطبہ کبھی نہیں آپ سے سنا گیا
تھا۔ حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ کے بعد فرمایا کہ
اے لوگو! میں نے نہ ان دروازوں کو بند کیا
ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تمکو نکالا ہے اور نہ علی
کو رکھا ہے۔ بلکہ یہ حکم خداوند تعالیٰ نے دیا ہے
پھر آپنے یہ آیت پڑھی۔ والنجم اذا ھوی

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى
عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى.
جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس
ص۱۲۲: زیر تفسیر ما ینطق عن الھوی سورۃ والنجم۔

قسم ہے ستارہ کی جب وہ
یعنی محمد نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا
نہیں بولتا جو وہ کہتا ہے
ہوتی ہے۔ جو مضبوط قوتوں

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۳۔

عن عدی بن ثابت قال خرج رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد
فقال ان اللہ اوحی الی نبیہ موسٰے
ان ابن لی مسجداً طاھراً لا یسکنہ
الا موسیٰ وھارون وابنا ھارون
وان اللہ اوحی الیّ ان ابن لی
مسجداً طاھراً لا یسکنہ
الا انا وعلی وابنا علی۔
اخرجہ ابن المغازلی۔

ابن المغازلی روایت کرتے ہیں۔ عدی بن
عدی کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا مسجد
کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ
نے اپنے نبی موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ایک طاہر
مسجد تعمیر کرے جس میں سوائے موسیٰ و ہارون و
فرزندان ہارون کے اور کوئی نہ رہے۔ اور تحقیق
خدا نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں ایک پاک
مسجد تعمیر کروں جس میں سوائے میرے اور علی اور
فرزندان علی کے اور کوئی نہ رہے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۰۹۔

فوجد واقی انفسھم وتبین فضلہ
علیھم وعلی غیرھم من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام
خطیباً فقال ان رجالاً یجدون فی
انفسھم فی انی اسکنت علیاً فی
المسجد واللہ ما اخرجتھم وما
اسکنتہ ان اللہ عزوجل اوحی الی

حکم سد ابواب سے صحابہ کے دل میں رنج ہوا اور
حضرت علی کا تمام صحابہ سے افضل ہونا اس حکم کی
وجہ سے ظاہر ہو گیا۔ اس رنج کی اطلاع جناب
رسولخدا کو ہوئی پس آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ
مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کو اس امر سے رنج
ہوا ہے کہ میں نے علی کو مسجد میں مکین کر دیا۔
قسم بخدا نہ میں نے ان لوگوں کو مسجد سے نکالا اور
نہ علی کو اس میں رہنے دیا۔ خدا نے موسیٰ اور انکے

[اخ]يه ان تبوا لقومكما بمصر
[بيوتا و اجع]لوا بيوتكم قبلة
[و اقيموا ا]لصلوٰة و امر موسیٰ ان
[لا يسكن] مسجده ولا ينكح فيه
[ولا ي]دخله الا هارون و ذريته
[وا]ن عليا مني بمنزلة هارون
من موسیٰ وهو اخي دون اهلي
ولا يحل مسجدي لاحد ينكح فيه النسأ الا
علی و ذريته (ابن المغازلی: کتاب المناقب
عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۲

بھائی ہارون کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ کی طرف رکھو۔ اور نماز قائم کرو۔ اور موسیٰ کو حکم دیا کہ اُس مسجد میں کوئی نہ رہے اور نہ نکاح کرے اور نہ اُس میں داخل ہو سوائے ہارون اور اُسکی ذریت کے تحقیق کہ علی کی مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی اور وہ میرا بھائی ہے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہاں عورتوں سے مقاربت کرے سوائے علی کے اور اُس کی ذریت کے۔

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزو الثالث ص۳۱۲ بتفسیر آیہ اوحینا الی موسیٰ و اخيه ان تبوا لقومكما بمصر بيوتا الآيہ۔ پارہ ۱۱ سورہ یونس ع ۹ +

عن علی قال اخذ رسول الله صلی الله
عليه وسلم بيدي فقال ان موسیٰ
سأل ربه ان يطهر مسجده بهارون
وانا سألت ربي ان يطهر مسجدي
بك ثم ارسل الی ابی بكر ان تسد
بابك قال سمعا وطاعة فسد بابه
ثم ارسل الی عمر بمثل ذالك ثم
ارسل الی العباس بمثل ذالك ثم
قال رسول الله صلی الله عليه وسلم
ما انا سددت ابوابكم وفتحت باب
علی والله سد ابوابكم وفتح باب علی

البزار اپنی مسند میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ موسیٰ نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مسجد کو ہارون کی سکونت کی وجہ سے پاک و پاکیزہ کرے اور میں نے خدا سے دعا کی کہ میری مسجد کو تیری بابت سے پاک پاکیزہ کرے۔ پھر آپ نے ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو۔ انہوں نے بند کر لیا۔ پھر عمر کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو۔ انہوں نے بھی بند کر لیا۔ اسی طرح عباس کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی بند کر لیا

اخرجه البزار في مسنده۔
نور الدین سمہودی: وفاء الوفا، الجزء الاول ص۳۲۹
وصابی: الاکتفاء لفضائل الاربعۃ الخلفاء

پھر آنحضرت نے فرمایا کہ نہ میں نے تمہارے بند کئے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ خدا۔ دروازے بند کئے ہیں اور علی کا دروازہ کہ

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴ +

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي ان موسى سأل ربه ان يطهر مسجده بهارون وذريته واني سألت الله ان يطهر مسجدي لك ولذريتك من بعدي ثم ارسل الى ابي بكر ان سد بابك فاسترجع وقال سمعا وطاعة فسد بابه ثم ارسل الى عمر كذلك ثم صعد المنبر فقال ما انا سددت ابوابكم ولا فتحت باب علي ولكن الله سد ابوابكم وفتح باب علي

ابو نعیم اصفہانی: فضائل الصحابہ
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴ +

حافظ ابو نعیم فضائل الصحابہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنے خدا سے دعا کی کہ خداوند تعالیٰ اُن کی مسجد کو ہارون اور اُن کی ذریت کے ذریعہ سے پاک و مطہر کرے اسی طرح میں نے خدا سے دعا مانگی کہ وہ میری مسجد کو تیری اور تیری ذریت کے ذریعہ سے پاک و پاکیزہ کرے۔ پھر آنحضرت نے ابوبکر کی طرف حکم بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو۔ اُنہوں نے سمعاً و طاعةً کہکر دروازہ بند کر لیا۔ پھر اسی طرح عمر کو حکم بھیجا۔ پھر آنحضرت منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کئے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا ہے بلکہ خدا نے تمہارے دروازے بند کئے ہیں اور علی کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے۔

اسند ابن زبالة ويحيى من طريقه عن رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بينما الناس جلوس في مسجد رسول الله صلى الله

ابن زبالہ اور یحییٰ نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ ایک صحابی رسول سے روایت کی ہے۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ ہم سب مسجد رسول میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک منادی آیا اور اُس نے ندا کی

إذ خرج منادٍ فنادى يا ايها
... دوا ابوابكم فتحسس الناس
ولم يقم احد ثم خرج الثانية
... الناس سدوا ابوابكم
... احد وقال الناس ما اراد
... ذا فخرج الثالثة وقال ايها
الناس سدوا ابوابكم قبل ان
ينزل العذاب فخرج الناس
مبادرين وخرج حمزة بن عبد المطلب
يجر كساءه حين نادى سدوا
ابوابكم قال ولكل رجل منهم
باب الى المسجد ابو بكر وعمر
وعثمان وغيرهم وجاء علي حتى
قام على راس رسول الله صلى الله عليه
فقال رسول الله صلى الله عليه و
سلم ما يغمك ارجع الى
رحلك ولم يامره بالسد
فقالوا سد ابوابنا وترك
باب علي وهو احدثنا فقال
بعضهم تركه لقرابته فقالوا
حمزة اقرب منه واخوه
من الرضاعة وعمه وقال
بعضهم تركه من اجل ابنته

کہ اے لوگو! اپنے دروازے بند کر لو۔ اس
ندا سے لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ لیکن اُن
میں سے ایک بھی دروازہ بند کرنے کے لئے
نہیں اُٹھا۔ اس کے بعد دوسرا منادی کرنیوالا آیا اُسنے
بھی آواز لگائی کہ لوگو! اپنے دروازے بند کرلو۔ اس
وقت بھی کوئی شخص اس حکم کی تعمیل کرنیکے لئے نہیں
اُٹھا اور آپس میں کہنے لگے کہ رسول خدا کا اس سے
مقصد کیا ہے اور ارادہ کیا ہے۔ پھر تیسرا ندا کرنیوالا
آیا۔ اُسنے بھی کہا کہ لوگو! دروازے بند کرلو قبل
اس کے کہ عذاب الٰہی نازل ہو۔ اسپر تمام لوگ جلدی
جلدی اُٹھے تاکہ دروازے بند کریں۔ حمزہ ابن عبدالمطلب
بھی اپنی ردا کو سنبھالتے ہوئے اُٹھے۔ جب اُنہنے
کہا کہ دروازے بند کرلو۔ وہ راوی صحابی کہتے ہیں
کہ تمام لوگوں کے در ... مسجد ... میں کھلتے تھے
بوبکر و عمر و عثمان وغیرہم کے دروازے بھی مسجد ہی
میں کھلتے تھے۔ علی آئے اور رسول خدا کے پاس
کھڑے ہو گئے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم
غمگین کیوں ہو۔ اپنے گھر جاؤ۔ علی کو دروازہ بند
بند کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس پر لوگوں نے اعتراض
کیا کہ ہمارے دروازے تو بند کرا دئے اور علی کا دروازہ
کھلا رہنے دیا۔ درآنحالیکہ وہ عمر میں ہم سب سے چھوٹا
ہے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ قرابتداری کی وجہ سے
علی کا دروازہ بند نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کہ

فبلغ ذالک رسول الله صلی الله علیه فخرج الیهم بعد ثالثة فحمد الله واثنی علیه محمرا وجهه وکان اذا غضب احمر عرف فی وجهه ثم قال. اما بعد ذلکم فان الله اوحی الی موسیٰ ان اتخذ مسجدا طاهرا لا یسکنه الا هو وهارون و ابنا هارون شبر وشبیر وان الله اوحی الی ان اتخذ مسجدًا طاهرًا لا یسکنه الا انا وعلی وابنا علی حسن وحسین و قد قدمت المدینة واتخذ بها المسجد وما اردت التحول الیه حتی امرت وما اعلم الا ما علّمت وما اصنع الا ما امرت فخرجت علی ناقتی فتلقتنی الانصار یقولون یا رسول الله انزل علینا فقلت خلّوا الناقة فانها مامورة حتی نزلت حیث برکت والله ما انا سددت الابواب وما انا فتحتها وما انا اسکنت علیا ولکن

حمزہ تو زیادہ قریب ہیں۔ رسول خدا کے چچا ہیں اور برادر رضاعی بھی ہیں بعض نے لڑکی کی وجہ سے علی کا دروازہ بند نہ پس جناب رسول خدا صحابہ کے پاس آئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا اور آپکا چہرہ غصہ مارے لال تھا غصہ میں آپکا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا کہ تحقیق خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مسجد کو طاہر کرے اور اس میں سوائے موسیٰ و ہارون و پسران ہارون شبر و شبیر کے اور کوئی نہ رہے۔ اور تحقیق میرے پاس بھی خداوند تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے کہ میں مسجد کو پاک و طاہر کر دوں اور اسمیں سوائے میرے اور علی و پسران علی یعنی حسن و حسین کے اور کوئی نہ رہے جب میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے آیا اور وہاں مسجد بنائی تو میرا اپنا ارادہ ہجرت کرنے کا نہیں تھا جب تک مجھے حکم نہ دیا گیا میں کچھ نہ جانتا تھا سوائے اُسکے کہ جسکا علم مجھکو دیا گیا تھا اور میں کچھ نہیں کرتا تھا جب تک مجھکو اسکا حکم نہ دیا جائے میں اپنے ناقہ پہ مکہ سے مدینہ آیا۔ انصار مجھے مدینہ میں ملے اور اصرار کیا کہ میں کسی خاص جگہ ٹھہروں لیکن میں نے کہا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو وہ بحکم الٰہی مامور ہے پس میں وہاں اُترا جہاں میرا ناقہ ٹھہرا۔ اسیطرح قسم بخدا نہ میں نے دروازے بند کرائے۔ اور نہ دروازہ کھلوایا۔ اور

ئنه۔

ہدوی: وفاء الوفاء الجزء الاول

ع فصل الحادی عشر ص ۳۴۹

یں نے علی کو مسجد میں آباد کیا۔ بلکہ یہ سب امور خدا نے اپنے خاص حکم سے کئے ہیں اور خدا نے ہی علی کو مسجد میں آباد کیا ہے اور اُسکا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

خرج ابن عساکر عن ابی رافع رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ امر موسیٰ وھارون ان یبنوا لقومھما بیوتا وامرھما ان لا یبیت فی مسجدھما جنب ولا یقربوا فیہ النساء الا ھارون وذریتہ ولا یحل لاحد ان یقرب النساء فی مسجدی ھذا ولا یبیت فیہ جنب الا علی وذریتہ۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۳۱۴ بتفسیر آیہ واوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا۔ پارہ ۱۱ سورہ یونس ع ۹۔

ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اُس میں فرمایا کہ تحقیق خداوند تعالیٰ نے موسیٰ وہارون کو حکم دیا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لئے مکانات تیار کریں اور اُن دونوں کو حکم دیا کہ مسجد میں کوئی جنب نہ ہوں اور نہ عورتوں سے مباشرت کریں سوائے ہارون اور اُس کی ذریت کے اسیطرح کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ میری اس مسجد میں عورتوں سے مباشرت کرے اور اس میں جنب ہے سوائے علی اور اُس کی ذریت کے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں واقعہ سدِ ابواب کی توثیق و تصدیق نہایت خوبی کے ساتھ کی ہے۔ اور جتنی احادیث ہم نے اس مضمون پر اوپر نقل کی ہیں۔ اُنکی صحت اور اُن کے رواۃ کے ثقہ و معتبر ہونے کو نہایت اچھی طرح ثابت کیا ہے اگرچہ طوالت ہوگئی ہے لیکن جی نہیں چاہتا کہ اس کو چھوڑ دیں۔ لہذا ہم نیچے اسکو نقل کرتے ہیں۔

جاء فی سد الابواب التی حول المسجد احادیث یخالف ظاہرھا حدیث الباب۔ منہا حدیث

جو دروازے مسجد کے ارد گرد تھے ان کے بند کرنے کے متعلق بہت سی روایات ہیں جو اس ... روایت ... مخالف ہیں ... منجملہ

سعد بن ابی وقاص قال امرنا
رسول الله صلی الله علیه وسلم بسد
الابواب الشارعة فی المسجد
وترک باب علی. اخرجه احمد
والنسائی واسناده قوی وفی روایة
للطبرانی فی الاوسط رجالها ثقات
من الزیادة فقالوا یا رسول الله
سددت ابوابنا فقال ما انا
سددتها ولکن الله سدها و
عن زید بن ارقم قال کان لنفر
من الصحابة ابواب شارعة
فی المسجد فقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم
سدوا هذه الابواب الا
باب علی فتکلم ناس فی ذالک
فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم انی والله ما سددت
شیئا ولا فتحته ولکن امرت
بشیئ فاتبعته. اخرجه احمد
والنسائی والحاکم ورجاله
ثقات. وعن ابن عباس قال امر
رسول الله صلی الله علیه وسلم
بابواب المسجد فسدت الا باب

ابوبکر کے حق میں (بخاری)۔
اُن سے سعد بن ابی وقاص
ہیں کہ جناب رسول خدا
تمام دروازے جو مسجد میں
جاتے ہیں لیکن علی کا دروازہ کھلا رکھو
نسائی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل
اس کے اسناد سب قوی ہیں۔ اور طبرانی
روایت میں جو اوسط میں بیان کیگئی ہیں کچھ الفاظ
زیادہ ہیں۔ اُسکے بھی سب راوی ثقہ ہیں اسکے
الفاظ زیادہ یہ ہیں کہ اسپر لوگوں نے اعتراض
کیا کہ ہمارے دروازے آپ نے بند کرا دئے اور
علی کا کھلا رکھا تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
میں نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے کیا ہے۔ ایک
روایت زید بن ارقم سے ہے وہ کہتے ہیں کہ
اصحاب رسول میں سے چند کے دروازے مسجد
میں کھلتے تھے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ
سب دروازے بند کر دو اور علی کا دروازہ
کھلا رہے تو لوگوں نے اسپر اعتراض کیا اس
وقت جناب رسول خدا نے فرمایا کہ بخدا میں
نے کچھ بند کیا اور نہ اپنی طرف سے کھلا رکھا۔
مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا میں نے اُس کی
پیروی کی۔ اس حدیث کو احمد و نسائی و حاکم نے
نقل کیا ہے اور اُس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

یة وامر بسد الابواب
فکان یدخل المسجد
یس له طریق غیره.
مد والنسائی ورجالهما
وعن جابر بن سمرة قال امرنا
ول الله صلی الله علیه وسلم
بسد الابواب کلها غیر باب علی
فربما مر فیه وهو جنب اخرجه
الطبرانی..... وغیره وهذه
الاحادیث یقوی بعضها بعضا و
کل طریق منها صالح للاحتجاج
فضلاً عن مجموعها.
قاضی القضاۃ حافظ شہاب الدین
احمد بن علی بن محمد
بن محمد بن حجر المعروف
ب ابن حجر عسقلانی :
فتح الباری شرح صحیح
بخاری۔ الجزء السابع مطبوعہ
بالمطبعۃ الکبری المیریہ
ببولاق مصر المحمیة ۱۳۰۱
سنہ ۱۳۰۱ ہجری۔

اسیطرح ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ وہ سب دروازے
جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دئے جائیں لیکن علی
کا دروازہ کھلا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ
ہیں کہ جناب رسولخدا نے حکم دیا کہ سب کے
دروازے بند کر دئے جائیں۔ اور علی کا دروازہ
کھلا ہے پس حضرت علی حالت جنابت میں
بھی مسجد سے گذرتے تھے۔ ان کے مکان کا
کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ ان دونوں احادیث
کو امام احمد حنبل و نسائی نے روایت کیا ہے
اور دونوں کے راوی ثقہ ہیں۔ ایک حدیث
جابر بن سمرہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو جناب
رسول خدا نے حکم دیا کہ اپنے دروازے بند
کر لیں۔ سوائے دروازہ علی کے پس اکثر حضرت
علی حالت جنابت میں مسجد میں سے گزرا کرتے
تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے
اور ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ایک
دوسرے کی تقویت یعنی توثیق و تصدیق کرتی
ہیں اور ان سب کے اسناد و رواۃ صحیح و ثقہ
ہیں۔ ان کے مجموعے سے قطع نظر کرکے بھی ان کا
ہر ایک طریق احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کو عبید اللہ امرتسری نے اپنی ارجح المطالب میں
بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ باب چہارم صفحہ ۵۰۰۔

ہم نے اپنی اس کتاب کے باب سیزدہم میں اُن تدبیروں کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ سے خاندان نبوت میں سے حکومت کو الگ رکھنے کی تدبیر بجز ہم وضع احادیث ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کی شان میں جو احادیث ہیں اُن کے مقابلہ میں احادیث وضع کی گئیں۔ تاکہ لوگوں کو مغالطہ ہو اور حضرت کے فضائل چھپ جائیں۔ وہاں ہم نے کئی ایسی احادیث درج کی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ حدیث باب سدالابواب بھی ہے۔ چنانچہ حضرت بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ لایبقین فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر یعنی مسجد میں کوئی ایسا دروازہ نہ رہے جو بند نہ کیا جائے۔ سوائے دروازہ ابی بکر کے۔

اس حدیث یا روایت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں اور بہت سی باتیں اِدھر اُدھر کی درج ہیں اور آخر میں ایک بے جوڑ سا فقرہ یہ رکھدیا گیا ہے اس کی زبان میں فصاحت و بلاغت ہی نہیں جو آنحضرت کی احادیث میں ہوا کرتی ہے اس کے راویوں پر نظر ڈالنے سے عجیب امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کے رواۃ یہ ہیں:۔ حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا ابوعامر ثنا فلیح ثنی سالم ابوالنضر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری۔ یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ باب الخوخہ میں دو دفعہ دُہرائی گئی ہے۔ ایک دفعہ لفظ باب کے ساتھ دوسری دفعہ لفظ خوخہ یعنی چھوٹی کھڑکی کے ساتھ۔ اُن کے رواۃ یہ ہیں (۱) حدثنا محمد بن سنان۔ قال نا فلیح قال نا ابوالنضر عن عبید ابن حنین وعن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری (۲) اور حدثنا عبداللہ بن محمد الجعفی قال نا وھب بن جریر قال نا ابی سمعت یعلی بن حکیم عن عکرمہ عن ابن عباس یہ خوخہ والی حدیث آنحضرت کے مرض موت کے دوران کی بیان کی جاتی ہے۔ یہ تین روایتیں ہوئیں دو میں تو عبداللہ بن محمد مشترک ہیں۔ اور تیسری میں اُن کے والد محمد بن سنان ہیں۔ ان بزرگوں کی تعریف و صفت ملاحظہ ہو:۔

...تد بن محمد سنان ..... روی عن روح بن القاسم بواطیل وکان یسرق
...له ابن عدی وقال الدارقطنی وعبد الغنی الازدی متروک و
...حبان کان یضع الحدیث وقال ابو نعیم الحافظ یضع الحدیث۔
...بد اللہ بن محمد بن سنان باطل احادیث روح بن القاسم کی نسبت سے
...باتھا۔ اور یہ حدیثیں چراتا تھا جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے۔ دارقطنی و
...الازدی کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ کہ جھوٹی احادیث
...ح کیا کرتا تھا۔ حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث گھڑا کرتا تھا۔

ذہبی: میزان الاعتدال المجلد الثانی ص۸۰ ترجمہ ۵۰۲ عبد اللہ بن محمد بن سنان۔ ان کے والد بزرگوار ملاحظہ ہوں۔ محمد بن سنان ..... رماہ ابوداؤد بالکذب وابن خراش یقول لیس بثقۃ۔ یعنی ابوداؤد کہتے ہیں کہ محمد بن سنان کاذب تھا اور ابن خراش کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھا۔ ذہبی: میزان الاعتدال المجلد الثالث ص۰، ترجمہ ۱۴۴ محمد بن سنان فلیح بن سلیمان.... قد قال ابن معین وابو حاتم والنسائی لیس بالقوی وقال ابو حاتم سمعت معاویہ بن صالح سمعت یحیی بن معین یقول فلیح بن سلیمان لیس بثقۃ ولا ابنہ ..... وروی عثمان بن سعید عن یحیی ضعیف ..... وروی عباس عن یحیی لا یحتج بہ وقال عبد اللہ بن احمد سمعت ابن معین یقول ثلاثۃ یتقی حدیثہم محمد بن طلحۃ بن مصرف وایوب بن عتبہ وفلیح بن سلیمان قلت لہ ممن سمعت ہذا قال من مظفر بن مدرک ......
وروی معاویہ بن صالح عن یحیی فلیح ضعیف۔ ترجمہ۔ فلیح بن سلیمان.... ابن معین وابو حاتم والنسائی کہتے ہیں کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن صالح کو کہتے سنا کہ یحیی بن معین کہا کرتے تھے کہ فلیح بن سلیمان ثقہ نہیں ہے اور نہ اُس کا لڑکا.... عثمان بن سعید نے یحیی سے روایت کی ہے کہ فلیح ضعیف ہے.. عباس روایت کرتا ہے یحیی سے کہ فلیح کی حدیث سے استدلال نہ کرنا چاہیئے۔ عبد اللہ ابن احمد کہتے ہیں میں نے ابن معین کو

کہتے سنا ہے کہ تین آدمیوں کی بیان کردہ احادیث سے پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ تین یہ ہیں محمد بن مصرف وایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم نے کس سے سنا۔ انہوں نے کہا مظفر بن مدرک سے معاویہ بن صالح نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ کہ فلیح ضعیف ہے۔

ذهبی: میزان الاعتدال۔ المجلد الثانی ترجمہ ۶۹۹۷ ص ۲۲۶

عکرمہ غلام کا تو کیا کہنا۔ یہ ابن عباس کے غلام تھے۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے ولی دشمن۔ انکی تعریف ملاحظہ ہو:۔

تکلم فیہ لرائہ ...... اعرض عنہ مالک ...... حدثنا وھب قال شھدت یحییٰ بن سعید الانصاری وایوب فذکرا عکرمہ فقال یحییٰ کذاب وقال ایوب لم یکن بکذاب جریر عن یزید بن ابی زیاد عن عبداللہ بن الحارث قال دخلت علی علی بن عبداللہ بن عباس فاذا عکرمہ فی وثاق عند باب الحسن فقلت لہ الا تتقی اللہ۔ فقال ان ھذا الخبیث یکذب علی ابی ..... ابراھیم بن میسرہ عن طاؤس قال لو ان عبد مولی ابن عباس تقوی اللہ وکف من حدیث لشدت الیہ المطایا مسلم بن ابراھیم ابنانا الصلت ابو شعیب قال سألت محمد بن سیرین عن عکرمہ فقال مایسوی ان یکون من اھل الجنۃ ولکنہ کذاب ..... ابراھیم بن المنذر حدثنا ھشام بن عبداللہ المخزومی سمعت ابن ابی ذئب یقول رأیت عکرمہ وکان غیر ثقۃ ..... یحییٰ بن بکیر قال قدم عکرمہ مصر وھو یرید المغرب قال فالخوارج الذین ھم بالمغرب عنہ اخذوا ..... وقال مصعب الزبیری کان عکرمہ یری رای الخوارج وادعی علی بن عباس انہ کان یری رای الخوارج خالد بن نزار حدثنا عمر بن قیس عن عطاء بن ابی رباح ان عکرمہ کان اباضیاً ..... ولکنہ کان یری رائی الصفریہ ..... کان یاتی الامراء فیطلب جوائزھم ..... وعن ابن المسیب انہ قال لمولاہ برد لا تکذب علی کما کذب عکرمہ علی ابن عباس۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

ثانی۔ ص ۲۰۸ ترجمہ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔

یمہ۔ لوگ اس کے اعتقادات پر اعتراض کرتے تھے ... مالک نے اس سے پرہیز
... وہب کہتا ہے کہ میں یحییٰ بن سعید الانصاری وایوب کے پاس گیا۔ دونوں نے
ر کیا پس یحییٰ نے کہا کہ عکرمہ کذاب رہبت بڑا جھوٹا) ہے۔ ایوب نے کہا کہ اتنا جھوٹا تو
علوم ہوتا جریر روایت کرتا ہے یزید بن ابی زیاد سے اور اس نے سنا عبداللہ الحارث سے
سنا ہے کہ میں علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ دروازے کے
پاس زنجیروں میں جکڑا ہوا بندھا ہوا تھا۔ میں نے علی بن عبداللہ بن عباس سے کہا کہ تم کو خدا کا
خوف نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ خبیث میرے باپ سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے ...
طاؤس کہتا ہے کہ اگر عکرمہ کو خدا کا ڈر ہوتا اور اتنی کثرت سے جھوٹی احادیث بیان کیا کرتا تو لوگ
اس کے پاس بہت آتے محمد بن سیرین کہتے ہیں کچھ تعجب نہیں اگر عکرمہ اہل جنت سے ہو لیکن ہے تو
وہ کذاب... ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ نہ تھا ... یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ عکرمہ مصر
میں آیا اور وہ مغرب کی طرف جا رہا تھا پس مغرب کے خوارج نے اس کی پیروی اعتقادات و
احادیث میں کی۔ مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ عکرمہ بروئے اعتقاد خوارج میں سے تھا۔
علی ابن عباس بھی کہتے ہیں کہ عکرمہ خارجی تھا۔ خالد بن نزار نے عمر بن قیس سے اور انہوں نے
عطا ابن ابی رباح سے روایت کی ہے کہ عکرمہ اباضیہ تھا ..... وہ صفریہ تھا ...... عکرمہ
امراء کے پاس آیا کرتا تھا اور ان سے انعامات طلب کیا کرتا تھا ... ابن المسیب نے اپنے
غلام برد سے کہا کہ تو مجھ سے جھوٹی حدیثیں روایت کیجیو جس طرح عکرمہ اپنے آقا عبداللہ ابن
عباس سے کرتا ہے +

یہ ہیں حضرت ابوبکر کے دروازے کی حدیث کے راویان۔ جماعت حکومت
کے علماء و محدثین نے اپنا یہ اصول بنا لیا ہے کہ حضرات شیخین کے حق میں جتنی بھی روایات
بیان کی جائیں اُن کو بغیر چون وچرا کے اور بغیر راویوں کی جرح و تنقید کے مان لینا چاہیے
اور صحیح سمجھنا چاہیے جرح و تنقید فقط اُن احادیث میں کیجائے جو جناب علی کی فضیلت
بیان کرتی ہیں۔ اس اصول کی ایک اور شاخ نکلی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی کے

کے فضائل کی احادیث میں کوئی بھی راوی ایسا ہے کہ جس میں ذرا سا بھی تشیع پایا جاتا ہے تو اسکو یہ کہکر رد کر دو کہ یہ شیعہ ہے لیکن اکثریت کے عدل کا نمونہ کے قابل ہے کہ اِس قاعدہ کا اطلاق دوسری طرف نہیں کرتے ۔ مراد یہ جب حضرت ابوبکر کی فضیلت کی حدیث کے راویوں میں سے کسی میں تسنن پایا جائے تو اسکو بھی رد کر دیتے جس طرح شیعہ علی وہ حدیث بیان کرنے کے ناقابل ہیں اسیطرح شیعہ ابی بکر یہ حدیث بیان نہیں کر سکتا لیکن نہیں ۔ عدل چہ گنتی است کہ پیش اکثریت بیاید ۔ اکثریت کے حقوق میں سے ایک یہ بھی حق ہے کہ ایسے قواعد مرتب کرے اور اُن پر اس طرح عمل کرے ۔ خیر ۔ غرض ان ہی اصول کو مدنظر کرکے علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوبکر کے دروازے والی حدیث پر جرح و قدح نہ کی ۔ باوجود اسکے راویوں کے کذاب و واضعان حدیث و سارقان حدیث ہونیکے اسکو صحیح تسلیم کرکے اُس معارضہ پر گفتگو کرتے ہیں جو حضرت علی کے دروازے کے کھلا رکھنے کی حدیث سے واقع ہوتا ہے ۔ چونکہ مؤخر الذکر حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا لہذا اُس کو بھی مجبوراً صحیح مان لینا پڑا ۔ ان دونوں کی مطابقت اس طرح کرتے ہیں ابن الجوزی نے تو اپنی جماعت کے آسان اصول کی بنا پر کہدیا کہ چونکہ ایک ایسی ہی حدیث حضرت ابوبکر کے حق میں بیان ہوئی ہے ۔ لہذا ہم حضرت علی والی حدیث سے انکار کرتے ہیں ۔ اُس کی طرف اشارہ کرکے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

واخطأ فی ذلک خطأً شنیعاً فانہ	ابن الجوزی نے حدیث سد ابواب باستثنار
سلک فی ذلک رد الاحادیث الصحیحہ	باب علی کے رد کرنے میں سخت غلطی کی ہے۔
بتوہمہ المعارضۃ مع ان الجمع	کیونکہ اس طرح اس نے احادیث صحیحہ کو محض
بین القصتین ممکن وقد اشار	اپنے توہم کی بنا پر رد کرنیکا طریقہ اختیار کیا
الی ذلک البزار فی مسندہ فقال	درانحالیکہ دونوں روایتوں کا تطابق ممکن ہے
وردمن روایات اہل الکوفۃ	علامہ بزار نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے
باسانید حسان فی قصۃ علی	جب اس نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کی صحیح و درست

روایات اهل المدینة
بکر فان ثبتت روایات اهل
یجمع بینهما بما دل علیه
بی سعید الخدری یعنی
د اخرجه الترمذی ان النبی
لی الله علیه وسلم قال لا
یحل لاحد ان یطرق هذا
المسجد جنبا غیری وغیرک
المعنی ان باب علی کان الی جهة
المسجد ولم یکن لبیته باب
غیره فلذالک لم یؤمر بسده و
یوید ذالک ما اخرجه اسمعیل
القاضی فی احکام القرآن
من طریق المطلب بن عبدالله
بن حنطب ان النبی صلی الله
علیه وسلم لم یاذن لاحد ان
یمر فی المسجد وهو جنب
الا لعلی بن ابیطالب لان
بیته کان فی المسجد و
محصل الجمع ان الامر بسد
الابواب وقع مرتین ففی الاولی
استثنی علی لما ذکره وفی الاخری
استثنی ابوبکر ولکن لا یتم ذلک

اسانید کی روایات حضرت علی والے قصے کو
درست ثابت کرتی ہیں۔ اور اہل مدینہ کی روایات
قصہ ابی بکر کے مطابق ہیں۔ روایات اہل کوفہ بھی
صحیح ہیں لہذا دونوں روایات میں مطابقت
پیدا کرنی چاہیئے۔ ابوسعید الخدری کی یہ حدیث
صحیح ہے جسکو ترمذی نے روایت کیا ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوائے علی
کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے اس مسجد کے اس
دروازے سے آئے در آنحالیکہ وہ حالت
جنب میں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کا دروازہ
مسجد کی طرف تھا۔ اور سوائے اس کے اور
کوئی دروازہ اُن کے مکان کا نہ ہوگا۔ اس
وجہ سے اُن کو اس کے بند کرنے کا حکم نہیں
دیا گیا۔ اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت
جو قاضی اسمعیل نے احکام القرآن میں مطلب
بن عبداللہ بن حنطب سے نقل کی ہے کہ
جناب رسول خدا نے کسی کو سوائے علی بن
ابی طالب کے اجازت نہیں دی کہ وہ حالت جنب
میں مسجد سے گزرے کیونکہ علی کے گھر کا دروازہ
مسجد میں تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سد ابواب کا
واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ پہلی دفعہ علی کو مستثنیٰ
کر دیا۔ اور دوسری دفعہ ابوبکر کو مستثنیٰ کر دیا۔
لیکن یہ تاویل درست نہیں ہو سکتی جب تک

الا بان يحمل ما في قصة علي على
الباب الحقيقي وما في قصة ابوبكر
على الباب المجازي والمراد به
الخوخة كما صرح به في بعض طرق
كانهم لما امروا بسد الابواب
سدوها واحدثوا خوخا يستقربون
الدخول الى المسجد منها
فامروا بعد ذلك بسدها
فهذه طريقة لا باس بها في
في الجمع بين الحديثين وبها جمع
بين الحديثين المذكورين ابوجعفر
الطحاوي في مشكل الآثار وهو في اوائل
الثلث الثالث منه وابوبكر الكلاباذي
في معاني الاخبار وصرح
بان بيت ابي بكر كان له باب من
خارج المسجد وخوخة الى داخل
المسجد وبيت علي لم يكن
له باب الا من داخل المسجد
والله اعلم.

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح
بخاری۔ الجزء السابع۔ باب قول النبی صلی
اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر۔

یہ نہ مان لیا جائے کہ علیؑ کے
اصلی دروازہ مقصود تھا ۔
اگرچہ باب کا لفظ ہے۔
یعنی کھڑکی مقصد تھا۔ چنا
میں خوخہ کا لفظ بھی آیا ہے
کہ جب لوگوں کو باستثنائے علی
دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں
دروازے تو بند کر لئے لیکن مسجد میں داخل
ہونے کیلئے اس کے بعد کھڑکیاں کھول لیں
دوسری دفعہ کا حکم دیکر وہ کھڑکیاں بھی بند
کرا دی گئیں ہوں۔ دو احادیث میں اس طرح
قیاس سے مطابقت پیدا کرنے میں کچھ حرج
نہیں ہے اور اسیطرح ان دونو مذکورہ احادیث
میں ابوجعفر طحاوی نے اپنی مشکل الآثار میں
مطابقت پیدا کی ہے۔ اور یہ بحث کتاب کے
ثانی حصہ کے اول ثلث میں ہے۔ ابوبکر
کلاباذی نے معانی الاخبار میں کہا ہے کہ ابوبکر
کا دروازہ مسجد کے باہر تھا اور خوخہ مسجد کے
اندر کھلتا تھا۔ اور علیؑ کا دروازہ مسجد کے
اندر کھلتا تھا۔ کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ اور
بات تو یہ ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصلی
معاملہ کیا تھا۔

اگر ان اٹکل پچو ٹیتے ٹوہیوں کا نام بحث رکھا جا سکتا ہے تو یہ ہے ان بزرگ

المانہ، منطقانہ، فلسفیانہ بحث۔ اگر ہم عرب کے اس منقولہ پر عمل کرتے کہ
رْ اِلیٰ مَنْ قَالَ وَانْظُرْ اِلیٰ مَا قَالَ (یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے۔ بلکہ یہ
ہ کیا کہتا ہے)، تو ہم فوراً اس ضدی بحث کو نظر انداز کر دیتے۔ لیکن اکثریت
بیفے نرالے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے ان کے یہاں اس کے برعکس کوئی مقولہ
۔ لہٰذا محض اس وجہ سے کہ یہ بحث ابن حجر عسقلانی و ابو جعفر طحاوی و اسمٰعیل قاضی
کے ساتھ منسوب ہے ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ بحث دو قیاسات پر مبنی
ہے۔ یا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت علی کے گھر کا محض ایک ہی دروازہ ہو اور وہ مسجد کے
اندر کھلتا ہو۔ دیگر صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے ہوں ایک باہر کی طرف اور
ایک مسجد کے اندر کھلنے والا۔ یا سدِ ابواب کا واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ ایک دفعہ تو
تمام صحابہ کے دروازے جن میں ابوبکر بھی شامل ہیں بند کر دیئے گئے اور صرف
حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے انکا دروازہ کھلا رکھا۔ ان صحابہ نے دروازے
بند کر دینے کے بعد مسجد کی طرف کھڑکیاں کھول لیں۔ اور دوسرے حکم سے وہ بھی بند
کروا دیں لیکن اس دفعہ حضرت ابوبکر کا خوخہ کھلا رکھا۔ ان قیاسات کا کھوکھلا پن
ظاہر ہے۔ جب تک بطور امرِ واقعہ کے یہ نہ ثابت کر لیں کہ دیگر صحابہ کے دو دروازے
تھے اور علی کا ایک اور یہ کہ واقعہ سدِ ابواب دو دفعہ ہوا۔ ان قیاسات کا وزن
ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات ثابت نہیں۔ صرف اسی ایک وجہ سے یہ بحث
گر جاتی ہے۔ آگے چلئے۔ ہم پہلے قیاس اول کو لیتے ہیں۔ اس کی بھی تو کچھ وجہ
ہونی چاہئے کہ سوائے حضرت علی کے اور باقی تمام ہی صحابہ کے مکانوں کے دو
دروازے رکھے گئے۔ دو چار تو ایسے بھی ہوتے کہ جن کے مکانوں کا حضرت
علی کی طرح محض ایک دروازہ ہوتا اور وہ مسجد کے اندر کھلتا۔ اور اگر یہ بات تھی تو یہ بذات
خود ایک فضیلت تھی۔ سوائے علی کے باقی سب صحابہ شروع ہی سے مسجد سے نکالدئے
گئے۔ حالت جنابت میں اور دیگر ضروریات کیلئے آنے جانیکے واسطے باہر کا دروازہ
تھا۔ اندر کا دروازہ محض نماز کے لئے مسجد میں آنے کے واسطے رکھا گیا تھا جب

لوگوں نے اُس کا غلط استعمال شروع کر دیا تو وہ بند کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں تو لوگوں نے علی کے دروازہ کو کھلا رکھنے پر اعتراض کیوں کیا کوئی اعتراض کر بیٹھا تھا تو جناب رسول خدا نے مسکراتے ہوئے کی طرف ہی کیوں نہ توجہ دلا دی کہ تمکو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ علی کا دوسرا ہی نہیں۔ موجودہ بھی بند ہو جائے تو پھر وہ مکان میں داخل کہاں سے ہو۔ کو اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کا مُنہ بھی سرخ ہو گیا۔ اور پھر اسی بدیہی بات کے لئے خدا کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے یہ کیوں فرمایا میں نے نہ تمہارا دروازہ بند کیا۔ نہ علی کا کھلا رکھا۔ جو کیا خدا نے کیا۔ جب علی کے دروازہ کو کھلا رکھنے کی ایسی بدیہی اور اشد ضرورت تھی تو اُس کے لئے خداوند تعالیٰ کی وحی کی کیوں ضرورت ہوئی۔ اگر یہ بات ہی کچھ نہ تھی تو حضرت حمزہ کو کیوں غصہ آیا یہ کیوں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے چچاؤں اور بزرگ صحابہ کو نکال دیا۔ اس کمسن جوان کو مسجد کے اندر رکھا۔ اور اگر حضرت علی کو بھی مسجد سے نکالنا مطلوب تھا اور ان کے مکان کا ایک ہی دروازہ تھا تو یہ دروازہ بند ہو کر دوسرا کھلنے میں کیا دیر لگتی تھی۔ وہ ناممکن بات تو نہ تھی۔

دوسرا قیاس اس سے زیادہ کمزور ہے۔ اگر خوخہ اتنا بڑا تھا اور اس غرض کے لئے تھا کہ اس میں سے مسجد میں آمد و رفت ہو سکے اور وہ کھلا رکھا تو پہلے ہی دروازہ کیوں بند کرا دیا۔ اس قیاس سے یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ صحابہ ایسے ضدی اور نافرمان تھے کہ رسول خدا کے حکم کے اثر کو اس طرح زائل کرنیکی کوشش کی۔ چونکہ جماعت حکومت صحابہ پر یہ الزام عائد کرنا پسند نہ کریگی۔ لہذا قیاس خوخہ کو رد کرنا ضروری ہوا۔ بہر صورت حضرت علی کی فضیلت حضرت ابوبکر پہ تو ثابت ہو گئی۔ اول مرتبہ سب کے دروازے بند ہو گئے۔ صرف علی کا دروازہ کھلا رہا۔ دوبارہ جب حضرت ابوبکر نے بہت ضد کی تو خوخہ رہنے دیا۔ دروازہ کو کھول لینے کا حکم تب بھی نہ ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ جب خوخہ سے مسجد کے اندر آمد و رفت

... دروازہ ہی کیوں نہ کھلوا دیا! وان قیاسات سے موسیٰ ہارون کی مسجد کی تمثیل بے معنی ... یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت ابوبکر والی حدیث صحیح نہیں ... وضعان حدیث کی صنعت کا نمونہ ہے۔ اس نتیجہ کی طرف مندرجہ ذیل ... کے جاتے ہیں:۔

۱۔ اس حدیث کے واضعان و راویان کذاب، غیر معتبر، غیر ثقہ تھے جیسا ... اوپر ثابت کیا گیا +

۲۔ حضرت علی والی حدیث کے سب راویان صحیح صادق معتبر اور ثقہ ہیں۔ اور اس حدیث کی صحت میں کسی کو انکار نہیں +

۳۔ اس حدیث کا تعارض حضرت علی والی صحیح و مسلمہ حدیث رسول سے ہوتا ہے +

۴۔ حضرت علی کے فضائل کی احادیث کو شائع ہونے سے جبراً روکا جاتا تھا۔ اُن راویوں کو سزائیں دیجاتی تھیں جو حضرت علی کے فضائل کی احادیث بیان کرتے تھے۔ اور اُن کے مقابلہ میں حکومت کی مہربانیوں و انعامات کا لالچ دلا کر حضرات خلفائے ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کرائی جاتی تھیں۔ ان امور کے ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو باب سیزدہم کتاب ہذا +

۵۔ سدابواب کا واقعہ فضیلت صریحہ کا اثبات تھا۔ نہایت عظیم الشان معاملہ تھا۔ اور یہ خاص خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ جناب رسول خدا کا انتظامی حکم نہ تھا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی محض حضرت علی کے لئے نازل ہوئی۔ ان موضوعہ حدیثوں تک میں یہ ذکر نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے لئے ایسی وحی بھیجی +

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی و حسنین و حضرت فاطمہ کی طہارت کاملہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں پر اُس طہارت کے ظاہر کرنے کے لئے حضرت علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ چونکہ یہ واقعہ معرض بحث میں آگیا۔ لہذا ضروری ہوا کہ دیکھیں کہ ایسی ہی

طہارت کا ثبوت کہیں اور سے بھی ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کی تصدیق آیۂ تطہیر سے ہوتی ہے۔ وہ بھی اسیطرح خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہے اور اس سے ان بزرگواروں کی طہارت کاملہ کا ثبوت ملتا ہے۔ آیہ تطہیر کی بحث کیلئے دیکھو۔ حضرت ابوبکر کے لئے کوئی آیہ تطہیر نہیں ہے +

۷۔ حضرت ابوبکر کو طہارت کامل ہی حاصل نہ تھی تو وہ مسجد رسول میں سے ہر حالت میں کیونکر گزر سکتے تھے +

۸۔ اگر حضرت ابوبکر گزر سکتے تھے تو حضرت حمزہ و حضرت جعفر و دیگر حضرات کیوں نہ گزر سکیں۔ ان بزرگوں کے لئے تو آنحضرت کی قرابت کا فضل بھی حاصل تھا حضرت علی کے لئے تو اُن کی طہارت کاملہ و وحی الٰہی موجب ہوئے حضرت ابوبکر کیلئے کیا تھا۔

اس واقعہ سے جو حضرت علی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے خود خداوندتعالے نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ علی تم سب سے افضل ہے۔ لہذا تم سب سے پہلے مستحق خلافت ہے۔ خلافت الہیہ خداوندتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہذا اس کے استحقاق کا اظہار بھی خداوندتعالی کی طرف سے ہوا جماعت اہل حکومت کی رائے میں بھی اس واقعہ سے خلافت کی طرف کنایہ ہے! ابن حجر عسقلانی کی تحریر ملاحظہ ہو:۔

قال الخطابی و ابن بطال و غیرھما فی هذا الحدیث اختصاص ظاهر لابی بکر وفیه اشارة قویة الی استحقاقه للخلافة ..... وقد ادعی بعضهم ان الباب کنایة عن الخلافة و الامر بالسد کنایة عن طلبها کانه قال لا یطلبن احد الخلافة الا ابابکر فانه لا حرج علیه فی	خطابی و ابن بطال و ان کے علاوہ دیگر علماء بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے خاص فضیلت ابوبکر کی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں خلافت کے استحقاق کی طرف اشارہ ہے ..... اور بعض علماء کا دعوے ہے کہ دروازے سے خلافت کی طرف کنایہ ہے۔ اور اس کے بند کرنیکا حکم دینے سے یہ مطلب ہے کہ اس کو طلب نہ کرو۔ گویا جناب رسول خدا نے دیگر صحابہ سے فرمایا کہ تم

هذا احتج ابن حبان
ان اخرج هذا الحديث
حديث دليل على انه
د النبي صلى الله عليه
وسلم بقوله سدوا عني كل
المسجد اطماع الناس
عن ان يكونوا خلفاء بعده۔

خلافت کو طلب نہ کرنا اور ابوبکر طلب کرے تو کچھ حرج نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ ابوبکر خلیفہ ہیں بعد جناب رسول خدا کے۔ کیونکہ جناب رسول خدا نے یہ کہکر کہ میری طرف سے سارے کھڑکیاں بند کر دو لوگوں کو اپنے بعد خلافت کی طمع کرنے سے روک دیا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء السابع ص۱۲

آپ نے اس بحث کو ملاحظہ کیا۔ یہ تو خود ابن حجر مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ والی سب احادیث صحیح ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ سب سے پہلی بار جو یہ حکم ہوا تو حضرت ابوبکر تک کا دروازہ بند کر دیا۔ صرف حضرت علی کا دروازہ کھلا رہا۔ حضرت ابوبکر کی کھڑکی تو بعد میں خود کھولی گئی تھی۔ تو جس شخص کے لئے پہلے حکم ہو۔ اور کھڑکی کا نہیں بلکہ دروازہ کا ہو تو اُس کی خلافت کے کنایہ و اشارہ کا تو کچھ ذکر نہیں حضرت ابوبکر کی کھڑکی کی وجہ سے خلافت کا کنایہ ہو گیا۔ خیر۔ اکثریت کا منطق ایسا ہی ہوتا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت علی کے حق میں جو صاف و صریح حکم خلافت کا ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ یہ واقعہ تائیدی ہی ہوسکتا ہے۔ اور صریح حکم و اعلان خلافت کے ثبوت میں اور اظہار افضلیت کے واسطے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بذات خود اس کو خلیفہ کے تقرر یا اعلان کا حکم نہیں کہا جا سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ جناب رسول خدا کو اشاروں اور کنایوں کی کیا ضرورت تھی۔ صاف اعلان کرنے سے کیوں گریز کیا۔ خوخہ کی نسبت حکم دیا جاتا ہے۔ اور لوگوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کو خلافت کا حکم سمجھیں۔ یہ منطق کچھ اکثریت ہی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

حضرت ابوبکر والی حدیث خوخہ کی نسبت جماعتِ اہل حکومت کے ایک عالم حافظ ابن حجر کی تطبیق متذکرہ بالا کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"مگر بخاری کی روایت مجروح معلوم ہوتی ہے۔ اول اس لئے کہ اس میں نی الحقیقۃ اضطراب ہے کہیں خوخہ کا لفظ آیا ہے کہیں باب کا۔ اور دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بخاری کی ایک روایت ابوسعید خدری کی ہے جس میں تیسرے راوی فلیح ہیں جو سخت مجروح ہیں یحییٰ ابن معین و ابوحاتم و ابوداؤد کا قول ہے کہ عاصم بن عبید اللہ و ابن عقیل و فلیح حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ کہ یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ غرائب روایت کرتے ہیں طبری کہتے ہیں۔ کہ منصور نے اُن کو صدقات پر والی کیا تھا انہوں نے بنی حسن کو قید کیا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۰۴) دوسری روایت بخاری کی ابن عباس کی ہے۔ یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پایۂ صحت سے ساقط ہے۔ اس لئے کہ اس میں عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں نیز دروغگوئی و ناصبی و خارجی ہونے کی جرح ہے۔ جیسا کہ عامۂ کتب رجال و نیز تاریخ ابن خلکان میں اس کی تفصیل ہے۔ اس کے علاوہ مسند وغیرہ میں خود حضرت ابن عباس کی روایت اس کے خلاف ہے"۔

حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۷۷۔

اس واقعہ سے کئی معنی خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی کا تمام اصحاب رسول و تمام امت سے اعلیٰ و افضل ہونا ثابت ہوتا ہے +

۲۔ یہ افعال رسول جن کو ہم نے اس باب میں استخلاف علی ابن ابی طالب کے ثبوت میں تحریر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے خاص احکام کی تعمیل میں کئے گئے تھے۔ اور اُس کی ہی طرف سے تجویز ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر دعوت ذی العشیرہ، واقعۂ لیلۃ المبیت، عقد مواخاۃ۔ واقعہ سدابواب، واقعہ مباہلہ، بجوئے لعینی آنحضرت کا حضرت علی سے راز کی باتیں سب سے علیحدہ خلوت میں کرنا وغیرہم کے حالات پڑھو۔

۳۔ یہ سب واقعات ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ یہ واقعہ آیۂ

ںدیق کرتا ہے اور آیۂ تطہیر کا فقط جناب رسولِ خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین
ام کی شان میں نازل ہونا اور فقط اُن تک محدود ہونا اس واقعہ سے ثابت
دوسرے لوگوں کے دروازے اس وجہ سے بند کرائے گئے کہ وہ کثر
ین نجس ہوتے تھے اور نجس لوگوں کا مسجد میں آنا مسجد کی شان سے بعید اور
س کی طہارت کے منافی تھا۔ برعکس اس کے پنجتن پاک اپنی زندگی کے کسی
لمحہ و لحظہ میں ناپاک و غیر مطہر ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ طہارت اُن کے خمیر میں داخل و
پیوستہ کر کے اُن کی ذات کا ایک جزو بنا دی گئی تھی۔ نجاست کو اُن سے قطعی دور
کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا حالت جنابت میں بھی یہ ناپاک نہیں ہو سکتے تھے۔ طہارت
اُن کی ذات میں اسی طرح ملی اور بسی ہوئی تھی جس طرح سورج میں اس کی کرنیں
اور عقیق میں اُس کی صلابت۔

۴۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی کا بالکل آنحضرت کا
مثیل و نظیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی خلیفہ و جانشین کی سب سے اعلیٰ صفت
اور سب سے ضروری شرط ہے۔

۵۔ ارشاد خداوندی ما ینطق عن الھویٰ محض قرآن شریف ہی تک محدود
نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت کے ہر ایک اہم فعل و قول پر حاوی ہوتا ہے۔ دیگر فضائل و
ارشادات نبوی جو آنحضرت نے علی مرتضےٰ کے حق میں فرمائے ہیں، سب اس ضمن
میں آتے ہیں۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی کی مشابہت جناب ہارون سے ثابت ہوئی
اور یہ واقعہ حدیث منزلت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔

۷۔ احادیث نبوی کے صحیح ہونے کی ایک یہ بھی جانچ ہے کہ وہ ایک دوسرے
کی تصدیق و موافقت کریں۔ یہ واقعہ سد ابواب حدیث منزلت، حدیث نور، آیۂ
تطہیر، عقد مواخات، واقعہ مباہلہ سب ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

۸۔ حضرت علی کی افضلیت اور استحقاق خلافت بہت اچھی طرح ثابت ہوتے ہیں۔

اور برخلاف دیگر صحابہ کے ثابت ہوتی ہیں۔ طہارت میں جناب رسول
علی کے اور کوئی مشترک نہ تھا اور چونکہ طاہر مطلق کا جانشین بھی طاہر
لہذا حضرت علی کے سوائے کوئی اور شخص جناب رسول خدا کا جان
ہو سکتا تھا۔ جو شخص اس بات کا بھی اہل نہ تھا کہ اس کے مکان کا
رسول خدا کے مکان کی طرف کھلا رہے۔ وہ جناب رسولِ خدا کا جا
ہو سکتا تھا۔ علمائے جماعت حکومت تسلیم کرتے ہیں کہ دروازے سے اشارہ
کی طرف ہے اور اس کے بند کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سوائے علی کے اور کوئی آ
طلب نہ کرے۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے خوخہ یا روشندان والی حدیث موضوع ہے، بناوٹی ہے، جھوٹی ہے۔ حضرت علی کے دشمنوں کی ایجاد ہے۔ حضرت علی والی حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔ بائیس صحابہ سے مروی ہے۔ اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ ان روایات میں حضرت ابوبکر کے دروازے کے بند ہونے کا خاص طور سے ذکر ہے۔

فعل ۹۔ آنحضرت کا حضرت علی کو ہر ایک غزوہ میں صاحب علم کرنا۔ اور کبھی اور کسی موقعہ پر آپ کو کسی کے ماتحت نہ کرنا۔

صاحبان غور و فکر کے لئے یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ آنحضرت نے اپنی حیات میں کبھی حضرت علی کو کسی کے ماتحت نہیں کیا۔ جہاں انہیں مقرر کیا وہاں دوسروں پر حاکم ہی رکھا۔ اور یہی ولی امر کی شان ہونی چاہیے۔ جانشین رسول کبھی دوسروں کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔

عن علی قال کسرت یدی یوم احد فسقط اللواء من یدی فقال رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضعوه فی یده الیسری فانه صاحب لوای فی الدنیا والآخرة

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میرے ہاتھ کو زخم لگا اور علم میرے ہاتھ سے گر گیا۔ تو آنحضرت نے کہا کہ علم کو اس کے بائیں ہاتھ میں دے دو کیونکہ وہ دین و دنیا میں میرا علمدار ہے۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳۔

ری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۳ +

ید الخدری قال قال
صلی اللہ علیہ وسلم یا علی
غسلتی وتودی دینی تواری
وتفی بذمتی و انت صاحب
ی فی الدنیا والاخرۃ اخرجہ الدیلمی

ابوسعید الخدری کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی تم میرے جسم کو غسل دو گے میری ذمہ داریاں ادا کرو گے۔ اور مجھکو قبر میں اتارو گے اور جو امر کہ میرے ذمہ ہے تم اس کی تکمیل کرو گے اس روایت کو دیلمی نے بھی اپنے سند سے بیان کیا ہے +

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۹، ۶۹۷

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ وھو اول عربی وعجمی صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الذی کان لواءہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ یوم فر عنہ غیرہ وھو الذی غسلہ وادخلہ فی القبر۔
(اخرجہ الترمذی) ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ۱۹۱۵ء ص۴۷۰۔

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب علی مرتضیٰ میں چار صفات ایسی ہیں جو انکے سوا کسی دوسرے میں نہیں ہیں وہ عرب عجم میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا کے ساتھ پہلی نماز اسلام کی پڑھی دوسرے یہ کہ ہر ایک جنگ میں آنحضرت کا علم انکے ہاتھ میں تھا تیسرے یہ کہ انہوں نے کسی جنگ میں فرار نہیں کیا۔ حالانکہ تمام صحابہ اکثر جنگ میں بھاگ گئے۔ چوتھے یہ کہ انہوں نے آنحضرت کو آخری غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۷ +

عن ثعلبۃ بن ابی مالک قال کان سعد بن عبادہ صاحب رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المواطن کلھا فاذا کان وقت القتال اخذھا علی۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ

ثعلبہ ابن ابی مالک کہتے ہیں کہ ان ایام میں کہ جنگ نہیں ہوتا تھا آنحضرت کا علم سعد ابن عبادہ کی تحویل میں رہتا تھا۔ لیکن ہر ایک موقعہ جنگ پر حضرت علی اس رایت کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص

عن ابن عباس قال کان علی اخذ رایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر والمشاھد کلھا۔ اخرجہ احمد فی المناقب۔	امام احمد حنبل مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ غ... ہیں آنحضرت نے عـ... ہوا کرتے تھے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۷۶

فتح مکہ کے دن بھی آنحضرت کا علم جناب امیر کے ہاتھ میں تھا۔ اُس لشکر عظیم کے علمبردار تھے۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۹۶۔

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ آنحضرت نے کبھی حضرت علی کو کسی کے ماتحت نہیں نہیں کیا۔ اور ہمیشہ آنحضرت کا علم جناب امیر کے ہاتھ میں رہا۔ بہت سی عبارتیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں۔ انکے علاوہ ملاحظہ ہوں:-

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۳ +

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والاربعون ص۱۰۹ و الباب الخمسون ص۱۱۷۔

روز قیامت لواء الحمد بدست علی بن ابی طالب ہوگا۔ کنز العمال الجزء السادس ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۲ و ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۳ و ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۲۰۱ و ۲۰۳۔ روضۃ الندیہ ص۱۵۱ +

برخلاف اس کے حضرات ابوبکر و عمر بسا اوقات دیگر صحابہ کے ماتحت کئے گئے۔ کئی مثالیں اس کی دی جا سکتی ہیں۔ سریہ ذات السلاسل جمادی الاخریٰ ۸ھ ہجری میں واقعہ ہوا۔ آنحضرت نے عمرو بن عاص کو تین سو سپاہیوں کے ساتھ قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ وہاں عمرو عاص کو کامیابی نہ ہوئی تو مدینہ سے مزید کمک طلب کی۔ آنحضرت نے دوسو سپاہیوں کو ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدینہ سے روانہ کیا۔ اسکی ماتحتی میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ ثم استمد رسول اللہ فامدہ بابی عبیدۃ

على المهاجرين والانصار فيهم ابوبكر وعمر في مائتين
بهم خمسمائة۔ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۱۱ اور
اداول جزء سیوم صفحہ ۶۔ ترجمہ۔ عمرو بن العاص نے آنحضرتؐ سے امداد طلب کی
دو سو آدمی جن میں ابوبکر و عمر تھے۔ ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدد
دانہ کئے۔ اور یہ سب ملکر پانچ صد آدمیوں کی فوج ہوگئی۔

جب ابوعبیدہ بن الجراح کے آدمی عمرو بن العاص کے پاس پہنچے
ن سب کی افسری بذمہ عمرو بن عاص رہی۔ عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ کوئی
آدمی آگ نہ جلائے۔ حضرت عمر نے سرتابی کی۔ اُس نے گوشمالی کی اور دھمکی
دی کہ اگر تم نے آگ روشن کی تو میں تمکو اس آگ کے اندر ہی ڈالکر جلا دونگا۔
حضرت عمر وہاں تو خاموش ہوگئے لیکن واپسی پر آنحضرت سے شکایت کی۔
مگر آنحضرت نے عمرو عاص کو حق بجانب قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر
اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں:۔

ان عمرو بن العاص امرهم في تلك
الغزوة ان لا توقدوا نارا فانكر
ذلك عمر فقال له ابوبكر دعه
فان رسول الله لم يبعثه علينا الا
لعلمه بالحرب. فسكت عنه....
وروى ابن حبان من طريق
قيس بن حازم عن عمرو بن
العاص ان رسول الله بعثه
في ذات السلاسل فسالہ اصحابہ
ان يوقدوا نارا فكلموا ابابكر
فكلمه في ذلك فقال لا يوقد

سریہ ذات السلاسل میں عمرو بن عاص نے فوج کو
حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ حضرت
عمر نے اس حکم کے ماننے سے انکار کیا۔ ابوبکر
نے کہا کہ عمر چپ رہ۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اسی وجہ سے
تو عمرو عاص کو ہم پر سردار بنا کر بھیجا ہے کہ وہ علم
حرب سے ہم سے زیادہ واقف ہے۔ حضرت
عمر خاموش رہے۔۔۔۔ اور ابن حبان نے
عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
نے اسکو ذات السلاسل میں سردار بنا کر بھیجا
تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن
کرنے کی اجازت ملجاوے۔ مگر عمرو عاص نے یہ

احد منکم نارا الا قذفتہ فیھا قال فلقوا العدو فھزموھم فارادوا ان یتبعوھم فمنعھم فلما انصرفوا ذکروا ذالک للنبی فسأل فقال کرھت ان اذن لھم ان یتبعوا فیری عدوھم قلتھم وکرھت ان یتبعوھم فیکون لھم مدد فحمد امرہ

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری کتاب الغزواۃ۔ غزوہ ذات السلاسل الجزء الثامن ص ۵۹۔

نہ مانا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی، لیکن عمرو بن عاص نے ان کی ایک نہ مانی۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابو بکر کو بیچ میں ڈالا۔ ابوبکر نے عمرو عاص سے کہا عاص نے ابوبکر کو جواب دیا کہ اگر تم میں سے کوئی آگ روشن کریگا تو میں اسکو آگ میں ڈالدونگا۔ غرض دشمن سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے، لوگوں نے انکا تعاقب کرنا چاہا۔ مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو اسکی شکایت آنحضرت سے ہوئی حضرت نے وجہ پوچھی تو عمرو عاص نے کہا کہ میں نے اس وجہ سے آگ جلانیکی اجازت نہ دی کہ دشمن کو انکی کمی کا علم ہوجاتا۔ اور تعاقب کرنے کی اجازت اسوجہ سے نہ دی کہ کہیں انکی مدد نہ آجائے آنحضرت نے اُس کے حکم کو درست قرار دیا۔

فعل ۲ معراجِ امامت بر دوشِ نبوّت۔

زہے نقش پائے کہ بر دوشِ احمد
ز مہرِ نبوت مقدم نشیند

مکہ فتح ہوگیا ہے۔ کعبہ سے بت نکالے جانے والے ہیں۔ اب تک نبوت و امامت نے دوش بدوش اپنے اپنے فرائض ادا کئے ہیں۔ آخر کار خدا نے یہ دن دکھایا کہ تطہیر کعبہ کا وقت آیا۔ اس امر عظیم میں کہ غایت نبوت تھا۔ نبوت و امامت دونوں کی شرکت ضروری تھی۔ اور کسی ایرے غیرے کا دخل دینا ناجائز۔ لہذا حضرت علی طلب کئے گئے۔ اور لوگ باہر نکالدئے گئے۔ اور رسول و جانشین رسول نے یہ کام شروع کیا۔ دونوں حضرات بتوں کو گراتے جاتے تھے اور تطہیر کعبہ کا کام ہوتا جاتا تھا۔ آخر کار ایک عظیم الشان بت جو سقف کعبہ پر آویزاں تھا باقی رہا۔ از راہِ

لی جھک گئے۔ اور جناب رسول خدا کو اپنے کندھے پر سوار کیا لیکن
و... وہی کندھے سنبھال سکتے ہیں جو اس کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ نہ
جناب رسول خدا نیچے تشریف لائے۔ اب نبوّت نے جھک کے امامت
ندھے پر اٹھایا۔ اور امامت کو دوش نبوّت پر معراج ملی۔ جانشین ایسے
یں۔ نہ وہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے کسی مہم میں نظر ہی نہیں آتے۔ اور اگر
ظر آتے ہیں تو بھاگتے ہوئے۔

اخرج الحاکمی عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الق صنمھم الاکبر وکان من نحاس موتد باوتاد من حدید الی الارض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالجہ فلم ازل اعالجہ حتی استمکنت منہ فقال لی اقذفہ فقذفتہ۔

ابو الخیر حاکمی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں حضرت علی کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے فرمایا جناب رسول خدا نے کہ کفار کے سب سے بڑے بت کو پھینکدو وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے زمین میں گڑا ہوا تھا مجھے آنحضرت نے فرمایا کہ اسکو جنبش دو۔ میں اسکو ہلاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پالیا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اسکو پھینک دو۔ میں نے پھینکدیا۔

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وحولہ ثلثمائۃ وستون صنما القبائل العرب لکل قوم صنم فجعل یطعنھا ویقول جاء الحق وزھق الباطل فینکب الصنم بوجھہ حتی القاھا جمیعاً وبقی خزاعہ فوق الکعبہ وکان من قوا دیر صفر فقال یا علی ادم بہ فحملہ النبی

عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کا جدا گانہ بت تھا۔ آنحضرت چھڑی کے ساتھ اس کو مارتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل الآیہ۔ پس وہ بت منہ کے بل گر پڑتے تھے یہاں تک کہ سب بت گرا دیئے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت باقی رہ گیا جو صیقل کئے

صلی اللہ علیہ وسلم حتی صعد
فرمی بہ فکسر۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب پنجم
ص۴۹۷ تفسیر النیساپوری فی قولہ تعالیٰ جاء الحق و
زھق الباطل.

ہوئے اور ڈھلے ہوئے پیتل سے
نے جناب امیر کو اپنے کندھے پر چڑھ
اسکو پھینکدو۔ جناب امیر نے آنحضرت
پر چڑھکر وہ بت گرا دیا۔

حافظ محمد علی حیدر سنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ میں تحریر کرتے ہیں:۔
"بعد فتح مکہ آنحضرت قریش کے بتوں کو توڑتے رہے۔ جب دیواروں کے بت باقی رہ گئے جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا۔ ان کے توڑنے کے لئے جناب امیر کو اپنے کندھے پر اٹھاکر حکم دیا کہ انکو توڑ دو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالہ امام نسائی اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیر فرماتے تھے کہ میں اور آنحضرت جب کعبہ میں آئے تو اولاً آنحضرت میرے کندھے پر چڑھے اور کھڑے ہو گئے۔ پھر جب آنحضرت نے میری کمزوری دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آنحضرت اتر آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اب تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں آپ کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ آپ مجھے اٹھاکر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کعبہ پر چڑھکر دیکھا تو تانبے یا پیتل کی مورتیں نظر آئیں میں انکو اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ جب اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا تو آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ انکو گرا دو۔ میں نے گرا کر انکو چور چور کر دیا۔ پھر آپ کے کندھے سے اتر آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر لحاظ ادب میزاب کی طرف سے کود پڑے۔ جب نیچے آ گئے تو ہنسنے لگے۔ آنحضرت نے وجہ پوچھی۔ عرض کیا کہ مجھے ہنسی اس بات پر آئی۔ کہ اس قدر بلندی سے میں نے جست کی۔ مگر مجھے صدمہ نہیں پہنچا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تمکو محمد نے اوپر چڑھایا۔ اور جبرئیل نے نیچے اتارا۔ پھر تمہیں چوٹ اور صدمہ کیسے پہنچتا"۔

علامہ حاکم نے اس واقعہ بت شکنی کو تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔
جب سب بت گرانے کے بعد تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا۔ جو لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اور بہت بلند تھا۔ پہلے آنحضرت نے جناب

کندھوں پر چڑھکر اُس کے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ جسم اطہر کا بار برداشت
نہ کر سکے۔ اِس لئے آنحضرت نے اُن کو اپنے شانہ اقدس پر چڑھاکر اُس کے
توڑنے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے سلاخ سے اُکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی پاش پاش
کر ڈالا جس سے کعبہ کی تطہیر کامل ہو گئی" ؛

سیرۃ الحلبیہ حصہ اول ص ۹۶ - ابوعبداللہ الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین۔

تاریخ روضۃ الاحباب میں اس واقعہ کو بہت خوبصورتی سے لکھا ہے۔ ہم
یہاں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

چند بت بزرگ را در موضع بلند نہادہ بودند چنانکہ دست بآں نمیرسید۔ علی مرتضی کرم اللہ
وجہہ بعرض رسانید کہ یا رسول اللہ پائے مبارک را بر کتف من نہ و ایں اصنام فرود
آر۔ آں سرور فرمود یا علی ترا طاقت ثقل نبوت نیست تو پائے خود را بر کتف من نہ و
ایں کار بکن۔ حضرت علی امتثالاً لامر پائے خود بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم نہاد و آنہا را فرو گرفت۔ در یں حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ
می یابی گفت یا رسول اللہ صلعم چناں می بینم کہ حجب کشوف شدہ و گویا سر من
بساق عرش رسیدہ۔ بہر چہ دست دراز می کنم بدست می آید۔ حضرت فرمود اے
علی خوش وقت تو کہ کار حق میکنی و حبذا حال من کہ بار حق میکشم۔ در روایتے آنکہ
فرمود یا علی رسیدی آنچہ میخواستی۔ علی در جواب گفت آرے۔ بخدائیکہ ترا براستی مبعوث
فرمودہ کہ چناں می بینم خود را کہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید۔ پس بتاں را
بزمیں انداخت و قطعہ قطعہ ساخت و از نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت
از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت و چوں بزمین رسید تبسمے فرمود۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد۔ گفت خود را از چنیں جائے بلند
انداختم و ہیچ المی بمن نرسید۔ آں سرور فرمود چگونہ یا علی الم بتو برسد حالانکہ ترا
محمد (صلعم) بر داشتہ بود و جبرئیل ترا فرود آورد۔ و گویند یکے از شعرائے عرب
اشارت باین قصہ کردہ دریں ابیات کہ

قِيلَ لِي قُلْ لِعَلِيٍّ مِدَحًا — ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا
گفتی مرا کہ مدح علی گو بی ا سے زہے — کز آں نسیم دآتش
قُلْتُ لَا أَقْدِرُ فِي مَدْحِ امْرِئٍ — ضَلَّ ذُو اللُّبِّ إِلَى
اقدام چوں کنیم بمدح کسے کز وۓ — در گمرہی فتادہ گروہے
وَالنَّبِيُّ الْمُصْطَفَى قَالَ لَنَا — لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَ
بر کتف مصطفیٰ ید قدرت نہادہ دست — شام وصال ایں سخن از قول مصطفیٰ
وَضَعَ اللّٰهُ بِظَهْرِي يَدَهُ — فَأَحَسَّ الْقَلْبُ أَنْ بَرَّدَهُ
جائے کہ حق براں ید قدرت نہادہ بود — از روئے احترام براں پائے مرتضیٰ است
وَعَلِيٌّ وَاضِعٌ أَقْدَامَهُ — فِي مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰهُ يَدَهُ
گفتم حدیث راست ولے میر داز حسد — ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

یہ واقعات معہ اس قصیدہ مدحیہ کے تاریخ حبیب السیر میں بھی درج ہیں
اب ہم ان تمام حوالہ جات کو ایک جگہ جمع کر کے لکھتے ہیں :۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص۶۳ — روضۃ الاحباب لکھنؤ ص۲۳۱ معہ حاشیہ
امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول ص ۱۵۱۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۰ و ۲۰۱۔
شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الثامن والاربعون ص ۱۱۴۔
تفسیر النیسابوری۔ فی تفسیر قولہ تعالےٰ۔ جآء الحق وزھق الباطل۔ الآیہ۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۶ و ۳۱۷
محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص ۱۰۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۷۔
حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۹۸۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۲۹۷۔

...اقت بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بت پرستی کو معدوم کرنا اور عبادتگاہ کو
پاک وصاف کرنا۔ آنحضرت کی رسالت کا مقصد اولیٰ تھا۔ بلکہ یہ
...الت تھا۔ جب ہی تو آنحضرت کا بوجھ حضرت علی سے سنبھالا نہ گیا۔ ورنہ
...ہے کہ اگر محض انسانی بوجھ ہی ہوتا تو آنحضرت کا حضرت علی کیلئے اپنے کندھوں
...یہ ناکونسا دشوار کام تھا۔ اِس کارِ رسالت میں آنحضرت نے سوائے
...ے جانشین کے اور کسی کو شامل نہ کیا۔ یہ کام کوئی اور کرہی نہ سکتا تھا۔ آنحضرت کو
یہ دکھانا مقصود تھا کہ کارِ رسالت میں میرا ہاتھ بٹانے والا علی ابن ابی طالب ہے۔
لہٰذا وہی میرا جانشین ہو سکتا ہے۔ اور ہے۔ اگر لوگوں کے سامنے یہ اعلان
بالفعل منظور نہ ہوتا تو آپ سیڑھی منگا کر تمام بتوں کو خود ہی گرا دیتے۔ کعبہ کو بتوں
سے صاف کرنے کے بعد اطراف و جوانب کے بُت خانوں کو حضرت علی سے
صاف کروایا۔ بہتوں کو منہدم کرا دیا۔

محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۱۱ +

فصل ۱۱ تبلیغ سورۃ برأت آخر ذی قعدہ ۹ ہجری۔

کتب تواریخ و احادیث کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تو جناب
رسول خدا نے حضرت ابوبکر کو اس سال کے موسم حج میں سورۂ برأت کی چالیس
آیات کی تبلیغ پر مامور کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر کے روانہ ہوتے ہی جبرئیل علیہ
السلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی لیکر نازل ہوئے کہ تبلیغ یا آپ کریں یا علی
چنانچہ آپ نے اُسی وقت حضرت علی کو حضرت ابوبکر کے عقب میں روانہ کیا اور
حکم دیا کہ حضرت ابوبکر سے سورۂ برأت کی آیات لے لیں اور تبلیغ کریں حضرت
علی خاص ناقۂ رسول پر سوار ہو کر چلے۔ اور ایک دن اور ایک رات کے سفر کے
بعد حضرت ابوبکر کو جالیا۔ اور مطابق حکم خدا و رسول اُن کو معزول کر کے خود روانہ
ہوگئے۔ حضرت ابوبکر وہیں سے واپس جناب رسول خدا کی خدمت میں آئے۔ اور
شکایتاً دریافت کیا۔ کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت نے

فرمایا کہ حکم نازل ہوا ہے۔ کہ تبلیغ میں کروں یا میرے اہل بیت سے کوئی غیر نہیں کر سکتا۔ مدعا تھا کہ ساری امت کو معلوم ہو جائے سورہ کے ایک حصہ کی تبلیغ کی اہلیت نہیں رکھتے۔ خلیفہ و جانشین سارے قرآن کی تعلیم و تبلیغ و نازل کیسے مامور ہوتا ہے۔ یہ واقعہ کتب تواریخ و احادیث میں درج ہے۔ اس واقعہ کے راویان خود علیہ السلام و ابن عباس و ابوسعید خدری و ابن عمر و ابو ہریرہ و سعد وقاص و ابورافع اور انس بن مالک ہیں۔ چند عبارات ذیل میں نقل کیے۔

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث براءۃ الی اہل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال خذ ہذا الکتاب فامض بہ الی اہل مکۃ فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابوبکر وہو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شیئ۔ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اہل بیتی۔ اخرجہ ... عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب باب ... ۲۸۶

حضرت علی کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے ابو بکر کو سورہ برات کی تبلیغ کے لئے مکہ بھیجا۔ لیکن انکے پیچھے مجھے (حضرت علی) کو روانہ کیا اور کہا کہ ابو بکر سے سورۃ براۃ لیلو اور اہل مکہ پر تبلیغ کرو۔ پس میں ابو بکر سے راستہ میں مل گیا اور سورۃ برات ان سے لیلی ابو بکر رنجیدہ و کبیدہ خاطر واپس آنحضرت کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا نہیں لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسکی تبلیغ یا خود میں کروں یا میرے اہلبیت کا فرد تبلیغ کرے۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ تین جگہ لکھا ہے۔ کنز العمال میں تحریر ہے کہ جب معزول ہو کر حضرت ابو بکر جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے اور رو رو کر شکایت کی۔ علی المتقی: کنز العمال۔ الجزو الاول۔ صفحہ ۲۴۶ یہ عبارت قابل غور ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ آنحضرت نے ابو بکر کو واپس ہی بلالیا۔ یہ کیا ہوتی کہ انہوں نے امارت حج کے فرائض انجام دئے غلط ہے۔ امیر حج کا سب سے

تبلیغ سورۂ برأۃ تھی۔ حضرت ابوبکر کا سورۂ برأۃ کو لیکر روانہ ہونا کے بعد لکھا ہے:۔

لمّا الحقه فرد
لم یبلغها انت
فلما قدم ابوبکر
قال یا رسول الله
احدث فی شیئ. قال ما
حدث فیك الا خیر
ولکن امرت ان لا یبلغ
الا انا او رجل منی۔
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۲۴۶
حدیث نمبر ۴۴۴۔ ص۲۴۷ حدیث نمبر ۴۶۱ +
اخرج احمد باسناد حسن عن انس
ان النبی صلی الله علیه وسلم
بعث ببرأۃ مع ابی بکر فلما بلغ
ذا الحلیفه قال لا یبلغها الا انا
او رجل من اهل بیتی فبعث
بها مع علی .... عن علی لما نزلت
عشر آیات من برأۃ فبعث بها
النبی صلی الله علیه وسلم مع
ابی بکر لیقرأها علی اهل مکة
ثم دعانی فقال ادرك ابابکر
فحیثما لقیته فخذ منه الکتاب

(ابوبکر کے روانہ ہونیکے بعد) جناب رسولخدا نے علی سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر تک پہنچو۔ ابوبکر کو میرے پاس واپس کردو۔ اور تم خود اس سورۃ کی تبلیغ کرو۔ پس علی نے ایسا ہی کیا جب ابوبکر واپس جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت روئے اور رو رو کر عرض کی کہ کیا میرے خلاف کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں خیریت ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسکی تبلیغ یا تو میں خود کردوں یا وہ شخص کرے جو مثل میرے نفس کے ہو۔

امام احمد حنبل نے صحیح اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے سورۃ برأۃ کی آیات ابوبکر کو دیکر بھیجا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تبلیغ یا میں کروں یا وہ جو مجھ میں سے اور میرے اہلبیت سے ہو پس آپ نے علی کو بھیجا ..... حضرت علی کہتے ہیں کہ جب دس آیات سورۃ برأۃ کی نازل ہوئیں تو جناب رسول خدا نے ابوبکر کو وہ آیات دیکر بھیجا کہ اہل مکہ پر پڑھیں۔ تو پھر آنحضرت نے مجھے بلایا اور کہا کہ فوراً ابوبکر کو جا کر ملو جہاں بھی ان کو مل سکو اور وہ آیات ان سے لیکر

فرجع ابوبکر فقال یا رسول اللہ نزل فی شیٔ فقال لا ولکن جبریل قال لا یودی عنک الا انت او رجل منک۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء الثامن باب الا الذین عاھدتھم من المشرکین صد ۲۴ کتاب التفسیر سورۂ برأت۔

تم تبلیغ کرو پس میں نے ایسا ہی کیا۔ واپس جناب رسول خدا کے پاس پوچھا کہ میرے متعلق کچھ نازل ہوا۔ فرمایا اور تو کچھ نہیں لیکن جبرئیل میرے اور کہا کہ یہ کار تبلیغ کے فرائض کی ادا تم کر سکتے ہو یا وہ جو تم میں سے ہو لہٰذا میں نے علی کو بھیجا۔

تاریخ حبیب السیر میں اُس گفتگو کو جو جناب ابوبکر کی معزولی کے بعد ابوبکر و آنحضرت میں ہوئی ہے۔ اس طرح لکھا ہے:۔

چوں امیر المومنین ابوبکر بملازمت حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام رسید۔ از آنحضرت پرسید کہ یا رسول اللہ از من چہ صادر شد کہ از قرأت سورہ برأت ممنوع گشتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہیچ منقصتے بحال تو راہ بنا فتہ ولکن الامین ھبط الی من اللہ عزوجل بانہ لا یودی عنک الا انت او رجل منک وعلی منی وھو اخی ووصیی ووارثی وخلیفتی فی اھل بیتی وامتی بعدے یقضی دینی وینجز وعدی ولا یودی عنی الا علی۔ ترجمہ۔ جب امیر المومنین ابوبکر راستہ ہی سے واپس ہو کر جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر آئے تو آنحضرت سے سوال کیا کہ اے رسول اللہ مجھ سے کیا قصور صادر ہوا کہ سورۂ برأت کی تبلیغ سے منع کر دیا جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم سے کوئی گناہ تو صادر نہیں ہوا لیکن جبرئیل امین خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام لیکر میرے پاس نازل ہوئے کہ تبلیغ و فرائض کی ادائیگی صرف تم کو کرنی چاہیئے یا اُس کو جو تم میں سے ہو۔ اور علی مجھ میں سے ہے۔ میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے میرا وارث ہے۔ میرے اہلبیت میں اور میری امت میں میرا خلیفہ ہے۔ میری نئے مدایاں یہ ادا کرے گا۔ اور میرے وعدے یہی پورے کریگا۔ میرے کام کی تکمیل کرے گا اور ان امور کو سوائے علی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

...فات الکبریٰ ج ۲ قسم ۱ ص ۱۲۱

...زء الاول ص ۳ و ۱۵۰ و ۱۵۱۔ الجزء الثانی ص ۲۹۹ و جزء الثالث ص ۲۱۲ و ۲۹۳۔

...: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۴۷، ۱۷۳ و ۲۰۳۔

...: مستدرک علی الصحیحین۔ جزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۳

... جزء اول ص ۱۵۱ حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۵۹ تاریخ حبیب السیر جلد ۱۔ جزء سوم ص ۲

...ی پارہ ۲ ص ۲۳۸۔ کتاب الصلوٰۃ۔ پارہ ۱۹ کتاب التفسیر۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء الثامن ص ۲۴۱ کتاب التفسیر۔

عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص ۲۴۶ حدیث ۴۰۰ ص ۲۴۷ حدیث ۴۲۱ +

مرزا محمد بن معتمد خان۔ نزول الابرار ص ۱۶ جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۰۹ و ۲۱۰

ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۱۱۱ ذکر حج ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۵۴

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۹ روض الانف۔ الجزء الثانی ص ۳۲۰

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۳۶ و ۳۵۷۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۸۷ و ۵۸۸۔

اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵۔

محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سیوم ص ۱۰۳۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص ۲۲۔

شاہ عبد الحق: مدارج النبوۃ جلد دوئم ص ۲۹۲ و جذب القلوب الی دیار المحبوب۔

ملا معین: معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دوازدہم ص ۲۱۰

صحیح ترمذی: ک ۴۴ ب ۹ سورۃ ۹ ح ۵۰۰۔ شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ۔ جلال الدین سیوطی: جمع الجوامع۔

تفسیر معالم التنزیل۔ موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن الحسن الکواشی تفسیر تلخیص۔

شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ۔ باب الثامن عشر ص ۲۷، ۳۰۔

یہ نہایت عظیم الشان واقعہ تھا۔ اس سے بہت سے براہ راست سے ضمنی نتائج اخذ ہوتے ہیں:۔

۱۔ حضرت علی اہلبیت رسول ہیں۔

۲۔ جو کارِ نبوت جناب رسول خدا کر سکتے تھے۔ وہی علی مرتضیٰ کر سکتے تھے، یہی اصل و نائب کی یگانگت، خلافت کی جان اور اس کی اول شرط ہے۔

۳۔ جب حضرت ابوبکر صرف دس آیات کی تبلیغ میں جناب رسول خدا کی نیابت نہیں کر سکتے تھے تو اُن کے سارے کام کی نیابت کی اہلیت تو مطلقاً ہی نہ تھی۔

۴۔ نیابت و خلافت بحکم خداوندی ہوتی ہے۔ اور اس میں امت کو مطلقاً دخل نہیں۔ اور رسول کو بھی خداوند تعالیٰ کی اجازت کے بعد اسمیں دخل ہوتا ہے۔

۵۔ یہ ایسا عظیم الشان و پراز نتائج واقعہ تھا کہ جناب ابوبکر کو اپنی معزولی سے رنج ہوا۔

۶۔ حضرت علی کی فضیلت حضرت ابوبکر پر بغیر کسی شبہ کے واضح ہو گئی۔

۷۔ جناب رسول خدا کی نیابت کے لئے حضرت علی سے بہتر اور موزون کوئی اور شخص نہ تھا۔

۸۔ عمر میں زیادہ ہونا باعث فضیلت و ترجیح نہیں۔

۹۔ صاف طور سے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ علی میرا خلیفہ و وصی و وارث ہے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر معزول ہو کر فوراً واپس آ گئے اور حضرت علی کی سرداری میں حج کا قافلہ آگے چلا گیا اگر حضرت ابوبکر امیر حج تھے تو پھر آنحضرت کی خدمت میں راستہ ہی سے واپس ہو نیکے کیا معنی؟

۱۱۔ حضرت عمر کا عذر کہ دعابہ (مزاح) کی وجہ سے علی امارت کے لائق نہیں غلط ثابت ہوا۔

فعل ۱۲ واقعہ مباہلہ۔ کارِ نبوت میں براہ راست شرکت۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (پارہ ۳۔ سورہ آل عمران ع ۶)

ی دلیل و بحث سے عیسائی نہ ملنے تو آخری تدبیر خداوند تعالیٰ نے
دیہ بتائی کہ ان سے مباہلہ کرو۔ تم اور علی اور تمہاری اولاد عیسائیوں
نکل کر مباہلہ کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرت مباہلہ کے لئے اس طرح
ے آگے آپ تھے اور آپ کے پیچھے جناب علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام
۔ جب عیسائیوں نے ان کے چہرے دیکھے تو اُن کی عظمت و جلالت سے مرعوب
ہو کر مباہلہ نہ کیا اور صلح کر لی۔ یہ واقعہ شروع سنہ ۱۰ ہجری میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ مسلمات
تاریخیہ میں سے ہے۔ اس سے کسی ایک مورخ یا محدث یا مفسر نے انکار نہیں کیا۔
یہ ان واقعات خصوصیہ میں سے ہے کہ جن کے مقابلہ میں گروہ اہل خلافت کے
علماء اپنے ارکانِ حکومت کے لئے کوئی واقعہ نہ وضع کر سکے۔ کیونکہ واقعات وضع
نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس میں کچھ نکتہ چینی کر سکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف
اتنا ہی کیا اور کر سکتے تھے کہ جنکو تعصب نے بہت مغلوب کیا۔ انہوں نے اپنی کتابوں
میں اس واقعہ کو نہ لکھا۔ لیکن اُس سے انکار کرنے یا اس کے خلاف لکھنے کی جرأت
اُن کو کبھی نہ ہوئی +

شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مدارج النبوۃ
میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

حضرت صلعم مکتوبے بہ نصاریٰ نجران فرستاد و ایشان را دعوت باسلام کرد پس
آنجماعت بعد از مشاورت بیکدیگر چہاردہ کس را از قوم خویش اختیار کردہ بمدینہ فرستادند
تا احوال رسول را صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیق کنند و خبر بایشاں رسانیدند سہ نفر
دریں بودند کہ کاروبار و اختیار بدست ایشاں بود۔ یکے عبد المسیح ملقب بہ عاقب دیگر
ایہم ملقب بہ سید۔ و دیگر ابو الحارث۔ چوں بمدینہ رسیدند۔ جامہائے راہ از خود دور کردہ
حلمائے ابریشمین پوشیدہ و انگشتریہائے طلاء در دست کردہ بہ مسجد نبوی درآمدند و
سلام کردند حضرت جواب سلام ایشاں نداد و روئے مبارک از ایشاں باز گردانید۔

(الی ان قال) پس از مسجد بیرون آمدند بہ عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن پیغمبر شما مکتوبے بما نوشت و ما را دعوت نمود۔ چوں نزد او آمدیم و سلام شنیدیم و ہر چند سخن کردیم نزدے غیر سکوت چیزے ندیدیم۔ اکنوں رائے چیست۔ آیا باز گردیم بدیار خود یا توقف کنیم۔ عثمان و عبدالرحمن با علی گفتند تو دریں مہم چہ بست۔ گفت رائے من آنست کہ ایں جامہائے فاخرہ و انگشتر از خود دور کنند و جامہا بر سم رہباناں پوشیدہ در مجلس شریف در آیند۔ آں بموجب فرمودۂ علی عمل نمودہ نزد آنحضرت صلعم رفتند و سلام کردند۔ حضرت جواب سلام ایشاں باز داد و فرمود کہ بآں خدائے کہ مرا براستی مبعوث فرمود کہ ایں قوم نوبت اول چوں بمجلس من در آمدند شیطان با ایشاں بود۔ بعد از اں سرور عالم ایشاں را باسلام دعوت نمود۔ ایشاں بآنحضرت گفتند چہ می گوئی در شان عیسیٰ۔ آنحضرت فرمود امروز جواب شما نمی گویم اقامت کنید دریں بلدہ تا جواب ایں سوال بشنوید گویا انتظار وحی کرد پس روز دیگر ایں آیت نازل شد۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ. فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ. سید عالم ایشاں را طلبید و آیات بر ایشاں خواند۔ مگر آنہا اقرار نکردند و بر اعتقاد خویش مصر بودند حضرت فرمود چوں باور نمی کنید بیائید تا با یکدیگر مباہلہ کنیم یعنی دعا کنیم در شان یک دیگر و گوئیم لعنت خدا بر دروغگویاں باد۔ گفتند ما را مہلت دہ تا دریں باب تاملے کنیم و فردا بیائیم۔ روز دیگر صباح بنزد رسول صلعم آمدند۔ و حضرت خود مستعد و متہی مباہلہ بود حسین بن علی را در بغل کردہ حسن را بدست مبارک خود گرفتہ و فاطمہ زہرا در عقب آنحضرت و علی مرتضیٰ در عقب فاطمہ و حضرت فرمود بایشاں کہ چوں دعا کنم شما آمین گوئید۔ سبحان اللہ ایں چہ وقت و چہ حالت است و چہ شاہد و چہ مشہود۔ گروہ نصاریٰ چوں ایں پنجتن پاک را

Presented By: https://jafrilibrary.com

ندیث دعا و آمین شنیدند بترسیدند۔ ابو الحارث بن علقمہ کہ دانشمند ایشاں
اے قوم بدرستیکہ من ہے بینم چہرہ ہائے چند می بینم اگر بخواہند از خدا کہ زائل گرداند کوہ را
خود زائل میگردد بخواہش ایشاں۔ زنہار مباہلہ نکنید کہ ہلاک شوید و ہیچ
بر پشت زمین نماند۔ و فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوگند بخدائے کہ بقائے
من در دست قدرت اوست کہ اگر مباہلہ میکردند مسخ کردہ می شدند بصورت
قردہ و خنازیر و مے ہیئت این۔ دی بر ایشان آتش را و بیخ برکندہ می شوند اہل نجران
ہمہ مرغاں کہ بر سر درختان ایشاں نزدیک نمیگذاشت کہ تمام نصاری ہلاک
شدند پس گفتند۔ یا ابا القاسم با تو مباہلہ نمے کنیم۔ فرمود پس مسلمان شوید
گفتند ایں کار از ما نمے آید۔ فرمود پس محاربہ را آمادہ شوید۔ گفتند ما را طاقت و
قوت محاربہ با تو نیست و لیکن مصالحت می کنیم با تو بر آنکہ ہر سال دو ہزار حلہ
ہر حلہ چہل درہم باشد دہیم۔ و دیگر آمدہ کہ سی اسپ و سی شتر و سی زرہ و سی
نیزہ دہیم پس بریں جملہ مصالحت واقع شد۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۹۸ مطبوعہ منشی
نولکشور واقع کانپور سنہ ۱۹۰۲ء۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزو سوم ص ۲ و ۴۳۔

ترجمہ۔ جناب رسول خدا نے ایک مکتوب نصاری نجران کے پاس بھجوایا اور انکو اسلام کی طرف
دعوت دی اہل نجران نے بعد مشاورت ۱۴ آدمیوں کو اپنے میں سے منتخب کرکے مدینہ آنحضرت
کی خدمت میں بھیجا تاکہ جناب رسولخدا کے حالات کی تحقیق کرکے ان کے پاس خبر بھجوائیں۔ ان میں سے
سارا معاملہ صرف تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ایک عبد المسیح المعروف عاقب دوسرا ایہم ملقب
بہ سید اور تیسرا ابو الحارث۔ جب وہ لوگ مدینہ پہنچے تو اپنے سفر کے کپڑے اتار کر ریشمی لباس فاخرہ پہنے اور
انگشتریاں طلائی پہنکر آنحضرت کی خدمت میں مسجد میں گئے اور سلام کیا۔ لیکن آنحضرت نے
جواب سلام کچھ نہ دیا۔ بلکہ اپنا منہ اُن کی طرف سے پھیر لیا۔ وہ لوگ مسجد سے باہر آئے عثمان
بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ہمکو خط لکھکر بلایا اور جب ہم آئے

اور سلام کیا تو سلام کا جواب تک انہوں نے نہ دیا۔ حالانکہ ہم گفتگو کرتے تھے
خاموشی کے جواب نہیں ملتا تھا۔ اب تمہاری رائے کیا ہے۔ ہم واپس
عثمان و عبد الرحمن آنحضرت کی طبیعت و منشاء کو نہ سمجھ سکے۔ اسلئے حضرت
عرض کی کہ آپ کی رائے کیا ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ لوگ یہ لباس فاخرہ
اتار دیں۔ اور رہبانوں کا سا لباس پہنکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوں
کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر آن کر سلام کیا۔ آ
سلام دیا اور فرمایا کہ قسم ہے خدائے لایزال جس نے مجھکو مبعوث براستی کیا ہے۔ جب یہ لوگ پہلی
بار پاس آئے تھے تو ان کے ہمراہ شیطان تھا۔ اس کے بعد آنحضرت نے انکو اسلام کی طرف دعوت
دی ان لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ عیسیٰ کی شان میں کیا کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس سوال کا
جواب میں تمکو آج نہیں دیتا۔ اس شہر میں ٹھہرو تاکہ اس سوال کا جواب مجھ سے سنو۔ گویا آپ منتظر
وحی تھے۔ پس دوسرے روز یہ آیات نازل ہوئیں۔ بتحقیق عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے کہ پہلے
اُس کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر خدا نے فرمایا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا۔ یہ حق ہے تیرے خدا کی طرف سے
اب شک کرنے والوں میں نہ ہو پس اس کے بعد کہ تیرے پاس یہ علم آچکا ہے اگر کوئی تجھ سے حجت
کرے تو اُس سے کہہ کہ آؤ ہم تم اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اپنے نفسوں کو جمع کر کے پھر آپس
میں مباہلہ کریں پس خدا کی لعنت جھوٹ بولنے والوں پر ہو۔ آنحضرت نے اُن لوگوں کو طلب
کیا اور انپر یہ آیات تلاوت فرمائیں لیکن اُنہوں نے اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر قائم رہے۔
آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اب چونکہ تم کو یقین نہیں آتا آؤ تاکہ ہم مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کو بددعا
کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو آپ مہلت دیں تاکہ آپس میں
مشورہ کرلیں اور پھر آئیں۔ پس دوسرے روز صبح کو وہ آنحضرت کی خدمت میں آئے اس طرف
آنحضرت نے مباہلہ کا انتظام کر لیا تھا حسین ابن علی کو گود میں لیکر حسن ابن علی کی انگلی پکڑ کر اسطرح
نکلے کہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی و فاطمہؑ۔ آنحضرت نے ان سے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم
آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیا وقت اور کیا سماں تھا۔ کیسے گواہ تھے کیسے شہود تھے۔ جماعت نصاریٰ
نے جب ان پنجتن پاک کو دیکھا اور آن حضرت کے ارشاد و دعا و آمین کہنا تو ڈر گئے۔ بالواقع

سب سے زیادہ دانشمند تھا کہنے لگا کہ اے قوم میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ خدا سے
رہٹ جائے تو خداوند تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق پہاڑ کو ہٹا دے۔ ہرگز مباہلہ
ب ہو گئے۔ اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہیگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قسم بخدائے
ریک جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سؤروں
میں مسخ ہو جاتے اور خداوند تعالیٰ اُنکے اوپر آگ برساتا۔ اہل نجران ہلاک ہوتے۔ اُنکے
درختوں پر ایک پرندہ باقی نہ رہتا اور تمام نصاریٰ ہلاک ہوتے پس اُن لوگوں نے عرض کی کہ اے
ابو القاسم ہم مباہلہ نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا یہ کام ہم سے نہیں
ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تو پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم میں آپکے مقابلہ کی طاقت
نہیں ہے ہم اس بات پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار پوشاکیں جن میں ہر ایک کی قیمت چالیس
درہم ہوگی آپ کو ادا کرینگے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے علاوہ تیس گھوڑے تیس شتر
تیس زرہ تیس نیزہ بھی ہم دینگے پس ان تمام پر مصالحت ہو گئی۔

محدث شیرازی آنحضرت کے مباہلہ کے لئے باہر آنے کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:-

حال آنکہ حضرت از حجرۂ شریف بیرون آمدہ بود حسین ابن علی را در زیر بغل و دست
حسن را بدست خویش گرفتہ فاطمہ و علی مرتضیٰ از عقب آں سرور بودند۔

روضۃ الاحباب ص ۵۲۳۔

ابو حاتم رازی نے اس واقعہ کو بالکل اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے جیسا ہم نے اوپر مدارج النبوۃ و حبیب السیر سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ فقرہ ہے۔ اقبل معہ علی والحسن والحسین وفاطمۃ۔ یعنے آنحضرت مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ آپ کے ہمراہ علی و حسن و حسین و فاطمہ تھے۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۴۹ +

علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری اپنی تفسیر کشاف میں آیہ مباہلہ کی تفسیر میں یہ واقعات بالکل اسی طرح لکھنے کے بعد حضرت عائشہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں:-

وعن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم خرج وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخله ثم فاطمه ثم علی ثم قال انّما یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ.... وفیه دلیل لاشیئ اقوی منه علی فضل اصحاب الکساء علیهم السلام۔

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صبا ؟ نکلے کہ آپ کالی ردا اوڑھے ہوئے۔ انہیں اپنی ردا کے اندر کر لیا حسین اپنی ردا کے اندر کر لیا۔ پھر فاطمہ پھر ع انکو بھی اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا پھر تلاوت فرمائی کہ یہ اہلبیت ہیں جن سے رجس دور کیا گیا ہے اور جنکو پاک وصاف کیا گیا ہے ..... اس میں آلِ عبا کے لئے نہایت قوی دلیل اُن کی فضیلت کی ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری: کشاف الجزء الاول تفسیر آیہ مباہلہ ص ۳۰۷ +

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربےٰ میں تحریر کرتے ہیں:۔

عن ابی ریاح مولی ام سلمه قال قال رسول الله لو علم الله تعالیٰ فی الارض عبادا اکرم من علی وفاطمة والحسن والحسین لامرنی ان اباهل بهم ولکن امرنی بالمباهلة مع هؤلاء وهم افضل الخلق فغلبت بهم الیهود والنصاری۔

ابو ریاح حضرت ام سلمہ کے غلام کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اگر خداوند تعالیٰ کو تمام دنیا میں علی و فاطمہ و حسنین سے زیادہ فضیلت والے لوگ معلوم ہوتے تو وہ مجھے اُنکی مدد سے مباہلہ کرنیکا حکم دیتا لیکن اس نے مجھے حکم دیا کہ میں علی و فاطمہ و حسنین کی مدد سے مباہلہ کروں وہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ افضل ہیں اُنکی وجہ سے نصاریٰ و یہود مغلوب ہوگئے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ

بہ تفسیر آیہ فمن حاجک فیه الآیہ کشاف میں لکھا ہے کہ کوئی دلیل آیہ مباہلہ سے قوی تر فضیلت اصحاب کساء میں نہیں ہے اور اصحاب کساء علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں کیونکہ

قال فی الکشاف لا دلیل اقوی
فضل اصحاب الکساء وھم
الحسنان لانھا نزلت دعاھم
بیتہ سلم فاحتضن الحسین اخذ
ن دمشت فاطمہ خلفہ وعلی خلفھما
انھم المراد من الآیۃ۔

جب یہہ آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب
رسول خدا نے ان لوگوں کو بلایا حسین
کو اپنی گود میں لیا حسن کی انگلی اپنے ہاتھ
میں پکڑی۔ آپ کے پیچھے فاطمہ تھیں۔
اور ان دونوں کے پیچھے حضرت علی تھے
پس اس آیۃ میں ان ہی لوگوں سے مراد ہے۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الوارد فیھم الآیۃ التاسعہ ص۹۳

تمام حوالہ جات کو ہم ایک جگہ جمع کرتے ہیں:۔

صحیح مسلم۔ جزو السابع۔ کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ ص۱۲۰ و ۱۲۱۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث ثالث ص۷۲ و باب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیھم الآیۃ التاسعہ ص۹۳۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۴۹۹ تا ۵۰۰۔

ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب سیزدہم دربیان وقائع سال دہم از ہجرت ص۲۱۲ و ۲۱۳۔

تاریخ حبیب السیر۔ جلد اول۔ جزو سیوم ص۷۱ و ۴۷۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۸۹

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۳۳۹۔

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص۱۵۰۔

جلال الدین سیوطی: تفسیر در المنثور۔ الجزء الثانی ص۳۹۔

جار اللہ زمخشری: تفسیر کشاف۔ جلد اول ص۲۰۳۔

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص۱۰۶ تفسیر بیضاوی مطبوعہ نولکشور ص۱۴۰

فخر الدین رازی: تفسیر کبیر۔ مطبوعہ مصر جلد دوئم ص ۷۰۰

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ باب الثانی ص۹

سید علی الہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثانیہ۔ در فضل آل عبا حدیث اول حدیث چہارم

: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۲۴۷ روضۃ الاحباب ص ۵۲۳ سنن ...

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل فوائد مترتب ہوتے ہیں:۔

(۱) یہ واقعہ تشریح ہے اور نیز ثبوت ہے اُس دعا کی قبولیت کا جو رسول خدا نے شروع زمانہ نبوت میں حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے مانگی تھی کہ علی سے آپ کا بازو مضبوط کرے اور اس کار عظیم میں اُن کو آپ کا شریک وزیر و خلیفہ مقرر کرے +

(۲) وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ کار نبوت میں شریک ہونیکے کیا معنی؟ وہ اس واقعہ سے اُس شرکت کی تشریح و معانی کو سمجھنے کی کوشش کریں +

(۳) سقیفہ بنی ساعدہ کے وکلا (یعنی علماء اہل حکومت) کہا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر کی بڑی عمر باعث ترجیح تھی اور نیز یہ کہ حضرت علی نے ایسی صغرسنی میں اسلام قبول کیا کہ وہ سبقت اسلامی باعث ترجیح نہیں ہو سکتی۔ اس واقعہ نے اس قسم کی بحث کی جان نکال کر اس کو مردہ کر دیا۔ امام حسین کی ابھی اتنی عمر تھی کہ گود میں رہتے تھے اور امام حسن کی عمر انگلی پکڑ کر چلنے کی تھی۔ لیکن خداوند تعالےٰ کے نزدیک ان بچوں کا بچپن وہ وقعت رکھتا تھا۔ جس کو اُن بڈھوں کا بڑھاپا ترستا تھا جنکی غالباً ڈاڑھیاں ہی ان دونوں بچوں کے قد سے بڑی ہونگی۔ اور یہ وہی علی ہیں جنکی صغرسنی کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کی کبرسنی پانی بھرتی ہے +

(۴) افضل کی موجودگی میں مفضول و کمتر شخص کو منتخب کرنا سنت الٰہی نہیں ہے۔

(۵) کار نبوت و خلافت میں سقیفہ والے حکام کا حصہ نہیں ہے +

(۶) حضرت علی قطعاً و حتماً اُن لوگوں سے افضل و بہتر تھے جن کو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لئے منتخب کیا گیا +

(۷) یہ انتخاب خدا کی طرف سے ہوتا ہے +

(۸) چونکہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی اس کے معارض ہے اور اس میں ان بدیہی اصولوں کو نظرانداز کیا گیا۔ بلکہ اُن کی مخالفت کیگئی۔ لہذا اُس اجلاس کی

ہیں۔ اور وہ خود نظر انداز ہونا چاہئے +
یعنی کارِ نبوت میں آنحضرت کو اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا
صرف حضرت علی اور اُن کی اولاد و زوجہ محترمہ ہی کو شریک فرماتے تھے
دوسرے کی طرف رجوع نہیں کرتے +
ہٰذا نتیجہ نکلا کہ حضرت علی اور صرف حضرت علی ہی خلافت کے مستحق تھے
جو خدا و رسول نے اس غرض کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ یہ کام امت کا نہ تھا
اور اُنہوں نے غلط اصولوں پر عمل کر کے غلط آدمی منتخب کئے +

فصل ۱۳ تجہیز جیشِ اُسامہ :-

وحیِ الٰہی سے آنحضرت کو معلوم ہو چکا تھا کہ رفیق اعلیٰ کی طرف سے پیغام وصال آگیا ہے۔ حکم الٰہی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کے بموجب آپ نے بمقام غدیر خم یہ آخری پیغام الٰہی اپنی امت کی طرف پہنچا دیا۔ اور اُس کے بعد جو آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی۔ اُس سے سب لوگوں پر واضح ہو گیا کہ اب عنقریب ہمارا رسول ہم سے جدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اس آیہ کو سن کر آنحضرت کی رحلت کا تصور کر کے رونے لگے۔ معلوم نہیں وہ رونا آنحضرت کی محبت کی وجہ سے تھا یا اُس عظیم الشان مہم اور اُس کے نتائج کے تصور سے تھا کہ جس میں سے گزرنا حضرت عمر کی صلاح کے بموجب ناگزیر ہو چکا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت کے اصحاب میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جو حضرت علی کے طرف حکومت کے جانے کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس جماعت نے منافقین کو اپنے ساتھ ملا کر ایک اچھی اکثریت پیدا کر لی تھی۔ اپنے اس ماحول کی کیفیت سے ایک معمولی فہم و ذکا کا آدمی بھی بہت آسانی سے آگاہ ہو سکتا تھا۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست و ذکاوت تو تمام لوگوں سے بالاتر تھی۔ علاوہ اس کے جس ہستی نے آنحضرت کو منافقین کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس ہستی نے منافقین کے اُن دوستوں سے آنحضرت

کو آگاہ کر دیا۔ بہ صورت ایسی جماعت کی موجودگی اور آنحضرت کو اس مقصد کا علم ہونا ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں بہت تفصیل کرینگے +

جب حالات یہاں تک پہنچ گئے اور زمانہ رحلت رسول نزدیک آنحضرت کو خیال آیا کہ اگر اس مخالف جماعت کے بڑے بڑے ارکان رحلت کے وقت مدینہ سے دور ہوں گے اور بوجہ دوری کے اپنے مد عمل میں نہ لا سکینگے تو ممکن ہے کہ علی کی حکومت وخلافت قائم ہو جائے اور اس امت کو صراط مستقیم پر چلانے والا ہادی بغیر رکاوٹ کے مل جائے۔ لہذا جس دن مرض الموت شروع ہونے والا تھا اس سے ایک دن پہلے آپ نے جیش اسامہ مرتب فرمایا اور اس میں تمام صحابہ کو باستثنا حضرت علی و بنو ہاشم شامل ہونیکا حکم دیا۔ مدعا یہ تھا کہ زید کی موت اور واقعہ موتہ کی شکست کا بدلہ بھی پورا ہو جائے۔ اور جب آپ رحلت فرمائیں اور خلافت کے قیام کا وقت آئے تو وہ لوگ جو حضرت علی کے مخالف تھے اور وہ جو خود مسند حکومت کی خواہش رکھتے تھے مدینہ میں موجود نہ ہوں لیکن وہ لوگ تو پہلے ہی سے اس وقت کی امید میں بیٹھے تھے وہ کیونکر مدینہ چھوڑ سکتے تھے۔ آنحضرت کی بار بار کی تاکید و اصرار کے باوجود وہ نہ گئے یہاں تک کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا۔ ایسی تدابیر اختیار کرنا جناب رسول خدا کی شان کے منافی نہ تھا۔ مدعا تو وہی ہدایت خلق تھا۔ یہ سنت الہی تھی کہ مخالفین کی تجویزوں کو اپنی تجویزوں سے توڑا جائے۔ ارشاد خداوندی یاد کرو۔ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ جب علی کو اپنے رسول کے بستر پر سلا کر اور اس طرح کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر وہاں سے اپنے رسول کو نکالنے میں خداوند تعالے کی کچھ تنقیص شان نہ ہوئی تو مخالفین کو اس طرح مدینہ سے نکالنے میں جناب رسول خدا کی کونسی کسر شان تھی۔ اب اس اجمال کی ہم تفصیل کرتے ہیں:۔

...سنہ ہجری تھا کہ آنحضرت نے تین ہزار مہاجرین و انصار کا لشکر زیر
...زید ابن حارثہ شام کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی موت
...جو حدودِ شام کے اندر بمقام موتہ شرجیل بن عمر غسانی کے حکم سے
...ئے گئے تھے۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی زید بن حارثہ
...تی میں تھے۔ لیکن حضرت علی اس لشکر میں بھی نہ تھے۔ آنحضرت کا حکم تھا
کہ اگر زید بن حارثہ قتل ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر بن ابی طالب ہوں۔ اگر وہ بھی قتل
ہو جائیں تو پھر لشکر کی سرداری عبداللہ بن رواحہ کریں گے۔ مسلمانوں کا لشکر یہاں ادھر
سے تو ادھر روم یعنی ہرقل کا لشکر آیا۔ دونوں کا مقابلہ حدود شام کے اندر بمقام موتہ ہوا
آنحضرت کے مقرر کردہ سردار یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کام آئے۔ پھر
لشکر نے یہ سرداری ثابت بن ارقم کے سپرد کی۔ انہوں نے علم تو لے لیا لیکن یہ فرمایا
کہ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس پر خالد بن ولید نے علم خود لے لیا جن کو
کسی نے سردار مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں:۔ ثم اخذ اللواء خالد بن
ولید ولم یکن من الامراء وھو امیر نفسہ (زرقانی شرح علی المواہب اللدنیہ الجزء الثانی صفحہ ۲۷۲)
ترجمہ۔ پھر خالد بن ولید نے علم لے لیا۔ وہ آنحضرت کے مقرر شدہ امیروں میں سے نہ تھے۔ انہوں نے
اپنے جی سے امارت لی تھی۔ یہی فقرہ تاریخ طبری میں ہے۔ (محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک
الجزء الثالث ص ۱۰۹) خالد بن ولید نے اچھی داد شجاعت دی۔ لیکن جب رنگ اکھڑتا
ہوا دیکھا تو لشکر سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر نے صلاح دی کہ جان بچا کر بھاگ چلنا مناسب
ہے۔ یہاں تو سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ لشکر نہایت شاندار پسپائی
کے ساتھ واپس ہوا۔ اس ہزیمت خوردہ لشکر کے مدینہ پہنچنے کا نقشہ مولوی شبلی نعمانی
مرحوم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"جب یہ ہزیمت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی اور اہل شہر اس کی مشایعت
کو نکلے تو لوگ غمخواری کی بجائے اُنکے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ او فراریو
تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے"۔ سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۳۷۲

دیگر کتب تواریخ میں بھی ان لوگوں کی اسی طرح گت بننے کی حالت
الجزء الثالث صلا و تاریخ کامل ابن الاثیر۔ الجزء الثانی صنہ و تاریخ الخمیس
الجزء الثانی صئے۔ ام المؤمنین ام سلمہ نے اپنے بیٹے سلمہ کی نسبت سے
کہ میں نماز میں سلمہ کو آنحضرت کے ساتھ نہیں دیکھتی۔ اُس نے جواب د
نکلنا شاق گزرتا ہے۔ کیونکہ جب وہ باہر جاتا ہے تو لوگ اُس کو جنگ سے
طعنہ دیتے ہیں اور اُس کی حیا اُس کو برداشت نہیں کرتی۔ ملاحظہ ہو تاریخ
الجزء الثانی صئے۔ شرم کا حصہ بھی خداوند تعالیٰ نے ہر ایک کو برابر نہیں دیا۔ ایسے
بھی لوگ تھے جو ایک نہیں کئی لڑائیوں میں سے بھاگے اور پھر پانچوں سواروں میں
شامل ہیں +

اُس عالم علم لدنی و واقف اسرار خفی و جلی نے مناسب نہ سمجھا کہ اس شکست
کا بدلہ اُسی وقت لیا جائے۔ بلکہ اُس کو ایک خاص وقت کیلئے ایک خاص مقصد کے
ماتحت ملتوی کر دیا۔ چنانچہ اس شکست کے بعد فتح مکہ ہوئی۔ حرم کعبہ سے بُت نکالے گئے۔
غزوہ حنین ہوا۔ محاصرہ طائف ہوا۔ غزوہ تبوک ہوا۔ نصارائے نجران نے معاہدہ کیا۔ چاروں
طرف وفود بھیجے گئے۔ یمن و بحرین و شام میں اشاعت اسلام ہوئی۔ حجۃ الوداع ہوا۔
آنحضرت نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اُمت کو اپنی جلد آنے والی رحلت سے
مطلع کیا۔ اپنے جانشین کا اعلان فرمایا۔ جب یہ سب امور ہو چکے اور آپ کا مرض
الموت شروع ہونے والا ہوا تو ایک دن پہلے آپ نے حکم دیا کہ موتہ کی شکست کا انتقام
لینے کیلئے ایک لشکر تیار کیا جائے۔ اور فوراً ہی بغیر توقف کے کوچ کر جائے۔ ان واقعات
کی ترتیب صاف بتا رہی ہے کہ عام حالات میں تو موتہ کی شکست کا بدلہ لینے والا
لشکر فوراً ہی اُس کے بعد بھیجا جاتا۔ لیکن اُس کا التوائے ایک خاص مقصد کی غرض
سے خاص و مناسب وقت کیلئے کر دیا گیا۔ اس لشکر کی سرداری زید بن حارثہ کے لڑکے
اسامہ کے سپرد کی گئی۔ جن کا سن مشکل سے اٹھارہ اُنیس سال کا تھا۔ اور اس کی ماتحتی میں
ساٹھ اور پچپن برس کے معمر لوگ کر دیے گئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بوجہ کبر سنی

کے زیادہ مستحق تھے بہ نسبت حضرت علی کے غور کریں جبکہ حضرات شیخین اس اٹھارہ برس کے لڑکے کے نیچے رہ سکیں تو حضرت علی کے ماتحت رہنے میں کیا عار ہو سکتا تھا۔ علامہ شبلی اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

غزوات میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلعم اُن سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اُسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر اہل شام کی طرف جائیں اور اُن شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ ہجری آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا۔" سیرۃ النبی جلد دوم حصہ اول ص۱۳۲۔

روضۃ الاحباب میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ ہم اس کی عبارت نقل کرتے ہیں:-

"از عائشہ مروی است کہ گفت شبے از خواب برآمدم رسول صلعم را در جامۂ خواب نیافتم۔ از عقب آں سرور بیروں رفتم۔ دیدم کہ در بقیع آمد و گفت۔ السلام علیکم دار قوم مومنین۔ انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون۔ اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔ اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد۔ در روایتے آنکہ عائشہ گفت۔ درا ول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامۂ خواب برجست و رواں شد گفتم پدر و مادرم فدائے تو با دکجا میروی۔ گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع۔ ابو رافع در روایتے ابو موہیبہ در روایتے ہر دو کہ آزاد کردہ دے بودند با خود برد۔ ابو موہیبہ گوید۔ آمد بہ بقیع بجہت اہل آں مقبرہ زمانے طویل استغفار نمود و چندان دعائے خیر کرد برایشاں کہ آرزو کردم کہ کاشکے من ہم از اہل آں گورستان بودے تا شرف آں دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود۔ گوارا باد شما آں نعیم کہ در آید و دور آید از فتنہا کہ مردم در آنند نجات داد است خداوند تعالیٰ شما را از آنکہ و مردم دارد و فتنہا بچوں

قطعہائے شب تاریک اند آخر آں باول آن متصل است۔ آخر آں فتنہا بدتر است از اول۔ بعد ازاں رو بمن کرد و گفت اے مویہبہ خزائن دنیا را بر من عرض کرد مرا مخیر ساختند میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد ازاں بہشت را اختیار کنم میان لقائے پروردگار خود و بعد ازاں بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد خزائن دنیا و بقائے آں و بعد ازاں بہشت را اختیار کن۔ فرمود نہ بتحقیق کہ لقائے پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم۔ و چوں ازانجا بازگشت مریض شد مشقوست از عطا بن یسار کہ گفت رسول اللہ را شبے گفتند برو بہ بقیع و جہت اہل آں مقبرہ استغفار کن۔ حضرت رفت و استغفار نمود۔ بازگشت و در خواب شد۔ باز با وے گفتند برو برائے اہل بقیع استغفار کن۔ باز رفت و طلب آمرزش نمود۔ بازگشت و باستراحت مشغول شد۔ باز با وے گفتند برو و برائے شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسان۔ حضرت صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسانید و مراں حضرت را صداع گشتہ سر خود را بالعصابہ بربستہ بود۔"

روضۃ الاحباب ص۵۴۵ و تاریخ طبری الجزء الثالث ص۱۹۰ و تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۱۲۱

مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس واقعہ کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں:۔

"آخر غزوات و سرایا سریہ اسامہ بن زید بن حارثہ است کہ او را در روز دوشنبہ بست و ششم ماہ صفر سنہ یازدہم از ہجرت بجانب اُبنے بضم ہمزہ و سکون موحدہ کہ از دیار روم است و مقتل پدر او بود در سریہ موتہ امیر ساخت کہ بر سر آن جماعت بختن آرد و آتش در خانمان ایشاں زند و در رفتن تعجیل نماید کہ پیش از وصول خبر بر سر آں قوم رود۔ و پیش از رفتن جواسیس و طلائع بفرستد و رہبران با خود ببرد در ہمیں فکر بودند کہ روز چہارشنبہ بست و ہشتم ماہ مذکور آنحضرت را مرض عارض شد و تپ و درد سر عارض گشت در روز دیگر باوجود مرض بدست مبارک لوائے برائے او منعقد نمود و فرمود اغز بسم اللہ و فی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ پس

و رفت و لوا را ببریدة بن الحصیب داد تا در آن لشکر صاحب لوا او باشد و
[مد]ینهٔ مطهره منزل ساخت تا سپاه آنجا جمع شود و حکم عالی چنان صادر شد که اعیان
صحابه مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و سعد بن وقاص و ابو
[عبیده] بن الجراح و غیرهم الا علی مرتضی را رضی الله عنهم اجمعین که همراه نکرد در آ[ن]
[لشک]ر همراه اسامه باشند و این معنی بر خاطر بعضی مردم گران آمد که غلامی را بر
اکابر مهاجرین و انصار گردانید و در مجلس ازین جماعت سخنان ازین باب بظهور
می آید و دوری یافت چون این اخبار بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیده
شد و بغضب در آمد و با وجود تپ و درد سر از خانهٔ مبارک بعصابه بربسته بیرون آمد
بر سر منبر رفت و خطبه خواند و فرمود ای معشر الناس این چه سخن است که در باب
امیر ساختن اُسامه را از شما سر بر میزند و در باب امارت پدرش در غزوه موته نیز
میکردند. بخدا سوگند وی سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود
و زید از دوست‌ترین مردم بود و پسرش اسامه نیز از دوست‌ترین مردم است
نزد من بعد از وی و هر دو مظنهٔ خیراند. اکنون وصیت من در شان وی بنیکی قبول
کنید که وی از جملهٔ خیار شما است پس از منبر فرود آمد و بخانهٔ مبارک در رفت و
آمده است که چون عمر بن الخطاب در زمان خلافتش اسامه را میدید میگفت
السلام علیك ایها الامیر اسامه میگفت غفر الله لك یا امیر المؤمنین
میگوئی تو مرا امیر پس گفت عمر همیشه هستم که میخوانم ترا امیر تا زنده ام و می گفت رفت
رسول خدا ازین عالم و تو بر ما امیر بودی. اسامه نزد وفات رسول خدا صلی الله
علیه وسلم هیژده یا نوزده ساله و بعضی بست گفته اند و گویند این واقعه در دهم ربیع
الاول بود و درین روز طوائف مردم که مامور بودند برفتن نزد اسامه فوج فوج
می آمدند و آنحضرت صلعم را وداع کرده بلشکرگاه می شتافتند. و در آن روز مرض رسول الله
صلی الله علیه وسلم بیشتر بود و میفرمود جیش اسامه را روان کنند و زیاده هم اسامه از معسکر خود بعزم وداع آنحضرت
آمد و بر بالین شریف حاضر شد و سر مبارک را پیش برد و سر و دست مبارکش را

را تقبیل نمود ثقل مرض بر آنحضرت چناں غلبہ داشت کہ مجال تکلم نداشت دست مبارک آنحضرت بجانب آسمان برآوردہ بر اسامہ فرود می آورد و اسامہ گفت چناں دانستم کہ مرا دعا میکرد پس اسامہ از حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آمدہ بلشکر آمدہ وقت صباح روز شنبہ باز آمد و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را خفتی حاصل شدہ بود۔ اسامہ را وداع نمودہ فرمود آغذ علی برکتہ اللہ و اسامہ بنا بر فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ لشکرگاہ رفت و فرمان داد تا لشکر کوچ کنند و چوں خواست کہ خود سوار شود ما در ش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا در نزع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ رضی اللہ عنہم نیز مراجعت نمودند و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و امثال ایشان رضوان اللہ علیہم خود در مدینہ مطہرہ بودند۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۱ و ۵۳۰ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور واقع کانپور ۱۹۰۲ء

نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ص ۱۷۲ و تاریخ الطبری الجزء الثالث ص ۱۸۸ و ۱۸۹ اور تاریخ الکامل ابن الاثیر الجزء الثانی ص ۱۲۰ و تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۷۷

ابن حجر مکی اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:-

فیہ جواز امارۃ المولیٰ وتولیۃ الصغار علی الکبار والمفضول علی الفاضل لانہ کان فی الجیش الذی کان علیہم اسامہ ابوبکر و عمر۔	اس واقعہ سے غلام کی امارت اور چھوٹے کی حکومت بڑے لوگوں پر اور مفضول کی حکومت فاضل پر جائز ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس لشکر میں جس کا امیر اسامہ بن زید تھا ابوبکر و عمر بھی تھے۔

فتح الباری الجزء السابع ص ۶۹ مناقب زید بن حارثہ۔

ابن حجر کی اس تحریر سے ہمارے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر ماتحت تھے اسامہ کے اس لشکر میں۔ اور دوسرے یہ کہ وکلائے گروہ حکومت یعنی علمائے اہل سنت وجماعت کی ذہنیت یہ ہے کہ یہ بزرگوار واقعات کی بنا پر اپنے اعتقاد کی درستی نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ اپنے اعتقاد کی بنا پر واقعات کی کتربیونت کرتے ہیں۔ یا ان کی توجیہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس بحث کے منطق کی

خطہ کیا بغیر یہ ثابت کئے ہوئے کہ حضرت ابوبکر و عمر افضل تھے اسامہ
نے اپنا ایک عقیدہ قائم کرلیا۔ ابھی تو یہ امر ہی ثابت نہیں کہ حضرات
رت اُسامہ بن زید سے افضل تھے تو پھر اس ماتحتی کی بنا پر یہ کلیہ کیونکر ثابت
سلام جو دین فطرت ہے اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ اعلیٰ محکوم ہو۔ اور ادنیٰ
بن حجر نے اسامہ کو حضرات شیخین سے کمتر ہونے کی دو وجوہات کی طرف اشارہ
تیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ غلام زادہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ عمر میں انسے چھوٹا تھا
ابن حجر جیسا عالم فاضل منطقی اور یہ اُس کی بحث۔ معلوم ہوا کہ مضمون ہی میں کچھ
جان نہیں تو بیان کرنے والا کیا کرے۔ زید آزاد کردہ غلام تھا۔ اور اسامہ ایک
آزاد شخص اُس آزاد شدہ غلام کا لڑکا۔ اور غلام بھی کس کا رسول عربی کا۔ اسلام
میں آزاد شدہ غلام کا آزاد لڑکا کسی طرح درجہ میں دوسرے آزاد لوگوں سے کمتر
نہیں ہوتا۔ یہ اسلام دین فطرت ہے۔ ذات پات کی زنجیروں سے جکڑا ہوا برہمنی
مذہب نہیں۔ خداوند تعالیٰ تو یہ کہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سے
خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہی افضل و بہتر ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ ابن حجر
کہتے ہیں۔ بہتر وہ ہے جو امیر گھرانہ میں پیدا ہوا ہے۔ کمتر وہ ہے جو غریب ہے۔ اگر
اصلی فضائل کو دیکھا جائے تو اُسامہ بن زید نے کبھی اصنام پرستی نہیں کی تھی۔
اور اس بدترین و ذلیل ترین نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔ یہ بزرگوار اس کفر
کی نجاست میں جو بدترین قسم کی نجاست ہے بچپن سے اپنی عمر کے بڑے حصے تک لتھڑے
رہے۔ اسامہ کا باپ شہید راہِ خدا تھا۔ ان بزرگواروں کے والد اس نعمت سے
محروم تھے۔ ساری بحث کو جانے دو۔ جب رسول خدا نے خود صاف فرمادیا
کہ زید امارت کے لائق تھا اور اسامہ اُن سب سے افضل اور بہتر ہے جو اُس کے
ماتحت اس لشکر میں ہیں تو سارا قصہ ہی ختم ہوگیا۔ اگر حضرات شیخین اُن سے افضل
ہوتے تو آنحضرت یہ مختصر سی بات فرماتے کہ واقعی تم اسامہ اور اس کے باپ سے
افضل ہو لیکن میرا اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ اس معقول زین میں اعلیٰ کے ادپر

اُس کے ادنٰی کی حکومت و امارت جائز ہے۔ لہذا تم کو وجہ اعتراض نہ چاہیئے۔ اس سے وہ لوگ بھی خوش ہو جاتے۔ دین کا ایک ہو جاتا۔ لیکن جب آنحضرت نے یہ کلیہ قائم نہیں کیا۔ تو اب کج بحثی کو کون جائز رکھ سکتا ہے اور وہ جو صغر سنی و کبر سنی کی تو اس قابل ہی نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے۔ کیا سو برس جوان رعنا سے بہتر ہے۔ کیا ایک معمر جاہل ایک کم عمر والے عالم سے۔ یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ع بزرگی بعقل است نہ بہ سال

علامہ ذہبی تذہیب التہذیب میں اسامہ کے حال میں لکھتے ہیں:۔

امرہ النبی علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی مات رسول اللہ۔

یعنی رسول خدا نے اُسامہ کو اُس لشکر پر امیر مقرر کیا تھا جس میں ابوبکر و عمر تھے لیکن وہ نہیں گئے۔ یہاں تک کہ جناب رسول خدا نے رحلت فرمائی۔

آنحضرت نے لشکر اُسامہ کی روانگی کے لئے نہایت تہدید شدید کے ساتھ بار بار تاکید فرمائی۔ جب آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ نہیں گئے تو آپکو نہایت رنج ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش رنج و غضب میں بحالتِ مرض شدید آپنے باہر آنکر منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے حکم کی تاکید اس جملہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو آپنے بار بار فرمایا یعنی یہ کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو باوجود مامور ہونے کے لشکر اُسامہ کے ساتھ نہیں جاتے۔ اصلی فقرہ یہ ہے: **جہزوا جیش اُسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا**۔ چنانچہ کتاب **ملل و نحل شہرستانی** میں ضمن اختلافات صحابہ میں درج ہے:۔

الخلاف الثانی فی مرضہ انہ قال جہزوا جیش اُسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا فقال قوم یجب علینا امتثال امرہ و اسامۃ قد برز من المدینۃ

دوسرا اختلاف صحابہ آپکے مرض کے دوران میں تھا وہ یہ کہ آپنے فرمایا کہ جیش اُسامہ تیار کرو۔ خدا کی لعنت ہو اُن پر جو باوجود مامور ہونے کے اُس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ صحابہ میں سے ایک فریق

رقد اشتد مرض
تسع قلوبنا المفارقة
هذه حتى نبصر
ن من امره.

نے کہا کہ جانے اور آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل و بجا لانے اور اسامہ مدینہ سے باہر چلے گئے اور ایک فریق نے کہا کہ آنحضرت کا مرض شدید ہو گیا ہے ہمارا دل نہیں چاہتا کہ آنحضرت کو اس حالت میں چھوڑ دیں ہم کو چاہئے کہ ہم ٹھہر جائیں اور دیکھیں کہ آنحضرت کے مرض کا انجام کیا ہوتا ہے

شرح مواقف میں ہم کو مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے:

قال الآمدي كان المسلمون عند وفاته على عقيدة واحدة وطريقة واحدة الا من كان يبطن النفاق ويظهر الوفاق ثم نشأ الخلاف فيما بينهم في امور اجتهادية لا توجب كفرا ولا ايمانا وكان غرضهم منها اقامة مراسم الدين وادامة مناهج الشرع القويم وذلك كاختلافهم عند قول النبي في مرض موته ائتوني بقرطاس اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعدي حتى قال عمر ان النبي قد غلبه الوجع حسبنا كتاب الله وكثر اللغط في ذلك حتى قال النبي قوموا عني لا ينبغي

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقہ واحد پر تھے سوائے ان کے کہ جو اپنے دلوں میں نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ظاہر میں یگانگت دکھاتے تھے پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولاً تو وہ اجتہادی اختلافات تھے جن سے کفر یا ایمان پر اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور ان اختلافات کی غرض محض اقامت و ادامت دین و شرع تھی۔ اور یہ اختلافات تھے کہ جیسے اپنے مرض موت میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قلم و دوات لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھدوں کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن حضرت عمر نے کہا کہ نبی کے اوپر مرض نے غلبہ کر لیا ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا ہی کافی ہے۔ آپس میں بیہودہ گوئی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس تنازعہ کرنا مناسب نہیں یا مثلاً وہ اختلاف

عندی التنازع وکاختلافہم بعد ذلك فی التخلف عن جیش اسامہ۔ فقال قوم قد وجب الاتباع لقولہ جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا قال قوم بالتخلف انتظارا لما یکون من رسول اللہ فی مرضہ۔

جو جیش اُسامہ سے تخلف کرے ایک فریق نے تو کہا کہ آنحضرۃ لازم ہے کیونکہ جناب رسو جیش اُسامہ میں شامل ہو اُس پر جو باوجود مامور ہو نیکے کرتا ہے اور دوسرے فریق نے جو تخلف یہ کہا کہ ہمیں انتظار کرنا ضروری ہے دیکھیں آنحضرت کے مرض کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

کتاب ملل ونحل شہرستانی اور شرح مواقف کی یہ عبارتیں بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ یہ ہمارے اس دعویٰ کی قطعی دلیل ہیں کہ اسلام میں اختلاف ان لوگوں نے پیدا کیا جو اپنے اغراض ومفاد کے لئے جناب رسول خدا کے احکام کی پابندی کرنے سے اعراض کرنے لگے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان عبارتوں کے لکھنے والے کون ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا عقیدہ ہے کہ ان اختلافات کے موجد اور ان اختلافات سے فائدہ اُٹھانے والے رسول خدا کے جائز و برحق جانشین تھے۔ لہذا اختلافات کی دو قسمیں کی گئیں۔ ایک وہ جن سے کفر واجب ہوتا ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ کونسے اختلافات تھے۔ دوسرے وہ جو صرف تقویت و حفاظت اسلام کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ان کی مثالیں بتا دیں کیونکہ انہی کی خاطر تو یہ قسمیں مقرر کی گئی تھیں۔ غرضکہ تخلف از جیش اسامہ و منع کتابت کو اجتہادی اختلافات کا نام دیکر ان کے سر تحفظ اسلام کا سہرا باندھا گیا۔ رسول خدا تو فرمائیں کہ جو جیش اُسامہ سے باوجود مامور ہونے کے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں۔ یہ تخلف بغرض تحفظ اسلام تھا۔ رسول خدا تو فرمائیں کہ اس ہدایت آمیز کتابت کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ہمارے شارعین فرماتے ہیں کہ نہیں منع از کتابت اسلام کے تحفظ کا باعث تھا۔ اب تک تو ہم اجتہادی غلطی کے یہ معنی سمجھے

۔۔۔سول خدا کے بعد امت میں آپس میں کسی اصول فقہ یا تاویل آیت پر
جتہادی اختلاف سمجھا جاسکتا ہے بشرطیکہ اختلاف کرنے والے
۔ن مہارت رکھتے ہوں۔ اب یہ معلوم ہوا کہ نہیں۔ خود رسولِ خدا سے
۔ کو بھی اجتہادی اختلاف کہتے ہیں۔ پھر تو کام بہت آسان ہو گیا۔
۔اتے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدم رہو۔ میدان جنگ سے بھاگنا برا ہے۔ بھاگنے
۔ں نہیں۔ ثابت قدم رہنا باعثِ ہلاکت ہوتا ہے۔ لہذا جان بچاکر بھاگنے
۔اب ملتا ہے۔ رسولِ خدا فرماتے ہیں۔ جنگ کیلئے باہر نکلو۔ آپ کہیں۔ یہ موسم باہر
جانے کا نہیں ہے۔ رسولِ خدا کہیں کہ دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھو۔ اسلام کو ترمیم کرنیوالے
کہیں نہیں۔ ایک ہی شے کو پانچ دفعہ دہرانا تضیع اوقات ہے۔ ایک دفعہ کافی ہے
اجتہادی اختلاف تو خوب ہوا۔ اس نے راحت و آرام دنیاوی کا دائرہ بہت
وسیع کر دیا۔ پھر کافر کیا برا کرتے تھے۔ رسولِ خدا سے اُن کا بھی تو اختلاف ہی تھا پھر تو
یہ اجتہادی اختلاف کرنے والے اور کفارانِ قریش ایک ہی کیمپ میں چلے گئے۔

ابن الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مرض الموت دعا اسامہ بن زید بن حارثہ فقال
سر الی مقتل ابیک فاوطئہم الخیل فقد ولیتک
علی ھذا الجیش وان اظفرک اللہ بالعدو
فاقلل اللبث وبث العیون وقدم
الطلائع فلم یبق احد من وجوہ المہاجرین
والانصار الا کان فی ذالک الجیش
منہم ابوبکر وعمر فتکلم قوم و
قالوا یستعمل ھذا الغلام
علی جلۃ المہاجرین والانصار

جب رسولِ خدا کو مرض الموت لاحق ہوا تو آپ نے
اُسامہ بن زید بن حارثہ کو بلایا اور کہا کہ لشکر تیار
کر کے اپنے باپ کے مقتل کی طرف لیجاؤ۔ میں نے تم کو اس
لشکر پر امیر و سردار مقرر کیا اگر خداوند تعالیٰ تم کو فتح
دے تو وہاں کم ٹھہرنا۔ اپنے دستے اور ہراول دشمن
کے ملک میں آگے بھیج دینا۔ مہاجرین و انصار کے
بڑے بڑے عمائد اس لشکر میں اُسامہ کے ماتحت
تھے۔ ابوبکر و عمر بھی اس میں مامور کیے گئے لوگوں
نے اعتراض کیا کہ اس لڑکے کو بڑے بڑے مہاجرو
انصار پر جناب رسول خدا نے سردار بنایا ہے جب

فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم لما سمع ذلک وخرج
عاصبا راسہ فصعد المنبر وعلیہ
قطیفۃ فقال ایہا الناس ما مقالۃ
بلغتنی عن بعضکم فی تامیری
اسامۃ ولقد طعنتم فی تامیری اباہ
من قبلہ وایم اللہ ان کان لخلیقا
بالامارۃ وابنہ من بعدہ لخلیق
بہا وانہما لمن احب الناس
الی فاستوصوا بہ خیرا فانہ
من خیارکم ثم نزل ودخل بیتہ
وجاء المسلمون یودعون رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم ویمضون الی عسکر
اسامۃ بالجرف وثقل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم واشتد ما یجدہ فارسل
بعض نسائہ الی اسامۃ و
بعض من کان معہ یعلمونہم
ذلک فدخل اسامۃ من
معسکرہ والنبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مغمور
وہو الیوم الذی لدوہ فیہ

آنحضرتؐ نے انکا یہ اعتراض سُنا تو آپ
ہوئے اور بیت الشرف سے باہر تشریف
سر پر کپڑا بندھا ہوا تھا منبر پر تشریف
فرمایا اے لوگو! یہ تمہارا کیا اعتراض ہے جو
ہے تم اس بات پر طعنہ زنی کرتے ہو کہ میں نے
اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے بیشک تم نے اُس وقت
بھی طعنہ زنی کی تھی۔ جب میں نے اُس کے باپ
زید کو تمہارا امیر مقرر کیا تھا۔ اور قسم بخدا زید امیری کے
لئے تم سے لائق تھا اور اس کے بعد اسکا بیٹا اسامہ
امیری و سرداری کیلئے تم سے زیادہ لائق ہے۔ یہ
دونوں میرے بہت عزیز و محبوب ترین اشخاص
میں سے ہیں۔ پس تم اسامہ سے نیکی چاہو۔ یہ تمہارے
اچھے لوگوں میں سے ہے۔ پھر آپ منبر سے تشریف
لے آئے اور داخل بیت الشرف ہوئے۔ اب لوگ
آنحضرت سے وداع ہوتے تھے اور لشکر کی
طرف جاتے تھے جو بمقام جرف تھا پس اس کے
بعد جناب رسول خدا کا مرض شدید ہو گیا آنحضرت
کی ازواج میں سے چند نے اسامہ کی طرف یہ
پیغام بھیجا کہ واپس آجائے اور جو لوگ اسامہ کیساتھ
تھے انہیں سے چند کچھ اور زیادہ ان پیغام لانے
والوں کو پڑھا دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسامہ
اپنے لشکر سے واپس مدینہ آنحضرت کی خدمت میں
آگیا اور یہ وہ دن تھا جس دن ان لوگوں نے

اسامہ علیہ فقبلہ
صلی اللہ علیہ وآلہ
اسکت فھو لا یتکلم
رفع یدیہ الی السماء
علی اسامہ کالداعی لہ
ما رالیہ بالرجوع الی عسکرہ
لتوجہ لما بعثہ فیہ فرجع اسامۃ الی
عسکرہ ثم ارسل نساء رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ الی اسامۃ یامرنہ بالدخول
ویقلن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قد اصبح
بارئا فدخل اسامۃ عن معسکرہ
یوم الاثنین الثانی عشر من
شہر ربیع الاول فوجد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مفیقا
فامرہ بالخروج وتعجیل النفوذ
وقال اغز علی برکت اللہ وجعل
یقول انفذ وبعث اسامۃ و
یکرر ذلک فودع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وخرج ومعہ
ابوبکر وعمر فلما رکب جاءہ رسول
ام ایمن فقال ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ یموت فاقبل ومعہ
ابوبکر وعمر وابو عبیدۃ فانتھوا

آنحضرت کو آپ کی مرضی کے خلاف دوا پلائی
آپ بیہوش تھے اسامہ آپ پر جھکے۔ آنحضرت
ہوش میں آئے اور اسامہ کو بوسہ دیا لیکن آپ
بول نہیں سکتے تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ
آسمان کیطرف اُٹھائے۔ پھر اُنکو اسامہ پر رکھا
معلوم ہوتا تھا کہ آپ دعا دے رہے ہیں پھر آپ نے
اشارہ کیا کہ تم اپنے لشکر کیطرف جاؤ اور اُس
مہم پر فوراً چلے جاؤ۔ جو تمہارے سپرد کی گئی ہے پس
اسامہ اپنے لشکر میں آگئے۔ پھر چند ازواج رسول
نے اسامہ کیطرف حکم بھیجا کہ تم چلے آؤ رسول
خدا کی حالت بہتر ہے پس اُسامہ اپنے لشکر سے
بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول واپس آئے
دیکھا کہ رسول خدا کچھ بول سکتے ہیں۔ آنحضرت
نے اسکو دیکھکر حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ اور
لشکر کو لیجانے میں جلدی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا
کہ جاؤ جہاد کرو۔ خدا برکت دے اور آپ باربار
کہہ رہے تھے کہ اُسامہ اور اُس کے لشکر کو فوراً
روانہ کرو۔ پس اسامہ نے آنحضرت کو وداع
کیا اور باہر آئے اور حضرت ابوبکر و عمر اُنکے ساتھ
تھے پس لشکر میں پہنچکر آگے چلنے کے لئے تیار ہوئے
تو ام ایمن کا قاصد آیا کہ رسول خدا بحالت
نزع ہے پس وہ واپس آئے اور اُنکے ساتھ
ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بھی تھے۔ رسول خدا کے

الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حین	در دولت پر اُسوقت پہنچے کہ جب
زالت الشمس من ھذا الیوم وھو	زوال پر تھا اور اُسوقت آنحضر
یوم الاثنین وقد مات واللواء مع	ہوگیا تھا۔ علم فوج بریدہ بن الحـ
بریدہ بن الحصیب فدخل باللواء	پاس تھا۔ وہ علم لیکر آئے اور جناب
فرکزہ عند باب رسول اللہ صلی اللہ	کے دروازے پر علم کو حرکت دینے۔
علیہ وآلہ وھو مغلق وعلی علیہ السلام	دروازہ بند تھا اور اندر حضرت علی علیہ السلام
وبعض بنو ھاشم مشتغلون باعداد جہازہ	اور بعض بنو ہاشم آپ کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے

وغسلہ۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۵۳ شرح خطبہ شقشقیہ۔

اپنی شرح نہج البلاغۃ میں ابن ابی الحدید نے ایک اور جگہ ابوبکر جوہری سے نقل کیا ہے:۔

ان رسول اللہ امر فی مرض موتہ	جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں ایک
اسامہ بن زید بن حارثۃ علی	لشکر مرتب کیا جس پر اسامہ بن زید بن حارثہ کو
جیش فیہ اجلۃ المھاجرین والانصا	امیر مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں اکابر مہاجرین و
منھم ابوبکر وعمر وابوعبیدۃ بن	انصار مثل ابوبکر وعمر وابوعبیدہ بن الجراح
الجراح وعبد الرحمن بن عوف	عبدالرحمن بن عوف وطلحہ وزبیر تھے۔ اور حکم
وطلحہ والزبیر وامرہ ان یغزو	دیا کہ وہ موتہ پر جہاں اسکا باپ قتل ہوا تھا
علی موتہ حیث قتل ابوہ زید و	جنگ کرے۔ اور نیز وادی فلسطین میں جنگ
ان یغزو وادی فلسطین فتثاقل	کرے پس اسامہ نے تیاری کی اور اسکی تیاری
اسامہ وتثاقل الجیش بتثاقلہ	کے ساتھ لشکر بھی تیار ہوا۔ جناب رسول خدا
وجعل رسول اللہ فی مرضہ یثقل	کا مرض کبھی بڑھتا تھا اور کبھی گھٹتا تھا۔ اور
ویخف ویوکد القول فی تنفیذ	آنحضرت بار بار اس لشکر کی روانگی کی تاکید
ذلک البعث حتی قال لہ اسامہ	فرماتے تھے۔ یہانتک کہ اسامہ نے آپ سے
بابی انت وامی اتاذن لی ان	عرض کی۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں

اما حتی یشفیک اللہ.
ج وسر علی برکۃ اللہ فقال
لہ ان اخرجت وانت
ر الحال خرجت وفی قلبی
منہ فقال سر علی النصرۃ
والعافیۃ فقال یا رسول اللہ انی اکرہ
ان اسئل عنک الرکبان فقال
انفد لما امرتک ثم اغمی علی
رسول اللہ وقام اسامہ فتجھز
للخروج فلما افاق رسول اللہ
سأل عن اسامہ والبعث فاخبر
انھم یتجھزون فجعل یقول
انفذ وبعث اسامہ لعن اللہ
من تخلف عنہ ویکرر ذلک
وخرج اسامہ واللواء علی راسہ
والصحابہ بین یدیہ حتی اذا
کان بالجرف نزل ومعہ
ابوبکر وعمر واکثر
المہاجرین ومن الانصار
اسید بن حضیر وبشیر
بن سعد وغیرھما من
الوجوہ فجاء رسول ام ایمن
یقول لہ ادخل فان رسول

آپ مجھے اتنی اجازت دیں کہ میں اُس وقت تک
ٹھہر جاؤں کہ خداوند تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے
لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں تم فوراً چلے جاؤ
اور خدا کی برکت پر بھروسہ رکھو۔ پھر اُسامہ نے
کہا کہ اگر میں اس حالت میں آپ کو چھوڑ کر
جاؤنگا تو میرے دل میں سخت رنج والم رہیگا
لیکن پھر بھی آپ نے توقف کی اجازت
نہ دی اور فرمایا کہ تم چلے ہی جاؤ۔ پھر اسامہ نے
عرض کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ سے
شتر سوار مانگوں (جو) خبرلے آیا کریں آنحضرت
نے پھر تاکید فرمائی اور کہا کہ میں تمکو حکم دیتا
ہوں تم اس مہم پر فوراً روانہ ہو جاؤ۔ اس کے
بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اسامہ اٹھے
اور جانے کی تیاری کرنے لگے جب جناب
رسولخدا کو افاقہ ہوا تو پھر اسامہ اور اُس کے روانہ
ہو جانیکی بابت سوال کیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ
تیاری کر رہے ہیں۔ پھر آپ بار بار یہی کہتے رہے
کہ لشکر اسامہ فوراً چلا جائے۔ خدا لعنت کرے
اسپر جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے۔ آپ اس
لعنت کے فقرے کی تکرار کرتے رہے پس اُسامہ
مدینہ سے باہر چلے۔ ان کے سر پر علم تھا اور صحابہ
ان کے ارد گرد تھے حتیٰ کہ جرف تک پہنچے۔ جو
مدینہ کی حوالی میں ہے اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ ابوبکر

سلیہ موت فقام من فورہ فدخل المدینۃ واللواء علی راسہ فجاء یرمی دکزہ فی باب رسول اللہ وقد مات فی تلک الساعۃ قال فما کان ابوبکر وعمر یخاطبان اسامہ الی ان مات الا بالامیر۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ الجزو الثانی ص۲

وعمر واکثر مہاجرین اُنکے ر بھی لوگ ساتھ تھے مثلاً سعدؓ وغیرہ۔ اتنے میں ام ایمن دی کہ جناب سوالخدا پر حالت نزع اسامہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ مدینہ اُنکے سر پر تھا۔ جوں ہی علم لا کر دروازہ پر رکھا۔ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی۔ ابوبکر و عمر جب زندہ رہے اُسامہ کو امیر کہکر پکارتے رہے۔

حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خان میں ہے:۔ انہ قال صلعم جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنھا (ترجمہ) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لشکر اسامہ میں شامل ہو اور اُسے تیار کرو۔ خدا کی لعنت اُس پر ہو جو باوجود مامور ہونے کے اُس سے تخلف کرے۔

ان روایات پر ناظرین خوب غور کریں۔ ہم ان کی توجہ مندرجہ ذیل اُمور کی طرف دلاتے ہیں:۔

۱۔ اُسامہ کی جنگ موتہ کی شکست اور زید کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے تھی +

۲۔ جنگ موتہ اس سے تقریباً تین سال قبل واقع ہو چکی تھی۔ اور اب نصرانیوں کی طرف سے کوئی پیش قدمی بھی نہ تھی +

۳۔ لیکن اب اتنی تعجیل تھی کہ ایک ایک لمحہ کی تاخیر ناگوارِ خاطرِ اقدس تھی۔ اسامہ نے آپ کے مرض کا عذر پیش کیا۔ جو بظاہر معقول تھا لیکن نامنظور ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا وہ نامنظور ہوا۔ زبان سے نہ بولا گیا تو ہاتھ ہی سے اشارہ کیا۔ کہ تم جاؤ۔ جب غشی سے ذرا بھی افاقہ ہوتا تھا تو آپ فرماتے کہ اُسامہ اور اُس کے لشکر کو روانہ کرو۔ ایک مریض قریب المرگ پیغمبر کے پاس جو آخری حربہ لعنت خدا کا ہو سکتا ہے وہ بھی استعمال کر لیا۔ صاحبان بصیرت غور کریں۔ یا تو وہ تاخیر کہ تین سال تک اس پر توجہ نہ فرمائی یا اب یہ تعجیل۔ آخر کچھ تو

ن تاخیر اس تعجیل کا تھا۔

رت علی اور بنو ہاشم میں سے کسی کو بھی جیش اسامہ میں جانے کیلئے مامور
ضرت علی کے جو خاص دوست تھے اُن کا بھی نام نظر نہیں آتا مثلاً عمار
راد۔ ابوذر وغیرہ۔

۵۔ برعکس اس کے حضرت ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ بن الجراح طلحہ۔ زبیر عبدالرحمن
عوف کے نام صریحاً کتب تواریخ میں درج ہیں کہ وہ اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں
جانے کے لئے مامور کیے گئے۔

۶۔ آنحضرت نے صریحاً فرمایا کہ جو نامزد شدہ شخص جیش اُسامہ سے تخلف کرے
اُس پر خدا کی لعنت۔

۷۔ دوسرے فریق کا تخلف و اعراض بھی بغیر مقصد کے نہ تھا۔ وہ جانتے تھے۔
کہ اگر اس وقت ہم نے مدینہ چھوڑا تو خلافت ہاتھ سے گئی۔ اور مدتوں کی امیدوں
پر پانی پھر جائیگا۔ باوجود آنحضرت کی اس تاکید اور اس لعنت کے نہ گئے۔ ۱۷ صفر
کو تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا گیا۔ اور اُن اصحاب کبار کو جو اس لشکر میں جانے کیلئے
مامور تھے نامزد کر دیا گیا۔ دس ربیع الاول تک یہ صحابہ لیت و لعل کرتے رہے اور
لشکر روانہ نہ ہوا۔ اور جب روانہ ہوا تو باہر مدینہ کے پاس ہی ٹھہر گیا۔

۸۔ اور وہاں سے بھی برابر یہ کوشش جاری تھی کہ آگے نہ جائیں۔ صاحب اغراض
معمر بزرگ کمسن اور ناتجربہ کار اسامہ کو ٹھہرنے پر مجبور کرتے تھے اور بار بار کسی نہ کسی عذر کیساتھ
اُنکو واپس بھیجتے تھے لیکن آنحضرت سمجھتے تھے۔ ہر ایک درخواست نامنظور فرمائی۔

۹۔ اس کتاب کے باب سیزدہم میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ چند ازواج رسول
حضرت علی کی مخالف جماعت کی ہمدرد تھیں اور اُن کی تجاویز میں شامل رہتی
تھیں چنانچہ یہاں بھی وہ چند ازواج اس جماعت کو مدد کرتی ہوئی نظر آ رہی
ہیں۔ اسامہ کے پاس رسول خدا کے حکم کے خلاف اپنا حکم بھیجتی ہیں کہ تم نہ جاؤ
بچاری سیدھی سادھی ام ایمن ان باتوں کو کیا جانے۔ [illegible] اپنے [illegible] بھیجتی

تو ام ایمن کو لگا دیا کہ ماں کے کہنے سے تو ٹھہر جائیگا۔ اُنہوں نے فاہ خدا نزع میں ہیں تم نہ جانا +

۱۰۔ یہ بھی معمہ غور کے قابل ہے آنحضرت اپنی حالت کو اچھی اسامہ کو باہر جانے کی تاکید فرما چکے تھے۔ اب اگر حالت نزع تھی اسامہ کو بلانے سے کیا فائدہ۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب تو اپنے یہی سب سے بہتر خدمت تھی کہ اُن کے آخری حکم کی تعمیل کیجاتی۔ بہت ممکن کہا جائے کہ محبت کے جوش نے چادر صبر کو چاک کر کے واپس آنے پر مجبور کر دیا قربان جایئے اس سیاسی محبت وعشق کے۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں۔ کہ شمع مردہ کے گرد چند پروانے تو ہیں جو کسیطرح عشق کی آگ میں جل رہے ہیں جیسے اُس کی زندگی میں جلتے تھے۔ باقی محفل تو خالی نظر آتی ہے۔ رونق تو کہیں اور ہی ہے جہاں انعام و اکرام کی امید میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ محبت جو جرف سے کھینچکر لائی تھی کہیں اور ہی لے گئی +

۱۱۔ حضرت اسامہ والے معاملہ میں چند ازواج رسول کا ہاتھ اسیطرح نمایاں نظر آتا ہے جس طرح حضرت ابوبکر کی امامت نماز کے قضیہ میں جب ہی تو آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ! کیا اچھا ہوتا۔ جو تم مجھ سے پہلے مرجاتیں +

۱۲۔ ابن ابی الحدید کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ازواج کے پیغام و احکام جو قاصد لاتے تھے اُن کو اسامہ کے اِردگرد رہنے والے لوگ اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتے تھے۔ پھر اسامہ کی خدمت میں حاضر کرتے تھے۔ سازش کی ہر ایک کڑی موجود ہے +

۱۳۔ بقول علامہ شہرستانی کے یہ دوسرا اختلاف تھا جو صحابہ رسول نے آنحضرت سے کیا۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابۂ رسول یا یوں کہئے کہ امت محمدیہ دو بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک وہ جماعت جو آنحضرت

اطاعت میں حضرت علی کو خلیفہ بلافصل ماننے کے لئے تیار تھی۔ دوسری آنحضرت کے احکام سے اختلاف و اعراض کر رہی تھی۔ اور یہ چاہتی خاندان نبوت سے حکومت نکل جائے۔ یہ ہے اصلی وجہ شیعہ و سنی

ں +

ں قت آنحضرت نے تجہیز جیش اُسامہ کا حکم دیا تو آپ کو بذریعہ وحی تھا کہ اب وقت رحلت آن پہنچا ہے جو دعا آپ نے جنت البقیع میں فرمائی سے یہ صاف عیاں ہے +

۱۵۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم و والی نہیں ہوسکتا۔ اِس ہی بناء پر صحابہ نے اعتراض کیا۔ اور اِس ہی اصول کو صحیح مانکر آپ نے کہا کہ اسامہ تم سے بہتر ہے +

۱۶۔ اصحاب رسول میں کثرت ایسے لوگوں کی تھی جو آپ کے احکام پر اعتراض نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ اور اُن احکام کی تعمیل سے اعراض و اغماض کرتے تھے۔ یہ تو آنحضرت کی موجودگی کی بات ہے۔ ان لوگوں سے کیا بعید تھا۔ کہ آنحضرت کے اُس حکم کی نافرمانی کریں جو آپ نے حضرت علی کی جانشینی و حکومت کے متعلق دیا تھا۔ خصوصاً جبکہ یہ نافرمانی آپ کی رحلت کے بعد ہونی تھی۔ رسول خدا کی آنکھ سے جو ذرا شرم و حیا تھی وہ بھی نہ رہی +

قضیہ امامت نماز۔ جناب رسول خدا کی زبان سے ملعون خدا بننا ایک بہت بڑا الزام ہے۔ لہذا اہل حکومت کو اس الزام سے بچانیکی کوشش کرنا وکلائے حکومت کا فرض ہوا۔ ایک نے کہا کہ لعنت کے فقرہ میں علی و بنو بھی آگئے۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو تو امامت نماز کا حکم مل گیا۔ لہذا وہ لعنت کے حلقہ سے نکل گئے۔ جب مقدمہ کمزور ہوتا ہے اور واقعات یاری نہیں کرتے تو وکیل ایسی ہی کج بحثی پر اتر آتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہوگا تو حاکم کے دل میں شبہ تو پیدا ہو ہی جائیگا۔ اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو ملتا ہے۔ لہذا

ہمارے آقا الزام سے بری ہو جائیں گے جضرت علی و بنو ہاشم کو تو آنحضرت اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے حکم ہی نہیں دیا کسی روایت میں نہ کہ حضرت علی کو اس میں شامل کیا تھا۔ اور اگر وہ شامل ہوتے نہ ہوتے۔ بلکہ روایات صحیحہ تو یہ کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی کو کی تھی تجہیز و تکفین تم کرنا۔ جب وہ مامور ہی نہ تھے تو یہ فقرہ اُن کی طرف عہ نہیں ہو سکتا۔ اب رہا امامت نماز کا معاملہ تو یہ ثابت نہیں بحث میں استدلال کے لئے اُس واقعہ پر انحصار کرنا جو خود ثبوت کا محتاج ہی مقدمہ کی کمزوری کی خاص علامت ہے حضرت ابوبکر کی امامت نماز کا واقعہ گروہ اہل حکومت کی کتابوں میں مختلف طرق پر درج ہے۔ اور یہ اضطراب ہی اُس کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام خلاصہ ہے سیرۃ ابن اسحاق کا۔ سیرۃ ابن اسحاق آجکل نایاب ہے۔ موجودہ کتابوں میں سیرۃ ابن ہشام آنحضرت کے سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جس کتاب کا وہ خلاصہ ہے یعنی سیرۃ ابن اسحاق وہ آنحضرت کی سب سے پہلی سوانح حیات کی کتاب ہے سیرۃ ابن ہشام میں یہ واقعہ اسطرح درج ہے:۔

قال ابن اسحاق وقال ابن شهاب حدثني عبد الملك ابن ابي بكر بن عبد الرحمن بن الحرث بن هشام عن ابيه عن عبد الله بن زمعة بن الاسود بن المطلب بن اسد ... قال لما استعز برسول الله صلى الله عليه وسلم وانا عنده في نفر من المسلمين قال دعاه بلال الى الصلوة فقال مروا من يصلي بالناس قال فخرجت فاذا عمر

ابن اسحاق اسطرح کہتا ہے:۔ ابن شہاب نے روایت کی کہ مجھ سے بیان کیا عبد الملک نے اپنے باپ ابوبکر کے حوالہ سے اور ابوبکر نے روایت کی عبد اللہ بن زمعہ بن اسود سے۔ عبد اللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ جب جناب رسول خدا کا مرض شدید ہو گیا تو میں بھی چند مسلمانوں کے ساتھ آنحضرت کے پاس تھا۔ اتنے میں بلال نے آنحضرت کو نماز کیلئے کہا۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ کسی سے کہدو کہ نماز پڑھا دے۔ عبد اللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ میں باہر نکلا۔ دیکھا کہ عمر لوگوں میں موجو

وکان ابوبکر غائبا فقلت
صل بالناس قال فقام
عمر رسول اللہ صلی
وسلم صوتہ وکان عمر
مجہرا قال فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاین ابوبکر
یابی اللہ ذلک والمسلمون یابی
اللہ ذلک والمسلمون قال
فبعث الی ابی بکر فجاء بعد
ان صلی عمر تلک الصلوٰۃ
فصلی بالناس قال قال عبد اللہ
بن زمعہ قال لی عمر ویحک ماذا
صنعت لی یا ابن زمعہ واللہ ما
ظننت حین امرتنی الا ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم امرک بذالک
ولولا ذالک ما صلیت بالناس قال قلت
واللہ ما امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بذالک ولکنی حین لم ار ابابکر
رایتک احق من حضر الصلوٰۃ بالناس۔

ہیں اور ابوبکر موجود نہ تھے پس میں نے کہا کہ اے
عمر اٹھو اور لوگوں کو نماز پڑھا دو پس عمر کھڑے
ہوئے اور تکبیر کہی۔ انکی تکبیر کی آواز آنحضرت
نے سنی۔ کیونکہ عمر کی آواز بہت بلند تھی۔ تو
آنحضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ خدا اور
مسلمان انکار کرتے ہیں۔ خدا اور مسلمان انکار
کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں پس ابوبکر کو بلایا
گیا۔ ابوبکر اس وقت آئے کہ جب عمر لوگوں کو نماز
پڑھا چکے تھے لیکن پھر ابوبکر نے دوبارہ نماز پڑھائی
عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ اس پر عمر نے مجھ سے
کہا کہ تیرا برا ہو۔ تو نے اے زمعہ کے بیٹے مجھ سے
یہ کیا کیا۔ جب تو نے مجھ کو نماز کیلئے کہا تو میں
یہ سمجھا تھا کہ جناب رسول خدا نے نماز کے لئے
حکم دیا ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جناب رسول خدا نے
حکم نہیں دیا تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ عبد اللہ
بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ بخدا جناب
رسول خدا نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن جب
میں نے ابوبکر کو وہاں نہ دیکھا تو تمہیں تم کو سب سے
زیادہ اہل اس بات کا پایا کہ نماز پڑھاؤ۔

ابو محمد عبد الملک بن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الرابع صفحہ ۳۳۔

سب سے پہلی تو یہ روایت ہے۔ آنحضرت نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ لوگوں
میں سے کسی کو کہہ دو کہ نماز پڑھائے۔ عبد اللہ بن زمعہ باہر نکلے تو عمر کو دیکھا۔ اُن سے
کہہ دیا۔ آنحضرت نے جب سنا کہ عمر نماز پڑھا رہے ہیں تو یہ کہا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔

یہ نہیں کہا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ یا ابوبکر نے کیوں نماز نہ پڑھائی۔ اور آ
نماز کے لئے کیوں پوچھتے۔ آپ نے ابوبکر کا تو نام بھی نہیں لیا تھا کہ
یا تو یہ راوی کی اپنی ایزادی ہے۔ جہاں ایک کا نام آئے دوسرے
کر دیتے ہیں یا ابوبکر کو آنحضرت نے اس وجہ سے یاد کیا کہ اُن سے کہیں
تمہارا دوست اور دینی بھائی کیسی فضول حرکت کر رہا ہے جس کام کا وہ۔
نہیں وہ اُس نے اپنے ذمہ لے لیا اُسے منع کر دو۔ ظن غالب یہی ہے کہ اگر
فقرہ بعد کی ایزاد نہیں ہے تو آنحضرت نے ابوبکر کو اس وجہ سے یاد کیا کہ وہ عمر
سے کہدیں کہ نماز نہ پڑھائیں۔ جو جواب عبداللہ بن زمعہ نے حضرت عمر کو دیا اس
سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت نے نماز کے لئے حضرت ابوبکر کو حکم نہیں دیا تھا۔ ام
واقعہ تو یہ ہے کہ جب ابوبکر نے نماز پڑھانی شروع کی تو آنحضرت کو اس کا علم ہی
نہ ہوا۔ اور جب دوران نماز میں معلوم ہوا تو باوجود اس حالت مرض کے آپ باہر
گئے اور ابوبکر کو نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اِس روایت سے اہلِ حکومت کو
فائدہ تو کیا ہونا تھا۔ نقصان اتنا ہوا کہ اُس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر کا نماز
پڑھانا آنحضرت کو اتنا شاق گزرا کہ بار بار فرمایا کہ خدا نہیں چاہتا کہ عمر نماز پڑھائے
جس شخص میں ایک وقت کے نماز پڑھانے کی اہلیت نہیں۔ اور جسکی ایک وقت کی
نماز پڑھانے سے خدا اور رسول اتنے ناراض ہوتے ہیں تو وہ خلافت کا تو مطلقاً
اہل نہیں۔ وہاں تو پانچوں وقت کی نماز عمر بھر پڑھانا خلیفہ کا فرض ہے حضرت عمر
کی خلافت سے خدا و رسول جتنے ناراض ہوئے ہونگے اُس کا اندازہ اس روایت
سے ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے بھی اپنی اس شدید مذمت کو دیکھا اور بہت ہی
رنجیدہ ہوئے۔ معاملہ کے تیور بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ تو کچھ اور ہی بات نکلی
امام احمد حنبل نے ذرا تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے:۔

حدثنا عبداللہ حدثنا ابی ثنا (نام رواۃ عربی میں دیکھو)
وکیع ثنا اسرائیل عن

ارقم بن شرحبیل عن
قال لما مرض رسول
الله علیہ وسلم مرضہ
ت فیہ کان فی بیت
ہ فقال ادعوا لی علیا قالت
ندعو لک ابابکر قال
دعوہ قالت حفصۃ یا رسول اللہ
ندعو لک عمر قال ادعوہ قالت
ام الفضل یا رسول اللہ ندعو
لک العباس قال ادعوہ فلما
اجتمعوا رفع راسہ فلم یر علیا
فسکت فقال عمر قوموا عن رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجاء
بلال یؤذنہ بالصلوۃ فقال مروا ابابکر
یصلی بالناس فقالت عائشۃ ان
ابابکر رجل حصر ومتی ما لا یراک
الناس یبکون فلو امرت عمر
یصلی بالناس فخرج ابوبکر
فصلی بالناس ووجد النبی صلے
اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ
فخرج یہادی بین رجلین و
رجلاہ تخطان فی الارض فلما راٰہ
الناس سبحوا اباابکر فذھب

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسولخدا
کو وہ مرض لاحق ہوا کہ جس میں آپ کا انتقال
ہوا تو آپ عائشہ کے گھر میں تھے پس آنحضرت
نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ عائشہ نے کہا کہ ہم آپ کے
لئے ابوبکر کو بلائے لیتے ہیں۔ آپ نے کہا بلالو۔
حفصہ نے کہا کہ عمر کو کیوں نہ بلائیں۔ آپ نے
کہا بلالو۔ ام الفضل نے کہا کہ عباس کو
بلائیں آپ نے کہا کہ بلالو۔ جب یہ سب لوگ
جمع ہوئے تو جناب رسول خدا نے سر اٹھا کر
دیکھا۔ اُن لوگوں میں علی کو نہ پایا تو آپ خاموش
ہو گئے۔ حضرت عمر آنحضرت کا منشا سمجھ کر بولے
کہ چلو یہاں سے چلے جائیں۔ اسکے بعد بلال نے
اور نماز کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرت
نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں
عائشہ نے کہا کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہے
اور جب لوگ آپکو نہ دیکھینگے تو روئیں گے
بہتر ہوتا کہ آپ عمر کو یہ حکم دیں پس ابوبکر
گئے اور نماز پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔
جناب رسول خدا نے اپنے مرض میں کچھ کمی
محسوس کی پس دو آدمیوں کے اوپر سہارا
دیکر آپ باہر نکلے آپکے دونوں پیر زمین پر
گھسٹتے جاتے تھے۔ جب لوگوں نے آنحضرت
کو دیکھا تو ابوبکر کو بتایا۔ ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے۔

يتأخر فاومأ اليه اى مكانك فجاء النبي	آنحضرت نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ
صلى الله عليه وسلم حتى جلس	آنحضرت آئے اور بیٹھ گئے
قال وقام ابوبكر عن يمينه وكان	طرف کھڑے ہوئے پس ابو
ابو بكر يأتم بالنبي صلى الله عليه و	کی اقتدا کرتے جاتے تھے
سلم والناس يأتمون بابي بكر قال	آواز پر نماز پڑھتے تھے۔ ابن
ابن عباس واخذ النبي صلى الله	کہ جناب رسول خدا نے وہاں
عليه وسلم من القرأة من حيث	کیا۔ جہاں سے ابوبکر نے چھوڑا تھا۔
بلغ ابوبكر ومات في مرضه ذاك	اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ وکیع نے بار
عليه السلام وقال وكيع مرة فكان ابوبكر	کہا کہ ابوبکر جناب رسول خدا کی اقتدا کرتے
يأتم بالنبي صلى الله عليه وسلم و	تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدا کرتے
الناس يأتمون بابي بكر۔	جاتے تھے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۵۶۔

امام احمد حنبل کی یہہ روایت غور سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حبیب السیر کی روایت بھی ملاحظہ ہو:۔

"نقل است کہ در ایام بیماری آں مقتدا انبیاء و مرسلین در وقت ادائے صلوٰۃ یک نوبت بمسجد تشریف بردہ شرائط امامت بجائے آوردے۔ اما در اواخر اوقات مرض سہ روز بیروں نتوانست آمد۔ دراں ایام بموجب اشارت آنحضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلائق بود" حبیب السیر جلد اول جزو سوم ص۴۹

ترجمہ۔ ایام بیماری میں جناب رسول خدا صرف ایک دفعہ روزانہ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے تھے لیکن مرض کے آخر ایام میں تین دن تک مطلقاً آنحضرت باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ایام میں آنحضرت کے اشارہ کے بموجب ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان تین ایام سے پہلے دوران مرض میں چار وقت کی

ت کوئی اور شخص کرتا ہوگا۔ بہرصورت وہ ابوبکر نہ تھے ورنہ اُنکا نام فوراً
رت عمر تو ہو ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اُن کی امامتِ نماز سے خداوند
نہ تھا۔ اشارہ کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ زبان سے حکم نہیں دیا تھا۔
ہ کیا ہوگا۔ حضرت عائشہ نے کچھ اور ہی مطلب نکال لیا۔ صحیح مسلم میں
عہ اس طرح درج ہے:-

ثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا ابو معاویہ ووکیع وحدثنا یحیی بن یحیی واللفظ لہ قال اخبرنا ابو معاویہ عن الاعمش عن ابراہیم عن الاسود عن عائشۃ قالت لما ثقل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جاء بلال یوذنہ بالصلوۃ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت یا رسول اللہ ان ابابکر رجل اسیف وانہ متی یقم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصہ قولی لہ ان ابابکر رجل اسیف وانہ متی یقم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقالت لہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(اسماء راویان عربی میں دیکھو)

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب جناب رسولخدا کا مرض بہت بڑھ گیا تو نماز کے لئے حکم لینے کے واسطے بلال حاضر ہوئے جناب رسول خدا نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں اور جب وہ آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو اُنکی آواز اتنی نہیں نکلیگی کہ لوگ سُن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں۔ آنحضرت نے پھر کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ کہ اسپر میں نے حفصہ سے کہا کہ تم جناب رسولخدا سے عرض کرو کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہیں۔ اور جب وہ آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو انکی آواز اتنی نہیں نکلیگی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں پس حفصہ نے اسی طرح کہا

وسلم انكن لانتن صواحب
يوسف مروا ابابكر فليصل
بالناس قالت فمروا ابابكر
يصلي بالناس قالت فلما دخل
في الصلوة وجد رسول الله
صلى الله عليه وسلم من نفسه
خفة فقام يهادى بين رجلين
ورجلاه تخطان في الارض قالت
فلما دخل المسجد سمع ابوبكر
حسه ذهب يتأخر فاومأ اليه رسول
الله صلى الله عليه وسلم قم مكانك
فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلي بالناس جالسا وابوبكر قائما
يقتدي بصلاة النبي صلى الله عليه
وسلم ويقتدي الناس بصلاة ابي بكر۔

اسپر جناب رسول خدا نے
کی طرح مکار ہو۔ ابوبکر کو حکم
حضرت عائشہ کہتی ہیں پس
ابوبکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں پس جب
شروع کی نماز تو اسوقت جناب رسول
میں خفت محسوس کی پس آپ کھڑے
ہوئے دو آدمیوں کے کندھوں پر اس طرح چلے کہ آپ کے دونوں
پاؤں گھسٹتے جاتے تھے جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر کو
آپ کی آہٹ معلوم ہوئی تو وہ پیچھے ہونے
لگے۔ جناب رسول خدا نے انکی طرف اشارہ کیا
کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو پس جناب رسول خدا
آکر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے جناب رسول
خدا بیٹھے ہوئے نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر کھڑے
ہوئے آپ کی اقتدا کرتے جاتے تھے اور لوگ
ابوبکر سے سنکر نماز پڑھتے جاتے تھے۔

صحیح مسلم الجزء الثانی کتاب صلوٰۃ ص۲۱

صحیح بخاری۔ کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ وکتاب الاعتصام پارہ ۲۹ ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۱۲۲۔

تاریخ الخمیس کو جو ہم نے دیکھا تو وہاں اور ہی نقشہ نظر آیا۔ اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح وکلائے اہل حکومت یعنی مورخین علمائے اہلسنت وجماعت اپنی کتابوں میں ایسی متنازعہ روایتوں کی کتربیونت کرتے ہیں اور اُن میں اپنے حسب منشا تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ فاضل مورخ حسین دیار بکری نے وہی عبداللہ بن زمعہ کی روایت کو سیرۃ ابن ہشام سے لیا ہے لیکن

سنخ کرکے سیرۃ ابن ہشام ملخص ہے سیرۃ ابن اسحاق سے جس کا سنہ وفات
ا ہے۔ غالباً ۱۲۵ سنہ ہجری میں لکھی گئی ہوگی۔ تاریخ الخمیس ۱۱۲۵ سنہ ھ
ے ہوا اس ایک ہزار سال کے درمیان میں تغیر و تبدل کے سانچے
ڈھلتے اِس عبداللہ بن زمعہ والی روایت نے کیا سے کیا صورت

ب *

اذن بالصلوٰۃ فی ایام مرضہ
قال النبی صلی اللہ علیہ و
سلم لعبد اللہ بن زمعۃ اخرج
و قل لابی بکر یصل بالناس
فخرج فلم یجد علی الباب الا
عمر فی جماعۃ لیس فیھم
ابو بکر فقال یا عمر صل بالناس
فلما کبر و کان رجلا صیتا و سمع
النبی صوتہ قال یابی اللہ
والمسلمون الا ابی بکر ثلاث
مراۃ فقال عمر لعبد اللہ
بن زمعہ بئس ما صنعت
کنت ارے ان رسول اللہ
امرك ان تامرنی قال لا واللہ
ما امرنی ان امر احدا۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس
الجزء الثانی ص ۱۸۱

حضرت بلال نے زمانہ مرض اخیر جناب رسول خدا
میں نماز کیلئے اجازت چاہی تو آنحضرت نے عبداللہ
بن زمعہ سے کہا کہ جا اور ابوبکر سے کہدے کہ
لوگوں کو نماز پڑھائیں پس وہ آیا لیکن
دروازہ پر جو جماعت تھی اُس میں ابوبکر کو نہ
پایا۔ عمر موجود تھے۔ اس نے عمر سے کہا کہ اے
عمر نماز پڑھا دو۔ جب عمر نے تکبیر کہی اور
آنحضرت نے اُن کی آواز سنی کیونکہ وہ
بلند آواز تھے تو جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں اس بات
سے کہ عمر نماز پڑھائے۔ یہ فقرہ تین بار کہا
تو عمر نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ تو نے
میرے ساتھ بہت برا کیا۔ میں تو یہ سمجھا تھا
کہ رسول خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ مجھے نماز
پڑھنے کیلئے کہے۔ عبداللہ بن زمعہ نے کہا
کہ قسم بخدا مجھے تو آنحضرت نے نہیں کہا کہ
میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کیلئے کہوں۔

سیرۃ ابن ہشام کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اُس میں کہیں حضرت ابوبکر کا نام

نہیں ہے اور نہ یہ ہے کہ آنحضرت نے عبداللہ بن زمعہ سے ابوبکرؓ
کہ اُن سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کس طرح حق کو ظ
بدلنے والوں نے پہلی عبارت تو بدل دی اور حضرت ابوبکر کا نام بڑھ
آخری فقرہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت عمر کی شکایت پر عبداللہ بن زمعہ نے
بخدا مجھ سے تو جناب رسول خدا نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے
کہوں۔ اس ناجائز اضافہ کا بھانڈا کیسا پھوٹا۔ حسین دیاربکری کی نظر وہاں تک
نہ گئی یا اُن کو جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمر کی توہین و تحقیر اسی طرح باقی رہی۔ لیکن گروہ
اہل حکومت سے حضرت عمر کی خجالت کیونکر دیکھی جاتی۔ یہ ناقابل برداشت صورت
واقعات تھی۔ لہٰذا اُن کی مدد کو محمد بن جریر طبری پہنچے۔ وہ اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ان الصلوٰۃ	جناب رسول خدا نے دریافت کیا کہ کیا نماز کا
قیل نعم فقال فامروا	وقت ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے
ابابکر لیصل بالناس	فرمایا کہ ابوبکر سے کہدو کہ نماز پڑھائیں عائشہ
فقالت عائشۃ ان رجل	نے کہا کہ وہ رقیق القلب ہیں۔ آپ یہ حکم
رقیق فمر عمر فقال عمر	عمر کو دیں۔ اسپر جناب رسول خدا نے کہا کہ
ماکنت لاتقدم وابوبکر	اچھا عمر سے کہدو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
شاھد فقدم ابوبکر۔	لیکن عمر نے کہا کہ واہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے
تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث	میں کیونکر نماز پڑھا سکتا ہوں پس ابوبکر
ص ۱۹۵۔	نے نماز پڑھائی۔

ان مورخین و محدثین کو صحت واقعات کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنی یہ
کوشش رہتی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر اس طرح دکھایا جائے کہ کارپردازان
حکومت پر کوئی اعتراض نہ باقی رہ سکے۔ یا تو آنحضرت کا یہ غصہ و اصرار کہ خدا و
مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں یا اب حضرت عائشہ کے حکم کی یہ
اطاعت کہ اچھا عمر ہی سے کہدو کہ نماز پڑھائیں۔ روایت کا ڈھالنے والا حضرت

ن کا عکس بھی لانا چاہتا تھا تاکہ نقشہ بالکل ہی صحیح نظر آئے۔ لہٰذا حضرت
ت نکتہ چینی و نافرمانی یہاں بھی ظاہر کی گئی۔ آنحضرت کی رائے
موجودگی میں عمر کا نماز پڑھانا جائز تھا۔ لیکن حضرت عمر اسکے ماننے
یں۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کا خیال غلط ہے۔ ابوبکر کی موجودگی
ز نہیں پڑھا سکتا۔ آخر اپنی ہٹ پر قائم رہے اور نماز پڑھا کر ہی نہ دی
مالف و اضطراب اس امامت نماز کی روایتوں میں ہے۔ شاید ہی کسی
روا قعہ کی روایتوں نہیں ہوگا۔ بہت سا نمونہ پہلے گیا۔ کچھ اب پیش ہوتا ہے۔

عن ابن عباس قال کشف رسول اللہ عن الستارۃ والناس صفوف خلف ابی بکر۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے پردہ جو ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ صف در صف ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں

مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۲۱۹۔ جزء الثالث ص ۱۹۶۔

اس میں نہ تو حضرت بلال کے آنے کا ذکر ہے اور نہ حضرت عائشہ کی رد و قدح ہے بلکہ آنحضرت نے حکم بھی نہیں دیا اور خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عن عائشۃ لما دخل رسول اللہ بیتی قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔ ترجمہ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جس دن آنحضرت میرے گھر میں آئے اُسی دن حکم دیدیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ یہ نرالی روایت ہے۔ اور روایتوں میں تو یہ ہے کہ آپ برابر امامت نماز کرتے رہے۔ جب تک اٹھکر مسجد میں جانیکی طاقت رہی۔ صرف آخری تین دنوں میں نماز نہیں پڑھائی۔

ان النبی لما سمع صوت عمر خرج حتی اطلع راسہ من حجرتہ ثم قال لا لا لا لیصل للناس ابن ابی قحافۃ یقول ذلک مغضبا۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الاول ص ۱۱۵۔ (ترجمہ) جب جناب رسول خدا نے حضرت عمر کی آواز سنی تو آپ نکلے۔ یہاں تک کہ اپنا سر مقدس حجرے سے باہر کر دیا اور فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ چاہئے کہ لوگوں کو ابن ابی قحافہ نماز پڑھائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے امامت نماز کو ایک تدبیر سمجھ کر پہلے سے نظر میں رکھا ہوا تھا۔ ایک واقعہ اس بھی ہوا تھا:

قال خرج النبی یصلح بین بنی عمرو بن عوف وحانت الصلوٰۃ فجاء بلال ابا بکر فقال حبس النبی فتؤم الناس قال نعم ان شئتم فاقام بلال الصلوٰۃ فتقدم ابوبکر فصلے فجاء النبی یمشی فی الصفوف یشقها شقا حتی قام فی الصف الاول فاخذ الناس بالتصفیح فقال سہل ھل تدرون التصفیح ھو التصفیق وکان ابوبکر رضی اللہ عنہ لا یلتفت فی الصلوٰۃ فلما اکثروا التفت فاذا النبی فی الصف فاشار الیہ مکانک فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القہقری وراءہ وتقدم رسول اللہ فصلے صحیح بخاری پارہ ۳

ایک دفعہ جناب رسول خدا بنو عمرو بن (عوف) کے درمیان صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ تو بلال مؤذن نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا تو رک گئے ہوئے ہیں تم ہی نماز پڑھا دو۔ آپ نے کہا ہاں اگر تم لوگ راضی ہو۔ بلال نے اذان دی۔ ابوبکر آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگے۔ اتنے میں آنحضرت تشریف لے آئے۔ اور نماز جماعت کی صفوں کو چیرتے ہوئے صف اول میں تشریف لے گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں نے زور زور سے تالیاں بجانی شروع کیں کہ ابوبکر ہٹ جائیں لیکن ابوبکر نہ ہٹے۔ جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسول خدا صف اول میں ہیں رسول خدا نے اشارہ کیا کہ کھڑے رہیں لیکن ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر حمد خدا کی اور پچھلے قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اور جناب رسول خدا نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

شبلی نعمانی: سیرۃ النبی۔ جلد دوم ص ۵۱

کیسی تیز ہی اور مضبوط ارادے کے ساتھ آنحضرت صف اول میں نماز پڑھانے

اگر حضرت ابوبکر کی امامت نماز میں کچھ حرج نہ ہوتا تو آپ انہیں اسطرح نہ ہٹاتے اور صفوں کو چیر کر آگے جاتے اور حضرت ابوبکر کا بھی شوق ملاحظہ ہو پیچھے ہی نہ ہٹے۔
ب تالیاں نہ بج لیں۔ چونکہ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے لہذا اسمیں یہ ضرور ہونا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ کر دیا لیکن یہ پیوند کیسا نمایاں ہے اگر ب ابوبکر کو ہٹانا مطلوب نہ تھا تو اتنی تیزی سے صف اوّل میں جانیکی کیا ضرورت تھی ان الفاظ رکھنے مناسب نہیں سمجھتے وہاں اشارہ لے آتے ہیں اور اگر صف اوّل میں چلے گئے تھے تو جب ابوبکر ہٹنے لگے تھے منہ سے فرما دیتے کہ نہ ہٹو ابوبکر نے آپکے اشارے کی کیوں تعمیل نہ کی
اب ہم اس واقعہ امامت نماز پر جو دوران مرض اخیر سرور کائنات میں ہونا بیان کیا جاتا ہے تنقیدی نظر ڈالتے ہیں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:۔ (۱) ان روایات کا اختلاف و اضطراب اس واقعہ کی تکذیب کیلئے کافی ہے کسی روایت میں ہے کہ ابوبکر خود ہی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے کسی نے انسے نماز کیلئے نہیں کہا کسی میں ہے کہ عبداللہ بن زمعہ نے اپنی ہی طرف سے پہلے عمر اور پھر ابوبکر کو کھڑا کر دیا کسی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا تھا کہ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے کہیں کسی میں ہے کہ بلال نے آنکر نماز کا وقت یاد دلایا کسی میں ہے کہ خود آنحضرت کو یاد آیا کسی میں حضرت عائشہ و آنحضرت کی ردو قدح ہے اور آنحضرت کا انکے فعل کو زلیخا کے مکر سے تشبیہہ دینا درج ہے کہیں یہ ذکر ہی نہیں۔ کئی روایتوں میں ہے کہ آنحضرت جناب عمر کی امامت نماز سے خوش نہ تھے اور صاف انکار کر دیا تھا کسی میں ہے کہ حضرت عائشہ کے حکم کی اطاعت میں کہدیا کہ اچھا عمر ہی نماز پڑھائیں +

(۲) اگر آنحضرت ابوبکر کو نماز کیلئے کہنا چاہتے تھے تو خود ہی کیوں نہ کہدیا۔

(۳) اگر آنحضرت کا منشا تھا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں تو کیوں جب انکے نماز پڑھانے کا علم ہوا تو آپ باوجود اس ضعف و بیماری کے تشریف لیگئے اور انکو ہٹایا۔

(۴) سیرۃ ابن ہشام کی روایت میں جو تغیر و تبدل کیا گیا ہے اسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

(۵) مسند امام احمد حنبل و تاریخ طبری کی روایتوں پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

(۶) ہمارے اس نتیجے کی طرف کہ آنحضرت نے ابوبکر کو امامت نماز پر کھڑا نہیں کیا تھا آنحضرت

کا ایک اور فقرہ بھی دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ انکن لانتن صواحب یوسف یوسف کی مانند ہو۔ زلیخائے مصر اپنے مکر میں مشہور ہے جسکو قرآن شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ فقرہ یہاں واقعہ میں کہا گیا ہے۔ یہاں بے جوڑ پیوند کیطرح چپکا کہتا ہے مکاری اپنے ہی زلیخا کی مکاریاں اسکے اپنے نفع کیلئے تھیں۔ یہاں تو حضرت عائشہ اپنے فائدہ کیلئے تو نہیں بیٹھے والد کی آئی ہوئی امامت نماز کو کھو رہی تھیں اور اصرار کر رہی تھیں بجائے حضرت عمر کو پیشنمازی کیلئے کہدیا جائے۔ یہ فقرہ یہاں بے جوڑ ہے یہ تو وہیں اچھی طرح ہے کہ آنحضرت نے تو علی کو بلانے کا حکم دیا اور ان عورتوں نے انکی بجائے اپنے اپنے آدمی بلوانے اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ تم زلیخائے مصر کیطرح مکاریاں کر رہی ہو جسطرح زلیخا نے پہلے یوسف پھر اپنے خاوند کو بہکا کر انہیں حق سے ناحق کیطرف لیجانا چاہا اسیطرح تم مجھے بہکانیکی کوشش کر رہی ہو کہ میں حق یعنی علی کو چھوڑ کر ناحق یعنی علی کے غیر کیطرف جاؤں صواحب یوسف کا لفظ بھی قابل غور ہے زلیخا کا مکر یوسف کے خلاف تھا اور وہ مظلوم تھے۔ ان مخدرات عصمت کا مکر بھی ایک ہی شخص یعنی علی کے خلاف تھا۔ اور وہ مظلوم تھے۔ اب ہماری اس تشریح کو مدنظر رکھکر غور کیجئے تو یہاں یہ فقرہ کیسا مطابق و چسپاں ہے۔ بغرض انصاف ہم یہاں اس فقرہ کی وہ تاویل بھی بیان کئے دیتے ہیں جو وکلاء حکومت نے کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری اپنی شرح فتح الباری میں اس فقرہ کی تشریح اسطرح کرتے ہیں:۔

انکن لانتن صواحب یوسف صواحب جمع
صاحبة والمراد انهن مثل صواحب یوسف
فی اظهار خلاف ما فی الباطن ثم ان هذا
الخطاب وان كان بلفظ الجمع فالمراد به
واحد وهی عائشة فقط كما ان صواحب
صیغة جمع والمراد زلیخا فقط ووجه المشابهة
بينهما فی ذلك ان زلیخا استدعت النسوة
واظهرت لهن الاكرام بالضیافة ومرادها

انکن لانتن صواحب یوسف صاحب جمع ہے
صاحبہ کی۔ مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں زلیخا کی مانند تھیں اپنی
دلی تمنا کے خلاف ظاہر کرنیمیں۔ یہ خطاب اگرچہ بلفظ
جمع ہے مگر اس سے مراد ایک ہی فرد یعنی عائشہ ہے،
جسطرح یوسف کے صواحب سے بھی مراد ایک زلیخا ہی
ہے اور ان دونوں یعنی عائشہ اور زلیخا میں وجہ مشابہت
یہ تھی کہ زلیخا نے زنان مصر کی دعوت کی انکا احترام و
اکرام کیا لیکن اسکی اصلی مراد احترام ظاہر کرنا نہ تھا بلکہ

فلذلك قصدن بأن ينظرن الى حسن يوسف ليعذرن امرأة العزيز في محبته ان عائشة أظهرت انها صرفت الامامة عن ابيها لكونه لا يسمع الناس القراءة لبكائه ومرادها زيادة على ذلك وهو ان لا يتشاءم الناس به۔

اصلی غرض یہ تھی کہ وہ عورتیں یوسف کے حسن پر نظر کر کے زلیخا کو یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں۔ ایسی طرح عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ انکا مقصد ہے کہ انکے باپ کو امامت نہ ملے لیکن انکی اصلی غرض یہ تھی کہ لوگ ابو بکر کو منحوس نہ سمجھنے لگیں۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء الثانی باب حد المریض ان یشهد الجماعة صفحہ ۱۲۹۔

اس منطق کو آپ نے ملاحظہ کیا۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ صواحب یوسف اگرچہ جمع ہی لیکن مقصد ایک زلیخا تھی لیکن انکن لانتن سے مطلب یہ نہیں کہ مخاطب فقط ایک عورت تھی یہ صیغہ جمع مونث ہی ادصاف بتلا رہا ہے کہ دو سے زیادہ عورتیں تھیں اور انکے جمع ہونے ہی کی وجہ سے صواحب یوسف کا صیغہ جمع بیان کرنا پڑا جسکا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک زلیخائے یوسف کی طرح ہے۔ ورنہ ایک عائشہ ہوتیں تو صاحبہ یوسف ہی کافی ہوتا۔ اب اس روایت پر غور کرو جو مسند احمد حنبل و تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ جب آنحضرت نے علی کو بلایا تو عائشہ و حفصہ و ام الفضل ہر ایک نے اپنے اپنے آدمی علی کے بجائے بلائے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لہذا واحد و تثنیہ دونوں صیغے چھوڑ کر آنحضرت نے جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ اب ملاحظہ کیجئے زلیخا نے زنان مصر کیساتھ کونسا مکر کیا تھا۔ اکرام و احترام یا ضیافت کرنا مکر نہ تھا۔ اگر وہ اکرام و احترام نہ بھی کرتی اور محض انکو بلا کر یوسف کے حسن کو دکھا دیتی تو بھی اسکا اصلی مقصد فوت نہ ہوتا کیونکہ وہ تو اسیطرح یوسف کے حسن کو دیکھکر بیقرار ہو جاتیں زلیخا کے احترام و اکرام نے انکی بیقراری میں بیچ ذرا بھی اضافہ نہیں کیا۔ خود ہی علامہ ابن حجر عسقلانی لفظ معذرت استعمال کرتے ہیں یعنے یعذر نھا فی محبتہ۔ اسے یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں قصہ مختصر کہ یہ اجتماع زنان مصر انکی دعوت انکا احترام، انکے ہاتھ میں میوہ و چھریاں دینی مکر نہ تھا۔ یہ تو عذر عشق تھا مکر و فریب نہ تھا۔ زنان مصر کو دھوکا دیکے انسے کیا لیلیا یا کیا لینا مقصود ہو سکتا تھا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ زلیخا کے تو وہی مکر تھے جو اس نے یوسف سے اور اپنے خاوند سے کئے۔ اول تو یوسف کو بہانہ سے بلا کر اکیلے گھر میں لیگئی اور اپنی خواہش ناجائز کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف نے انکار کیا اور واپس آنے لگے تو جا کر انکی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور جب اپنے خاوند سے مڈبھیڑ ہوئی تو

کردی کہ اسنے مجھ سے زنا کرنا چاہا تھا مگر تو یہ ہی نہ کہ زنانِ مصر کی دعوت یا اُ
زنانِ مصر کیساتھ تو سہیلیوں کی سی اٹھکھیلیاں تھیں اپنا معشوق بھی انہ
گناہِ عشق کی معذرت بھی پیش کردی +

(۷) ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے پہلے آنحضرت ابوبکر و عمر و عثمان
دیچکے تھے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو کر باہر جاؤ۔ اور بار بار تاکید فرما رہے تھے پھ
خلاف کہتے کہ میری بیماری کے ایام میں ابوبکر نماز پڑھائیں آخرکار جرف تک ابو
گئے تھے اسامہ کیساتھ اور پھر اُسکے ساتھ ہی واپس آئے۔ یا اگر نہ بھی گئے ہوں تو آنحضرت
فرما چکے تھے کہ یہ اسکے ساتھ جائیں +

(۸) امامت ابوبکر کی روایت حضرت عائشہ سے ہی ضرب الامثال دنیا کی عقل و تجربہ کا نچوڑ
ہوتی ہیں ایک مثل ہے ایک کٹھ پردہ ہوائیں زبردست افراد و اقوام کے اوپر یہ ضرب المثل عائد
ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے دعوی فدک کے ثبوت میں اُن ہستیوں کو پیش کیا جنکو جناب
رسول خدا نے اپنی صداقت کی گواہی کیلئے بحکم خداوندی پیش کیا تھا یعنے حضرت علی و حسنین
علیہم السلام لیکن بارگاہِ حکومت سے جواب ملا کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کی گواہی جلب منفعت کے
اصول پر قابل پذیرائی نہیں لیکن جب ساری سلطنت اسلامیہ کے دعوے کے ثبوت میں گواہوں
کی ضرورت پڑی تو اکیلی حضرت عائشہ کی گواہی اپنے باپ کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ اسکے مقابلہ
میں عقل و نقل سبکو دھتا بتا دیگئی۔ حالانکہ اُسوقت مرد بھی تھے اور آنحضرت کا خطاب امر بصیغہ
جمع مذکر تھا۔ اگر محض وہاں عورتیں ہی ہوتیں تو مرن فرماتے لیکن کوئی مرد راوی نہیں ملتا +

(۹) اس امامت نماز میں خبر نہیں کیوں اور کیا اہمیت آگئی۔ ورنہ جب آنحضرت جہاد پر
تشریف لیجاتے تھے اور اپنے ساتھ علی کو لیجاتے تھے کیونکہ اُنکے بغیر فتح ناممکن ہوا کرتی تھی تو مدینہ پر
آپ کسی نہ کسیکو حاکم مقرر کرکے چھوڑ جاتے تھے وہ امامت نماز بھی کیا کرتا تھا اُنکے نام تواریخ کی کتابوں
میں محفوظ ہیں اُنمیں سے کسی نے اس امامت نماز کی بنا پر خلافت کا دعوے نہیں کیا +

(۱۰) علمائے اہل حکومت کے بموجب اسلام میں امامت نماز کی تو کچھ اہمیت و فضیلت ہی نہیں
کیونکہ انکا خیال ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ الصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا

(ترجمہ) مسلمانو! تمپر لازم ہے کہ جو مسلمان ملے خواہ وہ نیک ہو خواہ فاسق و فاجر اسکے پیچھے نماز پڑھی کرنا ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الامامت) اب حضرت ابوبکر کیلئے کیا فضیلت رہگئی ہونیکے ذریعہ سے اگرچہ حضرت ابوبکر کو اہمیت دینے کی کوشش کیگئی ہے لیکن حضرت ...تذلیل کی بھی حد ہوگئی جس شخص کی ایک دفعہ کی امامت نماز سے آپ ایسے ناخوش ...کی امامت نماز کو آنحضرت خلاف رضائے خداوندی شمار کرتے تھے اسکی ...سینکی امامت نماز سے آنحضرت کی روح کو کتنا صدمہ پہنچتا ہوگا۔

(۲) ان تمام روایتوں کے وہ فقرے ایک جگہ ملاکر پڑھنے چاہئیں جو ان مورخین و محدثین ...دبی زبان سے اِدھر اُدھر بیجوڑ طریقہ پر رکھدئے ہیں۔ اپنے خیال میں تو انہوں نے بہت کچھ حفظ ماتقدم سے کام لیا جب ان فقروں کو انکی اصلی جگہ سے ہٹاکر دوسری جگہ رکھدیا اور بیچ میں کچھ اور ملادیا لیکن حق کی چھان بین کرنیوالے حق نکال ہی لیتے ہیں انکو ملاکر پڑھنے سے یہ عبارت بنتی ہے

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا کہ نماز پڑھادیں حضرت عائشہ و حضرت حفصہ نے اسکی اہمیت کو سمجھکر اپنے اپنے باپوں کو بلالیا جب آنحضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تم زلیخائے یوسف کیطرح مکاری کرتی ہو! ور حضرت علی کو وہاں نہ پاکر خاموش ہوگئے۔ عبداللہ ابن زمعہ نے اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ چاہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھادے خصوصیت کسیکی نہیں۔ لہٰذا اُس نے جاکر حضرت عمر کو کہدیا جب آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپنے حضرت عمر کو ہٹادیا۔ اب حضرت عائشہ نے کہدیا کہ ابوبکر سے جاکر کہدو کہ آنحضرت کا اشارہ ہے کہ وہ نماز پڑھائیں جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے اور آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپنے اسکو بہت مکروہ سمجھا۔ اور حضرت ابوبکر کو ہٹانے کے لئے اُس شدت مرض میں دو آدمیوں کے سہارے سے آپ مسجد کیطرف تشریف لیگئے اتنی کمزوری تھی کہ زمین پر پیر بھی نہیں ٹکتا۔ باوجود اس نقاہت کے آپ باہر نکلے مسجد میں گئے حضرت ابوبکر کو ہٹایا۔ خود نماز پڑھانے لگے حضرت ابوبکر آپکے مقتدی تھے اور لوگوں تک آنحضرت کی آواز پہنچانیکی غرض سے بلند آواز سے وہ الفاظ دہرادیتے تھے۔ جو آنحضرت کہتے جاتے تھے۔

یہ جو اوپر ہمنے سارا واقعہ بیان کیا ہے فرمائیے کونسی بات ہمنے زیادہ لکھی ہے جو اہل حکومت کی کتابوں میں نہیں ہے صرف فقروں کو بیجوڑ مقاموں سے اٹھاکر انکے اصلی مقام پر رکھدیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسجگہ ہم ایکدوسرے فریق کے مورخین محققین کی تحقیقات کا نتیجہ بھی ناظرین کے

سامنے رکھدیں جس کی رُو سے نظریہ جماعت اہل حکومت سے مختلف ہے۔ علامہ مجلسیؒ اپنی کتاب جلاء

چون بخانہ عائشہ رفت مرض آنحضرت شدید شد پس بلال ہنگام نماز صبح آمد و آن وقت

بود چون بلال ندائے نماز در داد حضرت مطلع نشد پس عائشہ گفت کہ ابوبکر را گوئید کہ با مردم نماز کند

و حفصہ گفت کہ عمر را بگوئید با مردم نماز کند حضرت رسول چون صدائے ایشان را شنید و غرض فاسد ایشان را دانست

ازیں سخنان بر دارید کہ شما زنانے میمانید کہ میخواستند یوسف را گمراہ نمایند۔ چون حضرت امر کردہ بود کہ

لشکر اسامہ بیرون روند و دریں وقت از سخنان عائشہ و حفصہ یافت کہ ایشان بر آن فتنہ و فساد بمدینہ برگشتہ اند

غمگین شد و با آن شدت مرض برخاست کہ مبادا ابوبکر یا عمر با مردم نماز کنند کہ این باعث شبہ مردم شود و دست

بر دوش امیر المومنین و فضل ابن عباس انداخت با نہایت ضعف و ناتوانی پاہائے خود را میکشید تا بمسجد در آمد

چون نزدیک محراب رسید دید کہ ابوبکر سبقت کردہ است و در محراب بجائے آنحضرت ایستادہ و بنماز شروع کردہ است

بدست مبارک خود اشارہ کرد کہ پس بایست خود داخل محراب شد با مردم نماز را نشستہ ادا کرد و نماز را از سر گرفت

و بنماز ابوبکر اعتنا نکرد تا آنچہ ابوبکر کردہ بود۔ چون سلام نماز گفت بخانہ برگشت۔ ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبید فرمود

کہ من نگفتم کہ شما با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے یا رسول اللہ گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت نکردید

ابوبکر گفت کہ من بیرون رفتم و برگشتم کہ عہد خود را با تو تازہ کنم و عمر گفت یا رسول اللہ من بیرون رفتم و برگشتم برائے آنکہ

نخواستم کہ خبر بیماری ترا از دیگران بپرسم پس حضرت فرمود کہ روانہ کنید لشکر اسامہ را بیرون روید با لشکر اسامہ

خدا لعنت کند کسے را کہ تخلف کند از لشکر اسامہ سہ مرتبہ این سخن را فرمود و مدہوش شد از تعب رفتن بمسجد و

برگشتن و از حزنے اندوہے کہ عارض شد آنحضرت را بسبب آنچہ مشاہدہ نمود از اطوار ناپسندیدہ منافقان

و دانست از نیت ہائے فاسد ایشان۔

فعل ۲۰۱۴ قضیہ قرطاس اور مانعین تحریر وصیت رسول۔

دن بدن جناب رسول خدا کو اپنے اصحاب کی اصلی نیتوں اور ارادوں کا پتہ چلتا جاتا تھا اور

جوں جوں آپکا مرض بڑھتا جاتا تھا اُن اصحاب کی نیتیں و تجویزیں عریاں ہوتی جاتی تھیں جیش

اُسامہ سے تخلف کرنے نے انکی نیتوں پر سے آخری پردہ اُٹھا دیا تھا۔ اب جناب رسول خدا نے

حجت پوری کرنی چاہی۔ جب آپ پر شدت مرض بڑھتی گئی۔ اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اب آپکا

آخری وقت ہے تو اس موقعہ پر آپ نے مناسب سمجھا کہ وصیت خلافت کو تحریر کر دیا جائے۔ یہ وقت

ات میں بھی مرنیوالے سے ہر ایک کو ہمدردی ہوتی ہے۔ محبت بڑھجاتی ہے۔ اسکی
ایت پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسوقت تقرر جانشین کی تحریر کیلئے
ب کرنا آپکی آخری حجت تھی لیکن جو بزرگوار کہ حصول حکومت کی تجویز میں
تھے وہ بھی سمجھ گئے کہ انکے لئے بھی یہ نازک موقعہ ہے۔ اگر رسولخدا نے کچھ تحریر
فرما دی تو ہماری تجویزوں اور تدبیروں میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہوجائیگی لہٰذا
تکمیل میں مانع ہوئے۔ اور یہ کہکر مجلس رسول میں شور و شغب پیدا کردیا کہ اب مزید
ت ہوسکتی ہے۔ ہمارے لئے تو قرآن کافی ہے رسول خدا تو شدت مرض کیوجہ سے (معاذ اللہ)
ہذیان بک رہے ہیں۔ اگر کچھ اور واقعات نہ بھی ہوتے جنسے اندازہ کیا جاسکتا کہ جناب رسولخدا کیا لکھنا
چاہتے تھے تو صرف ان حضرات کا فقط کاغذ و دوات کی طلبی پر چراغ پا ہوجانا اور تحریر میں مانع
ہونا ہی صاف بتارہا ہے کہ وہ کیا تحریر ہوتی اور کس کے حق میں ہوتی۔ غور کیجئے انہیں کیوں خطرہ
پیدا ہوگیا پہلے ہی سے ہذیان کا حکم کیوں صادر کردیا۔ اگر حضرت عمر اور انکی جماعت کی رائے
میں جناب رسولخدا محض ایک معمولی آدمی تھے اور شدت مرض سے انکو بھی ہذیان لاحق
ہونیکا امکان تھا تو اس شد و مد سے بغیر مضمون معلوم کئے مانع ہونیکے کیا معنی۔ وہ تحریر ہی خود
بتادیتی کہ میں ہذیان کا نتیجہ ہوں۔ انکی زبان بے ادبی سے بچ جاتی اور ہذیان خود بن کے ظاہر ہوجاتا
امامت نماز کا ارشاد بھی تو اسی مرض کے دوران میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسوقت حضرت عمر نے
کیوں نہ ہذیان کا حکم لگایا۔ کیا اس سے پہلے جناب رسولخدا نے کبھی سوائے قرآن شریف کے آیتوں کے
دوہرانیکے کوئی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ اسوقت کیا بات تھی کہ بغیر اس ہدایت کے سننے ہی
کے آپنے اسکو روکنا چاہا اور آنحضرت پر ہذیان تک کی تہمت لگادی۔ حضرت عمر کا طرز عمل
صاف بتارہا ہے کہ انکے کیا ارادے تھے کس طرح انکی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت کا کونسا
ارشاد تھا جس سے اعراض مقصود تھا۔

اب ہم اس غم اندوز اور دلسوز کہانی کو ان ہی بزرگوں کی زبانی سناتے ہیں۔ صحیح
مسلم میں یہ واقعہ مختلف طرق و اسناد کے ساتھ درج ہے:-

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ (اسمائے راویاں عربی میں دیکھو)

مالك بن مغول عن طلحة بن مصرف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه قال يوم الخميس وما يوم الخميس ثم جعل تسيل دموعه حتى رأيت على خديه كأنها نظام اللؤلؤ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوني بالكتف والدواة (او اللوح والدواة) اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يهجر.

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے تھے ہم کا دن سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر ابن عباس کے آنسو بہنے لگے میں دیکھتا تھا کہ گویا موتی ہیں ابن عباس نے کہا کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ دوات یا تختی و دوات لاؤ میں ایک ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ پھر تم اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن لوگوں نے کہا کہ رسولخدا ہذیان بک رہے ہیں۔

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو)

وحدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد قال عبد اخبرنا وقال ابن رافع حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال فيهم عمر ابن الخطاب فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لا تضلون بعده فقال عمر ان رسول الله قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت فاختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول ما قال عمر فلما اكثروا اللغو والاختلاف عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا کا وقت احتضار ہوا تو دولتسرائے نبوت میں عمر بن الخطاب اور دیگر حضرات موجود تھے جناب رسولخدا نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ اسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو حضرت عمر بولے کہ یہ بات تو جناب رسولخدا غلبۂ مرض کی وجہ سے کہہ رہے ہیں ورنہ تمہارے پاس تو قرآن شریف موجود ہے۔ اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے لئے کافی ہے پس حضار خانہ میں اختلاف ہوا انمیں سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ اکثر وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا جب بہت شور و شغف ہوا تو جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ ... وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ ... اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ

پس ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ بات جو ان لوگوں کے شور و لغو کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادۂ کتابت وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت کچھ نہ لکھ سکے۔

مسند علی ہامش ... الازہر مصر الجزء الخامس کتاب الوصیۃ ص ۷۶۵۔

صحیح بخاری میں یہ روایت سات جگہ دوہرائی گئی ہے (۱) کتاب العلم باب کتابۃ العلم، (۲) کتاب الجہاد والسیر باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم (۳) کتاب الخمس، باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب (۴) باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ (۵) باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ (۶) کتاب المرضی، باب قول المریض قوموا عنی (۷) کتاب الاعتصام باب کراھیۃ الاختلاف۔ ان میں سے دو عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا هَجَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا ... مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ... وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہ جمعرات کا دن کیسا افسوسناک تھا جمعرات کا دن۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ آنکھ کے آنسوؤں نے زمین کی کنکریوں کا رنگ بدل دیا کہا کہ جمعرات کے دن جناب رسول خدا کا مرض زیادہ تیز ہو گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ۔ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا صحیفہ لکھ دوں کہ پھر اسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے اختلاف و تنازعہ کیا حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ بہتر ہے اُس سے جس حالت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو ... آنحضرت نے اپنی وفات کے نزدیک تین ... کیں (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو ...

أُجِيزُهُمْ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ۔

اُسیطرح سلوک کرو جسطرح ۔۔۔ را اور بھولگیا۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ وم

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُومُوا عَنِّي قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ

(اسمائے راویاں عربی ہیں)

ابن عباس سے مروی ہے۔ اُنہوں نے ۔ رسولخدا کا وقت رحلت نزدیک آگیا اور اُس میں بہت سے لوگ تھے جنمیں سے ایک عمر ابن الخطاب تھے تو آنحضرت نے فرمایا۔ آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھدوں کہ پھر جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا پر اسوقت بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ وہ لوگ جو وہاں جمع تھے آپس میں جھگڑنے لگے کچھ تو اُن میں سے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ ہاں سامان کتابت لاؤ۔ رسول خدا انہیں ایسا صحیفہ لکھدینگے کہ جسکی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اور کچھ اُنہیں سے حضرت عمر کے ہمزبان ہوگئے۔ جب اُنہوں نے بیہودہ کلامی زیادہ کی اور رسولخدا کے پاس شور و شغف بڑھگیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ سخت مصیبت تھی جو رسولخدا اور اُنکے کتابت صحیفہ کے درمیان اسوجہ سے حائل ہوگئی کہ لوگوں نے بہت بیہودہ کلامی کی۔

ب الاعتصام۔ باب کراہتہ الاختلاف۔

م احمد حنبل میں ہے:۔

ن جبیر عن ابن عباس الخمیس ثم جعل تسیل ن رأیت علی خدیہ کانہا نظام ل رسول اللّٰہ صلعم ائتونی بالکتف ة دواة او اللوح والدواة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللّٰہ یھجر۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ۳۳۶ و ۳۵۵۔

سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں عبد اللّٰہ بن عباس سے عبد اللّٰہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہائے جمعرات کا دن پھر انکے آنسو جاری ہوگئے یہاں تک کہ انکے دونو رخسار پر موتیوں کی لڑیاں ہیں اور کہا کہ یہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسولخدا نے فرمایا کہ دوات و شانہ یا دوات و تختی میرے پاس لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا وثیقہ لکھدوں کہ تم اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ تو ہذیان بکتے ہیں۔

وقال الخفاجی فی نسیم الریاض وفی بعض طرق ھذا الحدیث قال عمر ان النبی یھجر۔

(ترجمہ) شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے (خدا ان سے بہت خوش ہو) فرمایا کہ پیغمبر تو ہذیان بک رہے ہیں۔

روی الطبرانی عن عمر قال لما مرض النبی صلعم قال ادعوا لی بصحیفۃ ودواة اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوة من وراء الستر الا تسمعون بالقول رسول اللّٰہ صلعم فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللّٰہ عصرتن اعینکن واذا صح رکبتین عنقہ فقال رسول اللّٰہ دعوھن فانھن خیر منکم۔ ملا متقی کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۸ الحدیث ۲۳۳ و الجزء الرابع حدیث ۱۰۹۲ ص ۵۲۔

طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب رسولخدا نے بحالت مرض ارشاد فرمایا کہ کاغذ و دوات میرے پاس لاؤ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھدوں کہ جسکی وجہ سے تم لوگ اسکے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ازواج رسول میں سے چند نے پردہ میں سے کہا کہ کیا تم لوگ جناب رسولخدا کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ میں نے ان بیبیوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم صواحبات یوسف کی طرح ہو جب رسولخدا بیمار رہتے ہیں تو تم روتی ہو اور صحت کی حالت میں انکی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ انکو چھوڑ دو وہ تم سے بہتر ہیں۔

اس قضیہ کو بہت شرح و بسط کیساتھ ابن سعد نے اپنے طبقہ نیز ملاخطہ ہو مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی وفات النبی ص۵۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی متفق علیہ لکھا ہے جناب رسولخدا کی ساری عمر کی ہدایات مواعظ و تبلیغ رسالت کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کیلئے طرق مستقیم صرف ایک ہی رسولخدا کی پیروی کریں۔ یہ دونوں ملکر مسلمانوں کو گمراہی سے بچائینگے اور تا جدا نہ ہونگے۔ انمیں کا صرف ایک رکن ہدایت کیلئے ناکافی ہے۔ قرآن خود معنے خود نہیں بتا سکتا وہ خود کہتا ہے کہ اسکی صحیح تاویل اور مشکل آیات کے درست فی العلم ہی جانتے ہیں جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے انکی طرف رجوع کرے علی میرے علم کے شہر ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سوائے علی کے اور کہیں نہیں پائیگا بستر مرگ پر بھی آنحضرت اسی مقصد حصول کو استوار کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ حضرت علی کی قیادت و سیادت کو تسلیم کرنا جناب عمر اور انکی جماعت کے مدعا کے خلاف تھا۔ لہذا حضرت عمر نے آنحضرت کی خواہش کو پورا ہونیسے روکا اور اپنے مقلدین کو سمجھایا کہ نہیں ہمارے لئے صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے اسلام میں یہ پہلا اختلاف تھا۔ جو واقع ہوا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسکے بعد جتنے اختلافات اسلام میں پیدا ہوئے اور جتنے فرقے اور جماعتیں ظاہر ہوئیں ان سب کا باعث اور سبب اعظم یہی ایک اختلاف تھا چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں:-

قال الشہرستانی فی الملل و النحل اول تنازع فی مرضہ علیہ السلام فیما روی محمد بن اسمٰعیل البخاری باسنادہ عن عبداللہ بن عباس قال لما اشتد برسول اللہ صلعم مرضہ الذی مات فیہ قال ائتونی بدواۃ و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدے

علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا اختلاف و تنازعہ اسلام میں وہ جو رسول مقبول کے اس مرض کے دوران میں ہوا جسمیں آپنے انتقال فرمایا وہ یہ تھا کہ جسکو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے کتاب صحیح میں اپنی اسناد کیساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب جناب رسولخدا کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ

...عمر ان رسول اللہ قد غلبہ
...حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط
...النبی صلعم قوموا عنی
...عندی التنازع قال ابن
...الرزیۃ کل الرزیۃ
...ما حال بیننا وبین کتاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم۔
شہرستانی بکتاب الملل والنحل۔

لکھدوں کہ پھر میرے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے یہ سنکر حضرت عمر نے کہا (خدا انسے بہت خوش ہو) کہ رسول پر تو اسوقت بیماری نے غلبہ کیا ہے ہمارے لئے تو محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ اسپر بیہودہ کلامی شور و شغب بڑھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے پاس تمہارا شور و شغب جائز نہیں ہے۔ اسی پر عبداللہ بن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف و تنازعہ جس نے ہمارے اور جناب رسولخدا کی تحریر کے درمیان حائل ہوکر آنحضرت کو کتابت صحیفہ سے باز رکھا۔

علامہ شہرستانی دوسرا اختلاف جیش اسامہ سے تخلف کرنیکو بیان کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ اسواقعہ کی ابتدا قضیہ قرطاس سے پہلے ہوئی اور وہ وقت کے لحاظ سے تو پہلے ہوا تھا لیکن اور چونکہ اُسکے بعد تک جاری رہا۔ لہذا قضیہ قرطاس ہی کو پہلا اختلاف کہنا چاہیئے۔ جیساکہ شہرستانی وصاحب شرح مواقف نے لکھا ہے شرح مواقف کی عبارت ہم پہلے نقل کرچکے ہیں لیکن اُس کے ایک حصہ کا دوہرانا یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

قال الآمدی کان المسلمون عند وفاۃ النبی علی عقیدۃ واحدۃ و طریقۃ واحدۃ الا من کان یبطن النفاق یظھر الوفاق ثم نشأ الخلاف فیما بینھم اولاً فی امور اجتھادیۃ لا توجب کفراً ولا ایماناً وکان غرضھم منھا اقامۃ مراسم الدین وادامۃ مناھج الشرع القویم وذلک کاختلافھم عند قول النبی فی مرض موتہ

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرت کی موت تک تمام مسلمان ایک عقیدہ و طریقۂ واحد پر مجتمع تھے سوائے ان لوگوں کے جو دلمیں نفاق رکھتے تھے اور دوستی ظاہر کرتے تھے پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولًا تو وہ ایسے اختلافات تھے جو امور اجتہادیہ سے تعلق رکھتے تھے اور انکی وجہ سے نہ کفر واجب ہوتا تھا اور نہ ایمان پر اثر ڈالتے تھے ان اختلافات کی غرض صرف اقامت دین و شرع تھی اور یہ ایسے اختلافات تھے جیسے کہ مثلاً جب مرض موت میں آنحضرت نے فرمایا

ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذلک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع۔ (آمدی بشرح مواقف)

کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا ہدایت نامہ لکھ دوں کہ پھر تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (عمر) نے فرمایا کہ رسولِ خدا پر مرض کا غلبہ ہو رہا ہے۔ صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے بیہودہ کلامی بڑھ گئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ میرے پاس تنازعہ کرنا جائز نہیں۔

صاحبِ شرح مواقف کی اس توجیہہ و تشریح کی وقعت کا اندازہ خود اہلِ غور کریں ہمیں تو حیرت ہے کہ بسا اوقات تعصب کس طرح انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے یہ اختلاف آپس میں مسلمانوں کا اختلاف نہ تھا کہ جس میں اجتہادی غلطی کا امکان ہو سکتا بلکہ یہ اختلاف اس رسول سے تھا جو خود شارع و بانیٔ دین تھا۔ جنابِ رسولِ خدا کے خلاف کوئی اجتہاد کارگر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس اختلاف کو باعثِ تقویتِ اُس دین کی سمجھنا جس دین کا شارع و بانی وہ رسول تھا کہ جس سے یہ اختلاف تھا۔ توجیہ لاطائل و تاویلِ باطل کی بیّن مثال ہے۔ جنابِ رسولِ خدا کے کلامِ ہدایت التیام کو ہذیانِ مریض سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور پھر اسکو موجبِ کفر نہ قرار دینا بلکہ باعثِ تقویتِ دین سمجھنا صرف حضرت آمدی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہماری غرض تو اس تحریر کی نقل سے یہ ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ گروہِ اہلِ حکومت بھی مانتا ہے کہ یہ اسلام میں پہلا رخنہ اور اختلاف تھا۔

جب آنحضرتؐ کو صحابہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ ضرور تنازعہ پیدا کریں گے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر دیر تک راز کی باتیں کیں اور صبر کی تلقین کی۔ تاریخ طبری میں ہے:۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابعثوا الی علیاً فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابی بکر وقالت حفصۃ لو بعثت الی

ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی مرض کے دوران میں جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلواؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپ ابوبکر بلاتے اور حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے پس اتنے میں یہ حضرات

عوا عندہ جمیعاً	وہاں جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے جب علی کو نہ دیکھا تو
ل اللہ صلعم انصرفوا فان	فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اگر تمہاری ضرورت
بعث الیکم فانصرفوا۔	ہو گی تو میں خود تم کو بلا لونگا یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

ابن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص۱۹۵ وقائع سنۃ احادی عشرہ۔

یہ واقعہ صاحبان غور کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے مدعا پر بہت اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے حصول حکومت کی جو تدبیریں کی جا رہی تھیں انہیں ان دونوں مخدرات عصمت کا بہت بڑا حصہ تھا کہ یہ موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں۔ اور آنحضرت کو معمولی انسان سمجھکر آپ کی جسمانی کمزوری و بیماری کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرانا چاہتی تھیں۔ جب آنحضرت نے نہ مانا تو خود ہی دونوں نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ لیکن چونکہ یہ مطلوب نہ تھے آنحضرت نے اُن کو واپس کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی کو اہم کام کے لئے طلب کیا تھا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ آنحضرت حضرت علی سے صحابہ کی کیفیت بیان کر کے صبر کی تلقین کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی اُنکو امامت نماز کے لئے مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ و حفصہ مطلب سمجھ گئیں۔ اپنے اپنے باپ کو بلا لیا جب آنحضرت نے اُن سے اصل مدعا نہ کہا اور واپس کر دیا تو خود ہی حضرت عائشہ نے اپنے والد ماجد کو امامت نماز پر کھڑا کر دیا۔

آخر کار حضرت علی کو بلایا گیا۔ تاریخ روضۃ الاحباب میں محدث شیرازی تحریر کرتے ہیں:۔

فرمود کہ بگوئید برادر من علی را۔ علی بیامد و ببالین وے نشست۔ حضرت سر خود از بستر برداشت امیر در تیب بغل وے درآمد و سر با کیتش را بر بازوے خویش نہاد آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من بندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم۔ زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی و دیگر اے علی تو اول کسی خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر نزد من آئی و بعد از من بسے امور مکروہ

بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی وطریق مصابرت پیش گیری و چوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی۔"

ترجمہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ حضرت علی آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا سر تکیہ سے اُٹھایا اور حضرت علی کو اپنی بغل میں لے لیا۔ اور آنحضرت کا سر حضرت علی کے بازو پر تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لئے کچھ قرض لیا تھا۔ دیکھو ضرور بالضرور اسکو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اے علی تم پہلے وہ شخص ہوگے۔ جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے۔ میرے بعد تم کو بہت سی مصائب و تکالیف پہنچینگی تمکو چاہیے کہ دلتنگ نہ ہوا و صبر کرو۔ اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت اختیار کرنا۔

غرضیکہ ثابت ہے کہ اس موقعہ پر فقرہ ان الرجل لیھجر آنحضرت کے متعلق کیا گیا۔ اور اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ خدا اُنسے بہت بہت خوش ہو۔ روایات سابقہ کی عبارات پڑھنے سے یہ صاف ظاہر ہے۔ اور شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض یہ لکھ دیا ہے۔ ابن الاثیر جزری نے نہایت العقول میں لکھا ہے:۔

ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ماشانہ اھجرای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل مابہ من المرض ھذا احسن ما یقال فیہ ولا یجعل اخبارًا فیکون من الفحش والھذیان والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذلک	ایک حدیث مرض رسول ہے۔ وہاں جو صحابہ حاضر تھے اُنہوں نے کہا کہ رسول کی کیا حالت ہے کیا رسول کو ہذیان ہو گیا ہے یعنی کیا اُنکا کلام سبب مرض کے متغیر و مختلط ہو گیا ہے اور یہ اس واقعہ کی بہت اچھی تاویل ہے یہ استفہامیہ ہے نہ کہ اس واقعہ کی خبر اگر اسکو خبر سمجھیں تو بطور فحش و ہذیان عائد ہوتا ہے اور یہ ہم نہیں مان سکتے کیونکہ اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے اور انکی نسبت ایسا قیاس نہیں کرنا چاہیے

...ایت العقول۔

...نت اہل حکومت میں بڑے اعلیٰ اعلیٰ منطقی و فلاسفر گزرے ہیں لیکن جب ...نے ائمہ سقیفہ بنی ساعدہ کے کسی فعل یا قول کی حمایت یا تشریح کرنا چاہتے ہیں ...ں سے کسی کا منطق و ذہن کام نہیں کر سکتا۔ اس میں اُن کا یا اُن کے منطقی ...ت کا قصور نہیں۔ وہ فعل یا قول ہی ایسا ہوتا ہے کہ جو شرمندۂ توجیہ و تشریح و ...طق نہیں ہونا چاہتا۔ ابن الاثیر کی توجیہ ملاحظہ کی۔ استفہام کی کیوں ضرورت ہوئی۔ آنحضرت کے قول میں کونسی بات تھی جس سے ہذیان کا شبہ ہوتا۔ اگر استفہام تھا تو مخدرات عصمت نے پردہ میں سے کیوں کہا کہ حکم رسول کی تعمیل کرو۔ انہوں نے تو سمجھ لیا جو باہر نزدیک تر تھے انہیں کس بات نے مغالطہ میں ڈالا۔ اگر وہ لوگ نہیں سمجھے تھے تو پھر حضرت عمر ازواج رسول پر اس کہنے کی وجہ سے ناراض اور سخت چراغ پا کیوں ہوئے۔ اور اگر شبہ تھا تو پھر کیا اور کس طرح تحقیقات کی۔ اور اس تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت کا کونسا فعل تھا جس سے انہیں اس ہذیان کا یقین ہو گیا اور اس یقین کی وجہ سے قلم و دوات پیش نہیں کیا۔ اگر محض استفہام ہوتا تو آنحضرت اتنے ناراض ہو کر یہ کہتے کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ جس حالت میں میں ہوں وہ بہت بہتر ہے اُس سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔ دلیل و منطق تو ملاحظہ ہو۔ چونکہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں لہٰذا اس کی تاویل اس طرح کرنی چاہئے کہ وہ فقرہ استفہامیہ تھا۔ پھر ہمارا دعوے ثابت ہوا کہ یہ بزرگوار واقعات صحیحہ کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں رکھتے۔ بلکہ اعتقاد کے تعصب کی وجہ سے واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب خود حضرت عمر کا فعل معرض بحث میں ہو تو اُس وقت یہ دلیل کیا کام کر سکتی ہے۔ غرضیکہ یہ تو ابن الاثیر نے بھی مان لیا کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔ ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنۃ میں اسی طرح کی تاویل کی ہے لیکن وہ بھی مانتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں ؎

فلما كان يوم الخميس هم ان يكتب كتابا فقال له عمر ماله اهجر فشك عمر هل هذا القول من تعب الحمى فكان هذا امما اختفى على عمر كما اختفى عليه موت النبی بل انکراه۔

ابن تیمیہ:۔ منہاج السنتہ۔

پس جب جمعرات کا دن ہوا تو آنحضرت نے ارادہ کیا کہ ایک نوشتہ لکھیں۔ عمر نے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے یہ ہذیان ہے۔ پس ہذیان کہ مرض کی وجہ سے آنحضرت کو عمر کو شک ہوا کہ بخار کی تیزی کو ہذیان ہو گیا ہے پس یہ امر تھا وہ اس سے واقف نہ ہوئے جس طرح کہ وہ آنحضرت کی موت سے واقف نہیں ہوئے بلکہ اس سے انکار کر دیا۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ آنحضرت کی موت سے بھی ایک مصلحت کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اور یہ فقرہ بھی ایک مقصد کے لئے کہا گیا تھا۔ پچپن سال کی عمر تک حضرت عمر نے کوئی شخص مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ لوگ کس طرح مرا کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا کا مردہ جسم تو وہاں پڑا ہوا ہے اور فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا جسم تو نہیں چھوڑ گئے تھے۔ بالکل یہی عبارت علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں درج کی ہے۔ گویا علامہ نووی اور ابن تیمیہ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: هجر بمعنى اختلاط ولا يجوز ان يكون به معنى هذيان وفحش لان القائل بعدم الكتابت عمر ولا يظن به ذالك ترجمہ۔ ہجر کے معنے خبط و مختلط ہونے کے ہیں۔ اور یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے معنے ہذیان وفحش کے لیں۔ کیونکہ یہ جملہ کہکر کتابت سے روکنے والے حضرت عمر تھے۔ اور انکی نسبت یہ قیاس نہیں ہوسکتا۔

اس ہٹ دھری کی بھی کوئی حد ہے۔ تاویل رکیک پر صبر نہ ہوسکا تو اب لغت کے معنے بھی حضرت عمر کی خاطر تبدیل ہونے لگے جیسا ہم آگے ابھی بیان کرینگے ہجر کے معنے ہذیان وبکواس کے ہیں۔

شیخ احمد فاروقی سرہندی مکتوب ۳۶ جلد ثانی میں لکھتے ہیں:۔

ال حضرت فاروق دراں وقت کہ گفت انہ یھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔
ب۔ فاروق شاید دراں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام از ایشاں بواسطۂ وجع
سیار واقع شدہ است۔

ت فاروق نے غالباً اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید یہ کلام آنحضرت نے مرض
سے بغیر ارادہ و اختیار کے کہہ دیا ہے۔

توجیہ و تاویل تو وہی پرانی ہے لیکن فاروق کا لفظ یہاں خوب مزا دیتا ہے فاروق
تو اس کو کہتے ہیں کہ جو حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے اور یہاں اس عبارت میں شیخ احمد
فاروقی سرہندی کی ساری بحث ہی یہ ہے کہ حضرت عمر حق و باطل میں شناخت نہ کر سکے
گویا ان کی صفت غیر فاروقی کی بنا پر استدلال کیا جا رہا ہے لیکن ان کو فاروق
مانا جا رہا ہے۔ کہیں تو انسان عقل و منطق سے کام لے۔

شیخ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں

اس جملہ قال انا امان لاصحابی فیل من السابع وقیل من الاختلاف و
الفتن کی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

المراد بالاختلاف ما یشتمل المخالفۃ	اختلاف سے مراد مخالفت ہے اور وہ مخالفت علماء
لموافقۃ العلماء والفقہاء والحکام من غیر	فقہاء و حکام کی بغیر دلیل کے ہے اور اگر اس سے
دلیل معمول بہ وان کان ذلک	مطلب مخالفت مطلق ہو تو وہ آنحضرت کی زندگی
مطلقا لم یقع فی حیاتہ لمعرفۃ	میں کبھی نہیں ہوا کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعے سے
حقیقۃ کل امر بالوحی واما	ہر ایک امر کی حقیقت معلوم ہو جاتی تھی اور وہ اختلاف
الاختلاف الذی وقع عندہ	جو آپ کے حضور میں بوقت مرض اخیرہ ہوا تھا جیسا
کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ	کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ آپ نے بحالت مرض
من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی	فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا
بدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلوا	صحیفہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد
بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر	کبھی گمراہ نہ ہو لیکن عمر نے کہا یہ شخص تو ہذیان بک

حسبنا کتاب اللہ فغلط الناس	رہا ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا کافی
فقال اخرجوا عنی لاینبغی التنازع	آپس میں لغو باتیں کہنے لگے۔
لدی فقال ابن عباس الرزیۃ	فرمایا کہ میرے پاس سے دور
کل الرزیۃ ما حال بیننا	جائز نہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں
وبین کتاب رسول اللہ صلعم	عظیم مصیبت تھی جو ہمارے اور
وھذا ما یطعن بہ الرافضۃ	درمیان حائل ہو گئی۔ رافضی لوگ
علی عمر وقال صاحب الملل و	حضرت عمر پر طعن کرتے ہیں صاحب ملل
النحل ھو اول اختلاف وقع فی الاسلام	ہیں کہ پہلا اختلاف اسلام میں یہ تھا۔

اس تحریر سے اچھی طرح ثابت ہوا کہ فقرہ جو آنحضرت کی شان میں کہا گیا تھا ان الرجل لیھجر تھا اور اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے حمیدی اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں حدیث قرطاس کے متعلق لکھتے ہیں: فقالوا ما شانہ فقال ان الرجل لیھجر۔ (ترجمہ) لوگوں نے کہا کہ آنحضرت کی کیا شان ہے یعنی حالت ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے۔

علامہ عکبری جو ثقات علمائے اہلسنت سے ہیں تبیان شرح دیوان متنبی میں اس امر کے قائل ہیں کہ یہ فقرہ ان الرجل لیھجر حضرت عمر نے آنحضرت کی نسبت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا۔ اور حتماً و جزماً اسکو کلام عمر کہتے ہیں چنانچہ اس شعر

اَلنُّطقُ فِیْکَ هُجْرًا بَعْدَ عِلْمِی ۔۔۔ بِاَنَّکَ خَیْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ

کی شرح میں لکھتے ہیں:-

الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر اذا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمیٰ ومنہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب۔

ترجمہ۔ الھجر معنے کلام قبیح و فحش لهجر ہذیان بکا۔ اور وہ کلام جو بخار کا مریض حالت بخار میں کہتا ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کا قول دوران مرض رسول میں تھا کہ شخص

...۔ اور اس طرح گفتگو کرنا عرب کی عادت و دستور کے مطابق تھا۔

...تا یہ تسبیح فقرہ آنحضرت کے حق میں کہنا ہر ایک کے دل میں کھٹکتا ہے
...ی اپنی عقل کے مطابق اُس کی توجیہ کرتے ہیں۔ علامہ عکبری حضرت
...سعد و سمجھتے ہیں کہ یہ عرب کی عادت تھی۔ وہ اسیطرح گفتگو کیا کرتے
...ا یہ عادت ہوگی آپس میں۔ سوال تو یہ ہے کہ جو شخص جناب رسول خدا
...شان و رفعت کی معرفت حاصل کر چکا ہے اور واقعی ان کی رسالت
...ے ایمان لے آیا ہے۔ کیا وہ بھی اس ہی حقارت کے ساتھ آنحضرت کا ذکر کریگا
...ں کی تو اور بھی بہت سی عادتیں تھیں۔ آپس میں گالیاں بکتے تھے شراب پیتے
تھے۔ لڑکیاں زندہ قبر میں دفن کرتے تھے۔ اگر عربوں کی عادت ہی عذر معقول سمجھا
جانے لگا تو بس قصہ ختم ہے۔ جب حشر میں سوال کیا جائیگا کہ بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ تو جواب
دیدینگے علیٰ عادۃ العراب۔ اور اگر عادت عرب ہی پر اصرار ہے تو اُس سے بھی
ہمارے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ ان بزرگوں میں سے سابقہ کفر کی نشانیاں
آخر تک باقی رہیں کبھی ان کو صحیح معرفت رسول حاصل نہیں ہوئی۔ رسول خدا
کو معمولی شخص ہی سمجھتے رہے۔ پرانی عرب کی عادتیں ان میں برابر جاری و ساری
رہیں۔ آنحضرت کی تعلیم و صحبت بھی ان کو انسان نہ بنا سکی۔

بحر العلوم میں ہے۔ ھجر۔ پریشان گفتن بیمار یہی معنی صراح میں لکھے ہیں۔
منتہی العرب میں ہے۔ ھجر فی نومہ او مرضہ ھجراً۔ ہذیان درائید در ان خواب
پریشان گفت۔ ھجور سخن پریشان ومنہ قولہ تعالیٰ۔ ان قومی اتخذوا ھذا القرآن
مھجوراً۔ شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اس لفظ مھجوراً کا اس فقرہ میں
اسطرح ترجمہ کیا ہے "میری قوم نے قرآن کو بکواس سمجھا"۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ الکواکب
الدراری فی شرح صحیح البخاری میں حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی
المولود ۷۱۷ھ نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ ھذا یدل علی وجہین احدھما انہ

اراد ان یکتب اسم الخلیفة بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازع ذالک الی الضلال۔ ترجمہ۔ اس کی دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔ ایک ا کہ آنحضرت کا ارادہ تھا کہ خلیفہ کا نام لکھدیں۔ تاکہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو۔ اور ضلالت کی طرف نہ لیجائے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی قول الکتب له کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

هو تعیین الخلیفة بعدہ۔ (ترجمہ) آنحضرت کا مقصد تھا کہ اپنے بعد کے خلیفہ کا تعین اس تحریر سے کردیں۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری، الجزء الثامن۔ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته ص۱۰۱

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔ اراد ان ینص علی اسامی الخلفاء بعدہ حتی لا یقع بینهم الاختلاف (ترجمہ) آنحضرت نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے بعد کے خلفاء کے نام مقرر کردیں اور تحریر کرا دیں تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ فتح الباری الجزء الاول ص۱۸۶ باب کتابة العلم۔

شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی لکھتے ہیں:۔ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی هم النبی فقیل اراد ان ینص علی الخلافة فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن۔ (ترجمہ) علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت کیا لکھنا چاہتے تھے۔ اغلب یہ ہے۔ کہ آپ کا ارادہ تھا کہ خلافت کیلئے ایک آدمی مقرر کردیں تاکہ تنازعہ وفتنہ نہ ہو۔

شہاب الدین خفاجی شارح شفاء قاضی عیاض، فصل فان قلت فقد تقررت عصمته فی اقواله فما معنی الحدیث فی وصیته من الباب الثانی من القسم الثالث کے تحت میں لکھتے ہیں:۔ قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافة بعدہ حتی لا یختلفوا فیها۔ (ترجمہ) سفیان کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا کا ارادہ تھا کہ آپ امر خلافت کو ظاہر کردیں تاکہ لوگ اس میں اختلاف نہ کریں۔

سیاق کلام اور واقعات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ آنحضرت اپنے خلیفہ کا تعین کرنا

یا انکا نام تحریر کرنا چاہتے تھے حضرت عمر بھی سمجھ گئے اور فوراً مانع ہوئے اور اُن کو یہ نہ خیال ہوتا کہ آنحضرت کیا لکھا ئینگے تو کتابت صحیفہ کے بعد نے اور دیکھتے کہ جو رسول نے لکھایا ہے وہ ہذیان معلوم ہوتا ہے یا آپ پیغ رسالت کے مطابق ہے۔ یہ سخت مکروہ فقرہ کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے کہ کہنے والے نے محض روکنے کی خاطر حالت اضطراب میں جلدی مدیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر سمجھ گئے تھے کہ حضرت علی ہی نام لکھا ئینگے۔ غدیر خم کا نقشہ فوراً ان کی آنکھوں میں پھر گیا۔ لہذا آپ مانع ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس کو مصیبت عظمیٰ اسی وجہ سے کہا کہ آنحضرت اسم خلیفہ کو تحریر نہ کر سکے۔ اور اس عدم تحریر کی وجہ سے وہ وہ فتنے و فساد پیدا ہوئے جو عبداللہ ابن عباس نے آنحضرت کے بعد ملاحظہ کئے۔ اور ان ہی مشاہدات کی بنا پر آپ کو عمر بھر آنحضرت کے صحیفہ نہ لکھنے کا قلق رہا۔

لیکن اگرچہ تحریر سے حضرت عمر مانع ہوئے۔ پھر بھی آپ نے زبانی وصیت فرما ہی دی۔ ان روایات صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس رویہ کے بعد آپ نے تین وصیتیں فرمائیں۔ یہ روایات مختلف اسانید کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ان سب کے حضرات رواۃ وہ تیسری وصیت بھول گئے۔ یہ بھولنا بھی معنی خیز ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری بکتاب الجهاد والسیر۔ باب هل یستشفع الی اهل الذمة ومعاملتهم وکتاب الخمس باب اخراج الیهود من جزیرة العرب وباب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

معارج النبوۃ میں ہے۔ وصیت سوم را فراموش شدہ بود یا در اظہار آن مصلحت ندید۔ رکن چہارم۔ باب چہار دہم فصل سوم صفحہ ۲۲۹ ۔

یعنی تیسری وصیت راوی بھول گیا یا اس نے اس کے اظہار میں مصلحت نہ دیکھی۔ امر واقعہ یہی ہے کہ اس نے مصلحت نہ دیکھی جس بات کو حضرت عمر رد کیں اُسکے بیان کرنے میں بیشمار تکالیف کا اندیشہ تھا لہذا اس کے بیان نہ کرنے ہی میں مصلحت تھی۔

علامہ غزالی سر العالمین میں لکھتے ہیں:۔

لما مات رسول الله قال قبل وفاته ائتونی بدواة وبیاض لازیل منکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لها بعدی قال عمر رضی الله عنه دعوا الرجل فانه لیهجر وقیل یهذی۔ سر العالمین مطبوعہ مصر صنا۔

جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو: نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دوا تاکہ میں امر خلافت کے متعلق تمہا۔ کردوں اور بیان کردوں کہ میرے بعد کا مستحق ہے لیکن حضرت عمر یہ کہکر مانع ہوئے۔ شخص بکواس کر رہا ہے یا یہ کہا کہ ہذیان بکتا ہے

یہ صریح الفاظ ہیں ہم تک پہنچا ہے کہ وہ تیسری وصیت کیا تھی۔

فی روایۃ انه صلعم قال فی مرض موته ایها الناس یوشك ان اقبض قبضاً سریعاً فینطلق بی وقدمت الیکم القول معذرة الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی وعترتی اهل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعها فقال هذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلوهما ما خلفت فیهما۔

روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ اے لوگو! غالباً میں بہت جلد رحلت کر جاؤں اور خدا کا فرستادہ مجھکو لیجائیگا پہلے بھی میں تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں تاکہ تمہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ خبردار میں تمہارے درمیان میں کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر آپنے حضرت علی کا ہاتھ پکڑکر اٹھایا اور فرمایا۔ یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کیساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ پس ان دونوں سے پوچھتے رہنا کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ فصل الثانی ص۔

اب تو ناظرین کے دل میں غالباً کوئی شک باقی نہ رہا ہوگا کہ آنحضرت اس صحیفہ میں حضرت علی کی خلافت و جانشینی تعین فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمر تحریر میں مانع ہوئے تو آپ نے زبانی ہی فرما دیا۔ یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا اب یقین

ٹت جس کے سرگروہ حضرت عمر تھے حضرت علی کے خلیفہ ہونے میں بہت سی
کریگی اور ان کو خلیفہ نہ ہونے دیگی۔ لہذا آپ نے حضرت علی کو بلاکر صبر کی
۔اس نصیحت و تلقین ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی نے اپنا حق ضائع ہوتا ہوا
وارنہ اٹھائی۔

بات تو اتنی ہی تھی جتنی ہم نے اوپر بیان کی لیکن جب واقعات و منطق کمزور
تو کج بحثی کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ اصلی معاملہ لوگوں کی آنکھوں سے
پنہاں رہے۔ جب حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ یہ قصہ تو بہت ٹیڑھا نکلا۔ اس
سے تو ہمارا قصرِ حکومت ہی متزلزل ہوتا ہے تو اب ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے
ان کی کج بحثی کا نمونہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت علی بھی تو موجود ہونگے۔ انہوں نے جلدی سے دوڑ کر کیوں نہ قلم دوات
پیش کردی۔ رسول تو اُمّی تھے وہ لکھتے کس طرح۔ اس کے بعد آنحضرت تین دن زندہ
رہے۔ یہ جمعرات کا ذکر ہے۔ پیر کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔ اس عرصہ میں پھر دوبارہ
کوشش کیوں نہ کی گئی۔ اور آپ اب لکھتے بھی کیا۔ لکھنے کو اب کیا باقی رہا تھا۔ آپ
کی تبلیغ رسالت پر اکملت لکم دینکم کی مہر تو لگ ہی چکی تھی۔ پھر اب نجات کے لئے
کس مزید شرط کی ضرورت تھی۔ واقعی کتاب خدا کافی تھی۔ اگر ۲۳ سال کی ہدایت کے باوجود
گمراہی میں پڑنے کا امکان تھا تو یہ تین چار سطریں آخر وقت کی کیا کرسکتی تھیں۔ حضرت عمر
نے تو خیال کیا کہ اب ایسے وقت میں آپ کو تکلیف ہوگی لہذا تکلیف سے باز رکھا۔ اور
واقعی انہوں نے ٹھیک فرمایا۔ کہ حسبنا کتاب اللہ۔

مانعین قرطاس و قلم کے حامیوں کی بحث کا یہ لب لباب ہے اور اگر اس
بحث کا اور اختصار کیا جائے تو یہ صرف ایک جملہ میں ختم ہوجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
آنحضرت نے قرطاس و قلم و دوات مانگنے میں غلطی کی۔ واقعہ تو ثابت ہے۔ یہ کہ وہ غیر
ضروری تھا۔ غیر مفید ہوتا۔ اس کا اعادہ کیوں نہ کیا گیا۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں
کہ معترض کا مطلب ہے کہ آنحضرت نے غلطی کی۔ اس مختصر بحث کا مختصر جواب تو یہ

ہے کہ جب واقعہ ثابت ہو گیا تو یہ کہنا کہ یہ آنحضرت کی غلطی تھی کسی
اور لہذا اس سے زیادہ اس کا جواب دینا ہمارا فرض نہیں لیکن
کے لئے ہم تفصیلی جواب بھی دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ غلطی تھی جس وصیت کی تحریر
قلم طلب کیا گیا تھا وہ تو کوئی نئی بات نہ تھی۔ جب سے آپکا زمانہ تبلیغ
وقت سے تعلیم وحدانیت و نبوت کے ساتھ ساتھ ہی ولایت و خلافت
کی تلقین آنحضرت فرماتے رہے تھے تبلیغ عام کا سب سے پہلا موقعہ دعوت ذی العشیرہ
تھا۔ اور وہاں بھی خلافت و وزارت علی ابن ابی طالب کی طرف لوگوں کو دعوت دی
تھی۔ ابھی پورے تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ تمام امت کے سامنے بحکم خداوندی
حضرت علی بن ابی طالب کی خلافت کا اعلان فرما چکے تھے۔ لہذا جہاں تک مضمون
کی تحریر کا تعلق ہے وہ کوئی نئی بات نہ تھی اور نہ اس کو بیماری کے غلبہ کا ہذیان کہنا
مناسب ہو گا۔

ایک سوال موقعہ و محل کا ہے۔ تو وصیت کی تحریر کا وقت ہی وہ تھا۔ عموماً بستر
مرگ ہی پر وصیت کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے یہ اعلان خلافت تھا۔ اب امت
کے لئے ایک وصیت چھوڑنے کا وقت آیا تھا۔ علاوہ اس کے ایسے وقت پر
لوگ رقیق القلب ہو جاتے ہیں اور مرنے والے کی وصیت پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے
ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ میری امت کو میری اتنی تو محبت ہو گی کہ میری اس آخری
خواہش کو پورا کریں۔ لہذا آپ نے وہ وقت اس وصیت کے لئے منتخب کیا
جب دشمنوں کی دشمنی زائل ہو جاتی ہے اور دوستوں کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اور انکی
خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والے حبیب کو خوش
کر سکیں لیکن فقرہ ان الرجل لیھجر نے آنحضرت کو جتا دیا کہ ان لوگوں کو آپ سے
کتنی محبت تھی۔

یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ تحریر کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر ضرورت تھی۔ تو

ریہ ہوسکتی تھی۔ یہ سب اعتراضات جناب رسول خدا پر ہیں۔ اسمیں کچھ شک مالت کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ آپنے غدیر خم پر ایک اعلان نثار بندی کی رسم بھی ادا کردی۔ علی کی بیعت بھی کرادی لیکن تحریر نہ کی ں کی اُمت کے درمیان جو تعلقات ہوتے ہیں۔ اور رسول کی اوامر د ب اطاعت یا اس سے سرتابی کے مقدمات کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ایک حاکم کے روبرو ہوتے ہیں کہ جس کے نزدیک زبانی حکم بھی ایسا ہی ہے کہ جیسا تحریری حکم۔ اگر رسول نے حکم خداوندی کھلے الفاظ میں علانیہ طور سے امت تک پہنچا دیا ہے۔ تو پھر خداوندتعالیٰ رسول سے تحریری ثبوت اس تبلیغ کا نہیں مانگیگا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ حکم پہنچا دیا گیا۔ اور امت کو معلوم ہے کہ پہنچا دیا۔ جائے انکار خداوندتعالیٰ کے سامنے کسی کو نہیں۔ اسی وجہ سے جناب رسول خدا نے ابتک خلافت علی بن ابیطالب کے لئے کوئی نوشتہ تحریر نہیں کیا تھا۔ خلافت علی ابن ابی طالب تو علیحدہ رہی آپ نے کسی شعبہ رسالت کی کوئی تحریر نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کو جمع کرا کر اُس پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت نہیں کی تھی۔ قرآن شریف نازل ہوتا گیا۔ آپ لوگوں کو تعلیم فرماتے رہے اور بس۔ اگر امور رسالت میں تحریر کو دخل ہوتا تو سب سے پہلے قرآن شریف جمع کرا کر اُس پر مہر نبوت ثبت کیجاتی۔ آپ جانتے تھے کہ اپنے پیچھے اپنی عترت کو چھوڑے جاتا ہوں جو بہترین محافظ قرآن ہیں۔ اور یہ کافی ہے +

ہماری اس بحث کے بعد قدرتی طور سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اب کیوں قلم و دوات برائے تحریر طلب کئے گئے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت یہ امر بطور وصیت کے بیان کیا جا رہا تھا۔ اور وصیت تحریری ہی ہوا کرتی ہے۔ جہاں تک اسکا تعلق عام تبلیغ رسالت سے تھا وہ ہوچکا تھا اور اس وقت کوئی تحریر نہیں ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت و حکومت کے اعلان عام کے بعد جو لوگوں کے دلوں کی کیفیت کا اظہار آنحضرت پر ہوا اُس سے آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ علی کی حکومت کو ٹھنڈے دل سے قبول نہیں کرینگے۔ چونکہ یہ امر اُن کی دلی خواہش کے خلاف تھا۔ لہذا اُس

میں یہ لوگ روڑے اٹکائیں گے۔ اور اس حکم کی تعمیل نہیں کرینگے۔ تو
تیور بتا رہے تھے کہ معاملہ کا انجام کیا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس امر
تفرقہ پڑ جائیگا۔ اور ممکن ہے کہ جو جماعت علی کے خلاف ہے وہ تعداد
کے غالب تھی۔ لہذا خداوند تعالیٰ کے سامنے تحریری ثبوت پیش کرنیکے
امت پر اس امر کو واضح کرنے اور جماعت حقہ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے
نے اس تحریر کا ارادہ فرمایا تھا۔ تجہیز جیش اسامہ کا بھی مقصد اولیٰ یہی تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ وفات سے پہلے پھر نہ کیوں اس خواہش کا اعادہ فرمایا
اس کا جواب بہت آسان ہے ممکن ہے کہ اُس صدمہ کے بعد جو صحابہ کے اس رویہ
سے آپکے دل پر ہوا آپکے مرض کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی گئی ہو۔ اور آپ کے
جسم میں پھر اتنی طاقت ہی نہ آئی ہو کہ اس تحریر کو مکمل کراتے۔ یہ بھی روایات سے ظاہر ہوتا
ہے کہ آپنے جمعرات ہی کے دن انتقال فرمایا۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ طلب قرطاس و قلم کا واقعہ آپ کی حیات کے آخری گھنٹوں میں ہوا
تھا۔ علاوہ اس کے یہ ثابت نہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی اتنا مجمع آنحضرت کے
گرد ہوا ہو۔ فریق مخالف بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ کہ اگر ہم پھر آنحضرت کے گرد جا کر جمع ہوئے
تو کہیں پھر نہ اس خواہش کا اعادہ ہو جائے۔ لہذا ایک وقت میں اتنے اجماع کا موقعہ
ہی نہ آنے دیا۔ اس سے بھی تو ڈرتے تھے کہ اگر رسول خدا کے سامنے گئے تو وہ
فرمائینگے۔ کہ کیا ابھی جیش اُسامہ نے کوچ نہیں کیا۔ ان سب وجوہات کے علاوہ
ایک اور وجہ بھی تھی۔ اس آخری واقعہ سے آنحضرت کو اپنے "صحابہ کرام" کی دلی حالت
کا اندازہ بہت اچھی طرح ہو گیا تھا۔ جب یہ کہدیا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے تو اب
کیا رہا معلوم ہو گیا کہ ان کے دل میں آپ کی کس قدر توقیر و منزلت ہے۔ اس مخالف
جماعت کی اتنی کثرت تھی کہ کسی نے کاغذ و دوات لاکر نہ دیا۔ چند ازواج محترم نے
اس طرف توجہ بھی دلائی۔ تب بھی حضرت عمر نے ڈانٹ کر سب کو روک دیا۔ ایسے
لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اگر میں نے تحریر کر بھی دی تو یہ لوگ

رہینگے۔ بلکہ ایک تنازعہ پیدا ہو جائیگا۔ جناب رسول خدا کو اپنے صحابہ کا تلخ تجربہ ہوا تھا۔ ایمان بھی مکمل نہ ہو۔ اس سے پہلے علی کی مخالفت کا ہو لیکن جناب رسول خدا یہ امید نہیں کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے پاس صحابہ اس طرح میری توہین کرینگے اور میرے احکام کو بکواس بھینگے۔ آنحضرت نے سکوت اختیار کر لیا اور پھر تحریر وصیت کی طرف توجہ نہ فرمائی +

معترض کہتا ہے کہ حضرت علی نے کیوں نہ لاکر قلم و دوات حاضر کر دیا۔ اول تو یہ بات نہیں کہ حضرت علی بھی وہاں موجود تھے کسی روایت میں آپکا نام نہیں ملتا اگر بحث کی خاطر فرض کر لیا جائے کہ حضرت علی موجود تھے تو موقعہ ایسا تھا اور حضرت عمر کے اس بکواسی کلمہ سے جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر یہ قلم و دوات لیکر آگے بڑھتے تو چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا جو آنحضرت کے حضور میں شایان نہ تھا۔ اور پھر لکھتا کون۔ کہدو کہ حضرت علی ہی لکھ لیتے۔ پھر تو حضرت عمر کو بہت اچھا حربہ ہاتھ لگ جاتا۔ فرماتے کہ رسول خدا کی بیہوشی کی حالت میں علی نے جو چاہا لکھ لیا۔ غرضکہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے ایک ایسی صورت حالات پیدا ہو گئی تھی کہ جس نے وصیت کا مقصد ہی فوت کر دیا تھا۔ جب وہ لوگ کہ جن کو وصیت کی جا رہی ہے اس کے معلوم کرنے تک کے روادار نہیں۔ اس کو سننا تک نہیں چاہتے۔ تو پھر وصیت کیوں اور کس کو کی جائے۔ اگر کوئی تحریر ہی ہوتی تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ نقصان ہوتا۔ اسلام کے مخالفین کو ہمیشہ کے لئے ایک حربہ مل جاتا کہ دیکھو جبرئیل و وحی و قرآن تو ایک آڑ تھی۔ محمد (صلعم) تو محض دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ان کا وہی انجام ہوا جو دنیا حاصل کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ ان کے بستر مرگ کے اردگرد ان کے صحابہ میں اس حکومت دنیاوی کے لئے تلوار چل گئی۔ اگر واقعی ان کا مقصد تبلیغ رسالت و نشر ہدایت ہوتا تو انکا اصلی جانشین ضرور اس موقعہ پر صبر کرتا اور محض دنیا کے لئے تلوار تک نہ نوبت آنے دیتا۔ علی نے اس موقعہ پر صبر کر کے اپنے طرز عمل سے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ دنیا کا حصول نہ انکا مقصد تھا اور نہ انکے پیغمبر کا۔

اب رہا فقرہ حسبنا کتاب اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہدایہ محض کتاب اللہ کافی ہے کسی اور رہنما یا ہادی کی ضرورت نہیں۔ اس فقرہ والے حضرت عمر تھے۔ اس کے معارض ایک اور تاریخی فقرہ ہے۔ اِنِّیْ تَارِكٌ الثقلین کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ۔ لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ، مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ یہانتک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر دونوں میرے پاس حاضر ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور انکی اطاعت کروگے تو میرے بعد قیامت تک تم گمراہ نہ ہوگے۔ اس فقرے کے کہنے والے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ محض قرآن تمہاری ہدایت کیلئے کافی نہیں قرآن صامت ہے۔ جب تک اس کے صحیح معانی و مطالب کا علم نہ ہو اس سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اور یہ صحیح علم صرف میری عترت کو حاصل ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ لہذا تمہاری ہدایت اس وقت ہی مکمل ہوگی۔ کہ جب تم ان دونوں کے احکام کی اطاعت کروگے۔ یہ دونوں فقرے ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ہم معلوم کریں کہ ان میں سے کونسا فقرہ صحیح اور قابل عمل ہے اور کونسا غلط ہے۔ اور واقعات نے کس کی تصدیق کی ہے اور کس کی تردید +

پہلے ہم فقرہ حسبنا کتاب اللہ کو لیتے ہیں معلوم نہیں کس گھڑی سے یہ فقرہ منہ سے نکلا تھا کہ کارکنان قضا و قدر کو بھی ضد ہوگئی کہ اس کی تکذیب و تردید کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس تکذیب کی ابتدا خود اس قول کے کہنے والے کے طرز عمل سے ہوتی ہے۔ جناب رسول خدا کا انتقال ہوتا ہے۔ حضرت عمر آپ کی میت کو پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت انکے منصوبوں کے رکن ثانی حضرت ابوبکر موجود نہ تھے۔ آپ فوراً قرآن شریف کو طاق نسیان پر رکھکر کسی مصلحت کے ماتحت فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے تو رحلت نہیں فرمائی۔ وہ مرنیوالے نہیں ہیں

ضرت نے انتقال فرمایا تو میں اُس کی گردن اڑا دونگا۔ تلوار کے زور سے کی پالیسی جو آپ نے اپنے حکومت کے سارے زمانہ میں جاری رکھی تھی۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اب اس اخفائے حال کی ضرورت قرآن شریف کی آیت یاد آگئی اور تسلیم کرلیا کہ واقعی محمد بھی دیگر رسولوں کی فرما گئے۔ آگے چلو۔ تجہیز و تکفین رسول کی طرف سے اعراض کرکے خلافت جو میں حضرت ابوبکر کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچتے ہیں کیونکہ ہدایت امت کے لئے ایک راہنما و جانشین رسول کی سخت ضرورت ہے۔ ایسی سخت کہ اُسکے آگے تجہیز و تکفین رسول بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ دیکھئے کس طرح خود ہی اپنے اس قول حسبنا کتاب اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ جب رسول نے فرمایا تھا کہ کاغذ و دوات لاؤ میں ہادی امت و جانشین رسول کا نام لکھکر امت کو اُس کی اطاعت کی تحریری وصیت لکھدوں تو یہ فرمایا کہ یہ تو ہذیان ہے۔ اب کسی ہادی کی ضرورت ہی کیا ہے حسبنا کتاب اللہ۔ اب کیوں اس ہادی کی ایسی ضرورت محسوس ہوئی۔ جناب رسول خدا کی مخالفت میں تو کہدیا کہ حسبنا کتاب اللہ جانتے تھے کہ رسول تو علی کو مقرر کرینگے اور یہ منظور نہ تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی محفل میں نہ کہا کہ خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ حسبنا کتاب اللہ۔ وجہ یہ ہے کہ جانتے تھے کہ یہاں ہم اپنے آدمی کو کرا لینگے۔ آگے چلئے۔ وہاں اتنی بحثیں ہوئیں۔ اپنے اپنے حقوق جتائے گئے۔ یہ کیوں نہ کہا کہ آؤ ہم سب ملکر کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اُس میں اِس کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے۔ اور اُس کے مطابق کس کو خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے۔ نصب خلیفہ ہدایتِ امت کی شرط اول ہے۔ قرآن شریف کا دعوی ہے کہ مجھ میں ہر ایک ضروری شے موجود ہے۔ قرآن شریف نے کیا بتایا اور کیا ہدایت کی اگر یہی نہ بتایا کہ جناب پیغمبر آخرالزمان کے بعد منبع ہدایت کون ہوگا اُنکا جانشین اور والیٔ امور مسلمین اُن کے بعد کون ہونا چاہیئے۔ اگر حسبنا کتاب اللہ سچے دل سے کہا تھا تو اس خلیفہ و حاکم کے تعین کے لئے کیوں نہ قرآن شریف کی طرف رجوع کیا گیا۔ اور اُس کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی تجویز کیوں مناسب سمجھی گئی

جواب صاف ہے۔ قولِ رسول سے اس وجہ سے اعتراض کیا کہ جانتے تھے کہ وہ علی کو مقرر قرآن سے اس وجہ سے اعتراض کیا کہ اس سے بھی علی ہی کی خلافت نکلتی ہے۔ قرآن کیطرف گئے اور وہاں بھی قرآن کا ذکر نہیں رسول خدا ہی کا قول پیش کرتے ہیں کہ الائمہ قول کی تو مخالفت کیجاتی ہے یہ کہکر کہ حسبنا کتاب اللہ۔ ویسے ہی دوسرے قول انحصار کیا جاتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا ذکر تک نہیں۔ حضرت ابوبکر کا وقت پورا ہوتا جانشینی کا نوشتہ حضرت عمر کے حق میں لکھتے ہیں۔ اسوقت حضرت عمر نہیں فرماتے اس نوشتہ کی ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ۔ اس وقت تو اس نوشتہ کو ساتھ لیکر لوگوں میں پڑھواتے پھرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ سنو خلیفۂ رسول نے کیا لکھا ہے اسکی اطاعت کرو۔ اور درۂ عمری لوگوں کو ڈرانے کیلئے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کنز العمال علی منتقی الجزء الثالث ص۱۴۵ حدیث ۲۳۶۴ و ص۱۴۱ حدیث ۲۳۴۱ اور خود حضرت عمر اپنے جانشین کے تقرر کے لئے ایک انوکھی مجلس شوریٰ قائم کرتے ہیں حسبنا کتاب اللہ کہنے والا ممبران شوریٰ کو ہر ایک قسم کی ہدایت دیتا ہے۔ یہاں تک کہتا ہے کہ تم سب اس طرف ہونا جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں لیکن یہ نہیں کہتا کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا اور تم سب اس طرف ہونا جدھر کتاب اللہ ہو۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس سے بھی زیادہ کوئی اور موثر طریقہ اس مشہور قول عمر کی تردید و تکذیب کا ہو سکتا تھا۔

دربارِ خلافت قائم ہوتا ہے۔ اور اس میں پہلا مقدمہ دخترِ رسول کی طرف سے اپنے باپ کی طلب میراث کیلئے جانشین رسول کے سامنے دائر ہوتا ہے۔ آپ خود تشریف لاتی ہیں اور اپنے دعوے کی بنا قرآن شریف پر رکھکر فرماتی ہیں۔ کہ اس میں احکام میراث عام ہیں۔ انبیاء مستثنےٰ نہیں۔ اور اس ہی قرآن سے ان انبیاء کا ذکر سناتی ہیں۔ جن کے صلبی وارثوں نے انکا ورثہ پایا تھا۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے اور سننے والے سب موجود ہیں لیکن خاموش ہیں۔ کتاب اللہ تو کافی ہے! اب کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ کیا بری طرح خود اس فقرہ کی مٹی خراب کرتے ہیں۔

فدک واپس نہ کیا جاوے لیکن قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دعویٰ
نفی ہے مجبوراً دردیدہ و دانستہ کتاب اللہ سے اعراض کرکے اُس
قول کی طرف پناہ لی جاتی ہے کہ جس رسول کو ہدایت نامہ لکھنے سے یہ کہکر
بے کسی حکم و قول کی ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ۔ جناب فاطمہ علیہا
نے رنج ہوا سمجھ گئیں کہ ارکان حکومت نہ تو قرآن شریف کی پیروی کرنا چاہتے
ہیں نہ قول رسول سے ہدایت لینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اپنا دنیاوی
فائدہ دیکھتے ہیں وہی بات کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لہذا جب تک زندہ رہیں اُن
دونوں سے غضبناک رہیں اور گفتگو تک نہ کی۔ اس قضیہ کی تفصیل باب نہم میں ملاحظہ
ان دونوں اعتقادات کی آپس میں مطابقت تو کرو۔ ایک طرف تو یہ اعتقاد
ہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دوسری طرف ایمان یہ ہے کہ تقرر خلیفہ کے لئے کوئی نص
قرآنی نہیں۔ کیا خلافت و ولایت امور مسلمین ایسی غیر ضروری اور کم اہمیت والی
شئے تھی کہ جس کا ذکر کتاب اللہ میں ضروری نہ سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے فقرہ حسبنا
کتاب اللہ عقل کی کسوٹی پر کبھی پورا نہیں اُترتا۔ جہاں تک اعتقادیات کا تعلق ہے
وہ واقعی کافی ہے لیکن انسانی طرز عمل محض کتاب پڑھنے سے قائم نہیں ہوسکتا۔
یہ تو کامل انسان کو عمل کرتے ہوئے دیکھکر پیدا ہوتا ہے۔ مذہب کے دو ارکان ہوتے
ہیں۔ اعتقاد اور عمل۔ اعتقادیات کیلئے قرآن کریم کافی ہے عمل کیلئے ہادی کی ضرورت
ہے۔ اسکا تذکرہ تفصیل سے ہم نے اس کتاب کے باب ششم میں کیا ہے۔
واقعات نے ثابت کردیا کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ محض غلط ہی۔ اگر اس کے
وہ معنی لئے جائیں جو حضرت عمر نے اس فقرہ کو تصنیف کرتے وقت اپنے ذہن میں رکھے تھے
یعنی یہ کہ اس کی موجودگی میں کسی ہادی و عالم علم قرآن کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت
کی رحلت کے وقت ہی اس دعوے کو زیر عمل دیکھ لیا۔ خود حضرت عمر نے امور مہمہ میں اسکی
طرف رجوع نہیں کیا۔ اگر آگے چل کر بھی دعوے حسبنا کتاب اللہ کو زیر عمل دیکھنا ہے تو
حضرت عثمان کے محصور و قتل ہونے میں دیکھو۔ محاربات جمل و صفین میں دیکھو کعبے کے

منہدم ہوتے نہیں دیکھو۔ کربلا کے مظالم میں دیکھو۔ حسبنا کتاب
والی امت کو اپنے محسن اعظم کے احسانوں کا بدلہ انکے پیار۔
کی صورت میں آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا
عملی تفسیر کرتے ہوئے دیکھو۔ ان واقعات نے حضرت عمرؓ کے
کھول کر رکھدی۔ تمام صحابہ رسول پر ایمان رکھنا اور انکو ہرایک
عقیدتمندی کی آخری انتہا ہے لیکن اگر عقیدتمندی کی پشت پر وا
نہیں ہے تو پھر وہ کس کام کی۔ اگر صرف عقیدتمندی ہی قابل فخر ہے تو
لائق صدگونہ ستائش ہے۔ جو پتھر کے آگے سجدہ کراتی ہے اور سورج کی کرنوں
ہاتھ بندھوا تی ہے۔ غور کرنے والی بات ہے۔ کیا وجہ تھی کہ ابھی جناب رسول خدا
آخری سانس باقی ہی تھا کہ ان بدنما واقعات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور برابر
جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نظام اسلام جس کو آنحضرت نے اتنی جدوجہد
سے قائم کیا تھا منہدم ہو جاتا ہے۔ وجہ صرف ایک تھی۔ وہ یہ کہ امت نے جناب رسول
خدا کی وصیت آخری پر عمل نہ کیا۔ اور اُن کی عترت کا دامن نہ پکڑا۔ امت اسلامیہ
کو ایک مغالطہ عظیم میں ڈالدیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے اصلی حاکم و والی کو
شناخت نہ کرسکی۔ ایسا حاکم و والی جو معصیت سے پاک ہو اور جس کے اوامر و نواہی
ایسے ہی صحیح و مطابق قرآن کے ہوں جیسے کہ جناب رسول خدا کے تھے۔ تاکہ اُن کے
ہرایک حکم کی اطاعت کیجا سکے اور آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ
وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ پر عمل ہو سکے۔ اس آیت کے غلط معنی سمجھنے
ہی کا نتیجہ سانحہ کربلا ہے۔ یزیدی مسلمانوں نے سمجھا کہ جو شخص حکومت حاصل کر سکے وہی
صاحب امر ہے اور اُس کی اطاعت واجب و لازم ہے۔ لہذا یزید واجب الاطاعت
اور حسین نواسۂ رسول باغی جس کو قتل کرکے وہ ثواب کے متمنی تھے کہتے تھے کہ حسین کو نماز
عصر سے پہلے قتل کردو تاکہ نماز عصر قضا نہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآن کریم کی تفسیر بغیر ہادی
کے۔ اولوالامر کے متعلق ان یزیدیوں کا اعتقاد عقل سلیم اور قرآن کریم کے تو مخالف ضرور

اعدہ والوں کے عین مطابق تھا۔ اگر صاحبانِ امر سقیفہ بنی ساعدہ
.لیا وجہ کہ وہ دمشق میں نہ تیار ہو سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اصلی ہادی
.بلہ وہ نقلی ہادیوں کے ساتھ مخلوط کر دئے گئے تھے۔ اور حسبنا کتاب اللہ
ہوکر تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ یہ تہتر فرقے کیوں ہوئے صرف ہادیٔ
ربرحق کی تلاش میں۔ ہر ایک کا زعم ہے کہ جس کو میں ہادی سمجھتا ہوں وہ
کا ہادیٔ برحق ہے۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اسحاقیہ، یزیدیہ، اسمٰعیلیہ
یہ۔ ضحاکیہ، عبیدیہ، اصفریہ، حفصیہ، حارثیہ، جنابیہ، غیلانیہ، شمریہ، شبیہیہ، معاذیہ
صالحیہ، جسانیہ، وغیرہ وغیرہ سب فرقے جیسا کہ اُنکے ناموں سے ظاہر ہے اُن آدمیوں کیطرف
منسوب ہیں جنکو وہ اپنا ہادی و رہبر سمجھتے تھے۔ ہادی کی ضرورت ہر زمانہ میں محسوس
ہوتی رہی۔ کوئی ایک اصلی ہادی نظر نہ آیا۔ جس کو ذرا دوسروں سے زیادہ سرگرم پایا۔
اُسی پر ہادی کا گمان ہونے لگا۔ مسلمانوں کی اس حالت کو غالب مرحوم نے اپنے
انداز میں خوب بیان کیا ہے ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کیساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہم نے جماعت حکومت کے ایک نامور مناظر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب
میں لکھا دیکھا کہ حضرت عمر نے کمال رافت و محبت و شفقت کی وجہ سے آنحضرت
کو وصیت لکھنے کی تکلیف سے بچا لیا۔ ایسے بڑے عالم کی یہ بحث اُن کی مجبوری و کمزوری
کی صاف دلیل ہے۔ واقعی فقرہ ان الرجل لیھجر کے ایک ایک حرف سے محبت و
رافت و الفت ٹپکتی ہے۔ اس عالم مرض میں اس محبت آمیز فقرہ سے جناب رسول خدا
بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے بھی نہایت محبت و الفت سے فرمایا کہ میرے پاس سے
دور ہو۔ پیغمبروں کے پاس یہ تنازعہ نازیبا ہے۔ جن ازواج مطہرات نے کہا کہ دوات
قلم و کاغذ آنحضرت کے خدمت میں حاضر کرو۔ اُن کو حضرت عمر نے تِصواحبات یوسف
یعنی گمراہ کرنے والی کہا لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تم سے بہتر ہیں۔ واہ واہ۔ کیا
کہنے۔ خوب محبت و الفت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ یہی حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بعد

دوست تھے۔ اُن کو اس تکلیف سے کیوں نہ بچایا۔ وہ تو بیہوشی ہو کراتے رہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ آنحضرت۔

مَاتَ وَ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

اور اس وجہ سے بھی غلط ہے۔

حضرت عمر نے تو کہدیا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ خود کتاب اللہ کیا کہتی ہے۔ ہم یہاں صرف تین آیتیں نقل کرتے ہیں جن کے محض اردو ترجمہ سے معلوم ہو جائیگی۔

(۱) يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا۔ (پارہ ۱ سورۃ البقر ع ۳)

(۲) وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

(۳) فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء)

یعنی (۱) اس قرآن ہی سے خدا تعالیٰ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ گمراہ تو اُن کو کرتا ہے جو مفسد ہوتے ہیں اور خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۲) قرآن شریف میں متشابہات آیات بھی ہیں اور محکمات بھی ہیں۔ منافقین اُن متشابہات کی تاویل فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے غلط اور اپنے دل سے کرتے ہیں درانحالیکہ اُن کی صحیح تاویل سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۳) جہاں جہاں تم صحیح معانی و مطالب قرآن شریف کے نہ سمجھو تو اُنکو اہل الذکر سے پوچھو۔

فصل ۱۵

جناب رسول خدا کی علی مرتضیٰ سے رازگوئی بحکم خداوندی۔

ہمیشہ امور رسالت و ریاست میں چند راز ہائے سربستہ ہوا کرتے ہیں جو عوام الناس سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن خلیفہ و جانشین سے اُن راز ہائے سربستہ کا ذکر نہایت ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ بھی امور مہمہ کو اسی نہج پر چلائے جس طرح وہ پہلے ہوتے آئے ہیں چنانچہ جناب رسول خدا علی مرتضیٰ سے اکثر راز کی باتیں تخلیہ میں بحکم خداوندی بیان کیا کرتے

ں کو اُس پر حسد ہوا کرتا تھا۔ اور وہ اعتراض کیا کرتے تھے۔

ترمذی عن جابر قال
ا اللہ صلعم علیا یوم
وانتجاہ فقال الناس لقد
نجواہ مع ابن عمہ
ں رسول اللہ صلعم ما
انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ۔
صحیح ترمذی۔

ترمذی نے جابر سے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانہ میں جناب رسول خدا نے حضرت علی کو بلا کر تخلیہ میں بصیغہ راز سرگوشی فرمائی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیغمبر صلعم نے بہت دیر تک اپنے ابن عم سے راز کی گفتگو کی۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ علی سے میں نے راز کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ خدا نے کی ہیں۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمۃ باب الثانی ص ۲۵

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چہارم ص ۶۹۵۔

اس حدیث کو نسائی نے خصائص میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے بھی مروی ہے۔

عن انس قال دعا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف
فانتجاہ طویلاً فقال الناس لقد
طال نجواہ مع ابن عمہ قال
فذکرہ من حسد علیا فقد
حسدنی ومن حسدنی فقد
کفر۔
اخرجہ ابن مردویہ۔

ابن مردویہ نے انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے طائف کے روز جناب علی مرتضیٰ کو بلا کر دیر تک راز کی گفتگو کی لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے ابن عم سے بڑی طویل سرگوشی فرمائی۔ جب اس کا چرچا آنحضرت تک پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۵

تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے۔

"آن حضرت شاہ ولایت منقبت اطلب داشت و مدتے ممتد با آنجناب راز گفت۔

اسرار درمیان نہادہ ایں معنی موجب تعجب اصحاب گشت و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ با حضرت رسالت گفت یا رسول بے حضور ما با ابن عم خویش خلوت گزیدہ راز میگوئی۔ فقال یا عمر ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنی بنا بر اقتضاے رائے خود با او راز نہ گفتم بلکہ

بفرمانِ دانائے رازِ نہاں کشادم بایں راز با او زباں"

حبیب السیر جلد اول جزو سیوم ص ۶۶

ترجمہ:۔ "جناب رسول خدا نے علی مرتضیٰ کو طلب کیا اور بہت دیر تک اُنسے خلوت میں راز کی باتیں کرتے رہے۔ یہ امر صحابہ کے لئے تعجب کا باعث ہوا حضرت عمر نے آنحضرت سے شکایت کی یا رسول اللہ آپ ہم سے علیحدہ اپنے ابن عم سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اپنی رائے سے اس سے راز کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے یہ راز کی باتیں اس سے کی ہیں"۔

تعجب کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ حسد کی وجہ سے یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ اپنے مذہب سے مجبور ہو کر صاحب حبیب السیر نے تعجب کا لفظ لکھا ہے۔ ورنہ دیگر کتب کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت نے اس کو حسد پر محمول کیا اور نیز حضرت عمر کے فقرے حسد کا آئینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو آپ نے پوچھا تک نہیں لیکن اپنے ابن عم سے راز کی باتیں اتنے عرصہ تک کرتے رہے۔ ابن عم کا لفظ ان روایات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں یہ اعتراض مضمر ہے کہ آپ اتنی مہربانیاں علی پر محض اپنے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب یازدہم۔ در بیان وقائع سال ہشتم از ہجرت ص ۱۲۰۔ اسمیں بھی یہی تحریر ہے کہ معترض حضرت عمر تھے محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں ولکن اللہ انتجاہ کے معنے اس طرح لکھتے ہیں:۔

یعنے خدائے تعالیٰ امر کردہ است مرا کہ راز گویم با وے پس راز گفتم بجہت فرمان برداری کردن امر حق تعالیٰ را۔ تو اند کہ معنی آں باشد کہ من ابتداے راز گفتن با وے نکردہ ام ولیکن خدائے تعالیٰ راز میگوید با وے و القائے اسرار میکند در دل وے

من تیز ساز میگویم با وے از جہت موافقت و متابعت فعل الٰہی۔

ب رسول خدا کی حیات کے آخری لمحوں میں حضرت علی ہی اُنکے پاس تھے اور
مبارک آغوش علی میں تھا کہ آنحضرت نے رحلت فرمائی۔ جماعت حکومت نے
۔ اُن سے لے کر حضرت عائشہ کو دیں اور احادیث و روایات وضع کیگئیں
شہ کی زبانی کہ آنحضرت کا سر مبارک بوقت وفات میری گود میں تھا۔ آخر کار
ن کتابوں سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ والی روایت بناوٹی ہے۔ در اصل
ضرت نے رحلت کی درانحالیکہ آپ کا سر مبارک علی کی آغوش میں تھا مدارج النبوۃ میں ہے۔

"جناب رسالتمآب در وقت احتضار با فاطمہ فرمود کہ پسران انت را پیش آر۔ فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بہ نزدیک آں سرور آورد۔ سلام کردند و در برابر جد بزرگوار نشستند چوں اورا بآں حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چناں زار بگریستند کہ از گریہ ایشاں ہر کہ در آں خانہ بود بگریست۔ آنحضرت علیہ السلام ایشاں را بوسید و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشاں صحابہ و تمام امت را وصیت فرمود (الی ان قال) بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید۔ علی بیامد و بر بالین آنحضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوئے خویش نہاد آنحضرت فرمود۔ اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ انرا برائے تجہیز جیش اسامہ بقرض گرفتہ بودم۔ زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی تو اول کسی خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا را اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی . علی رضی اللہ عنہ گوید کہ حضرت با من سخن میگفت و آب دہن وے بمن میرسید۔ پس حال بنوے متغیر شد و زنان از بس پردہ بے طاقتی بنمودند۔ . سابقاً گذشت کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فخر میکردے کہ قبض روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کنار من شدہ است و ایں حدیث را محدثاں تصحیح نمودہ اند۔ و در اینجا روایتی می آرند کہ سر مبارک آنحضرت آخر وقت در کنار علی رضی اللہ عنہ بود کہ حاکم و ابن سعد از طرق متعددہ آوردہ اند و از بیانے کہ کردہ شد ظاہر گشت کہ علی رضی اللہ عنہ آمد و بر بالین آنحضرت نشست و سر مبارک آنحضرت بر بازوئے خود نہاد

ظاہر میشود کہ آخر عہد ہمیں است"۔

عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۵ء۔ جلد دوئم ص۵۵۴ و ص۵۵۵۔

ملا معین: مدارج النبوۃ۔ رکن چہارم باب چہاردہم فصل سوئم ص۲۳۵

روی ابن سعد فی الطبقات عن علی بن حسین قال قبض رسول اللہ وراسہ فی حجر علی وفیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سألت ابن عباس ارأیت رسول اللہ توفی ورسول اللہ وراسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی قلت فان عروہ حدثنی عن عائشۃ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری ونحری فقال ابن عباس تعقل واللہ لتوفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی وھو الذی اغسلہ

ابن سعد نے طبقات میں علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسالتمآبؐ نے وفات پائی آنحضرت کا سر حضرت علی کی آغوش میں تھا نیز کتاب مذکور میں ابی غطفان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ کا سر مبارک وقت وفات کس کی گود میں تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابی طالب کے سینے سے لگا ہوا تھا میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو آنحضرت ان کی گود میں تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ تم کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ علی کے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علی ہی نے آنحضرت کو غسل بھی دیا۔

طبقات ابن سعد ق۲ ج۲ ص۵۱ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۶۔

فخرالدین رازی و دارقطنی تحریر کرتے ہیں:۔

عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الموت قال ادعوا الی حبیبی فدعوت

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا۔ وہ جب آگئے تو حضرت نے سر اٹھا کر

فنظر اليه ثم	دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا۔ اور پھر فرمایا کہ میرے
فقال ادعوا لي	حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے عمر کو بلوالیا۔
وت له عمرًا	آپ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ
ثم وضع رأسه فقال	لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب میں نے
حبيبي فقلت ويلكم	لوگوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے۔ علی کو بلاؤ۔ کیونکہ حضرت
له علي ابن ابي طالب	علی کے علاوہ اور کسی کو آپ نہیں بلانا چاہتے۔ جب
والله ما يريد غيره فلما	علی آئے اور رسول خدا نے انکو دیکھا تو وہ کپڑا جو
راه اخرجه الثوب الذي	آپ اوڑھے ہوئے تھے آپ نے اٹھا لیا اور علی کو
كان عليه ثم ادخله فيه	اسمیں داخل کر لیا۔ اور علی کو اپنے سینے سے لگائے
فلم يزل لمحتضنه حتى قبض	رہے یہانتک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اسوقت
ويده عليه.	بھی آپ کا ہاتھ علی کے اوپر تھا۔

عبیدہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۶ طبرانی: معجم الکبیر۔

عن سلمان الفارسي قال قال رسول	سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب
الله صلى الله عليه وسلم علي ابن ابي طالب	رسول خدا نے کہ علی بن ابی طالب میرے
صاحب سري۔ اخرجه الترمذي۔	رازونکا رکھنے والا ہے اور انکا امانتدار ہے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۳

عن ام المومنين ام سلمة رضي الله	جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت
عنها وكان الطف نساء النبي صلى	کی تمام ازواج سے آنحضرت کے ساتھ زیادہ
الله عليه وسلم واشدهن له حبا و	محبت رکھتی تھیں۔ روایت کرتی ہیں کہ اُن کا
كان لها مولى قد رباها وكان	ایک غلام تھا جس نے انکو پالا تھا۔ وہ ہر نماز
يصلي صلوة الا سب عليا فقالت	کے بعد جناب امیر کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک روز
يا ابت ما حملك على ان تسب عليا	میں نے اُس سے کہا کہ اے ابا تم علی کو کیوں
قال لانه قتل عثمان وشرك	برا کہا کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ علی نے عثمان

فی دمہ قالت اما انک لمولائی و دینی
وانک عندی بمنزلۃ والدی ما
حدثتک بسر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ولکن اجلس حتی
احدثک عن علی وما رایتہ اقبل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
کان یومی وانما کان نصیبی
فی تسعۃ ایام واحد فدخل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو
محلل اصابعہ فی اصابع
علی فقال یا ام سلمہ اخرجی
من البیت واخلیہ لنا فخرجت
واقبلا یتناجیان فاسمع
الکلام ولا ادری ما یقولان
حتی اذا قلت قد انتصف النھار
واقبلت فقلت السلام علیک یا
رسول اللہ فقال لا تلجی وارجعی
مکانک ثم تناجیا طویلا حتی
قام الظھر فقلت قد ذھب
یومی وشغلہ علی فاقبلت امشی
ووقفت علی الباب فقلت
السلام علیکم الج فقال لا
تلجی فرجعت وجلست مکانی

کے قتل میں شریک نہ
فرمایا کہ اگر تو میرا
نہ ہوتا تو میں ت
سے کبھی خبردار نہ
تجھ کو آنحضرت کے
ہوں جس کو میں نے آنکھ
باری والے دن جناب رسو
گھر میں علی کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف
علی کے پنجہ میں پنجہ ڈالے ہوئے تھے میری باری
نو میں دن آتی تھی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو مجھ
سے ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ تم حجرہ خالی کر کے
باہر چلی جاؤ۔ میں باہر ہو گئی۔ اور دونوں صاحبان
سرگوشی کرتے ہوئے داخل ہوئے مجھے انکی آواز
سنائی دیتی تھی لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ
کیا باتیں کر رہے ہیں۔ یہانتک کہ دوپہر ہو گئی۔
میں نے بڑھکر السلام علیک کہا۔ اور عرض کی
کہ کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت ہے۔ آنحضرت
نے فرمایا کہ اندر مت آنا اور اپنی جگہ بیٹھی رہو
پھر آنحضرت حضرت علی سے دیر تک سرگوشی کرتے
رہے۔ یہانتک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے
اپنے دل میں خیال کیا کہ میری باری کا دن تو چلا
گیا۔ علی نے آنحضرت کو باتوں میں لگا رکھا ہے
میں نے دروازے پر جا کر سلام علیک کہا اور

الت الشمس الا
ہلوۃ لیذ ہب
طول عنہ اقبلت
ت علی الباب فقلت
یکم الج فقال نعم
، دعلی واضع یدیہ علی
بت قد ادناناہ اذن النبی صلی
صلی اللہ علیہ وسلم وفم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم علی اذن
علی یتسایران وعلی یقول انا
مضی وافعل والنبی صلی اللہ
علیہ یقول تعرف خلت وعلی
معرض وجھہ حتی دخلت و
خرج فاخذ نی النبی صلی اللہ
واقعد نی فی حجرہ فالتزمنی
واصاب منی مایصیب الرجل
من اھلہ من اللطف والاعتذار
ثم قال یا ام سلمہ لاتلومینی فان
جبرئیل اتانی من عند اللہ یامر ان
اوصی بہ علیاً من بعدی وکنت بین
جبرئیل وعلی وجبرئیل عن یمینی وعلی
شمالی فامر نی جبرئیل ان امر علیاً بما ھو
کائن من بعدی الی یوم القیامۃ فاعذرنی

اندر داخل ہونیکی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا
اندر مت آنا۔ میں پھر ہٹکر اپنے مقام پر آبیٹھی۔ جب
آفتاب ڈوبنے لگا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب
حضرت نماز کیلئے باہر تشریف لیجائینگے اور یہ دن
یونہی نکلجائیگا۔ میں نے اُس دن سے زیادہ طولانی
اور کوئی دن نہیں دیکھا تھا۔ میں نے بڑھکر سلام
کیا اور داخل ہونیکی اجازت مانگی۔ حضرت نے فرمایا
ہاں اندر آجاؤ۔ میں حجرہ میں گئی۔ میں نے علی کو
دیکھا کہ آنحضرت کے زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں
اور علی کے کان پر جناب رسولخدا کا منہ تھا۔
باتیں کر رہے تھے۔ اور علی کہہ رہے تھے کہ میں اسی
طرح کرونگا۔ جب میں اندر گئی تو جناب علی منہ
پھیر کر باہر چلے گئے۔ حضرت نے مجھے اپنے پہلو
میں بٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور جو کچھ کہ مرد
اپنی اہلیہ سے کرتا ہے وہ کیا۔ اور نہایت مہربانی
سے فرمایا اے ام سلمہ تم مجھے ملامت نہ کرنا پروردگار
کی طرف سے جبرئیل آئے ہوئے تھے اور یہ حکم لائے
تھے کہ میں علی کو اپنے پیچھے وصیت کرجاؤں۔ میں
علی و جبرئیل کے درمیان واسطہ تھا۔ جبرئیل میرے
داہنے جانب اور علی بائیں جانب تھے۔ جبرئیل نے
مجھ سے کہا کہ میں علی کو اُن تمام امور سے آگاہ کردوں
جو میرے بعد قیامت تک ہونیوالے ہیں۔ اے
ام سلمہ، تم مجھے معذور رکھو۔ خدا نے ہر امت

ولاتلومینی ان الله اختار من کل امة نبیاً ولکل نبی وصیاً وانا نبی هذه الامة وعلی وصیی فی عترتی اهل بیتی وامتی من بعدی فهذا اما تهددت من علی الان یا ابتاه فسبه او تدعه فاقبل ابوها یناجی اللیل والنهار اللهم اغفر لی ما جهلت من امر علی فان ولیی ولی علی وعدوی عدو علی فتاب المولی توبة نصوحاً واقبل فی ما بقی من دهره یدعوا الله تعالی ان یغفر له. اخرجه الخوارزمی.

کے لئے ایک نبی و وصی ہوتا چلا آیا۔ اور علی میرے بعد امت میں میرا وصی ہے یہ امر علی کا ہی جسکی کریں اب تم خواہ علی کو برا کہو، خواہ ! اُس نے علی کو برا کہنا چھوڑ دیا اور شب و روز دعا کرنے لگا کہ الٰہی مجھے معاف جو کچھ کہ علی کے حق میں میں نے جہالت سے کہا ہے خدایا علی کا دوست میرا دوست ہے۔ علی کا دشمن میرا دشمن ہے پس اُس غلام نے خدا کی جناب میں صالح و صحیح توبہ کی اور اپنی باقی زندگی میں استغفار کرتا رہا۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۶۹۳ و ص۶۹۲۔

عن ام سلمة قالت والذی تحلفت به ام سلمة ان اقرب الناس عهداً برسول الله علی قالت لما کان غداة قبض رسول الله فارسل الیه رسول الله صلعم قالت واظنه کان بعثه فی حاجة فجعل یقول جاء علی ثلاث مرات فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا ان له الیه حاجة فخرجنا من البیت وکنا عند رسول الله صلعم یومئذ فی بیت عائشة

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا بوقت وفات آنحضرت سے قریب ترین مردم علی ابن ابی طالب تھے جس دن آنحضرت کا انتقال ہوا اسکی صبح کو آپ نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ میرا خیال ہے کہ علی کو آپ نے کسی کام کیلئے باہر بھیجا تھا۔ آپ نے تین دفعہ پوچھا کہ کیا علی آگئے۔ اتنے میں قبل طلوع شمس علی آگئے یہ خیال کرکے کہ شاید علی سے رسول اللہ کو کوئی خاص کام ہے ہم سب باہر چلے گئے اس دن ہم خانہ عائشہ میں تھے۔ میں نکلنے والوں میں سب سے آخر تھی۔ اور میں پردہ کے پاس ہی بیٹھ گئی ان سب سے زیادہ میں دروازہ کے نزدیک تھی۔

ر من خـرج من	میں نے دیکھا کہ علی نے اپنا سر جناب رسول خدا کی
بلسمت من وراء الحجاب	جانب جھکایا۔ اور آنحضرت علی سے بصیغۂ راز
ثم الی الباب فاکب علیہ	سرگوشی کرتے رہے پس علی ہی وہ شخص ہیں جو رسول
خیر الناس بہ عہدا فجعل	مقبول کے پاس سب سے آخر تک رہے پس آنحضرت
یناجیہ ثم قبض صلعم۔	نے علی سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی

مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۹ نسائی: خصائص علویہ۔

حضرت عمر کو بھی اسکا اعتراف ہے چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں:۔

از جابر بن عبداللہ شیرازی منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار نزد وے آمد و گفت یا امیرالمومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ بآں تکلم نمود چہ بود۔ عمر گفت از علی بپرسید امیر فرمود الصلوۃ الصلوۃ۔

یہ ایک ایسا اعزاز خاص تھا کہ خود حضرت علی نے اس پر احتجاج فرمایا ہے چنانچہ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں:۔

عن ابی الطفیل قال کنت علی	ابوالطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شوریٰ
الباب یوم الشوریٰ فارتفعت	کے دن دروازے کے اوپر بیٹھا تھا اتنے میں
الاصوات فسمعت علیاً یقول	لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علی کو
بایعَ الناس أبا بکر	کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی
فانا واللہ باولیٰ منہ واحق	حالانکہ قسم بخدا امر خلافت میں میں انسے اولیٰ اور
بہ فسمعت واطعت مخافۃ	مستحق تر تھا پس میں نے سنا اور خاموش رہا کہ
ان یرجع الناس کفاراً۔	مبادا لوگ کافر ہو جائیں۔ کیا تمہارے درمیان
فیکم احدی اخر عہدہ	میرے سوا کوئی اور ایسا ہے جو سب سے آخر تک
برسول اللہ حین وضعتہ فی حفرتہ غیری	آنحضرت کے ساتھ رہا ہو اور جس نے انکو قبر میں اتارا ہو

یہ امر مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ جناب رسول خدا کو آخری غسل جناب امیر نے دیا۔

اور قبر میں اُتارا۔

تاریخ الخمیس الجزو الثانی صفحہ ۱۸۹ و صفحہ ۱۹۰۔

ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب۔ الجزو الاول صفحہ ۴۷ ترجمہ علی بن ابی طالب

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث صفحہ ۲۰۵ و صفحہ ۲۰۴۔

ابن سعد: طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲ صفحہ ۶۱ و ۶۲ و ۶۷ و ۶۸۔

باب ہشتم

شاہدانِ استخلاف علی بن ابیطالب

(ب) اقوال رسول۔

یہ دعوے کہ آنحضرتؐ نے رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ ہی خلافت کا بھی اعلان فرمایا محتاج ثبوت نہیں ہے جس طرح بموجب حکم الٰہی وانذر عشیرتک الاقربین رسالت کی تبلیغ اور اس کا اعلان اپنے خاندان سے شروع کیا۔ اسی طرح خلافت کی تبلیغ اور اس کا اعلان اُس ہی وقت اور اُس ہی مقام سے شروع ہوا۔ آپ کے صدہا ایسے اقوال ہیں جن سے بغیر کسی شک وشبہ کے صاف عیاں ہے کہ آپ نے بحکم خداوندی حضرت علی کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرما کے بارہا اس کا اعلان فرمایا۔ ان احادیث کے مطالعہ سے ہم کو آنحضرت کی فراست و ذکاوت و آخر بینی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی اُس نبی مرسل کا یہی لب ولہجہ وطریقۂ گفتگو ہونا چاہیئے۔ جس کی صداقت ومتانت کلام پر مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے۔ نائب رسول کو رسول کے کام کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ لہذا نائب کا تقرر بھی اُسی بارگاہ سے ہوتا ہے کہ جہاں سے رسول مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ نے بھی اس امر میں پہلا یہ کام کیا کہ بارگاہ ایزدی میں التجا کی

دربار سے خلیفۂ ختم المرسلین مقرر فرمایا جائے۔ جب وہ دعا مقرون باجابت
پ نے اُس کا اعلان کرنا شروع کر دیا اور صاف الفاظ میں بغیر تاویل
ے فرما دیا کہ علی میرا وزیر و خلیفہ ہے اور اس امر رسالت میں میرا ہاتھ
ما ہے۔ پھر اس بات کو مختلف پیرایہ میں اس طرح بیان فرمایا کہ ایک
کا بار بار اعادہ نہ ہو لیکن مطلب وہی بیان ہو جائے۔ روزانہ یہی ایک
دہرائے جانا کہ علی میرا خلیفہ اور تمہارا حاکم ہے بلاغت و فصاحت کے
خلاف اور مصالح ملکی کے منافی تھا۔ علاوہ اس کے اگر ایک ہی بات بار بار
دوہرائی جائے تو پورانی ہو کر اس میں سے اثر جاتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ ہماری
خواہش کے خلاف ہے تو دل میں سرکشی و سرتابی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔
یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ تقرر جانشین ابتدائی رسالت ہی سے ضروری
ہوتا ہے۔ اُس کے لئے کئی وجوہات ہیں۔

اول۔ تو یہ کہ جانشین یا ولیعہد حکومت کو شروع ہی سے اس کے عہدہ کے
مطابق تعلیم و تربیت دیجاتی ہے تاکہ اسرار نبوت و رموز حکومت کا حامل ہو سکے
چنانچہ جناب رسول خدا نے شروع ہی سے حضرت علی کو تعلیم و تربیت کے لئے
اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

دوئم۔ آنحضرت کے جانشین کا آپ کے کام میں شریک ہونا ضروری تھا۔
یہی آپ کی دعا تھی۔ یہی طریقہ انبیائے سلف کا تھا اور اسی کی عقل مقتضی تھی۔
اس کو ہم ذرا تفصیل کے ساتھ حدیث انت تبرء ذمتی و انت خلیفتی یا علی
فی امتی کے ذیل میں بیان کرینگے۔

سوئم۔ اگر شروع رسالت اور ایام فقر و فاقہ و ایذا و تکلیف و صبر کے دوران
میں تعین خلیفہ نہ ہوتا تو آخر ایام میں کہ جب آپ کی حکومت وسیع و مستحکم ہو چکی تھی
اور فراوانی ہر قسم حاصل تھی اگر آنحضرت جناب امیر کا نام لیتے تو لوگ کہتے کہ دیکھو
اگر رسالت ایک امر مستقل و یقینی تھا تو شروع ہی سے تعین خلیفہ کیوں نہ ہوا اُسوقت

تو حضرت محمد صلعم خاموش رہے اور دیکھتے رہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھ کہ کامیابی حاصل ہوگئی ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ اس حکومت خاندان میں مستقل کردیں اور اب اپنے بھائی کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے

چہارم۔ یہ بھی دیکھنا اور دکھلانا مقصود تھا کہ ان ایام غربت و مصیبت میں کون اس بارگران کے سنبھالنے کیلئے لبیک کہتا ہے۔ ایام فتحمندی و کامرانی میں کہ جب ساری تکالیف ختم ہوجائینگی اور صرف حکومت وسلطنت ہی ہوگی ہر کس و ناکس اس کا امیدوار بنجائیگا۔

پنجم۔ ابتدائی رسالت میں جبکہ ظاہر بین نظروں میں مستقبل غیر یقینی تھا اور حکومت وسلطنت کی کوئی امید ہی نہ تھی۔ اپنا جانشین مقرر کرنا ایک پیشینگوئی تھی جسکی کامیابی نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ علاوہ اسکے ہر ایک عہدہ اپنے ساتھ ذمہ داریاں بھی لاتا ہے اور دونوں کے لئے یہ ذمہ داریاں محک امتحان ہوتی ہیں۔ عہدہ دار کے لئے بھی اور اس کیلئے بھی کہ جو اسکو منتخب کرتا ہے۔ اول الذکر کی لیاقت و قابلیت زیر امتحان ہوتی ہے۔ اور موخر الذکر کی نظر انتخاب۔ جناب رسول اکرم نے علی کو اس وقت خلیفہ مقرر کرکے کہ جب علی صرف چودہ برس کے بچے تھے۔ اور ابھی آپ کی قابلیت و شجاعت و ریاضت و عبادت وصبر و زہد و علم کے امتحان کا موقعہ ہی نہ آیا تھا اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل پیش کی تھی کہ اگر اس بچے نے اپنے تئیں اس عظیم الشان عہدہ کا اہل ثابت کر دیا پھر تو تم مان جاؤگے کہ میرا ہر فعل و قول خالق دانا و بینا و علیم و سمیع کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ زیرک سے زیرک اور دوربین انسان کو بھی کس طرح معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ چودہ برس کا بچہ ہر ایک جنگ عظیم میں سب سے آگے ہوگا۔ سن رسیدہ اور تجربہ کار اصحاب کرام تو عریش کے ساتھ لگے ہوئے مقام محفوظ میں ہونگے اور یہ بچہ جنگ بدر کے گھمسان میدان میں لڑتا ہوا نظر آئیگا۔ اور تو سب میدان احد میں جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائینگے لیکن یہ بچہ ثابت قدم رہیگا اور اپنی جان پر کھیل کر رسول خدا کو بچائیگا۔ خیبر میں ہر ایک مدعی خلافت ناکام واپس آئیگا۔

ثہ ومرحب جیسے جنگ آزما جوانوں کو قتل کرکے درِ خیبر کو اکھیڑ کر اپنی سپر
ب کو فتح کریگا۔ اس وقت کس کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ یہ لڑکا جس جنگ
یر فتح کے واپس نہ آئیگا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ جنگ احزاب میں او ربزرگ
وکے نعروں سے خود دہل جائینگے اور سارے لشکر کو اس کی بہادری
سلنے سُنا کر ڈرائینگے۔ اور یہ بچہ بلا خوف وخطر اور بغیر کسی تردد کے جائیگا۔ اور
یل نامی کو ایک وار میں واصل جہنم کردیگا۔ اور اس کی یہ ضرب قیامت تک
لی ثقلین کی عبادت سے عظیم تر ہوگی۔ کیا اُسوقت کوئی کہہ سکتا تھا کہ اس کی ذات
والاصفات ایسی ارفع واعلیٰ ہوگی کہ اُس کی تعریف میں تین ثلث قرآن نازل ہوگا
کیا کسی کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ باوجود اس شجاعت کے اس کا صبر بھی ایسا ہوگا
کہ لوگ اسے اُس کے حق سے محروم کرکے خلافت پر قبضہ کرینگے۔ اور یہ صرف
اس لئے کہ اگر تلوار چلی تو اسلام مٹ جائیگا۔ اسلام کی محبت کی وجہ سے صبر اختیار
کریگا۔ آنے والے واقعات نے بہت اچھی طرح واضح کردیا کہ یہ انتخاب صرف رسول
کا انتخاب نہ تھا بلکہ اس ذات علیم وعالم الغیب کا انتخاب تھا جس کی نظر کے آگے
مستقبل بھی حال ہے۔ ان وجوہات کو زیر نظر رکھتے ہوئے آپنے بحکم خداوندی وہ
عاقلانہ طریقہ اختیار کیا جس سے بہتر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ سب سے پہلے امر رسالت
کی تبلیغ خاندان بنی ہاشم سے بفحوائے وانذر عشیرتک الاقربین شروع ہوئی
اور اسیوقت صراحت سے رسالت کے ساتھ ساتھ خلافت کا بھی اعلان فرما دیا کہ
دیکھو میں نبی ہوں اور یہ علی میرا جانشین وخلیفہ ہوگا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ لوگوں کو
جائے اعتراض نہ باقی رہی۔ اول تو انہیں صلائے عام دی کہ ہے کوئی جو اس
امر رسالت میں میرا ہاتھ بٹائے۔ تین بار یہ صلائے عام جاری ہوئی اور تینوں دفعہ
سوائے علی کے کسی اور کو لبیک کہنے کی جراُت نہ ہوئی۔ اسپر آپنے اعلان فرمایا کہ یہ
علی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے۔ اور میرے ساتھ میرے کام میں شریک ہے۔ یہ شروع زمانۂ
رسالت تھا۔ لیکن آخر تک آپ نے اس اعلان کو برابر جاری رکھا۔ کبھی صراحت سے

کبھی کنایہ سے۔ اور اس طریقۂ اعلان کے ساتھ آپ نے ایک فرمایا جو بہت مؤثر تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو صفات نائب رسول میں ایک ایک کر کے کلھم حضرت علی کے لئے بیان فرمائیں۔ اور نہ کرا دیا کہ علی میں یہ صفات بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں۔ یہ طریقہ مسکت تھا عقل سلیم اور تاریخ انبیاء بتاتی ہے کہ ہر ایک نبی میں ہونی ضروری ہیں :-

(۱) قرب خداوندی (۲) معصومیت (۳) علم لدنی (۴) امت کے لوگوں سے بہتر و افضل ہونا (۵) کمال ایمان (۶) کمال زہد و ریاضت و عبادت (۷) شجاعت (۸) استعداد ہدایت و راہنمائی (۹) عدل و انصاف (۱۰) ایثار نفس (۱۱) صبر و حلم (۱۲) تسلیم و رضا (۱۳) عمر کے کسی حصہ میں سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنا (۱۴) تقرر منجانب اللہ۔

خلیفہ و نائب رسول کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان صفات میں رسول کے دوش بدوش ہو۔ جتنا اس سے قریب تر ہوگا۔ اتنا ہی جانشینی کا زیادہ اہل ہوگا۔ اب ہم اقوال رسول مقبول سے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے علی علیہ السلام میں ان صفات کے موجود ہونے کو کس مؤثر طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ احادیث رسول صلعم کو علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف عنوانوں کے اندر لانا مشکل ہے۔ کیونکہ ایک ہی حدیث کئی مضامین پر مشتمل ہوتی ہے۔ تاہم ان کو علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے ماتحت درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر بصورت مجبوری ایک حدیث دو دفعہ لکھی جائے تو اس تکرار کو ہمارے ناظرین معاف کریں۔

(۱) بارگاہ خداوندی میں جناب رسول مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے لئے۔

(۲) اعلان وزارت و خلافت و وصایت بالصراحت۔

(۳) اعلان اس امر کا کہ یہ تعین خلافت بالائے عرش بھی بحکم خداوندی ہوا ہے۔

(۴) رسول و خلیفۂ رسول کا آپس میں ایک ہی ہونا۔ ایک ہی نور کے دو بقعے۔ ایک ہی

ماخیں۔

ی میں اسم رسول واسم خلیفۂ رسول کی مقارنت۔

رسالت محمدیہ کی تصدیق و توثیق کا عہد انبیاء سے لیا گیا اُسی طرح اُن سے
ـ علویہ کا اقرار لیا گیا۔

ت کے اوپر جو فرائض جناب رسول خدا کے ہیں وہی فرائض علی مرتضیٰ کے ہیں
بناب رسول خدا اور علی مرتضےٰ کا ایک ہونا۔ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے۔

(۹) محبوب خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

(۹) حب علی وبغض علی (ب) قسیم النار والجنۃ	(۱۴) عبادت و ریاضت و ورع
(۱۰) علم	(۱۵) سبقت الی الاسلام علی نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا
(۱۱) عصمت و طہارت	(۱۶) شجاعت و نصرت اسلام
(۱۲) خطابات والقاب	(۱۷) ہدایت و رہنمائی خلق کی استعداد
(۱۳) کمالِ ایمان	(۱۸) عدل و انصاف۔

(۱) بارگاہ ایزدی میں جناب رسول مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے تقرر کے لئے

یقیناً یہ دعا دعوت ذی العشیرہ سے پہلے مانگی گئی۔ بلکہ جب نبوت کا بار آپ کے کندھے پر رکھا گیا اسوقت ہی مانگی گئی ہو گی۔ تب ہی تو دعوت ذی العشیرہ میں تبلیغ رسالت کے ساتھ خلافت و وزارت کا بھی اعلان کیا گیا جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں قرآن کے قصے بغیر مصلحت کے نہیں ہیں۔ دعائے موسوی کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ اسکی بھی مصلحت تھی۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ اس قسم کی دعا مانگنا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ضروری ہے۔ رسول خدا نے بھی اس دعا کو بار بار مانگا تاکہ امت کو بھی اُس کی اطلاع ہو جائے اور دعا کا بار بار مانگنا باعث خوشنودی خداوندی ہوتا ہے صحابہ و ازواج میں سے جس نے سنا اُس نے اور لوگوں کے سامنے بیان کیا اور اس طرح وہ دعا ہم تک پہنچی۔

عن اسماء بنت عمیس قالت	اسماء بنت عمیس سے مروی ہے،
سمعت رسول اللہ صلعم یقول	رسول خدا کو کہتے ہوئے سُنا
اللھم ان اخی موسیٰ سالك فقال	موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا
رب اشرح لی صدری ویسر	میرے اس امر نبوت کو آسان کر۔
لی امری واحلل عقدۃ من لسانی	کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں
یفقھوا قولی واجعل لی وزیرًا	اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میر
من اھلی ھارون اخی اشدد	اس سے میری کمر کو مضبوط کر اور اسکو میرے
بہ ازری واشرکہ فی امری	میں شریک فرما پس تو نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم
فانزلت علیہ قرآنًا سنشد	عنقریب تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کرینگے
عضدك باخیك ونجعل لکما	اور تم دونوں کو غلبہ دینگے پس لوگ تم دونوں پر
سلطانًا فلا یصلون الیکما اللھم	غلبہ نہ پا سکینگے۔ خداوندا میں تیرا نبی وصفی محمد بھی
وانی محمد نبیك وصفیك اللھم	دعا مانگتا ہوں کہ خداوندا میرے سینہ کو کھول دے
فاشرح لی صدری ویسر لی امری	میرے لئے یہ امر نبوت آسان کر۔ اور میرے اہل میں
واجعل لی وزیرًا من اھلی علیًا	سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا اور اس سے
اشدد بہ ظھری اخرجہ احمد فی المناقب)	میری کمر کو مضبوط کر۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص ۱۶۳۔

عن انس قال قال رسول اللہ ان	انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے
اللہ اصطفانی علی الانبیاء و	فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو تمام انبیاء سے برگزیدہ
اختار لی وصیا واخترت ابن	کیا ہے۔ اور مجھے اپنے وصی مقرر کرنیکا اختیار دیا ہے
عمی وصیی وشد بہ عضدی	پس میں نے اپنے ابن عم کو منتخب کر لیا ہے۔ اسکے ذریعہ
کما شد عضد موسیٰ باخیہ	سے خداوند تعالیٰ نے میرا بازو قوی کیا جسطرح موسیٰ
ھارون وھو خلیفتی ووزیری ولو کان	کے بازو کو ان کے بھائی ہارون کے ذریعے سے قوی
بعدی نبیا لکان لہ النبوۃ۔	کیا تھا پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے اگر میرے بعد

قربیٰ مودۃ سادس فضائل علی نبی ہوتا تو اُس کو یعنی علی کو نبوت بھی ملتی۔

رغفاری سے بھی یہ دعائے نبوی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب
، حالت رکوع میں سائل کو انگشتری عطا کی تو آنحضرت نے پھر اس دعا کا
ں یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ انما ولیکم الله و
ماین امنوا یقیمون الصلوٰة ویوتون الزکوٰة وھم راکعون۔ ابواسحاق
ن محمد بن الثعلبی فی تفسیرہ

ہ۔ نورالابصار صث سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمہ باب الثانی۔ فی ذکر فضائلہ علیہ السلام صو
یخ علی بن محمد الجعفری: کنز البراہین الکسبیہ والاسرار الوہبیہ الغیبیہ۔
میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا فی مناقب آل العبا۔

(۲) اعلان و نامزدگی خلیفہ و جانشین بالصراحت۔

حکم وانذر عشیرتك الاقربین ہی کے ساتھ اس کے اعلان کا بھی حکم ہوا۔
اکثر مورخین نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ ہم تاریخ ابی الفدا سے نقل کرتے ہیں:۔

وکانت دعوة رسول الله صلی الله
علیه وسلم الی الاسلام سرا ثلاث
سنین ثم بعد ها امر الله رسوله
باظهار الدعوة لما نزل وانذر
عشیرتك الاقربین دعا النبی
صلی الله علیه وسلم علیا فقال
اصنع لنا صاعاً من طعام واجعل
علیه رجل شاة واملا لنا عسا من
لبن واجمع لی بنی المطلب
حتی اکلمهم وابلغهم ما امرت
به ففعل ما امره ودعاهم وهم اربعون

اول تین سال تک جناب رسولخدا نے دعوت اسلام
پوشیدہ طریقے سے کی۔ پھر اُس کے بعد خداوند تعالیٰ نے
اپنے رسول کو حکم دیا کہ یہ دعوت علانیہ کیجائے۔ اور
جب آیۂ وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی
تو جناب رسالتمآب نے علی کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ کچھ
طعام تیار کرو جس میں بکری کا شانہ اور دودھ
ہووے اور تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کرو تاکہ میں
اُن سے کلام کروں۔ اور جس کا مجھے حکم دیا گیا ہو وہ اُن
تک پہنچاؤں۔ پس حضرت علی نے ایسا ہی کیا جیسا
کہ اُنھیں حکم دیا گیا تھا اور ان لوگوں کو بلایا۔ وہ
کل تقریباً کم و بیش چالیس آدمی تھے۔ اُنھیں آنحضرت کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

رجلا يزيدون رجلا او ينقصونه فيهم اعمامه ابوطالب وحمزة والعباس واحضر على الطعام فاكلوا حتى شبعوا قال علی لقد كان الرجل الواحد منهم ليأكل كل جميع ما شبعوا كلهم منه، فلما فرغوا من الاكل واراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يتكلم بدره ابولهب الى الكلام فقال اشد ما سحركم صاحبكم فتفرق القوم ولم يكلمهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلی يا علی قد رايت كيف سبقني هذا الرجل الى الكلام فاصنع لنا فی غد كما صنعت اليوم واجمعهم ثانياً فصنع علی فی الغد كذلك فلما اكلوا واشربوا اللبن قال لهم رسول الله صلى الله صلى الله عليه وسلم ما اعلم انسانا فی العرب جاء قومه بافضل مما جئتكم به قد جئتكم بخير الدنيا والآخرة وقد امرنی الله تعالیٰ ان ادعوكم اليه فايكم يوازرنی على هذا الامر على ان يكون اخی ووصيي وخليفتی فيكم فاحجم القوم

چچا ابوطالب و حمزہ و عباس بھی تھے۔ علی نے طعام حاضر کیا۔ ان تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھالیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں وہ سب سیر ہو گئے اتنا ہی تھا کہ ان میں ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا۔ جب وہ لوگ فارغ ہوئے تو جناب رسول خدا نے چاہا کہ گفتگو کریں لیکن ابولہب نے کلام میں مبادرت کی اور کہنے لگا کہ دیکھا تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ کیسا سخت جادو کیا ہے۔ اس پر وہ تمام لوگ متفرق ہو گئے اور آنحضرت گفتگو نہ کر سکے۔ جناب رسول خدا نے علی سے فرمایا کہ دیکھا تم نے اس شخص نے کس طرح مجھ پر سبقت کلام کی ہے۔ بس اب اے علی کل پھر تم اسی طرح طعام حاضر کرنا اور ان لوگوں کو بلانا جس طرح آج کیا ہے۔ چنانچہ علی نے دوسرے دن بھی اسی طرح کیا۔ جب وہ سب لوگ کھانا کھا چکے اور دودھ پی چکے تو آنحضرت نے اس طرح کلام کیا میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کیلئے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں۔ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون ہے جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہو وے اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ اس امر میں ہو وے وہ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں

تقلت وانی لاحدثہم	کہ میں اُن سب میں عمر میں چھوٹا تھا میرا پیٹ سب میں
علیًا واعظمھم	بڑا تھا۔ اور میری پنڈلیاں سب سے زیادہ پتلی تھیں
حرساقًا انا یا نبی	لیکن میں نے کہا کہ اے نبی اللہ میں آپکا وزیر بننے
یرك علیھم فاخذ	کیلئے تیار ہوں پس آنحضرت نے علی کی گردن کو
صلی اللہ علیہ وسلم	ہاتھ سے پکڑ کر کہا کہ اے لوگو! یہ میرا بھائی اور میرا
ن وقال ان ھذا اخی و	وصی اور میرا خلیفہ ہے پس تم سب اسکی بات
ی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعو	سنو اور اطاعت کرو۔ تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ
فقام القوم یضحکون ویقولون	کھڑے ہوئے اور ابو طالب کیطرف مخاطب ہوکر
لابی طالب قد امرك ان تسمع لابنك وتطیع	کہا کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو

تاریخ ابی الفدا الجزء الاول ص ۱۱۶۔

اس واقعہ کو تمام مورخین و محدثین نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہوں:۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص ۲۱۷۔

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۲۲ تاریخ حبیب السیر الجلد الاول الجزء الثالث ص ۱۶۱

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الثالث ص ۴۰۔

علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۲ حدیث ۶۰۰۸؛ ص ۳۹۶ حدیث ۶۰۴۵۔ ص ۳۹۷ حدیث ۶۰۵۶؛ ص ۴۰۱ حدیث ۶۱۰۲ و ۶۱۰۳؛ ص ۴۰۸ حدیث ۶۱۵۵۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۳ و ۱۶۸۔ احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳ محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ص ۱۶ و ۱۷۔

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۵۳۔

Gibbon's Decline & Fall of the Roman Empire, Vol. III. P. 499.

Oakley's History of Saracens, P. 75

Carlyle's Heroes & Heroe Worship, P. 61

Irving's Successors of Mohammad, P. 37

's History of Saracens, P. 83

ort's Apology, P. 5.

صاحبان غور و فکر کے لئے یہ معاملہ اپنے میں بہت زیادہ اہمیت معمر اور تجربہ کار لوگوں کے ہوتے ہوئے جن میں خود آنحضرت کے چچا ہر ان کو نظر انداز کر کے ایک ناتجربہ کار بچے کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس امر جو مجھ سے پہلے کوئی شخص اپنی قوم کے لئے نہیں لایا میں اپنا شریک اور وزیر لڑکے کو مقرر کرتا ہوں۔ معاملہ یہیں نہیں ختم ہو جاتا۔ بلکہ آپ ان لوگوں سے فرماتے ہیں جن میں اس لڑکے کا باپ بھی شامل ہے کہ اس کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو اولوالامر جن کی اطاعت قرآن شریف میں امت پر واجب کی گئی ہے ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ ہم ناظرین کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں۔

(۱) یہ تقرر خلیفہ و جانشین خداوند تعالیٰ کے خاص حکم سے ہوا۔

(۲) تبلیغ رسالت میں یہ آپ کا سب سے پہلا اعلان تھا۔

(۳) اس میں خاص طور سے خلیفہ و وزیر (بوجھ اٹھانیوالا) کے الفاظ موجود ہیں۔

(۴) حضرت علی کی اطاعت بحکم خداوندی ساری امت محمدیہ پر واجب ہے۔

(۵) رسول تو آپ خود ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ علی کی بات سنو و اسکی اطاعت کرو۔ گویا علی کی اطاعت خود رسول کی اطاعت ہے۔ اور جو حکم علی دینگے وہ بالکل رسالت محمدیہ کے مطابق ہوگا۔ اس سے زیادہ نائب و جانشین کی نیابت اور کن الفاظ میں بیان ہو سکتی۔

(۶) جو وعدہ حضرت علی کے ساتھ خلافت کا کیا تھا وہ حکم الٰہی کے بموجب تھا۔

(۷) اگر یہ کہا جائے جیسا کہ اعیان حکومت کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت نے اپنا کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اور یہ امر تمام مسلمین کی رائے پر چھوڑ دیا تو اس سے مندرجہ ذیل الزامات عائد ہوتے ہیں:۔

(۱) معاذ اللہ آنحضرت نے اس وعدے کی خلاف ورزی کی جو خدا کے حکم سے

ابتدا کیا گیا تھا۔ درانحالیکہ حضرت علی نے خلافت و وزارت رسالت کی
ی کر دیں اور اپنی جان کو بارہا خطرہ میں ڈالکر اسلام و رسول اسلام
)۔

ن آنحضرت صاحب اسوۂ حسنہ تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کیلئے نص
ے لعلی خلق عظیم کافی ہے۔ یہ بات تو ایک بدترین خلق والا آدمی بھی
اشتر پائیگا کہ اپنا کام تو اس طرح وعدے کرکے نکال لیا۔ اور جب ایفائے وعدہ
وقت آیا تو دوسروں پر ڈال دیا۔

(۸) اس وعدے کی خلاف ورزی کرنے کیلئے نہ کوئی وجہ تھی اور نہ آنحضرت کو اُس سے انحراف کرنے کی خواہش ہو سکتی تھی۔ جس طرح ہتیلی پر سر رکھکر حضرت علی نے خدمت اسلام و صاحب اسلام کی تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت علی سے قریب تر، عزیز تر، یا بہتر آدمی اس درمیان میں پیدا نہیں ہو گیا تھا جس کی خاطر اس وعدے سے پیچھے ہٹا جاتا۔ اور نہ ہی حضرت علی سے زیادہ خدمت اسلام کسی اور آدمی نے کی تھی جس کا معاوضہ دینے کیلئے اُس عدہ کو نظر انداز کرنا ضروری سمجھا جاتا۔

(۹) جناب رسول مقبول نے اپنا خلیفہ خود مقرر کیا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے مقرر کیا۔ یہ نہیں کیا کہ اجماع پر چھوڑ دیا ہوتا اور فرما دیا ہوتا کہ تم سب اسلام لے آؤ اور پھر اپنے لئے میرا خلیفہ و جانشین تم خود مقرر کر لینا۔ اگر نصب خلیفہ اجماع سے مقرر ہو سکتا تھا تو یہ بہترین موقعہ تھا۔ ان لوگوں کی تالیف قلوب بھی ہو جاتی۔ وہ اپنے میں سے ایک آدمی پیش کر دیتے۔ اور جناب رسول خدا کو بجائے کمسن بچے کے ایک سن رسیدہ مضبوط با اثر شخص معاون و مددگار مل جاتا۔ جو مشرکین میں کچھ اثر بھی رکھتا ہوتا اور اُنکی دشمنی کو بالکل زائل نہیں تو کچھ ٹھنڈا تو ضرور کر دیتا۔

وکلائے اہل حکومت یعنی علماء اہل سنت و جماعت مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں
ا۔ یہ ایک محدود مجمع بنی عبد المطلب کا تھا۔ جملہ اہل اسلام مقصود نہ تھے اگر حاکم
یا خلیفہ مقرر کیا گیا تو بنی عبد المطلب کے لئے کیا گیا نہ کہ جمیع امت کے لئے۔

ب۔ جانشین آخر وقت میں مقرر کیا جاتا ہے جبکہ تمام مقلدین کے افعال و اعمال پر نظر ہوتے ہیں اور انتخاب کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ شروع مقرر کرنے کے کچھ معنی نہیں۔

جواب اعتراض ا۔ جو الفاظ آنحضرت نے فرمائے وہ تھا۔ صریح طور پر فرمایا کہ امر رسالت میں کون شخص میرا خلیفہ و وزیر بننے کا وعدہ لو۔ فرمایا کہ خاندان میں دائی اور امیر کون ہوتا ہے۔ خاندان کیلئے تو کسی امیر و داد نہ تھی۔ اور نہ اس وقت خاندان کا ذکر تھا۔ آپ فقط خاندان کیلئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ یہ امر کہ صرف خاندان عبدالمطلب میں سے خلیفہ کیوں منتخب کیا گیا۔ ہمارے دعوے کی ایک دلیل ہے۔ افضل ترین اشخاص میں سے خلیفہ رسول منتخب ہونا تھا۔ قربت اور قرابت رسول مسلمہ طور سے ایک عظیم الشان فضیلت ہے۔ خلیفۂ رسول کا اس سے محروم ہونا ایک مکروہ بلکہ ناممکن امر تھا۔ قرابت رسول ہی کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر نے انصار پر احتجاج کیا تھا۔ بنی عبدالمطلب آنحضرت کے قریب ترین قرابتدار تھے۔ لہذا مشیت ایزدی قرار پائی کہ جانشین رسول انہیں سے ہو آنحضرت کے متعدد اقوال و احادیث سے فضیلت بنو ہاشم ثابت ہوتی ہے۔ اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس امر سے گروہ حکومت کو انکار نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں اپنے استحقاق خلافت کی بنا صرف آنحضرت کے اس مفروضہ قول پر رکھی تھی کہ الائمۃ من قریش۔ امام قریش میں سے ہونگے۔ کیوں؟ اسلئے کہ خود آنحضرت اُن میں سے تھے۔ جب حضرت علی سے حضرت ابوبکر کیلئے بیعت طلب کی گئی تو آپ نے احتجاج فرمایا کہ اے اہل حکومت! غور کرو، تم نے جس بحث کی بنا پر مہاجرین پر فضیلت ظاہر کی اُسی بحث کی بنا پر خلافت میرا حق ہے نہ کہ تمہارا۔ یہ بیان کردہ حدیث الائمۃ من قریش خبر واحد ہے۔ اور اُن احادیث میں سے ہے جو صرف حصول خلافت کے لئے موقع پر تراشی گئی تھیں۔ لیکن بہر صورت گروہ حکومت کے خلاف یہ خبر اس بحث پر دلیل قاطع ہے۔ اگر تمام عرب بلکہ تمام دنیا میں سے دائرہ چھوٹا ہو کر قریش پر ختم ہو سکتا تھا

.دِت قبیلہ قریش میں سے تھے تو اسی اصول پر وہ دائرہ مختصر ہو کر بنو ہاشم یا بنو عبدالمطلب ہے کیونکہ آنحضرت اُس خاندان میں سے تھے۔

!ہ بنی عبدالمطلب میں سے خلیفہ مقرر کرنا مشیت ایزدی میں قرار پاچکا تھا ب جمع ہی کو مخاطب کیا گیا۔ یہاں ایک ضمنی اعتراض ہوسکتا ہے کہ جناب رسولخدا ود خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کے جواب پر منحصر رکھا۔ اور اگر حضرت علی کے علاوہ ۔ی اور شخص اس کو قبول کر لیتا تو وہی مقرر ہوسکتا تھا۔ یہ اعتراض بھی بغیر دلیل و بغیر منطق کے ہے۔ اسکا قبول کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ راسخ ایمان و کامل جرأت چاہئے تھی۔ چنانچہ آئندہ کے واقعات نے بتا دیا کہ حضرت علی کے سوا اور کوئی شخص اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔ خدا و رسول خدا کے لئے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ تھا۔ کہ اس جماعت میں سے سوائے علی کے اور کسی کی ہمت ہی نہ پڑیگی کہ اس بار گراں کا متحمل ہوسکے۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر یہ جانتے تھے تو اس صلائے عام کی کیا ضرورت تھی۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہی مصلحت تھی۔ لوگوں پر حجت قائم کرنا سنت الٰہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کبھی کسیکو معذب نہیں کرتا۔ جب تک اس پر حجت نہ پوری کر لے خداوند تعالیٰ تو جانتا ہے۔ کہ کون شخص جنت کے قابل ہے اور کون دوزخ کے لائق لیکن پھر بھی ارشاد کرتا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرنا کہ منہ سے تم ایمان لے آئے اور بس جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ ابھی تو تمہاری آزمائش بھوک و خوف و پیاس و قتل سے کیجائے گی۔ پھر دیکھینگے کہ تم میں سے کون جنت کے قابل ہے۔ اس آزمائش کا فائدہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کا باعث ہونے کے علاوہ یہ دوسرے لوگوں پر حجت بھی قائم کرتی ہے۔ غرضیکہ دیگر لوگونکا منہ بند کرنے کے لئے یہ حجت قائم کی گئی تھی کہ بعد میں دیگر قرابتدار یہ نہ کہیں کہ اگر ہم سے یہ کہا جاتا تو ہم بھی اس عہدے کو ان شرائط کے ساتھ قبول کر لیتے۔

جواب اعتراض ب۔ ولیعہد سلطنت و وزیر حکومت دونوں شروع ہی سے نامزد اور مقرر ہوتے ہیں۔ ولی عہد تو نامزد ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص جو اصطلاح میں وزیر کہا جاتا ہے مقرر ہو جاتا ہے۔ یہاں وزیر کے معنی اصطلاحی نہ تھے۔ بلکہ بوجھ اُٹھانے والے

کے لغوی معنے تھے۔ آنحضرت کا مطلب تھا کہ میرے کام کا بوجھ خلیفہ ہونا چاہتا ہے۔ خلافت کی شرط ہی یہ شرکت امر تھی۔ اور ہوتی ہے۔ جب وہ امر ہی انتہا کو پہنچگیا اور کامیاب ہوگیا تو پھر اس کے یہ بھی غور کرنے والی بات ہے کہ آنحضرت نے نقط اس پر اکتفا نہیں کی۔ درمیان میں اور آخر وقت بھی اسکا اعلان کیا۔ اور بہ کیا۔ اور مختلف الفاظ میں کیا۔ اور آنحضرت نے خود ہی اس اعتراض کو بر یہ اعلان خلافت علی ابن طالب ایک محدود مجمع میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس کا ۔ر کافی جواب دیدیا ہے۔ مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابوبکر بن اسحاق انباؤ	(اسمائے راویاں عربی عبارت میں)
زیاد بن الخلیل القشیری ثنا	
کثیر بن یحییٰ ثنا ابوعوانه	
عن ابی بلج عن عمرو بن میمون	
عن ابن عباس رضی الله عنه ان	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
النبی صلی الله علیه واله وسلم قال	تم میں سے کون میری جانشینی دنیا و آخرت میں قبول
ایکم یتولانی فی الدنیا والاخره	کرتا ہے۔ آپنے یہ بات ہر ایک آدمی سے کہی یہانتک
فقال لکل رجل منهم ایتولانی فی الدنیا	کہ انکی اکثریت کے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزرے
والاخرة فقال لا حتی مر علی اکثرهم	ہیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ لیکن علی نے کہا
فقال علی انا اتولاك فی الدنیا والاخرة	کہ میں آپ کی ولایت دنیا و آخرت کی قبول کرتا
فقال انت ولیی فی الدنیا والاخره	ہوں اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم میرے
هذا حدیث صحیح الاسناد۔	ولی دنیا و آخرت میں ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ معرفة الصحابه ص ۱۳۵

اس اعلان کے سلسلہ میں آنحضرت کی دعائے اولین کو زیر نظر رکھنا چاہئیے۔ آپنے دعا مانگی تھی کہ علی کو میرے امر یعنی رسالت کے کام میں شریک اور بوجھ اُٹھانے والا مقرر کر۔ حضرت

یا علی انت تبرئ ذمتی و انت خلیفتی فی امتی یعنی اے علی تم مجھکو میری میری
مدوش کروگے اور تم میرے خلیفہ و جانشین میری امت میں ہو۔
القربیٰ ۔مودۃ رابعہ۔

رئ ذمتی کے معنی ہیں کہ تم چند بقایا امور رسالت کو نیابتاً ادا کروگے۔ یہ
ت نہیں ہے جو باعث تعجب ہو۔ قرآن شریف سے اس کا پتہ چلتا ہے
نبیّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ ۔ (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ ع۔۱) ظاہر ہے کہ
ب رسالتمآب نے کفار سے تو جہاد کیا لیکن منافقین سے جہاد کرنا اُن کے خلیفہ و
جانشین حضرت علی کے ذمہ پڑا۔ واقعات مباہلہ و کسر اصنام کعبہ ہم بیان کر چکے ہیں
یہ بھی امر نبوت میں براہِ راست شرکت کی بین مثالیں ہیں غرضیکہ جناب رسول خدا
نے صاف صاف ارشاد فرمایا۔ انا اقاتل علی تنزیل القران وعلی یقاتل علی
تاویله او ان منکم من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علی تنزیله
قبل قال ابوبکر انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا ولکنه خاصف النعل یعنی علیاً
یعنی میں لوگوں سے تنزیل قرآن کے لئے لڑ رہا ہوں اور علی اس کی تاویل پر لڑیگا۔ تم میں سے
ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر لڑے گا۔ جس طرح میں تنزیل قرآن پر لڑتا ہوں۔ ابوبکر
نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا وہ میں ہوں۔ آپنے جوابدیا
نہیں۔ بلکہ وہ جو اس وقت میرا جوتا گانٹھ رہا ہے یعنی علی) ملاخطہ ہو:۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۶ و ۲۵۸۵ و ص۳۹۰ حدیث ۵۹۷۴ و
ص۳۹۱ حدیث ۵۹۸۸ و ص۳۹۳ حدیث ۶۰۱۰ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۳۹ و ص۴۰۷ حدیث ۶۱۵۳ و ۶۱۵۴

احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۸۲ و ۳۳۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۲۳ و ۱۲۶۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی الحدیث التاسع عشر ص۷۴۔

ابن عبد البر: الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ ۲۰۱۵ ص۴۷۹۔

ابن کثیر شامی: البدایة والنهایة فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۰۴ و ص۳۰۵ و ص۳۶۰۔

محمد بن سمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۴۱ حسن علی محدث تفریح الاحباب
سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب الحادی عشر ص ۵۹ و ۶۰۔
علی بن برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۷۵۔
خصائص نسائی: ص۹۵ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب ص ۷۴
کمال الدین محمد بن طلحہ: مطالب السئول۔ ص ۲۳۔

اس موقعہ پر ایک امر کی صراحت ضروری ہے۔ تاکہ ازالۂ اوہام ہو جائے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ امر نبوت میں شرکت کے کیا معنی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک رسالت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھی ایک کو مل گئی اور آدھی دوسرے کو مل گئی۔ بلکہ یہ تائیدی شرکت تھی یعنی رسول کی امر رسالت میں خدا کی طرف سے حمایت کے لئے مقرر ہونا اور بطور امر واقعی حمایت اور مدد کرنا تاکہ نائب (علی) کا فعل اصل (رسول خدا) کا فعل سمجھا جائے۔ اور نائب کے فعل کی ذمہ داری اصل کے اوپر عائد ہو جائے۔ دیگر مسلمانوں نے جو آنحضرت کی مدد کی۔ اس میں اور حضرت علی کی مدد میں بین فرق ہے۔

اوّل تو مسلمانوں نے جہاد کے علاوہ اور کسی امر میں خاص مدد نہیں کی۔ براہ راست امر رسالت میں جب شرکت کی ضرورت ہوئی مثلاً مباہلہ وکسر اصنام تو محض حضرت علی ہی کو شامل کیا گیا۔

دویم۔ جہاد کی شرکت امر رسالت کی شرکت سے مختلف ہی۔ جہاد میں لشکریوں کی صورت ہوتی ہے اور غنائم کی امید۔

سویم۔ سب سے بڑا اور واضح فرق یہ ہے کہ منجانب اللہ مقرر شدہ نائب کے اوپر ایک ذمہ داری ہوتی ہے۔ اصل کی طرح وہ بھی ذمہ دار ہے۔ اور اصل یعنی رسول اُس کے افعال کا پابند ہے۔ اگر جناب خالد نے مسلمانوں کو قتل کر دیا تو رسول خدا فرما سکتے تھے کہ بار الٰہا میں خالد کے فعل کا ذمہ دار نہیں۔ اگر درّہ احد کو مسلمانوں نے چھوڑ کر اپنے اوپر شکست لے لی۔ تو اُس کی ذمہ داری آنحضرت پر عائد نہیں ہوئی دیگر مسلمانان

تم ہے۔ یہ انکا اپنا ذاتی فعل تھا۔ خدا بخشے یا نہ بخشے۔ جناب رسول خدا
ف اس کے جناب علی مرتضیٰ سے کوئی فعل منافی امر رسالت
ورنہ ہو سکتا تھا۔ اور یہی ایک بات ہمارے سارے دعوے کی
بالفرض محال حضرت علی سے کوئی ایسا فعل سرزد بھی ہو جاتا تو
آنحضرت پر عائد ہوتی۔ اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے
رمیٰ نے حکومت ظاہری کیلئے تلوار نہیں اٹھائی۔ اور اسی ذمہ داری کو
س کرتے ہوئے جناب امام حسین نے اپنے تئیں یزید کے ہاتھ نہیں فروخت کیا
یعنی بیعت نہ کی۔ ان ہادیوں کے افعال کے نتائج کا جناب رسول خدا کی طرف عود کرنا
اور انکے منسوب ہونا بھی تو مابہ الامتیاز تھا۔ جناب علی اور دیگر عام مسلمانوں کے افعال
میں یہی وہ ذمہ داری یہی وہ شرکت در امر نبوت تھی جس نے امام حسین کو معہ اپنے
اعزا و رفقاء کے شہید ہو جانے پر مجبور کیا۔ ورنہ اگر عام مسلمانوں میں سے کوئی اسطرح کے
افعال میں سے فقط ایک فعل بھی کرتا یعنی محض خود ہی قتل ہو جاتا تو اس پر یہ الزام
عائد ہوتا کہ تقیہ کر کے کیوں نہ جان بچائی۔ کیوں خود ہلاک ہوا۔ اور اپنے متعلقین کو
عذاب میں ڈالا لیکن جس طرح ایسے موقعوں پر جناب رسول خدا کے لئے تقیہ کرنا جائز نہ
تھا اسی طرح ان کے نائبوں کے لئے ایسے مواقع پر تقیہ کرنا درست نہ تھا یعنی کیسا
ہی خطرہ ہو۔ جناب رسول خدا یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں رسول خدا نہیں ہوں
اسی طرح اُن کے نائب کیسا ہی خطرہ ہو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم نائب رسول نہیں
ہیں بلکہ تم ہو۔ یہ اعتراض درست نہ ہوگا کہ امام حسن نے کیوں بیعت معاویہ کی اُنہوں
نے بیعت معاویہ نہیں کی۔ بلکہ حکومت ظاہری بوجہ مجبوری کے اُس کے سپرد کی۔ امام
حسین سے یزید حکومت ظاہری تو طلب ہی نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اُن کے پاس
ہی نہ تھی۔ وہ تو اپنے تئیں رسول خدا کا خلیفہ جائز منوانا چاہتا تھا۔ اور یہ امام حسین ماننے
کے لئے تیار نہ تھے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال کنت مع رسول ... ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کے

اللّٰہ فی صفۃ العرفۃ او نصف العرفۃ معہ	ساتھ نصف عرفہ کے دن تھا اور
ابوبکر و عمر و عثمان و نفر من اصحابنا	اسوقت ابوبکر و عمر و عثمان معہ ...
و علی فالتفت الی ابی بکر فقال یا	علی تھے جناب سرکار نے ابوبکر
ابابکر ھذا الذی تراہ وزیری فی	فرمایا کہ اے ابوبکر یہ شخص جسکو تم دیکھ
السماء و وزیری فی الارض یعنی علی	دنیا و آخرت میں میرا وزیر ہے۔ اگر تم چاہو
ابن ابیطالب فان احببت ان یلقی	اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو درانحالیکہ وہ ...
اللّٰہ وھو عنک راض فارض علیا	خوش ہو تو تم کو چاہیے کہ علی کو راضی و خوش کرو
فان رضاہ رضاء اللّٰہ و غضبہ غضب اللّٰہ	کیونکہ علی کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ السادسہ۔	علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔

یہ ہے نبی و رسول کی شان کس موقعہ پر اور کیسی خوبی کے ساتھ ان مدعیان خلافت کو متنبہ کیا ہے کہ علی کی خوشنودی و رضا کے طالب رہنا اور اس کے غضب سے ڈرنا۔ جس طرح کہ حضرت علی نے خلافت کے موقعہ پر ان مدعیان حکومت سے احتجاج کیا ہے اور اپنا حق جتایا ہے۔ وہ ظاہر کر رہا ہے کہ ان بزرگوں نے خلافت لیکر غضب الٰہی مول لیا یا رضائے خداوندی۔

حدیث انت تبرء ذمتی وانت خلیفتی فی امتی کی صحت کو علماء اہل حکومت تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ انکے دعوے کی قطعاً تردید کرتی ہے۔ لہٰذا اُس کی توجیہ و تاویل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں چنانچہ علامہ روزبھان کہتے ہیں کہ ہم بھی تو علی کو خلیفہ رسول مانتے ہیں اگرچہ چوتھے درجے پر۔ یہ تاویل کہاں تک درست ہے۔ ہم خود ناظرین کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں آیا اس سے خلیفہ بلافصل مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ تین خلیفے جنکا ذکر تک نہیں درمیان میں حائل ہو کر علی چوتھے خلیفہ ہونگے۔ پہلے تین خلیفے کیوں نہ مقرر کئے۔ ان کو کیوں نہ بیان کیا۔ چوتھے خلیفہ کے مقرر کرنے اور بیان کرنے کی ایسی کیا جلدی تھی۔ اگر تین خلیفے درمیان میں آنے تھے تو اول تو انکی صراحت ضروری تھی۔ اگر کوئی مرنے والا اپنا وصی مقرر کرے اور کہے کہ انت "صی و ولیی" تو اس

یں گے۔ کیا آپ کہنے والے کا یہ مطلب سمجھینگے کہ میرے مرنے کے بعد
ے ترکہ کا اہتمام کرینگے۔ اور تو اے مخاطب چوتھا وصی اُن کے
بعد پہلے تین وصیوں کا ذکر تک نہیں۔ ایسی رکیک تاویلیں دعوی
کے دعوے کمزور ہوتے ہیں۔

یث ولایت۔

ول اللہ صلے اللہ علیہ	فرمایا جناب رسولخدا نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں
ہ ان علیاً منی وانا من	علی سے ہوں اور علی میرے بعد سارے مومنین
علی وھو ولی کل مومن من بعدی	کا حاکم و والی ہے۔

آنحضرت کے اُن اقوال میں سے جو امر خلافت پر نص ہیں یہ حدیث ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح و صاف و بلاواسطہ طریقہ سے دلالت کرتی ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے ثقہ رواۃ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے اور اسکو بے شمار محدثین کرام و محققین عظام و مورخین حلام نے نقل کیا ہے۔ اسکی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے نقشہ مندرجہ ذیل میں ان محدثین و مورخین کے نام درج کئے ہیں۔ یہ تمام بزرگان مذہب اہلسنت و جماعت کے عمائد عظام ہیں۔ اس نقشہ کو مرتب کرنے میں ہمکو کتاب مستطاب عبقات الانوار سے بہت مدد ملی ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات ہجری	حوالہ جات
۱	ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی	۲۰۴	مسند ص الاحادیث ۹ ۸۲۹ ص ۳۶۰ حدیث ۲۷۵۲
۲	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۲۵	بتصریح جلال الدین سیوطی در قول علی فی فضائل علی و ملا علی متقی در کنز العمال و ثناء اللہ پانی پتی در سیف المسلول۔
۳	امام احمد بن محمد حنبل	۲۴۱	مسند الجزء الاول ص ۳۳۱ والجزء الرابع ص ۴۳۷ و ۴۳۸۔ الجزء الخامس ص ۳۵۶ و ۳۵۰ و ۳۵۸

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالجات
			و ص ۳۶۱ - الجزء الثانی
۴	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹	سنن ترمذی۔
۵	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳	خصائص النسائی فی مناقب
			تقطیع خورد مطبوعہ نیوامیہ
۶	حسن بن سفیان ثوری	۳۰۳	بتصریح ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی۔
۷	ابو یعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷	مسند۔
۸	ابو جعفر محمد جریر الطبری	۳۱۰	تہذیب الآثار۔
۹	خیثمہ بن سلیمان الاطرابلسی	۳۴۳	کتاب فضائل الصحابہ۔
۱۰	سلیمان بن احمد بن احمد ایوب الطبرانی	۳۶۰	بتصریح محمد صدر عالم در معارج العلی۔
۱۱	ابو حاتم محمد بن حبان	۳۵۴	بتصریح محب الدین احمد الطبری در ریاض النضرہ
۱۲	محمد عبد اللہ بن محمد الحاکم النیساپوری	۴۰۵	مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ ۱۱۰ ،
			۱۱۱ و ۱۲۹ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ -
۱۳	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۰	بتصریح علی المتقی در کنز العمال۔
۱۴	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد	۴۳۰	بتصریح ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی در کتاب الاکتفا
۱۵	احمد بن حسین بیہقی		بتصریح اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۱۶	ابو القاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی		کتاب محاضرات الادبار و محاورات الشعرا ۔
۱۷	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب	۴۶۳	بتصریح علی المتقی در کنز العمال ۔
۱۸	ابو عمر یوسف عبد اللہ المعروف ابن عبد البر	۴۶۳	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب صفحہ ۴۷۳ ترجمہ علی ۲۱۵
۱۹	مسعود بن ناصر السجستانی	۴۷۰	درایت حدیث الولایت ۔
۲۰	ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب المعروف	۴۸۳	کتاب المناقب۔
	ابن المغازلی۔		
۲۱	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار ابن شیرویہ بن	۵۰۹	فردوس الاخبار۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

	مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالجات
	الدیلمی		
	ی بن ابراہیم النطنزی		کتاب خصائص العلویہ۔
	ور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی۔	۵۵۸	مسند الفردوس
۲۴	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب
۲۵	ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔	۵۷۱	موافقات و اربعین طوال بتصریح یوسف الکنجی در کفایۃ الطالب و شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل و محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر در روضۃ الندیہ۔
۲۶	ابو حامد بن محمود بن محمد بن حسین بن یحیی الصالحانی		بتصریح سید شہاب الدین در توضیح الدلائل۔
۲۷	ابو السعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری	۶۰۶	کتاب جامع الاصول من احادیث الرسول
۲۸	عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن الفضل قزوینی۔	۶۲۴	بتصریح ملا علی متقی در کنز العمال
۲۹	عز الدین ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری	۶۳۰	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ
۳	ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلنسی المعروف ابن سبع	۶۳۴	کتاب الشفاء
۳۱	ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی	۶۴۳	کتاب مختـ بتصریح ابراہیم وصابی در کتاب الاکتفاء
۳۲	ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی	۶۵۲	مطالب السئول فی مناقب آل الرسول
۳۳	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	کفایۃ الطالب

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالہ
۳۴	محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری	۶۹۶	ریاض النضرۃ الج ص ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۴
۳۵	ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	فرائد السمطین فی فضائل
۳۶	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی۔	۷۴۸	میزان الاعتدال الجزء الاول تر۔ ص ۱۹۰
۳۷	محمد بن یوسف الزرندی		نظم درر السمطین۔
۳۸	محمد بن مسعود الکازرونی		بتصریح شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل
۳۹	علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربی۔ مودۃ السادسہ
۴۰	سید شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل
۴۱	شہاب الدین احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی۔	۸۵۲	اصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ علی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء الثامن ص ۵۳
۴۲	حسین بن معین الدین المیبذی	۸۷۰	فواتح۔
۴۳	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱	جمع الجوامع۔
۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری
۴۵	عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین	۹۳۲	تفسیر انوری۔
۴۶	محمد بن یوسف الشامی		سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
۴۷	شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر	۹۷۳	صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الخامس والعشرون ص ۴۴
۴۸	علی بن حسام الدین بن عبد الملک المعروف علی المتقی۔	۹۷۵	کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۱ ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۶ و ۲۵۵۸ لغایت ۲۵۶۰ ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۱ - ۲۵۷۹ و ص ۱۵۹ حدیث ۲۶۶۶، ص ۳۹۶ حدیث ۶۰۴۸ ص ۳۹۸ حدیث

	رجالِ حدیث ولایت	سنہ وفات ھ	حوالہ جات
			۶۰۶۲ ص۳۹۹ حدیث ۱۰۸۱۔
	یداللہ بن شیخ بن عبداللہ	۹۹۰	کتاب العقد النبوی والسر المصطفوی۔
	ں		
	قدوم بن عبدالباقی	۹۹۵	نواقض۔
	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی المعروف وصابی		کتاب الاکتفار
۵۲	احمد بن محمد بن احمد الحافی		تبر مذاب فی ترتیب الاصحاب۔
۵۳	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی	۱۰۰۰	اربعین
۵۴	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری	۱۰۱۴	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
۵۵	عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی	۱۰۳۱	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق۔
۵۶	سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری		صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
۵۷	احمد بن فضل بن محمد باکثیر	۱۱۴۷	وسیلۃ المآل فی مناقب الآل۔
۵۸	میرزا محمد معتمد خان البدخشانی۔		مفتاح النجا، نزل الابرار ص۲۲
۵۹	محمد صدر عالم		معارج العلی فی مناقب المرتضی۔
۶۰	ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم		قرۃ العینین، ازالۃ الخفار
۶۱	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی	۱۱۸۲	روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ
۶۲	محمد بن علی الصبان		اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر ص۱۴۷
۶۳	احمد بن عبدالقادر عجیلی		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل۔
۶۴	ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	سیف مسلول۔
۶۵	مولوی محمد مبین ابن محب اللہ		وسیلۃ النجاۃ۔
۶۶	محمد سالم بن محمد سلام الدین فخرالدین بن محب اللہ بن نوراللہ بن نورالحق بن عبدالحق دہلوی۔		رسالہ اصول الایمان۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ولایت	سنہ وفات	حوالہ جات
۶۷	ولی اللہ بن حبیب بن محب اللہ		مرآۃ المومنین فی مناقب،
۶۸	شیخ سلیمان القندوزی البلخی		ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول،
۶۹	مولوی حسن زمان بن محمد بن قاسم الترکمانی	۔	قول المستحسن فی فخر الحسن۔

ان سب کتابوں کی عبارات نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم صرف امام احمد حنبل میں سے چند عبارات نقل کرتے ہیں:۔

ثنا یحیی بن حماد ثنا ابو عوانۃ ثنا ابو بلج ثنا عمرو بن میمون قال انی لجالس الی ابن عباس اذ اتاہ تسعۃ رھط فقالوا یا ابا عباس اما ان تقوم معنا و اما ان تخلونا ھولاء قال فقال ابن عباس بل اقوم معکم قال وھو یومئذ صحیح قبل ان یعمی قال فابتدؤا فتحدثوا فلا ندری ما قالوا قال فجاء ینفض ثوبہ ویقول اف وتف وقعوا فی رجل لہ عشر وقعوا فی رجل قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابعثن رجلا لا یخزیہ اللہ ابدا یحب اللہ ورسولہ قال فاستشرف لھا من استشرف	عمر بن میمون کہتا ہے کہ میں ایکدن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں نو آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابن عباس یا تو تم اٹھکر ذرا ہمارے ساتھ چلو یا ان لوگوں کو جو تمہارے پاس بیٹھے ہیں اٹھاکر ہمارے لئے تخلیہ کردو۔ ابن عباس نے کہا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ یہ ان کے نابینا ہونے سے پہلے کا ذکر ہے۔ وہ اٹھکر گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا گفتگو کی تھوڑی دیر میں ابن عباس واپس آئے۔ اپنے کپڑے جھاڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اف اف اس شخص کی یہ لوگ برائی کررہے تھے۔ جس میں نہایت اعلیٰ دس فضائل تھے۔ ایسے شخص کو یہ لوگ برا کہتے ہیں کہ جس کی نسبت جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو علم دیکر لڑائی پر بھیجونگا جسکو کبھی خدا نے ذلیل نہیں کیا۔ وہ شخص خدا اور اس کے رسول کو دوست

الوا هو في الرحل
كان احدكم
ء وهو ارمد
فنفث في عينيه
ـه ثلاثا فاعطاها
يصفيه بنت حي
بعث فلانا بسورة التوبه
ث عليا خلفه فاخذها
منه قال لا يذهب بها الا
رجل مني وانا منه قال
وقال لبني عمه ايكم يواليني
في الدنيا والاخرة قال
وعلي معه جالس فابوا
فقال علي انا واليك
في الدنيا والاخرة قال
انت وليي في الدنيا والاخرة
قال فتركه ثم اقبل علي
رجل منهم فقال ايكم
يواليني في الدنيا والاخرة
فابوا قال فقال علي انا واليك
في الدنيا والاخرة فقال
انت وليي في الدنيا والاخرة
قال وكان اول من اسلم من

رکھتا ہی۔ لوگوں کے دلمیں علم حاصل کرنیکی خواہش
پیدا ہوئی لیکن جناب رسول خدا نے کہا کہ علی
کہاں ہے۔ لوگوں نے جوابدیا کہ وہ چکی پیستے آٹا
پیس رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جوابدیا کہ کیا تم میں سے
کوئی ایسا نہ تھا جو آٹا پیستا پس علی آئے۔ اُنکی
آنکھیں اُن دنوں میں دکھتی تھیں وہ دیکھ
نہیں سکتے تھے پس آنحضرت نے اُنکی آنکھوں میں
اپنا لعاب دہن لگایا۔ پھر علم کو تین مرتبہ ہلایا۔ اور
حضرت علیؑ کے حوالے کیا پس علیؑ گئے اور فتح حاصل
کی اور صفیہ بنت حی کو وہ لائے۔ جناب رسولخدا نے فلان
شخص کو سورۂ توبہ دیکر بھیجا لیکن اسکے عقب ہی میں علی
بن ابی طالب کو بھیجا پس علی نے وہ سورۂ توبہ
اس شخص سے لے لی۔ جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ سورۂ توبہ کو یا میں لیجا سکتا ہوں یا وہ شخص جا سکتا
ہے جو مجھ سے ہو اور میں اُس سے ہوں آنحضرتؐ نے
اپنے رشتہ داروں کو جمع کرکے اُنسے کہا کہ تم میں سے
کون دنیا و آخرت میں میری جانشینی و ولایت
عہد کریگا۔ علی بھی وہاں تھے اُن لوگوں نے انکار
کیا لیکن علی نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپکا
ولی و وارث بننے کے لئے تیار ہوں اسپر جناب
رسولخدا نے فرمایا کہ تو میرا ولی و وارث دنیا و
آخرت میں ہے پھر جناب رسولخداؐ ایک کے پاس
جاکر یہی صلائے عام دیتے تھے اور وہ انکار کرتے

الناس بعد خديجة قال واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم ثوبه فوضعه على علي وفاطمة وحسن وحسين فقال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا. قال وشرى علي نفسه لبس ثوب النبي صلى الله عليه وسلم ثم نام مكانه قال وكان المشركون يرمون رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء ابوبكر وعلي نائم قال وابوبكر يحسب انه نبي الله. قال فقال يا نبي الله فقال له علي ان نبي الله صلى الله عليه وسلم قد انطلق نحو بئر ميمون فادركه قال فانطلق ابوبكر فدخل معه الغار. قال وجعل علي يرمى بالحجارة كما كان يرمى نبي الله وهو يتضور قد لف راسه في الثوب لا يخرجه حتى اصبح ثم كشف عن راسه فقالوا انك للئيم كان صاحبك نراميه فلا يتضور وانت تتضور وقد استنكرنا ذلك قال خرج بالناس في غزوة تبوك قال فقال له علي اخرج معك قال فقال له نبي الله لا

تھے اور علی پھر کہتے تھے کہ آپکا والی آخرت میں بننے کے لئے تیار۔ تو میرا والی وارث دنیا و آخر۔ میمون کہتا ہے کہ پھر ابن عباسؓ علی سب سے پہلے اسلام لائے خدیجہ کے بعد نے اپنی ردائے مبارک علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ابن عباسؓ نے کہا کہ علی نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کردی اور آنحضرت کا لباس پہنکر آپکی جگہ سو گئے۔ مشرکین گمان کرتے تھے کہ وہ رسول خدا ہیں پس ابوبکر آئے اور اسوقت علی بستر رسول پر سو رہے تھے ابوبکر نے گمان کیا کہ وہ رسول خدا ہیں۔ علی نے ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا تو بئر میمون کی طرف گئے ہیں تم بھی اگر ضرورت ہو تو ادھر چلے جاؤ پس ابوبکر گئے اور آنحضرت کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ علی مشرکین کے اوپر کنکریاں پھینکتے جاتے تھے جسطرح کہ رسول خدا کنکریاں پھینکتے تھے حضرت علی نے چادر اوڑھلی اور صبح تک سر باہر نہ نکالا صبح ہوئی تو مشرکین نے جناب رسول خدا کو نہ پاکر علی کے ساتھ نہایت غصے سے گفتگو کی اور کہا کہ تیرے ہمکو دھوکے میں رکھا۔ غزوہ تبوک کیلئے آنحضرت لشکر لیکر باہر نکلے علی نے بھی آپکے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ اسپر علی رونے لگے یہ

له اما ترضی
ی بمنزلة
ن موسیٰ الا انك
بی انه لا ینبغی ان
ـ الا و انت خلیفتی
، وقال له رسول الله
انت ولیي فی کل مومن بعدی
وقال سدوا ابواب المسجد
غیر باب علی فقال فیدخل
المسجد جنبا و هو طریقه
لیس له طریق غیره قال وقال من
کنت مولاه فان مولاه علی۔

بجھکر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری
نسبت مجھ سے وہی ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر
یہ کہ تم نبی نہیں ہو مناسب ہے کہ میں جنگ پر
جاؤں اور تم میری جانشینی یہاں کرو۔ آنحضرتؐ نے
ان سے فرمایا کہ تم میرے بعد ہر ایک مومن کے حاکم
ہو۔ جناب رسول خدا نے تمام صحابیوں کے دروازے
جو مسجد کے طرف تھے بند کرا دئیے لیکن علیؑ کا دروازہ
کھلا رکھا بس علی حالت جنابت میں مسجد
میں داخل ہوتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی
دروازہ انکے گھر کا نہ تھا جناب رسولخدا نے
فرمایا کہ جس کا میں والی اور حاکم ہوں اُس کا یہ
علی حاکم و مولا ہے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابۃ الجزء الثالث ص ۱۳۳
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۲۰۳

حدثنا ابن نمیر حدثنی اجلح
الکندی عن عبد الله بن بریدة
عن ابیه بریدة قال بعث رسول الله
صلی الله علیه وسلم بعثین
الی الیمن علی احدهما علی ابن ابی طالب و
علی الآخر خالد بن الولید فقال اذا
التقیتم فعلی علی الناس وان افترقتما
فکل واحد منکما علی
جنده فلقینا بنی زید من

(اسمائے راویاں عربی میں دیکھو)
بریدہ سے انکے بیٹے عبداللہ نے روایت کی بریدہ
کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے یمن کی طرف دو
لشکر مقرر کر کے بھیجے ایک کے سردار علی تھے اور
دوسرے کے خالد بن ولید۔ اور یہ حکم دیا کہ جب تم دونوں
کے لشکر آپس میں ملجاویں تو اُن دونوں لشکروں کے سردار
علی ہونگے اور اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو تم دونوں میں
سے ہر ایک اپنے اپنے لشکر کا حاکم ہے۔ بریدہ کہتے ہیں

من اهل اليمن فاقتتلنا فظهر المسلمون
على المشركين فقتلنا المقاتلة و
سبينا الذرية فاصطفى علي امرأة
من السبي لنفسه قال بريدة فكتب
معي خالد بن الوليد الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم يخبره بذالك
فلما اتيت النبي صلى الله عليه
وسلم دفعت الكتاب فقرء
عليه فرأيت الغضب في وجه
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقلت يا رسول الله هذا مكان
العائذ بعثتني مع رجل و
امرتني ان اطيعه ففعلت
ما ارسلت به فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم لا
تقع في علي فانه مني وانا منه
وهو وليكم بعدي وانه مني
وانا منه وهو وليكم بعدي.

کہ دونوں لشکر مل گئے اور بنی زید سے لڑائی ہوئی فتح ہوئی۔ ہم نے بہت بچوں اور عورتوں کو قیدی میں سے ایک اپنے لئے منتخب کی ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک خط جناب رسولخدا کی خدمت میں روانہ کیا میں اس واقعہ کی شکایت درج کیگئی۔ جب میں جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ عریضہ آپکے سامنے پیش کیا میں وہ عریضہ آپکو پڑھکر سنایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت کے چہرے پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے۔ میں نے عرض کی، یہ پناہ کا مقام ہے کیونکہ آپنے مجھکو ایک شخص کے ماتحت روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کی اطاعت کروں پس میں نے وہ کیا جسکے لئے میں بھیجا گیا تھا آنحضرت نے فرمایا کہ علی کے بابت کبھی جھگڑا نہ کرنا۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کا حاکم ہے۔ یہ بات آپنے بغرض تاکید مکرر فرمائی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس ص۳۵۶۔

حدیث ولایت میں من بعدی (میرے بعد) کا فقرہ خاص طور سے قابل توجہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ولی کے معنی حاکم کے ہیں۔ دوست کے نہیں ہیں کیونکہ حضرت علی دوران حیات آنحضرت میں بھی ہر ایک مومن کے اسیطرح بھائی تھے جس طرح آنحضرت کی وفات کے بعد۔

امور کے اس واقعہ سے حضرت خالد بن ولید کی طبیعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جناب علی مرتضیٰ کی مخالف پارٹی میں تھے۔

طیالسی کے راویان حدیث ولایت ابوعوانہ، ابوبلج عمرو بن میمون ہیں
بل کے راویان حدیث ولایت عبدالرزاق، عفان، جعفر بن سلیمان
شک، مطرف، عمران، ابن نمیر، اجلح الکندی یحییٰ بن حماد، عبداللہ بن
اور بریدہ ہیں۔ انکے ثقہ و معتبر ہونے کا ذکر اس کتاب کے حصہ دوم یعنی کتاب الاسناد التراجم میں ملاحظہ ہو۔ جماعت اہل حکومت میں جو رتبہ امام احمد حنبل اور انکے مسند کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ چار ائمہ میں سے ایک امام ہیں کسی حدیث کا مسند احمد حنبل میں ہونا اس کی صحت کی قطعی دلیل ہے۔ امام احمد حنبل نے اپنے فرزند رشید عبداللہ کو وصیت کی تھی کہ جب اسلام میں ختہ پڑتے دیکھو اور احادیث رسول اتنی شائع ہو جائیں کہ کذب و اصل میں فرق نہ معلوم ہو تو میرے مسند کی طرف رجوع کرنا اور جو حدیث اس میں پاؤ اس کی صحت میں کبھی شک نہ کرنا ترمذی اور خصائص نسائی میں اس حدیث ولایت کے راویان قتیبہ بن سعید، جعفر بن سلیمان، یزید الرشک و مطرف بن عبداللہ و عمران بن حصین، واصل بن عبدالاعلی ابوالفضل واجلح و عبداللہ بن بریدہ اور بریدہ ہیں۔ انکی توثیق کیلئے حصہ دوم کتاب ہذا دیکھنا چاہیے۔

بارہ صحابیوں سے یہ حدیث مروی ہے یعنی حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت ابوذر جناب عبداللہ بن عباس، ابوسعید سعد بن مالک الخدری، براء بن عازب الانصاری ابویعلیٰ بن عبداللہ انصاری، عمران بن حصین، بریدہ بن الحصیب الاسلمی، عبداللہ ابن عمر، عمرو بن العاص اور وہب بن حمزہ۔

آنحضرتؐ نے بار بار متعدد موقعوں اور مختلف مقامات پر اس اعلان صریح کا اعادہ فرمایا ہے۔ جانشینی کا یہ ایک ایسا صاف و صریح اعلان ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں۔ لہذا ارباب حکومت کے مقلدین کے لئے ضروری ہوا کہ اپنا مذہب قائم رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ اعتراض اس اعلان کے اوپر کریں چنانچہ ان میں کا

کوئی نہ کوئی عالم اپنی عقل و سمجھ کے مطابق کچھ نہ کچھ غوں غاں کرتا اعتراضات کو جمع کر کے مولوی نصر اللہ کابلی نے اپنی کتاب تحریر کی۔ اور اُس میں سے سرقہ کر کے شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ سے فارسی میں ایک کتاب لکھی۔ ہم نے سرقہ کا لفظ اس وجہ سے استعمال تحفہ اثنا عشریہ کو اپنی خاص تصنیف و تالیف بیان کیا ہے اور صواقع کو عرصہ ہوا کہ اس تحفہ کی دھجیاں اُڑ چکی ہیں۔ اور بہت سی کتابیں اُس کی رد میں لکھی گئی ہیں۔ جو حق کی تلاش کرنا چاہتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ منجملہ دیگر کتب کے عبقات بارہ مجلدات۔ جواہر عبقریہ فی رد تحفہ اثنا عشریہ، تشیید المطاعن، حصص سیف ناصری، تقلیب المکائد، حدیقۂ سلطانیہ، طعن الرماح، صمصام قاطع، صوارم الٰہیات، حسام الاسلام، نزہتہ اثنا عشریہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں اور لکھنؤ سے مل سکتی ہیں بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں بھی موجود ہیں۔ حدیث ولایت کے متعلق شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تحفہ میں یہ اعتراض کرتے ہیں:۔

حدیث سویم۔ روایت بریدہ مرفوعاً قال ان علیاً منی وانا من علی وھو ولی کل مومن من بعدی وایں حدیث باطل است زیرا کہ در اسناد او اجلح واقع شدہ او شیعی است متہم در روایت خود و جمہور او را تضعیف کردہ اند۔ پس بحدیث او احتجاج نتواں کرد نیز ولی از الفاظ مشترکہ است۔ چہ ضرور است کہ اولی بتصرف مراد باشد و نیز غیر مقید است بوقت و مذہب اہلسنت ہمین است کہ وقتے از اوقات حضرت امیر امام مفترض الطاعۃ بود بعد از جناب صلے اللہ علیہ وسلم۔

گویا تین اعتراض ہوئے (۱) حدیث ولایت روایت بریدہ ہے اور اس کے اسنادمین اجلح واقع ہوا ہے۔ جو متہم بہ تشیع ہے اہلسنت و جماعت اُس کی تضعیف کرتے ہیں۔ لہذا اُس پر احتجاج کی بناء قائم نہیں ہو سکتی (۲) ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ صرف اولی بتصرف ہی اُس کے معنی کیوں لئے جاویں (۳) بعد سے مطلب بُعد منفصلہ ہے۔ اہلسنت بھی مانتے ہیں کہ اپنے وقت میں آنحضرت

مام مفترض الطاعتہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک اعتراض کا ہم جواب دیتے ہیں
ضرت شاہ صاحب کس طرح ایمانداری سے بحث کرتے ہیں۔

اول۔ قبل اس کے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں ہم ناظرین کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ جو اس اعتراض کی وجہ سے مقرر ہوتا ہے العزیز دہلوی حضرت علی کے حق میں جو کوئی روایت کسی شیعہ کے ذریعہ سے اس وجہ سے ناقابل قبول ہوتی ہے کہ اس کے سلسلہ رواۃ میں ایک شیعہ ہے۔ پھر کیوں نہ ہم اسی اصول کی بنا پر یہ قاعدہ مقرر کریں کہ جو روایت حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کے حق میں ہو وہ ناقابل قبول ہوگی۔ اگر اس کے سلسلہ رواۃ میں کوئی راوی اہلسنت و جماعت میں سے ہے۔ ہم تو اس قاعدہ کو منظور کرتے ہیں لیکن حضرات اہلسنت و جماعت خود اس قاعدہ کو جو شاہ عبدالعزیز نے مقرر کیا ہے کبھی منظور نہیں کرینگے۔ کیونکہ اگر اس قاعدہ کو مان لیا جائے تو حضرات ثلاثہ کے فضائل تو کہاں خبر نہیں کیا کچھ ثابت ہو جائے۔ اب ہم اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی فقط بریدہ ہی نہیں ہیں جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ یہ روایت بارہ صحابیوں سے مروی ہے۔ حضرت علی سے علامہ دیلمی نے اس روایت کو نقل کیا ہے جیساکہ علی المتقی نے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۵ حدیث ۲۵۰۱ میں اور میرزا محمد معتمد خان نے مفتاح النجا میں لکھا ہے۔ آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے ضمن میں اس حدیث کو حضرت علی کی روایت سے ابن مردویہ و ملا علی المتقی (کنز العمال) اور محمد محبوب عالم (تفسیر شاہی) نے بیان کیا ہے۔ نیز حضرت علی سے اس حدیث کو خطیب بغدادی (تاریخ بغداد) و عبدالکریم رافعی (کتاب التدوین)، زرندی (نظم درر السمطین)، و سیوطی (جمع الجوامع)، و ملا علی متقی (کنز العمال)، میرزا محمد معتمد خان (مفتاح النجا)، محمد صدر عالم (معارج العلی) و عجیلی (ذخیرۃ المآل)، و مولوی حسن زمان (قول مستحسن فی فخر حسن) نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام حسن سے شیخ سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری

سے اس حدیث کو شہردار دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔ ج
الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں تحریر کیا ہے۔ **عبداللہ بن عباس**
طیالسی اور امام احمد حنبل و ابویعلی نے اپنے اپنے مسند میں، حاکم۔
میں۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں، اخطب خوارزم نے کتاب
میں، ابن عساکر نے موافقات و اربعین طوال میں، محمد بن یوسف الکنجی
کفایت الطالب میں، محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ میں، سید شہاب الدین
احمد نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں، ابراہیم الوصابی نے
کتاب الاکتفاء میں، مناوی نے کنوز الحقائق میں، احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے
وسیلۃ المآل میں، میرزا محمد معتمد خان بدخشانی نے مفتاح النجاح و نزل الابرار میں
شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اور محمد بن اسمعیل صلاح الامیر نے روضۃ الندیہ
میں نقل کیا ہے۔ **ابوسعید سعد بن مالک الخدری** سے حدیث ولایت کو نطنزی
نے کتاب الخصائص العلویہ میں بضمن واقعہ غدیر خم، ابو نعیم اصفہانی نے کتاب ما نزل
من القرآن فی علی میں اور جمال الدین محدث نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ **براء بن
العاذب الانصاری** سے ابو المظفر سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ میں در
ذیل ذکر حدیث غدیر نقل کیا ہے۔ **ابویعلی بن عبداللہ الانصاری** سے حدیث
ولایت و اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں روایت کیا ہے۔ **عمران بن حصین**
سے حدیث ولایت کو ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد حنبل، ترمذی، نسائی،
حسن بن سفیان، ابویعلی، ابن جریر، خیثمہ بن سلیمان، ابوحاتم بن حبان، طبرانی،
حاکم، ابونعیم اصفہانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، ابوالسعادات ابن الاثیر
الجزری، عزالدین ابن الاثیر۔ محمد بن طلحہ قرشی۔ محمد بن یوسف الکنجی، محب الدین
الطبری، ابراہیم بن محمد حموینی، ذہبی، زرندی۔ سید شہاب الدین احمد، ابن حجر
عسقلانی، حسن یبزدی، جلال الدین السیوطی، حاجی عبدالوہاب ابن حجر، ملا علی
متقی، مرزا مخدوم، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث، علی القاری، احمد بن

ِ مرزا محمد بدخشانی۔ محمد صدر عالم، شاہ ولی اللہ، محمد بن اسمعیل
ن علی حبان، مولوی محمد مبین، محمد سالم، مولوی ولی اللہ لکھنوی
نے نقل کیا ہے۔ بریدہ بن الحصیب الاسلمی سے حدیث
شیبہ احمد حنبل، نسائی، مسعود بن ناصر سجستانی، شیرویہ دیلمی
ابن سیج اندلسی، ضیاء الدین حنبلی، محب الدین طبری۔ سید شہاب الدین
جر عسقلانی، شہاب الدین قسطلانی، محمد بن یوسف شامی، ملا علی متقی،
یم وصابی، احمد حافی، شیخانی قادری، میرزا محمد بدخشانی، محمد صدر عالم، اور
مولوی ولی اللہ لکھنوی نے نقل کیا ہے۔ عبداللہ ابن عمر سے حدیث ولایت کو سید
علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اور عمرو بن العاص سے اخطب خوارزم نے
کتاب المناقب میں نقل کیا ہے۔ وہب بن حمزہ سے حدیث ولایت کو شیخ
سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں روایت کیا ہے۔

اب ناظرین کو عبدالعزیز صاحب دہلوی کی دیانتداری و ایمانداری کا
اچھا تجربہ ہوگیا ہوگا۔ آپ نے فقط یہ کہکر کہ یہ حدیث محض بریدہ سے مرفوعاً نقل ہے
لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ غضب یہ کا خود ان کے
والد ماجد شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیفات قرۃ العینین و ازالۃ الخفاء میں اس
حدیث ولایت کو عمران بن حصین اور عبداللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے اور انکی اسناد
میں اجلح نہیں ہے کیا حضرت شاہ عبدالعزیز اپنی والد ماجد کی تصنیفات سے بھی ناواقف
تھے۔ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے جب
ہم دیکھتے ہیں کہ کئی روایتوں کے اسناد میں اجلح نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اجلح کے واقع ہونے سے کیا کیا خطرے پیدا ہوتے
ہیں۔ کتب رجال اہلسنت وجماعت میں اجلح کو شیعی خیالات کا آدمی ضرور
لکھا ہے لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ اُس زمانہ میں شیعہ کس کو کہتے تھے۔ اجلح کا
سنہ وفات ۱۴۵ ہجری ہے۔ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح فتح الباری

شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

والتشیع محبۃ علی وتقدیمہ علی الصحابۃ فمن قدمہ
وعمر فھو غالٍ فی التشیع ویطلق علیہ رافضی والا فشیعی فان
الی ذالک السب والتصریح بالبغض فغال فی الرفض وان اعتقد
الرجعۃ الی الدنیا فاشد فی الغلو (ترجمہ) تشیع صرف یہ ہے کہ علی سے محبت کریں اور
شیخین کے دیگر صحابہ پر اُنکو ترجیح دیں۔ غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت علی کو شیخین پر بھی فضیلت
دے اُسکو رافضی بھی کہتے ہیں۔ اور اگر شیخین پر فضیلت نہ دے تو وہ صرف شیعہ ہے۔ اور اگر اس کے
ساتھ ہی کوئی شیخین پر لعن کرے اور اُن سے دشمنی رکھے تو وہ غالی رافضی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ
وہ رجعتِ امام کا بھی قائل ہے تو وہ غلو رفض میں بھی شدت کرتا ہے۔

اس تعریف کی رو سے محض شیعہ وہ ہے۔ جو حضرت علی سے محبت رکھتا ہے
حضرات شیخین سے بھی محبت رکھتا ہے اور حضرات شیخین کو حضرت علی پر ترجیح دیتا ہے
غالی شیعہ یا رافضی وہ ہے جو حضرت علی کو شیخین پر بھی فضیلت دیتا ہے۔ غالی
رافضی وہ ہے کہ جو حضرت علی کی محبت کے ساتھ شیخین پر لعنت کرتا ہے اور اُن
سے بغض رکھتا ہے۔ شدید غالی رافضی وہ ہے کہ جو اس کے ساتھ رجعت امام کا
بھی قائل ہے۔

شیعیت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اُس کے خود شاہ عبدالعزیز صاحب
تحفہ قائل ہیں۔ چنانچہ اس ہی تحفہ اثنا عشریہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

"باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ در زمان سابق شیعہ ملقب
بودند و چوں غلاۃ روافض و زیدیان و اسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب
کردند مصدر قبائح و شرور اعتقادی و عملی گردیدند خوفاً عن التباس الحق
بالباطل فرقہ سنیہ و تفضیلیہ ایں لقب را بر خود نہ پسندیدند و خود را باہل سنت و
جماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب تاریخ قدیمہ واقع می شود۔
کہ فلاں من الشیعہ او من شیعہ علی حالانکہ او از رؤسائے اہل سنت و جماعت است

Presented By: https://jafrilibrary.com

الواقعۃ والاستیعاب بشیء کثیر من ھذا الجنس فلیتنبہ۔"

بدالواحد بن احمد بن الحسین بن عبدالعزیز العکبری حضرات اہلسنت و
بر موثق محدثین میں سے ہیں۔ انکا سنہ وفات ۴۱۹ھ ہجری ہے
ت پر ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے سمعانی نے اعتراض کیا ہی اُسکے
ب مولوی حیدر علی اپنی کتاب منتہی الکلام میں لکھتے ہیں۔

ح ہذا ازکجا ثابت شد کہ تشیع عرفی مراد باشد۔ چہ اطلاق ایں لفظ بر مذہب تفضیل حضرت امیر بر شیخین در کتب فن بیش از بیش وقوع یافتہ و قرینہ بریں معنی لفظ صدوق است چہ اکابر علمائے اہلسنت و جماعت مکفرین و مفسقین اہلبیت اخیار و اصحاب کبار را صدوق نمیگویند بلکہ راہ تکفیر و تفسیق شان میپویند اگر باور نیاید بنقد رجال امام رجوع کن و دریاب کہ ایں مطالب در کتاب مذکور موجود است۔ جائیکہ بترجمہ ابان بن تغلب مشغول شدہ ملخص مقال او جواب و سوال است۔ تقریر سوال آنکہ ابان بن تغلب شیعی بود پس تعدیل و توثیق او با وصف مبتدع بودنش چہ ... گشتہ باشد و تقریر جواب آنکہ بدعت صغرے مانند تفضل مرتضوی بر شیخین بے تنقیص و مذمت صدیق و فاروق در بسیاری از تابعین و تبع تابعین با وصف ورع و راستی بودہ اگر از روایت شان دست کشند بسیاری از آثار نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا وسلم تلف شوند لہذا در اخذ روایت از ایشان صرفہ نکردہ اند و مقتدایانے مثل ابان بن تغلب تفضیل حضرت امیر است و ذکر ہیچ بخلاف اہل بدعت کبرے کہ نفاق و تقیہ شعار ایشان است ایں قسم را اہل تنقید توثیق نمی کنند و قابل احتجاج نمی پندارند بلکہ ضال مضل و مفتری میدانند انتہی

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس قسم کا تشیع یعنی مخض جناب امیر کو حضرات شیخین پر فضیلت دینا بہت سے تابعین و تبع تابعین میں تھا جن سے احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اگر انکی مرویات کو ان کے اس تشیع کے سبب سے رد کر دیں تو پھر سنن و آثار نبویہ میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہاں غلو رفض کو ان لوگوں نے سبب تنقیص سمجھا ہے سو یہ لوگ رفضی یا غالی رافضی سے روایت ہی نہیں لیتے۔ اب ... برکرتے ہیں کہ اجلہ کے ثقات

کیا تھے اور وہ کس قسم کا شیعہ تھا اُس سے تو بہت سے محدثین کی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب میں بترجمہ اجلح الکندی لکھتے ہیں:۔

يقال اسمه يحيى، روى عن الشعبي و طبقته وعنه الثوري والقطان وابواسامة وخلق وثقه ابن معين واحمد بن عبد الله العجلي..... وقال ابن عدي شيعي صدوق... وروى اسحاق بن موسى الكندي عن شريك عن اجلح قال سمعنا انه ما سب ابا بكر وعمر احد الا افتقر او مات قتيلاً قيل مات سنه خمس واربعين مائة۔

اسکا نام یحیٰی تھا شعبی اور اُن کے طبقہ سے روایت کی ہے اور اجلح سے ثوری، قطان و ابواسامہ اور بہت کثیر لوگوں نے روایت کی ہے ابن معین اور احمد بن عبداللہ العجلی اسے ثقہ کے قائل ہیں..... ابن عدی کہتے ہیں کہ سچا ہے اگرچہ شیعی ہے..... اسحاق ابن موسیٰ نے شریک سے اور اُسنے اجلح سے روایت کی ہے اجلح کہتا ہے کہ کسی نے ابوبکر و عمر پر لعنت نہیں کی لیکن یہ کہ یا تو وہ فقیر ہو گیا یا قتل ہو گیا کہتے ہیں کہ اجلح نے ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

ذہبی: میزان الاعتدال۔ المجلد الاول ص۲۷

تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

قال ابن عدي له احاديث صالحة ويروي عنه الكوفيون ولم ار له حديثاً منكراً مجاوزاً للحد لا اسناداً ولا متناً الا انه يعد في شيعة الكوفة وهو عندي مستقيم الحديث صدوق وقال شريك عن الاجلح سمعنا انه ما سب ابا بكر وعمر احد الا مات قتيلاً وفقيراً

ابن عدی کہتے ہیں کہ اجلح کی احادیث صحیح ہوتی ہیں۔ علمائے کوفہ وغیرہم اس سے احادیث اخذ کرتے ہیں اور کوئی منکر یا غلط حدیث اس سے مروی نہیں ہے صرف یہ ہے کہ وہ شیعیان کوفہ میں سے شمار ہوتا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ صحیح حدیث بیان کرنیوالا سچا آدمی ہے۔ شریک کہتا ہے کہ اجلح کہا کرتا تھا کہ کسی نے ابوبکر و عمر کو سب و شتم نہیں کیا لیکن یہ کہ یا تو وہ فقر میں مبتلا ہوا یا قتل کر دیا گیا۔

ظاہر ہوا کہ اجلح صرف اتنا ہی شیعہ تھا کہ حضرت علی کو برا نہیں کہتا تھا حضرات

ت کا قائل تھا۔ اگرچہ یہ کرامات حضرات شیخین کی نہ تھیں بلکہ انکے
جج شیعوں کی جائدادیں ضبط کر کے انکو فقیر بنا دیتے تھے اور انکو قتل کرا دیتے
یخین لے سب وشتم کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ یہ اعتقادات صاف
اجلح سنی غالی تھا۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب سنی اسکو مستقیم
جانتے تھے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابان بن تغلب کے
یں لکھا ہے :-

بان بن تغلب الکوفی شیعی لکنہ صدوق
وقد وثقہ احمد بن حنبل و ابن معین
و ابو حاتم و اوردہ ابن عدی و کان
غالیا فی التشیع .... البدعۃ علی
ضربین فبدعۃ صغری کغلو التشیع
او کالتشیع بلا غلو ولا تحرق فھذا
اکثر فی التابعین و تابعیھم مع الدین
والورع والصدق فلو رد حدیث
ھؤلاء لذھب جملۃ الآثار النبویۃ فھذہ
مفسدۃ بینۃ ثم بدعۃ کبری کالرفض
الکامل والغلو فیہ والحط علی ابی بکر و
عمر رضی اللہ عنہما والدعا الی
ذلک فھذا النوع لا یحتج بھم۔

ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا لیکن صادق تھا
اور اس کی توثیق احمد بن حنبل و ابن معین ابو
حاتم و ابن عدی نے کی ہے وہ شیعہ غالی تھا...
بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک کو بدعت صغرےٰ
جیسے کہ غلو فی التشیع اور تشیع بغیر غلو کے اور
اسکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ تابعین و تبع تابعین
میں یہ اکثر پایا جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکے ان میں
دینداری زہد و صدق بھی تھا اگر ان کی بیان کردہ
احادیث کو رد کر دیا جائے تو تمام سنن و آثار نبویہ
غائب ہو جاتے ہیں اور فساد عظیم ہوگا۔ بدعت
کبرےٰ وہ ہے جو رفض یا غلو کامل ہو مثلاً حضرات ابوبکر و
عمر پر سب و شتم کرنا پس یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ جن
سے دلیل و حجت نہیں لیجا سکتی۔

ذہبی: میزان الاعتدال۔ ترجمہ ابان بن تغلب ص ۴

اجلح سے اکابر ائمہ و اجلہ علماء سنیان مثل شعبہ و سفیان ثوری و ابن المبارک
و ابو اسامہ و یحییٰ القطان و جعفر بن عون وغیرہم نے روایت کی ہے چنانچہ تہذیب
التہذیب میں ابن حجر عسقلانی اجلح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :-

اجلح بن عبد اللہ بن حجیۃ یقال معاویہ الکندی ابو حجیۃ ویقال اسمہ یحیی والاجلح لقب روی عن ابی اسحاق وابی الزبیر ویزید بن الاصم وعبد اللہ بن بریدۃ والشعبی وغیرہم وعنہ شعبۃ وسفیان الثوری وابن المبارک وابو اسامۃ ویحیی القطان وجعفر بن عون وغیرہم

اجلح بن عبد اللہ بن حجیہ ابو حجیہ کندی کہتے ہیں۔ انہوں نے ابو اسحاق و عبد اللہ بن بریدہ و شعبی سے روایت کی ہے اور اس سے شعبہ و سفیان و ابو اسامہ و یحیی القطان و جعفر بن عون نے روایت کی ہے۔

ناظرین اکابر علماء سنیہ کا اصول پہلے معلوم کر چکے ہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو حضرات ابوبکر و عمر سے افضل سمجھتے تھے وہ ان علماء کے نزدیک شیعان غالی و رافضی تھے۔ اور ان سے اخذ حدیث نہیں کیا جاتا۔ چونکہ اجلہ محدثین سنیہ نے اجلح سے احادیث اخذ کی ہیں لہذا بدیہی نتیجہ نکلا کہ اجلح شیعہ غالی یا رافضی نہ تھا جن علماء نے اس سے اخذ احادیث کیا ہے ان میں سے یحیی القطان ہے جو شیخ بخاری ہے۔ اور وہ ایسا متعصب شخص ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جیسے بزرگ کو معاذ اللہ صادق اللہجہ نہیں سمجھتا۔ چنانچہ سیف اللہ ابن اسد اللہ ملتانی نے اس کا وہ گستاخانہ فقرہ نقل کیا ہے۔ جو اس نے امام جعفر علیہ السلام کے حق میں استعمال کیا تھا۔ قال یحیی ابن سعید القطان شیخ البخاری اجد منہ فی نفسی شیئا (یحیی بن القطان شیخ بخاری کہتا ہے کہ میرے دل میں امام جعفر کی طرف سے کچھ شبہ ہے) حالانکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نہایت جلیل القدر محدثین نے روایات اخذ کی ہیں۔ امام ابوحنیفہ آپ کی نسبت فرماتے ہیں عن ابی حنیفہ ما رأیت احدا افقہ من جعفر بن محمد ولما رأیتہ دخلنی من الھیبۃ ما لم یدخلنی لابی جعفر المنصور۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال) (ترجمہ) ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق سے زیادہ فقیہہ و عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور جب میں انکو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں انکا اتنا رعب و خوف داخل ہو جاتا ہے۔ جتنا بادشاہ وقت جعفر المنصور کے دیکھنے سے نہیں ہوتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یحییٰ بن القطان جیسا شخص ہرگز اجلح سے اخذ حدیث نہ کرتا اگر اُسے نہی ہونے کا شبہ ہوتا اور اُس پر ہی کیا منحصر ہے۔ امام نسائی و ... اجلہ و اکابر ائمہ حدیث اُس سے اخذ حدیث کرتے ہیں چنانچہ ...مد حنبل نے اجلح سے نقل کیا ہے۔ امام نسائی کا اجلح سے اپنی صحیح ...نا کتب رجال مثل تہذیب التہذیب و تقریب وغیرہ سے ظاہر ہے ...ن شرائط صحت احادیث بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ ...ذہبی اپنے تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ کہتے ہیں:۔

قال ابن طاہر سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی. فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطاً فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم.

ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے سعد ابن علی الزنجانی سے ایک راوی کی نسبت سوال کیا۔ اُنہوں نے اُسکی توثیق کی میں نے کہا کہ نسائی نے تو اس کی تضعیف کی ہے۔ سعد بن علی الزنجانی نے جواب دیا کہ اے بیٹے! نسائی کی شرائط توثیق راویان کے متعلق بخاری و مسلم سے زیادہ سخت ہیں۔

ذہبی: تذکرۃ الحفاظ۔

یہی کلمہ عبدالوہاب بن سبکی نے نسائی کے متعلق طبقات شافعیہ کبریٰ میں لکھا ہے۔ لہذا ظاہر ہوا کہ صرف امام نسائی ہی کا اجلح سے اخذ حدیث کرنا اجلح کی توثیق کیلئے کافی ہے۔ اور امام احمد حنبل کے مسند کی جو توقیر و قدر و منزلت حضرات سنیہ کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی حدیث کی صحت کا یہ آخری قطعی سرٹیفکیٹ کہ وہ مسند احمد حنبل میں موجود ہے۔ اور کسی راوی کی توثیق و صدق لہجہ کے لئے یہ کافی دلیل قطعی ثبوت ہے کہ اُس سے امام احمد حنبل نے اخذ حدیث کیا ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات شافعیہ عبدالوہاب سبکی۔ غرضکہ ثابت ہوا کہ اجلح کی توثیق علمائے کرام مثلاً یحییٰ ابن معین، احمد حنبل، عمرو بن علی فلاس، احمد بن عبداللہ عجلی، یعقوب بن سفیان، عبداللہ ابن احمد معروف ابن عدی و ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے کی ہے اور اجلح صحیح ابی داؤد

ترمذی ونسائی وابن ماجہ کے رواۃ میں سے ہے۔ ابوالحجاج
الکمال میں بترجمہ اجلح لکھتے ہیں: قال عباس الدوری عن یحیی
(عباس الدوری یحییٰ ابن معین سے روایت کرتا ہے کہ اجلح ثقہ ہے) ابن حجر
تہذیب التہذیب میں بترجمہ اجلح لکھا ہے: قال ابن معین صالح
ثقۃ وقال مرۃ لیس بہ باس (ابن معین کہتے ہیں کہ اجلح صالح وثقہ ہے اور
اخذ حدیث کرنے میں کچھ ڈر نہیں)

مہ یحییٰ ابن معین کا جو درجہ اہل سنت کے نزدیک ہے وہ اس کتاب کے حصہ دوم
یعنی کتاب الاسناد والتراجم میں ملاحظہ ہو۔ عمرو بن فلاس کہتے ہیں کہ اجلح مستقیم الحدیث
وصدوق ہے۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ اجلح کی توثیق عبد اللہ العجلی نے
بھی کی ہے اور اُس کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی و تہذیب التہذیب
ابن حجر عسقلانی ولآلی مصنوعہ جلال الدین سیوطی۔ ابن عدی کی توثیق اجلح کے لئے ملاحظہ ہو
تہذیب الکمال مزی۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب شخص نے اس کی توثیق کی ہے دیکھو
ان کی تقریب التہذیب۔

جب ناظرین نے معلوم کر لیا کہ اجلح کیسا شیعہ تھا۔ اُس کے اعتقادات کیا
تھے۔ اُس کی توثیق کتنے علماء کرام نے کی ہے۔ یہ شخص صحیح ترمذی ومسند ابی داؤد و
نسائی وابن ماجہ کے رواۃ سے ہے۔ اور عظیم الشان علماء نے اُس سے اخذ احادیث کیا
ہے تو اب وہ شاہ عبدالعزیز کے اعتراض پر دوبارہ نظر ڈالیں کہ اجلح شیعہ ہے اور علماء
نے اُس کی تضعیف کی ہے۔ خود ناظرین نتیجہ نکال لینگے کہ تعصب کس طرح آنکھوں پر
پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس طرح یہ بزرگ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعتراض ۲ یہ اعتراض صاحب تحفہ کے تعصب وہٹ دھرمی کی ایک اور
دلیل ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے۔ اس کے معنی حاکم و والی
کے بھی ہیں اور دوست کے بھی لیکن اگر آنحضرت کا مقصد دوست سے تھا تو "میرے بعد"
کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا آنحضرت کی زندگی میں حضرت علی مومنین کے دوست نہ تھے

ت اور اُنکا حق دوستی تو حضرت علی نے آنحضرت کی حیات ہی میں کافی
ن ایک دوسرے کے دوست ہی ہوا کرتے ہیں۔ کیا حضرت ابوبکر
لے دوست نہ تھے۔ حضرت علی ہی مومنین کے دوست ہو نیسے
دجانی اور کیا طرۂ امتیاز لگ جاتا کہ آنحضرت نے اس اہتمام کے ساتھ
ں پر بار بار فرما کر حضرت علی کی فضیلت کا اظہار کیا۔ وہ خاص موقعہ بھی
ہیے۔ حضرت علی سردار فوج ہیں۔ چند لشکری اُنکی شکایت کرتے ہیں۔ آپ
رفرماتے ہیں کہ تم ایک وقت اور ایک موقعہ کی سرداری پر کیا اعتراض کرتے ہو
ی تو میرے بعد تم سب کا حاکم و والی قطعی و دائمی ہوگا۔

اعتراض ۳ من بعدی کا جملہ صریحاً بعد قریب کا اظہار کر رہا ہے۔ آنحضرت تو فرماتے ہیں کہ علی میرے بعد ہی مومنین کا حاکم ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں، نہیں، ابوبکر و عمر و عثمان تین اشخاص درمیان میں حائل ہونے کے بعد اور زائد از پچیس سال کا عرصہ منقضی ہونے کے بعد حضرت علی حاکم ہونگے۔ یہ طریقہ استدلال حضرت شاہ عبدالعزیز ہی کے لئے مایہ ناز ہوسکتا ہے۔ عقل سلیم تو مسکرا کر اُسکی طرف سے منہ پھیر لیگی۔

(۳) اعلان اس امر کا کہ یہ تعین خلافت بحکم الٰہی بالائے عرش بھی ہوچکا تھا

ہمارے اس دعوے کی مزید تائید کہ خلیفہ رسول کا معین اور مقرر ہونا خداوند تعالٰی کے حکم سے تھا اور ہونا چاہیے تھا۔ مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان احادیث کو مطالعہ کر کے آجکل کے تعلیمیافتہ نوجوان یہ کہیں کہ عرش و بالائے عرش یہ کیا مضحکہ خیز گفتگو ہے۔ ایسے اعلیٰ تعلیمیافتہ بزرگواروں سے دوبدو ہونا ہماری اس کتاب کا مقصد نہیں ہے ہم تو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب پیغمبر اسلام نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین بحکم خداوندی مقرر فرمایا۔ اور اس کا اعلان بالصراحت بار ہا موقعوں پر متعدد طریقوں سے کیا۔ اُن میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ سیر معراج کی کیفیت و اندرون حجاب کی حالت بیان کیجائے۔ جو مسلمان ہیں اور معراج کے قائل ہیں، خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی، اُنکو تو اس میں کوئی مضحکہ خیز بات نظر نہیں آئیگی۔ اور جو غیر مسلم ہیں اور

عرش و معراج کے قائل نہیں وہ ان امور پر ایمان نہ لائیں۔ بہرصد تو اُن کے لئے بھی قائم رہتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے علی بن ابی طالب مقرر کیا اور ان طریقوں سے اسکا اظہار کیا۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی الی السماء نظرت الی ساق العرش الایمن فرأیت کتابا فهمته محمد رسول اللہ ایدته بعلی ونصرته به۔

ملا نے اپنی سیرۃ میں اور قاضی عیاض نے الشفا میں ابو الحمراء سے روایت کی ہے رسول خدا نے فرمایا کہ شب معراج جب آسمان سے میرا گذر ہوا تو میں نے ساق عرش الٰہی پر عبارت دیکھی جسکا مطلب مجھ پر منکشف ہوا کہ محمد خدا کا رسول ہے میں نے اسکی تائید و نصرت علی کے ذریعے سے کی۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۲۸ و ۱۷۲۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۹ حدیث ۲۶۵۹ تا غایت ۲۶۶۲۔

محمد بن صلوح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۵ در تشریح شعر:

من یبدء خلق الهام وقد ... هام فی الشقوۃ من کان شقیا۔

شفاء قاضی عیاض — عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب اول ص ۴۳

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص ۱۱۹ فی قوله تعالیٰ هو الذی ایدك بنصره وبالمؤمنین۔

ابن المغازلی: کتاب المناقب ابن المغازلی۔ — اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل — شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء

میرزا محمد بدخشانی: مفتاح النجاء — سعید گازرونی: منتقی۔

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی ص ۱۳

یہ حدیث چار صحابیوں سے مروی ہے یعنی ابو الحمراء، وہب بن منیر، ابو الخمیس اور انس۔

اور حدیث ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیر معراج میں جناب رسول کے نام کو اپنے نام کے ہمراہ چار جگہ لکھا ہوا پایا۔ وہ یہ ہے:۔

عنہ قال قال	حضرت علی سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ
صلی اللہ علیہ وسلم	اے علی میں نے تمہارے نام کو اپنے ساتھ ملا ہوا چار
اسمك مقرونا باسمی	جگہ پایا۔ جب میں شب معراج بیت المقدس پر
اربعۃ مواطن فانست بالنظر	پہنچا تو وہاں ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا کہ نہیں
الیہ لما بلغت بیت المقدس فی	کوئی خدا سوائے معبود برحق کے محمد اس کا رسول
معراجی الی السماء وجدت علی	ہے میں نے اس کی مدد و نصرت اس کے وزیر کے ذریعہ سے کی
صخرۃ بہا لا الہ الا اللہ محمد	میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ میرا وزیر کون ہے
رسول اللہ ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ	انہوں نے جواب دیا کہ علی ابن ابیطالب۔ جب میں
بوزیرہ فقلت لجبریل ومن وزیری	سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا
قال علی بن ابیطالب فلما انتہیت الی	میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہاں وزیر سے کون
سدرۃ المنتہی وجدت علیہا انی انا اللہ لا الہ	مقصود ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ علی ابن ابیطالب
انا وحدی ومحمد صفوتی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ	جب میں اس سے گزر کر عرش الٰہی تک پہنچا تو وہاں
فقلت لجبریل ومن وزیری قال علی بن ابیطالب	بھی اس کی ساقوں پر لکھا ہوا یہی پایا جب میں
فلما جاوزت من سدرۃ المنتہی وانتہیت	جنت میں اترا تو اس کے دروازے پر بھی یہی
الی عرش رب العالمین فوجدت مکتوبا علی	لکھا ہوا تھا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے
قوائمہ انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی	محمد میرا حبیب میری مخلوق میں سے ہے۔ میں نے
ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ فلما ہبطت الی الجنۃ	اس کی مدد اس کے وزیر کے ذریعہ سے کی۔
وجدت مکتوبا علی باب الجنۃ لا الہ الا انا محمد	اور اس کی نصرت اس کے وزیر کے
حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ	ذریعہ سے کی۔

(۴) رسول و نائب رسول و خلیفہ و مستخلف کا آپس میں ایک ہی ہونا۔ ایک ہی درخت کے دو بقعے، ایک درخت کی دو شاخیں۔ خلیفہ و نائب و جانشین کی سب سے بڑی صفت اور

ینابیع ... مودۃ القربی مودۃ ۱۱ منہ۔

اُسکے جانشین کی موزونیت کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ وہ ہر امر میں
کہ جس امر کے لئے اُس کی خلافت و نیابت قائم کی گئی ہے ۔
اور اُس کی قائمقامی کرنے کا اہل ہو جس قدر وہ اپنے اصل سے
اس کا استحقاق نیابت سمجھا جائیگا۔ ایک عالم کا نائب یا قائمقام
ایک پہلوان کا جانشین اُس کی پہلوانی کے اکھاڑے میں ایک مریدہ
ہو سکتا ۔ ایک ایسا کلیہ ہے کہ جو ثبوت کیلئے کسی دلیل و بحث کا محتاج
نہ حکما کہتے ہیں کہ ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔ جناب رسول خدا نے
بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ وہ اور علی ایک ہیں جب ہی تو حضرت علی کو ہمنفس پیغمبر
ہیں۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ میں اور علی ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ علی مجھ سے ہے اور
مَیں علی سے ہوں جس نے علی سے محبت کی اُس نے گویا مجھ سے محبت کی جس نے علی
سے بغض کیا۔ اُس نے مجھ سے بغض کیا۔ جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔
آیہ مباہلہ نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ جب نفس پیغمبر کی حد کے اندر حضرت علی کو
داخل کر دیا۔ ہم حیران ہیں کہ اس سے زیادہ اور کون سے واضح اور مؤثر الفاظ ہو سکتے
تھے کہ جن کے ذریعہ سے آنحضرت ارشاد فرماتے کہ علی میرا خلیفہ و جانشین ہے۔ اور
صرف وہی میری خلافت کا اہل ہو سکتا ہے۔ آجکل کے تعلیم یافتہ لوگ شاید کہیں کہ
آنحضرت نے حضرت علی کی جانشینی کی دستاویز ہی لکھکر کیوں نہ حضرت علی کو دیدی
ہارون الرشید نے ایسا ہی کیا تھا۔ اپنی جانشینی کے متعلق ایک دستاویز لکھکر امین و
مامون کے دستخط اُس پر کرا کر خانہ کعبہ میں آویزان کر دی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ اُس
دستاویز کا کیا حشر ہوا۔ جب حرص و آز و خود غرضی و نفسانیت کا سمندر لہریں مارتا ہی
تو اُس کی امواج تلاطم انگیز کے آگے چار انگل کا غذ کا ٹکڑا کیا حقیقت رکھتا ہی۔ جناب
رسول خدا نے تو وہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ جس کے آگے تحریر کوئی چیز ہی نہیں۔ ایک دستاویز
کو گم و ضائع کرنا تو بہت آسان کام تھا مگر ان بے شمار اقوال کو لوگوں کے سینوں میں سے
زائل کرنا بہت مشکل تھا۔ بہت دبایا۔ بہت گلے گھونٹے لیکن پھر بھی حق ہی اس طرح

اور تواتر کے ساتھ کہا گیا تھا ظاہر ہو ہی گیا۔ ایسے مؤثر الفاظ ایسے عمدہ
ہوئے تھے۔ کہ اُن کا دب جانا ناممکن تھا۔ اور پھر جناب رسول خدا نے
جب تم مجھے تحریر لکھنے ہی نہیں دیتے اور صرف تحریر کے ذکر آنے پر تم میرے
اس سب الفاظ استعمال کرتے ہو تو تم میری تحریر کی کیا وقعت کرتے اگر میری
تمہارے دل میں ہے تو میرے الفاظ ہی کیا کم ہیں۔ آپ نے اپنے امر مدعا کو نہایت
دانشمندانہ طریقے سے پورا کیا۔ تاکہ وہ لوگ جو کینے بھی نہ ہوں اور سارا مطلب بھی ظاہر
کر دیا جائے۔ لوگوں کے دلوں میں بھی خار گزرتا تھا کہ بنو ہاشم میں نبوت کیوں گئی اگر اس
تجویز میں احتیاط سے کام نہ لیا جاتا تو لوگ یہ معلوم کر کے کہ نبوت ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے
مسلمانوں کی بادشاہت بھی بنو ہاشم میں جا رہی ہے تو وہ نبوت سے بھی انکار کر دیتے۔ یہ
وہ ہی لوگ تو تھے کہ جنہیں صرف اسلام پر قائم رکھنے کیلئے بہت سی تدابیر اختیار کیجاتی تھیں
بہتوں کو مال غنیمت ہی میں سے زیادہ حصہ دیا جاتا تھا تاکہ اسلام کے دائرہ کے اندر
تو رہیں۔ خلافت کی دستاویز تو انکو معلوم نہیں کن باتوں پر آمادہ کر دیتی۔ اور فدک
کے لئے دستاویز لکھکر دی تھی تو اسکا کیا حشر ہوا جو اس کا ہوتا۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ نائب یا خلیفہ خلافت کے لئے افضل ترین
اور نیابت کے لئے مستحق ترین ہوتا ہے۔ جو اپنے اصل و مستخلف کا نظیر و مثیل ہو لہذا کسی
صحابی رسول کا سب سے بڑا استحقاق خلافت یہ تھا کہ وہ نورانیت، علمیت و افضلیت و
شجاعت و عبادت و ریاضت و سیادت و تقوے و زہد و شدت ایمان میں آنحضرت
کے دوش بدوش ہو تاکہ آپکا کام بعینہ اسیطرح چلا سکتا جیسا کہ آپ خود چلا رہے تھے
اور اسیطرح تبلیغ امر رسالت و اشاعت دین حقہ میں آپ کی وفات سے کسی طرح کا
انقطاع نہ ہو حضرت علی علیہ السلام کا مثیل و نظیر رسول صلعم ہونا اور آپ کی ہر ایک
صفت ذاتی میں آپ کے ہم ردیف ہونا ان الفاظ سے زیادہ اور کن موثر و موقر
الفاظ میں جناب رسول خدا ظاہر فرماتے۔ جن الفاظ میں آپ نے حدیث نور بیان فرمائی۔

حدیث نور: ابراہیم بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ نے اس حدیث

نور کو مختلف اسانید و متعدد طرق کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ
فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین سے نقل کرتے ہیں

راسمائے راو

اخبرنی سید النسابہ عبد الحمید بن فخار الموسوی الحافظ قال حدثنا احمد بن یوسف بن خلاد النصیبی ببغداد قال حدثنا الحارث بن ابی اسامۃ التمیمی قال حدثنا داؤد بن المحبر بن محمد قال حدثنا قیس بن الربیع عن عباد بن کثیر عن ابی عثمان النہدی عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خلقت انا وعلی ابن ابیطالب من نور واحد عن یمین العرش یسبح اللہ ویقدسہ قبل ان یخلق اللہ عز وجل آدم باربعۃ عشر الف سنہ فلما خلق اللہ آدم نقلنا اصلاب الرجال وارحام النساء الطاہرات ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب وقسمنا نصفین فجعل النصف فی صلب ابی عبد اللہ وجعل النصف فی صلب عمی ابیطالب فخلقت من ذالک النصف وخلق علی من النصف الاخر واشتق اللہ تعالیٰ من

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ سنا میں نے جنابِ رسول خدا کو فرماتے ہوئے کہ میں اور علی ایک نور واحد سے پیدا کئے گئے ہیں جو عرش الٰہی کے سامنے خلقت آدم سے چودہ ہزار برس پہلے سے خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا جب خداوند تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو ہم اصلاب مردان طاہر و ارحام عورات مطہرہ میں سے منتقل کئے گئے یہانتک کہ ہم صلب عبد المطلب میں منتقل ہوئے۔ وہاں ہمکو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کا ایک حصہ یعنی نصف صلب عبد اللہ میں اور دوسرا نصف صلب عمی ابوطالب میں آیا۔ بس میں اس نصف میں سے پیدا کیا گیا جو صلب عبد اللہ میں تھا اور میرا بھائی علی اس دوسرے نصف میں سے پیدا کیا گیا جو صلب ابی طالب میں تھا اور ہم دونوں کو خداوند تعالیٰ نے خاص اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ چنانچہ خداوند تع

...عزوجل المحمود
...لی واخی علی والله
...طمه وان حسن و
... والحسین وکان
... رسالة والنبوة
... ممه فی الخلافة والشجاعة
رسول الله وعلی سیف الله.

محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ خداوند تعالیٰ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے۔ خدا فاطر ہے۔ میری دختر فاطمہ ہے۔ خدا محسن ہے۔ میرے دونوں فرزندان حسن اور حسین ہیں۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے نبوت و رسالت کیلئے مختص کیا اور علی ابن ابی طالب کو میری خلافت کیلئے اور شجاعت کیلئے منتخب کیا۔ پس میں رسول اللہ اور علی سیف اللہ ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۸

حدیث نور آٹھ صحابیوں سے مروی ہے یعنی حضرت علی، امام حسین، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور انس بن مالک۔ ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے نقشۂ ذیل مرتب کیا ہے جس سے ایک نظر میں اس حدیث کی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نقشہ کو ہم نے عبقات الانوار حدیث ولایت سے مرتب کیا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مع ...	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱	امام زین العابدین علی بن الحسین تابعی	۹۲	امام حسین	بتصریح اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۲	زاذان ابو عمر الکندی تابعی	۸۲	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی کتاب المناقب ابن المغازلی کتاب المناقب اخطب خوارزم کفایۃ الطالب یوسف الکنجی
۳	ابو عثمان الرازی تابعی	۹۸	سلمان فارسی	بتصریح محمد بن علی نطنزی در خصائص علویہ
۴	ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی تابعی			
۵	عکرمہ بن عبداللہ مولی ابن عباس	۱۰۷	عبداللہ بن عباس	تاریخ بغداد خطیب بغدادی کفایۃ الطالب محمد بن یوسف کنجی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۶	ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید تابعی		انس بن مالک	زین الفتیٰ عاصمی
۷	امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۱۱	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط
۸	ابو حاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۷	انس بن مالک	زین الفتیٰ فی شرح سورہ
۹	عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل	۲۹	سلمان فارسی	زوائد مناقب عبد اللہ بن ا.
۱۰	ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۰	امام حسین	اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۱۱	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰		
۱۲	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف ابن عبد البر	۴۶۳ھ		بہجۃ المجالس و انس المجالس۔
۱۳	ابو بکر احمد بن علی البغدادی المعروف خطیب	۴۶۳	عبد اللہ ابن عباس	تاریخ بغداد
۱۴	ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	سلمان فارسی ابوذر غفاری جابر بن عبد اللہ	کتاب المناقب
۱۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار الدیلمی	۵۰۹	سلمان فارسی	فردوس الاخبار
۱۶	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		حضرت علی امام حسین انس بن مالک	زین الفتیٰ شرح سورہ ہل اتیٰ
۱۷	ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		سلمان فارسی	خصائص علویہ
۱۸	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار المعروف ابن الدیلمی	۵۵۸	سلمان فارسی	فرائد السمطین ابراہیم بن محمد الحموینی
۱۹	ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید المعروف باخطب خوارزم	۵۶۸	امام حسین سلمان فارسی زاذان	کتاب المناقب
۲۰	ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷	سلمان فارسی	کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی

	یمن حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
	...مود بن محمد بن حسین ...نی		امام حسین	توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل شہاب الدین
	...ن عبدالسید المطرزی	۶۱۰	امام حسین	فرائد السمطین
	...ن الحسین بن محمد الخوارزمی	۶۱۷		شرح دیوان ابو العلار
	...لکریم بن محمد بن عبدالکریم القزوینی الرافعی	۶۲۴	ابو ہریرہ	فرائد السمطین حموینی
۲۵	ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلعی المعروف با بن سبع	۶۳۴	حضرت علی	کتاب الاکتفاء وصابی
۲۶	محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	عبداللہ بن عباس، سلمان فارسی	کفایت الطالب
۲۷	محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۴	سلمان فارسی	ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۴
۲۸	ابو المؤید ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	ابوہریرہ، عبداللہ بن عباس، سلمان فارسی، ابوذر، عباس، امام حسین	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
۲۹	شرف الدین محمد بن محمد بن محمود	۷۴۳	سلمان فارسی	نزل السائرین فی احادیث سید المرسلین
۳۰	جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود الزرندی	۷۵۰	عبداللہ بن عباس	درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ والبتول والسبطین۔ او معارج الوصول الی معرفۃ آل الرسول والبتول
۳۱	سید محمد بن جعفر الحسینی		حضرت علی	بحر الانساب
۳۲	سید محمد بن یوسف المعروف گیسو دراز			کتاب الاسمار و رسم چہل و ہفتم و ہفتاد و ہفتم و صد و یکم
۳۳	جلال الدین البخاری المعروف مخدوم جہانیان جہاں گشت	۷۸۵		ہدایۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی

Presented By: https://jafrilibrary.com

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۳۴	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	سلمان فارسی	مودۃ القربیٰ مودۃ
۳۵	شہاب الدین احمد			توضیح الدلائل
۳۶	ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی	۸۴۹		ہدایۃ السعداء فی جلوۃ سابعہ عشر
۳۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بن حجر عسقلانی	۸۵۲	سلمان فارسی	تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس
۳۸	احمد بن محمد الحافی			تیر المذاب فی بیان ترتیب الاصحاب
۳۹	ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی		حضرت علی و سلمان فارسی	کتاب الاکتفاء
۴۰	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی	۱۰۰۰	عبد اللہ بن عباس	اربعین
۴۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبد اللہ	۱۰۲۳		کنز البراہین الکسبیۃ الاسرار الوہبیہ
۴۲	شیخ محمد الواعظ الہروی		سلمان فارسی علی	ریاض الفضائل
۴۳	سید محمد جلال ماہ عالم			تذکرۃ الابرار
۴۴	محمد صدر عالم سبط شیخ ابو الرضا		حضرت علی سلمان	معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ
۴۵	حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی	۱۱۵۴		شجرۂ طیبہ
۴۶	احمد بن ابراہیم			جواہر النفائس
۴۷	شیخ سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلان بن محمد المعروف خواجہ القندوزی البلخی			ینابیع المودۃ باب الاول ص۱۱۰

حدیث شجرہ۔ احادیث وہی صحیح ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کی تائید اور توثیق کرتی ہیں چنانچہ حدیث نور کی مؤید کئی دیگر احادیث ہیں جن میں سے ایک حدیث شجرہ ہے:۔

اخبرنا الحافظ یوسف بن خلیل بن عبد اللہ الدمشقی بحلب اخبرنا محمد

ہمارے مجمع میں مقام حلب حافظ یوسف بن خلیل بن عبد اللہ دمشقی نے ہمیں خبر دی در ترجمہ میں سماد داہ

اسمائے رواۃ چھوڑ دئے گئے

طوسی اخبرنا ابو منصور
بیل لصیر فی اخبرنا ابو
ثنا اخبرنا الحافظ ابو
ن احمد بن ایوب الطبرانی
حسین بن ادریس التستری
ثنا ابو عثمان طالوت بن عباد
لصیرفی البصری حدثنا فضال
بن جبیر حدثنا ابو امامۃ الباہلی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار
شتی وخلقنی وعلیا من شجرۃ
واحدۃ فانا اصلها وعلی فرعها
وفاطمۃ لقاحها والحسن و
الحسین ثمرها فمن تعلق بغصن من
اغصانها نجاء ومن زاغ عنها
هوی ولو ان عبدا عبد اللہ
بین الصفا والمروۃ الف
عام ثم الف عام ثم الف
عام لم یدرک محبتنا اکبہ
علی منخریہ فی النار ثم
تلی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا
مودۃ فی القربیٰ۔

مروی ہے ابو امامہ باہلی سے کہ جناب رسولخدا نے
فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف درختوں
سے پیدا کیا ہیں میں اس درخت کی جڑ ہوں علی
اس کا تنہ ہیں فاطمہ اسکے پھول ہیں اور حسن و حسین
اسکے ثمر ہیں پس جس نے اس درخت کی شاخوں میں
سے ایک شاخ کو پکڑا تو اس نے نجات پائی اور
جو ان سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا اور اگر کوئی
بندہ صفا و مروہ کے درمیان خداوند تعالیٰ
کی عبادت ایک ہزار سال تک کرے اور پھر ایک
ہزار سال تک کرے اور پھر ایک ہزار سال
تک کرے لیکن ہماری محبت اسکے دل میں نہ ہو
تو خداوند تعالیٰ اسکو منہ کے بل دوزخ میں پھینکیگا
اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الا مودۃ فی القربیٰ۔

محمد بن یوسف بن محمد الکنجی: کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب

اسمائے راویان ع

اخبرالشیخان محمد بن سعید بن الموفق
الخازن النیسابوری ببغداد وابراہیم
بن عثمان الکاشغری بنھر معلی
قالا اخبرنا الحافظ ابو القاسم علی
بن الحسن الشافعی اخبرنا ابو یعلی
حمزہ بن احمد بن فارس بن
کردس اخبرنا ابو البرکات احمد
بن عبد اللہ بن علی المقری اخبرنا
ابو طالب عمر بن ابراھیم بن
سعید الزہری الفقیہ اخبرنا
ابوبکر محمد بن عزیب البزار
حدثنا ابو العباس احمد بن موسیٰ
بن زنجویہ القطان حدثنا عثمان
بن عبد اللہ یقول کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات
وعلی تجاھہ فادمی الی علی فاتینا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول ادن
منی یا علی فدنی منہ علی فقال ضع
خمسک فی خمسی یعنی کفک فی کفی
یا علی خلقت انا وانت من شجرۃ
انا اصلھا وانت فرعھا
والحسن والحسین اغصانھا
فمن تعلق بغصن منھا

عثمان بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا
عرفات میں تھے اور علی انکے سامنے تھے جناب
رسولخدا نے علی کی طرف اشارہ کیا ہم بھی آنحضرت کے
نزدیک آگئے۔ آپ نے علی سے کہا کہ میرے نزدیک
آؤ۔ علی آپ کے نزدیک ہوگئے تب جناب رسولخدا نے
فرمایا کہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ چنانچہ انہوں
نے ایسا ہی کیا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اے
علی میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں میں اسکی
جڑ ہوں۔ تم اسکے تنہ ہو حسن و حسین اسکی شاخیں
ہیں پس جس نے اس درخت کے کسی حصہ

سنتہ یا علی لو ان	سے تعلق رکھا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اے علی اگر میری
مراحتی یکونوا	امت کے لوگ اتنے روزے رکھیں کہ وہ مثل لکڑی کے
یہ وصلوا حتی	لاغر ہو جائیں اور اتنی نمازیں پڑھیں کہ مثل کمان کے
کالاو تا د ثم ابغضوک	خمیدہ ہو جائیں اور تجھ سے دشمنی رکھتے ہوں تو خدا ان کو
اللہ فی النار۔	انکو دوزخ میں ڈالیگا۔

اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں، حاکم نے جابر ابن عبد اللہ سے مستدرک علی الصحیحین کتاب التفسیر میں، ابن المغازلی نے عبد اللہ بن عباس و جابر ابن عبد اللہ سے کتاب المناقب میں، دیلمی نے عبد اللہ ابن عباس سے فردوس الاخبار میں، اخطب خوارزم نے جابر ابن عبد اللہ سے کتاب المناقب میں، محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن الزرندی نے جابر ابن عبد اللہ سے درر السمطین میں شہاب الدین احمد نے جابر ابن عبد اللہ سے توضیح الدلائل میں، حسین میبذی نے جابر ابن عبد اللہ سے فواتح میں، جلال الدین سیوطی نے جابر بن عبد اللہ سے قول الجلی فی فضائل علی میں، ملا علی متقی نے جابر ابن عبد اللہ سے کنز العمال الجز السادس ص۱۵۴ حدیث ۲۵۶۱ میں، ابراہیم عبد اللہ الوصابی نے حضرت علی و جابر ابن عبد اللہ سے کتاب الاکتفا میں، جمال الدین محدث نے جابر ابن عبد اللہ سے اربعین میں، عبد الرؤف مناوی نے کنوز الحقائق میں، شیخ بن محمد الجفری، نے کنز البراہین الکسبیہ میں، میرزا محمد معتمد خان نے جابر ابن عبد اللہ و عبد اللہ ابن عباس سے مفتاح النجا میں، محمد صدر عالم نے جابر ابن عبد اللہ سے معارج العلی فی مناقب المرتضی میں، نظام الدین دہلوی نے جابر ابن عبد اللہ سے تحفۃ المحبین میں حتماً و جزماً صحیح تسلیم کرکے نقل کیا ہے۔

حدیث خطاب حدیث نور کی موید ایک اور حدیث ہے جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون ص۹۱

انبانی مهذاب الائمه هذا اقال اخبرنا (اسمائے راویان حدیث دیکھو)

ابو القاسم نصر بن محمد بن علی بن زیرک المقری
قال اخبرنا والدی ابو بکر محمد قال ابو
علی عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد
النیسابوری قال حدثنا احمد بن محمد
بن عبد اللہ النایبنجی البغدادی
من بابنور قال حدثنا محمد بن
جریر الطبری قال حدثنی محمد
بن حمید الرازی قال حدثنا العلاء
بن الحسین الهمدانی قال
حدثنا ابو مخنف بن یحیی الازدی
عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
سئل بای لغت خاطبک ربک
لیلة المعراج فقال خاطبنی
بلغة علی بن ابی طالب فالهمنی
ان قلت یا رب خاطبتنی ام علی
فقال یا احمد انا شیئ کا لا
شیاء ولا اقاس بالناس ولا اوصف
بالشبهات خلقتک من نوری
و خلقت علیا من نورک فاطلعت علی
سرائر قلبک فلم اجد احدا الی قلبک
احب من علی بن ابی طالب فخاطبتک بلسانه

ینابیع المودة، کتاب المناقب، فرائد السمطین حموینی۔ الخامس عشر ص ۸۳

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو کہتے
ہوئے سنا جب آپ سے سوال کیا گیا کہ شب معراج خداوند
تعالیٰ نے کس کی زبان میں آپ سے گفتگو کی آنحضرت نے
فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے علی ابن ابیطالب کے لہجہ
میں گفتگو فرمائی میں نے سوال کیا کہ خداوندا تو مجھ سے
کلام کر رہا ہے یا علی۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ
اے احمد میں وہ ہوں کہ کوئی شے میرے جیسی نہیں ہے
اور نہ انسانوں کے اوپر میرا قیاس ہو سکتا ہے اور نہ میری
توصیف تشبیہات و اشارہ سے ہو سکتی ہے میں نے تجھ کو اپنے
نور سے پیدا کیا بس میں نے تیرے دل کی اندرونی حالت
کو معلوم کیا تو میں نے پایا کہ تیرے دل میں علی سے زیادہ کسی
کی محبت نہیں ہے لہٰذا میں نے تجھ سے علی کے لہجہ میں گفتگو کی

شیخ سلیمان: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول باب

...ردی میں اسم محمد و علی کی مقارنت۔

...آنیسے پہلے عالم ارواح میں اور بارگاہ الٰہی میں مقارنت اسم محمد و علی
...ت متعددہ وا حادیث متواترہ سے حتماً و جزماً ثابت ہے۔ چونکہ اتحاد
...اسما بھی لازم آئی۔ بہت سی احادیث متضمن بر این معنی پہلے گزر
...بیان کیجاتی ہیں۔

...بن المظفر الفقیہ الشافعی (اسماے راویاں عربی عبارات میں)
...ہ تعالیٰ بقراءتی علیه فاقربه
...ت لہ اخبرکم ابو محمد عبد الله
بن محمد بن عثمان المزنی الملقب
بابن السقا الحافظ الواسطی رحمہ الله
نا ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی
الموصلی نا ذکریا بن یحیی الکنانی
نا یحیی بن سالم نا اشعث بن عمر عن
الحسن بن صالح وکان یفضل علی
الحسن قال حدثنی مسعر بن کدام عن عطیه
بن سعید عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول مکتوب علی باب الجنة قبل قبل ان یخلق الله السموات والارض بالفی عام محمد رسول الله وعلی اخوه

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دروازۂ جنت پر ارض و سما کے خلق ہونے کے دو ہزار سال قبل سے لکھا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ ہے اور اُس کا بھائی علی ہے۔

ابن المغازلی: کتاب المناقب ... خطیب خوارزم: کتاب المناقب۔
ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی: ہدایۃ السعداء۔ شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل
عبد الرحمن صفوری: نزہۃ المجالس ... حاجی عبد الوہاب تفسیر۔

محمد صدر عالم: معارج العلی۔ میرزا محمد ابن معتمد خاں۔

محمد ابن اسمٰعیل ابن صلاح الامیر: روضة الندیہ ص۱۶۳ یہ تشریح شعر۔

وصفاته كونه للمصطفى ثانيا فی كل ذكره وصـ

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله
علیه وسلم انه قال خلق الله تعالی
ابا البشر ونفخ فیه من روحه التفت
ادم یمینة العرش فاذا نور خمسة
اشباح سجداً وركعاً قال ادم یارب
هل خلقت احداً من طین قبلی
قال لا یا ادم قال فمن هؤلاء الخمسة
الذی اراهم فی هیئتی وصورتی
قال هؤلاء خمسة من ولدك لولاهم
ما خلقتك هؤلاء خمسة شققت لهم
خمسة اسماء من اسمائی لولاهم ما خلقت
الجنة ولا النار ولا العرش ولا الكرسی
ولا السماء ولا الارض ولا الملائكة
ولا الانس ولا الجن فانا المحمود
وهذا محمد وانا العالی وهذا علی
وانا الفاطر وهذه فاطمة وانا الاحسان
وهذا الحسن وانا المحسن وهذا
الحسین آلیت بعزتی انه لا یاتینی
احد بمثقال حبة من خردل من بغض
احدهم الا ادخلته ناری ولا ابالی یا ادم

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسو[ل]
جب خداوند تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور
تو آدم نے عرش کی داہنی جانب نظر کی تو کیا [دیکھتے]
ہیں کہ پانچ نور کی شکلیں سجود و رکوع کی حالت میں
عبادت الٰہی کر رہی ہیں۔ آدم نے بارگاہ رب العزت
میں سوال کیا کہ بار الہا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی اور
کو مٹی سے پیدا کیا ہے جواب ملا کہ نہیں۔ آدم نے سوال
کیا کہ پھر یہ کون پانچ میری سی ہیئت و صورت
والے ہیں جنکو میں دیکھ رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے
فرمایا کہ یہ پانچ تیری اولاد میں سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو میں تجھکو نہ پیدا نہ کرتا۔ یہ پانچ وہ ہیں جنکے نام میں
نے اپنے اسماء سے مشتق کئے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو میں نہ پیدا کرتا جنت و نار عرش و کرسی کو اور نہ
آسمانوں کو نہ زمین کو۔ نہ ملائکہ کو۔ نہ انس و جن کو۔ میں
محمود ہوں یہ محمد ہیں میں عالی ہوں۔ یہ علی ہے میں فاطر
ہوں یہ فاطمہ ہے میں احسان ہوں یہ حسن ہے میں محسن
ہوں یہ حسین ہے مجھے قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ
اگر کسی میں رائی کے دانہ کے قلیل ترین حصہ کے برابر بھی
انمیں سے کسی کا بغض ہے تو میں اسکو جہنم میں داخل
کردونگا۔ انکے ذریعہ سے لوگوں کو نجات ملیگی۔ والی

نجاهم وبهم اهلكهم	وجہ سے لوگوں پر عذاب نازل کرونگا پس حبیب تجھ کو بھی
...فبهم ...	علحت ہیں تو ان پانچوں کا وسیلہ پکڑ جناب رسالتمآب نے
...نبی صلی اللہ علیہ وسلم	ارشاد فرمایا کہ ہم سفینہ نجات ہیں جسنے اس سفینہ کو پکڑا
نجاة من تعلق بها ...	اسنے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا
هلك فمن كان له الى	پس جس کسی کو کوئی حاجت خداوند تعالیٰ سے ہو اسکو
...فليسأل بنا اهل البيت	چاہئے کہ ہم اہلبیت کے وسیلے سے سوال کرے۔

...فرائد السمطین۔

حدیث مذکرہ بالا کی تائید کلام الٰہی سے ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِن رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اس کی تفسیر میں مفسرین اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ وہ کلمات جنکی برکت و توسل سے حضرت آدم کی خطا بخشی گئی وہ ان ہی پنجتن پاک کے اسماء گرامی تھے۔

قوله تعالىٰ فتلقى آدم من ربه كلمات	(اسمائے رواۃ عربی عبارت میں)
اخبرنا احمد بن محمد بن	
عبد الوهاب اجازة انا ابو احمد	
عمر بن عبد الله بن شوذب ثنا	
محمد بن علي بن خلف العطار	
نا الحسين نا الاشقر نا عمر بن ابي	
... عن ابيه عن سعيد	
بن جبير قال سئل النبي صلى الله	سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا سے لوگوں نے
عليه وسلم عن الكلمات التي تلقاها آدم	دریافت کیا کہ وہ کونسے کلمات تھے جو آدم کو خدا نے
من ربه فتاب عليه قال سئل بحق	بتائے اور جنکے ذریعے انکی توبہ قبول کی گئی آپ نے
محمد وعلي وفاطمة والحسن والحسين	فرمایا کہ آدم نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ بار
الا تبت علي فتاب عليه.	الہا بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین میری توبہ قبول فرما

ابن المغازلی: کتاب المناقب — پس خداوند تعالیٰ نے ان...

میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا۔ — نطنزی: خصائص علی

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الاول صفحہ ۶۰ و ۶۱۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی والقندوزی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ

الباب الرابع والعشرون صفحہ ۹۶ و ۹۷۔

(۶) جس طرح انبیاء سے رسالت محمدیہ کی تصدیق کے لئے عہد میثاق اسی طرح خلافت و ولایت مرتضوی کے لئے اُن سے اقرار لیا گیا۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع ۹۔

(ترجمہ) اے رسول یاد کرو کہ جب خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ ہم تم کو جو کچھ کتاب و حکمت عطا کریں اور اسکے بعد وہ رسول آئے جو تمہاری رسالت کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ تو تم سب پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور نصرت کرنا۔ اور پھر انہیں پوچھا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری رسالت اس شرط پر لیتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں تب خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب اسکے گواہ رہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ شاہد ہیں پس اسکے بعد جو اپنے اقرار سے پھر جائیگا وہ فاسقین میں سے ہوگا۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ یہ آیات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں ہیں۔ آپ ہی کی تصدیق رسالت کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا احادیث متواترہ بتاتی ہیں کہ اسیطرح تمام انبیاء سے ولایت جناب امیر المومنین کی تصدیق کا عہد لیا گیا تھا۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا تو وہاں تمام انبیاء کو جمع

سری بی لیلة المعراج
فاوحی الله الی سلهم
فقالوا بعثنا علی شهادة
وعلی الاقرار بنبوتك والولاية
طالب اورده الشیخ
العارف الربانی شرف الدین
الهمدانی فی بعض تصانیفه
وقال رواه الحافظ ابو نعیم۔

خداوند تعالیٰ کی طرف سے میری جانب وحی ہوئی کہ اے
محمد ان سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے پس
انہوں نے جواب دیا کہ ہم مبعوث ہوئے تھے اس شہادت
پر کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے
اور آپ کی نبوت و علی ابن ابیطالب کی ولایت کے
عہد و اقرار پر۔ اس حدیث کا ذکر شیخ مرتضیٰ عارف
ربانی علی الہمدانی نے اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے
اور نیز حافظ نعیم نے اسکو نقل کیا ہے۔

شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل۔

اخبرنا ابو عبدالله الحسین بن محمد بن
الحسین الدینوری حدثنا ابو الفتح
محمد بن الحسین الازدی الموصلی
حدثنا عبدالله بن محمد بن
غزوان البغدادی حدثنا علی بن
جابر حدثنا محمد بن خالد بن عبدالله
ومحمد بن اسمعیل قال حدثنا محمد
بن فضیل عن محمد بن سوقة عن ابراهیم
عن علقمة عن عبدالله بن مسعود قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
اتانی ملك فقال یا محمد سئل من ارسلنا
من قبلك من رسلنا علی ما بعثوا قال قلت
علی ما بعثوا قال علی ولایتك وولایة علی بن ابیطالب

(اسناد عربی عبارت میں دیکھو)

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور پیغام لایا کہ اے محمد پوچھو کہ
ہم نے رسولان سلف کو کس امر پر مبعوث کیا تھا میں نے
عرض کی کہ ارشاد ہو۔ جواب ملا کہ وہ مبعوث ہوئے
تمہاری و علی ابن ابیطالب کی ولایت کے اقرار پر۔

الثعلبی: تفسیر در ذیل آیہ اذ اخذ الله میثاق النبیین الآیہ۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب

شیخ عبدالوہاب: تفسیر نوری در ذیل آیہ متذکرہ بالا آیہ قل لا اسئلکم

دیلمی: فردوس الاخیار: علی الہمدانی: مودۃ القربی۔ مودۃ

شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی نے مفاتیح الاعجاز

اس حدیث کو معہ دیگر احادیث کے نقل کیا ہے۔ اس بیت کی شرح میں

زہر سایہ کہ اول گشت حاصل — در آخر شد یکے دیگر مقابل

آپ فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ از سیر دور خورشید حقیقت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در نقاط درجات ارتفاع مشرق نبوت از ہر نقطہ سایۂ تعین کامل ظہور یافتہ بود تا بزمان آنحضرت کہ وقت استوا او بود دریدہ سایہ پنہان شد و چون آن خورشید از استوا در گذشت رو بجانب انحطاط کرد در مقابل ہر شخصے از اشخاص انبیاء علیہم السلام تعینے و تشخصے از اولیاء واقع تواند بود چہ در دائرہ در مقابل: محاذی ہر نقطہ از نقاط شرقی نقطہ از نقاط غربی البتہ میباشد مثال آنکہ نسبت با زمانہ حضرت محمدی علیہ وعلی آلہ السلام در جانب نبوت کہ بمثابہ مشرق تصویر نمودہ شد ہیچ نبی مرسل از حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقرب نبود و انی اولی الناس بعیسیٰ بن مریم فانہ لیس بینی وبینہ نبی و از جانب مغرب کہ طرف ولایت است ظہور سر ولایت حضرت مرتضیٰ گشت کہ ان علیا منی و انا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی۔ وایضاً لکل نبی وصی ووارث و ان علیا وصیی و وارثی وایضاً انا اقاتل علی تنزیل القران وعلی یقاتل علی تاویل القران۔ وایضاً یا ابا بکر کفی وکف علی فی العدل سواء وایضاً۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب وایضاً انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی۔ وایضاً قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علی تسعۃ والناس جزءً واحداً وایضاً اوصی من امن بی وصدقنی بولایۃ علی بن ابیطالب فمن تولاہ فقد تولانی ومن تولانی فقد تولی اللہ وایضاً لما اسری بی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ تعالیٰ الیَّ سلھم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالب" نیز ملاحظہ

ہو۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس عشر صفحہ ۹۵ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۴۳

علی مرتضیٰ اس امت کے دو باپ ہیں جو حقوق جناب رسول خدا کو ہیں وہی حقوق جناب علی مرتضیٰ کو حاصل ہیں۔

لی بثلاثة طرق عن
من عمار بن یاسر وعن ابی
ری قالوا قال رسول اللہ صلی
اله وسلم حق علی علی المسلمین
والد علی ولده۔ ایضاً اخرج الحموینی
عن عمار وعن ابی ایوب وعن انس
اخرج ابن المغازلی عن علی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیه واله
وسلم یا علی حقك علی المسلمین كحق
الوالد علی ولده. وفی المناقب عن علی
بن الحسین عن ابیه عن جده امیر المومنین
علیهم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیه واله وسلم ان اللہ قد فرض علیكم طاعتی
ونهاكم عن معصیتی وفرض علیكم طاعة علی بعدی
ونهاكم عن معصیته وهو وصیی ووارثی وهو منی
وانا منه حبه ایمان وبغضه كفر محبه
محبی ومبغضه مبغضی وهو مولیٰ
من انا مولاه وانا مولیٰ كل مسلم و
مسلمة وانا وهو ابوا هذه
الامة۔

موفق خوارزمی نے تین طرق سے جابر بن عبداللہ و عمار بن یاسر و ابوایوب الانصاری سے روایت نقل کی ہے کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی کا حق مسلمانوں پر مثل باپ کے حق کے اپنی اولاد پر ہے۔ حموینی نے عمار و ابوایوب و انس سے معہ اسناد کے نقل کی ہے ابن المغازلی نے حضرت علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی! مسلمانوں پر تمہارا حق ایسا ہی ہے جیسا اولاد پر اسکے باپ کا۔ مناقب میں علی ابن الحسین کے سلسلہ سے حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ تحقیق خدا نے تمہارے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے اور میری نافرمانی سے تمکو منع کیا ہے اور اسی طرح اس نے میرے بعد علی کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور اسکی نافرمانی سے تمکو منع کیا ہے وہ میرا وصی و وارث ہے وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ علی کی محبت ایمان ہے اور اس سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اسکا دوست میرا دوست ہے اس سے بغض و عناد رکھنے والا میرا دشمن ہے۔ وہ ان سب کا آقا و حاکم ہے جنکا میں آقا و حاکم ہوں۔ اور میں ہر مرد و مسلمہ کا حاکم و آقا ہوں۔ میں و علی اس امت کے دو باپ ہیں۔

شیخ سلیمان بلخی القندوزی: ینابیع المودۃ۔ الجزء الاول الباب الحادی والاربعون ص۱۲۳ مطبوعہ اسلامبول

دیلمی: فردوس الاخبار۔ رہنمائی کنوز الدقائق ابن المغازلی
اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل
مولوی عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چوتھا ص ۵۹۵
ملائے روم: تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ در شرح شعر

احل امتہ فی حرز ملت کاللیث حل مع الاشبال

شیخ سلیمان قسطنطنیہ کے مفتی اعظم تھے۔ خدا انکا بھلا کرے۔ ان احادیث کو ایک جگہ جمع کرکے ان کی تصدیق و توثیق کردی۔ اس سے زیادہ اور کیا صاف صریح الفاظ ہیں۔ حضرت علی کی اطاعت مطلق خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ پر واجب کردی۔ بعدی کا لفظ ملاحظہ ہو۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ علی کی اطاعت میرے بعد تمہارے اوپر واجب ہو۔ سقیفہ والوں کے لئے کب جائز تھا کہ علی کی حکومت سے اعراض کرکے اوروں کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتے۔ وہ فرزند ناخلف بلکہ عاق کرنے کے قابل ہوگا جو اپنے باپ پر حکومت کرنا چاہے۔ واقعی جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ نے امت کی تربیت و پرورش باپ کی طرح کی تھی اور اس ہی اطاعت کے وہ مستحق تھے۔

(۸) جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ کا ایک ہونا۔ ایک جان دو قالب

اپنی اور علی کی ذات و نفس کو ایک ہی بیان کرنے میں آنحضرت نے خاص تکرار و تاکید سے کام لیا ہے تاکہ لوگوں کے اوپر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محمد و علی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر ان میں سے ایک رحلت کر جائے تو دوسرا اس کی جگہ ... سکتا ہے اور اس کا قائمقام ہو سکتا ہے۔ بہت سی احادیث اور کئی آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آیہ مباہلہ حدیث نور، حدیث شجرہ وغیرہ چند مثالیں ہیں۔ کچھ احادیث ہم یہاں تحریر کرتے ہیں:۔

(۱) علی منی وانا منہ ولا یودی عنی الا انا و علی۔

ثنا یحیی بن آدم وابن ابی بکیر قال اسمار رواۃ عربی عبارت میں دیکھو۔
ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن

ہ قال یحیی بن آدم
ن قد شهد
داع قال قال
لے اللہ علیه
منی و انا منه ولا
ی الا انا و علی

حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری اس امانت رسالت کو سوائے میرے یا علی کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ راوی اول حجۃ الوداع کے دن موجود تھا جب آپ نے یہ فرمایا۔

احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۱۶۳ و الجزء الرابع ص۱۶۴ و ۱۶۵۔ الجزء الخامس ص۲۰۴
سنن ابن ماجہ: الجزء الاول ص۵۶ شبلنجی: نور الابصار ص۷۱
علی المتقی: کنز العمال: الجزء السادس ص۱۵۳ حدیث نمبر ۲۵۳۱
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی حدیث السادس ص۷۳، و حدیث الثامن والثلاثون ص۷۵۔ حاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۰
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۷۲۔ ۱۷۴۔
ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ۲۲۴ و ۳۴۴ و ۳۵۶۔
شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب السابع ص۵۲ لغایت ۵۶ مطبعہ اسلامبول۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۹ و ۳۴۹۔
مسند زید ابن علی حدیث ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴۔
شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی رضی اللہ عنہ ص۵۶۴
عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۸ مطبوعہ بمبئی۔
سنن ترمذی: ک۴۶ ب ۱۹ و ۲۰ میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی: نزل الابرار ص۹
صحیح بخاری: الجزء الثانی۔ باب مناقب علی بغوی: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص۲۷۵
محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص۱۴۰
محمد صبان مصری: اسعاف الراغبین ص۱۴۱ جلال الدین سیوطی: جامع الصغیر۔
ابن الاثیر: جامع الاصول ابراہیم وصابی: کتاب الاکتفاء

عبدالرؤف مناوی: کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق مولوی ولی اللہ لکھنوی: مرآۃ ا
عجیلی: ذخیرۃ المآل۔ محمد بن یوسف الکنجی: کفایت الطالب
احمد بن الشعیب النسائی: کتاب الخصائص سخاوی: مقاصد حسنہ
: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص۲۷ شیخ بن عبداللہ العیدروس: عقد
محمد مبین: وسیلۃ النجاۃ۔

(ب) من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل

عن ابن عمر رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل	ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھکو چھوڑا اور جس نے مجھے چھوڑا اس کو خدا نے چھوڑا

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۴ و ۱۴۶۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثالث۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۶
شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب عشرون ص۹۱
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶ حدیث ۲۵۹۲ تا ۲۵۹۴۔
میرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی۔ نزل الابرار ص۲۴ دیلمی: فردوس الاخبار
محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۹۳

(ج) من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر

عن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر	انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۹ حدیث ۲۶۶۹۔

(د) من ینقص علیاً فقد ینقصنی۔

عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جس نے علی کی تنقیص شان کی اوراُنکو انکے درجہ سے گرایا

...ن علیا ینقصنی۔ — اس نے میری تنقیص شان کی اور میرے درجے سے مجھکو گرایا

...مسندالجزءالخامس ص۳۴۷

...ماعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن اطاعک
...نی ومن عصاک فقد عصانی۔

...العباس محمد یعقوب ثنا — (اسماء رواۃ عربی ہیں)
...بو بن سلیمان البرسی ثنا
...مد بن اسمٰعیل ثنا یحیی بن
یعلی ثنا بسام الصیرفی عن الحسن
بن عمرو الفقیمی عن معاویہ بن ثعلبہ
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لعلی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ من اطاعنی فقد
اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن
اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد
عصانی۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ

حضرت ابوذر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے علی سے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اے علی تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزءالثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص۱۲۱ د ۱۲۹۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزءالثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷
شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث الاربعون ص۱۳۹
علی المتقی: کنزالعمال۔ الجزءالسادس ص۱۵۶ حدیث ۲۵۹۱۔
میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی: نزل الابرار ص۲۳۔

(و) من اذیٰ علیاً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ

عن عمرو بن شاس الاسلمی وکان من
اصحاب الحدیبیہ قال خرجت مع علی

عمرو بن شاس الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ سے ہیں
کہتے ہیں کہ میں علی کے ساتھ یمن گیا تھا مجھکو سفر

الی الیمن فجفانی فی سفری حتی وجدت فی نفسی علیه فلما قدمت اظهرت شکایته فی المسجد حتی بلغ ذلك رسول الله صلی الله علیه وسلم فدخلت المسجد ذات غدوة ورسول الله صلی الله علیه وسلم فی ناس من اصحابه فلما رأنی ابدنی عینیه یقول حدّ الی النظر حتی اذا جلست قال یا عمرو والله لقد آذیتنی قلت اعوذ بالله ان اوذیك یا رسول الله قال بلی من اذی علیاً فقد اذانی

میں اُن سے کچھ رنج پہنچا جو مسجد میں آنکی شکایت کی جو دوسرے دن میں مسجد میں داخل اصحاب کے ہمراہ لوگوں میں تھے۔ آنحضرتؐ دیکھا جب میں بیٹھ گیا تو جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اے عمرو قسم بخدا تو نے مجھکو تکلیف و ایذا میں نے جواب دیا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپکو ایذا دوں۔ آپنے فرمایا۔ ہاں تو نے مجھکو ایذا دی کیونکہ جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھکو ایذا دی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۴۸۳

علی متقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۱۹ و ص۳۹۹ حدیث ۶۰۸۲۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السادس عشر ص۷۳

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۶۵ و ۴۶۶۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۲۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۲

ابن کثیر دمشقی: البدایة والنهایة فی التاریخ الجزء السابع ص۳۴۶

ابن عبدالبر: الاستیعاب۔ الجزء الثانی ص۴۷۴ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۳ و ۳۲۱

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمہ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص۲۶

ابو یعلی: مسند ابن صبان مالکی: اسعاف الراغبین ص۱۴۵

عن مصعب بن ابی وقاص قال کنت انا ورجلان فی المسجد فتناول علیاً فاقبل رسول الله غضبان اعرف فی وجهه الغضب

مصعب بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ایکدن میں اور دو اور شخص مسجد میں تھے۔ وہ دونوں علی سے جھگڑ پڑے۔ اتنے میں جناب رسول خدا غصہ کی حالت میں تشریف لائے اور خفگی کے آثار چہرۂ اقدس

من غضب رسول
ہ وسلم فقال لی
علیاً فقد اذانی۔

پر نمایاں تھے۔ ہم نے کہا کہ خداوند تعالیٰ اپنے رسول
کے غضب سے ہمیں پناہ میں رکھے۔ آپ نے فرمایا مجھے اور
نہیں بھی جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی

ی: تذکرہ خواص الامہ ص۲۶۔

(د) من سب علیاً فقد سبنی۔

عن ام المومنین ام سلمہ قالت
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم من سب علیا فقد سبنی۔

ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں
کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے سنا کہ جس نے
علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۱۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۱۱۶
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثامن عشر ص۷۴۔
شبلنجی: نور الابصار ص۷۲ امام احمد حنبل: مسند الجزء السادس ص۳۲۳۔
شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ باب السادس ص۴۹
ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ۔ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۵۴۔
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۲۱ و ص۴۰۱ حدیث ۶۰۹۷۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۵۲ امام نسائی: خصائص علویہ ص۵۵

یہ حدیث علاوہ ام سلمہ کے کئی اور صحابیوں سے مروی ہے مثلاً ابن عباس۔
ابوہریرہ۔ زید ابن خالد وغیرہم۔

(ح) من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن
اغضب علیا فقد اغضبنی ومن اغضبنی فقد اغضب اللہ عز وجل۔

عن ام سلمہ قالت اشہد انی سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ یقول من
احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ فرمایا
جناب رسولخدا نے کہ جس نے علی سے محبت کی اُس نے
مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے خدا سے

فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی	محبت کی جس نے علی کو غضب
ومن ابغضنی فقد اغضب اللہ عزوجل۔	کیا اور جس نے مجھے غضب

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۰ و ۱۴۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع فصل الساد

ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص ۴۶۴

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۲ و ۴۳۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السابع عشر ص ۷۴

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۲۰ ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۳۔ ص

حدیث ۵۹۹۵ و ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۲۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السادس

ص ۴۷ والباب العشرون ص ۹۰ و ۹۱۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الائمہ الباب الثانی ص ۱۷

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ تمہارا دوست
لعلی ابن ابی طالب حبیبک حبیبی	میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے
وحبیبی حبیب اللہ وعدوک	تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا
عدوی وعدوی عدو اللہ	دشمن ہے۔ ہزار خرابی ہے اس کے لئے جو میرے
والویل لمن ابغضک بعدی۔	بعد تم سے بغض و عداوت کریگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۷

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸

شیخ سلیمان مفتی اعظم ترکی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السادس ص ۴۷ والباب

العشرون ص ۹۱ مرزا محمد ابن معتمد خان۔ نزل الابرار ص ۳۲ و ۳۳۔

سید علی الہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الاابعہ۔

عن زید ابن ارقم قال قال رسول اللہ	زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یحیی	کہ جو شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح اسکی زندگی ہو

...موتی ویسکن الجنۃ
...وعدنی ربی فان
...جل غرس قصبانھا
...لیتول علی بن ابی
...انہ لن یخرجکم من ھدی
...یدخلکم فی ضلالۃ.

اور میری موت کیطرح اُس کی موت ہو اور اُس جنت
الخلد میں اُسکو رہائش ملے جس کا وعدہ میرے خدا نے
مجھ سے کیا ہے اور جسکو خود اُسنے اپنے یدقدرت سے
آراستہ کیا ہے تو اسکو چاہئے کہ علی ابن ابیطالب سے
محبت کرے کیونکہ وہ تمکو کبھی ہدایت سے باہر نہ نکالیگا
اور نہ ضلالت میں داخل کریگا۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۷۷ و حدیث ۲۵۷۸۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث الاربعون ص۱۲۸ و ۱۲۰ ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص۱۲۶ و ۱۲۷

ینابیع المودۃ میں الباب السابع اس عنوان سے قائم کیا ہے ان علیا کرم اللہ وجھہ کنفس رسول اللہ صلعم

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ص۳۳ حافظ ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء

یہ احادیث نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ہر ایک امر میں خلیفہ کا مستخلف جیسا ہونا اُنسے بہتر الفاظ میں نہیں بیان ہو سکتا تھا۔ اور یہی بات جانشینی اور خلافت کے لئے شرط اولین ہے۔ آپنے نہایت صریح الفاظ میں فرما دیا کہ میرے کام کو علی اسی طرح کر سکتا ہے کہ جس طرح میں کر رہا ہوں۔ اور علی کے علاوہ کوئی ادا اس کام کو کر ہی نہیں سکتا۔ علی منی وانا منہ ولا یؤدی عنی الا انا او علی۔ یہ امانت جو خدا کی طرف سے مجھے ملی ہوئی ہے میرے اور علی کے علاوہ کوئی پوری ہی نہیں کر سکتا۔ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ علی کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور علی کی نافرمانی میری نافرمانی کرنے کے برابر ہے۔ اور چونکہ آپ یہ بات بحیثیت امر رسالت فرما رہے تھے۔ لہٰذا آپ نے فرمایا کہ علی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اور علی کی نافرمانی کرنا خدا کی نافرمانی کرنے کے برابر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اُنسے زیادہ مشرح و مفصل اور کونسے الفاظ ہو سکتے تھے۔ یہ بات امت کے ذہن نشین کرانے کے لئے کہ علی اس منصب میں میرا جانشین ہے اگر تم اس بات پر علی سے حسد کرو گے تو وہ مجھ سے حسد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اور تم علی کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جاؤ گے تو وہ گویا میرا چھوڑنا ہوگا یعنی تم جادۂ مستقیم

سے ہٹ جائے گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ آنحضرت کی پیشین گوئی جو کچھ
کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی علی کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ
علی کو تو چھوڑا ہی تھا جسد اطہر رسول کو بھی بے غسل و کفن ساتھ
کارکنان قضا و قدر نے جتا دیا کہ دیکھو جو علی کو چھوڑیگا اس کے لئے
ضروری ہو جائیگا۔ اور جادۂ مستقیم تو ایسا چھٹا کہ تیرہ سو برس سے بھٹکتے پھ
صراط مستقیم نظر نہیں آتی۔ ع یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد۔

(۹) محبوب محبوب خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

محبوبیت: قرب خداوندی بھی نبوت کا مابہ الامتیاز ہے۔ لہذا نبی کے جانشین و نائب کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس نعمت میں سے بھی حصہ وافر ملا ہو۔ ظاہر ہے کہ وجہ محبوبیت زہد و اتقاء و عبادت و طہارت ہوگی۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ بیشمار احادیث ہیں جن سے ثابت ہے کہ خدا و رسول کے نزدیک محبوب ترین خلق جناب علی مرتضیٰ تھے۔ بہت سی احادیث ہم پہلے نقل کر چکے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ علی سے محبت کرنا خود جناب رسول خدا سے محبت کرنا ہے۔ خود جناب عائشہ حضرت علی کی نسبت فرماتی ہیں کہ کان احب الناس الی رسول اللہ یعنی حضرت علی کو جناب رسول خدا تمام دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور وہ آنحضرت کے محبوب ترین خلق تھے۔ ملاحظہ ہو:۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۴ و ص۴۰۲ حدیث ۶۱۳۰۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث ۲۰ و ص۷۵۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب۔ مع ترجمہ ص۳۲۵

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۵۴

خصائص نسائی۔ عن نعمان بن بشیر۔ سنن ترمذی:

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول: اسعاف الراغبین ص۱۴۱

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۶۱

حب علی - حب علی کا جو فریضہ مسلمانوں کے اوپر اسلام میں قائم کیا گیا ہے اس سے

منزلت بارگاہ ایزدی میں اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے یہانتک کہ اس کو
لیا ہے۔ اور فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ جس شخص میں حب علی نہیں ہے

ہ صلی اللہ علیہ و	جناب رسولخدا نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ نہیں
بن ابی طالب لا یحبک الا	دوست رکھیگا تجھکو لیکن مومن اور نہیں تجھ سے
یبغضک الا منافق۔	بغض رکھیگا لیکن منافق۔

مد حنبل: مسند الجزء الخامس صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۹۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۶ و ۲۵۰۲ صفحہ ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ الفصل التاسع صفحہ ۲۱۴

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار صفحہ ۲۳

صحیح مسلم: کتاب الایمان۔ الجزء الاول صفحہ ۶۱ مطبوعہ مصر معرب الباب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی من الایمان۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء السابع صفحہ ۵۸

حسن علی محدث: تفریح الاحباب ترجمہ صفحہ ۳۰۶ و ۳۱۱۔ محمد بن احمد الذہبی: تذکرۃ الحفاظ المجلد الاول صفحہ ۱

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الرابع والاربعون صفحہ ۱۳۳۔

شیخ یوسف بن اسمٰعیل رئیس محکمۃ الحقوق فی بیروت: اشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۱۱۳ سنن ابن ماجہ الجزء الاول صفحہ ۵۵

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۶۸ جلد چہارم

شبلنجی: نور الابصار صفحہ ۱ شمس الدین الجزری: اسنی المطالب۔ صفحہ ۸

شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی رض صفحہ ۵۶۳

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو مومن ہوگا وہ
وسلم لا یبغض علیاً مومن ولا	علی سے بغض نہیں رکھیگا اور جو منافق ہوگا وہ
یحبہ منافق۔	علی سے محبت نہیں کریگا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء السابع صفحہ ۵۸

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۶ و ۲۶۴۵ و ۲۶۴۷ و ۲۶۴۹۔

شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۷ — سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص ا

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۵

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب السادس ص ۴۲ و ۴۴

شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ: مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی۔ الفصل الثالث

امام بغوی: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص ۲۷۵۔

عن جابر ابن عبد اللہ و	جابر بن عبد اللہ اور ابوذر سے مروی ہے کہ
ابی ذر ماکنا نعرف المنافقین	ہم منافقین کو صرف بغض علی ابن ابی طالب
علی عہد رسول اللہ الا ببغضہم علیا۔	سے شناخت کرتے تھے۔

ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب نمبر ۲۰۱۵ ص ۴۶ و ۴۷۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۷ عن ابی الدرداء۔

احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۸۴ و ۹۵ و ۱۲۸۔ الجزء الخامس ص ۳۵۰ و ۳۵۹ و ۳۶۶ والجزء السادس ص ۲۹۲

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع ص ۲۱۴ و ۲۱۵۔ باب السابع فصل السادس ص ۱۲۵ و ۱۶۶۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثامن ص ۷۳ وحدیث الثانی والثلاثون ص ۷۵ حدیث السابع عشر ص ۷۴۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۲ و ۷۳۔ — الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۲۸

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۷۳

محمد ابن حبان مالکی: اسعاف الراغبین ص ۱۴۴۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب السادس ص ۴۲۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ	ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
صلی اللہ علیہ والہ وسلم لو اجتمع الناس	کہ اگر لوگ حب علی ابن ابی طالب پہ جمع ہو جاتے
علی حب علی بن ابی طالب لما خلق اللہ النار	تو خداوند تعالیٰ دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵

انس قال رسول	انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا
وسلم حب علی	نے کہ حب علی ایک ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی
سئه وبغضه	برائی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور بغض علی ایسا
ها حسنة.	گناہ ہے کہ اسکی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں کرسکتی۔

مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون ص۹۱ والباب الاربعون ص۱۲۵ ۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

جابر بن عبد الله الانصاری	جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے
قال قال رسول الله صلی	علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اے علی اگر میری امت روزہ
الله علیه وسلم لعلی بن	متواتر رکھتے رکھتے سوکھی ہوئی ٹہنیوں کی طرح
ابی طالب یا علی لو ان امتی	منحنی ہو جائے اور نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی
صاموا حتی یکونوا کالحنایا	لکڑی کی طرح بنجاوے لیکن اسکے دلمیں تیری طرف
وصلوا حتی کانوا کالاوتاد ثم	سے بغض ہو تو خداوند تعالیٰ اُن لوگوں کو اوندھے
ابغضوك لاکبهم الله علی وجوههم فی النار	منہ جہنم میں ڈالیگا۔

حموینی: فرائد السمطین۔ شیخ سلیمان البلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب العشرون ص۹۱ و باب الرابع والاربعون ص۱۳۰

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مات	فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خبردار ہو جاؤ۔ جو شخص
علی حب ال محمد مات شهیدا الا و	حب آل محمد پر مریگا وہ شہید مریگا۔ خبردار جو حب
من مات علی حب ال محمد مات مغفورا	آل محمد پر مریگا اُس کے گناہ بخشدئے جائینگے
له الا ومن مات علی حب ال محمد مات تائبا الا ومن	خبردار جو شخص حب آل محمد پر مریگا اسکی توبہ قبول
مات علی حب ال محمد مات مومنا مستکمل	ہوگی۔ خبردار جو حب آل محمد پر مریگا وہ مومن کامل
الایمان الا ومن مات علی حب ال محمد	الایمان سمجھا جائیگا۔ خبردار جو شخص آل محمد کی محبت
بشره ملك الموت بالجنة ثم منکر ونکیر	پر مریگا تو اسکو ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجھا الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبره بابان الی الجنة الا ومن مات علی حب آل محمد جعل الله قبره مزار ملائکة الرحمة الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة الا ومن مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامة مکتوب بین عینیه آیس من رحمة الله الا ومن مات علی بغض آل محمد مات کافراً الا ومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة ۔

کی خوشخبری دیں گے۔ خبردار آل محمد پر مریگا وہ جنت کی جائیگا جس طرح دلہن اپ جاتی ہے۔ خبردار رہو جاؤ جو شخص مریگا تو خداوند تعالیٰ اُس کی قبر میں د جنت کی طرف کھولیگا۔ خبردار رہو جاؤ۔ آل محمد پر مریگا اُس کی قبر کو خداوند تعالیٰ ملائکہ کی زیارتگاہ بنائیگا۔ وہ سنت رسول وجماعت مومنین پہ مریگا۔ خبردار رہو جاؤ۔ جو بغض آل محمد رکھتا ہوا مریگا تو روز قیامت اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ رحمت خداوندی سے دور ہے۔ خبردار جو بغض آل محمد پر مریگا وہ کافر مریگا۔ خبردار جو بغض آل محمد پر مریگا تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیگا۔

امام جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری۔ تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۳۳۹ تفسیر آیہ مودۃ القربیٰ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث ص۲۶

شیخ یوسف بن اسمعیل البنہانی رئیس محکمۃ الحقوق فی البیروت: الشرف المؤبد لآل محمد ص۲ تا ۸

شبلنجی: نور الابصار ص۱۰۳

اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت علی آل محمد اور اہلبیت رسول میں شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی؛ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۶۸۔ علامہ شبلنجی: نور الابصار ص۱۱

محمود بن عمر الزمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۳۳۹۔

شیخ یوسف بن اسمعیل: الشرف المؤبد لآل محمد ص۶ لغایت ۸

امام الشیرازی: کتاب الاتحاف مطبوعہ مصر ص۵۔

علی: احیار المیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔

فتح الباری، الجزر السابع ص۶۰۔

شیخ اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الثانی و الثلاثون ص۱۱ والباب الثالث

ن ص۱۰۷ تا ۱۰۹۔

اس مضمون کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اس کتاب کے باب ہجم میں بیان کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب لولاک یا علی ما عرفت المومنون من بعدی۔

فرمایا جناب رسول خدا نے علی سے کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جا سکتے یعنی تمہاری محبت سے مومن کی شناخت ہو گی۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزر السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۶۱۱۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزر الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۲۰۲۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب حبک ایمان و بغضک نفاق واول من یدخل الجنۃ محبک واول من یدخل النار مبغضک۔ طوبی لمن احبک وصدق فیک و ویل لمن ابغضک وکذب فیک۔

فرمایا جناب رسول خدا نے علی ابن ابیطالب سے کہ اے علی تیری محبت ہی کا نام ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے۔ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا وہ تیرا محب ہے جو سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا وہ تیرا دشمن ہوگا اور تجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ خوشی ہو اسکے لئے جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے۔ افسوس ہے اس کیلئے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور تجھے جھٹلاتا ہے۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزر الثالث ص۱۲۴ و ۱۲۹ و ۱۳۵ و ۱۳۸۔

شبلنجی: نور الابصار ص۷۳۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزر الثانی۔ باب الرابع فصل سادس ص۱۶۵۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزر السادس ص۱۵۳ حدیث ۲۶۴۹۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ	فرمایا رسولخدا نے علی
لعلی بن ابی طالب من ابغضک	جس نے تجھ سے بغض رکھا
اماتہ اللہ میتۃ الجاھلیۃ و	کی موت پر مارتا ہے، ورا
حوسب بعملہ فی الاسلام۔	رائگاں جاتے ہیں۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۴ حدیث ۲۵۵۳ و ص۱۵۵ حدیث
ص۴۰۲ حدیث ۶۱۲۷۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء ثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۷

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا جناب رسول خدا نے کہ صحیفہ مومن کا
عنوان صحیفۃ المومن حب علی ابن ابیطالب	عنوان حب علی ابن ابی طالب ہے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۵۱۸۔
محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۴
شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵

فی الاصابۃ یحیی بن عبد الرحمٰن	اصابہ میں یحیی بن عبدالرحمن انصاری سے مروی
الانصاری قال سمعت رسول اللہ صلی	ہے کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا
اللہ علیہ وسلم یقول من احب	کہ جو علی سے اسکی زندگی میں اور اسکے مرنے
علیا فی حیاتہ وبعد موتہ کتب	کے بعد محبت رکھیگا اسکے لئے خدا امن وامان
اللہ لہ الامن والامان۔	لکھ دے گا۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودہ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۴
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۲ حدیث ۶۰۹۵۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	فرمایا جناب رسول خدا نے کہ یہ جبرئیل ابھی ابھی
وسلم ھذا جبرئیل یخبرنی ان	مجھے خبر دے رہے ہیں کہ سعید ترین شخص وہ ہے
السعید حق السعید من	کہ جو علی سے انکی زندگی میں اور بعد انکی موت
احب علیا فی حیاتہ وبعد موتہ	کے محبت کرتا ہے اور شقی ترین وہ شخص ہے کہ جو انکی

کا الشقی من ابغض
له وبعد موته۔

زندگی میں اور اُن کی موت کے بعد اُن سے
بغض رکھتا ہے۔

ل ۱۰ الجزء السادس ص۱۵۴ حدیث ۶۰۹۵

بن ابراہیم البلخی: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث والاربعون ص۱۲۷

ول اللہ صلی اللہ علیہ
حر اذا جمع اللہ الاولین و
لاخرین یوم القیامة ونصب
الصراط علی جسر جهنم ما جازها احد حتی کا
معه براءة بولایت علی بن ابیطالب

مایا جناب رسولخدا نے کہ جب قیامت کے دن
خداوند تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کریگا اور جہنم
کے اوپر پل صراط قائم کیا جائیگا تو کوئی شخص
اُس پُل کو عبور نہیں کرسکیگا جب تک اُس کے
پاس حبِّ علی کا پروانہ راہداری نہ ہوگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرة۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۵۲۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السابع والثلاثون ص۱۱۳ و ۱۴۰۔

عن مجاهد عن ابن عباس قال قال
النبی صلی اللہ علیه وسلم علی بن
ابی طالب علی الحوض لا یدخل الجنة
یوم القیامة الا من جاء بجواز
من علی بن ابی طالب۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول
خدا نے کہ روز قیامت علی بن ابی طالب
حوض کوثر پر ہونگے۔ کوئی شخص جنت میں داخل
نہ ہوسکے گا جب تک کہ اس کے پاس علی
کی طرف سے اجازت نامہ نہ ہوگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۷۳

ابن المغازلی: کتاب المناقب۔ ابن السمان: الموافقت۔

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنه
قال کنا نبور اولادنا بحب علی ابن
ابیطالب رضی اللہ عنه فاذا راینا احدهم لا
یحب علی بن ابیطالب علمنا انه لیس منا وانه لغیر
رشدة۔

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ ہم اپنی اولاد
کی جانچ حب علی سے کرتے تھے جس میں
ہم بغض علی پاتے تھے تو ہم کو یقین ہو جاتا
تھا کہ وہ حرامزادہ ہے۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس
شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۹۰۔

اخبرنی شہردار اخبرنی ابو الفتح (اسمائی راویان عربی)

عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس
الہمدانی حدثنی الشیخ ابو طاہر
حسین بن علی بن سلمہ حدثنی الفضل
بن عباس حدثنی ابو عبد اللہ محمد
بن سہیل حدثنی عبد اللہ بن محمد
البلوی حدثنی ابی عن نیل بن علی
ابن الحسین بن علی بن ابیطالب
عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابیطالب
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ
قال لعلی یا علی لو ان عبد اعبد
اللہ عزوجل مثل ما قام نوح
فی قومہ وکان لہ مثل احد
ذہبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد
فی عمرہ حتی حج الف عام علی قدمیہ
ثم قتل بین الصفا والمروۃ
مظلوما ثم لم یوالک یا علی لم یشم
رائحۃ الجنۃ ولم یدخلہا۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اے علی اگر کسی شخص نے خداوند تعالیٰ کی عبادت اتنے عرصہ تک کی کہ جتنی مدت حضرت نوح اپنی قوم میں رہے اور اس کے پاس سونا کوہ احد کے وزن کے برابر تھا جو اس نے سارا راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ اور اس کی عمر اتنی بڑی ہوئی کہ اس نے پاپیادہ ایک ہزار حج کئے اور صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل کر دیا گیا لیکن اگر اس کے دل میں تیری محبت نہیں ہے تو وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا اور نہ جنت میں داخل ہوگا

ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔
جلال الدین سیوطی: احیاء المیت بر حاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۱ الحدیث الحادی عشر۔
سید علی ہمدانی: مودۃ القربی۔ مودۃ السادسہ۔

م البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۵۲ ۱۳۰۱ ہجری۔

ے حب علی کی برکتیں اور اُس کے فضائل معلوم کریئے۔ ایک انسان ے کا دعوے کرتا ہے۔ عمر بھر عبادت خدا کیا کرے۔ ہر سال پا پیادہ حج ہر شعائر اللہ کے سامنے مظلوم قتل کر دیا جائے لیکن اگر علی سے بغض رکھتا جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیگا۔ حب علی وہ کسوٹی ہے جس سے ایمان و کفر جانچے جاتے ہیں۔ انسان میں بہت سی برائیاں ہوں صرف حب علی کے ہونیسے سب دُھل جاتی ہیں۔ اور بہت سی اچھائیاں ہوں بغض اگر ہے تو سب اکارت جاتی ہیں۔ اگر علی نہ ہوتے تو مومن و منافق کی تمیز ہی نہیں کیجا سکتی۔ وہ ولد الزنا ہے۔ جو اپنے دل میں بغض علی رکھتا ہے۔ جنت میں صرف وہی شخص داخل ہو سکیگا جس کے پاس جنت میں داخل ہونیکے لئے علی کی طرف سے اجازت نامہ ہوگا۔ غرضیکہ کلید در جنت محض ایک ہی ہے اور وہ حب علی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں علی کی کس قدر قدر و منزلت ہے۔ اب یہاں ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ یہ ساری باتیں عقل سلیم کے معیار پر بھی پوری اُترتی ہیں۔ یا فقط عقیدت کی ڈبیا ہی میں بند ہونے کے قابل ہیں اسکا جواب ہم دیتے ہیں۔

جنہوں نے عہد نبوت کے واقعات پڑھے ہیں، دل سے بغیر تعصب اور ہٹ دھرمی کے غور کیا ہے انکو اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلامی حکومت محض حضرت علی کی تلوار نے قائم کی تھی۔ اور محض حضرت علی ہی اسلام کی قومی زندگی کے باعث تھے اگر علی نہ ہوتے تو نہ اسلام شائع ہوتا اور نہ اسلامی حکومت قائم ہوتی۔ ہماری اس بحث کا یہ جواب درست نہ ہوگا۔ خدا کی قدرت بڑی ہے علی نہ ہوتے تب بھی وہ اپنے اسلام کو فروغ دیتا۔ اور اپنی حکومت کو دنیا میں قائم کرتا کیونکہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو پیغمبر بھی بھیجنے کی ضرورت نہ تھی کوئی

کا ظاہری نہ ہوتا لیکن وہ تو مسبب الاسباب ہے۔ اپنی قدرت کا مظاہرہ ہی کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اگر علی نہ ہوتے تو خدا کوئی اور سبب پیدا کردیتا۔ وجہ سے اسلام اور اسلامی حکومت قائم ہو جاتے اور اُس وقت ہم یہ شخص یا وہ سبب حکومت الٰہیہ اور اسلام کا باعث ہوا۔ چونکہ اب خدا کو وہ سبب بنایا لہذا ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی اُس کے باعث ہوئے۔ یہ عہد بھی درست نہ ہوگا کہ اس طرح علی کی منزلت رسول سے بڑھ جاتی ہے۔ فرض کرو کہ میں ایک ایسا گھوڑا ایجاد کرتا ہوں جو ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے۔ جہاں اُسکا سوار چاہتا ہے وہاں اُتر جاتا ہے لیکن میرا دوست زید میرے اس گھوڑے کو دنیا کے ممالک میں رواج دیتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے اس گھوڑے کا استعمال تمام دنیا میں رائج ہو جاتا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس ایجاد کی وجہ سے فضیلت و منزلت میری زیادہ ہے یا زید کی۔ ظاہر ہے کہ جو فضیلت کا درجہ میرا ہے اس تک زید نہیں نہیں پہنچ سکتا۔ غرضیکہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں کی ہستی اور حکومت اسلامیہ کے قیام کے باعث حضرت علی ہوئے۔ انصافاً اور اخلاقاً ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حضرت علی کو اس نعمت کا باعث سمجھے اور اگر اجر دے سکتا ہے تو اسکی ساری عبادت اکارت جائیگی اگر حضرت علی کو وہ اجر نہیں دیتا جس طرح اس عابد و زاہد کی نمازیں اور عبادت ضائع ہونگی جس نے دوسرے کی جائداد ناجائز طریقہ سے بغیر اُس کی قیمت دئے ہوئے اپنا بنا کر اُس میں وہ عبادت کی ہے۔ قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے کہ جناب رسول خدا کی رسالت کا اجر اُن کی آل کی محبت ہے۔ جس آل کے راس و رئیس حضرت علی ہیں۔ جو شخص یہ اجر ادا نہیں کرتا وہ آنحضرت کے اسلام کے منافع سے متمتع ہونیکا مستحق نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص کے دل میں اپنے محسن یعنی علی کا بغض ہے تو انصافاً عقلاً اور اخلاقاً اُس کی عبادت اُسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ جس نے اُس کو عبادت کرنے کے قابل بنایا اور جس نے وہ حالات پیدا کر دئے جن میں یہ شخص عبادت کر سکتا ہے اُس کے حق کو یہ نام کا عابد نہیں پہچانتا۔ والدین کے حقوق کو نہ ادا

...اق کتنی ہی عبادت کرے۔ کتنا ہی روپیہ راہ الٰہی میں خرچ کرے کچھ اس
...اور اُس کی ساری عبادت رائگاں جائیگی۔ وجہ وہی ایک ہے۔
...کی عبادت وسخاوت کرنے کی طاقت اور استطاعت کے باعث
...لدین ہیں۔ وہ نہ ہوتے تو یہ بھی نہ ہوتا۔ جب ہی تو جناب رسول خدا نے
...ب اور علی اس امت کے دو باپ ہیں۔ جو والد کے حقوق اولاد پر ہوتے
...ہی علی کے حقوق اس امت پر ہیں۔ دیکھا کس طرح صحیح احادیث ایکدوسرے
...ی تائید اور توثیق کرتے ہیں +

حب علی علامت ایمان اور بغض علی علامت کفر ونفاق کیوں ہیں اسکی وجہ بھی ہم بتاتے ہیں۔ ان احادیث کے سمجھنے کیلئے اُس زمانہ کے حالات کی واقفیت ضروری ہے۔ جہانتک حضرت علی سے بغض رکھنے کا تعلق ہے اس زمانہ میں سات قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جن کے عزیزوں اور دوستوں کو حضرت علی نے جہادوں میں قتل کیا تھا۔ اور اُن کی تعداد کم نہ تھی۔ تمام اسلامی جہادوں کا بار حضرت علی ہی پر پڑتا تھا۔ اور وہ راہ خدا میں شمشیر بکف تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو اُن لوگوں کے زیر اثر اور اُنکے موالی تھے جن کے رشتہ داروں اور دوستوں کو علی نے قتل کیا تھا۔ عرب کا کینہ مشہور ہے۔ یہ لوگ سب کچھ بھول جائیں قتل کو نہیں بھولتے تیسرے بنوامیہ تھے۔ یہ سارا قبیلہ حضرت علی سے منحرف تھا۔ قہر درویش بجان درویش جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو جناب رسول خدا کی رسالت پر ظاہری طور سے ایمان لے آئے لیکن دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ علی ہی کی تلوار تھی جس نے اُنکے سردار ابوسفیان کی ساری امیدیں خاک میں ملادی تھیں اور اُنہیں مکہ کی سرداری سے محروم کر دیا تھا۔ بنوامیہ ایک لمحہ کیلئے یہ نہیں بھول سکتے تھے۔ اور نہ بھولے۔ چوتھی جماعت ان لوگوں کی تھی جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے لیکن بنوامیہ کے دوست اور انکے زیر اثر تھے۔ پانچویں قسم کے لوگ نہایت گہری چال والے تھے۔ اور انکا اثر علی کی مخالف ہر ایک جماعت پر تھا اور بڑھتا

جاتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنکی نظریں آنحضرت کی بڑھتی ہوئی حکومت و سلطنت کی خلافت و جانشینی پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ آنحضرت کی نبوت میں دنیاوی حکومت یہ تو وہ جانتے تھے کہ امر رسالت کی شرکت و جانشینی کے تو وہ قابل نہ تھے اور مل سکتی تھی۔ لیکن اس کو بھی وہ نظرانداز نہیں کر سکتے تھے کہ دنیاوی حکومت ان کی کوششوں کی کامیابی کے امکان کے اندر ہے۔ لہذا انہوں نے حکومت عہدہ نبوت سے ایک علیحدہ شے ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اور لوگوں میں اس خیال اچھی طرح پھیلایا کہ حکومت دنیاوی کا تعلق آنحضرت کی رسالت سے نہیں ہے جناب رسول خدا کے جو احکام روزہ و نماز وغیرہ کے متعلق تھے۔ انکی ظاہر تعمیل کرنے سے نہ تو وہ انکار کر سکتے تھے اور نہ انکار کیا۔ اپنے دل میں احکام کو غیر ضروری سمجھتے تھے لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں میں رہنے انکو دھوکہ دینے اور انکی حکومت پر قبضہ کرنے کیلئے ان احکام کی ظاہری تعمیل ضروری اور مفید ہے لیکن جب اپنی رحلت کے قریب جناب رسول خدا نے اپنی جانشینی اور خلافت کیلئے ایسے الفاظ بہت کثرت سے کہنے شروع کئے جو انکی ساری امیدوں پر پانی پھیرتے تھے اور انکی عمر بھر کی خواہش کی تکمیل کے منافی تھی تو پھر چپ رہنا انکے لئے خودکشی کے ... آنحضرت نے اس امر کے اظہار میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی تھی کہ آپ نے اپنا خلیفہ و جانشین حضرت علی کو نامزد کر دیا ہے لہذا حضرت علی ان کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے۔ خدا کے انکار کو دل میں چھپا سکتے تھے۔ رسول کے بغض کو اپنے سینوں میں پنہاں رکھ سکتے تھے لیکن علی کے بغض کو کیونکر چھپاتے ہاں رسول خدا کے سامنے تو نہیں ظاہر کرتے تھے لیکن لوگوں میں تو نہیں چھپا سکتے تھے۔ اسکے چھپانے کا مطلب تو یہ تھا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے۔ اور علی کی طاقت اور انکے دائرہ اثر و رسوخ کو وسیع و مستحکم ہونے دیتے لیکن ایسا کرنے سے انکی زندگی کا مقصد اولی فوت ہوتا تھا۔ لہذا اس کو ظاہر کرنا پڑا لیکن بہت احتیاط کے ساتھ۔ یہ کہنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع اور اس کی مسلسل کامیابی محض ایک فوری جذبہ پر منحصر تھی۔ تمام تاریخ کے تجربوں اور سبقوں سے اعراض و اغماض کرنا ہوگا۔ اتنا بڑا انقلاب عظیم جو بانی اسلام و حکومت کے

ہشات کے خلاف تھا محض ایک وقتی جذبہ کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتا
ں کے لئے پہلے سے مصالح جمع شدہ موجود نہ ہوں۔ وقتی جذبہ تو محض
ٹھانا ہے۔ بارود ہوگا تو چلیگا۔ ورنہ نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا حضرت
مدیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ایک ناگہانی آفت تھی۔ جہانتک خاص فعل
ا اور حضرت ابوبکر کی شخصیت کا تعلق ہے وہ ایک فوری عمل تھا۔ حضرت عمر نے
مدی سے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کرلی۔ اور لوگوں نے بھی فوراً ادھر رخ کرلیا
وہ اگر ابوعبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح کر لیتے تو خلیفہ اول ابوعبیدہ بن الجراح ہوتے
لیکن یہ کہنا کہ وہ اجتماع اور اسکی آئندہ کامیابی محض ایک فوری جذبہ کا نتیجہ تھے۔ خلاف
واقعات و خلاف تجربات تاریخیہ ماضی و حال ہوگا۔ اس جماعت نے جس کے دل میں جانشینی
رسول کے خیالات گزر رہے تھے شروع ہی سے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانا شروع کردیا
تھا۔ اور علی کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اول تو تنقیص نبوت سطرح کی کہ حکومت اس
سے علیحدہ ہے اور دوسری شے ہے۔ گویا نبوت کاملہ میں سے ایک ٹکڑا توڑ لیا۔ پھر لوگوں
میں یہ خیالات پھیلانے شروع کردئے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت و خلافت کا
اجتماع اسکو دیگر قبائل سے بہت بڑا یا وہ بلند کردیگا اور سارا عرب اسکی غلامی میں چلا جائیگا
یہ ایک ایسی بات تھی جو سب کے دلوں کو چبھتی تھی۔ خاندانی رشک و حسد عرب کا خاصہ
تھا۔ لہذا رفتہ رفتہ ایک گروہ کثیر علی کے خلاف ہوگیا۔ چھٹی قسم کے وہ لوگ تھے جو انکے
زیر اثر اور انکے دوست تھے۔ ساتویں جماعت ان یہودیوں نصرانیوں اور منافقوں
کی تھی جو مسلمانوں کے ان خیالات سے فائدہ اٹھا کر اس بات پر زور دیتے تھے کہ دیکھو
محمدؐ تو اپنے خاندان میں حکومت دائمی قرار دینا چاہتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس
جماعت میں بہت سے مسلمان بھی شامل تھے۔ اور امیدواران حکومت کو یہ بہت اچھا
آلہ کار ہاتھ لگا تھا۔ رفتہ رفتہ بہت سے مسلمان انکے ہمخیال ہوگئے۔ دراصل حضرت
علی کی ہر ایک مخالف جماعت یہی خیالات رکھتی تھی اور ان خیالات کو شائع کرتی تھی۔
یہ ظاہر ہے کہ جو خیالات ان ساتوں قسم کے لوگوں میں رائج تھے وہ ایمان و اسلام

کے منافی و مخالف تھے۔ اور اسی وجہ سے حب علی کو جزو ایمان ونہ قرار دیا گیا۔ اس سے دراصل اُنکے اصلی ایمان کا امتحان ہوتا تھا مصطفیٰ کو واقعی خدا کا رسول سمجھتا ہے اور لہذا ان کے ہر ایک حکم جانتا ہے اور کون ہے جو دولت و وجاہت دنیا کو اختیار کر کے چون وچرا کرتا ہے۔ اور اُنکی تعمیل سے سرتابی کرتا ہے۔ ابلیس کے معاملہ میں کو محک امتحان قرار دیا تھا۔ خدا کی خدائی سے تو اُس نے بھی انکار نہیں۔

اس وجہ سے مومن کا مابہ الامتیاز تھی کہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ علی سے محبت کرنے رسولِ خدا کے ہر ایک حکم کی اطاعت کرنے کیلئے تیار ہے۔ آنحضرت کو واقعی رسول خدا سمجھتا ہے۔ اُنکے احکام کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ نفسانیت اور حرص و آز کو درمیان میں نہیں لاتا۔ جو طرزِ حکومت اسلام میں جناب رسول خدا اسلام و مسلمانوں کے مفاد کے لئے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس میں اُنکا ممد و معاون ہے۔ اس طرزِ حکومت کے خلاف جن لوگوں میں جذبہ پیدا ہو رہا ہے اُنسے علیحدہ ہے مقصد رسالت محمدی کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ علی سے بغض رکھنا اس وجہ سے علامت نفاق تھی کہ اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص جناب رسول خدا کے ملہم من اللہ ہونے میں شک رکھتا ہے رسول خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ اُنکے احکام کو قابل اطاعت نہیں سمجھتا۔ جانتا ہے کہ جناب رسول خدا نفسانیت و خود غرضی کی وجہ سے اپنے خاندان میں حکومت دائمی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نبوت کے ایک جزو اعظم یعنی حکومت پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ دین اسلام کی تکمیل میں روکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ حب علی اسوجہ سے محک امتحان بنی کہ وہ ایک طرف اور دنیا کی زینت و آرائش و دولت دوسری طرف ایک دوسرے سے متضاد تھیں اس زمانہ میں بھی حب علی محک امتحان ہے۔ کیونکہ وہ پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایمان کامل نہ ہو۔ وہ بزرگوار جو اپنے تئیں شیعان علی کہتے ہیں۔ اس خیال میں مست ہیں کہ بس ہم میں حبّ علی ہے۔ لہذا ہم کو پروانہ راہداری جنت ملا ہوا ہے۔ غافل یہ نہیں جانتے کہ محض زبان سے خدا پر ایمان لانا تو کافی نہ ہوا۔ بلکہ اُن کے ایمان کی جانچ کے لئے امتحان

نہ زبان سے حب علی کہنا کیونکر کافی ہوگا۔ محبت کی پہلی منزل بیخودی
تس آتا ہے تو سوائے معشوق کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ یہ ہم
سری منزل ہے تیسری منزل فنا فی المحبوب کی ہوتی ہے۔ یہ آجکل
یان علی تو پہلی ہی منزل سے کوسوں دور ہیں۔ دعویٰ کس بات کا کرتے ہیں
ت طویل ہے۔ اگر فرصت علی اور عمر نے یاری کی تو انشاء اللہ ہم بتائینگے کہ
بس کو کہتے ہیں۔ ہاں اگر اس ہماری ناکمل محبت کو مولا قبول کرلیں تو یہ بھی
سالی دریا دلی سے بعید نہ ہوگا۔ زبانی دعوے ہی سہی۔ کم سے کم بغض علی تو دل میں نہاں
نہیں رکھتے۔ انکے دشمنوں کو برا تو سمجھتے ہیں۔ محبت کا ایک درجہ تو یہ بھی ہے اگرچہ ادنیٰ ہے۔
یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے۔ حب رسول تو محک امتحان نہ ہوا اور حب
علی ہو۔ اس کی کیا وجہ۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ حالات و واقعات ایسے آپڑے تھے کہ
حب علی و حب دنیار دنی جس میں عصیان خداوندی مضمر تھا دو مخالف سمتوں میں
چلے گئے تھے۔ علی سے محبت کرنے سے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ حب رسول
میں یہ بات نہ تھی۔ آنحضرت کی زندگی میں حصول حکومت کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا تھا
لہذا منافقین بھی آنحضرت سے ظاہری اظہار محبت کر سکتے تھے لیکن علی سے منافقانہ
الفت بھی نہ کر سکتے تھے۔ فدک چھین لیا۔ خلافت پر بھی خود قبضہ کر لیا کس منہ سے
کہتے کہ باوجود ان تمام باتوں کے تم ہمارے محبوب ہو۔ اور ہمیں تم سے عشق ہے۔
حجۃ اللہ۔ جناب رسول خدا نے القابوں کے ذریعہ سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے
تفصیلی جملوں سے نہ ادا ہو سکتا تھا۔ اُن میں سے ایک لقب جو حضرت علی کو آپ نے
دیا وہ حجۃ اللہ تھا۔ اِس لقب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بارگاہ ایزدی میں حضرت علی کی کیا
منزلت ہے۔

عن انس بن مالك قال رايت رسول	انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا
الله جالساً مع علی فقال انا وهذا	کو علی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا اور آنحضرت
حجة الله على امتی یوم القیامة	نے فرمایا کہ میں اور یہ علی خدا کی حجت میری امت

عند الله. پر قیامت کے دن ہو۔

سید علی ہمدانی: مودة القربی. مودة الرابع۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول ص۵۵۔ الباب السادس والخمسون ص۲۴۳ و ص۱۷۹ الباب الحادی والا

دیلمی: فردوس الاخبار عبدالرؤف مناوی: کنوز الدقائق۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۲۔

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۳

قسیم النار والجنة۔ یہ بھی نہایت پر معنی لقب ہے جو امر واقعہ کی بہت اچھی تشریح کرتا ہے۔

عن حذیفہ قال قال رسول الله یا علی انت قسیم النار والجنة۔ حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اے علی تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنیوالے ہو

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۲۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی ص۷۵

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۶۳ و۱۷۷ اور ۲۰۳

علامہ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی والقندوزی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ سنہ ہجری میں ایک مکمل باب یعنی الباب السادس عشر اس حدیث کی توثیق و تصدیق پر لکھا ہے اسکا عنوان یہ ہے فی بیان کون علی علیہ السلام قسیم النار والجنة یہ باب صفحہ ۸۳ سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۸۶ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں فاضل مولف نے تمام صحیح احادیث کو توثیق کیساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس سے جناب علی مرتضیٰ کی منزلت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کو ہم یہاں نقل کر دیں۔

اخرجہ موفق بن احمد الخوارزمی المکی بسندہ عن نافع عن ابن عمر قال قال موفق بن احمد الخوارزمی المکی نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا

علیہ وسلم لعلی
نہ یوتی بك
۔ نور وعلیٰ راسك
نورہ وکاد یخطف
الموقف فیأتی
من عند اللہ جل جلالہ
۔ ۔ این محمد رسول اللہ
فول ھا انا ذا فینادی المنادی
ادخل من احبك الجنۃ و
ادخل من عادك فی النار وانت
قسیم الجنۃ۔

اخرج ابن المغازلی الشافعی بسنلہ
عن ابن مسعود قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی
انك قسیم الجنۃ والنار انت تقرع
باب الجنۃ وتدخلھا احبائك بغیر حساب

وفی جواھر العقدین قد اخرج
الدارقطنی عن ابی الطفیل عامر بن
واثلۃ الکنانی ان علیا قال حدیثا
طویلا فی الشوری وفیہ انہ قال لاھل
الشوری فانشدکم باللہ ھل فیکم
احد قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم انت قسیم النار والجنۃ غیری

جناب رسول خدا نے حضرت علی سے کہ ای علی
جب قیامت ہوگی تو اُسدن تمہارے واسطے
ایک نور کا تخت رکھا جائیگا۔ تم اسپر لائے جاؤگے
اور تمہارے سر پر ایک تاج ہوگا جو اپنے نور سے
منور ہوگا۔ اُس میں ایسی تیز روشنی ہوگی کہ اسکی
چکاچوند سے اہل محشر کی آنکھیں خیرہ ہو جائینگی
پھر خداوند تعالیٰ کے حضور سے ندا آئیگی کہ محمد رسول
اللہ کا وصی کہاں ہے تم جواب دوگے کہ میں یہاں
ہوں پس ایک منادی کرنیوالا ندا کریگا کہ اپنے
دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں
داخل کرو کیونکہ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنیوالے
ہو۔ ابن المغازلی شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ
ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا
جناب رسولخدا نے کہ اے علی تم قسیم النار والجنۃ
ہو۔ تم جنت کے دروازہ کو کھولوگے اور اسمیں
اپنے دوستوں کو بغیر حساب کے داخل کروگے۔

جواہر العقدین میں ہے کہ دارقطنی نے ابو الطفیل عامر
بن واثلہ کنانی سے روایت کی ہے کہ مجلس شوریٰ
میں جناب علی مرتضیٰ نے ایک طویل گفتگو فرمائی
اور اسمیں اہل شوریٰ سے کہا کہ میں تمکو خداوند
تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے
سوائے کوئی اور ہے جسکو جناب رسولخدا نے
قسیم النار والجنۃ کہا ہو سب نے کہا کہ قسم بخدا آپکے

Presented By: https://jafrilibrary.com

قالوا اللهم لا۔
اخرج الحمويني في كتابه
فرائد السمطين عن ابي سعيد الخدري
قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول اذا سئلتم الله عز و
جل فاسئلوه لي الوسيلة فسئل
عنها فقال هي درجة في الجنة و
هي الف مرقاة ما بين المرقاة
الى المرقاة بسير الفرس الجواد شهرا
مرقاة زبرجد الى مرقاة لؤلؤ الى
مرقاة ياقوت الى مرقاة زمرد
الى مرقاة مرجان الى مرقاة
كافور الى مرقاة عنبر الى مرقاة
يلجوج الى مرقاة نور وهكذا
من انواع الجواهر فهي في
بين درجات النبيين كالقمر
بين الكواكب فينادي المنادي
هذه درجة محمد خاتم
الانبياء وانا يومئذ متزر بريطة
من نور على راسي تاج الرسالة
واكليل الكرامة وعلي بن ابيطالب
امامي وبيده لوائي وهو لواء
الحمد مكتوب عليه لا اله الا الله

سوائے کوئی اور نہیں ہے۔
حموینی نے اپنی کتاب
میں ابو سعید الخدری سے روا
جناب رسول خدا نے کہ جب تم خدا و
کوئی سوال کرو تو تم اس سے میرے واسطے
طلب کرو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا
آپ نے فرمایا وہ ایک درجہ ہے جنت میں
اور وہ ایک ہزار زینے کا ہے۔ ایک زینہ سے
دوسرے زینہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا ایک
اصیل گھوڑا ایک مہینہ میں طے کرتا ہے۔ زبرجد کا
زینہ۔ اس کے بعد موتی کا زینہ۔ اس کے بعد یاقوت
کا زینہ۔ اسکے بعد زمرد کا زینہ۔ اس کے بعد مرجان
کا زینہ۔ اسکے بعد کافور کا زینہ۔ اسکے بعد عنبر کا
زینہ۔ اسکے بعد ایک نہایت خوشبودار لکڑی کا
اور اس کے بعد نور کا زینہ ہے۔ گویا یہ ایک سیڑھی
بہت سے اقسام کے جواہرات کی بنی ہوئی ہے
اور یہ انبیاء کے درجوں کے درمیان میں ایسی
ہے کہ جیسی ستاروں کے درمیان میں قمر پس منادی
ندا کریگا کہ یہ محمد خاتم الانبیاء کا درجہ ہے۔ اور میں
اسدن ایک نور کی چادر اوڑھے ہونگا میرے
سر پر رسالت و کرامت کا تاج ہوگا اور علی بن ابیطالب
میرے آگے ہونگے۔ اور میرا لواء حمد انکے ہاتھ میں
ہوگا۔ اس لواء حمد پر لکھا ہوا ہوگا کہ سوائے خدا کے

...ہ علی ولی اللہ و
...حون الفائزون
...معد علی درجة منها
...نی بدرجة وبیدہ
...ن یومئذ رسول و
...رصدیق ولا شہید ولا
...من الا رفعوا اعینهم ینظرون
...الینا ویقولون طوبی لہذین
العبدین ما اکرمہما اللہ علی
فینادی المنادی یسمع ندائہ
جمیع الخلائق ھذا حبیب اللہ
محمد وھذا ولی اللہ علی فیاتی
رضوان خازن الجنة فیقول امرنی
ربی ان اٰتیک بمفاتیح الجنة
فادفعها الیک یا رسول اللہ
فاقبلها انا فادفعها الی اخی علی
ثم یاتی مالک خازن النار
فیقول امرنی ربی ان اٰتیک بمقالید
النار فادفعها الیک یا رسول
اللہ فاقبلها انا فادفعها الی
اخی علی فیقف علی علی عجزہ جہنم و
یاخذ زمامها بیدہ وقد علا
زفیرها واشتد حرها فتنادی جہنم یا

اور کوئی معبود نہیں ہے محمد خدا کا رسول ہے اور علی
خدا کا ولی ہے۔ علی کے دوست فلاح پانیوالے
اور فائز ہیں۔ یہانتک کہ میں سب سے اونچے درجہ
پر ہونگا۔ اور علی مجھ سے صرف ایک درجہ نیچے ہوگا
اور اسکے ہاتھ میں میرا علم ہوگا پس اسدن کوئی
رسول یا نبی یا صدیق یا شہید یا مومن نہ ہوگا لیکن
یہ کہ وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہونگے
کہ مبارک خوشی ان دونوں بندگان خدا کیلئے
خدا نے کتنی بزرگی اُنکو دی ہے پس منادی ندا کریگا
کہ تمام خلائق اُس آواز کو سنینگی کہ یہ محمد حبیب
خدا ہیں اور علی ولی اللہ ہیں پس رضوان خزانہ
دار جنت آئیگا۔ اور کہیگا کہ مجھے میرے خدا نے
حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں آپکے حوالہ
کر دوں۔ یہ لیجئے جنت کی کنجیاں ہیں پس
میں اُنکو لے لونگا اور اپنے بھائی علی کو دیدونگا
پھر مالک خزانہ دار دوزخ آئیگا۔ اور کہیگا کہ
مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی
کنجیاں آپکے حوالہ کر دوں یہ لیجئے یہ دوزخ
کی کنجیاں ہیں پس میں اُنکو لیکر اپنے بھائی
علی کو دیدونگا۔ پس علی جہنم کے کنارے پر کھڑے
ہو کر اس کی زمام اپنے ہاتھ میں پکڑ لینگے جہنم
کا زور شور بلند ہوگا اور اسکی گرمی تیز ہوگی۔
جہنم ندا کریگا کہ اے علی مجھکو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارا

علی ذرنی فقد اطفاء نورك لهبی فیقول لها علی ذری هذا ولیی وخذی هذا عدوی فلجهنم یومئذ اشد مطاوعة لعلی فیما یامرها به من رق احدکم لصاحبه فلذلك كان علی قسیم النار والجنة.

ایضاً. اخرج هذا الحدیث صاحب کتاب المناقب عن جعفر الصادق عن آبائه علیهم السلام ان امیر المومنین علی علیه السلام قال علی المنبر فی الخطبة وتسمی هذه خطبة الوسیلة

وفی التفسیر المنسوب الی الائمة من اهل البیت ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال یا علی انت قسیم الجنة والنار تقول للنار هذا الی وهذا لك.

وعن ابی بصیر عن الباقر عن ابیه عن جده عن امیر المومنین علیهم السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیف بك یا علی اذا وقفت علی شفیر جهنم وقد مد الصراط وقلت للناس جوزوا وقلت

تمہارا نور میرے شعلوں اُس سے کہینگے کہ اسکو ہے اور اسکو دے یہ جہنم علی کی اطاعت میں وہ کریگا۔ وہ علی کا ایسا مطیع ہوگا سے کوئی اپنے دوست کیلئے ہوتا ہے اس وجہ سے علی قسیم النار والجنۃ ہیں۔

اسیطرح اس حدیث کو کتاب المناقب کے مولف نے امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے آبا رکرام علیہم السلام سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت علی نے منبر کو فیہ یہی حدیث اپنے خطبہ میں بیان فرمائی اور اس خطبہ کو خطبہ وسیلہ کہتے ہیں۔

تفسیر ائمہ اہلبیت رسول میں منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی تم قسیم النار والجنۃ ہو اور تم دوزخ سے کہوگے کہ یہ آدمی تیرے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے۔

ابو بصیر امام محمد باقر سے اور وہ اپنے آبا طاہرین سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی وہ کیا حالت ہوگی کہ جب تم جہنم کے کنارے پر کھڑے ہوگے پل صراط تیار رہیگا اور تم لوگوں سے کہوگے کہ تم کو اجازت ہے گزرو۔ اور جہنم سے کہوگے کہ یہ میرے

ز الى وهذا الك.

ناقب عن محمد بن حمران
الصادق في تفسير القيا في
بل كفار عنيد قال اذا كان
القيامة وقف محمد صلى الله
عليه وآله وسلم وعلي عليه السلام على الصراط
وينادي منادٍ يا محمد يا علي القيا
في جهنم كل كفار بنبوتك يا محمد و
عنيد بولايتك يا علي.

وعن جعفر الصادق عن آبائه
عن علي عليهم السلام عن النبي صلى
الله عليه وآله وسلم قال اذا جمع
الناس في صعيد واحد كنت انا
وانت يا علي يومئذ عن يمين العرش
ثم يقول ربنا لي ولك القيا في جهنم
من ابغضكما وكذبكما. ايضاً روى عن
ابي سعيد الخدري نحوه.

واخرج صاحب الاربعين عن اسحق
بن محمد النخعي ان بعض الفقهاء من اهل
الكوفة جاء عند الاعمش في مرضه و
قالوا له انك كنت تحدث فضائل علي
فلا تحدثها من بعد قال الاعمش اسندوني
فاسندوه فقال حدثني ابو المتوكل

لئے ہے اور یہ تیرے لئے۔

اور کتاب المناقب میں محمد بن حمران نے
جعفر صادق سے تفسیر آیہ کریمہ القیا فی جہنم
کل کفار عنید۔ یہ روایت درج کی ہے کہ جب قیامت
کا دن ہوگا جناب محمد مصطفےٰ اور حضرت علی مرتضیٰ
پل صراط پر کھڑے ہونگے اور ایک منادی ندا کریگا کہ
اے محمد اے علی تم دونوں ہر ایک شخص کو دوزخ میں
ڈال دو جو اے محمد تمہاری نبوت سے اور اے علی تمہاری
ولایت سے انکار کرتا تھا۔

جناب جعفر صادق نے اپنے آبا کرام سے
اور انہوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا
جناب رسول خدا نے کہ جب حشر کے دن سب
لوگ ایک جگہ جمع ہونگے تو میں اور اے علی تم
عرش کی دہنی طرف ہونگے۔ اسوقت خداوند
تعالیٰ مجھ سے اور تم سے فرمائیگا کہ تم دونوں اپنے
دشمنوں اور اپنے حق سے منکرین کو دوزخ میں
ڈال دو۔ یہی روایت ابوسعید خدری سے مروی ہے۔

اور مولف اربعین نے اسحاق بن محمد سے
روایت کی ہے کہ چند فقہاء کوفہ اعمش کے پاس انکی
مرض کی حالت میں آئے اور کہا کہ تم علی کے فضائل
بیان کیا کرتے تھے پس آئندہ تم علی کے فضائل نہ بیان
کرنا۔ اعمش نے کہا کہ مجھے سہارا دیکر بٹھا دو۔ چنانچہ
انکو بٹھا دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے المتوکل

الناجی عن ابی سعید الخدری قال
قال رسول الله صلی الله علیه وآله
وسلم اذا کان یوم القیامة
قال الله تعالی لی ولعلی بن ابیطالب
ادخلا النار من ابغضکما وادخلا
الجنة من احبکما وذالك
قوله تعالی والقیا فی
جهنم کل کفار عنید
ای کفار بنبوتی وعنید عن
اطاعة علی۔
وفی المناقب عن ابی الطفیل
عامر بن واثلة وهو اخر من مات من
الصحابة بالاتفاق عن علی رضی الله
عنهما قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم انت وصیی حربك حربی و
سلمك سلمی وانت الامام وابو الائمة
الاحد عشر الذین هم المطهرون
المعصومون ومنهم المهدی الذی
یملاء الارض قسطا وعدلا
فویل لمبغضیهم یا علی لو ان
رجلا احبك واولادك فی الله
لحشره الله معك ومع اولادك
وانتم معی فی الدرجات العلی

الناجی نے ابوسعید خدری
ابوسعید الخدری نے بیان
کیا کہ روز قیامت خدا
سے کہیگا کہ تم دونوں اپنے
اور اپنے دوستوں کو جنت میں داخل
سے قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ
القیا فی جہنم کل کفار عنید یعنی تم دو
جہنم میں کفار عنید کو ڈالدو۔ کفار سے مطلب
لوگ ہیں جو میری نبوت کے منکر ہیں۔ عنید وہ ہیں
جو علی کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں۔
مناقب میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے
جنہوں نے تمام صحابہ میں سب کے بعد انتقال کیا۔
حضرت علی سے ایک روایت مروی ہے کہ فرمایا
جناب رسول خدا نے کہ اے علی تم میرے
وصی ہو۔ جو تم سے لڑائی کرتا ہے وہ مجھ
سے لڑائی کرتا ہے۔ جو تم سے صلح پر ہے۔ وہ مجھ سے
صلح پر ہے۔ تم خود امام ہو اور گیارہ اماموں کے
باپ ہو جو کہ طاہر و معصوم ہیں۔ ان میں ہی سے
مہدی آخر زمان ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے
بھر دینگے پس وائے ہو تمہارے دشمن پر۔ اے علی
اگر کوئی شخص خدا کے لئے تم سے اور تمہاری اولاد سے
دوستی کریگا تو اسکا حشر خداوند تعالیٰ تمہارے اور
تمہاری اولاد کے ساتھ کریگا۔ اور تم سب میرے ساتھ

سیم الجنة و
داخل محبيك الجنة
ن النار۔

عيون الاخبار عن ابی
لت الهروی قال قال المامون
لی الرضا ابن موسیٰ الکاظم علیهما
السلام اخبرنی عن جدك امیر
المومنين علی علیه السلام بای وجه هو
قسیم الجنة و النار. فقال له الرضا
الم ترو عن ابائك عن عبد الله بن
عباس انه قال سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یقول حب علی
ایمان وبغضه کفر فقال بلیٰ فقال الرضا
لما كانت الجنة للمومن والنار للكافر
فقسمته الجنة والنار اذا كان على حبه
وبغضه فهو قسیم الجنة والنار فقال
المامون لا ابقانی الله بعدك انك
وارث جدك رسول الله صلى الله
علیه واله. قال ابو الصلت لما
انصرف الرضا علیه السلام الى
منزله قلت له جعلت فداك یا
ابن رسول الله ما احسن ما اجبت
به امیر المومنین. فقال یا ابا الصلت

بلند درجوں میں ہوگے۔ اے علی تم جنت و دوزخ
کو تقسیم کرنے والے ہو۔ اپنے دوستوں کو جنت میں
اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالو گے۔

عیون الاخبار میں ابوالصلت الہروی سے
منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خلیفہ مامون نے امام علی رضا
بن موسیٰ کاظم علیہما السلام سے دریافت کیا کہ
بتاؤ تمہارے جد امجد امیرالمومنین علی کس طرح
قسیم النار والجنۃ ہیں جناب امام رضا نے جواب دیا
کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے آباؤ اجداد نے عبداللہ
ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ
میں نے جناب رسولخدا کو کہتے ہوئے سنا کہ حب
علی ایمان ہے اور بغض علی کفر ہے۔ اس نے جواب دیا
کہ ہاں سنا ہے۔ جناب امام رضا نے فرمایا کہ جنت
مومن کیلئے ہے اور دوزخ کافر کیلئے ہے جب
جب جنت و دوزخ کی تقسیم علی کی محبت و عداوت
کی بنا پر ہوگی تو علی قسیم النار والجنۃ ہوئے۔ مامون
اس پر پھڑک اٹھا اور کہا کہ خدا مجھے باقی نہ رکھے
آپ کے بعد۔ آپ واقعی اپنے جد رسول خدا
کے وارث ہیں۔ ابوالصلت کہتا ہے کہ جب
میں امام رضا کے دولت خانہ پر آیا تو میں نے
انسے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں۔ یا ابن رسول
اللہ آپ نے مامون کو خوب اچھا جواب دیا۔ آپ نے
فرمایا کہ اے ابوالصلت یہ جواب تو اسکے مطابق تھا

انما کلمته من حیث هو ولقد سمعت
ابی یحدث عن اٰبائه عن علی علیهم
السلام انه قال قال رسول الله
صلی الله علیه واٰله یا علی انت
قسیم الجنة والنار یوم القیامة
تقول للنار هذا لی وهذا لك۔

ایضاً فی جواهر العقدین قال
الحافظ جمال الدین الزرندی
المدنی: قال المامون لعلی الرضا
اخبرنی عن جدك امیر المومنین
علی بای وجه هو قسیم الجنة والنار ثم سأل الحدیث
المذکور الی اٰخره هذا لی وهذا لك۔

وفی الشفاء فی باب المعجزات
فیما اطلع علیه من الغیوب ان
علیاً قسیم الجنة والنار یدخل
اولیاءه الجنة واعدائه النار۔
ومما ینسب الی الامام الشافعی رح
علی حبه جُنّة قسیم النار والجنة
وصی مصطفےٰ حقاً امام الانس والجنة
اخرج موفق بن احمد عن الحسن البصری عن
عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم اذا کان یوم القیامة یقعد علی علی
الفردوس هو جبل قد علا علی الجنة وفوقه

ورنہ میں نے اپنے والد بزرگوار
سے حضرت علی کی یہ روایت
سُنا ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے
علی تم قسیم النار والجنۃ ہو۔
سے کہوگے کہ یہ شخص تیرے لیے
میرے لئے۔

اسی طرح جواہر العقدین میں
جمال الدین الزرندی نے روایت بیان کی کہ
مامون نے امام رضا سے عرض کی کہ آپ کے
جد بزرگوار علی مرتضیٰ کس طرح قسیم النار والجنۃ
ہوئے۔ آپ نے وہ جوابدیا جو اوپر درج ہے جسکا
آخر یہ ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور وہ تیرے لئے۔

کتاب الشفاء باب المعجزات

میں ہے کہ علی علیہ السلام قسیم النار والجنۃ ہیں اپنے
دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ
میں بھیجینگے اسکے بعد امام شافعی کے شعر درج ہیں
موفق بن احمد نے حسن بصری سے ابن مسعود
کی روایت بیان کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
کہ جب روز قیامت ہوگا علی فردوس پر بیٹھ جائینگے
فردوس جنت کے اوپر ایک پہاڑ ہے۔ اور اسکے
اوپر خداوندتعالیٰ کا عرش ہے اور اس کے نیچے
سے انہار جنت نکلتی ہیں اور باغوں میں پھیل جاتی
ہیں وہاں علی کرسی نور پر بیٹھے ہونگے اور انکے

ن ومن سفحه يتفجر
نرق في الجنان على
نور يجري بين يديه
صراط الا ومعه سند
اهل بيته فيدخل محبيه

آگے تسنیم جاری ہوگی۔ صراط پر سے صرف
وہی لوگ گزر سکینگے جن کے پاس حب علی
اور ولاء علی کی سند ہوگی بس وہ اپنے
دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں
کو دوزخ میں ڈالینگے۔

ناقب عن مقاتل بن
ن عن جعفر الصادق عن
بابائه عن علي بن ابي طالب
رضي الله عنهم قال قال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم يا علي انت
مني بمنزلة شيث من آدم وبمنزلة
سام من نوح وبمنزلة اسحاق من ابراهيم
كما قال تعالى ووصى ابراهيم بنيه ويعقوب
الآيه وبمنزلة هارون من موسى وبمنزلة شمعون
من عيسى وانت وصيي ووارثي وانت اقدمهم
سلما واكثرهم علما واوفرهم حلما واشجعهم
قلبا واسخاهم كفا وانت امام امتي وقسيم الجنة
والنار بمحبتك يعرف الابرار من الفجار
ويميز بين المومنين والمنافقين والكفار

اور مناقب میں مقاتل بن سلیمان سے جناب
علی مرتضیٰ کی یہ روایت جو امام جعفر صادق کو
انکے آباؤ اجداد سے پہنچی تھی درج ہے کہ فرمایا جناب
رسولخدا نے کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدم
سے شیث و نوح سے سام اور ابراہیم سے اسحاق
تھے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وصی
ابراھیم بنیہ الآیہ اور جیسے موسیٰ سے ہارون
اور عیسیٰ سے شمعون تھے۔ اور تم میرے وصی اور
میرے وارث ہو اور ان وصیوں میں سے تم دین
علم و حلم و شجاعت و سخاوت میں افضل و بہتر ہو
تم میری امت کے امام ہو اور قسیم النار والجنۃ ہو
نیک بندے فاجروں سے تیری محبت کے ذریعہ سے
پہچانے جاتے ہیں اور تیری محبت کی وجہ سے
مومنین و منافقین و کفار میں تمیز کیجاتی ہے۔

گروہ اہل حکومت کے امام جناب شافعی علیہ الرحمہ نے ان احادیث اور انکے مثل دیگر احادیث کی بنا پر چند امور واقعی کو اس طرح منظوم فرمایا ہے:۔

عَلِیٌّ حُبُّہٗ الْجُنَّۃ — قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقا — امام الانس والجنۃ

(ترجمہ) علی کی محبت گناہوں یا دوزخ کی آگ کے خلاف ایک سپر ہے۔ علیؑ تقسیم کرنے والا ہے۔ محمد مصطفےٰ کا واقعی وصی اور جن و انس کا امام ہے۔

ان اشعار کا امام شافعی کا ہونا مسلمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب السادس عشر ص۸۶۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الثامن ص۲۱۱۔

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۰ و ۱۵۳ و ۱۵۵۔

نور الدین سمہودی: جواہر العقدین۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت امامی یوم القیامۃ فیدفع الی لواء الحمد فادفعہ الیک انت تذودا الناس عن حوضی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ قیامت کے روز تم اے علی میرے آگے آگے ہوگے مجھکو لوا رحمد دیا جائیگا۔ وہ میں تمہارے حوالہ کر دونگا۔ تم لوگوں کو میرے حوض سے ہٹاؤ گے اور ہنکاؤ گے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۵ ص۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶ و ۶۱۱۹ و ۶۱۲۴

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۳۵۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۴۶۶ و ۶۸۷۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الرابع والاربعین ص۱۳۰ و ۱۳۲۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الثامن ص۲۱۱

فقرہ قسیم النار والجنۃ کو سنکر حضرات وہابیہ اور انکے ہمخیال اصحاب بغل در آتش ہوکر اعتراض فرماتے ہیں کہ اب خدا کے لئے کیا کام رہگیا۔ جب علی مرتضیٰ ہی نے جنت و دوزخ کو تقسیم کرکے رکھدیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے تو بس روز محشر خداوند تعالیٰ تو معطل ہوگا اور خدائی حضرت علی ہی کرینگے۔ اسطرح چند ادر معقول

ہیں نامعقول ظاہر کرنے کی کوشش کرکے یہ لوگ اپنے مخالفین
...ہ پاغنڈا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں یہ فرقہ ایسا ہے جو
...الیٰ کی وحدانیت مطلق کا قائل نہیں۔ اور خدا کے ساتھ علی وحسنین
...۔ ان حضرات کا یہ خیال محض اُن کو ہی خوش کرسکتا ہے۔ دوسروں کو
...دے سکتا۔ اصلی نقص اس کی وحدانیت میں تو یہ ہے کہ اسکی ذات کے
...حل جسمانی منسوب کیا جائے مثلاً جیسے یہ بزرگوار کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے
...دو ٹانگیں ہیں جب روز قیامت دوزخ کی تیزی بڑھتی ہی جائیگی اور ھل من
مزید کی آواز ختم ہی نہ ہوگی تو خداوند تعالیٰ اپنی ٹانگ دوزخ میں ڈالدیگا۔ اسوقت
اسکو تسلی ہو جائیگی۔ علی کا قسیم النار والجنۃ ہونا اسکی وحدانیت میں ہارج نہیں ہوتا
معلوم سے نامعلوم کیطرف چلو۔ کیونکہ یہی اصلی قاعدہ محسوسات کے ذریعہ سے علم حاصل
کرنے کا ہے۔ آخرت کا محشرستان ابھی کسی نے نہیں دیکھا لیکن دنیا کا نظام ہماری آنکھوں
کے سامنے ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب نے اُس دنیا کا کہ جس میں وہ رہتے ہیں اچھی
طرح مطالعہ نہیں فرمایا۔ اگر یہ بزرگوار اس دنیا کو بھی ایسی ہی سطحی نظر سے دیکھینگے کہ جو
سطحی نظر انہوں نے میدان محشر پر ڈالی ہے تو یہاں بھی خدا کو معطل ہی پائینگے اور جو
خدا کہ اب معطل ہے وہ میدان حشر میں کیونکر یک بیک کارکن ہو جائیگا۔ وہ خود ہی تو فرماتا
ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ جیسا اب ہے ویسا ہی جب ہوگا۔ خداوند تعالیٰ میں
کوئی تبدیلی تو ممکن نہیں۔ یہاں بھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ خالق تو کہلاتا ہی لیکن
انسانوں اور حیوانوں کی موجودگی اور ہستی کا سبب براہ راست اُنکے ماں باپ ہوتے
ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کشتی کو پانی پر چلاتے ہیں اور تمکو کشتی میں ادھر سے
اُدھر لے جاتے ہیں۔ ہم زمین کو بارش سے زندہ کرتے ہیں۔ دانہ سے درخت پیدا کرتے
ہیں اور رات سے دن اور دن سے رات نکالتے ہیں۔ ہم تمہاری قسمت کا اندازہ
کرتے ہیں اور روزی تقسیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن ہم ان ظاہری آنکھوں سے کیا دیکھتے
ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان وحیوان اپنے ماں باپ کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے

کشتی کو انسان بناتا ہے اور وہ پانی پر اُن قوانین کے ماتحت چلتی ۔۔
رائج ہیں۔ زمین پر بارش بھی قوانین فطرت کے مطابق ہوتی ۔۔
کر کے انسان غلہ اور پھل پیدا کرتا ہے۔ دن رات کا ہونا شمس و۔۔
موقوف ہے۔ خدا وند تعالیٰ روزانہ سورج کو دھکیل کر خود نہیں لاتا کبھی
کہ خدا کھڑا ہوا خود تمہاری کشتی کو چلا رہا ہے۔ یا انسان کو آن کر پیدا کر رہا۔
ایمان ہے کہ ہمارا رازق خدا وند تعالیٰ ہے۔ اور ہمارے رنج و راحت کا ا۔۔
اس کی مشیت مطلق پر ہے لیکن تاہم ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تقسیم رزق و تقدیر رنج و
راحت دوسرے انسانوں ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ خدا خود تو آن کر آٹا دال
نہیں بانٹتا پھرتا۔ پھر کیوں یہ سب افعال خدا وند تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کئے
صرف اسوجہ سے کہ اُسکے ارادۂ کُن نے مادہ کو پیدا کر کے ایسے قوانین مرتب کئے
ہیں کہ خود بخود اُن کے ماتحت انسان و حیوانات و جمادات و شمس و قمر و زمین و
ستارگان و سیارگان ایسے فعل کرتے ہیں یا اُن پر فعل کئے جاتے ہیں جن سے وہ سب
نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں جنکو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے مطالعہ فطرت ہمیں
سنت الٰہیہ کے ادراک کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اُس سنت الٰہیہ کو ہم اس نہج
پر پاتے ہیں کہ خدا وند تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتا۔ اُس کے ارادے سے
دیگر اسباب و ذرائع ہی کام کرتے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے وہ اپنی مشیت
پوری کراتا ہے۔ رسول کے پاس وحی بھیجی لیکن ملائکہ کے ذریعہ سے۔ رسول سے کلام کیا
اس طرح کہ کبھی درخت کو گویا کر دیا۔ کبھی ہوا میں سے آواز آنے لگی۔ کبھی اُس نے خواب
دیکھ لیا۔ انسان کو راہ راست دکھائی پیغمبروں کے ذریعہ سے اور وہ بھی انسانی طریقہ
کے مطابق۔ ورنہ اگر خداوند تعالیٰ براہ راست عمل کرنا چاہتا تو صرف ایک ارادہ کافی تھا۔
اور پھر کوئی متنفس شرک و کفر نہ کرتا۔ پیغمبروں کو بھی مافوق العادت طاقت دیکر لوگوں کو مرعوب
نہیں کیا۔ پیغمبروں کو بھی قوانین فطرت ہی کے مطابق عمل کرنا پڑا۔ ورنہ اگر خدا چاہتا
تو جو شخص پیغمبر کی مخالفت کرتا وہ فوراً مرجاتا یا اندھا ہو جاتا۔ یا اُس میں پیغمبر کی مخالفت

نہ پیدا ہوتا تو پھر اس وعظ ونصیحت کی ضرورت ہی کیوں ہوتی۔ حضرت ے سے چیرے جاتے۔ حضرت ابراہیم کیوں آگ میں ڈالے جاتے۔ جناب ہیوں کفار عرب سے اتنے صدمے پہنچتے۔ اسی طرح اگر میدان حشر میں لوگوں کو چھانٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر بھیجنے والا کوئی شخص ہو جو حکم خداوندی کے ماتحت کام ہو تو کیا بعید از عقل ہے۔ بلکہ یہ تو عین اس نظام کے مطابق ہوگا۔ جو آجکل ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ یہاں تو خداوند تعالے نے اپنے تئیں انسان کی نظروں سے پنہاں کیا ہوا ہے۔ وہاں کیا وہ انکے درمیان میں آن کر خود کسی کو جہنم میں دھکا دیگا اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیگا۔ اگر میدان حشر میں منادی کرنے والا یا میزان عدل نصب کرنیوالا کوئی ہوگا تو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ کی آواز کوئی سن سکے یا اُس کو دیکھ سکے۔ آواز کان میں سمانا یا صورت کا آنکھوں میں اُتر آنا یہ مطلب رکھتا ہے کہ شے مسموع یا منظور کو سامع یا ناظر نے اپنے اندر لے لیا۔ اور ظاہر ہے کہ چھوٹی شے میں بڑی شے نہیں سما سکتی تو نتیجہ نکلا کہ شے مسموع یا منظور چھوٹی ہوتی سامع اور ناظر سے۔ خداوند تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ خدا انسان سے کم ہے جب ہی تو اُس میں سما گیا۔ معترض یہ کہیگا کہ پہاڑ، سمندر، ہاتھی یہ سب انسان سے بڑے ہیں لیکن انسان انکو دیکھتا ہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ چیزیں ایک حد تک بڑی ہیں۔ ان کی عظمت محدود ہے۔ خدا کی صفت یہ ہے کہ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضَ۔ اور ان چیزوں ہی کو [illegible] عظمت [illegible] دیکھنے کے سارے کا سارا کوہ ہمالیہ تو ہماری نظر میں ایک دفعہ نہیں آجاتا پورے دریائے اٹک کو تو ہم ایک نظر میں نہیں دیکھتے۔ ہم انکے ٹکڑے ٹکڑے دیکھتے ہیں۔ تو کیا ہم خداوند تعالیٰ کے بھی اسیطرح ٹکڑے کر لینگے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ چیزیں انسان سے بڑی ہیں لیکن انسان [illegible] آنکھ کے پردے پر لے لینے کی قابلیت ہے۔ جب انسان کی آنکھ کے اندر آتے ہیں تو چھوٹے بن کر آتے ہیں۔ تو کیا خداوند تعالیٰ پر بھی انسان اسیطرح غالب آ جائیگا [illegible] اپنی آنکھ

کے پردے پر بٹھالیگا۔ جب تک انسان انسان ہے اور خدا خدا ناممکن ہے۔ خواہ کارزارِ دنیا ہو خواہ عرصۂ قیامت۔ وہ لقا وعدہ قرآن شریف میں کیا گیا ہے۔ وہ جسمانی رویت نہیں ہے وہ اید بیعت رضوان کے موقعہ پر ارشاد ہوا تھا۔ ید اللہ فوق ایدیہم کا ہاتھ نظر آتا تھا۔ جواب آخرت میں خدا کا چہرہ نظر آئیگا۔

یہ مشیت الٰہیہ ہے کہ ایسا اُس نے کیوں کیا۔ اور ویسا کیوں نہ کیا۔ اس چون وچرا کی مجال نہیں اور نہ ضرورت۔ اور جس طرح بھی ہوتا اس کے مقابلہ میں سوال ہوتا کہ ایسا کیوں ہوا ویسا کیوں نہ ہوا۔ غور کرو۔ آخر کوئی ذات تو ہوگی جو لوگوں کو دوزخ جنت میں بھیجیگی۔ خداوند تعالیٰ خود تو آنکر یہ کام نہیں کریگا۔ خود تو وہ کرے جس کے کا کرنے والے موجود نہ ہوں۔ یا اُس میں دوسروں سے کام کرانے کی قدرت نہ ہو۔ غالباً یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا خود تو نہیں آئیگا لیکن اس کے فرشتے آن کر لوگوں کو جنت ودوزخ میں لے جائیں گے، اگر اس کام کی استعداد وقابلیت ملائکہ میں ہے تو کیا اس طاقت و استعداد واہلیت کا امکان مسجود ملائکہ میں نہیں ہو سکتا۔ اب صرف فرق اتنا رہگیا کہ آپ ملائکہ کو قسیم النار والجنۃ کہتے ہیں اور ہم مسجود ملائکہ یعنی علی ابن ابی طالب کو۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ فرشتے تو خداوند تعالیٰ کے احکام وارشادات کے مطابق لوگوں کو جنت و دوزخ میں لے جائیں گے تو ہم کب کہتے ہیں کہ علی خدا کی مرضی و حکم کے خلاف یہ کام کرینگے۔

لوا حمد۔

اخرجہ احمد عن ابی سعید الخدری	ابو سعید الخدری سے امام احمد حنبل نے باسناد خود
قال قال رسول اللہ فی علی	نقل کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی میں
خمس امر احب الی من الدنیا	پانچ باتیں ایسی ہیں جو میرے نزدیک دنیا کی
وما فیہا اما واحدۃ فہو	تمام چیزوں سے زیادہ پیاری و محبوب ہیں! اول
تکائی بین ید اللہ عز و	تو یہ کہ وہ خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہے گا

غ من الحساب واما
لواء الحمد بيده
ولده تحته واما الثالث
ی حفرة حوضی يسقی من
ن من امتی واما الرابعة
ساتر عورتی ومسطمی الی ربی عز
وجل واما الخامسة فلست اخشی عليه
ان يرجع زانيا بعد احصان ولا كافرا
بعد ايمان۔

یہانتک کہ وہ حساب سے فارغ ہو۔ دوسرے یہ کہ روز قیامت لوا حمد اسکے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم اور اولاد آدم سب اسکے نیچے ہونگے تیسرے یہ کہ میرے حوض کے کنارے پر کھڑا رہیگا اور جسکو یہ میری امت سے چاہیگا پانی پلائیگا۔ چوتھے یہ کہ یہ میرا ستر ڈھانپنے والا اور مجھکو خدا کے سپرد کرنیوالا ہے۔ پانچویں یہ کہ مجھے اسکا خوف نہیں کہ وہ عفت کے بعد زانی اور ایمان کے بعد کافر ہوجائے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۳ و ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۹۲ و ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۳ و ۶۱۱۵ و ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۹۱ و ۲۰۱ و ۲۰۳

شیخ سلیمان البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ہجری۔ الباب الرابع والاربعون ص ۱۳۲ و ۱۳۳، الباب الخمسون ۱۴۲ و ۱۴۳۔

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۵۱۔

قَصْرٌ فی الجنّۃ۔

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اتخذنی خليلا كما اتخذ ابراهيم خليلا وان قصری فی الجنة وقصر ابراهيم فی الجنة متقابلا وقصر علی بن ابی طالب بين قصری وقصر ابراهيم فيا له من حبيب بين خليلين۔ اخرجه ابو الخير الحاكمی

ابو الخیر حاکمی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم کو بنایا تھا اور جنت میں میرا قصر قصر ابراہیم کے مقابل میں ہوگا اور علی ابن ابی طالب کا قصر میرے اور ابراہیم کے قصر کے درمیان ہوگا بس کیا اچھا ہوگا ایک حبیب دو خلیلوں کے درمیان۔

محب الدین طبری: ریاض النضرہ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۰۲

علی المتقی: کنزالعمال۔ الجزء السادس ص۱۵۲ حدیث ۲۶۰۵ و ۲۶۰۶۔

حسن علی محدث: تفریح الاحباب بترجم حامل المتن ص۳۱۴۔

محمد بن اسمٰعیل صالح الامیر روضۃ الندیہ ص۱۳۸ طبرانی: معجم الکبیر

تسلیم الملائکۃ علیہ۔

(اسمائے راویان عربی میں)

قال احمد فی الفضائل حدثنا
عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث
حدثنا اسحاق بن ابراھیم
حدثنا سعید بن الصلت
حدثنا ابو جارود السرخی عن
ابی اسحاق الھمدانی عن الحرث
عن علی علیہ السلام قال لما کانت
لیلۃ بدر قال رسول اللہ من یستسقی
لنا من الماء فاحجم الناس فقال
فقمت فاحتضنت قربتہ ثم
اتیت قلیبا بعید القعر مظلما
فانحدرت فیہ فاوحی اللہ الی جبرئیل
ومیکائیل واسرافیل تاھبوا النصرۃ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحزبہ فحبطوا
من السماء لھم دوی یذھل من یسمعہ
فلما جاؤا القلیب وقفوا وسلموا علی
اکراماً وتعظیماً وذکرہ ارباب المغازی

امام احمد حنبل نے حضرت علی سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب شب بدر ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ ہے کوئی جو ہمیں پانی لاکر پلائے لوگ پانی کی تلاش کرکے واپس آگئے پھر میں نے مشکیزہ بغل میں لیکر ایک اندھیرے اور گہرے کنوئیں کے پاس آیا اور اُس میں اُترا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کو حکم دیا کہ تم جاکر محمد اور اُس کے لشکر کی مدد کرو۔ وہ اُترے۔ اور اُنکے پروں کی آواز ایسی تھی کہ سننے والے کو ڈرا دیتی جب یہ سب ملائکہ اس کنوئیں کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے مجھکو بوجہ تعظیم وتکریم سلام کیا۔ ارباب مغازی نے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔

علامہ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۸

بر: روضۃ الندیہ تشریح شعر

نلق الھام وقد ھام فی الشقوۃ من کان شقیا

الاحباب مترجم صـ۳۲۴ ۔ ینابیع المودۃ ۔ الباب الاربعون صـ۱۲۲

یث طیر۔

ے رسول خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا معمولی باتوں سے عظیم الشان لہ تے تھے ۔ واقعہ تو بہت معمولی تھا ۔ ایک عورت نے عمدہ بھنا ہوا گوشت ی خدمت میں پیش کیا ۔ عام حالات کو مدنظر رکھکر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپ کو وہ آیا تھا ۔ اپنے بچوں یعنی حسنین علیہما السلام کے پاس بھی تھوڑا سا بھجوا دیتے ۔ بچے ا ایسی چیزوں کے بہت شائق ہوتے ہیں لیکن نہیں ۔ آپ نے علی کو بلوایا آدمی بھیجکر نہیں بلوایا ۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بلوایا ۔ اور یہہ کہکر بلوایا کہ بارالہا جو شخص تیری بارگاہ میں محبوب ترین ہو اسکو بھیجدے ۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و بزرگی و عظمت کا معیار تقوے ہے ۔ خداوند تعالیٰ کی محبت کا وہی شخص سب سے زیادہ اہل ہوگا جو سب سے زیادہ متقی ہوگا ۔ اور جو سب سے زیادہ متقی ہوگا وہی سب سے زیادہ خلافت رسول کا مستحق ہوگا ۔ ملاحظہ فرمایا کیسے مختلف اور کیسے عمدہ طریقوں سے جناب رسول خدا نے امت کے ذہن نشین کرانا چاہا کہ خلافت کیلئے علی سے زیادہ کوئی اور شخص مستحق نہیں ہے ۔ اس طیر مشوی کا واقعہ اخطب خوارزم اپنی کتاب المناقب میں اس طرح لکھتے ہیں :۔

اخبرنا الشیخ الزاھد ابو الحسن علی بن احمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا القاضی الامام شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد الواعظ قال اخبرنا والدی ابو بکر احمد بن الحسن البیہقی قال اخبرنا ابو الحسین بن محمد بن علی الرودباری

راویان (۱) الشیخ الزاہد حافظ ابو الحسن علی بن احمد العاصمی (۲) شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد (۳) ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی (۴) ابو علی الحسین بن محمد بن علی (۵) ابو بکر محمد بن مہرویہ بن عباس بن سنان الرازی (۶) ابو حاتم الرازی (۷) عبید اللہ

قال اخبرنا ابوبکر بن مھرویہ بن عباس بن سنان
الرازی قال حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ
قال اخبرنا اسمعیل الازرق عن انس
بن مالك قال اھدی لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم طیر فقال اللھم ائتنی باحب خلقك
الیك یاکل معی من ھذا الطیر فقلت اللھم
اجعلہ رجلا من الانصار فجاء
علی فقلت ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ
قال فذھب ثم جاء فقلت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی حاجۃ قال فذھب
ثم جاء فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم افتح ففتحت ثم
دخل فقال ما حبسك یا علی
قال ھذہ اخر ثلث کرات
یردنی انس یزعم انك
علی حاجۃ قال ما حملك
علی ما صنعت یا انس قال
دعاءك فاحببت ان یکون فی
رجل من قومی فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان الرجل
قد یحب قومہ۔

بن موسےٰ (۸) اسمٰعیل ا
بن مالک۔
انس بن مالک کہتے
خدا کی خدمت میں ایک بھن
پیش کیا گیا۔ اس وقت آنحضرت
کہ اے خدا جو شخص تمام مخلوق میں تیرا محبوب
ترین ہو اسکو اس وقت میرے پاس بھیجدے
تاکہ میرے ساتھ یہ طیر کھائے۔ انس کہتے ہیں کہ یہ
سنکر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے خدا وہ
شخص انصار میں سے کوئی ہووے۔ اس وقت علی
تشریف لائے میں نے اُنہیں ٹالنے کی خاطر کہدیا
کہ جناب رسولخدا کام میں مشغول ہیں۔ علی چلے گئے
لیکن پھر آگئے میں نے پھر یہ کہکر ٹالدیا کہ آنحضرت
کام میں مشغول ہیں۔ علی واپس چلے گئے لیکن
پھر آگئے۔ اُس وقت اُنکی آہٹ سُنکر جناب رسول
خدا نے مجھکو حکم دیا کہ دروازہ کھولدے میں نے
کھولدیا اور علی اندر آئے تو آنحضرتؐ نے علی سے پوچھا
کہ اے علی تم اتنی دیر کیوں رکے رہے۔ اُنہوں نے
جوابدیا کہ یہ تیسری دفعہ ہے کہ میں آیا ہوں۔ ہر دفعہ
انس کہتا تھا کہ آپ کام میں مشغول ہیں۔ آنحضرت
نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا۔ میں نے عرض
کی کہ میں نے آپ کی دعا سُنی تھی میں چاہتا تھا کہ
میری قوم میں سے کوئی آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ

یہ شخص رحق سے نہیں بلکہ) اپنی قوم سے محبت رکھتا ہے

نا جعفر بن سلیمان
له بن مثنی ثنا
س عن انس قال
سول الله صلی الله علیه وسلم
وی فقال رسول الله صلی
ه علیه وسلم اللهم ائتنی باحب
لقك الیك یاکل معی من هذا
طیر فقالت عائشة اللهم اجعله
ابی وقالت حفصة اللهم اجعله
ابی قال انس فقلت انا اللهم
اجعله سعد بن عبادہ قال
انس سمعت حرکة الباب فاذا
علی فقلت ان رسول الله صلی
الله علیه وسلم علی حاجة فانصرف
ثم سمعت حرکة الباب فسلم علی
فسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم
صوته فقال انظر من هذا فخرجت
فاذا علی فجئت الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم فاخبرته فقال ائذن
له فاذنت له فدخل فقال رسول الله صلی
الله علیه وسلم اللهم والی اللهم والی۔

ابو یعلی: مسند۔

عبداللہ ابن انس اپنے والد انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا کی خدمت میں بھنا ہوا طائر ہدیۃً پیش کیا گیا آپنے بارگاہ الٰہی میں دعائی کہ ایخدا اسوقت اُس شخص کو میرے پاس بھیج جو تمام خلق میں سے تیرا محبوب ترین ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس طعام میں سے کھائے۔ یہ سنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ اے خدا میرے باپکو بھیج اور حفصہ نے کہا کہ ایخدا میرے باپکو بھیج۔ اور میں نے کہا کہ ایخدا سعد بن عبادہ کو بھیج۔ انس کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے دروازہ پر آہٹ محسوس کی اور حضرت علی کو وہاں آیا ہوا پایا۔ اُنہوں نے سلام کیا میں نے جوابدیا کہ رسولخدا کام میں مشغول ہیں پس علی واپس چلے گئے۔ پھر میں نے دروازے پر آہٹ سنی علی نے سلام کیا۔ رسولخدا نے انکی آواز سنی اور مجھ سے کہا کہ دیکھو کون ہے میں باہر گیا اور دیکھا کہ علی موجود ہیں۔ میں نے آنحضرت کو اطلاع دی۔ آپنے فرمایا کہ انہیں اندر بلا دیں بلا لایا۔ علی داخل ہوئے۔ جناب رسول خدا نے بہت خوش ہو کر علی کو طعام میں شریک کر لیا۔

مورخ مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں کیا اچھ

والاشياء اللتي استحق بها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الفضل هي السبق الى الايمان والهجرة والنصرة لرسول الله صلى الله عليه وسلم والقربى منه والقناعة وبذل النفس له والعلم بالكتاب والتنزيل والجهاد في سبيل الله والورع والزهد والقضاء والحكم والعفة والعلم وكل ذلك لعلي رضي الله عنه منه النصيب الاوفر والحظ الاكبر الى ما ينفرد به من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اخى بين اصحابه انت اخي وهو صلى الله عليه وسلم لا ضد له ولا ند وقوله صلى الله عليه وسلم انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي وقوله عليه السلام من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه ثم دعاؤه عليه السلام وقد قدم اليه الطائر

وہ امور جنکی وجہ سے جو فضیلت کے مستحق ہوتے تھے ہجرت رسول خدا کی نصرت قناعت اپنی جان کو رسول خدا کے قرآن اور اسکی تنزیل کا علم۔ جہاد فی سبیل اللہ زہد ورع، مقدمات فیصل کرنیکی قابلیت حکمت عفت اور علم علی ابن ابیطالب کو ان سب امور میں تمام صحابہ سے زیادہ حصہ ملا ہوا تھا۔

اور تمام دیگر صحابہ سے وہ ان امور میں افضل تھے جیسا کہ جناب رسول خدا کے ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب جناب سرور کائنات نے مسلمانوں میں صیغہ اخوت جاری کیا تو علی سے فرمایا کہ تم میرے اخی ہو اور ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا کا نظیر و مثیل سوائے علی کے اور کوئی شخص نہ تھا۔ اسیطرح یہ قول کہ تم میرے ساتھ وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور نیز آپکا یہ قول کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اور نیز آپکی وہ دعا جب آپکی خدمت میں بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا تھا۔ خداوندا

الی احب خلقك الیك
من هذا الطائر
فجاء علی علیہ السلام
الی آخر الحدیث. فهذا
من فضائله وما اجتمع
فیہ من الخصال مما افترق فی غیرہ انتهی.

اسوقت اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری تمام
مخلوق میں تجھکو سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے
ساتھ یہ طائر کھائے پس علی علیہ السلام آئے آخر حدیث
تک پس یہ اور ایسے ہی دیگر فضائل ہیں جو کسی اور
صحابی میں جمع نہیں ہوئے اور علی میں یہ تمام سب
موجود تھے۔

علی بن الحسین بن علی المسعودی: مروج الذہب الجزء الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام ص ۳۰

حدثنی ابو علی الحافظ انبانا ابو
عبد الله محمد بن احمد بن
ایوب الصفار وحمید بن یوسف
بن یعقوب الزیات قالا ثنا
محمد بن احمد بن عیاض
بن ابی طیبة ثنا یحیی بن حسان عن
سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید
عن انس بن مالك رضی الله عنه
قال کنت اخدم رسول الله صلی
الله علیه وسلم فقدم لرسول
الله صلی الله علیه وسلم فرخ مشوی
فقال اللهم ائتنی باحب خلقك الیك
یاکل معی من هذا الطائر قال فقلت
اللهم اجعله رجلا من الانصار
فجاء علی رضی الله عنه فقلت
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حاجة

(اسمائے راویاں عربی میں دیکھو)

انس بن مالک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
جناب رسولخدا کی خدمت کیا کرتا تھا ایکدن
آنحضرت کے سامنے ایک بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا
تو آپ نے دعا مانگی کہ اے خدا اسوقت میرے ہمراہ
اس طائر کو نوش کرنے کے لئے اس شخص کو بھیج جو
تمام عالم میں تجھکو محبوب ترین ہو۔ انس کہتے ہیں
کہ یہ دعا سنکر میں نے کہا کہ یا اللہ انصار میں سے
کسی کو یہ عزت بخش لیکن فوراً ہی علی آگئے میں نے
انسے اوپرے اوپر ہی کہدیا کہ آنحضرت تو کام میں
مشغول ہیں۔

ثم جاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتح فدخل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما حبسک یا علی فقال ان ہذہ آخر ثلاث کرات یردنی انس یزعم انک علی حاجۃ فقال ما حملک علی ما صنعت فقلت یا رسول اللہ سمعت دعائک فاحببت ان یکون رجلا من قومی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل قد یحب قومہ

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقد رواہ عن انس جماعۃ من اصحابہ زیادۃ علی ثلاثین نفسا ثم صحت الروایۃ عن علی و ابی سعید الخدری وسفینہ وفی حدیث ثابت النہانی عن انس زیادۃ الفاظ کما حدثنابہ الثقۃ المامون ابو القاسم الحسن بن محمد بن الحسین بن اسمعیل بن محمد ابن الفضل بن علیۃ بن خالد السکونی بالکوفۃ من اصل کتابہ ثنا عبید ابن کثیر العامری ثنا عبد الرحمن بن دبیس حدثنا ابو القاسم ثنا محمد بن عبد اللہ

پھر دوبارہ علی آئے آنحضرت نے فرمایا کہ دروازہ کھولو۔ پاس آگئے آنحضرت نے فرمایا اتنی دیر کیوں کی۔ علی نے کہا یہ تیسری دفعہ تھی لیکن انس لوٹا دیتا تھا کہ آپ کام میں مشغول ہیں۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ جواب دیا کہ اے رسولخدا میں نے آپ کی دعا سنی تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ انصار میں سے کوئی شخص آئے جناب رسولخدا نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کی محبت میں گرویدہ ہے۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایت شرائط بخاری ومسلم کے مطابق صحیح ہے اور انس بن مالک سے صحابہ کی ایک جماعت کثیر یعنی تیس اصحاب نے اسکو بیان کیا ہے اور یہ روایت حضرت علی وسفینہ وابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ اور جو روایت انس سے ثابت النہانی نے کی ہے۔ اسمیں کچھ الفاظ زیادہ بھی ہیں جیسا کہ ہم سے نہایت ثقہ شخص یعنی ابو القاسم حسن بن محمد بن حسین بن اسمعیل بن محمد بن الفضل بن علیہ بن خالد السکونی نے کوفہ میں اپنی اصل کتاب سے بیان کیا۔ وہ روایت ثابت النہانی کے ذریعہ سے اسطرح ہے: ثابت النہانی کہتے ہیں کہ ایک روز انس بن مالک بیمار تھے۔

حدثنا عبد الله بن عمر بن
قال ثنا ابراهيم بن ثابت
ثنا ثابت البنانی ان انس بن
رضی الله عنه شاکیا فاتاه محمد بن
ج یعوده فی اصحاب له فجری الحدیث
روا علیا رضی الله عنه فتنقصه محمد
بن الحجاج فقال انس من هذا اقعدنی
فاقعدوه فقال یا ابن الحجاج اراك
تنتقص علی بن ابی طالب والذی
بعث محمدا صلی الله علیه
وسلم بالحق لقد کنت خادم رسول
الله صلی الله علیه وسلم بین
یدیه وکان کل یوم یخدم
بین یدی رسول الله صلی الله
علیه وسلم غلام من ابناء الانصار
وکان ذالك الیوم یومی فاتت ام
ایمن مولاة رسول الله صلی الله
علیه وسلم بطیر فوضعته بین
یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ام ایمن ما هذا
الطائر قالت هذا الطائر اصبته فصنعت لك فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم جئنی باحب
خلقك الیك والی یاکل معی من هذا الطائر

ان کی عیادت کو محمد بن الحجاج آئے چند دوست
اور بھی بیٹھے تھے۔ آپس میں گفتگو ہونے لگی یہاں تک
کہ حضرت علی کا ذکر درمیان میں آیا۔ محمد
بن الحجاج نے کچھ بات ان کی شان گھٹانے
کی غرض سے کی۔ اس پر انس نے کہا
کہ مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ اُن کو بٹھا دیا گیا۔
اُنہوں نے کہا کہ اے ابن الحجاج میں دیکھتا
ہوں کہ تم علی کی تنقیص شان کرتے ہو۔ حالانکہ
قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلعم کو حق کے
ساتھ مبعوث کیا کہ ایک دن میں جناب رسول
خدا کی خدمت کر رہا تھا اور حاضر تھا۔ طریقہ یہ
تھا کہ انصار کے لڑکے باری باری سے آنحضرت
کی خدمت میں بغرض خدمتگزاری حاضر ہوا
کرتے تھے اور اس دن میری باری تھی۔ پس
ام ایمن آئیں اور ایک طائر لا کر آنحضرت کے
پیش کیا۔ آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے ام
ایمن یہ کیسے لائی ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ طائر
میرے ہاتھ لگا پس میں نے آپ کیلئے تیار کیا۔ اسپر
آنحضرت نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ یا اللہ اس وقت
میرے ساتھ اس طائر کے کھانے کے لئے ایک ایسے
شخص کو بھیج جو تمام عالم میں تیرا اور میرا محبوب
ترین ہو۔ پس اتنے میں دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا
آنحضرت نے فرمایا کہ اے انس جا کر دیکھو کون ہے۔

وضرب الباب فقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم يا انس انظر من على
الباب فقلت اللهم اجعله رجلا من
الانصار فذهبت فاذا علىؑ بالباب
قلت ان رسول الله صلى الله عليه و
سلم على حاجة فجئت حتى قمت مقامى
فلم البث ان ضرب الباب فقال يا
انس انظر من على الباب فقلت اللهم
اجعله رجلا من الانصار فذهبت فاذا
علىؑ بالباب قلت ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم على حاجة فجئت حتى
قمت مقامى فلم البث ان ضرب الباب
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يا انس فادخله فلست باول
رجل احب قومه ليس هو من
الانصار فذهبت فادخلت عليا
فقال يا انس قرب اليه الطير
قال فوضعته بين يدى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاكلا
جميعا قال محمد بن الحجاج
يا انس كان هذا بمحضر منك
قال نعم قال اعطى بالله عهدا
ان لا انتقص عليا بعد مقامى

اسوقت میں نے دل میں
میں سے ہو۔ میں گیا تو
پر علیؑ ہیں میں نے اُن سے کہا
مشغول ہیں اور اپنے مقام
پھر دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا
فرمایا۔ اے انس دیکھو دروازے پر
پھر میں نے دل میں دعا مانگی کہ یا اللہ
میں سے ہو۔ میں دروازہ پر جو گیا تو پھر علیؑ کو پایا۔
اور پھر میں نے اُن سے کہہ دیا کہ آنحضرت تو کام میں
مشغول ہیں۔ اور یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آ گیا
لیکن تھوڑی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ پھر دروازے
پر کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ اسوقت آنحضرت نے
فرمایا کہ اے انس جاؤ اور اسکو آنے دو۔ تو پہلا شخص
نہیں ہے جس نے اپنی قوم سے محبت کی ہے لیکن یہ
شخص انصار میں سے نہیں ہے۔ پس میں گیا اور
علیؑ کو داخل کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ علیؑ کے آگے
طائر رکھ دو۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت اور
علیؑ کے آگے وہ طائر رکھ دیا اور ان دونوں نے
وہ سارے کا سارا کھا لیا۔ یہ سننے کے بعد محمد بن
الحجاج نے کہا کہ اے انس کیا یہ سب کچھ تمہارے
روبرو پیش آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر محمد بن
الحجاج نے کہا کہ میں خداوند تعالیٰ سے عہد کرتا
ہوں کہ آج کے بعد میں کبھی علیؑ کی تنقیص شان

ُحِرا حـلا ينتقصه	نہیں کرونگا۔ اور اگر کسیکو دیکھونگا کہ وہ علی کی تنقیص
بـه.	شان کرتا ہی تو میں اُس شخص کو جھٹلاؤنگا اور اسکی ابدی ہرزہ

یحیین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الاصحاب۔ ترجمہ علی بن ابیطالب ص ١٣٠ تا ١٣٢

بن جریر الطبری، ابو عبداللہ الحاکم، ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ
امہ ابو نعیم، حافظ ابو طاہر محمد بن احمد بن علی بن حمدان اور علامہ ذہبی
س کتابیں محض حدیث طیر کی توثیق و تصدیق میں تحریر کی ہیں۔ اور انہیں
ے کے جملہ طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر شامی اپنی تاریخ میں حدیث
دل میں لکھتے ہیں:۔

ـد جمع الناس فی ھذا الحدیث	لوگوں نے خاص اس حدیث طیر کی تصدیق و توثیق
مصنفات مفردة منهم ابوبکر	میں علیحدہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ انہیں سے ابوبکر
بن مردویه و الحافظ ابوطاھر	بن مردویہ و حافظ ابو طاہر محمد بن احمد بن حمدان ہیں
محمد بن احمد بن حمدان	جیساکہ ہمارے شیخ ذہبی نے بھی تحریر کیا ہی۔ اور
فیما رواہ شیخنا الذھبی ورأیت فیه	انہیں سے میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث
مجلداً فی جمع طرقه والفاظه لابی جعفر	طیر کے طرق و الفاظ جمع کئے گئے تھے۔ اور وہ
محمد بن جریر الطبری المفسر صاحب	کتاب ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی
التاریخ۔ انتهى۔	تالیف تھی۔

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الشامی: البدایہ والنہایہ الجزء السابع ص ٣٥٢

یہ بڑی بات ہے کہ ابن کثیر شامی نے اتنا اعتراف کیا اور اس حدیث کے کثرت طرق و اسناد کے ماننے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے خود اس حدیث کو بہت سے طرق سے نقل کیا ہے۔ یہ صاحب مورخ کیا ہیں اچھے خاصے مناظر ہیں۔ انکی تاریخ ایسے امور پر مناظرہ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ انکا یہ اعتراف بہت وقعت رکھتا ہے۔ ابو عبداللہ الحاکم نے ایک مستقل کتاب حدیث طیر کے جمع طرق میں تحریر کی ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ ٨٦ اشخاص نے حضرت انس سے اس حدیث کو روایت

کیا ہے چنانچہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایت الطالب
کرتے ہیں:-

وحدیث انس الذی صدرته فی اول الباب خرجه
الحافظ النیسابوری عن ستة وثمانین رجلا کلھم رووه عن انس
ترتیبھم علی حروف المعجم۔

ابراھیم بن ھدیة ابوھدیة، ابراھیم بن مھاجر ابواسحاق
اسمعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب، اسماعیل بن عبدالرحمن السدی
اسمعیل بن سلیمان المغیرہ الازرق۔ اسماعیل بن درددان، اسماعیل بن
سلیمان، اسماعیل غیر منسوب من اھل الکوفة، اسماعیل بن سلیمان
التیمی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ۔ ابان بن ابی عیاش ابواسمعیل
بسام الصیرفی الکوفی، برزعہ بن عبدالرحمن، ثابت بن اسلم البنانی ثمامہ
بن عبداللہ بن انس جعفر بن سلیمان النخعی، حسن بن ابی حسن البصری
حسن بن الحکم البجلی، حمید بن تیرویہ الطویل خالد بن عبید ابو عصام
زبیر بن عدی، زیاد بن محمد الثقفی، زیاد بن شروان، سعید بن المسیب
سعید بن میسرة الکبری۔ سلیمان بن طرخان التیمی، سلیمان بن مھران
الاعمش، سلیمان بن عامر بن عبداللہ بن عباس، سلیمان بن الحجاج
الطائفی، شقیق بن ابی عبداللہ، عبداللہ بن انس بن مالک، عبدالملک بن
عمیر، عبدالملک بن ابی سلیمان، عبدالعزیز بن زیاد، عبدالاعلی بن
عامر الثعلبی، عمر بن ابی حفص الثقفی، عمر بن سلیم البجلی، عمر بن یعلی
الثقفی، عثمان الطویل، علی بن ابی رافع، عامر بن شراحیل الشعبی، عمران
بن مسلم الطائی، عمران بن ھثیم، عطیہ بن سعد العوفی، عباد عبدالصمد
عیسیٰ بن طھمان، عمار بن معاویہ الدھنی، فضیل بن غزوان، قتادہ
بن دعامة، کلثوم بن جابر، محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب،

زھری، محمد بن عمرو بن علقمہ، محمد بن عبد الرحمٰن بن خالد بن المنتصر الثقفی، محمد بن سلیم، محمد بن مالک بن جادہ، مطیر بن خالد، معلی بن ھلال، میمون بن ابی منسوب، مسلم الملائی، مطر بن طھمان الوراق، میمون، مسلم بن کیسان، میمون بن جابر السلمی، موسیٰ بن عبد اللہ مصعب بن سلیمان الانصاری، نافع مولی عبد اللہ بن عمر، نافع ذھلال بن سوید، یحییٰ بن سعید الانصاری، یحییٰ بن ھانی، یوسف ابراھیم، یوسف ابو شیبہ، وقیل ھما واحد، یزید بن سفیان، یعلی بن مرہ، نعیم بن سالم، ابو الھندی، ابو ملیح، ابو داؤد السبیعی، ابو حمزہ الواسطی، ابو حذیفہ العقیلی، رجل من آل عقیل، شیخ غیر منسوب۔

ترجمہ۔ حدیث طیر کو جسکا ذکر میں نے باب اول میں کیا ہے۔ حاکم ابو عبد اللہ النیسابوری نے چھیاسی اشخاص سے نقل کیا ہے۔ اور ان سب نے اس حدیث کو انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ ان کی ترتیب حروف معجم کے مطابق یہ ہے (اس کے آگے اصلی عربی عبارت میں ان چھیاسی اشخاص کے نام ہیں)

طراز المحدثین ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی نے بھی ایک خاص کتاب حدیث طیر کی تصدیق و توثیق میں لکھی ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب لسان المیزان میں ابراہیم بن ثابت القصار کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

قد جمع حدیث الطیر ابن مردویہ	حدیث طیر کے طرق ابن مردویہ و حاکم اور علماء کی ایک
والحاکم وجماعۃ واحسن شیء منہا طریق	جماعت کثیر نے جمع کئے ہیں اور سب سے اچھا سند
اخرجہ النسائی فی الخصائص	وہ ہے جو نسائی نے خصائص میں لکھا ہے۔

ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج میں لکھتے ہیں:۔

قال الحافظ ابو موسیٰ المدنی قد جمع غیر واحد	ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں کہ بہت سے علماء نے حدیث
من الحفاظ طرق حدیث طیر لاعتبار والمعرفۃ	طیر کے طرق بوجہ اعتبار و معرفتہ کے جمع کئے ہیں

کالحاکم النیسابوری ابی نعیم وابن مردویہ   مثلاً حاکم نیسابوری، ابونعیم

واقعۂ حدیث طیر کو کم سے کم نوے محدثین و مورخین نے بیان

توثیق و تصدیق کی ہے۔ جن میں سے ایک امام ابوحنیفہ نعمان

ہیں جیساکہ اسد الغابہ ابن الاثیر میں درج ہے۔ چند کتابوں کے

میں درج کرتے ہیں:۔

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ: سنن ترمذی۔

ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل متوفی ۲۹۰ھ ہجری: زوائد مسند والدخود۔

ابو عبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ: کتاب الخصائص۔

ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی متوفی ۳۰۷ھ: مسند۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ: مجلد جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔

ابو عمر احمد بن محمد عبدربہ القرطبی متوفی ۳۲۸ھ: کتاب العقد۔

علی بن الحسین بن علی المسعودی متوفی ۳۴۵ھ: مروج الذہب الجزو الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام ص۳۰۱

ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ: کتاب العلل۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم متوفی ۴۰۵ھ ہجری: مستدرک علی الصحیحین الجزو الثالث کتاب المعرفۃ

ص۱۳۰: ۱۳۱ و ۱۳۲۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ متوفی ۴۱۰ھ ہجری: کتاب جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔

ابو نعیم احمد بن عبداللہ متوفی ۴۳۰ھ: حلیۃ الاولیاء و کتاب الطیر۔

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد۔

ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی متوفی ۴۸۳ھ ہجری: کتاب المناقب

محی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود بن الفراء البغوی ۵۱۶ھ: المصابیح السنۃ الجزو الثانی ص۲۷۵

ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ: کتاب المناقب۔

ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر ۵۷۱ھ: تاریخ ابن عساکر۔

مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم المعروف ابن الاثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ: جامع الاصول۔

محمد بن عبد الکریم المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔

...زی متوفی ۶۵۲ھ ہجری: مطالب السئول فی مناقب آل الرسول۔

...مظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی ۶۵۴ھ ہجری: تذکرہ خواص الامۃ ص۲۳۔

...ف بن محمد الکنجی متوفی ۶۵۸ھ ہجری: کفایت الطالب فی مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب

...احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب

...ج۔ فصل السادس ص۱۶۰ و ۱۶۱ و فصل التاسع ص۲۱۸۔

...ابراہیم بن محمد الحموینی ۷۲۲ھ: فرائد السمطین۔

ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ: مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی ص۵۶۲ باب مناقب علی

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی ۷۴۸ھ: تذکرۃ الحفاظ۔

" " " " میزان الاعتدال الجزء الاول ص۱۹۱ ترجمہ جعفر بن سلیمان الضبعی

محمد بن یوسف الزرندی متوفی ۷۵۲ھ: درر السمطین۔

ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ہجری: لسان المیزان۔

علی المتقی ۹۷۵ھ ہجری: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۴۰۶ حدیث ۶۱۴۰ و ۶۱۴۲ و ۶۱۴۳۔

میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی: مفتاح النجا۔

محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر متوفی ۱۱۸۲ھ ہجری: روضۃ الندیہ ص۶۱ و ۶۲۔

مولوی حسن علی محدث: تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص۳۰۸

سلیمان بن ابراہیم بن محمد البلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ ۱۲۷۰ھ ہجری: ینابیع المودۃ مطبوعہ

اسلامبول۔ الباب الثامن فی ذکر حدیث الطیر المشوی ص۵۶

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف بحب الاشراف ص۸

محمد صبان: اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص۱۴۳

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۶۹۔

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی متوفی : البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ

الجزء السابع ص۳۵۳ و ۳۵۲ و ۳۵۱ و ۳۵۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حدیث طیر سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ہم خود شیخ عبدالحق محدث
ہیں وہ اس حدیث کا ذکر کر کے کہتے ہیں:۔

"و ایں حدیث دلالت دارد بر آنکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ احب خلق
خدا و شارحاں براں رفتہ اند۔"

ترجمہ۔ اس حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت علی خداوند تعالیٰ کے نزدیک
محبوب ترین خلق تھے۔ اور شارحان حدیث نے یہی نتیجہ نکالا ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۶۹۔

غرضیکہ یہ امر ثابت و طے شدہ ہے کہ حدیث طیر کی صحت شک و شبہ سے بالا ہے۔ اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے تو اسکا علاج نہیں۔ اس حدیث پر غور کرنے سے بہت سے نتائج نکلتے ہیں۔ اُن میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

(ا) جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں حضرت علی تمام خلق میں خداوند تعالیٰ کے محبوب ترین بشر تھے۔

(ب) حضرت علی کے خلاف ہمیشہ ایک نہ ایک جماعت رہی ہے جو خواہ مخواہ انکی تنقیص شان کے درپے تھی۔ اور اُنکی عظمت و علو مرتبت کو دیکھکر خوش نہیں ہوتی تھی۔ اُس کا اثر لڑکوں اور بچوں تک میں پھیلا ہوا تھا۔ آنحضرت کی دعا کے مطابق حضرت علی کو آتا دیکھکر انس خوش نہ ہوئے اور کذب صریح کے مرتکب ہوئے۔ کوشش یہ تھی کہ حضرت علی کی علو مرتبت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔

(ج) اس جماعت کے راس و رئیس وہی حضرت ابوبکر و عمر تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی صاحبزادیوں نے انکے آنے کیلئے خواہش ظاہر کی اور اپنے اپنے باپ کو حضرت علی کی بجائے دیکھنا چاہا۔

(د) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں مخدرات عصمت ہمیشہ ان معاملات میں اپنے اپنے والد بزرگوار کی امداد کیلئے تیار رہتی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اور ہمیشہ اُس جماعت کی یہ کوشش رہی ہے کہ اُن بی بیوں کے

خ بڑھائیں اور اپنے مقاصد میں انسے مدد لیں۔
ں طائر میں سے آنحضرت علی کو کھلانا چاہتے تھے تو کسی آدمی کے ذریعہ
یکن خدا کے ذریعہ سے انکو بلانے میں ایک خاص بات تھی۔ مدعا یہ
ت کو معلوم ہوجائے کہ خدا اور رسول خدا کا محبوب ترین شخص کون ہے۔
رف لہذا خلافت محمدیہ کا مستحق کون ہے۔

حدیث رایت

جناب علی مرتضیٰ کے محبوب خدا و رسول ہونیکو جناب رسول خدا نے بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ اور نہایت تاکید کے ساتھ تصریح فرمائی ہے کہ تمام امت میں صرف حضرت علی ہی خدا و رسول خدا کیلئے محبوب ترین ہستی تھے۔ حدیث طیر آپ سُن چکے ہیں۔ حدیث رایت یہ ہے کہ جب جنگ خیبر میں دیگر اصحاب کو لڑائی پر بھیجکر اُن کے فرار کے ذریعہ سے لوگوں پر آشکار افرما چلے کہ یہ لوگ نصرت اسلام کیلئے کتنے پانی میں ہیں اور اپنی جان کو محمد اور خدا محمد سے محبوب تر سمجھتے ہیں تو آپ نے مندرجہ ذیل کلمہ فرماکر دوسرے دن صبح کو علم لشکر علی کے حوالے کیا:۔

اما و اللہ لاعطین الرایۃ	قسم بخدا کل میں یہ علم ایک ایسے شخص کو دونگا جو
غدا رجلا یحب اللہ	خدا و رسول خدا کو دوست رکھتا ہے۔ وہ اپنی جان
و رسولہ و یحبہ اللہ	کو خدا و رسول پر ترجیح نہیں دیتا) اور خدا و رسول خدا
و رسولہ کرارا غیر	اُسکو دوست رکھتے ہیں۔ وہ بہت جری میدان
فرار یاخذ ھا عنوۃ	جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہے (اوروں کی طرح) بھگوڑا
	نہیں وہ اس قلعہ کو سختی سے فتح کریگا۔

اِس واقعہ اور اِس حدیث کو تقریباً تمام مورخین و محدثین نے ان ہی الفاظ میں بیان کیا ہے جس سے اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ چند کتب کے حوالے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث صفحہ ۹۳ تاریخ الکامل لابن اثیر الجزء الثانی صفحہ ۹۳

سیرۃ النبی لابن ہشام، الجزء الثالث ص۳۴۶ تاریخ ابی الفداء

البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ لابن کثیر شامی الجزء الرابع ص۱۸۵ و الجزء ال

اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص۱۷۰، ۱۷۱ سیرۃ النبی شبلی نعمانی

تاریخ روضۃ الاحباب ص۳۸۵ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری۔ ۱

شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الثانی ص۲۲۳۔

صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد ۵۶ باب ۱۰۲ و ۱۲۱ و ۱۴۳۔ کتاب ۶۲ فضائل اصحاب

کتاب ۶۴ المغازی باب ۳۸۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزء سیوم ص۵۶۔

تاریخ ابن عساکر حصہ تہذیب۔ ترجمہ علی ابن ابی طالب۔

صحیح مسلم۔ کتاب ۳۲۔ الجہاد حدیث ۱۳۲ کتاب ۴۴ فضائل الصحابہ حدیث ۳۲ لغایت ۰

سنن ترمذی کتاب ۴۶ المناقب باب ۲۰۔

مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الثانی ص۲۶ و ۳۸۴ الجزء الثالث ص۱۶ الجزء الرابع ص۵۲

الجزء الخامس ص۳۳۳ و ۳۵۳ و ۳۵۵ و ۳۵۸۔

طبقات ابن سعد ج ۲ ق ۱ ص ۸۰ و ۸۱ مسند الطیالسی ص۲۶ و ۳۲۰ حدیث ۱۸۹ و ۲۴۴۱

مغازی الواقدی ص ۲۷۱۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سویم ص۵۶

محب الدین احمد طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۸۴۔

ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص۴۷۳ ص۵۶۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص۱۰۹ و ۱۳۲ کتاب المغازی ص۳۸

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثانی ص۴۲

ابو القاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن متوفی ۵۸۱ ہجری۔ کتاب روض الانف

الجزء الثانی ص۲۳۹۔

ملا معین کاشفی: معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دہم دربیان وقائع سال ہفتم ص۴۴ مطبوعہ بمبئی

شاہ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص۳۲۲ و ۳۲۳۔

شبلنجی: نور الابصار ص۴۳

بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبعہ اسلامبول باب السادس ص۴۸

عبد العلی: تفریح الاحباب مترجم ص۳۰۶۔

رضوی ص۸۳ شمس الدین محمد بن محمد الجزری: اسنی المطالب ص۱۱

خصائص ص۱۰ و ۱۱۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۳۹۴ حدیث ۶۰۲۵

تذکرہ خواص الامۃ ص۱۵ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی مناقب علی ابن ابی طالب ص۵۶۳

: مسند حافظ شاہ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ ص۲۳۹

بدر الدین عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص۶۳۲۔

موفق ابن احمد اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص۱۰۲۔

محمد بن طلحۃ الشافعی: مطالب السئول ص۱۵ سنن ابن ماجہ۔ الجزء الاول ص۵۶ و ۵۸۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۸۔

محمد صبان: اسعاف الراغبین ص۱۴۰ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص۶۰ و ۵۸

امام بغوی: مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص۲۷۵۔

شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤبد ص۵۶

علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص۴۱ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۸۔

اب ہم چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ ابن ہشام کی سیرۃ النبی جو ملخص ہے ابن اسحاق کی کتاب سے آنحضرت کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ ہے۔ اور نہایت معتبر کتب تواریخ میں سے شمار کی جاتی ہے۔ اس کے صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶ الجزء الثالث سے مندرجہ ذیل عبارت ہم نقل کرتے ہیں:۔

قال ابن اسحاق وحدثنی بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی عن ابیہ عن سلمہ بن عمرو بن الاکوع قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر الصدیق برایتہ الی بعض حصون خیبر فقاتل	ابن اسحاق کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی نے اور اس سے بیان کیا تھا اس کے باپ سفیان نے اور سفیان سے بیان کیا تھا سلمہ بن عمرو بن الاکوع نے کہ جناب رسول خدا نے ابوبکر کو علم دیکر خیبر کے قلعہ کیطرف لڑائی کیلئے بھیجا۔ وہ

فرجع ولم يك فتح وقد جهد ثم
بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل
ثم رجع ولم يك فتح وقد جهد
فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لاعطين الراية غدا
رجلا يحب الله ورسوله يفتح
الله على يديه ليس بفرار
قال يقول سنسه فدعا رسول الله
صلى الله عليه وسلم عليا رضوان
الله عليه وهو ارمد فتفل
في عينيه ثم قال خذ هذه الراية
فامض بها حتى يفتح الله عليك
قال يقول سلمه فخرج والله يهايا لخ نهرول
هسرولتنا نالخلفه نتبع اثره حتى ركز
رايته في رضم من حجارة تحت
الحصن فما رجع حتى فتح الله على يديه۔
قال بريدة الاسلمي كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم ربما اخذته الشقيقة
فيلبث اليوم واليومين لا يخرج فلما نزل
خيبر اخذته فلم يخرج الى الناس فاخذ
ابوبكر الراية من رسول الله صلى الله عليه و
سلم ثم نهض فقاتل قتالا شديدا ثم رجع
فاخذها عمر فقاتل قتالا شديدا اشد

لڑے اور کوشش کی لیکن فتح
نہ ہوئی۔ دوسرے دن علم دیکر عمر
کو بھیجا۔ وہ بھی لڑے اور کوشش
کی لیکن فتح نہ ہو سکا۔ اور شکست کھا کر بھاگ
آئے۔ رسولخدا نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں علم
اُس کو دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو
خدا تعالیٰ اُس کے ہاتھ پر فتح دیگا وہ دوسروں کی طرح
بھگوڑہ نہیں ہے سلمہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے
علی کو بلایا۔ اُنکی آنکھیں دکھتی تھیں آنحضرت نے
اپنا لعاب دہن اُنمیں ڈالا اور پھر کہا کہ لو یہ علم اور
جنگ کرو یہانتک کہ خداوند تعالیٰ تمہارے ہاتھوں
پر فتح دے سلمہ کہتا ہے کہ قسم بخدا علی وہاں سے دوڑتے
ہوئے روانہ ہوئے اور ہمکو پیچھے چھوڑ دیا ہم اُنکے
پیچھے چلے جاتے تھے یہانتک کہ اُنہوں نے علم قلعہ
کے نیچے ایک پتھر پر گاڑ دیا پس آپ لڑتے اور نہیں اسپر
ہوئے یہانتک کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں فتح عنایت کی
بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا کو درد
شقیقہ ہوا کرتا تھا تو آپ باہر تشریف نہیں لاتے تھے
جب آپ خیبر پر وارد ہوئے تو آپکو درد شقیقہ ہو گیا
اور آپ باہر تشریف نہ لائے خود ہی ابوبکر آنحضرت
کا علم لیکر لڑائی پر تشریف لیگئے۔ خوب لڑے لیکن
شکست کھا کر بھاگ آئے۔ پھر حضرت عمر نے علم لیلیا
اور لڑائی پر گئے۔ خوب لڑے۔ اُنکی لڑائی حضرت ابوبکر

تم فاخبر بذالك
عليه وسلم
ن غدا رجلا
يه ويحبه الله و
ها عنوة وليس بفرار
قد تخلف بالمدينة
بخفه فلما قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم مقالة
هذه تطاولت لها قريش
فاصبح فجاء على على بعير له حتى
اناخ قريباً من خباء رسول الله صلى الله
عليه وسلم وهو ارمد قد عصب عينيه
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك
قال رمدت بعدك فقال له ادن مني فدنا منه
فتفل في عينيه فما اشتكا وجعا حتى مضى
لسبيله ثم اعطاه الراية فنهض
بها وعليه حلة حمراء فاتى خيبر
فاشرف عليه رجل من يهود
فقال من انت قال انا على بن
ابي طالب فقال اليهودي غلبتم
يا معشر يهود وخرج مرحب صاحب
الحصن وعليه مغفر يمانى قد نقبه
مثل البيضة على راسه وهو يقول

کی لڑائی سے سخت تر تھی لیکن اُنکو بھی شکست ہوئی
اور وہ بھاگ آئے جب ان شکستوں کی خبر جناب رسول
خدا کو دیکھی تو آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں ایسے
شخص کو علم دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے
اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ بختی
سے قلعہ فتح کریگا۔ چونکہ علی بوجہ آشوب چشم کے
لشکر میں نہ تھے بلکہ مدینہ ہی میں رہگئے تھے لہذا
جب جناب رسول خدا نے یہ فرمایا تو قریش کے ہر
شخص کو امید ہوگئی کہ شاید مجھے ہی کل یہ علم ملے۔
جب صبح ہوئی تو حضرت علی اپنے ناقہ پر تشریف لائے
اور جناب رسول خدا کے خیمہ کے پاس اُترے آپ
کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اور اُن پر کپڑا بندھا ہوا
تھا جناب رسولخدا نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے علی
نے جواب دیا کہ میری آنکھیں آپکے چلے آنیکے بعد دکھنے آگئیں
آنحضرت نے کہا میرے پاس آؤ۔ علی نزدیک ہوگئے آنحضرت نے
اپنا لعاب دہن علی کی آنکھوں میں ڈالا فوراً صحیح
ہوگئیں اور درد دور ہو گیا۔ علی لشکر میں چلے گئے
پھر آنحضرت نے علی کو وہ علم اپنے لشکر کا دیا اور جنگ
خیبر پر روانہ کر دیا۔ حضرت علی قلعہ خیبر پر آئے ایک
یہودی نے قلعہ پر سے آپکو دیکھکر پوچھا کہ تم کون ہو
آپنے جواب دیا کہ میں علی ابن ابیطالب ہوں یہ سنکر وہ
یہودی اپنے آدمیوں سے بولا کہ اے گروہ یہود اب
بس اب تم مغلوب ہوگئے۔ مرحب سردار قلعہ مسلح ہوکر

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب

فقال علی

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
کلیث غابات کریہ المنظرہ

فاختلفا ضربتین فبدرہ علی فضربہ فقد الحجفہ والمغفر وراسہ حتی وقع فی الارض و اخذ المدینۃ قال ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم خرجنا مع علی حین بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی خیبر فلما دنا من الحصن خرج الیہ اھلہ فقاتلھم فضربہ یھودی فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی بابا کان عند الحصن فترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علی یدیہ ثم القاہ من یدہ فلقد رایتنی فی نفر سبعۃ انا ثامنھم نجھد علی ان نقلب ذالک الباب فما نقلبہ۔

نکلا۔ اسکے سر پر مغفر یمانی تھا پڑھ رہا تھا جسکا مطلب ہے:

کہ میں زرہ بکتر والا تجربہ کار ہوں۔

میں حضرت علی نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ ہوں کہ جسکا نام ماں نے حیدر رکھا ہے میں مثل شیر نیستان ہوں جس رعب و دبدبہ والا جسکو دیکھکر لوگوں کے دلوں پر ہیبت چھا جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں میں چوٹیں ہونے لگیں۔ علی نے اُس کی چوٹ بچاکر ایک ایسی ضرب ماری جو سپر و مغفر و سر کو کاٹتی ہوئی زمین تک چلی گئی اور علی نے قلعہ فتح کر لیا۔ ابو رافع غلام جناب رسولخدا کہتے ہیں کہ ہم علی کیساتھ جنگ خیبر پر گئے تھے جب علی قلعہ کے نزدیک پہنچے اور اہل قلعہ سے لڑائی ہوئی تو ایک یہودی نے آپکو ضرب لگائی جس سے آپکی سپر گر پڑی پس علی در خیبر کے پاس گئے اور دروازہ قلعہ کو اکھیڑ کر اپنے ہاتھ میں بطور سپر کے لیلیا اور لڑتے رہے وہ دروازہ علی کے ہاتھ ہی میں رہا یہاں تک کہ خدا نے انہیں فتح دی۔ اسکے بعد علی نے اس دروازہ کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ پھر ہم سات آدمیوں نے ملکر جدوجہد کی کہ اُس دروازہ کو اٹھائیں لیکن ہم اُسے پلٹ بھی نہ سکے۔

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی صفحہ ۸۳ و صفحہ ۸۴۔

ـن بالکل اسیطرح تاریخ طبری میں بھی ہے۔ اور کچھ زیادہ تفصیل بھی ہے

ـیا:۔

ـ بشار قال حدثنا

ـن جعفر قال حدثنا

ـن میمون ابی عبد اللہ

ـبد اللہ بن بریدہ حدث

من بریدۃ الاسلمی قال لما
کان حین نزل رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بحصن اہل
خیبر اعطی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اللواء عمر بن الخطاب
ونہض من نہض معہ من
الناس فلقوا اہل خیبر فانکشف
عمر و اصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یجبنہ اصحابہ ویجبنہم
فقال رسول اللہ صلی اللہ وسلم لاعطین
الرایۃ غداً۔ الخ۔

(اسماء راویان عربی میں ملاحظہ ہوں)

بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا
خیبر پر تشریف لائے اور اہل خیبر کا محاصرہ کرلیا تو
آپ نے علم لشکر حضرت عمر کو دیکر لڑائی پر بھیجا۔ اور
لوگ بھی ساتھ کردئے لیکن حضرت عمر اور انکے
لشکر کو اہل خیبر نے شکست دی اور وہ بھاگ
کر واپس آئے اور جناب رسولخدا کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو عمر تو اپنے لشکر یوں کو نامرد و بزدل
بتاتے تھے اور انکے لشکری اس شکست کو
حضرت عمر کی نامردی و بزدلی پر محمول کرتے تھے
اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ کل میں علم
ایسے شخص الخ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث صـ۹۳۔

بعد فتح شق ونطاۃ تحول رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الی کتیبہ ...... و
جاء اہل الشق ونطاۃ فتحصنوا معہم
فی القموص وہو حصن خیبر الاعظم
والقموص بابصاد المہملہ کصبور جبل علیہ

شق اور نطاۃ قلعوں کو فتح کرکے جناب رسولخدا ایک
ٹیلہ کی طرف آگئے ...... شق اور نطاۃ کے لوگ بھاگ
کر قلعہ قموص میں ان لوگوں کے ساتھ پناہ گزین ہوگئے
قموص خیبر کا سب سے بڑا قلعہ تھا۔ قموص صاد مہملہ سے
بروزن صبور ہے۔ ایک بہت بڑے پہاڑ پر قلعہ

حصن لبنی ابی الحقیق بخیبر وکان
حصنا حصینا حاصرہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قریبا من عشرین
لیلۃ حین حاصرہ کانت بہ شقیقہ
لو یقدر ان یحضر بنفسہ الکریمہ
معرکۃ المحاربۃ وکان یعطی الرایۃ
کل یوم واحدا من اصحابہ و
یبعثہ الی المحاربۃ فاعطاھا یوما
ابابکر ووجھہ الیہ فاتاہ وقاتل
مقاتلۃ شدیدۃ ورجع من غیر
فتح واخذ الرایۃ فی الیوم الثانی
عمر فقاتل اشد من الیوم
السابق ولم یفتح لہ؛ فی روایۃ
فی الیوم الاول قاتل عمر وفی
الثانی ابوبکر وفی الثالث عمر ولم
یفتح الحصن فلما امسی قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ
لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار
یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ
علی یدیہ۔ وبات الناس یدوکون لیلتہم ای
یحرصون ویتحدثون ایھم
یعطاھا غدا ولم یکن احد
من الصحابۃ الذین لھم

واقع تھا۔ اور یہ الواح
تھا۔ یہ بہت مضبوط
رسول خدا نے تقریباً بیس
محاصرہ میں آپ کو درد
خود بہ نفس نفیس معرکۂ جنگ
لاتے تھے اور آپ علم جنگ روز
ایک کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور
بھیجا کرتے تھے بس ایک دن یہ علم حضرت
کو دیکر لڑائی پر بھیجا۔ انہوں نے جنگ شدید کی۔
لیکن بغیر فتح کے واپس آگئے۔ دوسرے دن حضرت
عمر نے وہ علم لیلیا۔ پہلے روز سے زیادہ لڑائی کی
لیکن فتح نہ پا سکے اور شکست کھا کر واپس آئے
ایک روایت یہ ہے کہ پہلے دن عمر علم لیکر لڑائی پر
نکلے۔ دوسرے دن ابوبکر اور تیسرے دن پھر عمر
علم لیکر لڑائی پر گئے لیکن کسی سے قلعہ فتح نہ ہوا
جب شام ہوئی تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ
بخدائے لایزال کل میں علم ایک ایسے شخص کو
دونگا جو بہت لڑنے والا بڑا جری ہے بھگوڑا نہیں
ہے۔ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و
رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند تعالی
اُس کے ہاتھ پر فتح دیگا۔ وہ رات لوگوں نے بڑی
امید میں گزاری اور سب کہہ رہے تھے کہ دیکھئے
علم کل کس کو ملے صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم
اھا. روی ان علیا
لہ النبی صلی اللہ
قال اللھم لا معطی لما
ولا ما نع لما اعطیت .
ان الناس لما اصبحوا غدوا
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واجتمعوا علی بابہ. وفی المنتقی
لما کان من الغد تطاول لہا ابوبکر
وعمر وقریش یرجوا کل واحد ان
یکون ھو صاحب ذالک وعن سعد
بن ابی وقاص قال جئت فبرکت
بحذاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ثم قمت ووقفت بین یدیہ وعن
عمر بن الخطاب انہ قال ما احببت
الامارۃ الا ذالک الیوم ثم خرج
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
خیمتہ وقال این علی بن ابیطالب
فقیل ھو یشتکی عینیہ وعن
سلمۃ بن الاکوع انہ قال
کان علی تخلف عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر
خیبر بالمدینۃ وکان بہ

کہ جسے کچھ بھی منزلت جناب رسولخدا کے ساتھ
حاصل ہوا س نے اس علم کے ملنے کی خواہش
نہ کی ہو. جب حضرت علی کو آنحضرت کے اس
قول کی خبر پہنچی تو آپنے بارگاہ الٰہی میں مناجات
کی کہ اے خدا جسکو تو نہ عطا کرے اُسے کوئی
نہیں دیسکتا اور جسکو تو عطا کرے اس سے
کوئی نہیں روک سکتا. جب صبح ہوئی تو تمام صحاؔ
دروازہ رسول پر حاضر ہوئے. اُنمیں سے ہر ایک
کو امید تھی کہ شاید علم مجھے ملے حضرت ابوبکر و
عمر و قریش غرض ہر ایک کو امید تھی کہ علم مجھے
ملیگا. سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ صبح ہوتے
ہی میں لوگوں کے ساتھ جناب رسولخدا کی خدمت
میں حاضر ہوا. اپنے جسم کو آنحضرت کی ردا سے
رگڑتا ہوا وہاں ٹھہر گیا. اور آنحضرت کے منہ کے
سامنے وہاں کھڑا ہو گیا. اور کھڑا رہا. حضرت عمر
کہتے ہیں کہ مجھے سرداری کی خواہش اتنی کبھی
نہیں ہوئی جتنی اُسدن ہوئی تھی. جناب
رسول خدا اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا
کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں. لوگوں نے
عرض کی کہ وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں سلمہ
بن الاکوع کہتے ہیں کہ او لا بوجہ بیماری چشم
جناب علی مرتضیٰ مدینہ میں رہ گئے تھے. اور
سفر خیبر میں آنحضرت کے ہمراہ روانہ نہیں

رمد شدیدا حتی انه کان لا یبصر شیئا ثم قال انا اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتأھب وخرج فی اثرہ ولحق به فی الطریق وبعد وصوله الی خیبر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلوا الیه من یاتی به فذھب الیه سلمة بن الاکوع واخذ بیدہ یقودہ حتی اتی به الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ارمد فتفل فی عینیه ودعا له فبری حتی کان لم یکن به رمد ولا وجع فاعطاہ الرایة.

ہوئے تھے آشوب ... آ تا تھا۔ پھر آپ نے کہا ... بیں رہنا نہیں چاہئے ... ہو گئے اور راستہ میں ... خدا نے کہا کہ کسی کو بھیجکر علی ابن ابی ... پس سلمہ بن الاکوع انکو بلانے گئے۔ وہ علی کو لائے اور جناب رسول خدا کے سا... کیا۔ اسوقت بہت سخت آشوب چشم تھا رسول خدا نے اپنا لعاب دہن علی کی آنکھوں میں لگایا اور دعا مانگی تو اسیوقت وہ مرض جاتا رہا۔ گویا کبھی تھا ہی نہیں پس جناب رسولخدا نے وہ علم حضرت علی کو عطا فرمایا۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس: الجزء الثانی ص۵۳

تاریخ ابو الفدا میں بھی یہ واقعہ اسیطرح درج ہے۔ اس میں بھی آنحضرت کے یہ الفاظ ہیں:۔

اما واللہ لاعطین الرایة غدا رجلا یحب اللہ ورسوله یحبه اللہ ورسوله کرارا غیر فرار یاخذھا عنوة۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص۱۶۸۔

اس حدیث کے متعلق حافظ شاہ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص۲۳۹ میں اسطرح لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث کو قریب قریب تمام محدثین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی اصح الاخبار و اثبت الاسانید و متفق علیہ ہے۔ اصحاب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل حضرات اسکے راوی ہیں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابوہریرہ، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت عمران بن حصین، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت

یعلی، حضرت بریدہ بن الحصیب ،حضرت حسن بن علی، حضرت ابو رافع مولٰی
دری، حضرت ابوبردہ، حضرت حسان بن ثابت، حضرت عامر بن سعد۔
فاضل مؤلف نے اُن تمام روایتوں کو معہ اسناد کے نقل کیا ہے
ـ اللہ علیہم سے مروی ہیں۔ اسیطرح علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب
ـارح صحیح بخاری جلد ۷ صـ ۶۳۲ میں لکھتے ہیں:۔

جماعۃ من الصحابۃ غیر	اس حدیث رایت کو سہل کے علاوہ صحابہ میں سے
ـ وابوھریرۃ وعلی وسعد بن ابی	ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے مثلاً ابوہریرہ
ـص والزبیر بن العوام والحسن بن علی	علی، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام و حسن
وابن عباس وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ	علی، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، عبداللہ
بن عمر وابوسعید الخدری وسلمۃ بن الاکوع و	بن عمر، ابوسعید خدری، سلمہ بن الاکوع، عمران
عمران بن حصین وابویعلی الانصاری و	بن حصین، ابویعلی انصاری، بریدہ، عامر بن
بریدۃ وعامر بن ابی وقاص وآخرون۔	ابی وقاص وغیرہم اور دیگر صحابہ

حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے متعلق علامہ حاکم اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں:۔
وقد اتفقا جمیعاً علی اخراج حدیث المواخاۃ وحدیث الرایۃ۔ ترجمہ۔ شیخین یعنی بخاری و مسلم دونوں حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے اخراج پر متفق ہیں۔

امام نسائی نے کتاب الخصائص صـ ۱ میں حدیث رایت کو سہل بن سعد ساعدی سے نقل کیا ہے۔ ان ہی سہل سے امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور اُس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ صـ ۸۴ میں لکھتے ہیں کہ اخرج الشیخان عن سہل بن سعد۔ ترجمہ۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو بروایت سہل بن سعد لکھا ہے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ صـ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ واخرجہ البخاری ومسلم فی الصحیحین واتفقا علیہ من حدیث سہل بن سعد۔ ترجمہ۔ اس حدیث رایت کو بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے اور ان

دونوں نے سہل بن سعد کی روایت کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ **محمد بن طلحہ** الشافعی مطالب السئول صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ صح النقل فی المسانید الصحیحۃ مسند البخاری و مسلم و غیرھما۔ ترجمہ۔ صحیح مانی گئی یہ روایت اسانید میں مثل مسند بخاری و مسلم وغیرہما کے۔

ابو عبد اللہ الحافظ الحاکم نے کتاب مستدرک علی الصحیحین الجزو الثالث المغازی میں حدیث رایت کو بہت شرح و بسط کے ساتھ اسانید صحیحہ کے ذریعہ سے کیا ہے۔ اس میں حضرت عمر کے شکست کھا کر بھاگ جانے کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال لما کان یوم خیبر بعث رسول اللہ رجلاً فجبن۔ ترجمہ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ خیبر کے دن جناب رسول خدا نے ایک شخص کو لڑائی پر بھیجا۔ لیکن اس نے نامردی کی اور بھاگ آیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اُس شخص کا نام نہیں لکھا۔ صرف رجلاً کہدیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بھاگنے والے حضرت عمر تھے۔ **علامہ طبری** کی تاریخ میں جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے اس امر کی صراحت کر دیگئی ہے۔ کہ نامردی کرنے والے حضرت عمر تھے۔ لیکن وہاں بھی حضرت عمر کی وجہ سے اس طرح لکھدیا ہے۔ کہ ان کے لشکری انکو نامردی سے متہم کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ لشکریوں سے بہتر ان کے سردار کی مردانگی یا بزدلی و نامردی کو اور کون جان سکتا ہے۔ اس ہی ناجائز پردہ پوشی کی ایک اور مثال نقل کرتے ہیں۔ **علامہ محب الدین طبری** ریاض النضرۃ۔ الجزو الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۸۴

عن ابی سعید الخدری ان رسول	ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے علم پکڑ
اللہ اخذ الرایۃ وھزھا	کر ہلایا۔ پھر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو اس طرح پکڑے
ثم قال من یاخذھا بحقھا	جو اسکے پکڑنیکا حق ہے۔ فلاں شخص آیا اور علم کا
فجاء فلان فقال امض ثم	خواستگار ہوا (چونکہ وہ نااہل تھا) آنحضرت نے
قال رسول اللہ والذی	فرمایا دور ہو۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے
کرم وجہ محمد لاعطینھا	محمد کے چہرہ کو بزرگ کیا۔ میں یہ علم ایسے شخص کو
رجلا لا یفر ھا ک یا علی فانطلق	دونگا جو جنگ سے نہیں بھاگیگا۔ ای علی دہراؤ

...خیبر و فدک — اس کو لو۔ پھر حضرت علی علم لیکر جنگ پر گئے یہانتک
...۱۸۔ — کہ خداوند تعالیٰ نے انکے ہاتھ پر خیبر و فدک کو فتح کیا

امام احمد حنبل نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

...یت کو اسیطرح "فلان" کے ساتھ سبط ابن الجوزی نے نقل کیا ہے۔
...باب الثانی ص۱۵ دیکھا آپ نے لفظ فلان کہکر دفع الوقتی کر دیگئی۔
...نے اس علم کے لینے کی خواہش کی تھی۔ اُس کو آنحضرتؐ نے "بُرے ہو" کہکر
...ر دیا۔ اس سے ساری قلعی کھلتی ہے۔ لہذا لفظ فلان سے پردہ پوشی کی گئی۔
حسان ابن ثابت شاعر دربار نبوی نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ چنانچہ
علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷، ص۲۳۲ میں لکھتے ہیں:۔

قال حسان یا رسول اللہ	حسان نے آنحضرتؐ سے عرض کیا اے رسول اللہ
تأذن لی ان اقول فی علیا	مجھے اجازت دیجئے کہ میں علی کی شان میں اشعار
شعرا قال قل قال ؎	کہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہو۔ انہوں نے کہا۔
وعلی ارمد العین یبتغی	علی کو آشوب چشم تھا اور وہ دوا تلاش کرتے تھے
دواء فلما لم یجد مداویا	جب کوئی دوا کرنے والا نہ پایا تو رسول اللہ نے
حباہ رسول اللہ منہ بتفلۃ	ان کو اپنے لعاب دہن سے شفا دی۔ مبارک تھا
فبورک مرقیا و بورک راقیا	وہ شخص جس پر یہ عمل کیا گیا اور مبارک تھا وہ
وقال ساعطی الرایۃ فارسا	جس نے یہ عمل کیا اور فرمایا میں آج کے دن علم
فذاک محب الرسول موالیا	اس شہسوار کو دونگا جو رسول کو دوست رکھتا
یحب النبی والالہ یحبہ	ہے اور موافقت کرنیوالا ہے وہ اللہ اور رسول
نیفتح ھاتیک الحصون منوالیا	کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسکو دوست
فاقضی بہا دون البریۃ کلہا	رکھتے ہیں پس وہاں کے سب قلعوں کو فتح کریگا
علیا وسماہ الوزیر المواخیا	جو گنہگار ہیں پس مخصوص کیا آنحضرتؐ نے
	تمام خلق میں سے علی کو اور انکا وزیر اور اخی کہا۔

اس واقعہ سے حضرت علی کی رفعتِ شان کا اندازہ تو ہو، افضلیت دیگر صحابہ پر خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر پر بہت اچھی طرح لیکن چند دیگر امور بھی اپنی دلچسپی اور اہمیت میں نمایاں ہیں کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) یہ حدیث تصدیق کرتی ہے حدیث طیر کی۔ جناب علی مرتضیٰ و رسول سے تھے اور خود خدا و رسول سے بدرجہ اتم محبت کرنے والے تھے۔ دیگر خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

(۲) حضرت علی سے پہلے سرداران لشکر بھگوڑے تھے۔ جن کے مقابلہ میں حضرت علی کو غیر فرار خاص طور سے کہا گیا۔

(۳) پہلے سرداران کو نہ خدا و رسول دوست رکھتے تھے اور نہ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتے تھے۔

(۴) حضرت علی کی یہ خاص امداد تھی۔ اور خدا نے خاص طور سے اُنکو مدینہ سے اپنے رسول کی مدد کے لئے بھیجا۔

(۵) حضرت علی کے بغیر خیبر کا فتح ہونا ناممکن تھا۔ جناب امیر کی یہ خاص مشکلکشائی تھی۔

(۶) سب سے بڑی بات جو ظاہر ہوتی ہے وہ صحابہ کی ذہنیت ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے نبوت اور نبی کو کیا سمجھا تھا۔ آنحضرت کا یہ قول تمام لشکر میں پھیل گیا۔ حضرت علی کو بھی معلوم ہوا۔ اب حضرت علی اور دیگر صحابہ کے طرز عمل کے فرق کو ملاحظہ کیجیے۔ حضرت علی جانتے تھے کہ جو جناب رسول خدا نے فرمایا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کے ہی حکم سے کرار و غیر فرار شخص منتخب ہو کر علم دیا جائیگا۔ لہذا آپ نے بارگاہِ ایزدی میں رجوع کیا۔ اور اُس سے ہی دعا مانگی۔ یقین ایسا کامل تھا کہ باوجود شدت رمد کے خدا کے فضل و قدرت پر اُمید تھی۔ برخلاف اس کے دیگر صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ تو رسول خدا نے یوں ہی

...یسلئے کہدیا ہے۔ اُن کے اس قول میں کچھ اصلیت نہیں ہے تب ...ہی بھاگ چکے تھے آج پھر امیدوار نظر آتے ہیں۔ کرار و غیر فرار کے ...ی نہیں دیتے۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ ان ھو الا وحی یوحی تو بوجہ فرار ہونے ...لی جگہ لینے کی آرزو نہ کرتے۔ ایک اور دلچسپ انداز ملاحظہ ہو۔ یہ لوگ ...پنی موجودگی کو نہایت نمایاں طریقہ پر رسول خدا کے سامنے ظاہر کیا گویا رسول ...ے الفاظ میں کوئی خاص وقعت اور اہمیت تو تھی ہی نہیں۔ فوری نظر پڑنے پر ...م مل جائیگا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ شاید رسولخدا ہمکو نہ دیکھیں تو علم نہ دیں اور دیکھ لینگے تو فوراً بغیر سوچے سمجھے علم دے دینگے۔ ان بزرگوں کی رائے میں رسول خدا ہر ایک شخص کی حالت و قابلیت و اہلیت سے واقف نہ تھے اور خدا جو عالم الغیب ہے اس کو تو اس عطا میں کچھ دخل ہی نہیں۔ بسعد ابن وقاص ہیں کہ رسول خدا سے رگڑتے ہوئے چلتے ہیں۔ اور عین اُنکی آنکھوں کے سامنے کھڑے ہو کر انکو تکنے لگتے ہیں۔ تاکہ اُن کی موجودگی بہت اچھی طرح جناب رسول خدا پر ظاہر ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جناب رسول خدا کو خیال ہی نہ رہے کہ یہاں کہیں سعد ابن وقاص بھی ہیں۔ ساری یوسف زلیخا سنی سنی اور آخر میں پوچھتے ہیں کہ زلیخا زن بود کہ مرد۔ یہ تھا ان بزرگوں پر نبوت کی تعلیم کا اثر۔ کیا اسلام نے ایسے ہی حاکم دینے کا وعدہ کیا تھا اور خدا نے ایسے ہی اولو الامر کی اطاعت کا حکم دیا تھا جنہیں اپنے پاس بیٹھنے والوں کی لیاقت و قابلیت کا بھی صحیح اندازہ نہ تھا۔ اور جو معاذ اللہ ایسے غافل تھے۔ کہ جب تک مستحق شخص اُنکے جسم کو رگڑ کر نہ چلے اُنہیں اُس کی موجودگی کا بھی علم نہ ہو برخلاف اس کے جناب علی مرتضیٰ اپنے خیمہ میں بیٹھے رہے اور خدا سے دعائیں مانگتے رہے۔ جانتے تھے کہ خدا میں سب قدرت ہے اور رسول خدا کو سب کی اہلیت و قابلیت کا صحیح اندازہ ہے۔ اگر مجھے اس قابل سمجھینگے تو ضرور ہی بلوا لینگے چنانچہ نہ آئے جب تک جناب رسول خدا نے سلمہ بن الاکوع کو بھیجکر نہ بلوایا۔ یہ تھے وہ بزرگوار جو بعد رسول جناب علی مرتضیٰ کے مقابلہ میں خلافت کے دعویدار تھے۔

سعد ابن ابی وقاص کو تو حضرت عمر نے امیدواران خلافت او رخلا
رکھا تھا۔ ایسی ذہنیت کے لوگ سقیفہ بنی ساعدہ کے مجمع میں کہ
کے حکام اور اولوالامر منتخب کر سکتے تھے۔ ہم عقل سلیم کے فیصلہ

حدیث تشبیہہ۔

جناب رسول خدا نے حضرت علی کے فضائل کو ہر ایک ممکن او
امت پر ظاہر کر دیا۔ اور بتا دیا کہ میرے جانشین میں ایسے فضائل ہونے ہ
احادیث میں سے ایک حدیث تشبیہہ ہے۔

عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حساب و الانس کتاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب وبالاسناد عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعل لاخی علی بن ابی طالب فضائل لاتحصی کثرتہ فمن ذکر فضیلتہ معترابہا غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر ومن کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ مابقی لتلک الکتابۃ رسم ومن استمع فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب

مجاہد نے ابن عباس سے روایت بیان کی ہے ابن عباس نے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے اگر تمام درخت قلم بنائے جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات شمار کرنے والے ہوں تمام انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علی کے فضائل کو وہ شمار نہ کر سکیں گے۔ اور اسناد کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے میرے بھائی علی کو اتنے فضائل عطا فرمائے ہیں کہ جو اپنی کثرت کی وجہ سے شمار میں نہیں آسکتے جس شخص نے علی کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہوئے ذکر کیا۔ تو خداوند تعالیٰ اس شخص کے گناہان گذشتہ و آئندہ کو بخش دیتا ہے۔ جس نے اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی تحریر کیا تو جب تک اس کتابت کا نشان باقی رہتا ہے۔ فرشتگان خدا اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے

ومن نظر الى
ءائله غفر الله
نى اكتسبها بالنظر
ـر الى وجه على ابن
عبادة وذكره عبادة
بل الله ايمان عبد الا بولاية
ـبراءة من اعدائه وبالاسناد
قال الخطيب خوارزمى انبانا
الحافظ ابو العلاء الهمدانى مرفوعا
الى عبد الله ابن عباس و
قد قال له رجل سبحان ما
اكثر مناقب على وفضائله
انى احسبها ثلاث الاف منقبة
قال ابن عباس اولا تقول انها
الى ثلاثين اقرب وبالاسناد عن
الحسين بن على بن ابى طالب عن على
عن النبى صلى الله عليه وسلم
يقول لو حدثت بكل ما انزل فى
على ما وطى على موضع فى الارض
الا اخذ ترابه الى المطهر ومنه
عن ابى الحمراء قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم من
اراد ان ينظر الى آدم فى علمه

اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی سن
لیا تو خداوند تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ بخشدیتا ہے
جو اس نے کانوں کے ذریعہ سے کئے ہوں جیسے
اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی دیکھا
تو خداوند تعالیٰ اُس کے وہ تمام گناہ بخشدیتا ہے
جو اس نے آنکھوں کے ذریعہ سے کئے ہوں۔ پھر
آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کے چہرہ پر نظر کرنا
عبادت ہے۔ اس شخص کا ایمان قبول نہیں کیا
جائیگا جو علی سے محبت اور اُس کے دشمنوں سے
بیزاری نہیں کرتا اور اسناد کے ساتھ خطیب
خوارزمی نے کتاب مناقب میں تحریر کیا ہے کہ
خبر دی ہمکو ابو العلاء الہمدانی نے جو اور ابن عباس کہ
ایک شخص نے انسے کہا کہ سبحان اللہ علی ابن ابیطالب
کے کس قدر مناقب و فضائل ہیں میرا گمان ہے
کہ تین ہزار مناقب ہونگے۔ عبداللہ ابن عباس نے
کہا۔ کیوں نہیں کہتا کہ تقریباً تیس ہزار مناقب و
فضائل ہیں اسی کتاب المناقب میں اسناد کے
ساتھ حسین بن علی سے مروی ہے کہ حضرت علی نے
فرمایا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اگر میں وہ تمام
فضائل بیان کروں جو علی بن ابی طالب کے متعلق
خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تو وہ
جس زمین پر قدم رکھے لوگ اس قطعہ زمین کی مٹی
تا سطح آب اٹھالیں۔ اور ابو الحمرا سے مروی ہے

والی نوح فی فہمہ والی
یحیی بن ذکریا فی زھدہ
والی موسیٰ بن عمران فی
بطشہ فلینظر الی علی بن
ابی طالب۔
اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

کہ انہوں نے کہا کہ
شخص چاہتا ہے
حالت میں نوح کو
بن زکریا کو انکے کمال
موسیٰ بن عمران کو انکے کم
کی حالت میں دیکھے تو چاہیئے

اس حدیث کا بغور مطالعہ کرنے سے فوراً ظاہر ہو جاتا ہے کہ جناب
کا کیا مقصد و منشار تھا۔ آپ نے بتا دیا کہ حضرت علیؑ کی فضیلت و رفعت و
سی عالی اور دیگر صحابہ سے کس قدر بالاتر ہے۔ جو شخص کہ نبیوں سے لگا کھا
اور جس میں انبیار اولوالعزم کی خاص صفات اپنے انتہائی درجہ پر پائی جائیں وہی شخص
خاتم النبیین کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے: تاکہ آخری نبی اور دیگر تمام سابقہ انبیاء
علیہم السلام کا ابتک کا کیا ہوا کام اسیطرح چلتا رہے اور ترقی کرتا رہے کہ جیسا وہ
خود کر سکتے تھے۔ اس روایت میں کئی احادیث ایک جا جمع کی ہوئی ہیں۔ آخری
حدیث کو حدیث تشبیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کو انبیار علیہم السلام سے تشبیہ دی
گئی ہے۔ اس حدیث کو گروہ اہل حکومت کے کثیر علمار و محققین و محدثین نے نقل
کیا ہے اور اس کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ نقشہ ذیل میں انکے اسمار گرامی معہ
حوالہ جات درج ہیں:۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری	۲۱۱	جیسا کہ ابو عبد اللہ یاقوت حموی نے کتاب معجم الادبا میں تحریر کیا ہے۔
۲	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱	مسند امام احمد حنبل
۳	ابو حاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۷	

نمبر	...ن حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
	...ثمان المعروف بن شاہین	۳۸۵	کتاب السنۃ۔
	...بن محمد بن احمد عکبری ...بلہ	۳۸۷	جیسا کہ کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی میں درج ہے۔
	...مد بن عبد اللہ بن محمد ...روف حاکم	۴۰۵	تاریخ نیسابور
	...بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی	۴۱۰	اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے
	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی	۴۳۰	جیسا کہ محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ میں تحریر کیا ہے
۹	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی	۴۵۸	جیسا کہ اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے۔
۱۰	ابو الحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی۔	۴۸۳	کتاب المناقب۔
۱۱	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی	۵۰۹	فردوس الاخبار۔
۱۲	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		زین الفتی فی سورہ ہل اتی
۱۳	ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		خصائص علویہ
۱۴	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ	۵۵۸	مسند الفردوس۔
۱۵	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم۔	۵۶۰	کتاب المناقب
۱۶	ابو الخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل القزوینی	۵۹۰	جیسا محب الدین احمد نے ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں تحریر کیا ہے۔
۱۷	شیخ عمر بن محمد بن خضر المعروف ملا ایلی		وسیلۃ المتعبدین۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۱۸	نورالدین ابو حامد محمود بن محمد الصالحانی		جیسا کہ سید شہاب الدین نے تحریر کیا ہے۔
۱۹	کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی	۶۵۲	مطالب السئول
۲۰	ابو عبداللہ محمد یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	کفایت الطالب فی مناقب علی بن
۲۱	محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۶	ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل
۲۲	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثامنہ۔
۲۳	نورالدین جعفر بن سالار المعروف امیر ملا		خلاصۃ المناقب۔
۲۴	سید شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل۔
۲۵	شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی المعروف ملک العلماء	۸۴۹	
۲۶	نورالدین علی بن محمد بن الصباغ	۸۵۵	کتاب مناقب۔
۲۷	کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی	۸۹۲	کتاب فواتح۔
۲۸	عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن		نزہتہ المجالس منتخب النفائس۔
۲۹	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی		کتاب الاکتفا،
۳۰.	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمن۔	۱۰۰۰	کتاب اربعین فی مناقب امیرالمومنین۔
۳۱	شیخ احمد بن الفضل بن محمد بن باکثیر	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
۳۲	میرزا محمد بن معتمد خان بن رستم الحارثی		مفتاح النجا فی مناقب اہل العبا،
۳۳	محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا،		معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ۔
۳۴	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی		روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ صدہ
۳۵	احمد بن عبدالقادر عجیلی۔		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۳۶	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ		مرآۃ المومنین۔

	حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
	احمد بن عبدالرحیم		قرۃ العینین۔
	ی۔		اربعین فی اصول الدین
	...براہیم البلخی القندوزی		ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ ہجری باب الاربعون فی کون علی شبیہاً بالانبیاء علیہم السلام دکون فضائلہ کثیرۃ لاتحصیٰ ص۱۲۱ لغایت ۱۲۳۔
۴	مولوی عبیداللہ امرتسری۔		ارجح المطالب باب چہارم ص۵۴۸

حوالہ جات ہدیہ ناظرین ہوئے۔ اُن کی سہولت کے لئے چند اقتباسات بھی ہم نقل کرتے ہیں:۔

روایت عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ کو ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی اپنی کتاب معجم الادباء میں بترجمہ محمد بن احمد بن عبیداللہ الکاتب المعروف ابن المنجم تحریر کرتے ہیں:۔

له قصیدة ذات الاشباه وسميت بذات الاشباه لقصده فيما ذكره الخبر الذي رواه عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في محفل من اصحابه ان تنظروا الى آدم في علمه ونوح في

ابن المنجم نے ایک قصیدہ لکھا ہے جسکا نام ذات الاشباہ اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسمیں ابن المنجم نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جسکو عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے اور اس نے زہری سے زہری نے سعید بن المسیب سے اور اسنے ابوہریرہ سے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے جبکہ آپ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر تم آدم کو اسکے کمال علم میں نوح کو اُنکے کمال فہم میں دیکھنا چاہو...

فہمہ رھمہ، وابراھیم فی خلقہ
وموسیٰ فی مناجاتہ وعیسیٰ فی
سنتہ ومحمد فی ھدیہ و
وحلمہ فانظروا الیٰ ھذا المقبل
فتطاول الناس فاذا ھو علی بن
ابیطالب فاورد المفجع ذلک فی
قصیدتہ وفیہا مناقبُ کثیرۃ۔

میں، ابراہیم کو انکے کما ا
صفت کلیم اللّٰہی میں عیسیٰ
محمد کو انکے کمال طریقت
اُس آنیوالیکو دیکھو۔ لوگوں نے
دیکھا تو علی ابن ابیطالب تھے مفجع نے
میں اسکا ذکر کیا ہے اور اُس میں حضرت
دیگر بہت سے مناقب و فضائل کا بھی ذکر ہے۔

اس روایت کے سلسلہ میں عبدالرزاق و معمر و زہری و سعید ابن المسیب وابوہریرہ کا ذکر آتا ہے اور اُس روایت کو نقل کرنے والا یاقوت حموی ہے۔ ہم ان سب کا ذکر اس کتاب کے حصہ دویم یعنی کتاب الاسناد والتراجم میں کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ ان بزرگوں کی حضرات اہلسنت وجماعت کے نزدیک کیا شان وسمو مرتبت ہے ابوہریرہ کے علاوہ دیگر صحابیوں نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے چنانچہ حضرت علی و ابوالحمرا وانس وحارث الاعور سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

امام احمد حنبل نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب ہدایۃ السعدا میں تحریر کیا ہے۔

روی احمد والبیہقی فی فضائل
الصحابہ ان قال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر
الی ادم فی علمہ والی یوشع فی تقواہ و
الی ابراھیم فی حلمہ والی موسیٰ فی ھیبتہ
والی عیسیٰ فی عبادتہ فلینظر الی علی۔

امام احمد حنبل و بیہقی فضائل الصحابہ میں روایت
کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جو شخص ارادہ
کرتا ہے کہ آدم کو اسکے علم کے ساتھ یوشع کو اس کے
تقویٰ کیساتھ ابراہیم کو اس کے حلم کیساتھ موسیٰ
کو اسکی ہیبت کے ساتھ اور عیسیٰ کو اسکی عبادت
کے ساتھ دیکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ علی مرتضیٰ کو دیکھے

ابوحاتم محمد بن ادریس الحنظلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ ابومحمد احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتی شرح سورۂ ھل اتی میں لکھتے ہیں۔

محمد البستی قال
بن ابی منصور قال
بن بشیر قال حدثنا
ادریس الحنظلی قال محمد
الله بن المثنی الانصاری
حدثنی حمید عن انس قال کنا
فی بعض حجرات مکہ نتذاکر علیا
فدخل رسول الله صلی الله علیہ وسلم
فقال ایہا الناس من اراد ان
ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی
فہمہ والی ابراہیم فی حلمہ والی
موسی فی شدتہ والی عیسی فی زہادتہ
والی محمد فی بہائہ والی جبرئیل فی امانتہ والی الکوکب
الدری والشمس الضحی والقمر المضیء فلیتطاول
ولینظر الی ہذا الرجل واشار الی علی بن ابی طالب

[illegible] ایک ابوحاتم
محمد بن ادریس الحنظلی [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت علی کی طرف

اس روایت سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی [illegible]
مکہ میں حضرت علی کا ذکر کرنے کیوں تشریف لے گئے تھے! ورنہ ذکر کس قسم کا تھا صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کے خلاف جماعت تھی جس کی [illegible] ہوئی تھی۔ یہ روایت غالباً فتح مکہ کے ایام کی ہے جناب رسول خدا کے جانشین کا سوال ان لوگوں کے ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا۔ اور ساتھ ہی دیکھتے تھے کہ جناب رسول خدا ہر موقعہ پر حضرت علی کے فضائل ہر ممکن طریقہ سے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اور یہ فضائل یوں ہی ان لوگوں پر ہویدا تھے۔ لہذا انکو علی کی طرف [illegible] لگا رہتا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے [illegible] یہ بھی تھی [illegible] علی کی تنقیص

شان کریں اور انکے خلاف پروپاگنڈا شائع کریں۔ یہ لوگ تھے تب ہی تو آنحضرت کو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ جس نے اس شان کا آدمی ہے۔

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں جابر بن عبد اللہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں:۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ہیبتہ والی میکائیل فی رتبتہ والی جبرئیل فی جلالتہ والی آدم فی علمہ والی نوح فی ہمہ والی ابراہیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحییٰ فی زہدہ والی عیسیٰ فی سنتہ والی یونس فی ورعہ والی محمد فی حسبہ وخلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلۃ من خصائل الانبیاء جمعہا اللہ فیہ ولم تجمع فی احد غیرہ وذکر جمیع ذالک فی کتاب جواہر الاخبار۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے رو… جناب رسول خدا نے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ … کو انکی ہیبت میں میکائیل کو انکے رتبہ میں جبرئیل کو انکی جلالت میں، آدم کو انکے علم میں نوح کو فہم میں ابراہیم کو انکی صفت خلیل اللہی میں یعقوب کو اس قربت خداوندی میں جو صابر کو رنج و غم کی حالت میں حاصل ہوتا ہے یوسف کو انکے جمال میں، موسیٰ کو انکے صفت کلیمی میں ایوب کو انکے صبر میں یحییٰ کو انکے زہد میں عیسیٰ کو انکے طریقہ میں یونس کو انکی پرہیزگاری میں اور محمد کو انکے حسن خلق میں تو اُسے چاہیئے کہ علی کو دیکھے۔ اسمیں نوے صفات انبیاء کی صفات میں سے جمع ہوئی ہیں۔ جو کبھی اسکے سوا کسی دوسرے میں نہیں ہوئیں۔ ان تمام خصائل کو کتاب جواہر الاخبار میں جمع کیا گیا ہے۔

علامہ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں ایک مستقل باب اس عنوان کا قائم کیا ہے۔ فی کون علی شبیہا بالانبیاء علیہم السلام وکون فضائلہ کثیرۃ لا تحصیٰ۔ یہ باب الاربعون ہے۔ اور اس میں حدیث تشبیہہ کی توثیق و تصدیق اچھی طرح کی گئی ہے۔

ہے جو رفعت و جلالت شان و تقرب الٰہی جناب امیرالمومنین کے ظاہر
ے۔ ختم المرسلین کا جانشین وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس کی طرح
یں صفات انبیاء موجود ہوں۔ ایسی صفات کا اجتماع ایک شخص
ذا تعالیٰ ہی اپنے دست قدرت سے کر سکتا ہے۔ لوگوں کی رایوں پر منحصر
ہم یہ آپ کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ کہ آیا ایسے شخص کا انتخاب و تقرر خدا و رسول
چاہیئے یا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی گڑبڑ جھالا میں ہونا چاہیئے۔

حدیث منزلت:۔

جو جو فضائل و خصائل حمیدہ و پسندیدہ کہ کسی ایک انسان میں جمع ہو سکتے ہیں، ہر ایک کمال جو کسی ایک فرد بشر میں پایا جا سکتا ہے، ہر ایک صفت جو جانشین رسول آخرالزمان کے لئے ضروری ہو سکتی ہے آنحضرت نے بتصریح تمام و اعلان عام مختلف مواقع پر فرمایا کہ وہ فضل وہ کمال و صفت علی میں بدرجہ اتم موجود ہے اور اس طریقہ سے فرمایا کہ صحابہ میں سے کسی اور کے اندر ان صفات و فضائل کا اجتماع سوائے علی کے ناممکن ثابت کر دیا۔ ان فضائل و خصائل و کمالات و صفات کو علیحدہ علیحدہ فرمانے کے بعد آپ نے بہ ہیئت مجموعی بھی فرمایا کہ علی ان صفات میں انبیاء سلف میں سے کسی نبی سے کم نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کی معمولی صفت نہیں بلکہ اس کی صفت تخصیصی کے درجہ کمال کو اگر دیکھنا ہو تو علی کی طرف دیکھو۔ اس میں وہ صفات بدرجہ کمال ہوں گے۔ علو مرتبت کے اظہار کا یہ آخری درجہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی غبی کند ذہن شخص کے دل میں حضور کے جانشین کی طرف سے شبہ رہ جائے تو اس امکان بعیدی کو زائل کرنے کے لئے بھی آپ نے بتصریح مختلف مواقع پر فرمایا کہ علی کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موسیٰ کے بعد تو نبی آ سکتا تھا اور آیا لیکن مشیت ایزدی اب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آوے۔ اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ علی ہوتا۔ اس کو حدیث منزلت کہتے ہیں۔ اور اس کو الفاظ ذیل میں گروہ اہل حکومت کے متعدد علماء نے نہایت تصریح سے بیان کیا ہے۔

یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

اس حدیث کی صحت و سند کے ثابت کرنے کے لئے

نہیں کیونکہ یہ مسلمہ فریقین ہے اور اس کی صحت میں کبھی کسی

کہ شیخین یعنی بخاری و مسلم بھی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور

نقل کیا ہے۔ ہم نے چند حوالہ جات ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ النبی متوفی ۱۵۱ھ ہجری: سیرۃ النبی لابن ہشام

محمود بن سلیمان داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ ہجری: مسند حدیث ۲۰۵ و ۲۰۹ و ۲۱۳ صہ

محمد بن سعد کاتب الواقدی: طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۱۴

امام احمد حنبل متوفی ۲۴۱ھ ہجری: مسند۔ الجزء الاول ص ۱۷۰ و ۱۷۳ و ۱۷۵ و ۱۷۷ و ۱۷۹ و ۱۸۲ و ۱۸۴ و

۳۳۰ و ۳۳۱۔ الجزء الثالث ص ۳۲ و ۳۳۸۔ الجزء السادس ص ۳۶۹ و ۴۳۸۔

ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری ۲۵۶ھ ہجری: صحیح بخاری طبع مصری الجزء الثانی ص ۲۱۲ باب مناقب علی بن ابیطالب

مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ ہجری: صحیح مسلم طبع مصر الجزء السابع باب من فضائل علی بن ابیطالب ص ۱۲۰

محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی متوفی ۔۔۔: سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۱۲

ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ ہجری: سنن ترمذی۔

احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ ہجری: کتاب الخصائص۔

محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ہجری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۰۳۔ ذکر الخبر

عن غزوۃ تبوک ۹ھ ہجری۔

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف حاکم متوفی ۴۰۵ھ ہجری: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث

ص ۱۰۹ و ۳۳۔

ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ: استیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی

ص ۴۷۳ ترجمہ علی ۱۸۵۵۔

ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی متوفی ۴۸۳ھ: کتاب المناقب۔

شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ ہجری: کتاب الفردوس۔

حسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ ہجری: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص ۲۷۵۔

ہمی: تزیین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتی۔

رف اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ ہجری: کتاب المناقب۔

بانی المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ ہجری: جامع الاصول فی احادیث الرسول

رف ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ ہجری: اسد الغابہ۔

محمد بن طلحۃ القرشی متوفی ۶۵۲ھ ہجری: مطالب السئول فی مناقب آل رسول

ابو المظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ھ: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۱۲، ۱۳، ۲۰

محمد بن یوسف الکنجی متوفی ۶۵۸ھ ہجری: کفایۃ الطالب۔

ب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع ص ۱۵۷

ص ۱۶۲ و ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۸۹ و ۲۰۳۔

اسمٰعیل بن عمر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ ہجری: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۲۲۴،

۳۳۴ و ۳۳۸ تا ۳۴۱۔

ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۳۔

سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ ہجری: مودۃ القربیٰ۔

ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ہجری: فتح الباری الجزء السابع ص ۶۰

نور الدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ متوفی ۸۵۵ھ ہجری: فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔

جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ: کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص ۲۹۵۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث اول ص ۷۲

علی المتقی ۹۷۵ھ: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۹ و ۲۵۰۴۔

" " " ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۰۳، ۲۵۰۹۔

" " " ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۳۰ تا ۲۵۵۵۔

" " " ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۹۲۔

" " " ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۰۔

علی المتقی متوفی ۹۷۵ ہجری: کنز العمال الجزء السادس ص۴۰۲ حدیث ۶۱۲۴

ص۴۰۵ حدیث ۶۱۳۱

ص۴۱۰ حدیث ۶۱۵۲

سید مومن بن حسن شبلنجی متوفی ۱۲۹۰ھ: نور الابصار ص۵۵

شیخ سلیمان البلخی القندوزی متوفی ۱۲۹۳ھ قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس

میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا ... ص۱۵ ... ۶۴۲

شمس الدین محمد: اسنی المطالب ص۲۰

محمد بن اسمٰعیل صنعانی الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص۲۵ و ۲۶ بہ تشریح شعر

یا امامًا سبق الخلق الیٰ ... طاعۃ الله مختارًا وقد کان صبیا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۲

شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤبد ص۱۱۲

علی بن برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص۳۵۱

اس حدیث کی صحت پر اجماع امت ہے۔ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں حدیث منزلت کی نسبت لکھتے ہیں: والجواب ان هذا الحدیث صحیح بلا ریب ثبت فی الصحیحین وغیرهما (ترجمہ) بلاشک و شبہ یہ حدیث منزلت صحیح ہے اس کی توثیق صحیحین میں اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ شیخ عبد الحق اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

واین حدیث متفق علیہ صحت این حدیث و اعتماد بر قول ایشان است۔

محمد بن یوسف الگنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب میں حدیث منزلت کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت هذا حدیث متفق علی صحته رواه الائمة الحفاظ کابی عبد الله البخاری فی صحیحه ومسلم فی صحیحه

میں کہتا ہوں کہ حدیث منزلت کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اسکو بڑے بڑے علماء و حفاظ نے نقل کیا ہے چنانچہ ابو عبد اللہ بخاری نے اپنی صحیح میں مسلم

وابوداؤد فی سننہ
جامعہ وابو
ئی فی سننہ وابن
تفق الجمیع علی صحتہ
جماعۃ من الحفاظ کہ
ی ہذا الحدیث دخل فی حد التواتر

بن حجاج نے اپنی صحیح میں، ابوداؤد نے اپنے
سنن میں، ترمذی نے اپنے جامع میں، ابو
عبدالرحمن نسائی نے اپنے سنن میں، ابن ماجہ
نے اپنے سنن میں ... علماء نے اس کی
صحت پر اجماع کیا ہے اور حفاظ ... کہتے ہیں
کہ یہ حدیث حد تواتر میں داخل ہے۔

اسمٰعیل بن عمر الدمشقی المعروف بابن کثیر تاریخ البدایۃ والنہایۃ

التاریخ الجزء السابع صفحہ ۳۴۱ و ۳۴۲ میں لکھتے ہیں:

وقد رواہ غیر واحد عن عائشۃ ... ابن
ابیہا قال ابن عساکر وقد روی ہذا الحدیث عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعۃ من الصحابۃ
منہم عمر وعلی وابن عباس وعبداللہ بن جعفر
ومعاویۃ وجابر بن عبداللہ وجابر بن
سمرۃ وابو سعید والبراء بن عازب
وزید بن ارقم وزید بن ابی اوفی
ونبیط بن شریط وحبشی بن جنادہ
ومالک بن الحویرث وانس بن مالک
وابو الطفیل وام سلمۃ واسماء بنت
عمیس وفاطمۃ بنت حمزۃ وقد تقصی ابن عساکر
ہذہ الاحادیث فی ترجمۃ علی من تاریخہ فاجاد
وافاد وبرز علی النظراء والاشباہ والانداد
فرحمہ رب العباد یوم التناد۔

... ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہ حدیث منزلت ...
... عمر، علی، ابن
عباس، عبداللہ بن جعفر، معاویہ، جابر بن عبداللہ،
جابر بن سمرہ ... براء بن عازب، زید بن
ارقم، زید بن ابی اوفی، نبیط بن شریط، حبشی بن
جنادہ، مالک بن حویرث، انس بن مالک،
وابو الطفیل، ام سلمہ ... فاطمہ بنت
حمزہ، ابن عساکر ... حدیثوں کو
... تاریخ ... ترجمۂ علی ...
... بہت ... ہے ... و تعالیٰ
روز حشر ان پر رحمت کرے۔

صرف غزوہ تبوک ہی کے موقعہ پر یہ حدیث ارشاد نہیں فرمائی گئی بلکہ مختلف مواقع پر

آنحضرت نے اس قول کو دوہرایا ہے تاکہ امت کے اچھی طرح ذہن
ذیل موقعوں پر اس حدیث کا ارشاد فرمایا جانا ثابت ہے :۔

(۱) بوقت عقد مواخات۔ جیسا کہ امام احمد حنبل و محمد بن حبان البستی و۔۔
و خطیب بغدادی و اخطب خوارزم، ابن عساکر و سبط ابن الجوزی، محب
الطبری و ابراہیم بن عبداللہ الوصابی، محمد بن یوسف الزرندی، ابن صب
جلال الدین سیوطی، جمال الدین محدث، علی المتقی، سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القا
میرزا محمد بن معتمد خان، ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی، اور مولوی مبین لکھنوی نے لکھا ہ

(۲ و ۳) بوقت ولادت جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام۔ جیسا کہ ابو سعید عبدالملک
بن محمد النیسابوری الخرکوشی، عمر بن محمد بن خضر الملا اردبیلی، شہاب الدین بن شمس الدین
دولت آبادی، شہاب الدین احمد حسین دیار بکری نے بیان کیا ہے۔

(۴) یوم خیبر جیسا کہ ابن المغازلی اخطب خوارزم، عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی المعروف ملا
ابو الربیع سلیمان بن سالم الحمیری الکلاعی اشرف بن سعید و ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی
نے روایت کی ہے۔

(۵) وقت سد ابواب الا باب علی۔ جیسا کہ ابن المغازلی، اخطب خوارزم
نے روایت کیا ہے۔

(۶) بوقت ارشاد کہ علی اول المسلمین ہیں۔ جیسا کہ حسن بن بدر، حاکم نیسابوری، ابن
النجار، دیلمی و ابن السمان وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

(۷) بوقت ارشاد کہ علی سردار و امیر المومنین ہیں۔ جیسا کہ انس مالک سے ابن مردویہ نے
بیان کیا ہے۔

(۸) بوقت ارشاد لحمك لحمي و دمك دمي۔ جیسا کہ عاصمی نے زین الفتی میں، ابو نعیم
نے منقبۃ المطہرین میں، اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں، شہاب الدین نے
توضیح الدلائل میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں بیان کیا ہے۔

(۹) حضرات جعفر و عقیل و علی کو مخاطب کر کے۔ جیسا کہ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے

محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ میں نقل کیا ہے۔

م خم۔ جیساکہ علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں
نقب بالمستنصر بیان کیا ہے۔

ب رسول خدا حضرت موسیٰ کی تشبیہہ کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے چنانچہ شروع
ہ جب حضرت علی کو اپنا وزیر و وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کرانے کے لئے دعا
ہ خداوندی مانگی تو اس میں بھی حضرت موسیٰ ہی کی تشبیہہ دی اس دعا کا ذکر تفصیل
ساتھ ہم اس باب کے شروع میں صفحات ۲۸۴ و ۲۸۵ پر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان حوالہ جات
کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اور ایک اقتباس بھی نقل کرتے ہیں۔ حوالے یہ ہیں:۔

محب الدین احمد الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۶۳

سبط ابن الجوزی: تذکرۂ خواص الامۃ باب الثانی ص ۹ و ۱۴۰۔ ابو نعیم الاصبہانی: منقبۃ المطہرین

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۂ علویہ۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الرابع ص۲۹۵۔

شیخ علی بن محمد الجعفری: کتاب کنز البراہین الکسبیہ و الاسرار الوہبیہ۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ مودۃ السادسہ۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۰

ابو اسحاق احمد بن محمد بن الثعلبی: تفسیر بہ تشریح آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا فی مناقب آل العباء۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول کما	جناب رسول خدا نے دعا مانگی کہ میں وہ عرض کرتا ہوں
قال اخی موسیٰ اللھم اجعل لی وزیرا من	جو میرے بھائی موسیٰ نے عرض کی تھی۔ بار الہا میرے
اھلی اخی علیا اشدد بہ ازری واشرکہ	اہل میں سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر مقرر کر اس
فی امری کی نسبحک کثیرا ونذکرک	سے میری کمر کو مضبوط کر۔ اسکو میرے کام میں شریک
کثیرا انک کنت بنا بصیرا	کر تاکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس بہت کریں تو ہمارے
ونزل جبرئیل علیہ السلام	حالات سے واقف ہے اتنے میں جناب جبرئیل علیہ السلام

على النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا	نازل ہوئے اور کہ
محمد ان ربك يقرأك السلام و	سلام بھیجا ہے اور فر
يقول لك عليٌّ منك بمنزلة هارون	تم سے وہی ہے جو ہارو
من موسى ولكن لا نبي بعدك۔	تمہارے بعد کوئی نبی نہ

شیخ علی بن محمد الجفری: کتاب کنز البراہین الحسینیہ والاسرار الوہبیہ الغیبتیہ

۱۰۔ علم۔

علم کا معیار خلافت ہونا نص قرآنی سے ظاہر ہے۔ یہ وہ معیار فضیلت سیادت ہے جس سے خود باری تعالیٰ نے انسان و ملک کے درمیان موازنہ کیا۔ ملائکہ کے دعوے خلافت کو صرف حضرت آدم کے علم وہبی کی وجہ سے رد کیا۔ طالوت کے قصہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جب بنو اسرائیل نے اعتراض کیا کہ طالوت تو دولت و رسوخ اور وجاہت دنیاوی میں ہم سے کم ہے۔ لہٰذا اس کو ہمارے اوپر بادشاہ بننے کا کوئی حق حاصل نہیں تو ان کے نبی نے جواب دیا کہ دولت و وجاہت دنیاوی خدا کے نزدیک کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ چونکہ طالوت علم میں اور جسم میں تم پر فوقیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کو خداوند تعالیٰ نے تمہارا حاکم و والی مقرر کیا ہے معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے اور اس حکومت کیلئے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے علم وہبی ضروری ہے۔ یہ وہ علم ہے جو بندے ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ بلکہ خدا ہی اپنے منتخب و برگزیدہ بندہ کی فطرت و جبلت میں ودیعت فرماتا ہے۔ نبوت و خلافت کیلئے اس علم وہبی کا ہونا ضروری ہے۔ جائز اور خداوند تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا جانشین و خلیفۂ رسول وہی ہوگا۔ جو اس علم وہبی میں رسول کے ہمپایہ اور دوش بدوش ہوگا۔ اس معیار سے بھی حضرت علی کے پورے اترنے کو جناب رسول خدا نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔

(ترجمہ) فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں ایک شہر ہوں علم کا اور علی اس شہر کا دروازہ

من علم حاصل کرنا چاہتاہے اُسے چاہئے کہ اس دروازے پر آئے۔

بل اصحاب رسول سے یہ حدیث مروی ہے:۔

رت علی بن ابی طالب (۲) امام حسن علیہ السلام (۳) امام حسین علیہ السلام
بن عباس (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) عبداللہ ابن مسعود (۷) حذیفہ الیمان
للہ ابن عمر (۹) انس بن مالک (۱۰) عمرو بن العاص۔

مندرجہ ذیل تابعین سے یہ حدیث مروی ہے۔

(۱) امام زین العابدین علی بن الحسین (۲) جناب امام محمد باقر (۳) اصبغ بن نباتہ الحنظلی (۴) جریر ضبی (۵) حارث بن عبداللہ الہمدانی (۶) سعد بن طریف الحنظلی (۷) سعید بن جبیر الاسدی (۸) سلمہ بن کہیل الحضرمی (۹) سلیمان بن مہران الاسدی (۱۰) عاصم بن حمزۃ السلولی الکوفی (۱۱) عبداللہ بن عثمان بن خثیم القاری (۱۲) عبدالرحمن بن عثمان (۱۳) عبداللہ بن عسیلۃ المرادی (۱۴) مجاہد بن جبر ابوالحجاج۔

تمام صحابہ رسول کو اس حدیث کا علم تھا اور سب کو اس پر اتفاق تھا۔ علامہ جمال الدین زرندی نے کتاب نظم درر السمطین میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے۔

فضیلۃ اخرے اعترف بہا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتھجوا۔ یعنی یہ وہ فضیلت ہے جس کے سب اصحاب رسول معترف تھے اور اس پر سب متفق تھے۔

شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں حدیث مدینۃ العلم کو حضرت ابن عباس سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

رواہ الزرندی وقال ھذہ فضیلۃ اعترف بہا الاصحاب وابتھجوا و سلکوا طریق الوفاق وانتھجوا۔

یعنے اس حدیث کو زرندی نے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ وہ فضیلت تھی جس کے سب اصحاب معترف تھے۔ اور سب اس پر متفق تھے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	امام علی رضا علیہ السلام	صفر ۲۰۳ھ	صحیفۃ الرضا ، ثبوت اس امر کا ہے کہ یہ صحیفہ آنجناب کی تالیف ہے بہت سے علماء نے اسکو تسلیم کیا ہے۔ شہردار دیلمی نے کتاب الفردوس میں امام رضا کی نسبت سے دیا ہے۔ ابو القاسم زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں ابو سعید عبد الکریم سمعانی نے کتاب الانساب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ محب الدین احمد الطبری نے صحیفۃ الرضا کو اپنی کتاب ریاض النضرۃ کا ماخذ قرار دیا ہے۔ انہوں نے ریاض النضرۃ و ذخائر العقبیٰ میں جا بجا اس سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی نے کتاب الاکتفا میں اس مسند کا حوالہ دیا ہے اور اس کو امام رضا سے نسبت دی ہے۔ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں اسکی تالیف کو تسلیم کیا ہے
۲	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع	۲۱۱	سندے از اسناد حاکم در مستدرک و سندے از اسناد ابن المغازلی در کتاب المناقب۔
۳	ابو ذکریا یحییٰ بن معین	۲۳۳	انہوں نے اس حدیث کی بہت توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں بترجمہ ابو الصلت عبد السلام بن صالح، علامہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ ابو الصلت، سیوطی نے جمع الجوامع میں، عبد الرؤف مناوی نے فیض القدیر میں، علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر نے روضۃ الندیہ میں، قاضی القضاۃ محمد بن علی الشوکانی نے فوائد مجموعہ میں لکھا ہے۔
۴	ابو محمد سوید بن سعید حدثانی	۲۴۰	ابن کثیر شامی نے اپنی تاریخ میں اور ذہبی نے میزان

	بث مدینۃ العلم	سنہ وفات	الاعتدال میں اس حدیث کے اسناد میں انکو لکھا ہے ابو محمد
			سوید مسلم و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں ۔
	ں	۲۴۱	علامہ ابن شہرآشوب نے کتاب مناقب آل ابیطالب میں، علامہ سبط ابن الجوزی نے تذکرۂ خواص الامۃ میں، نورالدین سمہودی نے جواہر العقدین میں، علامہ مناوی نے فیض القدیر میں، محمود قاری نے صراط السوی میں احمد حنبل کو اس حدیث کا راوی لکھا ہے۔
	عباد بن یعقوب الرواجنی	۲۵۰	اُنھوں نے اس حدیث کی توثیق کی ہے جیسا کہ تاریخ خطیب بغدادی و کفایت الطالب محمد ابن یوسف الکنجی میں درج ہے عباد بن یعقوب الرواجنی ترمذی، بخاری و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔
۷	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی۔	۲۷۹	ترمذی کی اس حدیث کی روایت کو مبارک ابن محمد المعروف ابن الاثیر نے جامع الاصول میں، محمد بن طلحہ نے مطالب السئول میں، ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں، سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں، فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب میں، حسین میبذی نے فواتح میں، امام غزالی نے اپنے رسالہ عقلیہ میں، محمد بن یوسف نے سبل الہدیٰ میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، میرزا مخدوم نے نواقض میں، شیخ بن عبداللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، محمود شیخانی قادری نے صراط سوی میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے اسماء رجال مشکوٰۃ میں، نورالدین شبراملسی نے تیسیر المطالب السنیہ میں، ابراہیم کردی کورانی نے نبراس میں، محمد بن

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			عبدالباقی زرقانی نے شرح موا … الصبان مصری نے اسعاف الراغ … ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی عبدالعلی مثنوی مولوی روم میں ذکر کیا ہے اور انکی توثیق کو بیان کیا ہے۔
۸	ابوعلی الحسین بن محمد بن عبدالرحمن البغدادی	۲۸۵	جیساکہ ابوعبداللہ الحاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔
۹	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق المعروف البزار	۲۹۲	جیساکہ ابراہیم بن حسن کردی نے نبراس میں، ابن حجر مکی نے صواعق میں، شیخ ابن عبداللہ العبدروس نے عقد نبوی میں، میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار میں اور مفتاح النجا میں، فاضل صبان مصری نے اسعاف الراغبین میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں ذکر کیا ہے۔
۱۰	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔	۳۱۰	جیسا علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں تحریر کیا ہے۔
۱۱	ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی	۳۱۲	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۲	محمد بن یعقوب بن یوسف المعروف اصم	۳۴۶	مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
۱۳	ابوالحسن محمد بن احمد القنطری	۳۴۸	" " "
۱۴	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی۔	۳۶۰	معجم کبیر و معجم اوسط۔ طبرانی کی اس روایت حدیث منزلت کا ذکر جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع اور قول جلی میں، علی متقی نے کنز العمال میں، میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار و مفتاح النجا میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں، مولوی ولی اللہ نے مرآۃ المومنین

	مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، شیخ بن عبداللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، ابراہیم کردی نے نبراس میں، حبان مصری نے اسعاف الراغبین میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف مسلول میں ذکر کیا ہے۔
	...ی بن اسمٰعیل القفال	۳۶۵	دیکھو مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
	...مد عبداللہ بن جعفر حبان المعروف ابو الشیخ۔	۳۶۹	کتاب السنۃ۔ نیز دیکھو مقاصد حسنہ سخاوی جواہر العقدین سمہودی۔ فیض القدیر مناوی اور شرح مواہب زرقانی۔
۱۷	ابو محمد عبداللہ بن محمد عثمان المعروف ابن سقا الواسطی	۳۷۳	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۸	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۵	کتاب المجالس۔
۱۹	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ	۳۷۹	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۲۰	ابو حفص عمر بن احمد البغدادی المعروف ابن شاہین۔	۳۸۵	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔
۲۱	ابو الحسن علی بن عمر بن محمد بن حسن	۳۸۶	کتاب اللئالی۔
۲۲	ابو عبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد العکبری۔	۳۸۷	دیکھو کتاب مناقب بن شہر آشوب۔
۲۳	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف حاکم۔	۴۰۵	مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۶ و ۱۲۷۔
۲۴	طراز المحدثین ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ۔	۴۱۰	مسند۔
۲۵	تاج المحدثین ابو نعیم احمد الاصبہانی	۴۳۰	حلیۃ الاولیاء۔ نیز دیکھو جمع الجوامع و قول جلی سیوطی۔ کتاب الاکتفاء ابراہیم وصابی۔ نزل الابرار و مفتاح النجا و میرزا محمد بدخشانی

۲۶	ابوالحسن احمد بن المظفر بن احمد	۴۴۱	دیکھو کتاب المناقب
۲۷	اقضی القضاۃ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المعروف ماوردی	۴۵۰	دیکھو مناقب ابن شہر
۲۸	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی	۴۵۸	دیکھو کتاب المناقب خطیب
۲۹	ابوغالب محمد بن احمد النحوی المعروف ابن بشران	۴۶۲	دیکھو کتاب المناقب ابن المغ
۳۰	ابوبکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی	۴۶۳	تاریخ بغداد۔ کتاب المتفق والمفترق
۳۱	ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر	۴۶۳	الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص ۲۰۵، ۴۷۴ و ۴۷۵
۳۲	ابومحمد حسن بن احمد بن موسیٰ الغندجانی	۴۶۷	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۳۳	ابوالحسن علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	کتاب المناقب۔
۳۴	ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔
۳۵	شیخ القضاۃ ابوعلی اسمٰعیل بن احمد	۵۰۷	دیکھو کتاب المناقب اخطب خوارزم۔
۳۶	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی	۵۰۹	فردوس الاخبار۔
۳۷	احمد بن محمد بن علی العاصمی		زین الفتیٰ شرح سورہ ہل اتی۔
۳۸	ابوالمجد مجدود بن آدم المعروف حکیم سنائی	۵۲۵	حدیقۃ الحقیقۃ والشریعۃ والطریقۃ۔
۳۹	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار	۵۵۸	مسند الفردوس۔
۴۰	عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی	۵۶۲	کتاب الانساب۔
۴۱	ابوالموید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب۔
۴۲	ابوالقاسم علی بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	بتصریح محمد بن یوسف بن محمد الکنجی در کفایت الطالب
۴۳	ابوالسعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۰۶	جامع الاصول
۴۴	شیخ فریدالدین محمد بن ابراہیم المعروف عطار	۶۱۷	مظہر العجائب۔
۴۵	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۳۰	اسدالغابہ۔

	حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
	بن علی بن محمد المعروف ابن العربی	۶۳۸	کتاب الدر المکنون والجواہر المصون
	ـن محمد بن محمود المعروف ابن النجار	۶۳۸	ذیل تاریخ بغداد۔
	ـل الدین ابو سالم محمد بن طلحہ	۶۵۲	در منظوم و مطالب السئول۔
	ـس الدین ابو المظفر یوسف المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ۔
۵۰	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی	۶۵۸	کفایت الطالب فی مناقب امیر المومنین علی بن ابیطالب
۵۱	شیخ عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام	۶۶۰	بتصریح شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل
۵۲	جلال الدین محمد بن محمد المعروف مولوی روم	۶۷۲	مثنوی
۵۳	ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی		اشعار عربی سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔
۵۴	محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری	۶۹۴	ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل السادس ص۱۹۳
۵۵	شیخ شرف الدین مصلح بن عبد اللہ سعدی	۶۹۱	اشعار ان اشعار کو نور الدین جعفر بدخشی نے خلاصۃ المناقب میں نقل کیا ہے۔
۵۶	سعید الدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹	شرح عربی قصیدہ تائیہ فارضیہ و شرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض۔
۵۷	احمد بن منصور الکازرونی		مفتاح الفتوح۔
۵۸	حسین بن محمد المعروف امیر حسینی	۷۲۸	نزہۃ الارواح۔
۵۹	صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
۶۰	نظام الدین اولیا	۷۲۵	بتصریح عبد الرحمن چشتی در مرآۃ الاسرار و سید محمد کرمانی در سیر الاولیاء
۶۱	جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن	۷۴۲	تہذیب الکمال۔
۶۲	جمال الدین محمد بن یوسف زرندی		نظم درر السمطین و معارج الوصول الی معرفۃ فضل

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	
			آل الرسول والبتول
٦٣	حافظ صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلائی علائی۔	٧٦١	بتصریح علامہ سخاوی در لآلی مصنوعہ، نور الدین محمد بن یوسف شامی در سبل الہدیٰ، عراق کنانی در تنزیہ الشریعت، محمد طاہر در تذکرہ، ملا علی قاری در مرقاۃ، عبد الرؤف در فیض القدیر، نور الدین شبراملسی در حاشیہ مواہب لدنیہ، مولوی حسن زمان در قول مستحسن اور علامہ زرکشی در کتاب احادیث مشتہرہ۔
٦٤	سید علی ہمدانی	٧٨٦	مودۃ القربیٰ مودۃ سابعہ، کتاب السبعین فی فضائل امیر المومنین۔ روضۃ الفردوس شرح قصیدہ ہمزیہ فارضیہ موسوم بمشارب الاذواق در شرح شعر لہا البدر کاس وھی شمس تدیرھا ھلال وکم یبدو اذا مزجت نجم
٦٥	نور الدین جعفر بن سالار البدخشانی المعروف امیر ملا۔		خلاصۃ المناقب۔
٦٦	بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زرکشی	٧٩٤	بتصریح عبد الرؤف مناوی در فیض القدیر، مولوی حسن زمان در قول مستحسن، سیوطی در درر منتشرہ، ملا علی قاری در مرقاۃ۔
٦٧	فخر الدین عبد الرحمن بن عبد الرزاق بن ابراہیم بن مکانس القبطی		بتصریح تقی الدین ابو بکر علی المعروف ابن حجۃ الحموی در خزانۃ الادب

	ہمن حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
	ین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ الدمیری	۷۰۸	حیوٰۃ الحیوان الجزء الاول ص۵۵
	ن یعقوب بن محمد الشیرازی فیروزآبادی	۸۱۷	نقد الصحیح۔
	ین محمد البجردی		کتاب اسماء النبی وخلفاء الاربعہ
	ن اعور واسطی		رسالہ تصنیف خود۔
	مس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری	۸۳۳	اسنی المطالب ص۱۳۔
۷۳	شیخ زین الدین ابوبکر محمد بن محمد علی الخوافی	۸۳۵	بتصریح شہاب الدین در توضیح الدلائل
۷۴	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۸۴۹	ہدایۃ السعداء
۷۵	شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	تہذیب التہذیب، لسان المیزان۔
۷۶	شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل۔
۷۷	نورالدین علی بن محمد بن احمد المعروف ابن صباغ	۸۵۵	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔
۷۸	عبدالرحمن بن محمد بن علی البسطامی	۸۷۱	درۃ المعارف الالٰہیہ فی الاسرار الحرفیہ۔
۷۹	شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی اللاہیجی		مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز
۸۰	شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن السخاوی۔	۹۰۲	مقاصد حسنہ۔
۸۱	حسین بن علی الکاشفی المعروف بہ واعظ البیہقی	۹۱۰	روضۃ الشہداء۔
۸۲	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی۔	۹۱۱	قول جلی فی فضائل علی، جمع الجوامع۔ جامع صغیر، درر المنتشرہ، تاریخ الخلفاء، نکت بدیعات قوت المقتذی علی جامع الترمذی، رسالہ فہرس
۸۳	نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی	۹۱۱	جواہر العقدین فی فضل الشرفین۔ العلم الجلی و النسب العلی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ
۸۴	عزالدین عبدالعزیز بن عمر المعروف ابن فہد الہاشمی	۹۱۲	غایۃ المرام باخبار
۸۵	فضل اللہ بن روزبہان بن فضل	۹۱۳	رسالہ در جواب قول ما
۸۶	شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی	۹۲۳	مواہب لدنیہ۔
۸۷	جلال الدین محمد اسعد الصدیقی	۹۲۸	شرح رسالہ زورا۔
۸۸	قاضی کمال الدین حسین المیبذی		فواتح شرح دیوان حضرت علی۔
۸۹	حاجی عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد	۹۳۲	تفسیر انوری بتفسیر آیۂ قل لا اسئلکم
۹۰	غیاث الدین بن ہمام الدین خواند امیر	۹۴۳	خطبہ کتاب حبیب السیر۔
۹۱	محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲	سبل الہدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد۔
۹۲	شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۶۳	تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الشنیعہ۔
۹۳	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی	۹۷۳	صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث التاسع ص ۷۳۔
۹۴	علی بن حسام الدین المعروف متقی	۹۷۵	کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۰۔ ص ۴۰۱ حدیث ۶۰۹۹ و ۶۱۰۰ و ۶۱۰۱۔
۹۵	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی		کتاب الاکتفار
۹۶	محمد طاہر گجراتی۔	۹۸۶	تذکرۃ الموضوعات۔
۹۷	عباس بن معین الدین عرف میر المخدوم جہانی	۹۸۹	نواقض الروافض
۹۸	شیخ ابن عبداللہ العیدروس	۹۹۰	عقد نبوی و سر مصطفوی۔
۹۹	جمال الدین عطاء اللہ المعروف جمال الدین محدث	۱۰۰۰	کتاب الاربعین۔ روضۃ الاحباب
۱۰۰	ابو العصمت محمد معصوم بابا سمرقندی		رسالہ فصول اربعہ۔
۱۰۱	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری	۱۰۱۴	شرح فقہ اکبر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
۱۰۲	عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی	۱۰۳۱	فیض القدیر شرح جامع صغیر کنوز الحقائق۔

نمبر	شہر مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			رسالہ عقائد۔
	الاندلسی	۱۰۴۱	نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب۔
	ں بن محمد باکثیر	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
	ن علی الشیخانی		صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
	ثی دہلوی	۱۰۵۲	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۶۹
	مد بن سید جلال ہ بخاری		تذکرۃ الابرار
	اللہ دیا بن عبد الرحیم۔		سیرۃ الاقطاب۔
	عبد الرحمٰن بن عبد الرسول بن قاسم الچشتی		مرآۃ الاسرار بترجمہ جناب امیر المومنین۔
۱۱۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبد اللہ بن علوی الجفری	۱۰۶۳	اللغیقہ لسادات مشائخ الطریقۃ العلویہ۔
۱۱۲	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی		سراج منیر شرح جامع صغیر۔
۱۱۳	ابو الضیا نور الدین علی بن علی الشبراملسی	۱۰۸۷	تیسیر المطالب السنیہ بکشف اسرار المواہب اللدنیہ۔
۱۱۴	شیخ تاج الدین سنبھلی		اشغال نقشبندیہ
۱۱۵	ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی۔	۱۱۰۱	نبراس لکشف الالتباس الواقع فی الاساس۔
۱۱۶	اسمعیل بن سلیمان الکردی البصری		جلاء النظر فی دفع شبہات ابن حجر۔
۱۱۷	محمد بن عبد الباقی بن یوسف الازہری الزرقانی		شرح مواہب اللدنیہ۔
۱۱۸	سالم بن عبد اللہ بن سالم البصری		امداد بمعرفۃ علو الاسناد۔
۱۱۹	محمد بن عبد الرسول البرزنجی المدنی	۱۱۳۰	رسالۃ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ۔
۱۲۰	میرزا محمد بن معتمد خان		نزل الابرار ص۳۹، مفتاح النجار
۱۲۱	صدر عالم		معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ۔
۱۲۲	شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶	ازالۃ الخفاء، قرۃ العینین فی فضائل امیر المومنین
۱۲۳	محمد معین بن امین سندھی		دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب۔
۱۲۴	شیخ محمد حفنی بن سالم۔	۱۱۸۱	حاشیہ بر جامع صغیر۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ
۱۲۵	محمد بن صلاح الامیر		روضۃ الندیہ فی شرح
۱۲۶	محمد بن علی الصبان		اسعاف الراغبین برحاشیہ
۱۲۷	شیخ سلیمان جمل		کتاب الفتوحات الاحمدیہ
۱۲۸	قمر الدین حسینی اورنگ آبادی	۱۱۹۳	نور الکریمتین۔
۱۲۹	شہاب الدین احمد بن عبد القادر العجیلی		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۱۳۰	محمد مبین بن محب اللہ	۱۲۲۵	وسیلۃ النجاۃ۔
۱۳۱	ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	سیف مسلول۔
۱۳۲	شاہ عبد العزیز صاحب محدث	۱۲۳۹	مجموعہ فتاوے، رسالہ در اعتقادات و الدخود
۱۳۳	شیخ جواد ساباط بن ابراہیم		براہین ساباطیہ برہان سابع مقالہ ثالثہ۔
۱۳۴	عمر بن احمد الخرپوتی الحنفی		عقیدۃ الشہدہ فی شرح قصیدۃ البردہ شرح شعر فاق النبیین فی خلق و فی خلق ولم یدانوہ فی علم و لا کرم
۱۳۵	قاضی محمد بن علی الشوکانی الصنعانی	۱۲۵۰	کتاب الفوائد المجموعہ
۱۳۶	محمد رشید الدین خان		ایضاح لطافۃ المقال
۱۳۷	جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن [illegible] العلی المعروف مرزا حسن علی		تفریح الاحباب بمناقب الآل و الاصحاب ص ۳۴۸ و ۳۵۰
۱۳۸	نور الدین بن اسمعیل السلمانی	۱۲۷۰	در یتیم
۱۳۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ		مرآۃ المومنین۔
۱۴۰	شہاب الدین محمود بن عبد اللہ البغدادی		تفسیر روح المعانی
۱۴۱	سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلان البلخی	۱۲۷۰	ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ ہجری الباب الرابع عشر ص ۶۵ و ۷۲ و ۷۱۔
۱۴۲	سلامت اللہ بدایونی		معرکۃ الآرا۔

ث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
		قول مستحسن فی فخر الحسن۔
ننتی		نفع قوت المغتذی علی صحیح الترمذی۔
دمشقی	۷۷۳	البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص۳۵۸ و ۳۵۹
بن اسمٰعیل النبہانی		الشرف المؤبد ص۱۱۱

یہ نقشہ ہم نے کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد خامس حدیث مدینۃ العلم سے مفصل سے مرتب کیا ہے۔ جن کتابوں کا حوالہ اس میں درج ہے ان میں سے کچھ تو ہمارے اپنے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور وہ سب کی سب آیۃ اللہ فی العالمین حجت اللہ علی الجاحدین ناصر الملۃ والدین جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کے کتب خانہ واقعہ بلدہ لکھنؤ میں موجود ہیں۔ ہم نے حوالے بھی بتائے کتابوں کے نام بھی شائع کر دیئے۔ جہاں سے وہ کتابیں مل سکتی ہیں وہ پتہ بھی بتا دیا متلاشیان حق کے جو حقوق ہم پر تھے اُن سے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں سبکدوش کر دیا۔ اب یہ صرف جویندگان حق کا فرض ہے کہ حق کو پہچانیں اور اُس کو قبول کریں۔

جیسا کہ صاحب عبقات الانوار تحریر فرماتے ہیں اس حدیث مدینۃ العلم کو حضرت علی کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے:۔

سوید بن سعید، احمد بن محمد بن حنبل، عباد بن یعقوب، ترمذی، ابوبکر باغندی، محمد ابن المظفر بغدادی۔ ابن شاذان، الحاکم، ابن مردویہ، ابونعیم، ابن بشران، ابن مغازلی، احمد بن محمد عاصمی۔ مجد الدین ابن الاثیر جزری، ابن النجار، سبط ابن الجوزی، محمد بن یوسف گنجی، محب الدین طبری، شہاب الدین احمد، جلال الدین سیوطی، نور الدین سمہودی، ابن حجر مکی، علی متقی، ابراہیم وصابی، شیخ بن عبد اللہ العیدروس، احمد مکی شیخانی قادری، عبد الحق دہلوی، ابراہیم کردی۔ مرزا محمد بدخشانی، شیخ صبان مصری

عبدالقادر عجیلی، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، نورالدین سلیمانی سلیمان ابن ابراہیم البلخی۔

امام حسین علیہ السلام کی سند سے سلیمان بن ابراہیم عن ابی سعید بیان کیا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی سند سے ابن مردویہ، ابن بشران ابن النجار اور سلیمان بن ابراہیم البلخی نے روایت کیا ہے۔

عبداللہ ابن عباس کی سند سے مندرجہ ذیل علماء و محدثین نے روایت کیا ہے:۔

یحییٰ ابن معین، ابن فہم بغدادی، ابوالعباس اصم، ابن تمیم قنطری، ابن جریر طبری، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ اصبہانی، حاکم نیساپوری، ابن مردویہ، ابوبکر بیہقی خطیب بغدادی، ابن عبدالبر قرطبی، ابن المغازلی، ابوعلی بیہقی، عاصمی، اخطب خوارزم عزالدین ابن الاثیر الجزری۔ محمد بن یوسف گنجی، صدرالدین حموی۔ ابوالحجاج مزی، جمال الدین زرندی، صلاح الدین علائی۔ مجدالدین فیروز آبادی شمس الدین الجزری، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی۔ نورالدین سمہودی۔ علی المتقی، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف مناوی، علی عزیزی، میرزا محمد بدخشانی، صدر عالم، شاہ ولی اللہ دہلوی، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، نورالدین سلیمانی، سلیمان بلخی۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے:۔

عبدالرزاق صنعانی، ابوبکر بزار، ابوالقاسم طبرانی، قفال شاشی، ابن المستا حاکم نیساپوری، ابوالحسن العطار شافعی، خطیب بغدادی، ابومحمد غندجانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، شہردار دیلمی، ابن عساکر، ابوعبداللہ گنجی، علی ہمدانی، شمس الدین جزری، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی، نورالدین سمہودی عبدالوہاب بخاری، ابن حجر عسقلانی، علی متقی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف

براہیم کردی، میرزا محمد بدخشانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، فاضل
بین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی حسن علی محدث۔

بن مسعود سے سید علی ہمدانی و سلیمان بن ابراہیم نے حذیفہ بن الیمان سے
م نے نقلاً عن ابن المغازلی، انس بن مالک سے سید علی ہمدانی و سلیمان ابراہیم
بن العاص سے ابوالمؤید اخطب خوارزم نے، امام زین العابدین علی بن الحسین کی سند
ابن المغازلی، عاصمی، ابن النجار، اور سلیمان بن ابراہیم بلخی نے امام محمد باقر علی بن الحسین
ی سند سے ابن بشران، ابن المغازلی، عاصمی، ابن النجار و سلیمان بن ابراہیم بلخی نے روایت
کیا ہے اور عبداللہ بن عمر کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے۔
ابوالقاسم طبرانی، حاکم نیسابوری، ابن حجر مکی، عبدروس، میرزا محمد بدخشانی
فاضل صبان مصری، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی اور
سلیمان بن ابراہیم بلخی۔

اصبغ بن نباتہ الحنظلی کی سند سے ابن شاذان و جلال الدین سیوطی نے
جریر ضبی کی سند سے ابوبکر باغندی، ابن المظفر و ابن المغازلی نے، حارث
بن عبداللہ کی سند سے عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور محمد بن یوسف
گنجی نے، سعد بن طریف الحنظلی کی سند سے ابن شاذان و جلال الدین سیوطی نے
سعید بن جبیر الاسدی کی روایت سے سلیمان بن ابراہیم بلخی نے نقلاً عن الحموی اور
سلمہ بن کہیل الحضرمی کی روایت سے سوید بن سعید، احمد حنبل اور سبط ابن
الجوزی نے نقل کیا ہے سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش کی سند سے
یحییٰ بن معین، ابن فہم بغدادی۔ اصم نیسابوری۔ ابن تیم قنطری، ابن جریر طبری، حاکم
نیسابوری، طبرانی، ابوبکر بیہقی، عاصمی، اخطب خوارزم، عزالدین ابن الاثیر،
ابوعبداللہ گنجی، صدرالدین حموی، صلاح الدین علائی، مجدالدین فیروزآبادی
شمس الدین جزری، اور جلال الدین سیوطی نے روایت کیا ہے عاصم بن
ضمرہ کی روایت کو عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور ابوعبداللہ گنجی

نے، عبداللہ بن غسیلۃ المرادی کی روایت کو سوید بن سعید
اور سبط ابن الجوزی نے، اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم
صنعانی، قفال شاشی، ابن السقار، حاکم نیسابوری، ابوا
بغدادی، ابو محمد غندجانی، ابن المغازلی، ابن عساکر، ابو
ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے۔ مجاہد بن جبیر ابو الحجاج کی
علماء نے بیان کیا ہے۔ جنھوں نے اعمش کی روایت کا ذکر کیا۔

اب ہم چند مشہور و معروف علماء و محدثین کی کتابوں سے کچھ ع
نقل کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل گروہ اہل حکومت کے چار اماموں میں
امام ہیں۔ انہوں نے بہت زور کے ساتھ اس حدیث کی توثیق و تصدیق کی
چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں:۔

احمد فی الفضائل ثنا ابراهیم بن عبد الله ثنا محمد بن عبد الله الرومی ثنا شریك عن سلمة بن كهیل عن الصنابحی عن علی قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلیٌّ بابها۔	احمد نے فضائل میں ابراہیم بن عبداللہ سے روایت کی ہے (راسلسلۂ راویان عربی میں ہیں)
	حضرت علی فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۹

نور الدین سمہودی نے جواہر العقدین میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد
لکھا ہے۔ رواہ احمد فی الفضائل عن علی رضی اللہ عنہ یعنی حدیث مدینۃ العلم
کو امام احمد نے فضائل میں علی سے روایت کیا ہے۔ اسیطرح علامہ مناوی نے فیض
القدیر میں اور محمود قادری نے صراط سوی میں اس حدیث کو امام احمد کے حوالہ سے لکھا
ہے۔ علامہ ابن شہر آشوب جنکی عظمت و صداقت و عدالت و ثقاہت دانی بالوفیات
صلاح الدین صفدی و بلغہ مجد الدین فیروز آبادی و لسان المیزان

بغیۃ الوعاۃ جلال الدین سیوطی اور طبقات المفسرین شمس الدین ... ہویدا ہو۔ اپنی کتاب **مناقب آل ابیطالب** میں تحریر فرماتے ہیں

...علیہ السلام بالاجماع ... العلم وعلیٌّ بابُھا ... دَ العِلمَ فلیات الباب ...حسا من ثمانیۃ طرقٍ۔	جناب رسولخدا نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنیکا ارادہ رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اسکو احمد حنبل نے آٹھ طریقوں سے روایت کیا ہے

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی نے اپنی کتاب **سنن** میں حدیث ... العلم کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ چنانچہ **ابن الاثیر جزری جامع الاصول** میں لکھتے ہیں:-

عن علیٍّ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا اخرجہ الترمذی۔	حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد بن طلحۃ الشافعی مطالب السئول:-

ولم یزل علی علیہ السلام بملازمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یزیدہ اللہ تعالیٰ علماً حتی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابھا۔ فیما نقلہ الترمذی فی صحیحہ بسندہ عنہ۔	جناب علی علیہ السلام ہمیشہ جناب رسولخدا کی تربیت میں رہے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے اُنکے علم میں زیادتی کی۔ یہانتک کہ جناب رسولخدا نے فرمایا جیسا کہ ترمذی نے اپنی صحیح میں اسناد کے ساتھ علی سے روایت کیا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے:-

واخرج الترمذی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا۔ ھذا حدیث حسن علی الصواب	یعنی ترمذی و حاکم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث صحیح و حسن ہے

ترمذی کی تخریج حدیث مدینۃ العلم کو ابن تیمیہ نے منہاج، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر مکی نے، مخدوم نے نواقض میں، شیخ بن عبداللہ العیدروس میر محمد شیخانی قادری نے صراط سوی میں، شیخ عبدالحق د مشکوۃ میں، نورالدین شبر الملسی نے تیسیر المطالب میں، محمد بن اسعاف الراغبین میں، عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی بحرالعلوم نے شرح مثنوی مولوی روم میں بیان کیا ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے حدیث مدینۃ العلم کو حضرت علی و حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

وقال ابن جرير هذا خبر صحيح و قد يجب ان يكون هذا على مذهب الآخرين سقيماً غير صحيح لعلتين احدهما انه خبر لا يعرف له مخرج عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم الا من هذا الوجه والآخر ان سلمه بن كهيل عندهم ممن لا يثبت بنقله حجة وقد وافق علياً في رواية هذا الخبر عن النبي صلى الله عليه وسلم غيره ثنا محمد بن ابراهيم المرادي ثنا عبدالسلام بن صالح الهروي ثنا ابومعاويه عن الاعمش

ابن جریر کہتا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ جسکی تمام اسناد صحیح ہیں ممکن ہے کہ کوئی شخص متاخرین میں سے اس حدیث پر ان دو بحثوں کے ساتھ اعتراض کرے۔ اول یہ ہے کہ حضرت علی کا اس حدیث کو جناب رسولخدا سے روایت کرنا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں پایا جاتا۔ دوسرے یہ کہ اس کے راویان میں سے ایک سلمہ بن کہیل ہے جسکا نقل کرنا حجت نہیں ہو سکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرق سے حضرت علی سے مروی ہے۔ اور حضرت علی کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے چنانچہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم نے

(اسمائے رواۃ عربی میں ملاحظہ ہوں)

بن عباس قال
لی اللہ علیہ
علم وعلیؑ بابھا
یاتھا من بابھا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول
خدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں
پس جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اور علم حاصل
کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اسکے دروازے سے داخل ہو

م سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی نے حدیث مدینۃ العلم کو ابن
برابن عبداللہ و عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ **معجم کبیر**
تے ہیں:-

ما حسن بن علی المعمری ومحمد
بن علی الصائغی قال ثنا ابوالصلت
عبدالسلام بن صالح الھروی
ثنا ابومعاویہ عن الاعمش عن
مجاھد عن ابن عباس قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد
العلم فلیاتہ من بابہ۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھیں)

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں پس جو
شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ دروازے
پر آئے اور دروازہ کے ذریعے سے اسمیں داخل ہو

ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی نے
حدیث مدینۃ العلم کو متعدد طرق سے اپنی کتاب **المناقب** میں لکھا ہے۔ چنانچہ
وہ لکھتے ہیں:-

حدثنا ابراھیم بن عبدالرحمن
قال حدثنا محمد بن عبدالرحیم
الھروی بالرملۃ قال حدثنا
ابوالصلت الھروی عبدالسلام
بن صالح قال حدثنا ابومعاویہ

(اسمائے راویان عربی عبارت میں ملاحظہ ہوں)

عن الاعمش عن مجاھد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیأت من بابہ....

ابن عباس سے مروی ہے کہ کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے....

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم اخبرنا ابو الحسن احمد بن المظفر بن احمد العطار الفقیہ الشافعی رحمہ اللہ بقرائتی علیہ فاقر بہ سنۃ اربع وثلاثین و اربعمائۃ قلت لہ اخبرکم ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عثمان المزنی الملقب بابن السقاء الحافظ الواسطی رحمہ اللہ نا عمر بن الحسن الصیرفی رحمہ اللہ نا احمد بن عبد اللہ بن یزید نا عبد الرزاق قال انا سفیان الثوری عن عبد اللہ بن عثمان عن عبد الرحمان بن بھمان عن جابر بن عبد اللہ قال اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعضد علی فقال ھذا امیر البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ ومخذول من خذلہ ثم

جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی کا بازو پکڑ کر کہا کہ یہ نیک آدمیوں کا سردار ہے کفار کا قاتل ہے۔ وہ شخص فتحمند ہے جس نے اسکی نصرت کی اور وہ شخص ذلیل و خوار ہوا جس نے اسکو چھوڑ دیا۔

نامدینۃ العلم
لعلم فلیات الباب
محمد بن احمد
رح رحمہ اللہ تعالیٰ
مد بن ابراھیم بن الحسن
ن نا محمد بن حمید
ی انا ابوجعفر محمد بن عثمان
بن عطیہ نا عبد السلام بن صالح
الھروی نا ابومعاویہ عن الاعمش

پھر آواز بلند کرکے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور
علی اسکا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے
اُسے چاہیئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے

عن مجاھد عن ابن عباس قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن
اراد العلم فلیات الباب ..... اخبرنا
محمد بن احمد بن عثمان نا ابوالحسین
محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ
الحافظ البغدادی نا الباغندی محمد
بن محمد بن سلیمان نا محمد بن
مصفا نا حفص بن عمر العدنی نا علی

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب
رسولخدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا
دروازہ ہے، جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے
اُسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔

بن عمر عن ابیہ عن جریر عن علی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ولا توتی
البیوت الا من ابوابھا۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ جناب
رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ میں شہر علم ہوں
اور علی اس کا دروازہ ہے اور گھروں کے اندر
لوگ دروازے ہی کے ذریعہ سے آیا کرتے ہیں

اخبرنا ابومنصور زید بن طاھر

ابن عباس سے دیگر اسناد سے مروی
ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں شہر علم کا ہوں

بن سیار البصری قدم علینا واسطا
نا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نا
احمد بن عبید اللہ نا بکر بن احمد
بن مقبل نا محمد بن الحسن بن
العباس نا عبد السلام بن صالح
نا ابو معاویہ عن الاعمش عن مجاھد
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم و علیٌّ
بابھا فمن اراد العلم فلیأت الباب

اخبرنا ابو القاسم فضل بن محمد
بن عبد اللہ الاصفہانی قدم علینا
واسطا املاء فی جامعنا فی شہر
رمضان من سنۃ اربع وثلاثین و
اربعمائۃ انا ابو سعید محمد بن موسیٰ بن
الفضل بن شاذان الصیدلانی بنیسابور
انا ابو العباس محمد بن یعقوب
الاصم نا محمد بن عبد الرحیم
الھروی نا عبد السلام بن صالح
نا ابو معاویہ بن الاعمش عن مجاھد
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ
العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیأت
الباب۔

اور علی اس کا دروازہ۔
چاہتا ہے وہ دروازے
جابر ابن عبداللہ سے
ہے وہ کہتے ہیں کہ روز حدیبیہ
رسولخدا کو کہتے ہوئے سنا در انحالیکہ
علی کا بازو پکڑے ہوئے تھے کہ یہ شخص
آدمیوں کا سردار ہے۔ فاجروں کا قاتل
ہے۔ وہ شخص فتحمند ہوا جس نے اسکی نصرت
کی۔ اور وہ شخص ذلیل و خوار ہے جس نے
اُسے چھوڑا۔ پھر آپ نے آواز اونچی کرکے
فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ
ہے پس جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے
چاہیئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے۔

حضرت امام جعفر صادق اپنے آباؤ
اجداد کی اسناد سے حضرت علی سے روایت
کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ
اے علی میں شہر علم ہوں اور تو اس کا دروازہ
ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ شہر
کے اندر دروازے کے علاوہ کسی اور
ذریعہ سے بھی آ سکتے ہیں۔

نوٹ۔ اصلی عبارت میں حضرت عبداللہ
ابن عباس سے یہ حدیث چار طرق کے ساتھ
مروی ہے۔ ہم نے ترجمہ میں صرف ایک جگہ ترجمہ کیا ہے

ن احمد بن موسے کیا ہی۔ جابر ابن عبداللہ سے دو طرق سے اور

ابن محمد بن حضرت علی سے دو طرق سے مروی ہے۔

ن نا علی بن محمد المقری نا محمد بن عیسیٰ بن شعبۃ البزار

عبداللہ بن یزید المؤدب نا عبد الرزاق انا معمر عن عبداللہ

ن عبد الرحمٰن قال سمعت جابر بن عبد اللہ الانصاری یقول سمعت

اللہ صلی اللہ علیہ یقول یوم الحدیبیہ وھو اخذ بضبع علی ابن ابیطالب

ین امیر البررۃ وقاتل الفجرۃ منصورٌ من نصرہٗ مخذولٌ من خذلہ ثم

مد صوتہ فقال انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب

اخبرنا ابو غالب محمد بن احمد بن سھل النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ فیما

اذن لی فی روایتہ عنہ ان ابا طاھر ابراھیم بن عمر بن یحیی حدثھم نا

محمد بن عبید اللہ بن محمد بن عبید اللہ بن المطلب نا احمد بن

محمد بن عیسیٰ سنۃ عشر وثلثمأتہ نا محمد بن عبد اللہ بن عمر بن مسلم

اللاحقی الصفار بالبصرہ سنۃ اربع واربعین ومائتین نا ابو الحسن علی بن

موسی الرضا قال حدثنی ابی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علی

بن الحسین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انا مدینۃ العلم وانت الباب کذب من زعم

ان یصل الی المدینۃ الا من قبل الباب۔

شیخ فریدالدین عطار اپنی کتاب مظہر العجائب میں لکھتے ہیں:۔

زو تو ترکِ مذہب و دینت بکن … یا تو گفتِ مصطفےٰ را گوش کن

نے محمد گفت بابِ علم اوست … انما در شانِ حیدر خود نکوست

ہیچ میدانی کہ معجز آن کیست … ویں ہمہ شرح و ثنا در شانِ کیست

کہ نہادہ پائے بر کتفِ رسول … مصطفےٰ کردہ چو معراجش قبول

کہ بُدے خود تاجدارِ انما … کہ بُدے در ملکِ معنی ھل اتی

کیست باب علم از گفتِ رسول　　　خود کرا بود راست

حضرت نظام الدین اولیار نے اس حدیث کی تو
میں بہت اچھی طرح کی ہے۔ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیہ
سلطان المشائخ حضرت نظام الدین نقل کئے ہیں۔ اُن سے
نقل کرتے ہیں:۔

او باوصاف بذل وعطا و رزم و وغا و فقر و صفا میانِ صحابہ کرام ممتاز بود
بقوت وشوکت از حضرت عزت بخطاب اسد اللہ الغالب مخاطب گشت و
بکثرتِ علم از جملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم بقول حضرت رسالت پناہ انا
مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا مخصوص گشت ولہذا قول عمر بن الخطاب
لولا علیؓ لہلک عمر۔

جناب رسول خدا نے حضرت علی کی شان اعلمیت کو تاکید کے ساتھ مختلف
الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مدینۃ العلم کی مویدات دیگر احادیث
ہیں (۱) انا دار الحکمۃ وعلیؓ بابہا (۲) انا مدینۃ الحکمۃ وعلیؓ بابہا (۳)
انا دار العلم وعلی بابہا (۴) انا میزان العلم وعلی کفتاہ (۵) انا مدینۃ
الفقہ وعلی بابہا (۶) فھو باب مدینۃ علمی (۷) عیبۃ علمی وبابی الذی اوتی
منہ (۸) انت باب اللہ (۹) علیؓ باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی۔
صرف حدیث مدینۃ العلم ہی استخلاف جناب امیر علیہ السلام کو ثابت کرنے
کے لئے کافی ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ امور ذیل کی طرف منعطف کراتے ہیں:۔
(۱) جناب رسول خدا امی تھے یعنی کسی آدمی سے آپ نے کسی قسم کا علم حاصل
نہیں کیا تھا۔ پھر آپ یہ دعوٰے فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ
علم مشتمل بر اسرار ربانیہ و معارف صمدانیہ تھا جو براہ راست بارگاہ احدیت سے
عطا ہوا تھا۔ غیرت خداوندی نے گوارا نہ کیا کہ اسکے رسول کا کوئی انسان استاد بنے
لہذا منشار ربانی ہوئی کہ استاد ازل ہی خود اپنے درسگاہ خاص میں اپنے محبوب

ہی وہ علم تھا کہ جس کے وارث وحیتار علی ابن ابیطالب مقرر کئے
ت کا جزو خاص تھا۔لہذا جانشین نبی ہی اس کا وارث ہو سکتا
۔یہ ہی وہ علم تھا جس کا ذکر آیۂ کریمہ عن عندہ علم الکتاب میں
ن طرف قصہ طالوت میں ان الفاظ کے ساتھ معترضین پر حجت تمام
ہ ہے۔زادہ بسطۃ فی العلم۔یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے آدم کا حق خلافت
بت کیا گیا اور ملائکہ کو قائل کیا گیا۔یہ وہ علم تھا جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے
عطا ہوتا ہے اور محض انبیاء یا خلفاء انبیاء ہی کو عطا ہوتا ہے۔آیات ذیل ملاحظہ ہوں
وعلمناہ من لدنا علما۔ ولقد آتینا داؤد وسلیمٰن علما۔ وکلا آتیناہ حکما
وعلما۔ وآتیناہ حکما وعلما۔ ولوطا آتیناہ حکما وعلما۔یہی وہ علم تھا جس کی وجہ
سے خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ کو حکم دیا کہ قرآن شریف کا صحیح علم حاصل کرنے کے
لئے الراسخون فی العلم کی طرف رجوع کرو اور اس حکم ہی کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا
نے اپنی امت سے کہا کہ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو باب مدینہ علم نبی کی خدمت میں
آؤ یہ علم کہیں اور نہیں مل سکتا۔

(۲) کمال علم منتج ہوتا ہے کمال عصمت پر۔اس پر ہم مفصل بحث ابھی ابھی
عنوان عصمت کے تحت میں کرینگے۔جناب رسول خدا معصوم تھے معصوم کا جانشین
معصوم ہی ہونا چاہئے۔غیر معصوم تو بہت ناموزوں پیوند ہوگا۔جو ہمیشہ جھلی کہاتا رہیگا۔

(۳) اس علمیت کی وجہ سے جناب امیر کی افضلیت تمام صحابہ کے اوپر
ثابت ہے جیسا کہ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیاء میں اور شہاب الدین احمد نے
توضیح الدلائل میں تحریر کیا ہے۔اور حضرت عمر کے قول لولا علی لہلک عمر کا حوالہ
دیا ہے۔سید محمد کرمانی کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔توضیح الدلائل کی عبارت
یہ ہے۔والصحابۃ کلہم یراجعونہ مہما اشکل علیہم ولا یسبقونہ ومن ھذا
المعنی قال عمر لولا علی لہلک عمر یعنی تمام صحابہ حضرت علی کی طرف بوجہ ان کے
وفور علم کے اپنی اپنی مشکلوں میں رجوع کیا کرتے تھے اور کبھی ان پر سبقت نہیں کرتے

تھے چنانچہ حضرت عمر کہا کرتے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جا
ہمارے خیال میں تو اس موضوع پر زیادہ بحث کرنی
ملائکہ سے جیساکہ قرآن شریف میں درج ہے اچھی طرح ثابت
محض علم ہی ہے۔ فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں تفسیر آیہ
کلھا لکھتے ہیں: المسئلۃ السادسۃ ہذہ الآیۃ دالۃ علی فضل ا
ما اظہر کمال حکمتہ فی خلقہ آدم علیہ السلام الا بان اظہر
وجود شیئ اشرف من العلم لکان من الواجب اظہار فضلہ بذلک الشی
یعنی چھٹا مسئلہ۔ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ۔
خلقت آدم میں اپنی حکمت کا کمال محض علم سے ظاہر کیا۔ اگر علم سے بہتر کسی اور شے
کا وجود ممکن ہوتا تو واجب تھا کہ آدم کے فضل کا اظہار اس شے سے کیا جاتا نہ کہ علم سے۔
(۴) قرآن شریف سے بہت اچھی طرح ظاہر ہے کہ خلافت کیلئے علم شرط
ہے۔ حضرت آدم و طالوت اور حضرت داؤد کے قصوں پر جو قرآن شریف میں مذکور
ہیں۔ غور کرو۔ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں در تفسیر آیہ واذ قلنا للملائکۃ
اسجدوا لآدم کہتے ہیں:۔

واعلم ان ہذہ الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ
علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیہا .... وان آدم افضل من ہؤلاء
الملائکۃ لانہ اعلم منہم والاعلم افضل لقولہ تعالیٰ۔ قل ہل یستوی الذین
یعلمون والذین لا یعلمون۔ ترجمہ۔ یہ آیات انسان کے شرف اور علم کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں اور ان سے
اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ علم افضل ہے عبادت سے اور خلافت کیلئے ایک شرط ہے۔ بلکہ اسکا رکن
ہے۔ ... ظاہر ہوا کہ حضرت آدم ان ملائکہ سے افضل تھے۔ کیونکہ اُنسے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور
ثابت ہوا کہ ہمیشہ زیادہ علم رکھنے والا افضل ہوتا ہے چنانچہ قول خداوندی ہے کہ کہدے اے
رسول کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں مساوی ہیں اُنسے جو علم نہیں رکھتے۔
اسی کلیہ کی توثیق کے لئے ملاحظہ ہو:۔

ج منیر — علی بن محمد ابراہیم ہمائی: تبصیر الرحمٰن

ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کا واقعہ

بوالحسن محمد بن عبداللہ الکسائی قصص الانبیاء میں

یفۃ التی فیہا آیۃ
ھب فلما اتت علی سلیمان
شرون سنۃ نزل جبرئیل
یہ السلام معہ صحیفۃ من ذھب
فقال یا داؤد ان اللہ تعالیٰ یقرئک
السلام من دار السلام ویقول لک
اجمع اولادک واقراء علیھم ما فی
ھذہ الصحیفۃ من المسائل فمن
اجابک عنہا فھو الخلیفۃ من بعدک
قال فدعا داؤد علیہ السلام
باولادہ وکان سلیمان اصغرھم و
اغزرھم علماً واخبر داؤد علیہ السلام
اولادہ ان جبرئیل علیہ السلام اخبرہ
عن اللہ تعالیٰ ان من عرف تفسیر
ھذہ المسائل فھو الخلیفۃ من بعدی
ثم قرأ علیھم المسائل فلم یکن فیھم
من یعرف تفسیرھا فقالوا عند
عجزھم عنہا ان ابنک سلیمان اکثرنا
فھماً فسئلہ عنہا فقال داؤد یا

اس صحیفہ کا ذکر جس میں آیۃ الخلافت تھی وہب
کہتا ہے کہ جب حضرت سلیمان کی عمر تقریباً بیس
سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل ایک سونے کا
صحیفہ لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ اے داؤد
خداوند تعالیٰ بعد سلام کے آپ سے کہتا ہے کہ اپنی
اولاد کو جمع کر و اور ان کے او پر اس صحیفہ کے
مضمون کو پڑھو جس میں چند سوالات ہیں۔
پس جو ان سوالات کا جواب دیدے وہی تمہارا
خلیفہ تمہارے بعد ہے۔ پس حضرت داؤد نے
اپنی اولاد کو بلایا۔ سلیمان عمر میں اُن سب سے
چھوٹے لیکن علم میں سب سے بڑے تھے حضرت
داؤد نے اپنی اولاد کو مطلع کیا۔ کہ جبرئیل علیہ
السلام خداوند تعالیٰ کی جناب سے یہ پیغام لائے
ہیں کہ تم میں سے جو ان سوالات کا جواب دیدیگا
وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر اُن سوالات کو
اُس نے پڑھا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو
ان سوالات کا جواب دے سکتا۔ پس انہوں
نے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ آپکا فرزند
سلیمان ہم سب سے فہم میں زیادہ ہے آپ اُسے

سلیمان انی سألتک عن ھذہ المسائل فما تری فقال یانبی اللہ سل فان ارجو من اللہ تعالیٰ ان یھدینی الی اجوبتھا وقال داؤد..... ثم التفت الی نبی اسرائیل وقال ما الذی نکرتم فی قول ابنی سلیمان قال ما احطاء فی شیئ من ذلک فامتعک اللہ بہ۔

نیز ملاحظہ ہو

پوچھیں حضرت بیں تم سے یہ سوال بزرگوار آپ مجھے کہ خداوند تعالیٰ مجھے ان ہدایت کریگا پس داؤد سے سوالات وجوابات درج ہیں۔ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف متوجہ اور کہا کہ جو جوابات سلیمان نے دئیے ہیں اُنکی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ (ہر ایک جواب پر داؤد کہتے جاتے تھے کہ تم ٹھیک کہتے ہو) بنو اسرائیل نے کہا کہ انہوں نے کوئی غلط جواب نہیں دیا۔ پس آپ کو اُس کی خلافت مبارک ہو۔

ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی: کتاب العرائس عبد اللہ کاشغری: نفائس العرائس

(۵) نہایت بدیہی نتیجہ حدیث مدینۃ العلم کا ہے کہ جناب رسول خدا نے امت کو ہدایت کر دی کہ علم دین حاصل کرنیکے لئے تمکو علی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور اگر کسی اور کی طرف تم نے رجوع کیا تو وہ عصیان وعدوان ہوگا۔ گھروں میں محض دروازے ہی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر دیوار پر یا کسی طرف سے پھاند کر گئے تو وہ ناجائز ہوگا یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ علی کی موجودگی میں کوئی اور شخص ہدایت امت کیلئے موزوں نہ تھا۔ اور اگر کوئی اور اتنی جرأت کریگا تو وہ ناجائز ہوگا۔

(۱۱) عصمت اور طہارت:۔

فطرت نورانی وعلم ومعرفتہ ربانی اس امر کی مقتضی ہیں کہ اپنے صاحب کی رہنمائی زہد وعبادت وریاضت وجہاد نفس وجہاد فی الدین کی طرف کریں۔ اور یہ امور منتہی ہوتے ہیں ایمان کامل پر۔ کمال ایمان مبنی ہے کمال یقین پر، اور کمال یقین

اقعہ یہ ہے کہ انسان کی ہر ایک اعلیٰ صفت وعادت کا جو اس
، درجۂ ارتقار وعروج اس کے درجہ علم کی مناسبت سے ہوتا ہی
وہ علم اور جذبات کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ دیئے
ان کے فعل پر اثر کرنے والا سبب اس کے جذبات وحسیات
علم۔ اُنکا مقولہ ہے کہ جہانتک عمل کا تعلق ہے۔ انسان کے ا
ے دل کی ہے نہ کہ دماغ کی۔ یہ لوگ جذبات اور حسیات کو محرک سمجھتے
نزدیک علم محرک فعل نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت کم۔ وہ اپنے مختار کو مثال
ر بھی سمجھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھو زید کا علم ہے کہ سچ اچھی چیز ہے اور جھوٹ
ہے۔ تاہم بسا اوقات جھوٹ بولتا ہے۔ وہ مانتا ہی نہیں، بلکہ جانتا ہے کہ خدا
حاضر وناظر ہے لیکن پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ علم اگرچہ مانع معاصیات ہے لیکن
حسیات وجذبات سے تصادم ہوتا ہے تو اُس کی طاقت مانعیت زائل ہو جاتی
ہے۔ اُن کی یہ بحث ایک حد تک صحیح ہے۔ قطعاً صحیح نہیں۔ ذرا غور وامعان
نظر کی ضرورت ہے۔ ہم بھی مثال دیکر سمجھاتے ہیں۔ زید ایک حسین عورت کو دیکھکر
اُس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کے لطف سے بہرہ اندوز
ہو۔ لیکن اگر اس عورت کا خاوند موجود ہے تو کیا وہ اپنی دل کی خواہش پورا کریگا۔ اور
اُس عورت سے اس کے خاوند کی موجودگی میں اپنی محبت کا اظہار کریگا ایک
نائب تحصیلدار کا دل چاہتا ہے کہ خوب رشوت لے لیکن کیا وہ اپنے ڈپٹی کمشنر
کی موجودگی میں رشوت لیگا۔ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جو خداوند تعالیٰ کو حاضر وناظر جاننے
کے باوجود اپنے تئیں تنہا سمجھکر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور
گناہ کرتے ہیں۔ ایسے گناہ کرتے ہیں جو اپنے ہی جیسے انسانوں کے سامنے ہرگز
نہیں کرینگے۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں۔ آخر اس کی کچھ وجہ ضرور ہونی چاہئے۔
خاوند و ڈپٹی کمشنر اور دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو محرک فعل ہوا اور جذبات و
حسیات کو مغلوب کر کے مانع گناہ ہو گیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم مانع

مانع گناہ نہوا۔ وجہ یہ ہے کہ خاوند و ڈپٹی کمشنر و دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو ایسا کامل پہنچگیا لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم کامل نہیں تھا۔ لہذا یقین کے درجہ تک نہ پہنچا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جبتک علم کامل نہیں ہے وہ جذبات و حسیات سے مغلوب رہیگا اور محرک فعل۔ علم کامل ہوکر یقین کے درجہ تک پہنچگیا ہے تو جذبات و حسیات اسکے مغلوب ہوجائینگے

یہ بحث دلچسپ ہے اور اس کو ذرا آگے تک لیجانا چاہیے۔ اجتناب از گناہ دو وجوہات سے ہوسکتا ہے۔ ایک تو اسوجہ سے کہ فلاں شئے کو ہمارے ملک کے رسم و رواج یا قانون نے منع کیا ہے۔ یا اس سوسائٹی نے منع کیا ہے جس میں ہماری بہت و بود ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمکو اس ممنوع فعل یا گناہ کی ماہیت معلوم ہوجائے اور ہم یہ سمجھ لیں اور یقین کرلیں کہ یہ گناہ ہمارے لئے بذات خود مضر ہے۔ اس صورت میں ہمکو کسی رواج یا قانون یا سوسائٹی کے منع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وجہ اول مانع ناقص ہے۔ کیونکہ وہ تنہائی میں گناہ کی مانع نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ہماری کوشش یہ رہیگی کہ کسیطرح لوگوں کی آنکھ بچاکر اس ممنوعہ گناہ کا مزہ لیں۔ الانسان حریصٌ علیٰ ما منع۔ وجہ دوم مانع کامل ہے۔ کیونکہ خلوت و جلوت دونوں میں ایک سا اثر رکھتی ہے ہم مثال دیکر سمجھاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ سنکھیا سم قاتل ہے۔ لہذا خواہ قانون ہو یا نہ ہو۔ لوگ منع کریں یا نہ کریں میں سنکھیا زہر کی مقدار میں کبھی نہیں کھاؤنگا۔ حضرت آدم و حوا شجر ممنوعہ کی اصلی و ذاتی ماہیت سے واقف نہ تھے صرف حکم خداوندی کی وجہ سے کچھ عرصہ تک اس سے اجتناب کرتے رہے لیکن جب ابلیس نے اُس کی ظاہری صفات بیان کیں تو دھوکہ کھا گئے اور جب اسکو کھا لیا تو اُس کی ذاتی برائی ظاہر ہوگئی یعنی عریانی جسم۔ بدأت لهما سوأتهما اگر وہ اکل ثمر ممنوعہ کے اس نتیجہ سے واقف ہوتے اور اُن کو اس کا عین الیقین ہوتا تو کبھی نہ کھاتے۔ علم سے یقین پیدا ہوتا ہے اور یقین کا اثر فعل پر براہ راست ہوتا ہے۔ اگر علم کامل ہے تو وہ یقین کامل پیدا کریگا۔ یقین کامل کا نام ہے عین الیقین اور عین الیقین کی موجودگی میں اُس کے مخالف جذبات و حسیات ہمیشہ مغلوب

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے بعد معدوم ہو جائینگے اور پھر پیدا ہی نہ ہونگے۔ اور اس صورت
ایک ہی قوت رہجائیگی اور وہ عین الیقین کی ہوگی +

عادیات والٰہیات کے متعلق ہے تو اسکو ایمان کہتے ہیں ایمان
مفاد ہے۔ اور محض اعتقاد شاذ و نادر ہی فعل پر اثر کرتا ہے۔ اور جب
کا اثر نہایت سطحی ہوتا ہے۔ اور بہت جلد زائل ہو جاتا ہے زید مسلمان
کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ انسان کے
بھید سے واقف ہے۔ اس کے حکم و مرضی کے بغیر کوئی شخص یا کوئی قوت
میں نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسکے سارے احکام ہمارے فائدہ کیلئے ہیں اور
میں ان کی اطاعت و تعمیل کرنی چاہئے۔ ہماری حیات و ممات اس کے ہاتھ میں
ہے۔ اس کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی۔ اور اگر اُس کا حکم ہماری موت کیلئے جاری
ہو چکا ہے تو پھر ہمیں کوئی شے اس سے نہیں بچا سکتی۔ ہر ایک مسلمان کا یہی اعتقاد ہے
ان امور پر اعتقاد رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ اگر عمل ہو تو خداوند
تعالیٰ کو حاضر و ناظر و واقفِ اسرار نہانی جانتے ہوئے کوئی مسلمان ایک گناہ بھی
نہ کرے۔ نہ خلوت میں اور نہ جلوت میں۔ گناہ کرنا تو بڑی شے ہے، گناہ کا خیال بھی
نہ پیدا ہو۔ کیونکہ اُس خیال کو بھی تو خدا معلوم کر لے گا۔ وجہ کیا ہے۔ کیوں عمل نہیں
وجہ یہ ہے کہ یہ اعتقادات محض اعتقاد کے درجے سے آگے نہیں بڑھے۔ ان
پر یقین نہیں۔ جتنا یقین کا درجہ بڑھتا جائیگا گناہ کم ہوتے جائیں گے۔ اگر یقین کامل
ہو کر عین الیقین کا درجہ پہنچگیا ہے تو پھر ایک بھی گناہ نہ ہوگا۔ اور انسان معصوم ہو جائیگا
مضمون ادق ہے لہذا مثالوں کی ضرورت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جناب رسول
خدا کے اصحاب رضی اللہ عنہم نہایت راسخ الاعتقاد بزرگ تھے۔ کیوں نہیں۔
ہونا چاہئے تھا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار سے گھمسان کی جنگ ہوتی
تھی تو ان بزرگوں کے پیر اُکھڑ جاتے تھے۔ اور میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ
جاتے تھے۔ جنگ احد و احزاب سے لیکر جنگ خیبر و حُنین تک دیکھ لو۔ یہی منظر

نظر آئیگا۔ بسا اوقات تو ایسا ہوا ہے کہ میدان جنگ میں
اور علی مرتضیٰ کے اور کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ اور آنحضرت ا
کو یہ آواز دیکر بلاتے تھے کہ کیا میں خدا کا رسول نہیں ہو
قادر و توانا نے ہماری نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ انہوں نے ن
ہوا تھا۔ جہاد سے بھاگنے کے عذاب سے واقف تھے۔ ا
سُنا ہوا تھا۔ اُنکے کانوں میں یہ فقرے گونج رہے تھے کہ وما الحیٰ
لعب، والآخرۃ خیر وابقیٰ۔ ہمارے ناظرین معاف کرینگے اگر ہم کہیں
تھا لیکن یقین کامل نہ تھا یعنی ایمان کامل نہ تھا۔ وہ اور دو چار کی طرح دا
کہ اگر سزا و جزا کا معاملہ روز فردا پر نہ چھوڑا جاتا اور اسیوقت فرشتہ ہائے غضب در
آتشین لیکر بھاگنے کا ارادہ کرنے والوں کے سامنے آنکر کھڑے ہو جاتے کہ اگر
تو ان درہ ہائے آتشین سے ہنکا کر ہم تم کو دوزخ میں ڈالدینگے اور دوسری طرف فرشتگان
رحمت دریچہ ہائے جنت وا کرکے کہتے کہ اگر تم جہاد میں ثابت قدم رہو گے تو تمہارے
لئے یہ جنت کی نعمتیں اور یہ جنت کی حوریں ہیں تو وہ کبھی نہ بھاگتے۔ گویا سزا و جزا یا جنت
و دوزخ یا خوشنودی خدا و غضب الٰہی کا یقین اُنکو ایسا نہ تھا جیسا کہ کسی چیز کو آنکھ
سے دیکھکر ہوتا ہے اور یہی نقص ایمان ہے۔ اور جنکو ان باتوں کا عین الیقین تھا وہ نہ
بھاگے۔ روز احد جناب رسول خدا نے علی مرتضیٰ سے کہا کہ دوسرے لوگوں کی طرح
تم کیوں نہ بھاگ گئے۔ تو آپ نے یہ جواب نہ دیا کہ میں اُنکی نسبت زیادہ دلیر یا طاقتور تھا
بلکہ یہ فرمایا کہ االکفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا۔ گویا
نہ بھاگنا قوت ایمان اور بھاگنا نقص ایمان کا نتیجہ ہوا۔ جناب علی مرتضیٰ خداوند
تعالیٰ کے وعدۂ جنت و وعید دوزخ بلکہ یوں کہو کہ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور اس
کی ناراضگی کو اسیطرح یقین کے ساتھ دیکھ رہے تھے جس طرح کہ دوسرے لوگ دیکھتے
اگر یہ خوشنودی فرشتگان رحمت اور یہ ناراضگی فرشتگان غضب کی صورت میں انکے سامنے
میدان جنگ میں آجاتے۔

ـ کر آئے ہیں کہ یقین کامل علم کامل سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین
ـصیت حاصل ہوتا ہے۔ لہذا معصوم وہ ہوگا جسکو علم کامل ہوگا اسکو شیطان
ـلتا ہر ایک گناہ، ہر ایک معصیت کی ماہیت میں برائی ہے لیکن چونکہ
ـ ہوین سے پنہاں ہوتی ہے لہذا لوگ گناہ کو خوش آئندہ سمجھکر اسکے مرتکب
ـناہ کو کیوں گناہ سمجھا گیا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ گناہ کیونکر مقرر کئے گئے
ـ نظام ہیں جنکے ماتحت گناہ مقرر ہوئے ہیں یا گناہوں کی فہرست مرتب ہوئی ہے
ـ نظام اخلاقیات، دوسرا نظام الٰہیات۔ نظام اخلاقیات میں انسانوں نے خود صدیوں
کے تجربہ کے بعد گناہ نامزد کئے ہیں اور انکی فہرست مرتب ہوئی ہے اسمیں خاص بات یہ ہے کہ انسان ان
ـ وجوہات سے واقف ہیں جنکی بناپر انہوں نے مختلف افعال و گناہ کو نامزد کرکے گناہوں کی
فہرست میں داخل کیا ہے۔ نظام الٰہیات میں جو گناہ ہیں وہ مسلمانوں کے اعتقادات
کے بموجب خداوند تعالیٰ نے نامزد و مقرر کئے ہیں۔ لہذا عام انسانوں کو اُس مصلحت
یا اُس وجہ کا علم نہیں کہ جس کی بنا پہ وہ افعال یا اعمال گناہ قرار دئے گئے ہیں
اس وجہ یا مصلحت سے صرف خدا ہی واقف ہے یا وہ لوگ واقف ہیں جنکو
خداوند تعالیٰ نے اس سے آگاہ کردیا ہو۔ کئی افعال و خصائل ایسے ہیں جو
دونوں نظاموں میں گناہ ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، اغلام وغیرہ۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ یہ کیوں گناہ سمجھے گئے ہیں، ہم انکو کیوں برا سمجھیں۔ یہاں آکر اخلاقیات و
الٰہیات جدا ہو جاتے ہیں۔ اخلاقیات میں تو انکو برائیوں کی فہرست میں زیادہ تر
اس وجہ سے داخل کیا گیا ہے کہ ان سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ امن عامہ میں خلل
پڑتا ہے اور ممکن ہے کہ اُن کا باعث ظلم ہونا بھی ایک وجہ سمجھی گئی ہو۔ چونکہ یہ
وجوہات انسان کی مقرر کردہ ہیں لہذا ہم اُن سے واقف ہوسکتے ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ
اگر ہم ان برائیوں کو اس طرح کریں کہ اُن سے وہ برے نتائج برآمد نہ ہوں جنکی
وجہ سے اُن کو گناہوں کی فہرست میں داخل کیا گیا ہے تو پھر ہم اُن کو کرنے میں
حق بجانب ہونگے۔ ایک حسین عورت سے تنہائی میں اُس کی مرضی کے ساتھ

ہم نے زنا کر لیا۔ اُس کے خاوند و والدین کو پتہ بھی نہ چلا۔ ف
کام ہو گیا۔ عورت بھی خوش ہو گئی۔ فرمائیے گناہ کہاں رہا۔
ہو گیا ہے۔ اخلاقیات کی کتابوں میں چاہے کچھ لکھا ہو۔ عمل
سمجھا جاتا ہے جو لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ جو معلوم نہیں ہوتا و
جاتا۔ گویا زنا بذات خود کچھ بری شے نہ رہا۔ چنانچہ دنیا کی بڑی بڑ
برا نہیں سمجھتیں۔ دور کیوں جاؤ۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لو۔ اگر ع
اپنی مرضی سے زنا کرائے تو وہ مجرم نہیں سمجھی جائیگی۔ اُس کیلئے تعزیرات ہ
کوئی سزا نہیں ہے۔ دنیا کی ایک بڑی قوم نے یہ قانون رائج کر دیا ہے کہ عور
قوم کیلئے ہے کسی ایک آدمی کا حق نہیں کہ وہ تو خوبصورت عمدہ سلیقہ والی عو
بیوی رکھے اور دوسرے لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر ترسیں۔ یا بری و بدصورت عور
کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں۔ علاوہ اس کے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کے
نقطہ نظر میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں ایک فعل مذموم سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے
زمانہ میں وہ فعل مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔ آجکل خودکشی کو برا سمجھتے ہیں۔ ازمنہ ماضیہ
کی قومیں مثلاً اہل روما اس کو نیکی اور بہادری کی علامت جانتے تھے۔ بہرصورت
اس کو تو کوئی دانشمند اچھا نہ سمجھیگا کہ کوئی گناہ چاہے کتنا ہی قبیح ہو اگر تنہائی میں
لوگوں کے علم کے بغیر کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں لیکن اخلاقیات میں جن وجوہات
کی بنا پر ان افعال شنیعہ کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اُن پر غور کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے
لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جن وجوہات کی بنا پر ان افعال شنیعہ کو قابل
اجتناب سمجھا گیا ہے وہ اصلی وجوہات نہیں ہیں اور کم سے کم ناکافی تو ضرور ہیں۔
اصلی وجوہات وہ ہوں گی جو ان افعال شنیعہ کی ذاتی ماہیت کی خرابی پر مبنی ہونگی
لیکن بنی نوع انسان انکو ابھی تک کما حقہا معلوم نہیں کر سکی ہے۔ اگر وہ معلوم
ہو جائیں تو گناہ بذات خود قابل اجتناب نظر آنے لگیگا۔ اور ایک دفعہ کا گناہ تنہائی
میں کیا ہوا بھی برا ہی سمجھا جائیگا۔ فرض کرو کہ ایک حسین نوجوان عورت آتشک زدہ

تنہائی میں بھی مقاربت نہیں کریگا۔
بات کی مجبوری کا یہ عالم ہم نے دیکھا تو اب الہیات کی طرف
۔ خداوند تعالیٰ تو ہر ایک شے کی ماہیت سے آگاہ ہے۔ اور
بندوں کو ہر ایک گناہ کی اصلی ماہیت سے آگاہ کرے لیکن وہاں ہم
ہیں۔ وہ وجوہات نہیں دیجاتیں۔ مزید یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم یہی نہیں
ن تنہائی کی ہر ایک بات سے آگاہ ہیں۔ بلکہ یہ کہ تمہارے دلوں کے
بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ لہذا الہیات کے نظام میں ایک دفعہ کا گناہ بھی
اہ ہے اور خلوت وجلوت کا کچھ فرق نہیں کبھی کبھی ان لوگوں کی زبانی جنکو
وند تعالیٰ نے اپنے رازہائے سربستہ سے آگاہ کر دیا ہے ہمیں کسی نہ کسی گناہ
ں اصلیت وماہیت معلوم بھی ہو جاتی ہے لیکن وہ علم عام نہیں اور اس پر یقین
نہیں مثلاً کہتے ہیں کہ زنا سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں
ان وجوہاتِ اجتناب کو عام نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ تکلم
الناس علے قدر عقولھم۔ انسانوں کی فہم وسمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کرو۔
ابھی علم انسانی اس حد تک نہیں پہنچا کہ لوگ ان وجوہات کو معقول سمجھتے لہذا
وہ بیان نہ کی گئیں۔ اگر یہی ایک وجہ عام کر دیجائے تو لوگ مضحکہ اڑائینگے کہینگے کہ
یہ ان کی عقل سے بعید ہے کہ اپنی عورت سے مباشرت کرو تو عمر کم نہ ہو۔ اور دوسرے
کی عورت سے مقاربت کرو تو عمر کم ہو جائے۔ زنا اور کمی عمر سے کیا تعلق۔ لہذا سنت
الہی صادر ہوئی کہ گناہوں کی اصلیت و ماہیت کو عام نہ کیا جائے۔ صرف اس قدر
بتایا جائے کہ جتنا ضروری ہے۔ اور انکی ماہیت سے فقط ان لوگوں کو آگاہ کیا جائے جو اسکے
سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے ہر ایک حکم کو بے چون وچرا ماننے
کیلئے تیار ہیں۔ اُن کے لئے محض حکم ہی عین الیقین پیدا کر دیتا ہے۔
بحث مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ شہر علم اور باب شہر علم دونوں معصوم
تھے انکا علم کامل اس کا متقضی تھا کہ وہ معصوم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا علم کامل صرف

وہ حکیم مطلق ہی عطا کر سکتا ہے۔ اور وہ اُنکو عطا کرتا ہے جنکو اس کا
کے پاس نہ علم کامل ہو اور نہ وہ دے سکتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ۔
عصمت و طہارت ان لوگوں کو عطا فرمائی اور جناب رسول خدا نے
مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا یہ خاص احسہ
اُس کی یہ خاص نعمت تھی اسلام و اہل اسلام پر کہ اُنکی ہدایت کے۔
لوگوں کو مقرر کیا۔

حدیث کساء اگر کوئی اور نص قرآنی اور حدیث نبوی جناب امیر کی معصومیت کے لئے نہ بھی ہوتی تو صرف ایک حدیث مدینۃ العلم ہی آپ کی معصومیت کی کافی دلیل تھی لیکن اُس کے اثبات کیلئے علیحدہ بھی نص قرآنی و حدیث نبوی دونوں موجود ہیں۔ خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ پارہ ۲۲ سورہ احزاب ع ۴۔

ترجمہ:۔ بتحقیق اے اہل بیت رسول، خداوند تعالیٰ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے ناپاکی اور رجس کو دور کر کے تمکو ایسا طاہر کر دے جیسا کہ طاہر کرنے کا حق ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو فطرتاً ہر ایک شخص کے دل میں جستجو پیدا ہوئی کہ معلوم کرے کہ اس آیت میں اہلبیت کی تخصیص کن سے کی گئی ہے۔ سب نے آنحضرت کیطرف رجوع کیا۔ آنحضرت نے صریح الفاظ اور صریح عمل سے بتایا کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ اس غرض سے کہ امت کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اس آیت کے نازل ہونیکے بعد متواتر چھ مہینے تک اور بقولے نو مہینہ تک۔ روزانہ علی الصباح اپنے دولت سرائے سے اُٹھکر خانہ فاطمہ علیہا السلام کی طرف تشریف لے جاتے تھے اور باواز بلند اعلان فرمایا کرتے تھے کہ تم اہلبیت ہو جن کیلئے آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ کسی مرد عاقل کا فعل عبث نہیں ہوتا اور ایک رسول اولوالعزم کا فعل کیونکر عبث ہو سکتا تھا۔ روزانہ متواتر اپنے گھر کو اور

ذکر خانہ فاطمہ پر آنا اور وہاں کے رہنے والوں کو اہلبیت کے لفظ سے
ت معانی عظیم پنہاں رکھتا ہے۔ آپ جانتے تھے کہ اپنی اپنی اغراض
ب اہلبیت کے معنی میں توڑ مروڑ کریں گے لہذا آپ نے صرف ایک دفعہ
انہ کی۔ بلکہ متواتر روزانہ نو مہینے تک بآواز بلند و بعمل صریح امت کو
غرض کے کہنے میں نہ آنا۔ اس آیت میں اہلبیت سے مراد خانہ فاطمہ
اسے ہیں النبی میری ازواج شامل نہیں ہیں۔ کئی دفعہ ایک عبا میں جناب
مہ و حسنین علیہم السلام کو لیکر فرمایا کہ بس ہم یہ پانچ آدمی اہلبیت سے مراد ہیں۔ اور آیۂ
ہیر محض ہم میں محدود ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے اس طرح مروی ہے

عن صفیہ بنت شیبہ قالت قالت عائشۃ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرجل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح جناب رسولخدا اپنے گھر سے باہر نکلے اس وقت ردائے خیبری سیاہ بالوں والی آپ کے دوش مبارک پر تھی کہ اتنے میں امام حسن تشریف لائے اور جناب رسولخدا نے انہیں اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا۔ امام حسین آئے انہیں بھی اسی طرح اپنی کساء کے اندر داخل کر لیا پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کر لیا پھر علی آئے انہیں بھی داخل کر لیا پھر اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا (آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی)

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت الجزء السابع ص۱۳۰۔

ابو جعفر احمد المعروف محب الدین الطبری نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ جزء ثانی باب الرابع فصل السادس میں جو خصائص علی مرتضیٰ پر مشتمل ہے ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے:۔ ذکر اختصاصہ بانہ وزوجہ وابنیہ اھل البیت (ذکر اس خصوصیت کا کہ علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزندان اہل بیت رسول ہیں) وہ لکھتے ہیں

وعن ام سلمه ان النبی صلی الله علیه وسلم جلل علی الحسن و الحسین و علی و فاطمه بکساء و قال اللهم هؤلاء اهل بیتی و خاصتی اذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا۔ خرجه الطبری و قال حسن صحیح

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حسن و حسین و علی و فاطمہ پر ایک چادر ڈال کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں اُنسے رجس کو دور کر اور انکو پاک کرنیکا حق ہے۔ اسکو ترمذی نے کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح حسن

محب طبری: ریاض النضرة، الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۸۸۔

علامہ حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں اس روایت کو کئی طرق سے بیان کیا ہے:۔

حدثنا ابوبکر احمد بن سلمان الفقیه و ابوالعباس محمد بن یعقوب قالا ثنا الحسن بن مکرم البزار ثنا عثمان بن عمر ثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دینار عن شریك بن ابی نمر عن عطا بن یسار

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو)

عن ام سلمه قالت فی بیتی نزلت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت قالت فارسل رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم الی علی و فاطمه و الحسن و الحسین فقال هؤلاء اهل بیتی. هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ اسوقت جناب رسول خدا نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلوایا اور فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث بخاری کی شرائط کے بموجب صحیح ہے۔

حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا الربیع بن سلیمان المرادی و بحر بن نصر الخولانی قالا ثنا بشر بن بکر ثنا

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو)

ما وحدثنی ابو الاسقع
لم اجدہ فقالت
ت الی رسول اللہ
یہ وآلہ وسلم یدعوہ
ول اللہ صلی اللہ علیہ و
لم فدخلا ودخلت معهما وادنا
سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الحسن والحسین فاقعد کل واحد منهما
علی فخذیہ وادنی فاطمہ من حجرہ وزوجها
ثم لف علیهم ثوبا وقال انما یرید اللہ لیذہب
عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا
ثم قال هؤلاء اهل بیتی اللهم هؤلاء اهل بیتی احق
هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین
کتب الی ابو اسمعیل محمد بن البخی
یذکر ان الحسن بن عرفہ حدثهم
قال حدثنی علی بن ثابت الجزری
ثنا بکیر بن مسمار عن عامر بن
سعد سمعت عامر بن سعد یقول
قال سعد نزل علی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم الوحی
فادخل علیا وفاطمہ وابنیهما
تحت ثوبہ ثم قال اللهم هؤلاء
اهلی واهل بیتی۔

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس
انکے گھر آیا لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے جناب فاطمہ
نے فرمایا کہ وہ تو جناب رسولخدا کی طرف گئے ہیں
کیونکہ جناب رسولخدا نے انہیں بلایا تھا۔ اتنے میں
حضرت علی جناب رسولخدا کے ہمراہ تشریف لائے
اور وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے میں بھی ان دونوں
کے ہمراہ گھر میں داخل ہوا پس جناب رسولخدا نے
حسن و حسین کو بلا کر اپنے دونوں طرف بٹھا لیا
اور فاطمہ اور انکے شوہر حضرت علی کو بھی اپنے
پاس بٹھا لیا پھر ان سب کے اوپر ایک چادر ڈالی
آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ یہ لوگ میرے
اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث شرائط شیخین کے بموجب صحیح ہے
ابو اسمٰعیل محمد بن البخی نے یہ حدیث مع اسناد میرے پاس
لکھ کر بھیجی۔

سعد بن وقاص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ
جناب رسولخدا کے اوپر وحی کے آثار ظاہر ہوئے
پس آپ نے علی و فاطمہ اور انکے دونوں بیٹوں کو
اپنی ردا کے اندر داخل کر کے فرمایا کہ یہ میرے
اہلبیت ہیں اور میری آل ہیں۔

حدثني ابو الحسن اسمعيل بن محمد
بن الفضل بن محمد الشعراني
ثنا جدي ثنا ابوبكر بن ابي شيبه
الحزامي ثنا محمد بن اسمعيل
بن ابي فديك حدثني عبدالرحمن
بن ابي بكر المليكي عن اسمعيل
بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب
عن ابيه قال لما نظر رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم الى الرحمة
هابطة قال ادعوا لي ادعوا لي فقالت صفية
من يا رسول الله قال اهل بيتي
عليا وفاطمة والحسن والحسين فجئ
بهم فالقى عليهم النبي صلى الله عليه
وآله وسلم كساءه ثم رفع يديه ثم
قال اللهم هؤلاء آلي فصل على محمد
وعلى آل محمد وانزل الله عزوجل
انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل
البيت ويطهركم تطهيرا. هذا حديث
صحيح الاسناد وقد صحت الرواية على شرط
الشيخين انه علمهم الصلوة على اهل
بيته كما علمهم الصلوة على آله.

(عبداللہ ابن جعفر بن ابیطالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں
جناب رسولخدا نے وحی کے نازل ہونیکے آثار محسوس
فرمائے تو فرمایا کہ میرے پاس بلاؤ میرے پاس بلاؤ
ام المومنین صفیہ نے کہا کہ اے رسولخدا کس کو بلائیں
آپ نے فرمایا میرے اہلبیت علی و فاطمہ و حسن و حسین
کو بلاؤ پس وہ چاروں صاحبان تشریف لائے تو
جناب رسولخدا نے انکے اوپر ایک چادر ڈالی اور
پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرکے فرمایا۔ خداوندا
میری آل ہیں صلوٰۃ بھیج محمد اور آل محمد پر اسوقت
خداوند تعالے نے آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ یہ حدیث
صحیح الاسناد ہے اور شرائط شیخین کے مطابق
صحیح ہے جناب رسولخدا نے اہلبیت پر اسطرح صلوٰۃ
بھیجنے کو فرمایا ہے جسطرح آل پر گویا اہلبیت اور
آل ایک ہی ہوئے)

ابی عبداللہ محمد الحاکم۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ، مناقب اہلبیت
رسول اللہ ص ۱۴۶ ۔

الصحیحین میں حمیدی نے بخاری و مسلم سے چھیالیسویں حدیث یہی حضرت عائشہ سے نقل کی ہے۔ اور جمع بین الصحاح الستہ میں یہ اندلسی نے بخاری و مسلم و موطا امام مالک و سنن ابی داؤد سجستانی سے حدیث کسا کو نقل کیا ہے۔ جمع بین الصحاح الستہ میں رزین یہ لکھتے ہیں:-

ام سلمه قالت ان هذه الآية نزلت فی بیتی وانا جالسةٌ عند الباب فقلت یا رسول الله الست من اهل البیت فقال انك علی خیر انك من ازواج رسول الله و قالت و فی البیت رسول الله علی و فاطمة وحسن وحسین فجللهم بکساء وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی میں دروازہ خانہ کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی پس میں نے عرض کی اے رسولِ خدا کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں۔ جناب رسولِ خدا نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے لیکن تو ازواج رسول میں ہے۔ اسوقت اس گھر میں فقط رسولِ خدا و علی و فاطمہ و حسن و حسین تھے آنحضرت نے انکو اپنی عبا کے نیچے لیلیا۔ اور عرض کی کہ اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں انسے رجس کو دور کر اور انکو اتنا پاک کر کہ جتنا پاک کرنے کا حق ہے۔

اب ہم حدیث کسا کے تمام حوالوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت النبی الجزء السابع ص ۱۳۰۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱، الجزء الثالث ص ۲۸۵، ۲۵۹، ۱۵۱۔ الجزء الرابع ص ۱۰۷، والجزء السادس ص ۲۹۲؛ ۲۹۶: ۲۹۸: ۳۰۴: ۳۲۲

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۸۸؛ ۲۰۳۔

ابو محمد عبد اللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳۔

میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ص ۱۰۵ جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۱۹۸؛ ۱۹۹

ابن عبد البر: کتاب الاستیعاب فی معرفة الاصحاب الجزء الثانی۔ ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۲۰۱۵

ابو داؤد الطیالسی: مسند الجزء الثامن ص۲۷۴ حدیث ۲۰۵۹۔
امام بغوی: مصابیح السنۃ۔ الجزء الثانی ص۲۷۸۔
سلیمان ابن ابراہیم البلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الف والف ص۱۰۸تا۱۰۹۔ صحیح ترمذی ک۴۴ سورۃ ح، ک۴۶ ب
شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۰۱، ۷۹۔
شبلنجی: نور الابصار ص۱۰۱۔ محمد صبان: اسعاف الراغبین برحاشیہ ر
شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی: شرف المؤبد ص۱۰، ۹، ۱۰۔
شیخ عبد اللہ محمد شافعی کتاب الاتحاف بحب الاشراف ص۵
حمیدی: جمع بین الصحیحین۔
رزین بن معاویہ: جمع بین الصحاح ستہ۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔
امام مالک: موطا۔ مشکوٰۃ المصابیح:

مسلم و ترمذی و مشکوٰۃ میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلا کر بارگاہ ایزدی میں مناجات کی کہ خداوندا یہ چاروں میرے اہلبیت ہیں۔ اس کے بعد فوراً ہی آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ نہایت واضح و صریح طور سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اہلبیت رسول میں شامل ہیں۔ اور ازواج ان میں نہیں ہیں۔

آیۂ تطہیر نازل ہونے کے چھ مہینہ بعد تک جناب رسولخدا کا یہ دستور رہا کہ روزانہ علی الصباح آپ خانۂ علی علیہ السلام پر نماز فجر کے وقت جایا کرتے تھے اور انکو یا اہلبیت سے مخاطب کرکے آیۂ تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی ثنا عفان ثنا	امام احمد حنبل اپنے مسند میں انس بن مالک سے
حماد انا علی بن زید عن انس بن مالک ان رسول	نقل کرتے ہیں کہ عرصہ چھ ماہ تک جناب رسول خدا
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمر بباب فاطمہ	جب صبح کی نماز کیلئے نکلتے تھے دروازہ خانہ فاطمہ
ستۃ اشہر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول	پر آکر فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل بیت بدستیکہ

ـت انما یرید اللہ   خداوند تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے۔ الخ
البیت ویطھرکم تطھیرا   (آیہ تطہیر تلاوت فرماتے تھے)

ثالث ص۲۹۵   محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۱۳
ـزاب و باب مناقب   ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث
ـب الدر المنثور الجزء الخامس ص۱۹۹   سید علی ہمدانی: کتاب مودۃ القربیٰ۔
ـی: کتاب مطلب السؤل ص۸   امام مالک: موطا۔
ـستانی: سنن۔
ـ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس و الخمسین ص۱۲۴

تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔

قال شھدنا رسول اللہ تسعۃ اشھر	ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
یاتی کل یوم باب علی ابن	کہ جناب رسول خدا روزانہ نو مہینہ تک بعد نزول آیہ
ابی طالب عند وقت کل	تطہیر حضرت علی کے دروازہ پر ہر ایک نماز کے وقت
صلوٰۃ فیقول السلام علیکم	تشریف لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اے اہل بیت
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اھل	رسالت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آیہ تطہیر
البیت انما یرید اللہ	تلاوت فرمایا کرتے پھر فرماتے الصلوٰۃ رحمکم اللہ۔
لیذھب الآیۃ الصلوٰۃ	روزانہ پانچ وقت ہر نماز کے وقت پر آنحضرت
رحمکم اللہ کل یوم خمس مرات	ایسا کرتے تھے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیت صرف پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہم صواعق محرقہ کے فارسی ترجمہ براہین قاطعہ سے ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

مروی است بروایت احمد از ابوسعید خدری کہ این آیہ در شان پنجکس نازل شد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم و ابن جریر مرفوعاً باین لفظ روایت کردہ است۔ نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی النبی صلی

اللہ علیہ وسلم و فاطمہ و فی علی و حسن و حسین۔ و ط
کردہ و مسلم باین طریق روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ا
کسائے یعنی عبائے کہ بر سے بود در آورد و ایں آیت برخواند و بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبا را بریں چہار کس پوشانید و فرمود ال
اہل بیتی و حامتی ای خاصتی اذھب عنھم الرجس و طہر
تطہیرا۔ بارخدایا ایں جماعت اہل بیت من اند ببر از ایشاں گناہ را و پاک
گردان پاک گردانیدنی۔ آنگاہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا گفت من نیز با ایشاں
ام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ انک علی خیر تو نیز بر جائے خود نیکو ہستی
و در روایت دیگر تا بعد از آیہ تطہیر گفت انا حرب لمن حارب بھم و صلح
لمن صالحھم و ولی لمن والاھم و عدو لمن عاداھم من جنگ کنم با کسیکہ با ایشاں جنگ
کنند و صلح کنم با کسیکہ با ایشاں صلح کنند و دشمن خودم شد با کسیکہ با ایشاں جنگ کنند و در روایت دیگر
عبا بر ایشاں بر انداخت و دست خود بر ایشاں نہاد و گفت اللھم ان ھؤلاء آل محمد فاجعل
صلواتک و برکاتک علی آل محمد انک حمید مجید۔ اما و در روایت
دیگر آنکہ ایں آیت در خانہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نازل شد و رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایشاں را طلبید و عبا بر ایشاں پوشانید و دعا کرد در حق ایشاں بچیزے
کہ مذکور شد۔ و در روایتے دیگر آنکہ چوں ایشاں آمدند و مجتمع شدند ایں آیت نازل
شد پس ایں دو روایت ہر دو صحیح باشد محمول بر این است کہ دو بار ایں آیت نازل شدہ است
و در روایتی آنست کہ سہ نوبت فرمود۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی اذھب عنھم الرجس و یطھرھم تطہیرا

عبارت بالا سے کئی امور صاف ہو جاتے ہیں کسی روایت میں آیت تطہیر کا بروز میدان مباہلہ نازل ہونا مذکور ہے کسی روایت میں بخانہ فاطمہ کسی میں بخانہ ام سلمہ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ آیت جیسا کہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے کئی مرتبہ اور کئی موقعوں پر نازل ہوئی ہے۔ محب الدین طبری و بیہقی و ابو نعیم و سیوطی در در منثور و سبط ابن الجوزی و ابن طلحہ شافعی و امام ابو اسحاق ثعلبی سب یہی کہتے ہیں کئی دیگر

...یہ نازل ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہی آیت نکی بھی ہے اور...

...ل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درشان پنجتن پاک نازل

...ود ہونا مندرجہ ذیل اصحاب وصحابیات سے مروی ہے

...ن مالک، سعد بن ابی وقاص، عائشہ، ام سلمہ، زینب بنت صفیہ،

...یبہ، سعید خدری۔ ابن عباس، جابر ابن عبد اللہ، حضرت علی، واثلہ

...ع، سہل ساعدی، عمر ابن ابی سلمہ، زید بن ارقم اور ثوبان مولی جناب رسول...

مندرجہ ذیل محدثین ومفسرین ومورخین نے آیت تطہیر کو شان پنجتن پاک

...م السلام میں نازل ومحدود ہونے کو بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کی تصحیح کی ہے

امام احمد حنبل در مسند و عبد اللہ ابن احمد حنبل در زوائد مسند و حافظ ابونعیم در منقبۃ المطہرین وما نزل فی علی و حلیۃ الاولیاء و اخطب خوارزم در مناقب و ابراہیم شامی حموینی و صحیح ترمذی و صحیح مسلم و موطا امام مالک و سنن ابی داؤد و سمعانی و طبرانی در معجم و حاکم و ابو اسحاق ثعلبی و واحدی در تفسیر اسباب النزول و امام ابو القاسم حسکانی در شواہد التنزیل و ابن مردویہ در مناقب جلال الدین سیوطی در در منثور و امام بغوی در معالم التنزیل و زمخشری و فخر رازی و ابوبکر رازی و نظام الدین نیشاپوری و بیضاوی و خطیب و خازن و ابن طلحہ و ابن ابی الحدید و ابن عبد البر و عبد ربہ و ابن عقدہ و ابن قتیبہ و طبری و ابن جریر اور سبط ابن الجوزی۔

آیہ تطہیر جماعت اہل حکومت کیلئے بہت چبھتا ہوا مضمون ہے۔ ان میں سے جو علماء تھے انہوں نے تو محض خاموشی اختیار کر لی یعنی اس پر زیادہ بحث نہ کی بلکہ تسلیم کر کے خاموش ہو گئے کہ واقعی یہ آیت پنجتن پاک میں نازل ہوئی اور ہم بھی تو ان کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ لیکن چند گمنام مولویوں سے نہ رہا گیا کسی کسی کتاب میں میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس میں ازواج رسول بھی شامل ہیں۔ ثبوت نقلی تو ہم پیش

کر چکے ہیں کہ اہل بیت میں حسب قول و فعل جناب رسول خدا از نہیں ہیں۔ ایماندار مسلمان کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جناب رسو کیا تشریح کی ہے۔ اب ہم دلائل عقلی بھی پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ آیا آیۂ تطہیر ازواج بھی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ فعال لما یرید ہی جو ارادہ کرتا ہے وہ فوراً صرف ایک حرکت ارادی سے یہ تمام عالم کون و مکان منصۂ شہود پر جلوہ گر، اور اس کا ارادہ بھی ازلی ہے، قدیم ہے، جس طرح وہ خود قدیم ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اہلبیت جن کی طہارت کا مایہ ارادۂ خداوندی سے ہوئی اور جن کی طہارت کیلئے پیغمبر صلعم نے اس طرح دعا کی واقعی طاہر و پاک از رجس ہو گئے۔ اب تو معاملہ ہی صاف ہو گیا۔ اور ہمیں ایک معیار مل گیا کہ جس سے معلوم کر سکیں کہ آیا ازواج رسول بھی آیۂ تطہیر میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر ازواج رسول معصوم تھیں تو اس آیت میں ازواج رسول بھی شامل ہیں، اور اگر وہ معصوم نہ تھیں تو وہ شامل نہیں ہیں۔

ازواج رسول میں کئی تو ایسی تھیں کہ پہلے کافرہ چلی تھیں آنحضرت کے حبالہ نکاح میں آنے کے بعد مسلمان ہوئیں۔ فرمائیے معصومیت و طہارت کہاں رہی۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت کے نکاح میں آنے کے بعد معصوم و طاہر ہو گئیں۔ ارادہ خداوندی قدیم و ازلی ہے۔ اہلبیت رسول کیلئے روز ازل ہی سے طاہر و معصوم ہونا قرار پا چکا تھا۔ زمانہ عصمت و طہارت نزول آیت کے بعد سے نہیں شروع ہوا۔

اس کو جانے دیجئے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آیۂ تطہیر کے بعد دوران زوجیت میں بھی ازواج طاہر کامل و معصوم نہ تھیں۔ میدان سیاست میں دو ازواج رسول زیادہ سرکردہ تھیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ۔ ہم کچھ نہیں جانتے سورہ تحریم کو پڑھ لو۔ اور خود ہی قائل ہو جاؤ۔ وہی ذات جو اہلبیت کو خطاب کر کے کہہ رہی ہے کہ ہم نے تم کو پاک و مطہر کر دیا ان دونوں مخدرات کے متعلق کہتی ہے: ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما (سورۂ تحریم پ ۲۸ پارہ ۲۸) یعنی تم دونوں اگر آگے توبہ

دل کج ہو گئے ہیں۔ تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں ان دونوں
ناطب کیا گیا ہے دیکھو:۔ مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۳۳ و ۳۴
بزالاول ص ۲۶۹ حدیث ۴۶۷۲ ص ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲؛ الکشاف زمخشری
ورہ تحریم ص ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱۔ ایک دفعہ ان دونوں نے جناب رسولخدا
لیا کہ آپ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اگر یہ بھی آیۂ تطہیر میں شامل
ملوم ہوا کہ ارادہ خداوندی سے بالاتر بھی کوئی قوت تھی جس نے اسکو پورا
نے دیا۔ بات میں بات نکل آتی ہے۔ ورنہ ہم تو خاموش تھے۔ خلیفہ برحق پر خروج کیا
ودہ بھی محض بہانہ رکھکر۔ کیونکہ جناب عائشہ خود حضرت عثمان سے ناراض تھیں اور
رمایا کرتی تھیں: اقتلوا النعثل۔ اور جب وہ قتل ہو گئے تو بغیر حق کو معلوم کئے ہوئے
انکے خون کا عوض لینے کے بہانہ سے خلیفہ برحق پر خروج کر دیا۔ ان کو کس رشتہ سے
خون عثمان کا دعوے یا دیت طلب کرنے کا حق حاصل تھا ہزاروں مسلمانوں کا
خون بہا۔ یہ کس کی گردن پر۔ کہتے ہیں کہ اجتہادی غلطی تھی۔ یہ نیا فقرہ ان بزرگوارو
کی پردہ پوشی کیلئے مہیا کیا گیا ہے۔ غلطی تو تھی۔ وہ بھی ایسی کہ ہزاروں مسلمانوں کا
خون بہہ گیا۔ عام آدمی ایسی غلطی کرے تو باغی طاغی اور گردن زدنی۔ اُنہوں نے
کی تو اجتہادی غلطی معلوم نہیں۔ انکو خلعت اجتہاد سے کس نے مشرف کیا تھا۔
بہرصورت عصمت و طہارت تو نہ رہی۔ برخلاف حکم خدا و رسول گھر سے نکلیں۔ غیر
محرموں میں آئیں۔ امام وقت پر خروج کیا۔ احکام رسول کی خلاف ورزی کی۔
آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ علی سے محبت کرو کہ یہی شرط حصول جنت ہے۔ انہوں نے بجائے
محبت کے بغض کیا۔ آنحضرت کو ایذا دی۔ اُنسے جنگ کی۔ اُنسے بغض کیا۔ انکو دشمن
رکھا۔ کیونکہ جناب رسولخدا اعلان فرما چکے تھے کہ جس نے علی کو ایذا دی اُس نے
مجھے ایذا دی۔ جس نے علی سے جنگ کی اُس نے مجھ سے جنگ کی۔ علی کا دشمن
میرا دشمن ہے۔ جناب رسولخدا نے اس واقعہ کی خبر پہلے سے دیدی تھی اور حضرت
عائشہ کو خاص طور سے اس خروج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ابن حجر

مکی تحریر کرتے ہیں۔ (ہم اس کے ترجمہ فارسی براہین آ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از واقعہ جمل و واقعہ صفید
با علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جمیعاً خبر دادہ بود۔ چنانچہ بصحو
بیہقی از ام سلمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر خروج امہ
آنگاہ عائشہ تبسمے نمود۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا حمیرا ان لا تکونی انت۔ اے حمیرا نظر کن کہ تو نباشی۔

حضرت عائشہ نے اس حکم صریح رسول کی مخالفت کی۔ جی چ
یا اصطلاحی نام میں ان امور کو رکھو۔ غلطیاں تھیں۔ لغزشیں تھیں اجتہ
غلطیاں تھیں۔ نافرمانی رسول تھی۔ گناہ تھے۔ کچھ ہی ہو۔ یہ سب باتیں طہار
تو منافی تھیں۔ اب ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یا تو خداوند تعالیٰ اپنے ارادہ کو پورا کا
کرنے پر قادر نہ ہو سکا یا یہ مخدرات یعنی ازواج رسول آیہ تطہیر میں شامل نہ تھیں
ہمارے ناظرین کونسا نتیجہ نکالتے ہیں۔

اب پنجتن پاک کو لو۔ اُنکے سوانح حیات پر نظر ڈالو۔ اور پھر نظر ڈالو نظر خجل ہو کر واپس آ جائیگی۔ ایک لغزش نہ پاؤ گے۔ تمام امت محمدیہ میں اُن کے سوا کوئی معصوم ہی نظر نہیں آتا۔ عورتوں کا مقابلہ عورتوں سے کرو۔ حضرت عائشہ کو تو دیکھ لیا۔ اب جناب فاطمہ کے واقعات پر نظر ڈالو۔ حضرت علی صبر و جہاد نفس کو بمصلحت وقت زیادہ موزوں سمجھتے تھے۔ جناب فاطمہ نے بھی اسی میں فلاح امت دیکھی۔ شوہر سے حکومت ظاہری اور اپنے سے فدک چھن گیا او صبر کیا ورنہ اگر مسلمانوں میں باہر نکل آتیں۔ اور مزار رسول پر کھڑی ہو کر مسلمانوں کو امداد کے لئے طلب کرتیں تو سقیفہ بنی ساعدہ کی بنیاد وہاں پہ قائم کی ہوئی عمارت فوراً گر پڑتی۔ تو ازواج رسول میں سے محض ایک زوجہ رسول کے اونٹ کے بلبلانے پر تو ہزاروں مسلمان خلیفۂ رسول کو چھوڑ کر اور اُن کے برخلاف کھڑے ہو گئے۔ کیا اکلوتی دختر رسول کے استغاثہ پر کروڑوں مسلمان

ن کی مدد پر نہ آجاتے۔ دختر رسول بھی وہ جو رسول کو محبوب ترین
ے آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہ
ہے جس نے اُس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی یہ سارا بنا بنایا
ن میں سے پانچویں اور آخر معصوم نے تو کربلا کے میدان میں ایسا
ب ناک اُس کو دیکھکر دنیا عش عش کرتی ہے۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالو
،، نادر شاہ، نپولین اور قیصر و سکندر جیسے بہادر اور اولوالعزم لوگ تو دنیا
نے ہی رہے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ ان میں سے ایک کا جواب دوسرا ہے
بلمن حسین جیسا بہادر، اولوالعزم، صابر نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ محفل آرائے بزم تطہیر
تے ہیں جن پر نازل ہونے سے آیہ تطہیر کو بھی فخر ہو۔ اور جن کی طرف نسبت د
جانے سے طہارت و عصمت کو چار چاند لگیں معصوم و غیر معصوم کا فرق کیسا نمایاں
ہے۔ کیا خلعت تطہیر شریف غیر پر موزون ہے۔ جب اُنکے سوا کسی اور پر یہ لباس
ہی نہیں بیٹھتا تو تم کیسے کہتے ہو کہ لباس کے تیار کرنے والے نے یہ لباس
انکے غیر کے قامت ناموزون کیلئے تیار کیا تھا۔ دونوں میں سے ایک ہی بات
ہو سکتی ہے۔ یا تمہاری سمجھ کی غلطی ہے یا معاذ اللہ لباس عطا کرنے والے کی غلطی ہے۔
ہمارے خیال میں تو اتنی ہی بحث کافی ہے۔ اور نہیں تو آگے چلو مختصر
...ا ہے کہ جہاں یہ آیت واقعہ ہے۔ وہاں اس سے پہلے ازواج رسول سے
مخاطبہ ہے۔ آؤ اسے بھی دیکھ لیں۔ یہ آیت سورہ احزاب کے اندر ہے۔ جنگ
احزاب کے تذکرہ کے بعد ازواج رسول کی طرف مخاطبہ ہے لیکن اس مخاطبہ میں
وعدہ جزا کی نسبت وعید سزا بہت زیادہ ہے۔ چونکہ ازواج رسول کو تہدید ہو
رہی تھی۔ گمان ہو سکتا تھا کہ ممکن ہو کہ اس تہدید میں اہلبیت بھی شامل ہوں لہذا فوراً
ازواج رسول سے اعراض کر کے اہلبیت رسول کی طرف روئے کلام کو پھیر دیا تا کہ
امت پر عیاں ہو جائے کہ اہلبیت رسول اس تہدید سے بالاتر ہیں۔ قرآن شریف
میں اس قسم کی اعراض کی مثالیں بہت ہیں۔ سورہ احزاب مثل دیگر طویل سورتوں کے

ایک دفعہ نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کی مختلف آیات مختلف
نازل ہوئیں۔ آیات کی ترتیب اور اُنکا کسی خاص سورہ
کے ترتیب دینے والے کے ارادہ و عقل و علم پر مبنی تھا۔
کی ترتیب نہ تو مضمون کے مطابق ہے۔ نہ شان نزول سے
وقتِ نزول کا خیال رکھا گیا ہے۔ غرضکہ اس کی ترتیب میں کسی
اصول کا خیال نہیں رکھا گیا سوائے اس کے کہ طویل سورتیں پہلے
آخر میں رکھدیں اور پھر اس کو تیس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا ہمیں اپنے
مضمون سے دور جا پڑنے کا ڈر ہے۔ ورنہ ہم یہاں ثابت کرتے اور بہت تفصیل کے
ساتھ بیان کرتے کہ ترتیب قرآن کس طرح ہوئی کس نے کی کیوں جناب امیر کا
کردہ قرآن شریف اہل حکومت نے منظور نہ کیا۔ کیوں عبداللہ ابن مسعود کا
ہوا قرآن شریف جلا دیا گیا۔ بہرصورت اس ترتیب اور اہل حکومت کے
طرزِ عمل کے زیر نظر کسی آیت کا کسی خاص جگہ ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا
جب مکی صورتوں میں مدنی آیتیں ڈال دی گئیں تو قرآن شریف میں کسی آیت
کے کسی مقام پر پائے جانے میں کیا اہمیت رہ گئی۔

آیت تطہیر میں "عنکم" صیغہ مخاطب جمع مذکر ہے۔ اس سے پہلے اور مابعد
جہاں جہاں ازواج سے خطاب ہے وہاں صیغہ مخاطب جمع مونث استعمال کیا گیا
ہے مثلاً لَسْتُنَّ، اِنِ اتَّقَيْتُنَّ، فَلَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ، لَا
تَبَرَّجْنَ، اَقِمْنَ، اٰتِيْنَ، اَطِعْنَ۔ اِنْ كُنْتُنَّ، تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا، فَتَعَالَيْنَ
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ۔ مِنْكُنَّ۔ یہ سب خطاب آیت تطہیر کے بالکل پہلے ہے۔
اور فوراً آیت تطہیر کے بعد یہ جملہ ہے۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ۔ یہ بھی جمع
مونث کی طرف خطاب ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں جہاں ازواج سے خطاب کیا گیا
ہے۔ وہاں صیغہ جمع مونث کا استعمال ہے۔ آیۂ تطہیر میں لفظ عنکم ہے جو صیغہ جمع
مذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیۂ تطہیر میں ازواج کی طرف خطاب نہیں۔

ازواج سے خطاب کیا گیا ہے وہاں انہیں تنبیہہ کیگئی ہے
سی امر فاحشہ کی مرتکب ہوئیں تو تم کو دوگنا عذاب کیا جائیگا
طلبگار رہو تو تم کو طلاق دیدیا جائیگا۔ تم اپنے گھروں میں قیام
اطاعت کرو۔ گویا امکان تھا کہ ازواج رسول ان منہیات
۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں ڈرا دھمکا کر روکا۔ کوئی ان میں سے
دی غلطی کر بیٹھتی۔ جن کی شان طہارت کاملہ کی ہو انسے ایسے خطابات
نہیں ہوتے۔ بلکہ بے محل سمجھے جاتے ہیں۔

ازواج رسول دوسرے گھروں سے آئی تھیں۔ اپنے اپنے گھروں کی
تہذیب و چلن کے مطابق تعلیم پائے ہوئے تھیں۔ کوئی قبطی تھی۔ کوئی یہودی
رہ چکی تھی۔ کوئی کافرہ رہ چکی تھی۔ انمیں طہارت کاملہ او معصومیت کہاں۔

ازواج طلاق کے بعد بالکل شوہر سے علیحدہ ہو کر اپنے میکہ میں ملجاتی ہیں
وہ مستقل اہلبیت نہیں ہوتیں۔

لفظ انما کلمہ حصر ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ اشخاص معین کے لئے استعمال
ہوا ہے۔

لفظ یرید مضارع ہے صلاحیت حال و مستقبل کی رکھتا ہے گویا اہلبیت
علیہم السلام ہمیشہ طاہر و پاک رہینگے۔ ازواج رسول کا جو مستقبل ہوا اُس کا تذکرہ
ہم کر چکے ہیں۔

اگر معترض کہے کہ کیا آیہ تطہیر سے پہلے یہ حضرات معاذ اللہ پاک نہ تھے۔
تو اعتراض درست نہ ہوگا۔ اشاعرہ تو کلام الٰہی کو قدیم و ازلی مانتے ہیں۔ وہ تو
یہ اعتراض کر نہیں سکتے۔ اُن اصحاب کیلئے جو کلام الٰہی کو قدیم و ازلی نہیں مانتے
بلکہ حادث کہتے ہیں یہ جواب ہے کہ علم خدا ازلی ہے۔ گویا آیہ تطہیر اخبار ہی معلومات
خدا میں سے یعنی جو امور کہ معین و مقرر ہو چکے ہیں انکا علم خداوند تعالیٰ کا ازلی
ہے۔ اور اُس علم کی اطلاع اس آیہ تطہیر میں دیگئی ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک لیذہب میں لام اور اس۔
مصدر یہ مقدر ہیں۔ اس کے یہ معنے ہوئے : انما یرید اللہ ذ
یا اھل البیت یعنی ارادۂ خدا ذہاب رجس کے لئے مقرر ہو
ساری دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ ازواج رسول ہیں
یہ دعوے نہیں کیا کہ آیہ تطہیر اُس کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ
اپنے مقام سے واقف تھیں۔ حضرت ام سلمہ وحضرت عائشہ نے تو صریحاً
کر دیا کہ یہ آیہ حضرت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی پر آسکا حصر ہو

۱۲۔ خطابات والقابات۔

جو فضائل ودرجات عالیہ حضرت علی علیہ السلام کے جناب رسول خدا نے فرمائے
انکا خلاصہ ولب لباب بھی القاب کی صورت میں بیان فرما دیا تاکہ امت کو یاد رکھنے
میں آسانی ہو اور محض ایک لفظ یا جملہ ہی سے حضرت علی کی فضیلت کا سارا نقشہ
آنکھوں میں پھر جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو ایک تجربہ کار استاد اپنے شاگردوں کو
طولانی پیچیدہ سبق آسانی سے یاد کرانے میں استعمال کرتا ہے۔ تمام خطابات و
القابات کا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم اُن میں سے چند کا ذکر یہاں کرتے
کرتے ہیں۔ وہ چند القاب جن کا ذکر ہم یہاں کرینگے یہ ہیں۔

(۱) امیر المومنین (۲) صدیق اکبر (۳) فاروق اعظم (۴) امام البررہ
قاتل الفجرہ قائد الغر المحجلین (۵) یعسوب الدین (۶) وصی (۷) ولی (۸) سید
الامۃ (۹) ہادی (۱۰) مہتدی (۱۱) اذن الواعیہ (۱۲) بیضۃ البلد (۱۳)
وارث (۱۴) خلیفہ نبی (۱۵) وزیر (۱۶) نفس رسول (۱۷) قاتل ناکثین و
مارقین وقاسطین (۱۸) اخی (۱۹) ساقی کوثر صاحب حوض (۲۰) حجۃ اللہ
(۲۱) قسیم النار والجنۃ (۲۲) باب حطہ (۲۳) کلمۂ باقیہ (۲۴) کاشف الکرب
(۲۵) صاحب اللوئے۔

بہت سے حوالہ جات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت

...امیر المومنین کو عطا فرمائے مثلاً دعوت ذی العشیرہ وعقد
...ں پر کچھ حوالے ہم اب نقل کرتے ہیں۔

...ین۔ سید الامۃ۔ امام البررہ وقاتل الفجرہ قائد الغر المحجلین

...ین۔

...نہ لو علم الناس
متی سمی امیر المومنین
...ذکرو فضلہ وسمی
...سید المومنین وآدم
بین الروح والجسد۔

حذیفہ سے روی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا
نے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی کب امیر
المومنین مقرر ہوئے وہ کبھی انکے فضل سے
انکار نہ کریں۔ وہ اسوقت امیر المومنین ہوئے
کہ ابھی آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

...بوھریرہ قال قیل یا رسول اللہ
متی وجبت لک النبوۃ قال قبل ان
یخلق اللہ آدم ونفخ الروح فیہ و
قال اذ اخذ ربک من بنی آدم
من ظھورھم ذریتھم واشھدھم
علیٰ انفسھم الست بربکم قالت
الارواح بلیٰ قال اللہ تعالیٰ انا ربکم
ومحمد نبیکم وعلی امیرکم۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا سے پوچھا
کہ آپ سے نبوت آپکو ملی۔ فرمایا قبل اسکے کہ آدم
کو پیدا کیا گیا اور انمیں روح پھونکی گئی۔ جب
خداوند تعالیٰ نے بنی آدم کی پیٹھوں سے انکی
ذریت کو نکالا اور انسے عہد لیا تو فرمایا کہ کیا
میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ارواح نے کہا کہ
تو ہمارا رب ہے۔ اسپر خداوند تعالیٰ نے فرمایا میں
تمہارا رب ہوں محمد تمہارا نبی اور علی تمہارا امیر ہے

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والستین

...۲۴۳ سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ المودۃ السابعۃ ان علیا امیر المومنین سید الوصیین ... وحجۃ اللہ علی العالمین۔ دیلمی فردوس الاخبار۔

عن ابن عباس قال نظر رسول اللہ
...الی علی بن ابی طالب فقال انت
سید فی الدنیا وسید فی

عبد اللہ ابن عباس نے بیان کیا ہے حضرت رسالتمآب
نے جناب علی مرتضیٰ کی طرف دیکھا کہا کہ اے علی تم
دنیا و آخرت دونوں میں سید ہو۔ ابن عباس ابو عمرو

اخرجه ابو عمرو ابو الخیر۔
عن عبد الله بن سعد بن زرارہ
قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم لیلة اسری بی انتهیت
الی ربی عز وجل فاوحی الی
او امرنی شک الراوی بثلاث
انه سید المرسلین وولی
المتقین وقائد الغر المحجلین۔
عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم انت سید المسلمین و امام المتقین
وقائد الغر المحجلین ویعسوب الدین

ابو الخیر الحاکمی نے بھی روایت کی ہے
عبد اللہ بن سعد بن زرارہ سے کہ
رسولِ خدا نے کہ شبِ معراج
منزل پر اپنے خدا کے سامنے
تعالیٰ نے علی کے متعلق تین امور کی وحی کی
یا حکم دیا (راوی کو وحی یا حکم کے لفظ میں شک ہے)
کہ علی مسلمانوں کا سردار، متقین کا حاکم ہے اور سفید
منہ والوں کا سردار ہے۔
حضرت علی سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے
فرمایا کہ یا علی تم مسلمانوں کے سردار و متقین کے
امام و سفید منہ والوں کے حاکم اور دین کے سردار ہو۔

محب الدین طبری: ریاض النضرہ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۷۷۔
ابو عبد اللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ترجمہ علی بن ابی طالب ص۱۲۹
متقی ہندی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۲۳ و ۲۶۲۴: ۲۶۲۵: ۲۶۲۶۔
محمد صالح الترمذی: مناقب مرتضوی ص۴۲ حدیث ۲۰۸۵ و ص۲۰۹ حدیث ۶۲، ۶۱۔
میرزا محمد ابن معتمد خان: مفتاح النجا ص۳۹ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۲۲۳۔
روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص... فی تشریح...

یا امامًا سبق الخلق الی طاعة المختار مذ کان صبیا

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔
شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ: مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری الباب
السادس والخمسون ص۲۳۱ ابن مردویہ: مناقب۔
حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص۳۰۶ و ۳۰۷۔
اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

لاوح المحفوظ	حضرت علی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
مکتوب علی بن	کہ لوح محفوظ میں عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ علی
یرالمومنین	امیرالمومنین ہے۔

نی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔

ن ابراہیم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون ص۲۴۸

صدیق اکبر و فاروق امت

یل اسمہ فی الجاھلیۃ والاسلام	جاہلیت و اسلام کے زمانہ میں آپکا نام علی تھا اور کنیت
لیا وکان یکنی ابا الحسن وسماہ رسول	ابوالحسن تھی۔ جناب رسولخدا نے آپکا نام صدیق
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقاً۔	رکھا تھا۔
وعن ابی یعلی عن النبی صلی اللہ علیہ	ابو یعلی سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ تین
وسلم قال الصدیقون ثلاثۃ حبیب	صدیق گزرے ہیں حبیب نجار مومن آل یاسین
ابن مری النجار مومن آل یاسین	جس نے کہا تھا کہ اے قوم مرسلین کی پیروی کرو۔
الذی قال یاقوم اتبعوا المرسلین و	حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا تھا کہ کیا تم ایک
حزقیل مومن آل فرعون الذی قال	آدمی کو یہ کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب خدا ہے اور
اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وعلی	تیسرا علی بن ابیطالب جو ان سب میں افضل ہے
ابن ابیطالب وھو افضلھم اخرجہ احمد فی المناقب	امام احمد حنبل نے مناقب میں اسکو نقل کیا ہے۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص۳۰۶ و ۳۰۷۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع۔ الفصل الثانی ص۱۵۳ و ۱۵۴۔

ابوعبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ۔ ص

شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ الباب الثانی والاربعون ص۱۲۴ و ۲۹۰ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ

ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ حق ترجمہ ابی لیلی الغفاری۔

عن ابی لیلی الغفاری قال سمعت رسول	ابو لیلی غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من	کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے ظاہر ہو جائیں گے

ترکہ بعدہ وکان وصی موسیٰ یوشع و	بعد چھوڑا ۔ موسیٰ
کان افضل من ترکہ بعدہ وکان	تمام لوگوں سے افض
وصی عیسیٰ شمعون بن فرخیا و	چھوڑا عیسیٰ کے و
کان افضل من ترکہ بعدہ	اُن تمام لوگوں سے افضل
وانی اوصیت الی علی وھو	چھوڑا۔ اور میں نے اپنا وص
افضل من اترکہ من بعد۔	اور وہ اُن تمام لوگوں سے افضل
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ السابعہ۔	اپنے بعد چھوڑوں گا۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ الباب الحادی والخمسون ص۲۵۳

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص۲۶

عن اصبغ بن نباتہ عن عبد اللہ بن عباس	عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے جناب ر
رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ	خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی و حسن و حسین
علیہ وآلہ وسلم یقول انا و علی والحسن والحسین	اور حسین کے نو فرزندان مطہر معصوم ہیں۔
وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون	
عن عبایہ بن ربعی رضی اللہ عنہ	عبایہ بن ربعی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
مرفوعاً انا سید النبیین وعلی سید	کہ میں نبیوں کا سردار ہوں اور علی وصیوں کا سردار ہے میرے
الوصیین ان اوصیائی بعدی اثنا عشر	وصی میرے بعد بارہ ہیں۔ اُن کا پہلا علی ہے اور
اولہم علی واخرھم القائم المھدی	آخر مہدی قائم ہے۔
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ العاشرہ	ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون
عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ	بریدہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ ہر ایک
علیہ وآلہ وسلم لکل نبی وصی و وارث	نبی کا ایک وصی اور ایک وارث ہوتا ہے اور علی
وان علیاً وصیی و وارثی۔	میرا وصی اور وارث ہے۔
عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت علی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ
وآلہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعل لکل نبی	خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کیلئے ایک وصی مقرر

...ادم ویوشع وصی	...کیا ہی آدمؑ کیلئے شیث و موسیٰ کیلئے یوشع
...ی و علیا وصیی و صیی	عیسیٰ کیلئے شمعون وصی بنا اور علی میرا وصی ہے
...ما الداعی و ہو المضیء	اور میرا وصی تمام اوصیا سے افضل ہے......
...ماب رضی اللہ عنہ	عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ جب عقد مواخات قائم کیا
...لی اللہ علیہ و آلہ و	تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ علی میرا اخی دنیا و
...د المواخات بین اصحابہ	آخرت میں ہے اور امت میں میرا وصی ہے میرے علم
...ما علی اخی فی الدنیا و	کا وارث ہے میری فرمان روائیاں ادا کریگا۔ جو میرا ہے
...رۃ و وصیی فی امتی و وارث	اُس کا ہے جو اُسکا میرا ہے۔ اسکا نفع میرا نفع
...می و قاضی دینی مالہ منی مالی	ہے اُسکا نقصان و ضرر میرا نقصان و ضرر ہے
...منہ نفعہ نفعی و ضرہ ضری من	جس نے اس سے محبت کی گویا مجھ سے محبت کی اور
احبہ فقد احبنی و من ابغضہ فقد ابغضنی	جس نے اس سے بغض کیا گویا اُسنے مجھ سے بغض کیا۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ والسادسہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص۲۳۶ و ۲۵۱ و ۳۳۲ و ۸۷ و ۹۹۔

علامہ دیلمی: فردوس الاخبار۔ کتاب الاربعین فی فضائل امیر المومنین۔ الحدیث الثامن

ولی و وصی تقی شبیہ ہارون۔ کاشف الکرب۔ صاحب اللوی قاتل الناکثین والقاسطین و بیضۃ البلد۔

و یسمی الولی والوصی والتقی و قاتل الناکثین	حضرت علی کو ولی و وصی و قاتل الناکثین و
والقاسطین و شبیہہ ہارون و صاحب	القاسطین شبیہہ ہارون صاحب اللوی۔
اللوی و کاشف الکرب و ابو الریحانتین	کاشف الکرب۔ ابو الریحانتین و بیضۃ البلد بھی
و بیضۃ البلد فی الالقاب کثیرۃ۔	منجملہ دیگر بہت سے القاب کے کہتے تھے

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص۳۔

محمد بن طلحۃ الشافعی: کتاب مطالب السئول۔ الباب الاول۔ الفصل الثالث ص۱۲

لقب ولی کے متعلق ہم بہت کچھ حدیث ولایت کے تحت میں لکھ چکے ہیں

اور کچھ بہ تفسیر آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (سورۃ المائدہ ۶ ع ۸) بیان کریں گے

خلیفہ۔ وزیر۔ نفس رسول۔ آیۃ اللہ و حجۃ اللہ۔

ان القاب کا تذکرہ ہم باب ہشتم کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اب اقتباسات یہاں درج کرتے ہیں۔ لقب حجۃ اللہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶۳

عن زید بن حارثۃ قال لما کانت
اللیلۃ التی اخذ فیھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علی الانصار بیعۃ الاولی قال
انا اخذ علیکم بما اخذ اللہ
علی النبیین من قبلی ان
تحفظونی وتمنعونی عن ما
تمنعون انفسکم عنہ وتمنعوا علی
ابن ابیطالب عن ما تمنعون انفسکم
عنہ وتحفظوہ فانہ الصدیق الاکبر
یزید اللہ دینکم وان اللہ
اعطی موسی العصا وابراھیم
برد النار وعیسی الکلمات یحیی بھا
الموتی واعطانی ھذا ولکل نبی آیۃ وھذا
آیۃ ربی والائمۃ الطاھرون من بعدہ
آیات ربی لن تخلو الارض منھم
الا ان ما ابقی اللہ احداً من
ذریتہ واحداً۔

زید بن حارثہ کہتے ہیں کہ اس رات کو جب
رسول خدا نے انصار سے بیعت اولیٰ لی تھی۔ تو
آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم سے اسی بات پر بیعت
لیتا ہوں اور تم سے وہی عہد لیتا ہوں جو خداوند
تعالیٰ نے نبیوں سے لیا تھا مجھ سے پہلے یعنی یہ کہ تم میری حفاظت
و اطاعت کرو اور مجھ سے ان امور دور رکھو
جو تم اپنے نفس سے دور رکھتے ہو اور علی سے بھی
وہ امور دور رکھیو جو تم اپنے نفس سے دور رکھتے
ہو اور علی کی اطاعت و حفاظت کرو۔ کیونکہ وہ
صدیق اکبر ہے۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو خداوند
تعالیٰ تمہارا ایمان زیادہ کریگا تحقیق خدا نے موسیٰ
کو عصا اور ابراہیم کو آتش کا گلزار ہونا بطور معجزہ
عطا کیا اور عیسیٰ کو وہ کلمات عطا کئے جن سے وہ
مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مجھ کو خدا نے یہ علی عطا
کیا ہے ہر ایک نبی کیلئے ایک آیت ہوتی ہے اور علی
میری آیت خدا کی طرف سے ہے اور اس کی اولاد
ائمہ طاہرین آیات خدا ہیں۔ زمین ان سے
خالی نہ ہوگی جب تک میری ذریت میں سے ایک بھی باقی ہے

قربیٰ ۔ مودۃ العاشرہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والخمسون ص ۲۵۸۔

ت مع النبی صلی الله
فاتیں علیؑ فقال هذا
علی امتی یوم القیامة
الله۔

انس کہتے ہیں کہ ایک دن میں جناب رسولخدا کی خدمت
میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت علی آئے آنحضرت نے
فرمایا کہ یہ یعنی علی روز قیامت میری امت پر
حجۃ اللہ ہے۔

نس قال قال رسول الله صلی الله
علیه وآله وسلم ان اخی ووزیری و
خلیفتی فی اهلی وخیر من اترک بعدی
یقضی دینی وینجز موعدی علی ابن ابیطالب

انس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ اور میرے
بعد سب سے افضل علی ابن ابی طالب ہے
وہ میری ذمہ داریاں ادا کریگا اور میرے وعدے پورے کریگا

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ ۔ مودۃ الرابعہ والسادسہ۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۲ھ ص ۲۴۳ و ۲۵۳۔

مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں ایک مودۃ ہی اس عنوان کا ہے:-

المودۃ السادسۃ فی ان علیا علیه السلام اخو رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ووزیره وان طاعته طاعة الله۔

نفس رسول کے ثبوت کیلئے آیہ مباہلہ اور احادیث رسول ہیں۔ **علامہ شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ** نے ان میں سے کئی احادیث کو اپنی کتاب **ینابیع المودۃ** میں جمع کر کے ان کیلئے علیحدہ باب یعنی باب السابع قائم کیا ہے۔ اس کا عنوان یہ ہے۔ فی بیان ان علیا کرم اللہ وجهه کنفس رسول الله صلی الله علیه وسلم وحدیث علی منی وانا منه ۔ صفحات ۲ دو غایت ۵۶۔ یہ کتاب مطبوعہ اسلامبول ہے اور ۱۳۰۱ھ ہجری میں طبع ہوئی ہے۔

قسیم النار والجنۃ

ہم اس لقب پہ پہلے کچھ لکھ چکے ہیں۔ دیکھیے ص ۳۶۵ کتاب ہذا۔ یہاں صرف اتنا

کہنا کافی ہوگا کہ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی کے ایک مودۃ کا عنوان السودۃ التاسعہ فی ان مفاتیح الجنۃ والنار بید علی علیہ مودہ اس بیان میں کہ دوزخ و جنت کے دروازوں کی کنجیاں حضرت کے ہاتھ میں ہیں۔ اور پہلی حدیث یہ درج کی ہے:۔

ابو سعید الخدری رفعہ ان اللہ تبارک وتعالیٰ اعطانی مفاتیح الجنۃ والنار. فقال یا سلمان قل لعلی انک تخرج من تشاء وتدخل من تشاء۔	ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو دوزخ و جنت عطا کیں۔ اسکے بعد سلمان سے کہا کہ اے سلمان علی سے کہدو کہ تم ہی جسکو چاہو جنت سے نکالدو گے اور جسکو چاہو اس میں داخل کر دو گے۔

اس لقب کے حوالہ جات ہم ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع الفصل الثانی ص۷۵ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ التاسعہ

محب الدین الطبری: ریاض النضرہ باب الرابع فصل السادس ص۱۶۲ و ۷۷، باب الرابع فصل الثامن ص۲۱۱

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ:۔ ینابیع المودۃ۔ باب السادس عشر ص۸۶

ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۳۸

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۴۹ حدیث ۶۱۱۲ و ۶۱۱۵ ص۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶ و ۶۱۱۹ و ۶۱۲۰۔

محمد بن صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۰ و ۱۵۳ و ۱۵۵۔

ہادی۔ باب حطہ۔ کلمۂ باقیہ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزل لہ تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ہاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر وعلی الہادی وبک یا علی یہتدی المہتدون۔	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد نازل ہوا تو جناب رسولخدا نے فرمایا کہ میں منذر ہوں اور علی ہادی! اور تجھ سے اے علی ہدایت چاہنے والے ہدایت پاتے ہیں

کتاب السبعین الحدیث الخمسون۔ ینابیع المودۃ ص۲۳۸۔

حدیث باب حطہ بہت مشہور ہے۔ اور مسلمہ ہے شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی

ینابیع المودۃ میں ایک علیحدہ باب اس عنوان سے قائم کیا ہے
طرق سے نقل کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو :۔ الباب الرابع کتاب ینابیع المودۃ

تعالیٰ عن علی بن الحسین
میر المومنین علی علیہ السلام
قول اللہ عز وجل وجعلها
فی عقبہ لعلہم یرجعون ای جعل
مۃ فی عقب الحسین الیٰ یوم القیامۃ ۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ آیہ جعلہا کلمۃ باقیۃ
فی عقبہ اآیہ ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی
امامت کو امام حسین کی اولاد میں قیامت تک
قائم رکھا ہے ۔

ینابیع المودۃ ص۱۱ ۔

ینابیع المودۃ میں ایک مستقل باب یعنی الباب التاسع والثلاثون اس کلمہ باقیہ کے متعلق قائم کیا گیا ہے جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ اس کتاب کو دیکھے۔ اسی طرح ینابیع المودۃ میں الباب الخامس عشر صرف ان احادیث پر مشتمل ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے۔ اس باب کا عنوان یہ ہے ۔ فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام وجعلہ وصیاً ۔ ص۷۸ و ۷۹ و ۸۰ ۔

ساقی کوثر و صاحب حوض :۔

اخرج ابونعیم الحافظ عن ابی ھریرۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی
رضی اللہ عنہ انت یا علی علی حوضی تذود
المنافقین ...وفی جمع الفوائد جابر وابو
ھریرہ رفعہ علی بن ابی طالب صاحب
حوضی یوم القیامۃ للاوسط۔

حافظ ابونعیم ابوہریرہ سے روایت کرتے
ہیں ۔ ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ
فرمایا جناب رسول خدا نے علی
سے کہ اے علی تم میرے حوض پر روز
قیامت ہو گے اور وہاں سے منافقین کو
ہنکا دو گے ۔ جمع الفوائد ۔

شیخ سلیمان : ینابیع المودۃ الباب الرابع والاربعون ص۱۳۳ ۔
سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ ص۱۳ ۔

اس لقب کی توثیق و تصدیق کے لئے بھی صاحب... علیحدہ باب یعنی الباب الرابع والاربعون۔ قائم کیا۔

(۱۲) افضلیت۔

افضلیت اس سوال استخلاف کا بہت اہم جزو... علیحدہ باب قائم کیا ہے۔ اور وہ باب چہاردہم ہے۔

(۱۳) کمال ایمان۔

عن ابن عباس قال ما نزل یا ایھا الذین اٰمنوا الا علی امیرھا و شریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ذکر علیاً الا بخیر۔	عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ: جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یا ایھا الذین اٰمنوا کے خطاب سے مخاطب کیا ہے امیر اور اس خطاب کے راس و رئیس و امیر علی ہیں خداوند تعالیٰ نے آنحضرت کے اصحاب پر عتاب فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے کیا ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامہ ص۸
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثالث ص۷۶
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۳ حدیث ۲۵۳۹
محمد صبان: اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار۔ ص۱۴۹
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵ و ۲۶
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ، الجزء الثانی۔ الباب الرابع ص۲۰۷۔
شبلنجی: نور الابصار ص۷۳ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لما برز علی الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم برز الایمان کلہ الی	ابن مسعود کہتے ہیں کہ جب روز احزاب حضرت علی عمرو بن عبدود سے جنگ کرنے نکلے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایمان مجسم کلا ہی طرف

ه فلما قتله
ر یا علی فلو
. الیوم بعمل
ء عملك
ه:

شرک مجسم کے اور جب حضرت علی نے اسکو قتل کر دیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی مبارک ہو تمہیں اگر تمہارا آج کا عمل میری تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے تو تمہارے عمل کا پلڑا بھاری رہیگا۔

ـمان: ینابیع المودة الباب الثالث والعشرون صـ۹۶
بنا الدمیری: حیاة الحیوان صـ۲

حذیفه رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ضربة علی فی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة

حذیفہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی کی ایک ضربت جنگ احزاب کی افضل ہے میری تمام امت کے قیامت تک کے اعمالوں سے۔

ینابیع المودة الباب الثالث والعشرون صـ۹۵

علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیه۔ الجزء الثانی صـ۳۴۱۔

ابو عبد اللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب المغازی۔ صـ۳۲۔

عن عمر ابن الخطاب انه قال اشهد علی رسول الله معته یقول لو ان السموات السبع والارضین السبع وضعت فی کفة ووضع ایمان علی فی کفة لرجح ایمان علی۔

عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر سات آسمان و سات زمین ایک پلہ میں اور علی کا ایمان ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو علی کا ایمان بھاری رہیگا۔

ابو الحسن المعروف بابن المغازلی وصاحب المناقب بسندیهما عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی بن ابیطالب یا ابا الحسن لو وضع ایمان الخلائق واعمالهم

ابن المغازلی و اخطب خوارزم اپنے اپنے اسناد سے حضرت امام زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے ابو الحسن اگر تمام دنیا کے لوگوں کے اعمال و ایمان ایک پلہ میں اور تمہارا ... ... کا عمل ترازو

فی کفۃ میزان ووضع عملک یوم احد علی کفۃ	نے دوسرے
اخریٰ لرجح عملک علی جمیع ما عمل الخلائق	عمل کا پلہ سب

ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع صہ۲۲۶

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صہ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۱۔

شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث عشر صہ۶۲

(۴) عبادت۔ ریاضت۔ زہد۔

حضرت علی کی ریاضت و عبادت کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم بہت سی احادیث اس کے متعلق یہاں نقل کرتے۔ حدیث نور کی بحث میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ آپ کا نور حضرت آدم کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے سے مشغول طاعت و عبادت خداوندی تھا۔ وہی شوق و انہماک بعد پیدائش ظاہری بھی قائم رہا +

ما کفر باللہ قط۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ	جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
علیہ وسلم ثلاثۃ ما کفروا باللہ قط	کہ تین شخصوں نے کبھی خدا کا کفر نہیں کیا۔
مومن ال یاسین وعلی بن ابی طالب	مومن آل یاسین علی ابن ابی طالب اور
واسیہ امراۃ فرعون۔	آسیہ زوجہ فرعون۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس صہ۲۶۲

اخرج ابن سعد عن الحسن بن زید	ابن سعد نے اپنے اسناد سے حسن بن زید سے نقل
قال لم یعبد الاوثان قط لصغرہ ای	کیا ہے کہ حضرت علی نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں
ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ	کی اپنے بچپن سے آخر تک۔ اسی وجہ سے اکو کرم اللہ
والحق بہ الصدیق فی ذالک لما	وجہہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ در اصل صدیق وہی ہیں
قیل انہ لم یعبد صنما قط۔	کیونکہ انہوں نے بتوں کی کبھی پرستش نہیں کی۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الاول صہ۷۲

ابن سعد: طبقات شبلنجی: نور الابصار صہ۶۹۔

وذکر علی عبادۃ

ن عائشۃ ان	علامہ دیلمی نے اپنے اسناد سے حضرت عائشہ سے
ملیہ وسلم قال	روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ ذکر
	علی عبادت ہے۔

بار۔

واعق محرقہ الباب التاسع الفصل الثانی الحدیث الثامن و العشرون ص۴۷

وفق بن احمد اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص۲۵۲

شاہ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص۲۶۴۔

محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ	ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ	کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ علی میرے علم کا دروازہ
سلم علی باب علمی ومبین لامتی	ہے اور میرے امر رسالت کا امت میں تشریح و
ما ارسلت بہ من بعدی حبہ	تفصیل کرنیوالا ہے میرے بعد۔ اسکی محبت
ایمان وبغضہ نفاق والنظر	ایمان ہے اور بغض نفاق ہے۔ اسکی طرف نظر کرنا
الیہ رافۃ ومودتہ عبادۃ	نیکی ہے اور اسکی محبت عبادۃ ہے۔ علامہ دیلمی
رواہ صاحب الفردوس.	نے اسکو نقل کیا ہے۔

ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون ص۲۳۵

النظر الیٰ وجہہ عبادۃ۔

اخرج الطبرانی و الحاکم وابن المغازلی	طبرانی و حاکم و ابن المغازلی اپنے اپنے اسناد
عن ابن مسعود وعمران بن حصین وابن	کے ساتھ ابن مسعود و عمران بن حصین سے اور ابن
عساکر عن ابی بکر الصدیق وعثمان بن	عساکر ابوبکر و عثمان و معاذ بن جبل و جابر بن
عفان و معاذ بن جبل و جابر بن عبداللہ	عبداللہ و انس و ثوبان و ام المومنین عائشہ سے
وانس و ثوبان و ام المومنین عائشہ و الحاکم	الحاکم ابو یعلی سے دیلمی ابوہریرہ سے اور ابن السمان

عن ابی یعلیٰ ابن السمان عن ام المومنین	حضرت عائشہ سے ر
عائشہ والدیلمی عن ابی ھریرۃ ان النبی	جناب رسول خدا نے
قال النظر الی وجہ علی عبادۃ۔	پر نظر کرنا عبادت ہے

میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح ال
شیخ سلیمان بن ابراہیم بلخی: ینابیع المودۃ باب ۱۹ ص۸۹۔
محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزو الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع ص۲۱۹۔
الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ترجمہ علی ص۱۴۱ و ۱۴۲۔
شبلنجی: نور الابصار ص۷۲۔ ابن السمان: الموافقہ۔
شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤبد ص۱۱۲۔ المغازلی: کتاب المناقب۔
الدیلمی: فردوس الاخبار۔ محمد بن صبان: اسعاف الراغبین ص۱۴۵

اُس شخص کی عبادت کا کیا درجہ ہوگا جس کے چہرے پر نظر کرنا عبادت میں داخل ہو اور جس سے محبت کرنی خود عبادت الٰہی میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مضمون متنازعہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو سیرۃ العلویہ حصہ سیوم ص۲۵۱ و ۲۶۴
ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص۲۱۹
ینابیع المودۃ۔ الباب الحادی والخمسون ص۱۴۳

۱۵۔ سبقت الی الاسلام۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت علی کیلئے یہ کہنا کہ وہ اسلام لائے یا انہوں نے اسلام قبول کیا موزون الفاظ میں اظہار حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ ان الفاظ سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی عمر کا کوئی حصہ ایسا بھی تھا کہ جب آپ مسلمان نہ تھے درانحالیکہ آپ کی عمر کا کوئی ایسا زمانہ ہی نہیں گزرا کہ جس میں آپ مسلمان نہ ہوں۔ آنحضرت کی یہ حدیث مسلمہ امت ہے: مَا مِنْ مَوْلُودٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ۔ (صحیح مسلم: کتاب القدر۔ مسند احمد حنبل الجزء الثانی ص۲۳۳ و ۲۷۵ و ۲۸۲ و ۳۱۵ و ۳۴۷) ہر ایک بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اسکو یہودی خ

ہیں۔ لہذا بچپن میں تو حضرت علی یوں قدرتی طور پر مسلمان
ی آغوش رسول ہی میں گزرا۔ جو تعلیم بتوں کو نہ سجدہ کرنے کی
ہی حضرت علی نے حاصل کی۔ ابھی حضرت علی سن تمیز کو
ب رسولخدا مبعوث برسالت ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت خدیجہ
پہلے حضرت علی کو اپنے مبعوث برسالت ہونے کی خبر دی اور انہیں
ی کی وحدانیت کے ساتھ اپنی رسالت کا اقرار لینے لیا
ہی تعلیم فرمائی۔ لہذا امت محمدیہ میں سب سے پہلے مسلمان حضرت علی ہیں اور
سلام کی سب سے پہلی نماز جناب رسولخدا کے ہمراہ حضرت علی نے پڑھی۔ جناب رسول
خدا سے بہتر اور کوئی شخص نہیں جان سکتا تھا کہ دنیا میں سب سے پہلا وہ کون شخص تھا جو
آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ آنحضرت کے بہت سے اقوال ہم اس سے پہلے نقل
کر چکے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ علی سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اور اسلام کی پہلی نماز آپ کے
ساتھ حضرت علی نے پڑھی۔ کتب تواریخ و حدیث کے مطالعہ سے یہ امر صاف
عیاں ہے کہ امت محمدیہ کے سب سے پہلے مسلمان مرد حضرت علی ہیں۔ اب ہم چند اقتباسات
ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

وفی الاستیعاب واسد الغابہ عن الحسن
وغیرہ اول من اسلم علیؑ وسئل محمد ابن
کعب القرطبی عن اول من اسلم علی او
ابوبکر قال سبحان اللہ علیؑ اولہما اسلاماً
وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سباق الامم ثلاثۃ لم یکفروا باللہ طرفۃ
العین علی بن ابی طالب وصاحب
یٰسین ومومن آل فرعون
وقال ابن اسحاق کان اول

الاستیعاب و اسد الغابہ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت
علی ایمان لائے۔ محمد بن کعب القرطبی سے سوال
کیا گیا کہ پہلے کون ایمان لایا۔ علی یا ابوبکر؟ انہوں
نے جواب دیا سبحان اللہ۔ دونوں میں سے علی پہلے
ایمان لائے ...... جناب رسولخدا نے
فرمایا کہ امتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے
تین ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا یعنی علی
ابن ابی طالب صاحب یٰسین اور مومن آل
آل فرعون۔ اور ابن اسحٰق صاحب سیرۃ لکھتا ہے

من تبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خدیجہ بنت خویلد زوجتہ ثم کان اول ذکر
آمن بہ علیؑ وھو یومئذ ابن عشر سنین۔
وقال ابن عباس اول من صلی علی
وقال جابر بن عبد اللہ بعث النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی
علی یوم الثلاثا۔ وقال زید بن ارقم
اول من اسلم مع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علیؑ وقال عفیف
الکندی کنت امرأ تاجرا فقدمت
مکہ ایام الحج فاتیت العباس فبینما
نحن عندہ اذ خرج رجل فقام تجاہ
الکعبہ یصلی ثم خرجت امرأۃ
تصلی معہ ثم خرج غلام فقام یصلی
معہ فقلت یا عباس ما ھذا الدین
فقال ھذا محمد بن عبد اللہ بن
اخی زعم ان اللہ ارسلہ وان کنوز
کسریٰ وقیصر ستفتح علیہ وھذہ
امرأتہ خدیجہ تومنت بہ وھذا
الغلام علی بن ابی طالب آمن بہ
وایم اللہ ما اعلم علی ظھر الارض
احدا علی ھذا الدین الا
ھؤلاء الثلاثۃ قال لیتنی

کہ سب سے پہلے آنحضرت
آپ کی زوجہ نے کی
پہلے علیؑ ایمان لائے رسول
ابن عباس کہتے ہیں
نماز پڑھی۔ جابر بن عبد اللہ کہتے
دوشنبہ کو مبعوث برسالت ہوئے اور
پیچھے سہ شنبہ کو نماز پڑھی۔ زید بن ارقم کہتے
کہ سب سے پہلے آنحضرت کے ساتھ علیؑ ایمان لائے
عفیف الکندی کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر تھا۔
ایام حج میں مکہ میں آیا۔ اور عباس کے پاس ٹھہرا
ہم باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک مرد آیا
کعبہ کیطرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اور نماز پڑھنے
لگا۔ پھر ایک عورت آئی وہ اس مرد کے پیچھے کھڑی
ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا آیا اور وہ
اسی طرح نماز پڑھنے لگا۔ میں نے کہا۔ کہ اے عباس
یہ کونسا دین ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ میرے بھائی
کا لڑکا محمد بن عبد اللہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ خداوند
تعالیٰ نے اسکو مبعوث برسالت کیا ہے۔ اور
کسریٰ و قیصر کے خزانے اسکے لئے کھل جائینگے
یہ عورت خدیجہ اس کی بیوی ہے جو اسپر ایمان لائی ہے
اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب ہے جو اسپر ایمان لایا ہے
اور قسم بخدا تمام روئے زمین پر ان تین کے علاوہ
اور کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے۔ عفیف کہتے

محمد بن المنذر ود
ا الرحمٰن و ابو حازم
ول من اسلم علیؑ وقال
من اسلم علیؑ وقال ابن اسحاق
بعد النبی علی و زید بن حارثہ ثم
بوبکر۔ و فی الریاض النضرۃ بعث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین
واسلم علی یوم الثلاثا، خرجہ البغوی
فی معجمہ وعن رافع قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت
خدیجہ آخر یوم الاثنین وصلی علی
یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثہ
ثم ابوبکر وھو یومئذ ابن ثمان وثلاثین سنۃ
کذا فی المدارج۔ تاریخ الخمیس الجزء الاول ص۳۲۳

ہیں کہ کاش میں چپ رہتا۔ محمد بن المنذر و ربیعہ
بن عبد الرحمٰن و ابو حازم اور کلبی کہتے ہیں کہ سب سے
پہلے علی ایمان لائے۔ ابو اسحاق صاحب سیرۃ
کہتے ہیں کہ آنحضرت پر سب سے پہلے علی ایمان
لائے پھر زید بن حارثہ اور پھر ابوبکر۔
ریاض النضرۃ میں ہے کہ جناب رسولخدا دوشنبہ
کے دن تو مبعوث برسالت ہوئے اور علی منگل
کے دن اسلام لائے۔ علامہ بغوی نے معجم میں رافع
سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جناب رسولخدا
دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اُسی دن
شام کو خدیجہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے
دن صبح کو یعنی منگل کے دن علی نے آپ کے
ہمراہ نماز پڑھی۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لائے
اور اُن کے بعد ابوبکر مسلمان ہوئے۔

اسلام میں سب سے پہلی و قدیم ترین موجودہ آنحضرت کے سوانح حیات کی کتاب سیرۃ ابن ہشام ہے۔ یہ کتاب ابن اسحاق کی کتاب سے ملخص ہے۔ اور ابن اسحاق کی کتاب نایاب ہے۔ اس میں سے ہم مندرجہ ذیل اقتباس ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

قال ابن اسحاق: ثم کان اول ذکر من
الناس من آمن برسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وصلی معہ وصدق بما جاءہ
من اللہ تعالیٰ علی بن ابیطالب علیہ السلام
ابن عبد المطلب بن ہاشم وھو ابن عشر

ابن اسحاق کہتا ہے: مردوں میں سب سے پہلے جناب
رسولخدا پر حضرت علی ایمان لائے۔ سب سے پہلے علی
تھے جنہوں نے آنحضرت کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور
تصدیق کی اُسکی جو جناب رسولخدا اللہ تعالیٰ
کی طرف سے لائے تھے۔ اسوقت علی کی عمر دس سال

سنين يومئذٍ وكان مما انعم الله
على علي بن ابي طالب رضي الله
عنه انه كان في حجر رسول الله
صلى الله عليه وسلم قبل الاسلام
قال ابن اسحاق: وحدثني عبد الله
بن ابي نجيح عن مجاهد بن جبير
ابي الحجاج قال: كان من نعمة
الله على علي بن ابيطالب وما
صنع الله له واراد به من الخير
ان قريشا اصابتهم ازمة شديدة
وكان ابو طالب ذا عيال كثير فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
للعباس عمه وكان من ايسر بني هاشم
يا عباس ان اخاك ابا طالب كثير
العيال وقد اصاب الناس ما ترى
من هذه الازمة فانطلق بنا اليه
فلنخفف عنه من عياله اخذ من
بنيه رجلا وتاخذ انت رجلا فنكلهما
عنه فقال العباس نعم فانطلقا حتى
اتيا ابا طالب فقالا له انا نريد ان
نخفف عنك من عيالك حتى ينكشف
عن الناس ما هم فيه فقال لهما ابو
طالب اذا تركتما لي عقيلا ما

کی تھی۔ آنحضورؐ
حضرت علی کو عطا
آپ نے قبل اسلام ہی
پائی تھی۔
ابن اسحاق کہتے
بن ابی نجیح نے روایتاً عن
الحجاج کہ یہ خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت
مرتضیٰ پر تھی اور جو بزرگیاں اور برکتیں خداوند
اُن کیلئے مقرر کی تھیں ان میں سے ایک یہ
کہ ایک دفعہ مکہ میں قریش کے درمیان قحط عظیم
ہوا۔ ابوطالب کثیر العیال تھے۔ لہٰذا جناب
رسولخدا نے اپنے چچا عباس سے کہا جو تمام بنی ہاشم میں
سب سے زیادہ مرفع الحال تھے کہ اے چچا آپ کے
بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں کے
درمیان جو قحط پڑا ہے اس سے آپ واقف ہی
ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں ابوطالب کے
پاس چلیں اور ان کی کثرت عیال میں کچھ کمی کریں
اُن کے لڑکوں میں سے ایک میں لیلوں اور
ایک آپ لے لیں۔ عباس نے کہا اچھا۔ یہ دونوں
ابوطالب کے پاس گئے اور ابوطالب سے کہا کہ ہم چاہتے
ہیں کہ تمہاری کثرت عیال میں کچھ کمی کریں۔
یہاں تک کہ یہ قحط دور ہو جائے۔ ان دونوں
سے ابوطالب نے کہا کہ میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو

ویقال عقیلاً
ﷲ صلی اللہ علیہ
ہمہ الیہ واخذ العباس
ہمہ الیہ، فلم یزل علی
ل اللہ صلی اللہ علیہ و
حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالی نبیاً فاتبعہ
علی رضی اللہ عنہ وامن بہ وصدقہ ولم یزل
جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنہ
قال ابن اسحاق: وذکر بعض اہل
العلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان اذا حضرت الصلاۃ خرج
الی شعاب مکہ وخرج معہ علی بن ابی
طالب مستخفیا من ابیہ ابی طالب
ومن جمیع اعمامہ وسائر قومہ فیصلیان
الصلوٰۃ فیہا فاذا امسیا رجعا فمکثا
کذالک ماشاء اللہ ان یمکثا ثم
ان ابا طالب عثر علیہما یوما وھما
یصلیان فقال لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا ابن اخی ما ھذا الدین
الذی اراک تدین بہ قال ای عم
ھذا دین اللہ و دین ملائکتہ ودین
رسلہ ودین ابینا ابراھیم او کما قال

اور جو تمہارا جی چاہے کرو۔
ابن ہشام کہتا ہے کہ ابوطالب نے کہا کہ عقیل
اور طالب میرے واسطے چھوڑ دو پس جناب
رسولخدا نے علی کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا
علی ہمیشہ رسولخدا کے پاس رہے یہانتک کہ
خداوندتعالیٰ نے آنحضرت کو مبعوث برسالت
کیا پس علی مرتضیٰ فوراً آپ پر ایمان لائے
اور آپ کی پیروی اور تصدیق کی جعفر عباس
کے پاس رہے یہانتک کہ ایمان لائے اور اُنسے مستغنی ہوگئے
ابن اسحاق کہتا ہے: بعض اہل علم ذکر کرتے ہیں
کہ جناب رسولخدا نماز کے وقت مکہ کی گھاٹیوں
کی طرف چلے جاتے تھے اور آپکے ساتھ
علی بھی چپکے سے چچاؤں کے ڈر سے چھپکر
چلے جاتے تھے پس وہاں یہ دونوں تمام نماریں
ادا کرکے رات کے وقت واپس آتے تھے۔
یہ حالت اسطرح گذرتی رہی۔ ایک دن ابوطالب
اُنکے پاس سے گذرے جبکہ یہ دونوں نماز
پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب نے جناب رسولخدا
سے دریافت کیا کہ اے بھائی کے بیٹے۔ یہ
کونسا دین ہے جس پر میں تمکو دیکھتا ہوں آپنے
جوابدیا کہ اے چچا یہ خدا کا دین ہے اور اسکے
ملائکہ اور اُس کے رسولوں کا دین ہے۔ اور یہ
ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ یا آپنے یہ بھی

صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی اللہ بہ
رسولا الی العباد وانت ای عم احق
من بذلت النصیحۃ ودعوتہ الی
الھدی واحق من اجابنی الیہ
واعاننی علیہ او کما قال فقال ابوطالب
ای ابن اخی انی لا استطیع ان
افارق دین ابائی وما کانوا علیہ
ولکن واللہ لا یخلص الیک بشیی
تکرھہ مابقیت اوذکروا انہ قال
لعلی ای بنی ما ھذا الدین
انت علیہ فقال یا ابت امنت
باللہ وبرسول اللہ وصدقت
بما جاء بہ وصلیت معہ
للہ واتبعتہ فزعموا انہ
قال لہ اما انہ لم یدعک
الا الی الخیر فالزمہ۔
وقال ابن اسحاق: ثم اسلم زید
بن حارثہ بن شرحبیل بن
کعب بن عبد العزی بن امراء القیس
الکلبی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابیطالب
وبعد ذکر حالات زید قال ابن اسحاق ثم اسلم
ابوبکر بن ابی قحافہ۔

کہا کہ اس دین سے
برسالت کیا ہے
اور اے چچا سب سے
آپکو نصیحت کروں او
اور آپ سب سے زیادہ مر
طرف ہوں اور میری مدد کریں
جوابدیا کہ اے بھائی کے بیٹے۔ یہ تو مجھ
نہیں ہوسکتا کہ اپنے باپ دادا کا مذہب
چھوڑ دوں لیکن قسم بخدا جبتک میں زندہ ہوں
تمہیں کوئی مکروہ امر نہیں چھو سکیگا۔ یہ بھی ہے
ہے کہ علی سے ابوطالب نے کہا کہ اے بیٹے یہ کیا دین
ہے جسپر تم ہو۔ اُنہوں نے جوابدیا کہ اے والد بزرگوار
میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور
جو محمد لائے ہیں اسکی میں نے تصدیق کی ہے میں
انکے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور انکی تصدیق کرتا
ہوں اور پیروی کرتا ہوں۔ ابوطالب نے جوابدیا
کہ تم انکی پیروی کرتے رہو کیونکہ وہ تمکو نیکی کیطرف بیجائینگے
ابن اسحاق کہتا ہے کہ پھر اسکے بعد زید بن حارثہ بن
شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس
بن عامر بن نعمان کلبی جناب سول خدا کے غلام ایمان
لائے اور حضرت علی کے بعد وہ پہلے مرد تھے جنہوں نے
جناب رسولخدا کے ساتھ نماز پڑھی (پھر زید بن حارثہ
کا ذکر زید کے بعد لکھتے ہیں) ابن اسحاق کہتا ہے کہ اسکے

الجزء الاول صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶۔ ابوبکر بن ابی قحافہ ایمان ...

بری کی تاریخ الامم والملوک تاریخ کی نہایت مستند کتاب
اس کے بڑے مداح ہیں اور اس کی صحت کے قائل ہیں
ید کے ساتھ نہایت واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ حضرت خدیجہ
حضرت علی نے جناب رسالتمآب کی تصدیق کی اور ان کے
بت سے صحابیوں سے روایات نقل کی ہیں۔ ہم درمیان کے راویوں
طوالت چھوڑ کر عبارات نقل کرتے ہیں:-

ابن عباس: قال اول من صلی علیؑ۔	عن ابن عباس: سب سے پہلے اسلام میں علی نے نماز پڑھی۔
عن جابر بن عبد اللہ: قال بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا۔	عن جابر ابن عبداللہ: جناب رسول خدا دوشنبہ کے روز مبعوث برسالت ہوئے اور علی نے سہ شنبہ کو صبح آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔
عن زید بن ارقم: قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابیطالب	عن زید بن ارقم: سب سے پہلے جناب رسولخدا پر ایمان لانے والے علی ابن ابیطالب ہیں۔

(نوٹ) زید بن ارقم سے یہ روایت چار جگہ مختلف راویوں کے ذریعہ سے منقول ہے)

عن عباد بن عبد اللہ: قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ قبل الناس بسبع سنین۔	عباد بن عبداللہ: میں نے حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں بندہ خدا اور جناب رسولخدا کا بھائی ہوں صرف میں ہی صدیق اکبر ہوں میرے سوا اگر کوئی اور اپنے تئیں یا کسی اور کو صدیق کہے تو وہ کاذب مفتری ہے میں نے جناب رسولخدا کے پیچھے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔
عن عفیف: قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکہ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب قال	عن عفیف: ایام جاہلیت میں میں مکہ آیا اور عباس ابن عبدالمطلب کے یہاں ٹھہرا جب سورج

فلما طلعت الشمس وحلقت فی السماء وانا انظر الی الکعبہ اقبل شاب فرمی ببصرہ الی السماء ثم استقبل الکعبہ فقام مستقبلها فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ قال فلم یلبث حتی جاءت امراۃ فقامت خلفهما فرکع الشاب فرکع الغلام والامرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والامراۃ وخر الشاب ساجدا فسجدا معہ فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من ھذا قلت لا قال ھذا محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من ھذا معہ قلت لا قال ھذا علی بن ابیطالب ابن عبد المطلب ابن اخی اتدری من ھذہ الامراۃ التی خلفهما قلت لا قال ھذہ خدیجہ بنت خویلد زوجہ ابن اخی وھذا حدثنی ان رب السماء امرھم بھذ الذی تراھا علیہ وایم اللہ ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی ھذا الدین غیر ھؤلاء الثلاثہ۔

طلوع ہوا اور وہ آسمان کی طرف نے یکھ رہا تھا کہ ایک نے آسمان کی طرف دیکھ اس کی طرف منہ کر کے کھڑ دیر ہوئی تھی کہ ایک لڑکا آیا اور کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس جوان نے رکوع کیا تو اُن دونوں نے بھی رکوع کیا۔ وہ جوان سیدھا ہو گیا تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے پھر اس جوان نے سجدہ کیا۔ تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے میں نے کہا کہ اے عباس یہ امر عظیم ہے انہوں نے جواب دیا کہ واقعی یہ امر عظیم ہے تم جانتے ہو کہ یہ جوان کون ہے میں نے کہا کہ نہیں انہوں نے کہا کہ یہ جوان محمد بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ یہ دوسرا کون ہے میں نے کہا کہ نہیں جواب دیا کہ علی بن ابیطالب میرا بھتیجا ہے تم جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ جواب دیا کہ خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی عورت ہے اور اس جوان نے مجھ سے کہا ہے کہ آسمانوں کے خدا نے انہیں اس دین کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور قسم بخدا تمام روئے زمین پر کوئی اور شخص ان تینوں کے علاوہ اس دین پر نہیں ہے۔

ں روایت کو طبری نے دو مختلف سلسلۂ اسانید کے ساتھ
ں سے بھی نقل کیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں یحییٰ بن
ایت کو اسماعیل بن ایاس بن عفیف سے بیان
ہے کہ یحییٰ کا باپ اشعث قیس عفیف الکندی کا بھائی ماں
۔ اور باپ کی طرف سے ابن عم تھا۔ اس کے بعد طبری لکھتے ہیں

ن المنکدر وربیعہ بن
رحمن وابی حازم المدنی
لبی قالوا علی اول من اسلم وقال
الکلبی اسلم وھو ابن تسع سنین
ن ابن اسحاق قال کان اول
ذکر امن بہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وصلی معہ وصدقہ
بما جاء من عند اللہ علی بن ابیطالب
وھو یومئذ ابن عشر سنین وکان مما انعم اللہ
بہ علی علی بن ابیطالب علیہ السلام انہ کان
فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاسلام

محمد بن المنکدر وربیعہ بن ابی عبدالرحمن وابی
حازم المدنی کلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علی
ایمان لائے کلبی اتنا ایزاد کرتے ہیں کہ اُس وقت
علی کی عمر دس سال کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے
ہیں کہ پہلا شخص جو جناب رسولخدا پر ایمان
لایا۔ اُنکے ساتھ نماز پڑھی اور اُنکی تصدیق
کی علی بن ابی طالب تھے اور ان نعمتوں میں
سے جو خداوند تعالیٰ نے علی بن ابیطالب پر
ارزانی کیں ایک یہ نعمت تھی کہ قبل اسلام
انہوں نے جناب رسولخدا کی آغوش میں
تربیت پائی۔

اس کے بعد علامہ طبری نے وہ ساری روایات نقل کی ہیں جو سیرۃ ابن ہشام
میں درج ہیں اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ آگے چل کر علامہ طبری کہتے ہیں:۔

عن مجاھد۔ قال اسلم علی وھو ابن عشر
سنین، قال ابن سعد قال الواقدی وتجتمع
اصحابنا علی ان علیا اول من اسلم بعد
ما تنبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عن مجاہد علی دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔
ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہم سب کا
اتفاق اس امر پر ہے کہ جناب رسولخدا کے مبعوث
ہو جانے کے بعد سب سے پہلے علی بن ابیطالب ایمان لائے

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۲۱۲ لغایت ۲۱۴۔

علامہ ابوالحسن علی بن الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم المعروف بابن الاثیر الجزری نے اپنی تاریخ الکامل میں اس مضمون کی عبارت نقل کرتے ہیں:

ذکر الاختلاف فی اول من اسلم	بیان اختلاف کا کہ سب
اختلف العلماء فی اول من اسلم	علماء نے اس امر پر اختلاف کیا ہے
مع الاتفاق علی ان خدیجۃ اول	ایمان لایا حالانکہ وہ سب اس امر پر متفق
خلق اللہ اسلاماً. فقال قوم اول	خلق خدا میں سب سے پہلے ایمان لانیوالی خدیجہ
ذکراً من علی۔ روی عن علی	تھیں۔ ایک جماعت کثیر کا قول ہے کہ مردوں میں
علیہ السلام انہ قال انا عبداللہ	سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ چنانچہ حضرت
واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر	علی نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ اسکے رسول کا
لایقولھا بعدی الا کاذب مفتر	بھائی ہوں۔ میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ جو میرے
صلیت مع رسول اللہ علیہ وسلم	سوا یہ کہے وہ کاذب و مفتری ہے۔ میں نے جناب
قبل الناس بسبع سنین وقال	رسولخدا کے ساتھ تمام لوگوں سے پہلے سات برس
ابن عباس اول من صلی علی	پہلے نماز پڑھنی شروع کی۔ ابن عباس کہتے ہیں
وقال جابر بن عبداللہ بعث	کہ سب سے پہلے علی نے نماز پڑھی۔ جابر ابن عبداللہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم	کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا دوشنبہ کے دن مبعوث
الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا	برسالت ہوئے اور علی مرتضی نے سہ شنبہ کی
وقال زید بن ارقم اول من	صبحکو انکے ساتھ نماز پڑھی۔ زید بن ارقم کہتے
اسلم مع النبی صلی اللہ	ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے رسولخدا پر ایمان
علیہ وسلم علی وقال عفیف	لائے عفیف الکندی کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر
الکندی کنت امرأ تاجرا فقدمت	تھا (یہاں وہی قصہ عفیف کندی کا لکھا ہے جو طبری
مکہ ایام الحج فاتیت العباس	کی عبارت میں ہم نقل کرچکے ہیں)
فبینما نحن عندہ اذ خرج	محمد بن المنذر و ربیعہ بن ابی عبدالرحمن و

Presented By: https://jafrilibrary.com

بیصلی ثم خرجت
ثم خرج غلام
فقلت یا عباس
ن فقال ھذا محمد
الله ابن اخی زعفران
رسلہ وان کنوز کسری و
یصر ستفتح علیہ وھذہ امرأتہ
خدیجہ امنت بہ وھذا الغلام علی
بن ابی طالب امن بہ وایم الله
ما اعلم علی ظھر الارض احدا علی
ھذا الدین الا ھؤلاء الثلاث
قال عفیف الکندی لیتنی کنت
رابعاً۔

وقال محمد بن المنذر وربیعہ بن
ابی عبد الرحمن وابو حازم المدنی و
الکلبی اول من اسلم علی قال الکلبی
کان عمرہ تسع سنین وقیل احدے
عشرۃ سنۃ. وقال ابن اسحاق اول
من اسلم علی وعمرہ احدی عشرۃ سنۃ
وکان من نعمۃ الله علیہ ان قریشاً
اصابتھم ازمۃ شدیدۃ وکان ابو طالب
ذا عیال کثیر فقال یوماً رسول الله صلی
الله علیہ وسلم بعمہ العباس یا عم ان

محمد بن المنذر وربیعہ بن ابی عبد الرحمن و ابو حازم
المدنی و الکلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علی ایمان
لائے کلبی کہتا ہے کہ اسوقت اُنکی عمر نو سال
کی تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُسوقت اُنکی
عمر گیارہ سال کی تھی۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ
سب سے پہلے علی ایمان لائے اس کے بعد وہ
واقعہ لکھا ہے کہ کس طرح جناب رسول خدا قحط کے
ایام میں حضرت علی کو ابو طالب سے لائے اور اپنی
تربیت و پرورش میں ہمیشہ رکھا۔ یہ بالکل
وہی عبارت ہے جو سیرۃ ابن ہشام میں ہے اور

ابا طالب کثیر العیال فانطلق بنا
نخفف عیال ابی طالب فانطلقا
الیہ واعلماہ ما ارادا فقال ابو
طالب اترکا لی عقیلا واصنعا
ماشئتما، فاخذ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علیاً واخذ العباس
جعفراً فلم یزل علی عند النبی صلی
اللہ علیہ وسلم حتی ارسلہ اللہ فاتبعہ
وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا
اراد الصلاۃ انطلق ھو وعلی الی
بعض الشعاب بمکۃ فیصلیان
ویعودان فعثر علیھما ابو طالب
فقال یا ابن اخی ماھذا الدین
قال دین اللہ وملائکتہ ورسلہ
ودین ابینا ابراھیم بعثنی اللہ
تعالی بہ الی العباد وانت احق من
دعوتہ الی الھدی واحق من اجابنی
قال لا استطیع ان افارق دینی ودین
آبائی ولکن اللہ لا تخلص قریش
الیک بشئ تکرھہ ماحییت فلم
یزل جعفر عند العباس حتی اسلم
واستغنی عنہ قال وقال ابو طالب
لعلی ماھذا الدین الذی انت

جسکا ترجمہ ہم پہلے کر

جب جناب رسولخدا نماز کا ارادہ فرماتے تھے تو حضرت علی کو ساتھ لیکر مکہ کی وادیوں کی طرف لے جاتے تھے را بتہ وہ واقعات لکھے ہیں کہ وہاں دونوں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوطالب کا گذر ہونا۔ اُن کا اور آنحضرت و علی کا مکالمہ یہ عبارت سب ہم سیرۃ ابن ہشام سے نقل کر کے ترجمہ کر چکے ہیں)

...آمنت باللہ وبرسولہ
فقال اما ان لا ایذ حوزنا
...بالزمہ۔

...اسلم ابوبکر رضی اللہ

...شعبی سالت ابن عباس
...ول من اسلم فقال اما سمعت
...ل حسان ابن ثابت ؎

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة
فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریہ اتقاھا و اعدلھا
بعد النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشہدہ
واول الناس قدما صدق الرسلا

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر ایمان لائے
الشعبی کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ
سب سے پہلے کون ایمان لایا تو انہوں نے کہا کہ
تو نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہیں سنے
(سلک مصرعے جن میں حضرت ابوبکر کو خیر البریہ
اتقی و اعدل کہا ہے غیر متعلق ہیں سوائے آخری
مصرع کے جسکے معنی یہ ہیں) زمانہ کے لحاظ سے
لوگوں سے پہلے رسولخدا کی تصدیق کی۔

وقال عمرو بن عبسہ اتیت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بعکاظ فقلت یا رسول اللہ من
تبعک علی ھذا الامر قال تبعنی علیہ حر وعبد
ابوبکر و بلال فاسلمت عند ذالک فلقد
رایتنی ربع اسلام لم یسلم قبلی الا النبی
وابوبکر و بلال و کان ابوذر یقول لقد رایتنی
ربع الاسلام لم یسلم قبلی الا النبی و ابوبکر و
بلال و قال ابراھیم النخعی ابوبکر اول من اسلم و
قیل اول من اسلم زید بن حارثہ قال الزھیری و
سلیمان بن یسار و عمران بن ابی انس

عمرو بن عبسہ کہتا ہے کہ میں جناب رسولخدا کے پاس
عکاظ میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ آپکی پیروی اس
امر میں کس نے کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میری پیروی
آزاد و غلام نے کی ہے یعنی ابوبکر و بلال نے۔ یہ سنکر
میں ایمان لے آیا۔ پس میں اسلام کا چوتھا شخص
ہوں۔ اور ابوذر کہتے ہیں کہ میں ہوں اسلام کا
چوتھا شخص مجھ سے قبل سوائے رسول خدا و ابوبکر
و بلال کے اور کوئی شخص ایمان نہیں لایا تھا ابراہیم نخعی
کہتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر ایمان لائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ
سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لائے سلیمان بن یسار و عمران بن ابی انس

وعروہ بن الزبیر اول من اسلم زید بن حارثہ وکان ھو وعلی یلزمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الی الکعبۃ اول النھار ویصلی صلوٰۃ الضحیٰ وکانت قریش لاتنکرھا وکان اذا صلی غیرھا قعد علی وزید بن حارثہ یرصدانہ وقال ابن اسحاق اول ذکر اسلم بعد النبی علی وزید بن حارثہ ثم اسلم ابوبکر واظھر اسلامہ۔

اور عروہ بن الز بن حارثہ ایمان کی طرف دن کو دن کی نماز ادا اور زید بن حارثہ آنحضرت کو قریش نہیں ر اس نماز کے علاوہ اور نمازیں علی و زید آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔ نے کہا ہے کہ آنحضرت کے بعد سب سے پہلے علی لائے اور پھر زید اور پھر انکے بعد ابوبکر ایمان لائے

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی صنہ۔

علامہ ابن الاثیر نے اول تو اپنی اور علماء کی اکثریت کی اسناد اور رائے لکھدیں کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور پھر اختلاف کی صورت کو بھی بیان کردیا ان دونوں صورتوں کو دیکھکر امر واقعہ فوراً آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ہم امور ذیل کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ابن الاثیر نے تفصیل و تصدیق و توثیق کے ساتھ سب سے پہلے علماء کی اکثریت کی تحقیقات کے نتیجہ کو لکھدیا ہے۔ کہ سب سے پہلے ایمان لانیوالے حضرت علی ہیں۔

(۲) اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے منجملہ دیگر وجوہات کے ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت علی نے آغوش رسالت میں پرورش پائی۔ اس بچپن کی پرورش کو اسی وجہ سے خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت بیان کیا ہے جو خداوند تعالٰی نے حضرت علی پر ارزانی کی تھیں۔

(۳) جو روایتیں حضرت علی کے سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق ہیں وہ کثیر ہیں، مدلل ہیں اور ان میں واقعات کو اتنی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہوا ہے کہ انکا صحیح اور مطابق واقعہ کے ہونا صاف عیاں ہوتا ہے

...کے حضرت ابوبکر کے متعلق جو محمد و دوسرے چند روایات ہیں۔ وہ
...میں نزعتیں۔ اُن میں اضطراب ہے۔ بے جا اختصار ہے۔ کوئی دلیل
...بل نہیں۔ ان میں اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ باوجودیکہ
...پس زیر تعلیم تھے ان سے اپنی رسالت کا ذکر کیوں نہ کیا۔ اور بار
...سے ذکر کرنے لگے۔

...دہ اس کے یہ روایات مبہم ہیں مفصل و صاف نہیں۔ ذو معنی ہیں
...ان میں ذکر نہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راوی حضرت علی کے مقابلہ
...ر نہیں کر رہا۔ بلکہ اس کا رُوئے سخن اوروں کی طرف ہے۔

(۶) جتنا ہم حضرت ابوبکر والی روایتوں پر غور کرتے ہیں اُتنا ہی اُنکا موضوع وخلاف واقعہ ہونا ظاہر و عیاں ہوتا ہے۔ یہ صرف چار روایتیں ہیں:-

(ا) شعبی کی روایت ابن عباس سے اور اُنکا حسان کے شعروں کی طرف اشارہ کرنا۔

(ب) عمرو بن عبسہ کا بازار عکاظ میں آنحضرت سے استفسار۔

(ج) ابوذر کی روایت اور۔

(د) ابراہیم نخعی کی روایت۔ ان چار میں سے تین تو ایسے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت اور اولیت فی الاسلام کے قائل تھے اور ہمیشہ حضرت علی ہی کو اولی و احق بخلافت بلافصل سمجھتے رہے۔ اس ہی وجہ سے انکا حکام سقیفہ بنی ساعدہ سے ہمیشہ تنازعہ ہی رہا۔ وہ تین عبداللہ ابن عباس، ابوذر اور ابراہیم نخعی ہیں۔ عبداللہ ابن عباس کا جو مکالمہ حضرت عمر سے مدینہ کی گلیوں میں حضرت علی کے اولیٰ بخلافت ہونے کے متعلق ہوا تھا وہ عبداللہ ابن عباس کی رائے اور خیالات کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ حضرت ابوذر ہمیشہ خلفائے سقیفہ کی حکومت میں زیر عتاب رہے۔ اور آخر کار حضرت عثمان سے جنکو دل و زبان کی ہم آہنگی کی داد دیجا سکتی ہے اور جنہوں نے اپنے دل کے اصلی حالات کو بہت کم ظاہر داری کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی

نہ ہوسکا اور حضرت ابوذر کو نہایت برے حالات میں مدینہ
نفی جناب امیر کے وفادار سپہ سالار مالک بن اشتر کو
خون امام حسین علیہ السلام کا عوض اُنکے قاتلوں سے بہت
اگر ان خیالات کے ہوتے جو ان روایات سے ظاہر ہوتے ہیں
ہی حکام سقیفہ سے نہ رہتا۔ علاوہ اس کے یہ روایات قطعاً وصریحاً
اُن بیشمار صحیح و مصدقہ روایات سے جو ان ہی بزرگواروں کی زبانی حضرت
سب سے پہلے حضرت ابوبکر سے بھی پہلے ایمان لانیکے متعلق ثابت ہیں۔ اُن
کا اس ایک روایت سے تضاد ہے۔ لہذا یہ اکیلی روایت غلط اور موضوعہ ہے۔
ان چار راویوں میں سے صرف ایک راوی عمرو بن عبسہ رہ گئے جو کہ بالکل غیر معروف
شخص ہیں۔

(۷) ان روایات کی اسناد کا پتہ ہی نہیں جس روایت کے سارے راوی
ہی نہ معلوم ہوں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے حضرت علی کے
متعلق جو روایات ہیں اُنکے سب اسناد معلوم ہیں۔

(۸) اب دیکھتے ہیں کہ ان راویوں نے کیا کہا ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے
اپنی رائے کچھ نہ بتائی۔ بلکہ حسان بن ثابت کی طرف اشارہ کر دیا۔ حسان بن ثابت
کے یہ اشعار آنحضرت کے زمانہ حیات کے نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکر کے زمانۂ
خلافت کے ہیں کہ جب حسان بن ثابت درباری شاعر بن چکے تھے اور اس
پروپاگنڈا ہی کیلئے اُن کو حکومت کا ایک جزو بنایا گیا تھا۔ ان کے ہی بھائی زید
ابن ثابت تھے جنکو حضرت علی کی ہوتے ہوئے جمع قرآن کے لئے حکومت نے
منتخب کیا تھا۔ پھر اُنہوں نے کہا بھی کیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا کہ حضرت علی سے پہلے
ایمان لائے۔ صرف اس قدر کہدیا کہ ان لوگوں میں پہلے ایمان لانیوالے ہیں عمرو
بن عبسہ نے جو آنحضرت کا قول نقل کیا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ آزاد و غلام یعنی
ہر ایک فریق کے لوگوں نے میری پیروی کی ہے۔ اس میں پہلے پیچھے کا کچھ ذکر

ـہ حضرت ابوبکر کے مداحوں میں سے تھے۔ اُنہوں نے
۔ اور پھر ان کے ہی غلام بلال کا نام لے لیا۔ بلال کو تو
ـے علی یا زید ابن حارثہ سے پہلے ایمان لانیوالا نہیں بتاتا
ضرت اپنے غلام زید بن حارثہ کا نام نہ لیتے اور بلال کا نام
ٹا کہ اپنے غلام کا نام اس وجہ سے نہ لیا کہ وہ آپکے زیر اثر تھا
نے سے کوئی خاص اشاعت اسلام نہ ثابت ہوتی۔ اگر یہی تو ہم
ـا اس ہی وجہ سے حضرت علی کا نام آپ نے نہ لیا۔ ایک اور امر بھی
ـی ہو رہے۔ عمرو بن عبسہ اپنے تئیں اسلام میں چوتھا آدمی سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی
سی وقت ایمان لے آیا۔ حضرت علی کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس کے خیال کے بموجب
بازار عکاظ میں اشاعت اسلام کرنے کا وقت آگیا آنحضرت وہاں اشاعت اسلام کی
خاطر گئے۔ اسی غرض سے عمرو بن عبسہ آپ سے وہاں ملا لیکن اس وقت تک
حضرت علی ایمان نہیں لائے تھے جب ہی تو یہ کہتا ہے کہ میں اسلام میں چوتھا
آدمی تھا۔ یہ بات صریحاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اسیطرح ابوذر کا یہ کہنا کہ میں اسلام
میں چوتھا ہوں اور مجھ سے پہلے سوائے آنحضرت و ابوبکر و بلال کے اور کوئی ایمان
نہیں لایا تھا صریحاً غلط ہے۔ حضرت ابوذر نے کبھی یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ علی سے
پہلے ایمان لائے تھے کسی مسخرہ نے ابوذر کے منہ میں یہ فقرہ ڈالکر سبقت اسلامی
کا مذاق اڑایا۔

(۹) ابراہیم نخعی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو یہ علم کب اور کس سے حاصل ہوا۔

(۱۰) جناب رسول خدا نے صاف اور صریح طور سے بارہا فرمایا کہ حضرت علی
سب سے پہلے ایمان لائے۔ ہم ان روایات کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ ان روایتوں کی تردید
ایک ابراہیم نخعی والی مبہم روایت سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خود اسکی تردید ہوتی ہے۔

(۱۱) حضرت علی نے بارہا دعوےٰ کیا کہ میں نے سب سے سات سال پہلے آنحضرت کے
ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا صدیق اکبر ہوں۔ میرے

سوائے کوئی اور جو دعوے کرے وہ کاذب و مفتری ہے۔ بلکہ کا نام لیکر بھی کہا ہے کہ میں اُنسے پہلے ایمان لایا ہوں۔

(۱۲) حضرت ابوبکر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا۔ بلکہ کیا ہے چنانچہ اپنی بیعت کے بعد پہلا خطبہ جو انہوں نے ممبر پر میں فرمایا کہ لستُ بخیرکم و علیٌّ فیکم۔

(۱۳) ابن اسحاق سب سے پہلا اور مستند مورخ ہے۔ اُس کے ابن الاثیر کی کچھ وقعت نہیں وہ صاف کہتا ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے۔ اُنکے بعد زید اور پھر کئی آدمیوں کے بعد ابوبکر ایمان لائے۔

(۱۴) ابن الاثیر نے خود ابوبکر والی روایتوں کو وقعت نہیں دی۔ بلکہ اُنسے پہلے مفصل لکھدیا کہ حضرت علی پہلے ایمان لائے اور تمام موثر علماء و محققین کا یہی قول ہے۔ پھر "قیل" کے لفظ کے بعد حضرت ابوبکر والی چند روایتیں لکھدیں۔ آخرکار اس خیال سے کہ لوگ مغالطہ میں نہ پڑجائیں۔ انکو لکھنے کے بعد لکھدیا کہ لیکن ابن اسحاق یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے۔

(۱۵) آخر میں ہم یہ دوہرائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت علی کے سابق الاسلام ہونے کی روایات کی کثرت ہے وہ روایات واضح تر و مفصل تر ہیں۔ اور واقعات معہ جزئیات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ اُنکے سچ ہونے میں شبہ نہیں رہتا۔ مثلاً عفیف الکندی کا چشم دید واقعہ۔ اس کی ہر ایک تفصیل سے اُس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ پھر جابر ابن عبداللہ کا دن تک بتا دینا کہ کس دن آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے اور کس دن حضرت علی ایمان لائے۔ دوسرے دن صبح ہی ایمان لائے۔ کیونکہ دوشنبہ کی شام کو ہی یہ واقعہ آنحضرت نے گھر میں آکر حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ اس کے درمیان میں کسی اور کے ایمان لانے کی گنجائش ہی نہیں رہتی کس تشریح کے ساتھ راویان بیان کرتے ہیں کہ صرف حضرت علی و جناب رسولخدا نماز کے لئے مکہ کی وادیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

یوسف بن عبداللہ المعروف با بن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب میں ترجمہ علی ص ۲۱ تحریر کرتے ہیں:-

ان وابی ذر والمقداد
بر وابی سعید
ی وزید بن الارقم
ی بن ابی طالب رضی اللہ
نہ اول من اسلم و فضلہ
ھؤلاء علی غیرہ وقال ابن
اسحٰق اول من آمن باللہ
وبرسولہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم من الرجال علی ابن
ابی طالب وھو قول ابن شہاب
الا انہ قال من الرجال بعد خدیجہ
وھو قول الجمیع فی خدیجہ حدثنا
احمد بن محمد قال حدثنا احمد بن
الفضل قال حدثنا محمد بن جریر
قال حدثنا احمد بن عبداللہ الدقاق
قال حدثنا مفضل بن صالح عن
سماک بن حرب عن عکرمہ عن ابن
عباس قال لعلی اربع خصال لیست
لاحد غیرہ ھو اول عربی وعجمی صلی مع
رسول اللہ ص وھو الذی کان لواءہ
معہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ

حضرت سلمان فارسی وابوذر ومقداد وحباب
وجابر وابوسعید الخدری وزید بن ارقم
صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت
علی ابن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور
ان صحابیوں نے حضرت علی کو تمام لوگوں
پر فضیلت دی تھی ابن اسحٰق کہتا ہے کہ
سب سے پہلا وہ شخص جو خدا اور رسولِ خدا حضرت
محمد مصطفےٰ پر ایمان لایا وہ علی بن ابی
طالب تھے اور یہی قول ابن شہاب کا ہے،
اس نے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سب سے پہلے
مردوں میں لیکن خدیجہ کے بعد حضرت علی
ایمان لائے اور حضرت خدیجہ کے متعلق یہی
قول سب علماء کا ہے ابن عباس کہتے ہیں
کہ علی میں چار بزرگیاں ایسی تھیں جو ان کے
سوا کسی اور میں نہ تھیں عربی و عجمی سب سے
پہلے علی تھے جنھوں نے رسولِ خدا کے ساتھ
اسلام کی پہلی نماز ادا کی، دوسری بزرگی
یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا کے تمام معرکوں میں
علم اسلام جناب علی مرتضیٰ ہی کے
ہاتھ میں رہا، تیسری فضیلت یہ ہے
کہ آپ ہمیشہ لڑائی میں ثابت قدم رہے جب

یوم فرعنہ غایرہ وھو الذی غسلہ
وادخلہ قبرہ وروی عن سلمان انہ
قال اول ھذہ الامۃ وروداً علی
نبیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام الحوض
اولہا اسلاماً علی بن ابی طالب رضی
اللہ عنہ وقد روی ھذا الحدیث مرفوعاً
عن سلمان عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم انہ قال اول ھذہ الامۃ
وروداً علی الحوض اولہا اسلاماً
علی بن ابی طالب وفیہ اولی لان مثلہ
لا یدرک بالرای حدثنا احمد بن قاسم
حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا الحارث
بن ابی اسامۃ حدثنا یحییٰ بن ھشام
حدثنا سفیان الثوری عن سلمۃ بن کہیل
عن ابی صادق عن حنیس بن المعتمر
عن علیم الکندی عن سلمان الفارسی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اولکم وروداً علی الحوض اولکم اسلاماً
علی بن ابی طالب وروی ابو داؤد الطیالسی
قال اخبرنا ابو عوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن
میمون عن ابن عباس ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی بن ابی طالب
انت ولی کل مومن من بعدی وبہ عن

کہ آپ کے سوا
چوتھا طرہ امتیہ
جناب رسول خ
دیا اور قبر میں اُتار
سے منقول ہے کہ جنا
فرمایا کہ میری امت میں ۔
پاس حوض کوثر پر وارد ہونے
شخص ہے جو سب سے پہلے اسلام ر
وہ علی ابن ابی طالب ہے (اسماء
راویان عربی عبارت میں دیکھو)
سلمان فارسی رض کہتے ہیں کہ فرمایا
جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ تم میں سے سب سے پہلے حوض
کوثر پر میرے پاس وہ شخص آئے
گا جو تم میں سے سب سے پہلے
ایمان لایا اور وہ علی بن ابی طالب
ہے ۔ ابوداؤد طیالسی نے اسناد
کے ساتھ ابن عباس سے روایت
کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جناب
رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے علی سے کہا کہ تم میرے بعد تمام
مومنین کے والی و حاکم ہو ۔ نیز ابوداؤ
طیالسی ابن عباس سے روایت کرتے

من صلی مع
لیہ وسلم
ابی طالبؑ
دارث بن سفیان
سمر بن اصبغ قال
حمد بن زھیر بن حرب
حدثنا الحسن بن حماد حدثنا
ابو عوانہ عن ابی بلج عن عمرو
بن میمون عن ابن عباس قال
کان علی بن ابی طالب اوّل
من آمن من الناس بعد خدیجہ
قال ابو عمر رضی اللہ عنہ
ھذا اسناد لا مطعن فیہ لاحد
لصحتہ وثقۃ نقلتہ ......
وقال ابن شہاب وعبد اللہ
ابن محمّد بن عقیل وقتادہ
وابو اسحٰق اول من اسلم من
الرجال علی واتفقوا علی ان خدیجہ
اول من آمن باللہ ورسولہ و
صدقہ فیما جاء بہ ثم علی بعدھا
وروی فی ذلک عن ابی رافع مثل
ذلک. حدثنا عبد الوارث حدثنا
قاسم حدثنا احمد بن زھیر

ہیں کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے
جس نے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی
وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ نیز ہم
سے عبد الوارث بن سفیان نے
اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت
کی ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ خدیجہ
کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ
ایمان لائے، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ
حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، اس
کا کوئی راوی مطعون نہیں ہے۔
.... ابن شہاب اور
عبداللہ بن محمد بن عقیل وقتادہ
وابو اسحٰق سب متفق ہیں اس پر کہ
سب سے پہلے مردوں میں حضرت
علی نے اسلام قبول کیا، اور سب
کا اتفاق ہے اس امر پر کہ حضرت
خدیجہ سب سے پہلے خدا
اور اس کے رسول پر ایمان لائیں
اور فوراً ان کے بعد ہی حضرت علیؑ
ایمان لائے اور ابو رافع سے بھی
یہ ہی قول مروی ہے (اسماء
رجال .... عبارت میں ملاحظہ
ابو) عمر و کہتے ہیں کہ محمد بن کعب

قال حدثنا عبد السلام
بن صالح قال حدثنا عبد
العزیز بن محمد الدراوردی
قال حدثنا عمر و مولی عفرة
قال سئل محمد بن الکعب
القرظی عن اول من اسلم
علی او ابوبکر رضی اللہ عنہما
قال سبحان اللہ علی اولہما
اسلاماً وانما شبہ علی الناس
لان علیا اخفی اسلامہ من ابی
طالب واسلم ابوبکر فاظہر اسلامہ
ولا شک ان علیا عندنا اولہما
اسلاماً ...... واخبرنا خلف
بن قاسم بن سہل قال
حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن
اسمعیل الطوسی قال
حدثنا ابو العباس محمد بن اسحق
بن ابراہیم السراج قال
حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا
عبد الرزاق حدثنا معمر عن قتادہ
عن الحسن قال اسلم علی وھو اول من
اسلم وھو ابن خمس او ست
عشر سنۃ فان ابن وضاح

القرظی سے
پہلے کس نے
یا ابوبکر نے
کہا! سبحان
دونوں میں سے
اسلام قبول کیا،
وجہ سے شبہ ہوا کہ
اپنے اسلام کو اپنے چچا ابو
کے ڈر سے ظاہر نہیں کیا، او
ابوبکر نے فوراً ظاہر کر دیا تھا۔
اور امر واقعہ بے شک وشبہ
یہ ہے کہ علی پہلے ایمان لائے
ابوبکر سے ....
(اسمائے راویان عربی عبارت
میں ملاحظہ فرمائیے) حسن سے
مروی ہے کہ علی نے سب سے
پہلے اسلام قبول کیا، اور
اس وقت ان کی عمر پندرہ
سال کی تھی، ان راویوں میں
سے ایک محمد بن مسعود ہیں۔
ابن وضاح کہتے ہیں کہ میں
نے علم حدیث میں محمد بن مسعود
سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا۔

علم بالحدیث
بود و قال
من آمن
علی بن ابی
و ذکر عبد
معمر فی جامعہ
دہ عن الحسن وغیرہ
ول اول من اسلم بعد خدیجہ
لی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
وھو ابن خمس عشرۃ سنۃ او ست
عشرۃ سنۃ وحدثنا معمر عن عثمان
الجوزی عن مقسم عن ابن عباس
قال اول من اسلم علی رضی اللہ عنہ
.... وقد روی عن ابن عمر من وجھین
جیدین و روی عن ابن فضیل عن
الاجلح عن سلمہ بن کھیل عن حبۃ
بن الجوین العرنی قال سمعت علیا رضی
اللہ عنہ یقول لقد عبدت اللہ قبل
ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ
خمس سنین و روی شعبۃ عن
سلمۃ بن کھیل عن حبۃ العرنی قال
سمعت علیا یقول انا اول
من صلی مع رسول اللہ ﷺ

ابن اسحٰق اپنی سیرۃ النبی میں
کہتے ہیں کہ سب سے پہلے
خدا و رسول پر حضرت علی ایمان
لائے .... عبد
الرزاق نے معمر سے اپنی جامعہ
میں قتادہ کی روایت جو انہوں
نے حسن سے کی ہے بیان کی ہے
اور دیگر راویان بھی یہی کہتے ہیں
کہ خدیجہ کے بعد سب سے
پہلے ایمان لانے والے علی بن ابی طالب
ہیں اور اسوقت ان کی عمر پندرہ
یا سولہ سال کی تھی، اور ابن عباس
سے مروی ہے کہ سب سے پہلے علی ایمان
لائے ..... اسماء راویان عربی
عبارت میں دیکھو اور ابن عمر سے
دو نہایت مضبوط اور صحیح طریقوں سے
اور نیز حبۃ العرنی سے مروی ہے وہ
کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی کو کہتے
سنا ہے کہ میں نے خدا کی عبادت امت
محمدیہ کے ہر ایک شخص سے پانچ سال پہلے
کی، اور نیز حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ میں نے
حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں
وہ ہوں جس نے سب سے پہلے جناب

الله علیه وسلم وقال سالم
بن ابی الجعد قلت لابن
الحنفیة ابو بکر ابو بکر کان
اولهم اسلاماً قال لا و
روی المسلم الملائی عن
انس بن مالك قال لنبی
صلی الله علیه وسلم
یوم الاثنین وصلی علی یوم
الثلاثاء وقال زید بن
ارقم اول من آمن بالله بعد
رسول الله صلی الله علیه
وسلم علی بن ابی طالب وروی
حدیث زید بن ارقم من
وجوه ذکرها النسائی واسد بن
موسی وغیرهما منها ما حدثنا
عبد الوارث حدثنا قاسم حدثنا
احمد بن زهیر حدثنا علی بن الجعد
حدثنا شعبة قال اخبرنی عمرو
بن مرة قال سمعت ابا حمزة الانصاری
قال سمعت زید ابن ارقم یقول
اول من صلی مع رسول الله صلی
الله علیه وسلم علی بن ابی طالب

رسول خدا کے ساتھ
سالم بن ابی الجعد
میں نے ابن الحنفیہ
کیا ابو بکر سب سے
لائے، اونہوں نے جواب
ہرگز نہیں، انس بن مالک
مروی ہے کہ جناب رسول خدا
دو شنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے
اور سہ شنبہ کے دن علیؑ نے ان کے
ساتھ نماز پڑھی، زید بن ارقم
کہتے ہیں کہ رسولخدا کے بعد سب سے
پہلے جو خدا پر ایمان لایا وہ علیؑ بن
ابی طالبؑ تھے زید ابن ارقم کی حدیث
کئی طریقوں اور اسناد سے بیان ہوئی
ہے (اسمائے راویان عربی میں دیکھو)
ابو حمزۃ الانصاری کہتے ہیں کہ میں
نے زید ابن ارقم کو کہتے سنا
ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے
رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی وہ
علی بن ابی طالب تھے، اس
روایت کو نسائی و اسد بن موسیٰ
وغیرہما نے بھی نقل کیا ہے۔

کتنا فصل اور جامع بیان ہے۔ اسکے مطالعہ کے بعد تو کسی کے دل میں کچھ

یۓ، کتنی بے شمار روایتیں ابن عباس و ابوذر سے مروی ہیں جو
استیعاب کی منقولہ بالا عبارت میں لکھی ہیں ان متعدد وانیو
ظ "قیل" کے ساتھ جو ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں ایک مبہم روایت
ور ایک بے معنی روایت ابوذر سے نقل کی ہے اس کی کچھ وقعت
ں حضرت علی پر ایک تہمت ہے کہ اونہوں نے اپنے باپ یا چچاؤں کے
ے اسلام کو ظاہر نہیں کیا، امر واقعہ یہ ہے کہ علی نے اپنے اسلام کو
ی نہیں چھپایا، ابوطالب نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، تو کس طرح بے
ہڑک بیان کردیا۔ اور ابوطالب چونکہ خود اپنے بھتیجے کو سچا سمجھتے تھے انہوں
نے کچھ سرزنش نہ کی، دراصل بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ تک بارگاہ ایزدی سے یہی
حکم تھا کہ علانیہ تبلیغ نہ کی جائے، اس حکم کے پابند جناب رسول خدا بھی تھے، اور
انکے خلیفہ و وزیر حضرت علی بھی، لہٰذا دونوں نے علانیہ تبلیغ نہ کی، اس کو اسلام کا چھپانا
نہیں کہتے ہیں، حضرت ابوبکر و حضرت عمر چونکہ اس راز و حکم الٰہی سے واقف نہ تھے۔
اور جناب رسو خدا سے معمولی انسان کی طرح غلطی ہو جانے کا امکان سمجھتے تھے، لہذا
ان دونوں بزرگواروں نے غل وشور کردیا کہ جب کافر اپنے کفر کو نہیں چھپاتے تو ہم
اپنے اسلام کو کیوں چھپائیں نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کا ظلم وستم مسلمانوں پر بڑھ گیا اسلام
کی رفتار میں کمی ہوگئی جو مذبذب کفار مسلمان ہونا چاہتے تھے انہوں نے یہ ظلم و
تعدی دیکھ کر مسلمان ہونے کا ارادہ ترک کردیا۔

ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں۔

اسلم وهو (علی) ابن عشر سنين وقيل تسع وقيل ثمان وقيل دون ذلك قال ابن عباس وزيد بن ارقم وسلمان الفارسی وجماعة انه اول من اسلم ونقل بعضهم

حضرت علی جب ایمان لائے تو انکی عمر دس یا نو یا آٹھ سال کی تھی ابن عباس و انس و زید بن ارقم و سلمان الفارسی اور ایک کثیر جماعت صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے بلکہ اکثر محققین نے فیصلہ

بعضہم الاجماع علیہ ..... ولنقل ابو یعلی عنہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثا
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الاول ص ۷۱

کیا ہے کہ اس پر ا حضرت علی سے نقل علی کہتے ہیں کہ جناب دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور میں منگل کو ایما

اس ہی عبارت میں ابن حجر کہتے ہیں کہ بعضوں کا گمان ہے کہ حضرت ابو بکر سب سے پہلے ایمان لائے مگر روایات اس کے متعلق کچھ نہیں بیان کرتے۔ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں در ذیل مناقب علی ابن ابی طالب بہت سے محدثین و صحابہ کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک عبداللہ ابن عمر بھی ہیں کہ حضرت علی نے سب سے پہلے اس امت میں اسلام قبول کیا اور کہتے ہیں کہ یہی قول واضح ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا اور اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی، ابن حجر عسقلانی نے ابو بکر کے اسلام کے قضیہ کو اس طرح طے کیا ہے کہ سب سے پہلے تو علی ایمان لائے مگر کافروں کے سامنے سب سے پہلے ابو بکر نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، اس امر کا فیصلہ کرنے کے بعد کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے ہیں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

روی ابن فضیل عن الاجلح عن سلمہ بن کھیل عن حبہ بن جوین قال سمعت علیا یقول عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ خمس سنین وقال شعبہ عن سلمہ بن کھیل

(اسمائے راویان عربی عبارت میں) حبہ بن جوین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خدا کی عبادت کی ہے پانچ سال قبل اس کے کہ اس امت میں سے کسی اور نے کی ہو اور شعبہ نے اپنے اسناد سے حبۃ ابن جوین

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن جوین عن
...صلی مع رسول اللہ
...وسلم۔

...سے اور انہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص میں ہوں کہ جس نے رسولخدا کے ساتھ پہلی نماز پڑھی

...محدثین احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی اپنی کتاب المناقب
...ے ہیں:۔

...نا سلیمان بن احمد قال حدثنا
...عبد اللہ بن داھر قال حدثنی
ابی عن الاعمش عن عبایۃ الاسدی
عن ابن عباس قال ستکون فتنۃ
فمن ادرکھا او فان ادرکھا
احدٌ منکم فعلیہ بخصلتین
کتاب اللہ وعلی ابن ابیطالب
فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ
وسلم یقول وھو اخذ بید علی
بن ابیطالب ھذا اول من آمن
بی واول من یصافحنی یوم
القیامۃ وھو فاروق ہذہ
الامۃ یفرق بین الحق
والباطل وھو یعسوب
المومنین والمال یعسوب
الظلمۃ وھو الصدیق الاکبر
وھو بابی الذی اوتی منہ۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں فتنہ اٹھیگا۔ تم میں سے جو اس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے (یا یہ کہا) اگر تم میں سے کوئی اس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے تو اس کو چاہیئے کہ کتاب اللہ اور علی کو پکڑے رہے۔ کیونکہ میں (ابن عباس) نے رسولخدا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جبکہ وہ علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور یہ وہ ہے جو سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کریگا۔ علی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان فرق کریگا۔ وہ مومنین کا حاکم و سردار ہے جس طرح ال ظالمین کا سردار ہے ... صدیق اکبر ہے وہ میرا دروازہ ہے جس کے ذریعے اندر پہنچا جاتا ہے

عبدالرحیم بن حسین العراقی کتاب التنقید و الایضاح لما اطلق

واغلق من کتاب ابن الصلاح میں تحریر کرتے ہیں

والصحیح ان علیا اول ذکر
اسلم وحکی ابن عبد البر
الاتفاق علیہ کما سیاتی. وقال
ابن اسحاق فی السیرۃ اول
من آمن خدیجہ ثم علی بن ابیطالب
وکان اول ذکراً من برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو
ابن عشر سنین ثم زید بن
حارثہ وکان اول ذکر اسلم بعد
علی ثم ابوبکر فاظھر اسلامہ
الی آخر کلامہ - وما ذکرنا
انہ الصحیح من ان علیا
اول ذکر اسلم ھو قول اکثر
الصحابہ ابوذر، سلمان
الفارسی وخباب وخزیمہ
بن ثابت وزید بن ارقم
وابی ایوب الانصاری والمقداد
بن الاسود ویعلی بن مرہ وجابر
بن عبد اللہ وابی سعید الخدری
وانس بن مالک وعفیف الکندی
وانشد ابو عبد اللہ المرزبانی
لخزیمہ بن ثابت ؎

یہ بطور امر[illegible]
پہلے مرد ہیں
کہتے ہیں کہ تمام
ہے کہ علی سب سے پ
ابن اسحاق سیرۃ النبی۔
حضرت خدیجہ کے بعد ہی حضر
اور علی سب سے پہلے مرد ہیں جو
پر ایمان لائے۔ اس وقت ان
سال کی تھی۔ علی کے بعد زید بن حارثہ
لائے۔ اور وہ علی کے بعد مردوں میں سب سے پہلے
ایمان لانیوالے ہیں۔ زید ابن حارثہ کے بعد
ابوبکر مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کو ظاہر
بھی کیا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ صحیح
ہے کہ اس امت کے سب مردوں میں سب
سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ یہ قول
اکثریت صحابہ کا ہے مثلاً ابوذر، سلمان فارسی
خباب خزیمہ بن ثابت و زید بن ارقم و ابوایوب
الانصاری و مقداد ابن الاسود و یعلی بن مرہ
و جابر بن عبد اللہ و ابوسعید خدری و انس
بن مالک و عفیف الکندی وغیرہم۔ ابوعبداللہ
مرزبانی نے خزیمہ بن ثابت کے یہ اشعار کہے
جنکا مطلب یہ ہے کہ:۔

الامر منصرفا	مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ امر خلافت بنو ہاشم او رخاصکر
ابی الحسن	علی بن ابیطالب سے چھین لیا جائیگا۔ کیا علی ابن
لقبلتهم	ابی طالب ان سب میں سے اول شخص نہیں ہیں۔
الفرقان والسنن	جنہوں نے قبلہ اسلام کیطرف سب سے پہلے سجدہ کیا اور
	ان سب میں سب سے زیادہ قرآن اور سنت کے جاننے والے ہیں

اس روایت کو عبدالرحیم عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں لکھا ہے۔ بن عبدالرحمن سخاوی نے فتح المغیث میں اسکی تصدیق و توثیق کی ہے۔ جمال الدین محدث شیرازی تاریخ روضۃ الاحباب میں یہ لکھکر کہ علی سب سے پہلے ایمان لائے لکھتے ہیں:۔ از خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ابیات در مدح علی مرتضے کرم اللہ وجہہ منقول است کہ مشیر باینمعنی است حیث قال ؎

ماکنت احسب هذا الامر منصرفا	عن هاشم ثم منها عن ابی الحسن
الیس اول من صلی لقبلتهم	واعلم الناس بالفرقان والسنن

محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں یہی کہتے ہیں: الجزء الاول ص۲۴۲ اور بعض علماء اہلسنت و جماعت ان اشعار کو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ بہ تفسیر آیہ کریمہ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فخرالدین رازی مفاتیح الغیب میں نظام الدین نیساپوری غرائب الفرقان میں و بیضاوی وملا عصام حاشیہ تفسیر بیضاوی میں ان اشعار کی تشریح کرتے ہیں اور انکو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل عبارت ہم تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص۱۱۵ و ۱۱۶ سے نقل کرتے ہیں:۔

لاخلاف فی ان خدیجه اول	اس میں تو اختلاف ہی نہیں ہے کہ سب سے پہلے
من اسلم واختلف فی من	حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا۔ اختلاف اس
اسلم بعدها فذکر	میں کیا گیا ہے کہ ان کے بعد کون ایمان لایا۔

باللہ شیئاً فیستانف الاسلام بل
کان تابعاً للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی جمیع افعالہ مقتدیا
بہ وبلغ وہو علی ذلک وان
اللہ عصمہ وسددہ ووفقہ
لتبعیتہ للنبیہ علیہ السلام
لانہما کان غیر مضطرین ولا
مجبورین علی فعل الطاعات
بل مختارین قادرین فاختارا
طاعۃ الرب وموافقۃ
امرہ واجتناب منہیاتہ
ومنہم من رای انہ اول من
امن وان الرسول دعاہ
وہو موضع التکلیف بظاہر
قولہ عزوجل۔ وانذر
عشیرتک الاقربین
وکان بداؤہ بعلی اذ کان
اقرب الناس الیہ و
اتبعہم۔
ثم اسلم ابوبکر رضی اللہ
عنہ ودعا قومہ الی الاسلام۔

یہ رائے رکھتی ہے کہ حضرت نے
نہیں کیا۔ اس وجہ سے یہ
نے کسی خاص وقت میں
اپنے طفلی سے ہر ایک افعال
جناب رسولخدا کی متابعت کیا کرے
کہ اسی حالت میں سن بلوغ کو پہنچے۔
خداوند تعالیٰ نے انکی عصمت خطا کی اور بدی
سے بچایا۔ کیونکہ انہوں نے اُس کے نبی کی متابعت
کی تھی۔ یہ دونوں یعنی علی اور رسولخدا طاعت
کرنے پر مجبور نہیں کئے گئے تھے بلکہ اُن
دونوں نے اپنے اختیار سے بلا اکراہ و اجبار
کے خداوند تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کو اختیار
کیا تھا۔ اسکے حکم کی موافقت کی اور منہیات
سے اجتناب کیا۔ ایک جماعت علماء کی رائے
ہے۔ کہ سب سے پہلے علی ایمان لائے۔ اور جناب
رسولخدا نے انکو ظاہر اسلام کی تکلیف بموجب
آیہ مبارکہ وانذر عشیرتک الاقربین
دی۔ اور یہ ظاہری تبلیغ بھی حضرت علی ہی سے
شروع کی کیونکہ وہ سب سے زیادہ آنحضرت سے قریب تھے اور
سب سے زیادہ انکی پیروی کرتے تھے۔ پھر اسکے بعد حضرت
ابوبکر ایمان لائے۔ اور اپنی قوم کو اسلام کیطرف بلایا

مسعودی: ۔ مروج الذہب مطبوعہ بیولاق ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۳ھ الجزء الاول ص۳۰۷۔

واقعات کی افتاد بھی یہی بتا رہی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت

دریھر گھر کے غلام زید بن حارثہ۔ آنحضرت مبعوث برسالت
سے سب سے پہلے گھر میں ذکر کرنا تھا چنانچہ کیا۔ اور فوراً
اب علی نے آپ کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا۔ زید
مر میں تھے۔ اُن کو بھی علم ہوا اور وہ بھی ایمان لائے۔ ابھی تبلیغ
ہی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر تک کس طرح پہنچتی۔ اور اُنکو حضرت
پہلے ایمان لانے کا کونسا موقعہ تھا۔ آنحضرت اس امر کی تبلیغ میں وحی الٰہی
بند تھے۔ تبلیغ کا حکم آیۂ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین کے ذریعہ سے
ہوا۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آنحضرت نے علی کو حکم دیا کہ تمام قربین
کو ضیافت پر جمع کریں جب وہ جمع ہو گئے تو پھر اُن پر عرض اسلام کیا گیا۔ اسکے
بعد غیروں میں تبلیغ شروع ہوئی۔ اندریں حالات حضرت ابوبکر کا حضرت علی سے
پہلے ایمان لانے کا امکان ہی جاتا رہتا ہے۔ پھر بحث کیا باقی رہی۔ جب ہی تو حضرت
علی کہتے ہیں کہ تمام لوگوں سے سات برس پہلے میں ایمان لایا اور رسول خدا کے
ہمراہ نماز پڑھی۔ بلکہ جب لوگوں کو غلط اور وضعی روایات بیان کرتے سنا تو صاف
طور سے فرما دیا کہ میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا۔

عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت	معاذۃ العدویہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ
علیا یقول علی منبر البصرہ انا صدیق	میں نے بصرہ میں علی کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ
الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر	میں صدیق اکبر ہوں میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا
واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر۔	اور میں نے اسلام قبول کیا قبل اسکے کہ ابوبکر مسلمان
(المعارف ابن قتیبہ)	ہوں۔

کسی روایت میں نہیں ہے کہ بعثت کے بعد ہی فوراً آنحضرت اپنے گھر تشریف نہیں
لائے۔ بلکہ حضرت ابوبکر کے گھر چلے گئے۔ یا اپنے گھر آتے ہی فوراً ابوبکر کے گھر کیطرف
نکل گئے یا اُنکو بلا بھیجا۔ وہ ایسا کیوں کرتے۔ ابوبکر اور آنحضرت کی قبل بعثت کسی مخلص
دوستی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ رہائش بھی دور دور تھی۔ محلہ بنی ہاشم کہاں۔ محلہ تیم کہاں

اور اگر جان پہچان تھی تو بہت تھوڑی۔ اگر دوست بھی ہوتا نے اپنے چچاؤں سے تو ذکر کرتے ہوئے پرہیز واجتناب کیا ذکر کردیتے۔ ابوطالب وحمزہ ہمیشہ آپ کے خیرخواہ و محافظ و تو ذکر نہ کرتے حضرت ابوبکر کے پاس ذکر کرنے دوڑے جاتے۔

علیہ اللہ امرتسری نے اچھی طرح فیصلہ کیا ہے ہم یہاں اُنکی عبارات ار صلہ ۴۹۶ سے نقل کرتے ہیں۔ اُن تمام احادیث کو درج کرنے کے بعد جن علی کا سب سے پہلے ایمان واسلام قبول کرنا ثابت ہوتا ہے۔ فاضل مولف لکھ

"یہ سب حدیثیں اس اثر کے معارض ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سبقت اسلام کے بارہ میں مروی ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ وہ حدیث از قبیل احاد ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ اربعین میں لکھتے ہیں۔ اما الخبر الذی تمسکوا بہ فی اثبات ان اسلام ابی بکر سابق علی اسلام علی فھو من باب الاحاد یعنی وہ حدیث کہ جس سے لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام جناب علی کے اسلام سے سابق ہے وہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور حضرت علی کا سب سے سابق الاسلام ہونے پر قریباً اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن عباس وانس بن مالک وجماعۃ انہ اول من اسلم علیؑ ونقل بعضھم الاجماع علیہ یعنی ابن عباس اور انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ میں سے یہ کہتا ہے کہ جناب علی سب سے اول اسلام لائے۔ اور بعض راویوں سے نقل ہے کہ اسی بات پر اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھتے ہیں عن سلمان وابی ذر والمقداد وعمار وخباب وجابر وحذیفہ و ابی سعید وزید بن ارقم رضی اللہ عنھم ان علی ابن ابیطالب اول من اسلم یعنی سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار یاسر اور جابر بن عبداللہ اور حذیفہ اور ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنھم سے روایت ہے کہ جناب علی سب سے پہلے اسلام

بعد علامہ موصوف تحریر کرتے ہیں۔ قال شہاب وقتادہ وابن اسحاق
رجال علی بن ابیطالب یعنی شہاب اور قتادہ اور ابن اسحاق
سب سے پہلے جناب علی اسلام لائے ہیں۔
حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ علامہ مذکور
ین لکھتے ہیں:۔ قال سالم بن ابی الجعد قلت لابی حنیفہ اکان
ہم اسلاما قال لا یعنی سالم بن ابی الجعد کہتا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ
علیہ سے پوچھا آیا اصحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے ہیں
ن نے جواب دیا نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: سئل محمد کعب القرظی
عن اول من اسلم علی او ابوبکر قال سبحان اللہ علی اولھما اسلاما وانما
شبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ یعنی محمد بن کعب القرظی سے کسی نے سوال
کیا کہ اول علی اسلام لائے ہیں یا ابوبکر۔ انہوں نے جواب دیا۔ سبحان اللہ ان دونوں
میں سے پہلے علی اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ کیونکہ جناب علی نے
ابوطالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔
اصل امر یہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے بخوف ابوطالب اپنے اسلام کا
اخفا نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امر عالی کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ
علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں...
"لیکن اکثر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے اول اظہار اسلام
بھی جناب علی ہی نے کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی اور علامہ جریر
طبری وغیرہم رحمہ اللہ عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں...
"علامہ جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ الرسل والملوک میں اس کے بعد ان
الفاظ کو روایت کیا ہے۔ قال العفیف بعد ما اسلم ورسخ الاسلام فی قلبہ
یالیتنی کنت رابعا یعنی اسلام لانے کے بعد جبکہ عفیف کے دل میں اسلام کا
خوب رسوخ ہو گیا تو یہ کہا کرتے تھے کاش میں ان تینوں کے ساتھ چوتھا ہوتا پس

جناب عباس کے قول سے کہ ما علی الارض کلہا احد عا والثلاثہ ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اسم جناب علی کا اسلام لانا عباس اور عفیف کندی رضی اللہ عنہ لفظ ہؤلاء الثلاثہ کی قید سے اور عفیف کے یہ کہنے سے کہ اسلام لاتا تو میں اس وقت اسلام کا چوتھا رکن ہوتا صاف ظا ابوبکر ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ حضرت عباس قید نہ لگاتے اور عفیف کنت رابعاً نہ کہتے بلکہ کنت خامساً کہتے ہیں یہ میں نہیں کرتا کہ یہ راز حضرت عباس کو معلوم ہوگیا ہوا ور ابوطالب سے مخفی رہا ہے محض عفیف الکندی ہی کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور لوگوں نے بھی اسی طرح محض حضرت خدیجہ اور حضرت علی ہی کو جناب رسول خدا کے ہمراہ نماز پڑھتے دیکھا چنانچہ عبداللہ ابن مسعود کو بھی ایک ایسا ہی موقعہ ملا تھا۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان اول شیی علمتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمت مکۃ فی عمومتہ لی فارشدنا علی العباس بن عبد المطلب فانتھینا الیہ وھو جالس الی الکعبۃ من ثم جلسنا الیہ فبینا نحن عندہ اذا اقبل رجل من باب الصفا تعلوہ حمرۃ ولہ وفرۃ جعدۃ علی انصاف اذنیہ اقنی الانف براق الثنایا وعج العینین کث اللحیۃ دقیق المسربہ

امام احمد حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے جو شے آنحضرت کے متعلق معلوم کی وہ یہ تھی کہ ایک دفعہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مکہ گیا وہاں ہم عباس ابن عبدالمطلب کے یہاں گئے وہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں باب صفا سے ایک سرخ وسفید رنگ کا آدمی آیا اور اس کے رخسا رے گھونگردالے بال کانوں کے نصف تک تھے اسکی ناک نہایت اونچی تھی۔ اور اس کے دانت بہت سفید تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی

ن حسن الوجہ
دا مرأۃ قد سترت
صل وانحو
ستلمہ ثم استلم
ر والامرأۃ ثم طاف
یت سبعا والغلام و
لامرأۃ یطوفان معہ فقلنا
یا ابا الفضل ھذا الدین
لم یکن نعرفہ فیکم او شیئ
حدث فقال ھذا ابن اخی
محمد بن عبد اللہ والغلام
علی بن ابی طالب والامرأۃ
امراتہ خدیجہ بنت
خویلد واللہ ما علی وجہ
الارض احد یعبد اللہ
لھذا الدین الا ھؤلاء ثلاثہ۔
الطبرانی: معجم الکبیر فی مسند عبداللہ ابن مسعود

اور نہایت سیاہ تھیں۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ شانے سخت تھے۔ چہرہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا اور ایک عورت تھی جس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ اُس جوان نے بڑھکر حجرالاسود کو بوسہ دیا۔ اور اس لڑکے اور بی بی نے اسکو چوما۔ پھر اس جوان نے سات مرتبہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور بی بی نے بھی سات مرتبہ طواف کعبہ کیا پس ہم نے عباس سے کہا کہ اے ابا الفضل ہم نے تو پہلے یہ طریقہ تم میں کبھی نہیں دیکھا۔ شاید کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے اور یہ لڑکا علی بن ابیطالب ہے اور یہ بی بی خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی زوجہ ہے۔ واللہ تمام روئے زمین پر ان تین شخصوں کے علاوہ کوئی اور خدا کی عبادت کرنیوالا اس دین میں نہیں ہے۔

مولوی سید صدر الدین احمد حنفی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضےٰ صلا میں جناب علی مرتضیٰ کی اولیات اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

"آپ بقول مرجح بعد حضرت خدیجہ سب سے اول اسلام لائے۔ آپ نے رسول اللہ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی۔ آپ نے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا۔ آپ نے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا۔ آپ نے سب سے پہلے مسئلہ عائلہ کا استخراج کیا۔ آپ نے سب سے پہلے میراث خنثیٰ مشکل میں فتوے دیا آپ

نے سب سے اول آنحضرت کے حضور میں قضایا کے فیصلے
آپ کے قضایا کو برقرار رکھا۔ آپ اول ہیں اُن میں کہ
خدا کی راہ میں فروخت کیا۔ آپ اول ہیں جو قیامت
زانو ٹیک کر خصومت کرینگے۔ اول ہیں جو حوض پر وارد
جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کرینگے۔ آپ اول ہیں
اٹھینگے" پھر صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:۔

"بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسیکو آپ پر سبقت الی
نہیں۔...... آنحضرت نے آپکے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کے
کیا جاتا ہے"۔

اس موضوع پر مولوی حافظ محمد علی حیدر نے اپنی کتاب سیرۃ الد
حصہ اول میں ایک عمدہ بحث کی ہے جو کتاب کے صفحہ ۳۱ سے شروع ہوتی ہے۔ یہ
صاحب نہایت راسخ الاعتقاد سنی المذہب تھے جیسا کہ اسی بحث سے اور
نیز اسی کتاب کے صفحات ۷۴ لغایت ۴۸۳ سے ظاہر ہے۔ جہاں اُنہوں نے مسئلہ
خلافت پر بحث کی ہے۔ بہر صورت ان حضرات سے اتنا ہی بہت ہے۔ حضرت
علی کی اولیت اسلام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت کے کنار عاطفت میں پرورش پانے کا یہ اثر ہوا کہ آنحضرت
نے جب اپنی عمر کے چالیسویں سال ۶۰۹ء میں دعوے نبوت کیا تو جناب امیر
فوراً ایمان لائے ترمذی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت دوشنبہ کے دن مبعوث
برسالت ہوئے آپنے منگل کے دن انکے ساتھ نماز پڑھی۔ ابو رافع آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ
میں دوشنبہ کے دن نبی ہوا۔ خدیجہ اسی روز آخر دن اسلام لائیں۔ میرے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسرے
منگل کو علی ایمان لائے پھر زید بن حارثہ ایمان لائے اور اُنکے بعد ابوبکر صدیق ایمان لائے
ان روایتوں سے حضرت علی کا اول اسلام لانا ثابت ہے جسکے متعلق ہم آئندہ لکھینگے۔
"جناب امیر کے سابق الاسلام ہونے پر اختلاف چلا آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت

تے ہیں۔ ابن ہشام اور ابن اثیر اور ابوالفدا اور دیگر مستند
ہے کہ آنحضرت کے اظہار نبوت پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ
رت علی ابن ابیطالب۔ پھر خدیجہ کے غلام زید بن حارثہ پھر
یق۔ یہہ امر درایتاً بھی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ
ضرت کی راستبازی و دیانتداری کا تجربہ کر چکی تھیں۔ اور جناب
رش بچپن سے آنحضرت کے سایۂ عاطفت میں ہوئی تھی۔ پھر اُن کے
سلام میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ خود جناب امیر نے سبقت اسلامی شعر میں
فخریہ بیان کی تھی ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً غلاماً ما بلغت اوان حلمی

امام ابوحنیفہ نے اگرچہ نہایت عاقلانہ طریق سے اس قضیہ اولیت کے
رفع کرنے کی کوشش کی جو ایک گونہ بسلیم الطبع شخص کے لئے تسلی بخش تو ضرور
ہو سکتی ہے لیکن اُس سے مطلق اولیت پورے طور پر واضح نہیں ہوتی وہ لکھتے
ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں
سب سے پہلے حضرت علی نے۔ اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے۔ اور
غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ ذیل میں اولاً ہم ان احادیث
کا ذکر کرتے ہیں جن سے جناب امیر کی سبقت فی الاسلام ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے
بعد بطور محاکمہ متعلق بہ سابقیت ایک بحث لکھینگے اور اس امر کو ثابت کرینگے کہ جناب
امیر کی عمر اسلام لانے کے وقت کیا تھی اور اسلام میں حقیقتاً سابقیت کسکو حاصل تھی"
اس کے بعد فاضل مولف نے ۲۱ احادیث و روایات درج کی ہیں جن سے حضرت
علی کی سبقت اسلامی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

محاکمہ متعلق بسابقیت

متعلق بہ سابقیت اسلام جناب امیر ہم احادیث اوپر لکھ چکے ہیں۔ نفس
سابقیت میں کچھ اختلاف ہے بعض حضرت ابوبکر کو بوجوہ ذیل سابق سمجھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ
نہیں کیا مگر اُس نے انکار کیا اور مجھ سے بحث کی سوائے
بغیر قیل و قال میرے کہنے سے اسلام لائے۔ علامہ بیہقی اس
چونکہ ابوبکر قبل اسلام لانے کے آنحضرت کی نبوت کو علامت در
کے آپ کے برحق ہونے کی تصدیق دل سے کر چکے تھے۔ لہذا وقت
انکو کسی قسم کا تردد باقی نہ تھا۔ اُنہوں نے اسلام قبول کیا۔ میمون ابن مہران
کہ حضرت ابوبکر سابق الاسلام ہیں اسلئے کہ جب بحیرا راہب سے ملے تب اسلام
اور آنحضرت کا نکاح خدیجہ سے کرایا۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ سب سے اول آنحضرت
کے ساتھ ابوبکر نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی و ابن حبان حضرت ابوبکر سے روایت
کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کیا میں خلافت کا حقدار نہیں۔ کیا میں اول اسلام
لانے والا نہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں اور عبداللہ ابن احمد ابن حنبل
نے زوائد مسند میں شعبی سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے حضرت ابن عباس سے
پوچھا کہ اسلام میں سابق کون ہے اُنہوں نے کہا ابوبکر۔ پھر حسان ابن ثابت کے
اشعار سنائے جس میں اُنہوں نے اولیتِ اسلام ابی بکر کو نظم کیا ہے۔ صرف
انہیں روایات سے حضرت ابوبکر کا سابق الاسلام ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ قبل اسکے
کہ اس مبحث پر کچھ لکھا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ ان میں
کونسی روایت واقعی نفس مبحث پر روشنی ڈالتی ہے۔ اور کونسی نہیں پہلی روایت
سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بلا حجت و قیل و قال اسلام قبول فرمایا
اولیت کے متعلق اس روایت سے بالکل پتہ نہیں چلتا۔ بلا حجت اسلام قبول کرنا
اور سابق الاسلام ہونا دونوں ایک چیز نہیں۔ دوسری روایت پر اگر استدلال صحیح
سمجھا جائے تو پھر اولاً ورقہ بن نوفل سابق الاسلام ہوتے ہیں۔ نہ کہ حضرت ابوبکر
دوم۔ یہ کہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت نہیں ہوئے
تھے اور نہ آپ کے سامنے اسلام پیش کیا تھا۔ اسلئے سابق الاسلام ہونیکی بحث میں

ن تیسری روایت سے بھی سابق الاسلام ہونا ثابت نہیں
یہ روایتیں ایسی رہتی ہیں کہ جن پر اس معاملہ میں استدلال
چوتھی روایت خود حضرت ابوبکر صدیق کی ہے۔ اور اس پر
قطعی فیصلہ محض اس روایت پر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اور معتبر
اف نہ ملیں تو یہ روایت البتہ قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ ورنہ
ف استدلال ہو سکتا ہے۔ پانچویں روایت حضرت ابن عباس
اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباس نے اشعار حسان
بت کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔ خود اپنا علم بیان نہیں کیا۔ جس سے یہ امر اخذ
جا سکتا ہے کہ حضر... عباس کا یہ ارشاد انہیں اشعار پر مبنی تھا اسکی تائید
حدیث نمبر ۱۸ اور ۱۹ سے بھی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے
سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود اُن کی روایت ہے۔ اور ایک حضرت
ابن عباس کی۔ برخلاف جناب امیر کے کہ ان کا سابق الاسلام ہونا انکی روایت
کے علاوہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے جناب امیر کے سابق
الاسلام ہونے پر اجماع ہوا ہے.........

محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابو حازم و محمد ابن المنکدر و ربیعہ
بن عبدالرحمن اور کلبی کا قول ہے کہ علی سب سے اول اسلام لائے۔ ابو اسحاق کا قول
ہے کہ مردوں میں جو شخص کہ سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا اور جس نے آنحضرت
کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور جس نے آنحضرت کے ارشادات کی تصدیق کی وہ علی
ابن ابی طالب ہیں۔ ابن اثیر اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر حال شاہد ہے کہ آنحضرت
کے گھر والے سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت خدیجہ جناب امیر۔ زید بن حارثہ اور
اُن کی بی بی ام ایمن اور ورقہ بن نوفل۔ یہ سابقین میں ہیں۔ اپنے اس دعوے
کی تائید میں ابن اثیر حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر سے قبل پانچ آدمی اسلام لا چکے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اس کے علاوہ جو

حدیثیں دربارۂ سابقیت اسلام حضرت ابی بکر روایت ہوئیں
کے جو دربارۂ سابقیت اسلام جناب امیرؑ میں معارض پڑ ڈ
عباس والی روایت کے۔ اس روایت کے متعلق یہ سمجھ لینا
قبیل حادث ہے۔ امام فخرالدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ
ابن عباس کی) کہ جس سے لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حد
اسلام جناب امیر کے اسلام سے اول ہے۔ وہ حدیث احادیں سے۔
امیر کے سابق الاسلام ہونے پر تقریباً اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی
محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس و انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ کا یہ قول ہے
جناب امیر سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور بعض راویوں سے منقول ہے کہ اسی پر
اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی و
ابوذر غفاری و مقداد ابن الاسود و عمار بن یاسر و جابر ابن عبد اللہ و حذیفہ بن الیمان
و ابوسعید خدری و زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جناب امیر سب سے اول اسلام لائے
تابعین میں ابن شہاب زہری۔ قتادہ و ابن اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ مردوں
میں سب سے پہلے جناب امیر اسلام لائے۔ حضرت امام ابی حنیفہ کا بھی یہی اعتقاد تھا
سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام میں سب سے
پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ محمد ابن کعب قرظی سے
کسی نے پوچھا کہ اول جناب امیر اسلام لائے یا ابوبکر صدیق۔ انہوں نے جواب دیا۔
سبحان اللہ۔ ان دونوں میں سے جناب امیر پہلے اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو
شبہ ہو گیا۔ اس لئے کہ جناب امیر نے ابوطالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں
کیا تھا۔ حضرت ابوبکر کا اسلام فوراً ہی ظاہر ہو گیا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شبہ میں
پڑ کر حضرت ابوبکر کو سابق الاسلام مشہور کر دیا۔ ....

"ترغیب اور تحریک سے سبقت فی الاسلام حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اوپر لکھی
ہوئی حدیثیں جن میں آنحضرت کا خود ارشاد متعلق بہ سبقت صاف اور صریح طور سے

ب موضوع قرار دیجائیں تو کوئی بحث باقی نہیں رہتی۔ رہا یہ امر کہ
ب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ اس امر میں بھی
ما یا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جناب امیر نے بخوف ابوطالب اسلام
ا۔ بلکہ بحکم آنحضرت مخفی کیا تھا جیسا کہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں
۔ ان سب باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سابقیت اسلام میں جناب امیر ہی کو ہے"
ں کے بعد فاضل مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ اظہار اسلام بھی جناب امیر ہی
بوبکر و جملہ دیگر صحابہ سے پہلے کیا ہے۔

فاضل مؤلف نے بحث مندرجہ بالا لکھی ہے اور اچھی لکھی ہے جماعت اہل حکومت کے ایک عالم سے اس سے زیادہ اور کیا امید کیجا سکتی ہے۔ ایک طرف حق، دوسری طرف آبا و اجداد کا اعتقاد اور حکام سقیفہ ساعدہ کی محبت بیچارے کا منطق دو طرفہ ہو جاتا ہے۔ زبان پر آئی ہوئی بات روک لیتے ہیں۔ اور استدلال ادھورا رہجاتا ہے۔ طریقۂ استدلال اس سے بہتر ہو سکتا تھا اور منطق معقول تر اگر بات کو چبا نہ جاتے تو بحث قوی تر ہو جاتی۔ اور کلام زیادہ موثر ہوتا۔ ہم ناظرین کی توجہ ان امور کی طرف دلاتے ہیں جو اس بحث میں نظر انداز کر دئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسول خدا کا کوئی قول نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جناب علی مرتضیٰ کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسول خدا کے بیشمار اقوال ہیں۔ اور آنحضرت نے بار بار اس کو بطور فضیلت عظمیٰ کے بیان فرمایا ہے اہل بصیرت و صاحبان فکر کے لئے یہی ایک دلیل قاطع ہے آنحضرت سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ آپ پر سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ جس امر کا قطعی فیصلہ خود آنحضرت نے کر دیا پھر اسکو قابل بحث قرار دینا اور اس کے فیصلے کے لئے صحابہ کی طرف رجوع کرنا آنحضرت کی تنقیص شان ہے۔

اس تحقیقات کیلئے نہایت ضروری ہے کہ اس سیاسی فضا اور ملکی واقعات و

Presented By: https://jafrilibrary.com

حالات کا مطالعہ کیا جائے کہ جس کے اندر ان احادیث نے
پر ہم نہایت تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے باب دہم میں س
یں لکھینگے جن ذرائع سے حضرت علی کو خلافت سے محر
کی کارروائی کو مستقل و مستحکم کیا گیا ان میں وضع حدیث
ہے۔ ایسی احادیث وضع کی گئیں جن سے حضرت علی کی تنقیہ
فضائل پر پردہ پڑے اور حکام سقیفہ کا درجہ لوگوں کی نظروں
روایات میں سے یہ حضرت ابوبکر کی روایات اولیت اسلام بھی
بات ایسی ہے جو حافظ محمد علی حیدر حنفی کے منہ سے نہیں نکل سکتی۔

جو احادیث شاذ و نادر حضرت ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے کے م

ہیں ان پر اچھی خاصی تنقید صاحب سیرۃ العلویہ نے کر دی ہے۔ اور ہم بھی ا
متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ جو تھوڑا سا رہ گیا ہے اسکو اب بیان کرتے ہیں
علامہ بیہقی کی بحث عجیب شان مجبوری اپنے میں مضمر رکھتی ہے۔ اور وہ کونسی
علامات تھیں جنکو دیکھکر حضرت ابوبکر نے آنحضرت کی بعثت سے پہلے آپ کو
نبی تسلیم کیا تھا۔ اگر وہ علامات حضرت بیہقی بیان فرما دیتے تو اُن کی بحث کو اچھی
قوت مل جاتی۔ اُن کے اظہار سے پہلو تہی کرنا ان کی بحث کو کمزور کرتا ہے آنحضرت
امین تھے۔ سچے تھے۔ دیانتدار تھے۔ ہر ایک خصلت حمیدہ آپ میں تھی اس
سے زیادہ حضرت ابوبکر کو معلوم نہ تھا لیکن ہر ایک خصائل حمیدہ رکھنے والا شخص
نبی نہیں ہوتا کبھی خود تو حضرت ابوبکر نے نہ فرمایا کہ میں نے بعثت سے پہلے آنحضرت
کو نبی تسلیم کیا تھا۔ اور فلاں فلاں علامات کی وجہ سے کیا میمون ابن مہران کی بحیرا
راہب والی روایت کچھ حضرت ابوبکر کے لئے باعث فخر نہیں۔ آنحضرت نے تو ابھی
دعوی نبوت نہیں کیا تھا۔ راہب نے کہا تھا کہ آپ نبی ہونگے۔ اگر حضرت ابوبکر نے راہب
کو سچا سمجھا تو انہوں نے راہب کی تصدیق کی۔ اور اُس کی صداقت کو تسلیم کیا۔ نہ کہ
آنحضرت کے دعوے نبوت کو۔ کیا حضرت ابوبکر کو کاہنوں پر ایسا اعتقاد تھا اور

…ت سچا علم تھا۔ کیا کاہنوں کی باتوں ہی کی بنا پر آنحضرت کو
…ور آپ کی نبوت کو تسلیم کیا تھا۔ کیونکہ کاہنوں نے اپنے علم
…ئے حضرت ابوبکر کو بتا دیا ہوگا کہ یہ شخص یعنی محمد مصطفٰے صلعم ایک
…عمل کریگا اور اس کے دوسرے اس کے جانشین ہونگے
…ور راہبونکو نبوت کا علم غیب پیش از وقت ہو سکتا ہے تو حکومت کا
…سکتا ہے۔ اگر آنحضرت کے عہدۂ نبوت کی پیشینگوئی کر سکتے تھے۔ تو
…پ کی حکومت کی پیشینگوئی پہلے کی ہوگی۔ علاوہ ساری باتوں کے پھر تو
وہ راہب سابق الاسلام ہوا نہ کہ حضرت ابوبکر۔ آنحضرت نے تو واپس آنکر
حضرت خدیجہ سے یہ نہ کہا۔ کہ میں نبی مقرر ہونے والا ہوں۔ کیونکہ راہب نے
اطلاع دی ہے لیکن حضرت ابوبکر بڑھ گئے اور اُن کو نبی تسلیم بھی کر لیا۔ اس کے
بعد معلوم نہیں شاید ارکان اسلام سیکھنے کیلئے بھی راہب کے پاس گئے ہونگے۔
کیونکہ وہ ارکان راہب ہی بتا سکتا تھا۔ آنحضرت پر تو ابھی اُنکا انکشاف نہ ہوا تھا
اور مسلمان بغیر ارکان اسلام پر عمل کرنے کے ایک بے معنی شے ہے۔

تمام روایات پر جن سے حضرت ابوبکر کا سابق الاسلام ہونا بیان کیا جاتا ہے
بحث کرنے کے بعد صاحب سیرۃ العلویہ اس نتیجہ پہ پہنچے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق
کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود ان کی اپنی روایت ہے اور ایک
حضرت ابن عباس کی۔ باقی روایات کی تردید اُنہوں نے کردی ہے۔ ان دو
روایات پر اُن کی رائے میں اس وجہ سے عمل نہیں ہو سکتا کہ ابوبکر والی روایت
کے برخلاف اور بہت سی روایات ہیں اور حضرت ابن عباس والی روایت
از قبیل احاد ہے۔ گویا دونوں وضعی ناقابل اعتبار ہیں۔ اُن دونوں روایات کو
رد کرنے کے لئے ان وجوہات کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں۔ حضرت ابوبکر والی
روایت کو اصلی الفاظ میں اُنہوں نے نقل نہیں کیا۔ یہ اُس لکچر کا ایک حصہ ہے
جو حضرت ابوبکر نے اپنے حق میں مجلس سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر دیا تھا لیکن اس

طرح کسی مورخ نے بیان نہیں کیا۔ اگر صاحب سیرۃ الع
تو بہتر تھا۔ ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث میں اس کی
تاریخ طبری، الکامل ابن الاثیر، مروج الذہب مسعودی، تا
الخمیس۔ کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ یہ سب
اور گفتگوؤں کو اپنے اپنے طرق واسناد سے نقل کرتے ہیں۔
ایسی عبارت نہیں لکھی جس کا ترجمہ وہ ہو جو صاحب سیرۃ العلویہ
نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت ابوبکر نے یہ کہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ کتاب ار
والسیاستہ میں یہ عبارت ملتی ہے۔ فکنا معشر المہاجرین اول الناس
یعنی ہم مہاجرین اسلام لانے میں اول تھے۔ یہ فقرہ جماعت مہاجرین کیلئے کہ
ہے۔ کیونکہ جماعت انصار سے مقابلہ تھا۔ چنانچہ آگے چلکر فرماتے ہیں۔ نحن عشیلہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم رسول خدا کے قرابتدار ہیں۔ یہاں بھی مقابلہ
جماعتوں سے کیا گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر میں قرابتداری کوئی خاص
نمایاں نہ تھی۔ جو شخص کہ قریب ترین تھا اُس سے تو اعراض کیا گیا تھا جناب
رسول خدا نے بھی دعوت ذی العشیرہ میں انکو مدعو نہیں کیا تھا اس کے بعد جو حضرت
ابوبکر سے رشتہ ہوا۔ وہ اس امر کے لئے مفید نہ تھا۔ کیونکہ بیوی کا باپ عشیرہ میں
نہیں آتا۔ بہرصورت یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی سے مقابلہ نہیں کیا۔ یہ دعوے صرف
حاضرین جلسہ کے خلاف پیش ہوا تھا اس محدود مجمع اور بند کمرے کے باہر آنکر کبھی
یہ دعوے برسر منبر پیش نہیں کیا گیا۔ برعکس اس کے حضرت علی کے دعوے کے
الفاظ وطریقہ مقام دعوے ملاحظہ ہوں۔ برسر منبر علانیہ ایک دفعہ نہیں بارہا
تمام امت کے مقابلہ میں کھلے بندوں بے دھڑک بلا خوف تردید آپ فرماتے
ہیں کہ اس امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا میں ہوں۔ میرے سوائے
جو یہ دعوے کرے وہ کاذب ہے۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں نے آنحضرت کیساتھ
تم سب سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔ کئی موقعوں پر آپ نے ابوبکر کا نام لیکر

ایمان لایا ہوں۔ یہ دعوے ہے جو خود آپ اپنی دلیل ہے
؟ کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی کیلئے کتنا فخر کا مقام ہے
آگے سجدہ ہی نہیں کیا۔ مسلمان پیدا ہوئے۔ اور مسلمان ہی رہے
ں امت ہیں ہیں۔ ابھی عالم طفولیت ہی تھا کہ اسلام ظاہری بھی
، ذہن و ذکا کی رسائی اور فطرت کی کاملیت کا اس سے بہتر اور
ملتا تھا کہ آپ نے اس عمر میں توحید کے نکات و معاد کی حقیقت
ت کے مقصد کو سمجھا اور ان پر عمل کیا کہ جب اور بچے لہو و لعب میں
دل رہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی فطرت کامل تھی اور کفر و شرک کے لوث سے
بر الہذا آپ نے وحدانیت ذات باری و رسالت محمدی و حیات ابدی و نشاۃ
اولی و اخری کو ایسا پہچانا کہ پچاس برس کے بوڑھے جنکی فطرت میں بوسیدہ بت پرستی
نے شرک و کفر کو طبیعت ثانیہ بنا دیا کہ ان میں سے کبھی وہ نکلا ہی نہیں اور بقول آنحضرت
ہمیشہ چیونٹی کی چال کی طرح جاری و ساری رہا۔ کبھی پہچان ہی نہ سکے۔ بوقت قبول
اسلام حضرت علی کی عمر ساڑھے بارہ سال کی تھی۔ محمد ابن حنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت
علی کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی دیکھو اسد الغابہ۔ مطالب السئول میں کمال الدین محمد
ابن طلحہ شافعی نے اسکو صحیح مانا ہے۔ نزول وحی کے بعد جناب رسول خدا ۲۳ سال
تک اس عالم فانی میں رہے۔ اور آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت علی ساڑھے
انتیس سال زندہ رہے۔ لہذا بوقت بعثت رسول حضرت علی کی عمر ساڑھے بارہ
سال کی ہوئی۔ یہ تو بہت ہے حضرت علی تو اس جماعت کے ایک فرد تھے جن کو
مہد ہی میں علم و حکمت خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں۔ انکی نسبت
پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اتیناہ الحکم صبیا۔ اگر حضرت عیسیٰ پیدا ہوتے ہی اپنی
والدہ کی عصمت کی تصدیق کر سکتے تھے اور وہ تصدیق منکرین کے خلاف قابل
احتجاج تھی تو اس تصدیق میں کیا نقص آگیا۔ جو جناب علی مرتضیٰ نے نو یا دس یا
ساڑھے بارہ سال کی عمر میں جناب محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت و رسالت کی کی حضرت

ابن عباس والی روایت کا بھی اردو ترجمہ صحیح نہیں ہے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس میں یہ صریح بیان نہیں ہے کہ ابوبکر اول۔ محض حسان بن ثابت کے اشعار کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابو بکر کا پیچھا چھڑایا ہے۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ اور نہ کبھی عیسائیت یا کسی اور گمراہ مذہب کی پیروی کی۔ لہذا اس امت کے سب سے پہلے مسلمان حضرت علی ہوئے ذیل میں ہم وہ تمام حوالہ جات ایک جگہ جمع کرتے ہیں جن میں حضرت علی کا سابق الاسلام ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الاول ص ۳۲۳۔

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۲۰ و ۲۱۔

ابن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الاول ص ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۷۔

محمد ابن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص ۲۱۱ تا ۲۱۴۔

ابوالفداء: کتاب المختصر فی احوال البشر۔ الجزء الاول ص ۱۱۵ و ۱۱۶۔

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء الثالث ص ۲۴ و ۲۵ والجزء السابع ص ۲۲۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزء سیوم ص ۱۵

امام احمد بن حنبل: مسند الجزء الاول ص ۹۹ و ۱۴۱ و ۲۰۹ و ۳۳۱ و ۳۷۳۔ الجزء الرابع ص ۳۶۸۔ الجزء الرابع ص ۳۷۰ و ۳۷۱۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۳۲ و ۱۳۶۔

ابوداؤد الطیالسی: مسند حدیث ۸ و ۶۷۸ و ص ۲۷ و ص ۲۶ حدیث ۱۸۸۔

ابن عبدالبر: الاستیعاب ترجمہ نمبر ۱۸۱۵ ص ۲۷۰ و ۴۸۶۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۷ تا ۱۵۹ و ۲۰۳۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی ص ۷۲ حدیث ۲۹۔

السادس ص۱۲۰ حدیث ۶۰۸۸ و ۶۰۹۹۔

۲۰۷۔ میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص۱۷۔ و مفتاح النجا۔

التہذیب و فتح الباری۔ الجزء السابع ص۵۷۔

المطالب باب چہارم ص۳۸۶

ین احمد حنفی: روائح المصطفیٰ من ازہار المرتضیٰ ص۱۱

عبداللہ ابن مسعود۔　　حافظ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۳۱

مروج الذہب مطبوعہ بولاق ذیقعدہ ۱۲۸۳ ہجری الجزء الاول ص۳۰۶ ۔

یوسف الگنجی: کفایت الطالب ۔　　ابن ماجہ: سنن۔ الجزء الاول ص۵۱

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص۱۱

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی عشر

فی سبق اسلام علی ص ۶۰ و ۶۲ و ۶۱۔ باب الحادی والخمسون ص۱۵۱

محمد ابن حبان: اسعاف الراغبین ص۱۳۷۔　　ابن مردویہ: کتاب المناقب۔

عبدالرحیم بن حسین العراقی: کتاب التنقید والایضاح لما اطلق و اغلق۔

دیلمی: فردوس الاخبار۔　　اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔

نسائی: کتاب الخصائص علویہ۔　　حافظ ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء

ابن قتیبہ: المعارف۔

۱۶ شجاعت و نصرت اسلام۔

نبی کی بعثت کا مقصد اس دین کی اشاعت و نصرت ہے کہ جس کی تبلیغ کے لئے وہ مبعوث ہوتا ہے۔ اس کے جانشین کیلئے یہ اشد ضروری ہے بلکہ یہ اس کی شناخت ہے کہ تمام امت میں سے اس میں سب سے زیادہ نصرت دین کی قابلیت و اہلیت ہو۔ اور بطور امر واقعہ بھی اس نے سب سے زیادہ نصرت دین کی ہو۔ کافروں کے سامنے جنگ سے فرار کرنا نبی کی شان کے خلاف ہے۔ اس کا فرار دین کا فرار اور کفر کی فتح ہے۔ آرے سے چرجانا ٹھیک لیکن بھاگنا ٹھیک نہیں۔ خوشی سے آگ

میں پڑ جائینگے لیکن فرار کا ارادہ بھی نہیں کرینگے۔ خصوصاً بنی آخراز پر جہاد فرض کیا گیا تھا اور جس سے خداوند تعالیٰ نے غلبہ و فتح جنگ سے فرار کرنا کفر و الٰہی کی فتح اور مقصد الٰہی کی شکست تھی اُن لڑائیوں میں بھی کہ جن میں آپ کی فوج نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا بھاگ گئے۔ آپ خود میدان سے نہیں ہٹے۔ اُس کے خلیفہ و جانشین شان ہونی چاہئے کہ فرار کو عار سمجھے۔ اور اُس کی شناخت یہ ہے کہ وہ رسول طرح کبھی جنگ سے نہ بھاگا ہو۔ چنانچہ جب کبھی جناب رسول خداؐ نے اپنے کل اصحاب کے بھاگ جانے کے بعد میدان جنگ میں تن تنہا اعدائے دین کے مقابلہ میں کھڑا ہوا دیکھا حضرت علی کو ہمیشہ آپ کے پہلو میں آپ کی نصرت کرتے ہوئے پایا۔ آنحضرت جوش مسرت میں حضرت علی سے کہتے ہیں کہ تم اوروں کی طرح کیوں نہ اپنی جان بچا کر بھاگ گئے تو علی جواب دیتے ہیں۔ االکفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاتا۔ جناب علی مرتضیٰ کے کرار غیر فرار ہونے کی شہادت واقعات دے رہے ہیں۔ اور جناب رسول خدا کے اقوال اُس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت علی کی شجاعت و نصرت دین مسلّم ہے۔ جناب رسول خدا کے زمانہ کے غزوات پر نظر عمیق ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور اچھی طرح منکشف ہو جاتے ہیں۔

(۱) اسلام اور رسول اسلام کے سخت ترین دشمن بنوامیہ تھے۔ جن کے اس رئیس ابوسفیان تھے۔

(۲) اگر ابوسفیان اور اُنکا خاندان نہ ہوتا تو جنگہائے بدر و احد و احزاب حتّٰی کہ جنگ خیبر کبھی واقع نہ ہوتے۔ اور نہایت اغلب ہے کہ آنحضرت کو مکہ چھوڑنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ نہایت امن و اطمینان کے ساتھ مکہ و مدینہ اور تمام عرب میں اسلام پھیل جاتا۔

(۳) ابوسفیان کی کوششوں کو خاک میں ملانے والا تن تنہا علی بن ابی طالب تھا ہجرت کی کامیابی اور تمام لڑائیوں کی فتح کا سہرا محض علی کے سر ہے۔

ی کی طبیعت تقلبی حالت و زبانی ہمدردئی اسلام اور اوپری محبت
رح ہوجاتا ہے جنہوں نے خاندان رسول یعنی بنو ہاشم اور خصوصاً
ہیں اسی دشمن رسول خاندانِ بنی امیہ کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی
ں۔ ایسے بڑے دشمن رسول کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے شام
یری۔ اور پھر جان بوجھکر کہ حضرت عثمان اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑھائینگے
جائز مہربانیاں کرینگے حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کرا دیا تاکہ بنو امیہ اچھی طرح
ہو جائیں اور ان کی شام کی حکومت کبھی حضرت علی و بنو ہاشم کو خلافت اسلامیہ
پر قابض نہ ہونے دے۔

(۵) حضرت علی کی شجاعت و نصرت دین کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) آنحضرت نے حضرت علی کو کبھی کسی کے ماتحت نہیں کیا۔

(۷) سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام اصلی خلیفۂ رسول نہ تھے۔ کیونکہ بارہا ایسا ہوا کہ جناب رسول خدا تو میدان میں ثابت قدم رہے اور باوجود قلت انصار کے میدان جنگ کو نہ چھوڑا۔ لیکن یہ بزرگوار جناب رسولخدا کو تنہا میدان جنگ میں چھوڑ کر خود بھاگ گئے۔

(۸) حضرت علی کے غزوات و جہاد فی سبیل اللہ میں عرب کے بہت سے قبیلوں کے افراد آپ کی ذوالفقار کا شکار ہوئے۔ کینہ اور عادت قصاص جو اہل عرب کی خاص خصلتیں تھیں اُنہوں نے اُن خاندانوں کو ہمیشہ کے لئے حضرت علی کا دشمن بنا دیا۔ لہذا ان تمام لوگوں کا اتحاد حکومت اولی و حکومت بنی امیہ و حکومت بنی عباس کے ساتھ حضرت علی کے خلاف قدرتی و لازمی تھا۔ ان سب نے ہم نوا ہو کر عمداً و ارادتاً حضرت علی کے خلیفہ و جانشین مقرر ہونے کو چھپانے کے لئے یہ مغالطہ پیدا کیا اور پھیلایا کہ آنحضرت نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ پانچ بڑی لڑائیوں نے کیا ہے جو سب آنحضرت کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ اگر خدانخواستہ اُن کا نتیجہ مسلمانوں کے برخلاف ہوتا تو پھر اسلام کا نام دنیا میں کوئی نہ سنتا اور دنیا

کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔ وہ پانچ بڑی لڑائیاں یہ تھیں
جنگ احزاب۔ جنگ خیبر و جنگ حنین۔ یہ اسلام کی
جن میں اسلام صرف اپنی ہستی قائم رکھنے کے لیے لڑ رہا تھا
توجہ ان لڑائیوں کی طرف تھی۔ ان لڑائیوں کا ذکر قرآن شریف
قرآن شاہد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں ان لڑائیوں میں نما
کی بہت قدر و منزلت ہے۔ اقوال رسول بتاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی
بارگاہ نبوت میں بھی بہت تھی۔ لہذا ہم ان لڑائیوں کا ذکر اختصار کے سا
مقاصد کو مدنظر رکھ کر کرتے ہیں۔

جنگ بدر۔ ۱۹ رمضان ۲ھ ہجری مطابق ۱۷ مارچ ۶۲۴ء

اس لڑائی کے فتح کرنے والے محض حضرت علی و حضرت حمزہ تھے۔ اور علم
جنگ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی کی عمر بیس سال کی تھی۔ جب جنگ بدر
کا علم آنحضرت نے علی کو دیا۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۱
حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸
ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴

اس جنگ میں کفار ان مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ جن میں قریش کے تمام گھرانوں
کے معزز لوگ شامل تھے۔ خصوصاً بنو امیہ۔ بنو مخزوم اور بنو اسد۔

جرجی زیدان: تمدن اسلام حصہ اول ص ۴۸ اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۹۳

ان میں آدھے سے زیادہ اشخاص صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ابن الاثیر:
تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴ و ۴۷ و تاریخ الخمیس حسین دیار بکری: الجزء الاول ص ۴۱۸ و
۴۲۶ و ۴۲۷۔ اردو ترجمہ تاریخ واقدی نولکشوری ص ۱۱۲ مطالب السؤل طلحۃ الشافعی، کفایت
الطالب محمد ابن یوسف الکنجی، تاریخ اسلام مؤلفہ ذاکر حسین حصہ اول ص ۱۵ المصطفیٰ ص ۱۳۳
ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری۔

یہ قطعاً یقینی ہے کہ اس نہایت اہم لڑائی کی فتح صرف دو آدمیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یعنے علی جن کے پاس زرہ تک نہ تھی۔ اور حمزہ۔

It certa that the w. this most im, fight was i. due to the prowess of Ali (who fought w. armour to his back) and Hamza.

Life of Mohammad by D.S. Margoliouth Page a

یہ کتنی عظیم الشان شجاعت و دلیری و کمال ایمان کی شہادت ہے کہ بغیر زرہ کے لڑے اور ایسے لڑے کہ آدھے سے زیادہ مشرکین کو قتل کیا۔ مولوی عبیداللہ امرتسری اپنی کتاب ارجح المطالب ۲۴۱ باب سوم میں لکھتے ہیں:-

"اسی طرح حضرت علی ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے۔ یہانتک کہ آپنے نصف کو قتل کیا۔ اور کل مقتول ستر تھے نصف اور مسلمانوں نے قتل کئے یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحۃ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول میں اور علامہ محمد بن یوسف الکنجی نے کفایت الطالب میں بھی بتلائی ہے۔"

قریش کے بہت سے قبیلوں کے آدمیوں اور سرداروں کو حضرت علی نے قتل کیا۔ ملاحظہ ہو فہرست مقتولین مشرکین مندرجہ اردو ترجمہ تاریخ واقدی صفحہ ۱۰۹ لغایت ۱۱۲۔ ابوسفیان نے عہد کر لیا کہ دنیا کی ہر ایک زینت اس پر حرام ہے جب تک کہ وہ جنگ بدر کا بدلہ نہ لے۔ شہر میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص اپنے مقتولین پر نہ روئے کیونکہ آنسوؤں سے آتشِ انتقام و جوش غضب پر پانی پڑ جاتا ہے اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون۔ جلد سوئم۔ نامور مشرکین مکہ میں سے جو صرف جناب علی مرتضٰے کی شمشیر سے مارے گئے وہ یہ تھے:-

ولید بن عتبہ اموی برادر ہندہ مادر معاویہ۔ شیبہ بن ربیعہ اموی عم ہندہ مادر معاویہ۔ عاص بن سعید بن عاص اموی۔ نوفل بن خویلد بن اسد مسعود بن

مغیرہ۔ عم خالد بن ولید ابوالقیس بن الفاکہ۔ عبداللہ بن منذر
صاحب ابن سائب حنظلہ و ابوعمرامیہ پسران ابوسفیان یعنی
بن الحارث عقیل بن نوفل۔ ان مقتولین میں امیر معاویہ کے پانچ
اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگوار کہاں ہیں جن
دوں پروروں نے یہ زعم پیدا کر دیا۔ کہ برخلاف علی کے ہم جانشینان
سقیفہ بنی ساعدہ میں بوجوہات چند در چند جن کا ذکر آگے آئیگا۔
بعد اس امت کے والی و وارث بنا دئے گئے۔

شان رسالت سے بعید تھا کہ پہلوانوں کی طرح کافروں کے مد
مقابل دست بدست جنگ کریں علاوہ اس کے آپ کی ذات بابرکات کے
اسلام کے سارے مستقبل کا انحصار تھا۔ لہذا آپ کی حفاظت ضروری ہوئی چنا
میدان جنگ میں ایک علیحدہ مقام محفوظ آپ کے لئے تجویز کیا گیا۔ اور وہاں ایک
عریش تیار ہوا۔ ترتیب صفوف کرنے کے بعد آپ وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ اور وہاں
مسلمانوں کی امداد اس ہتھیار کے ذریعہ سے کی کہ جسکے بغیر فتح ناممکن تھی یعنی دعا
بدرگاہ قاضی الحاجات۔ گویا تین وجوہ سے وہ عریش آپ کے لئے تیار کیا گیا
تھا (۱) عظمت و رفعت شان رسالت جس کیلئے پہلوانوں سے دست بدست
لڑنا ناموزوں تھا (۲) حفاظت (۳) جائے اطمینان تاکہ درگاہ قاضی الحاجات
میں مسلمانوں کے لئے دعا کریں۔ اسیطرح جنگ احد میں بھی آپنے خود جنگ نہیں
کی۔ جنگ کفار کا نرغہ ہوا تو حضرت علی کو حکم دیا کہ انکو مجھ سے دور کر دو۔ جنگ احزاب
میں بھی عمر عبدود کے مقابلہ میں خود نہ نکلے بلکہ حضرت علی کو بھیجا۔ جنگ خیبر میں خود قلعہ
فتح کرنے تشریف نہ لیگئے بلکہ دیگر صحابہ کو بھیجتے رہے لیکن جو آپ کیلئے موزوں اور ضروری
تھا وہ اوروں کیلئے مناسب نہ تھا۔ حضرت علی یا دیگر صحابہ کیلئے مناسب نہ تھا کہ جنگ سے
علیحدہ ہو کر مقام محفوظ میں بیٹھ جاتے۔ اگر سب اسطرح کرنے لگتے تو کون لڑتا لیکن اصحاب میں سے
جو بزرگ جنگ کی حرارت برداشت نہ کر سکے وہ کسی نہ کسی طرح اس عریش کے اندر چلے ہی آئے

ہیں بلایا تھا۔ تاریخ الخمیس سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

لہ علیہ وسلم
ہ ابوبکر الصدیق
ب اللہ صلی اللہ
صفوف ورجع الی
دخلہ ومعہ فیہ ابوبکر
معہ فیہ غیرہ ورسول اللہ صلی
علیہ وسلم یناشد ربہ ما وعدہ من
نصر ویقول فیما یقول اللھم ان
تہلک ھذہ العصابۃ الیوم لا تعبد
فی الارض ابدًا وابوبکر یقول
یا نبی اللہ یکفیک بعض مناشدتک
ربک وان اللہ منجز لک ما وعدک
..... وسعد بن معاذ قائم علی باب
العریش الذی فیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم متوشحا
متوشحا السیف فی نفر
من الانصار یحرسون رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخافون
علیہ کثرۃ العدو۔

جناب رسولخدا صلعم عریش میں جلوہ افروز تھے اور
اُنکے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق تھے ... پھر جناب
رسولخدا نے صفوفِ فوج کی درستی کی اور اسکے
بعد آپ عریش میں واپس تشریف لائے۔ اور
پھر بھی حضرت ابوبکر آپکے ساتھ لگے ہوئے
عریش میں چلے آئے لیکن ابوبکر کے سوا اور
کوئی شخص عریش میں نہ تھا۔ پھر جناب رسولخدا
قاضی الحاجات کی درگاہ میں دعا کرنے میں مشغول
ہوئے۔ اور وہ نصرت و امداد طلب فرماتے
تھے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ نے کیا ہوا
تھا۔ آپ کہتے جاتے تھے کہ بارالٰہا اگر یہ
چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہو گئی تو پھر ابد
تک تیری عبادت کرنیوالا پیدا نہ ہوگا۔ اور
حضرت ابوبکر آپکو دعا سے روکتے جاتے تھے
اور کہتے تھے اے رسولخدا جتنی آپنے مناجاتیں
کیں اُنسے کم ہی کافی تھیں۔ خدا اپنا وعدہ پورا
کریگا ... سعد ابن معاذ اپنی تلوار کھینچے ہوئے
ایک جماعت انصار کے ہمراہ دروازۂ عریش
پر کھڑے ہوئے جناب رسولخدا کی حفاظت
دشمنوں کے حملہ سے کر رہے تھے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۲۶ و ۴۲۹

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۴۷

حضرت ابوبکر تو اس طرح محفوظ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر کا کہیں نام ہی

نہیں آتا۔ اور حضرت عثمان شروع سے جنگ بدر میں شریک ہے

علی المتقی: کنز العمال الجزء الخامس ص ۲۷۱ حدیث ۵۳۸۲۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸۔

جنگ احد روز ہفتہ ۱۱ شوال ۳ سنہ ہجری

مسلمانوں کی فتح سے یہودان مدینہ کے سینہ میں آتش حسد بھ... میں سے ایک کعب بن اشرف جو مشہور شاعر تھا مکہ آیا۔ اور کشتگان بدر ... کہکر مشرکین کفار کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ تاریخ ابن ہشام میں اُس کے بہت سے مرثیہ درج ہیں۔ کعب کے ان پردرد نوحوں نے قریش کے اوپر بہت اثر کیا۔ وہ گھر گھر میں مدعو کیا جاتا تھا اور اُس کے نوحے سُنے جاتے تھے۔ تاریخ الخمیس کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مکہ میں تنہا نہیں گیا۔ بلکہ اپنے ساتھ چالیس آدمی اور لیتا گیا۔ ابوسفیان کا مہمان ہوا۔ اور ابوسفیان اُس کو ساتھ لیکر تمام قریش کو کعبہ میں لایا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تھام کر قسم کھائی کہ جبتک مسلمانوں سے کشتگان بدر کا بدلہ نہ لے لیں گے آرام سے نہ بیٹھیں گے۔ ابوسفیان نے عمرو بن العاص اور ابو عزے دو شاعروں کو قبائل عرب کے پاس دعوت دیکر بھیجا کہ سب مل کر محمد صلعم اور اسلام کا نام دنیا سے مٹا دیں۔ اس طرح تین ہزار جوانان جرار کی فوج تیار ہو گئی اور مکہ سے نکل کر مدینہ کا رُخ کیا۔ ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار تھا۔ اور اُس کی عورت ہندہ جس کا باپ عتبہ اور بھائی ولید جنگ بدر میں مارے گئے تھے انتقام کے جوش میں زنان قریش کے پندرہ کجاوے تیار کر کے لشکر کے ساتھ ہو گئی تاکہ میدان جنگ میں کشتگان بدر پر نوحے پڑھ کر لڑنے والوں کو جوش اور غیرت دلائیں۔ اور ساتھ ہی قریش کے بڑے بت ہبل کو ایک اونٹ پر ساتھ لے لیا تاکہ کینہ کی آگ کے ساتھ دینی حرارت ملکر گرمیٔ پیکار کو تیز کرے۔ آنحضرت کو بھی اس کی خبر ہوئی جس وقت لشکر کفار عینین میں جو بطن سنجہ سے مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہنچا تو آنحضرت نے ۱۰ شوال ۳ سنہ ہجری مطابق ۶۲۵ء بعد نماز جمعہ شہر سے کوچ کیا۔ تھوڑی دور تشریف

بن ابی منافق نے عین موقعہ پر دغا دی۔ اور اپنے تین سو
سے الگ کر لیا اور مدینہ میں واپس آ گیا۔ آنحضرت کے
جانباز مہاجر و انصار رہ گئے جنہوں نے تین ہزار کافروں
ملی وادی میں شام کے وقت ڈیرے ڈال دئے۔ دوسرے
کے بعد آنحضرت نے اس چھوٹی سی فوج کو کفار کے مقابلہ میں لڑائی
یا۔ کوہ احد پشت پر تھا۔ اور جبل عینین جانب چپ تھا۔ چونکہ جبل
یں ایک درہ تھا جدھر سے کفار کے حملہ کرنے کا امکان ہو سکتا تھا۔
حضرت نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر
کیے تاکید شدید کر دی کہ کسی حالت میں اپنے مقام کو نہ چھوڑیں۔ اب جو ہوا وہ
سب کو معلوم ہے جس کی تفصیل کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں مسلمانوں کو
فتح ہوئی اور انہوں نے کفار کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ان تیراندازوں نے لوٹ میں
شامل ہونے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ کافروں کے پہلوان خالد بن ولید
نے موقعہ پاکر درہ میں سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی حضرت
امیر حمزہ شہید ہوئے۔ تمام مسلمان سوائے دو چار اصحاب کے آنحضرت کو میدان
جنگ میں تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آنحضرت کے ساتھ
صرف چودہ اصحاب رہ گئے (تاریخ الکامل و تاریخ ابن الوردی) آخر کار ان میں سے کچھ
شہید ہو گئے اور کچھ بھاگ گئے اور اب صرف حضرت علی ہی آپ کے ساتھ
تھے۔ وہ وقت اور وہ منظر بھی عجیب تھا۔ کفر کی تند ہواؤں نے بزم ایمان کو
پراگندہ کر دیا ہے لیکن شمع نور الٰہی اسی طرح صبر و سکون کے ساتھ جل رہی ہے
اور اس کے ارد گرد پھرتا ہوا محض ایک فدائی پروانہ نظر آتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر
تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں:۔

وکان الذی قتل اصحاب اللواء علیؑ	جب مسلمانوں نے فرار کیا تو علی نے مشرکین
فلما قتلهم ابصر النبی صلعم جماعۃ	کے علمبرداروں پر حملہ کر کے انکو قتل کر دیا۔ پھر

من المشركين فقال لعلي احمل عليهم ففرقهم وقتل فيهم ثم ابصر جماعة اخرى فقال له احمل فحمل عليهم وفرقهم وقتل فيهم فقال جبرئيل يا رسول الله هذه المواساة فقال رسول الله صلعم انه مني وانا منه فقال جبرئيل وانا منكما قال فسمعوا صوتا لا سيف الا ذو الفقار ولا فتى الا عليؑ۔

ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۵۸

جناب رسول خدا۔ دیکھی تو علی سے کہا کہ اُن پر حملہ کرکے اُنہیں کردیا۔ پھر آنحضرت نے دوسری جماعت اپنی طرف پھر علی سے کہا انپر حملہ کرو۔ چن نے انپر حملہ کرکے انکو متفرق و قتل کردیا۔ جبرئیل نے رسول خدا سے کہا کہ یہ ہے علی کی محبت و غمخواری۔ رسول خدا نے فرمایا کیوں نہ ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں جبرئیل نے کہا کہ میں تم دونوں سے ہوں۔ اس وقت ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی کہ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

تاریخ طبری میں بھی یہ واقعہ بعینہ اسیطرح درج ہے۔ تاریخ طبری الجزء الثالث ص۱۷ در ذیل ذکر ۳ ہجری۔ نیز ص ۲۰ و ۲۱۔ **مولوی عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔**

در روز احد از گروه مخالف چنان پیکار شدید واقع شد که مسلمانان رو بهزیمت آوردند و حضرت رسول صلعم را تنها گذاشتند۔ حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی همایونش متقاطر گشت در انحالت نظر کرد علی بن ابی طالب را که بر پہلوئے مبارکش ایستاده است۔ فرمود که چرا به برادران خود ملحق نگشتی یعنی فرار نه کردی۔ علی گفت اا کفر بعد الایمان لی بك اسوة یعنی آیا کافر شوم بعد از ایمان۔ بتحقیق که مرا با تو اقتدا است بایاران مفرور چه سروکار باشد دریں اثنا جمعی از کفار متوجه آنحضرت صلعم شدند۔ آنحضرت فرمود۔ اے علی مرا ازیں جمع

بجا آر کہ وقت نصرت است پس علی متوجہ آں قوم شد چناں
ے لشیر بہ دو نرخ رفتند باقی ماندگاں متفرق گشتند۔ می گویند کہ
زخمہا بر تن مبارک جناب امیر رسیدند۔ ازاں جملہ چہار زخم بسیار
ت رسیدن ہر زخم جناب امیر از فرش زین بزمین آمدند۔ و ہر چہار بار
سلام وے را برداشت و سوار میکرد و میگفت کہ اے علی جنگ کن کہ
ل خدا از تو خوشنود ہستند۔ چوں ایں حال جانفشانی علی مرتضیٰ جبرئیل
ن بحضور ختم المرسلین رسانید آنحضرت فرمود کہ علی چرا جانفشانی نہ نماید کہ وے
از من است و من از وے۔ جبرئیل گفت من از شما و علی ہر دو ہستم۔ و منقول است
کہ درہمیں جنگ رضوان بہ منقبت علی مرتضیٰ میخواند، لاسیف الا ذوالفقار ولا
فتی الا علیؑ۔ بمزید قصۂ یقین نادعلیا مظہر العجائب ہم دریں معرکہ واقع شدہ باشد

مدارج النبوۃ نولکشوری جلد دویم ص ۱۶۷۔

گروہ اہل حکومت کا خیال ہے کہ جناب رسول خدا حضرت علی کی ان تمام خدمات کو بھول گئے یا انہوں نے عمداً ان خدمات کو نظر انداز کر دیا۔ اور جب جانشین مقرر ہونے کا وقت آیا تو خاموشی اختیار فرمائی تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد سے جان چرائی تھی اور جو اکثر آپ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگتے رہے تھے موقع مل جائے کہ اپنی حکمت عملی و حسن تدبیر سے لوگوں کو اپنی طرف کر کے حضرت علی کو خلافت سے محروم کر سکیں۔

پروفیسر ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ جنگ احد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

It appears, too, that at the commencament, events were going on as the Prophet had imma-gined. The champions of Badr, Ali & Hamza dealt out death as unsparingly as before; the Heroism of the Quraish compelled them to meet

...ions in a series of single combats
...r own champions were killed, and
... row spread discomfiture and

D.S. Margoliouth's Life of MOHD
Page 296

ترجمہ۔ شروع جنگ میں واقعات اسی طرح رونما ہوئے خیال کیا ہوا تھا جنگِ بدر کے فاتحان یعنی علی و حمزہ نے قریش کے اسیطرح گرم کر دیا جس طرح کہ انہوں نے بدر میں کیا تھا۔ قریش کی روایات انہیں مجبور کیا کہ ان دونوں کے مقابلہ کے لئے ایک ایک نبرد آزما بھیجیں۔ ان لڑائیوں میں انکے سب آدمی مارے گئے اور ان کی موت نے قریش کے لشکر پر خوف و ہراس پھیلا دیا۔

حضرت علی کے جدوجہد اور لڑائی کا حال تو معلوم ہوا۔ اب دیکھیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے کیا کام کیا کرتے ہیں علامہ حاکم اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں تحریر کرتے ہیں:

حدثنا ابوبکر بن دارم الحافظ بالکوفہ ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثنا منجاب بن الحارث حدثنی علی بن ابی بکر الرازی ثنا محمد بن اسحاق بن یحیی بن طلحہ عن موسی بن طلحہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ لما جال الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم احد کنت اول من فاء	(اسمائے راویاں عربی عبارت میں دیکھو) حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ فرمایا میرے پدر بزرگوار ابوبکر نے کہ جب روز احد لوگ رسول مقبول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے آنحضرت کی طرف واپس آنیوالوں میں میں تھا

ہ الموسلم اانا برجل قد طیر یرید رسول واله وسلم فاذا هو بجراح۔

میں نے دور سے جناب رسول خدا کو دیکھا پھر ایک شخص نے پیچھے سے آکر مجھے دبایا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شخص بھی رسولخدا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔

ستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب المغازی ص ۲۶ و ۲۷۔

یہ روایت دیگر کتب تاریخ و احادیث میں بھی ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۸۵

علی المتقی: کنز العمال الجزء الخامس ص ۲۷۵

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳

شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین۔

علامہ سیوطی کتاب الدر المنثور میں بہ تفسیر آیہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان (آل عمران) تحریر کرتے ہیں:۔

اخرجه ابن جریر عن کلیب قال خطب عمر یوم الجمعة فقرأ آل عمران ویعجبه اذا خطب ان یقرأها فلما انتهى الى قوله ان الذين تولوا منكم يوم التقى الجمعان قال لما كان يوم احد هزمناهم ففررت حتى صعدت الجبل فلقد أيتنى انزو كانني اروى.

ابن جریر طبری کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کو حضرت عمر نے خطبہ دیا۔ اور خطبہ میں سورہ آل عمران کی تلاوت کی۔ وہ اکثر خطبہ میں سورہ آل عمران کی تلاوت کرنا پسند کرتے تھے جب آیہ ان الذین تولوا منکم تک پہنچے تو کہا کہ جب جنگ احد میں ہم کافروں سے بھاگے تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس وقت میری یہ حالت تھی کہ میں پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا۔

علامہ سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص ۸۸۔

محمد ابن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الرابع ص ۹۰۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص ۲۳۸۔

اب حضرت عثمان بن عفان کی کارکردگی ملاحظہ ہو۔ حضرت عمر کی بہادری

فخرالدین رازی کی زبانی سنئیے:۔

ومن المنهزمين عمر رضی اللہ عنہ الا	بھاگنے والو!
انہ لم یکن فی اوائل المنهزمین و	وہ شروع لڑائی
لم یبعد بل ثبت علی الجبل ومنھم	نہیں بھاگے۔
ایضاً عثمان رضی اللہ عنہ انھزم	نیز بھاگنے والوں میں
مع رجلین یقال لھما سعد و عقبہ	سعد اور عقبہ کے ساتھ
انھزموا بعیداً ثم رجعوا بعد ثلاث ایام	دن کے بعد واپس تشریف لا

فخرالدین رازی: تفسیر کبیر مفاتیح الغیب

بخاری نے باب غزوۂ احد میں لکھا ہے:۔ اذا سئل من عبداللہ بن عمر اتعلمان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم یعنی عبداللہ بن عمر سے پوچھ کہ کیا یوم احد عثمان بن عفان بھی بھاگ گئے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں

تاریخ طبری سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

قا کان الناس انھزموا عن رسول اللہ	جنگ احد میں لوگ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتھی بعضھم الی	گئے یہانتک کہ ان میں سے بعض موضع اعوص
المنقی دون الاعوص وفر عثمان بن عفان	تک پہنچگئے اور ان بھاگنے والوں میں عثمان
وعقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان رجلان من	بن عفان اور انصاریں سے دو شخص عقبہ بن
الانصار حتی بلغوا الجلعب جبلا بناحیۃ	عثمان و سعد بن عثمان بھی تھے۔ یہانتک کہ
المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا	یہ لوگ پہاڑ جلعب تک جو مدینہ کے نواحی میں
بہ ثلاثا ثم رجعوا الی رسول اللہ صلی	اعوص سے ملتا تھا پہنچگئے۔ وہاں تین دن تک
اللہ علیہ وسلم فزعموا ان رسول اللہ صلی	چھپے رہے۔ پھر جناب رسول خدا کے حضور
اللہ علیہ وسلم قال لھم لقد ذھبتم فیھا عریضۃ	میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے
محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص۲۱	تو بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

علامہ ابن الاثیر تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں:۔

جماعة من	ہزیمت یافتہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن
ن بن عفان	میں عثمان بن عفان تھے موضع اعوص تک
. فاقاموا به	بھاگ گئی۔ اور وہاں سے تین دن کے بعد
صلعم فقال	جناب رسول مقبول کی خدمت میں واپس
لقد ذهبتم	آئے۔ اُن کو دیکھتے ہی جناب رسول خدا نے
	فرمایا کہ تم لوگوں نے بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۶۰۔

تاریخ حبیب السیر میں مسطور ہے:۔

نوبتے زید ابن وہب از عبد اللہ بن مسعود پرسید کہ چنیں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علی مرتضیٰ و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم در خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچکس نماندہ بود۔ ایں خبر مطابق واقعہ است یا نہ۔ جواب داد کہ در اوائل حال کہ سپاہ اسلام روئے بوادی انہزام نہادند بجز مرتضےٰ احدے در نزد مصطفےٰ نماند و بعد از ساعتی عاصم بن ثابت و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف و طلحہ بن عبد اللہ بملازمت خیر البشر شتافتہ کمر محایت بر میان بستند۔ باز پرسید کہ ابوبکر و عمر کجا بودند۔ گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتہ بودند و چوں از حال عثمان بن عفان استفسار نمود۔ گفت او نیز بطرفے شتافتہ در روز سیوم از جنگ پیدا شد و بنا بر آنکہ مفر او بمنزل عریض بود۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمود بدستیکہ درین واقعہ عریض فتی۔ حبیب السیر جلد اول جزء سیوم ص ۳۶

ترجمہ۔ ایک دفعہ زید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ میں نے اس طرح سنا ہے کہ روز احد سوائے علی مرتضیٰ و ابو دجانہ و سہیل بن حنیف کے اور کوئی شخص جناب رسول خدا کی خدمت میں باقی نہیں رہا تھا۔ وہ سب بھاگ گئے تھے کیا یہ خبر صحیح ہے عبد اللہ ابن مسعود نے جواب دیا کہ شروع میں کہ جب سپاہِ اسلام بھاگ گئی۔ سوائے حضرت علی کے اور کوئی شخص جناب رسول خدا کے پاس نہیں

رہ گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد عاصم بن ثابت و ابودجانہ و سہیل بن
آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے۔ اُس نے پھر پوچھا کہ ابو
عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ وہ بھی ایک گوشہ میں بھاگ گئے
کی نسبت دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ بھی ایک طرف بھاگ گئے
واپس آئے۔ چونکہ وہ منزل عریص تک بھاگ گئے تھے جناب رسولؐ نے کہا کہ تم تو بہت

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت حمزہ کے قتل کیلئے ہند
ابوسفیان نے خاص طور سے اپنے غلام وحشی کو مقرر کیا تھا جب اُس نے کمینگاہ
میں سے نکل کر حضرت حمزہ کو شہید کر دیا تو ہندہ اور اس کی سہیلیوں نے حمزہ علیہ السلام
اور دیگر شہدائے اسلام کو مثلہ کیا۔ اور ہندہ نے شہداء کے کان اور ناک بطور زیور
پہنکر اپنے بدن کے زیورات وحشی قاتل حمزہ کو انعام میں دے دیے۔ حضرت حمزہ کا کلیجہ
کچا چبا کر نگلنا چاہا۔ مگر نگل نہ سکی تو اُگل دیا۔

ابن سعد نے طبقات الکبرےٰ میں ذکر کیا ہے کہ جب جناب رسول خدا
نے مدینہ میں پہنچکر زنان بنی عبدالاشہل کا رونا سنا جو اپنے مقتولین پر رو رہی تھیں
تو فرمایا کہ افسوس حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں ہے یہ سنکر سعد بن معاذ زنان بنی عبدالاشہل
کے پاس گئے اور اُن کو در دولت نبوی پر لائے۔ اور اُنھوں نے وہاں حضرت حمزہ
پر نوحہ و بکا کیا جسے سنکر جناب رسول خدا نے اُن عورتوں کے لئے دعائے خیر کی
اور اُنکو اُن کے گھروں کو واپس کر دیا۔ بعد ازاں انصار کی عورتوں میں سے
کوئی ایسی عورت نہ تھی جو بغیر حضرت حمزہ پر نوحہ کئے ہوئے اپنی میت کیلئے روتی۔

ابن سعد: طبقات الکبرےٰ ق ا ج ۳ ص ۱۰ و ۱۱۔

سیرۃ ابن ہشام سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

ومر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدار	جناب رسول خدا انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل
من دور الانصار من بنی عبد الاشہل	کے گھروں میں سے ایک گھر کے پاس سے گزرے
فطفر فسمع البکاء والنوائح علی قتلاھم	آپنے وہاں سنا کہ اُسکی عورتیں اپنے مقتولین

لی اللہ علیہ وسلم	پر نوحہ و بکا کر رہی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو
بواکی لنغلما دجم	بھر آئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ پر رونے والا کوئی
ابن حضیر الی	نہیں۔ جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر محلہ
اھل نساءھم	بنی عبد الاشہل کی طرف واپس آئے تو حکم دیا
ھن فبکین علی	ان دونوں نے کہ اُن کی عورتیں سوگ کے
صلی اللہ علیہ وسلم۔	کپڑے پہن کر جائیں اور حمزہ عم رسول اللہ پر نوحہ و بکا کریں

سیرۃ النبی الجزء الثالث ص ۵۰۔

علامہ شبلی نے بھی اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول ص۳۶۲ ملاحظہ ہو۔ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی جلد دوم ص۱۸۲۔

معلوم نہیں وہ پیروان حضرت عمر جو امام حسین علیہ السلام پر رونا ناجائز سمجھتے ہیں جناب رسول خدا کے اس طرز عمل کو کس نظر سے دیکھینگے اور اس پر کیا نکتہ چینی کرینگے۔

ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے دوران حکومت میں شہدائے احد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بحوالہ کتاب شفاء الاسقام لکھا ہے کہ معاویہ نے شہدائے احد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ یہ باتیں چغلی کھاتی ہیں کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جنگہائے اسلام کا کینہ اُنکے دل میں ہمیشہ موجزن رہا۔

غرضکہ احد کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت کا دن تھا۔ اُس دن اک ایسا وقت بھی آیا کہ جب آنحضرت کے پاس سوائے حضرت علی کے اور کوئی نہ تھا وہ سب لوگ بھاگ گئے تھے۔ حضرت علی رہ رہ کر بڑھ بڑھ کر حملے کرتے ہوئے دشمنوں کو آنحضرت کے پاس سے دفع کرتے تھے۔ اگر حضرت علی بھی اُمیدواران سقیفہ کی طرح بھاگ جاتے تو پھر جو حال ہوتا وہ عیاں ہے۔ خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہی اپنی

مشیت کا اجرا بھی اسباب کے ذریعہ سے کرتا ہے مشیت الٰہی ص
دنیا میں قائم ہو کر کفر پر غالب آجائے۔ اور اس مشیت کا اجرا
بلافصل نبی قرار پایا تھا۔ ذوالفقار حیدری نے کفار کے منہ پر
کی ہزیمت تو ایسی مکمل تھی۔ کہ کفار مکہ مدینہ تک انکا پیچھا نہ چھوڑ
کی بیخ و بن اوکھاڑ کر رکھدیتے۔ اگر حضرت علی کا کوئی اور احسان
تب بھی جنگ بدر کی فتح اور جنگ احد کی مدافعت ان کو ہمیشہ کے
کا محسن قرار دینے کے لئے کافی تھی۔ جنگ احد کے اس موقعہ کا ذکر کرتے
مولوی شبلی نے کافی اختصار سے کام لیا ہے لیکن جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں
وہ اپنی بلاغت و جامعیت میں ایک طویل داستان پنہاں رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے
ہیں:۔ "دل کا دل ہجوم کرکے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل
پھٹ پھٹ کر رہجاتا تھا"۔ ظاہر ہے کہ یہ بادل اگر یہاں نہ پھٹتا تو مدینہ پر اس طرح
گرج کے برستا کہ اپنی رو کے ساتھ اسلام کے درخت کو بہا کر لیجاتا۔ صرف جناب رسولؐ
خدا اور حضرت علی کے ثبات قدم نے کفار کی ہمت توڑ دی اور مفرور مسلمانوں کو
واپس آنے پر آمادہ کیا۔ اور اس طرح خدا نے اسلام سے یہ مصیبت دور کر دی۔
لیکن باوجود حضرت علی کی ان خدمات کے گروہ اہل حکومت ہمیں یقین دلانا
چاہتا ہے کہ آخر وقت میں جناب رسول خدا یہ سب کچھ بھول گئے۔ آنحضرت
نے یہ بھی بھلا دیا کہ کس طرح اپنی جان پر کھیل کر علی نے آپ کی جان بچائی تھی اور
علی کو امت کے رحم پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہے تو انہیں خلیفہ بنائے اور چاہے تو نہ بنائے
گویا اسلام کے اوپر سے مصیبت کے بادلوں کو ہٹانے والے اور اسلام کے اوپر
مصیبت کی گھٹا کو گھیر کر لانیوالے سب برابر ہو گئے۔

جنگ احزاب شوال ۵ھ مطابق ۶۲۷ء

استقلال و عزم نبی و جرأت و ہمت نفس نبی نے کفار مکہ و یہود مدینہ کے
دانت کھٹے کر دئے۔ اور اسلام کی روز افزوں ترقی نے ان کی آنکھوں میں دنیا

بائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے اسلام سے ایک
رہ‌نی چاہی۔ چنانچہ روسا بنی نضیر، سلام بن ابی الحقیق۔ حی
بن الربیع وغیرہم جمع ہو کر اسلام کے مسلمہ دشمن ابوسفیان کے
رخواست پیش کی کہ اگر قریش استیصال اسلام میں انکا ساتھ دیں
ہو مٹا دیں۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ ابوسفیان کے لئے اس
ورکیا مژدہ جانفزا ہوسکتا تھا۔ فوراً قبول کر لیا۔ تمام سرداران قریش جمع
ے اور خانہ کعبہ میں بیٹھکر باہم عہد و پیمان کر لئے۔ مکہ سے اٹھکر رئیسان یہود قبیلہ
بی غطفان میں پہنچے۔ وہ تو آمادہ ہی تھے۔ فوراً ساتھ ہو گئے۔ کوشش کر کے یہودان
بنی قریظہ کو بھی جنہوں نے حال ہی میں آنحضرت سے معاہدہ کیا تھا ملا لیا۔ ادھر
ابوسفیان نے قریش کا بکھرا ہوا شیرازہ جمع کیا۔ اس طرح یہ بیس ہزار کا عظیم الشان
لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اسلام کے خلاف قریش و قبائل عرب کی یہ آخری منظم
کوشش تھی۔ اس خبر کو سنکر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ بالکل بہوت ہو گئے
اور اُن کے اعضا از کار رفتہ ہو کر رہ گئے۔ اُن کی اس حالت کا نقشہ قرآن شریف
میں اس طرح کھینچا گیا ہے:۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ
الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا
وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَ
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

(یاد کرو) جسوقت کہ دشمن تم پر تمہارے اوپر کی
طرف سے بھی اُترے اور تمہارے نیچے کی طرف
سے بھی اور (مارے خوف کے تمہاری) آنکھیں بھی
(کی پھری) رہ گئی تھیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے
اور خدا کی نسبت تم (لوگ) طرح طرح کے گمان کرنے
لگے تھے اس موقعہ پر مسلمانوں (کے استقلال
ایمان) کی آزمائش کی گئی اور خوب ہی جھنجھوڑے
گئے۔ اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں
میں (شک کی) روگ تھے (بے اختیار) بول اٹھے

إِلَّا غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَتْ	کہ خدا اور اسکے
طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ	پس (ادھر کہ)
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ج	ایک گروہ کہ
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ	دشمن کے مقابلہ
النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا	لوٹ چلو اور انمیں
عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ط	لوٹ جانیکی) اجازت
إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝	ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔
وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا	(بلکہ) انکا ارادہ تو صرف بھاگنے
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا	(ایسے ہی لشکر) مدینہ کے اطراف (وجوانب)
وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝	اُنپر گھس پڑیں اور انسے فساد (برپا کرنے) کو کہا
وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ	جائے تو (یہ بے تامل) فساد برپا کردیں اور اپنے
مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ط	گھروں میں کچھ یوں ہی سا توقف کریں (تو
وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝	کریں) حالانکہ (یہی لوگ اس سے) پہلے خدا سے
قُلْ لَّنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ	عہد کر چکے تھے کہ ہم (دشمن کے مقابلہ میں) پیٹھ نہ
إِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ	نہ پھیرینگے اور اُن لوگوں نے جو خدا کے (ساتھ)
أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ	عہد کیا تھا اس (کی (توانسے) باز پرس کیجائیگی
إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي	(اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو اگر تم موت یا قتل
يَعْصِمُكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ	(کے خوف) سے بھاگتے ہو تو (یہ) بھاگنا تمکو ہرگز (کچھ
أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ	بھی) فائدہ نہیں دیگا۔ اور اگر بھاگ کر بچ بھی گئے
رَحْمَةً ط وَلَا يَجِدُونَ	تو بس یہی نہ کہ (دنیا میں) چند روز زرا در بس
لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا	بس لوگے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہ اگر خدا
وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ	تمہارے ساتھ برائی (کرنی) چاہے تو کون ایسا
اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَ	(سردار) ہے جو تمکو اس (کی پکڑ) سے بچا سکے۔

هُمْ هَلُمَّ
الْبَاسَ اِلَّا
ةً عَلَيْكُمْ ج
فُ رَاَيْتَهُمْ
اِلَيْكَ تَدُوْرُ
مْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ
الْمَوْتِ ج فَاِذَا ذَهَبَ
الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ
اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

یا ہم پر (اپنا) فضل کرنا چاہے (تو کون ہسکو روک سکتا ہے) اور خدا کے سوا نہ تو کسی کو (اپنا) حامی ہی پائینگے اور نہ کسیکو اپنا مددگار (ہی) پائینگے۔ مسلمانو! خدا تم میں سے ان (منافقوں) کو خوب جانتا ہے (جو دوسروں کو لڑائی میں شریک ہونے سے) روکتے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ (لڑائی سے الگ ہو کر) ہمارے پاس چلے آؤ اور (وہ خود بھی) بس کہ تمہارے ساتھ بخیلی رکھتے جنگ میں (حاضر نہیں ہوتے) مگر (چھدا اُتارنے کو تھوڑی دیر کیلئے) تو (اے پیغمبر جب (کوئی) خوف کا (موقعہ) پیش آتا ہے تو انکو دیکھتے ہو کہ (بایوسانہ) تمکو دیکھتے ہیں انکی آنکھیں (ہیں کہ چاروں طرف) گھومے چلی جاتی ہیں جیسے کسی پر (سکرات) موت کی بیہوشی (طاری) ہو پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے (اور مسلمانوں کی فتح ہو جاتی ہے) تو مال (غنیمت) پر گرے پڑتے (اور) نگزاش باتیں کرکے تم پر طعنے مارتے ہیں۔ یہ لوگ (شروع سے) ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے انکے عمل (جو کچھ بھی تھے) اکارت کر دیئے اور اللہ کے نزدیک یہ (ایک) آسان (سی بات) ہے (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)

یہ تھے وہ اصحاب رسول جنکی نسبت جماعت حکومت یہ عقیدہ قائم کرنے پر مجبور ہوئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایک درخشندہ ستارہ ہے جسکی بھی تم چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤ گے۔ یہ نقشہ دو قسم کے لوگوں کا کھینچا گیا ہے۔ ایک تو منافق۔ اور دوسرے وہ جنکے دلوں میں مرض تھا۔ دلوں میں مرض ہونا یہ بڑا جامع فقرہ ہے۔ ان میں وہ سب لوگ آتے ہیں جن کا ایمان کامل نہ تھا اور نبوت کی طرف سے شک تھا اور اسی وجہ سے جنگ سے فرار کرنا انکا شیوہ تھا جنگ سے فرار کرنا مرض والے دل کی خاص

علامت ہے۔ ان ہی لوگوں کی نسبت جناب رسولخدا نے ف...
اندر چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے۔ ان لوگوں کی کثرت ...
تعالےٰ نے مسلمانوں کو من حیث القول خطاب کرکے یہ ار...
ان لوگوں کے دلوں میں بغاوت کے صریح خیالات موجزن
وعدوں کو دھوکہ سمجھنے لگے تھے لیکن ایک قلیل حصہ مومنین ...
جن کا ذکر نہ کرنا قرآن حکیم کی صداقت سے بعید تھا۔ لہٰذا ارشاد

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب)

اور جب مومنین نے (دشمنوں کے ... تو بول اُٹھے کہ یہ تو وہی (موقع) ہے جس کا خدا اور ... رسول نے ہمیں پہلے سے بتا رکھا تھا اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور (اس موقع کے پیش آنے) سے لوگوں کا ایمان و شیوہ فرمانبرداری اور بھی زیادہ ہوگیا۔ ان ہی مومنین میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ خدا کے ساتھ جو انہوں نے (جان نثاری کا) وعدہ وعہد کیا تھا اس میں سچے اترے سو (بعض تو) انمیں سے ایسے تھے جو اپنی منت پوری کر گئے (یعنی شہید ہوئے) اور بعض اُن میں سے ایسے ہیں جو (شہادت کے) منتظر ہیں (اور انہوں نے اپنی بات میں) ذرا سا بھی ردوبدل نہیں کیا (الغرض یہ لڑائی اسلئے پیش آئی کہ) خدا سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا عوض دے اور منافقین کو چاہے سزا دے (چاہے) ان (کو توبہ کی توفیق دے اور وہ توبہ کریں اور خدا ان) کی توبہ قبول کرے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)

یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ آیات شان امیرالمومنین علی ابن ابی طالب میں نازل

بوری کر گئے یعنی شہید ہو گئے اُن سے عبیدہ بن الحارث برادر
حمزہ یعنے عم علی مرتضیٰ مراد ہیں اور جو شہادت کے انتظار
و جناب امیر مراد ہیں :-

بره خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۱۰۔

عق محرقہ۔ الباب التاسع الفصل الخامس فی دفاتہ ص ۸۰ ۔

رلمہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں مومنین کا ذکر ہے اُس کے
ومقصود علی بن ابی طالب ہوتے ہیں :-

بن عباس قال ما نزل
یا ایھا الذین امنوا الا علی
امیرھا و شریفھا ولقد
عاتب اللہ اصحاب محمد
صلے اللہ علیہ وسلم وما
ذکر علیا الا بخیر۔
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۹،

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہر ایک وہ آیت
جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یا ایھا الذین
امنوا کے خطاب سے مخاطب کیا ہو اُس آیت اور
اُس خطاب کے راس و رئیس علی ہیں۔ خداوند تعالےٰ
نے آنحضرت کے اصحاب پر بعض مقامات میں عتاب
فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر خداوند تعالیٰ نے ہمیشہ
تعریف ہی سے کیا ہے۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ الفصل السادس ص ۲۰۷

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۸ ۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص ۱۲۵ و ۱۲۶ ۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۷ ابن صبان مالکی: اسعاف الراغبین ص ۱۴۹ ۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص ۶۳ ۔

ابن مردویہ نے اسی روایت کو حضرت حذیفہ سے استخراج کیا ہے۔

غرضکہ قرآن شریف کی شہادت سے ظاہر ہے کہ جنگ احزاب میں مسلمانوں کا
لشکر بہت بڑی مصیبت میں مبتلا تھا۔ اتنا خوف طاری تھا کہ کلیجے منہ کو آتے تھے بچاؤ کی
کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ خدا کو بالکل بھول گئے۔ ایمان متزلزل ہو گئے۔ خداوند

رسول کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ معاذ اللہ ساتھ صرف دھوکہ ہی کیا تھا اور واپس چلے جانے کے لئے طرح رہے تھے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھکر آنحضرت نے بغرض حفاظ طرف خندق کھدوا دی تھی۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ اور آخر کار کفار لڑائی کا ارادہ کر لیا۔ ایک ہزار کا دستہ لیکر عمرو ابن عبدود لشکر سے نکلا۔ کے سردار ضرار بن الخطاب اور نوفل بن عبداللہ تھے۔ عمرو بن عبدود کی دلیری کی دھاک تمام عرب پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور وہ تن تنہا ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اُس کو آتا دیکھکر ان مسلمانوں کے چھکے چھوٹ گئے مبہوت ہوکر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ جوش شجاعت میں اُس نے گھوڑے کو ایک اڑ لگائی اور خندق کے اُس پار آنکر مبارزطلبی کرنے لگا مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھکر کہ ایک آدمی کو خندق پار کرنے سے نہ روک سکے۔ عمرو بن عبدود کا دل بہت بڑھ گیا۔ اور سمجھ گیا کہ فریق مخالف پر اسکی دلیری کا رعب چھا گیا ہے۔ اُس نے کئی دفعہ مبارزطلب کیا مسلمان خاموش رہے۔ محدث شیرازی فرماتے ہیں:۔ یارانِ رسول ہمہ ایستادہ بودند و ہیچ نمیگفتند کانما علی رؤسہم الطیر، یعنی اصحاب رسول اس مبارز طلبی کو سنکر کھڑے رہ گئے۔ کچھ منہ سے نہیں بولتے تھے۔ بے حس و حرکت ہوگئے گویا اُن کے سروں پر پرندہ بیٹھا تھا کہ اگر ذرا بھی حرکت کی تو وہ اُڑ جائیگا **علامہ شبلی** اپنی کتاب **سیرۃ النبی** میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمرو ابن عبدود تن تنہا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ لہذا اُس کا خوف تمام لشکرِ اسلام پر طاری ہوگیا۔ **معارج النبوۃ** اور **حبیب السیر** کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کی آواز پہچانکر کہا کہ یہ تو عمرو بن عبدود ہے۔ مجھے اس دیو عرب کی بے نظیر شجاعت و دلیری کا خود تجربہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ ایک بار سفر میں میرا اور اُس کا ساتھ ہوگیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پہ ٹوٹ پڑے۔ تنہا اس شخص نے قزاقوں کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے

ٹ گئی تو فوراً ایک اونٹ کے بچے کی ٹانگ تھام کر اُس
اقوں کے وار روکتا رہا۔ یہانتک کہ تمام قزاقوں کو اُسی
لی عظیم الشان طاقت و شجاعت دیکھکر حیران ہو گیا۔
سلامی پر پہلے ہی سے خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی
میں حواس باختہ کر دیا۔ معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب ہشتم دربیان وقائع

ب حضرت علی نے عمرو بن عبدود کی مبارزطلبی پر مسلمانوں کی خاموشی اور
و مطالعہ و معائنہ فرمایا تو خود آنحضرت سے اجازت جنگ طلب کی لیکن
اب ملا کہ علی تم ٹھہر جاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ اُس نے پھر
مغرورانہ لہجے میں مبارزطلبی کی۔ سب خاموش رہے۔ پھر حضرت علی نے آنحضرت
سے اجازت چاہی۔ پھر وہی جواب ملا۔ تیسری دفعہ پھر اُس نے مبارز طلب کیا۔
پھر علی نے اجازت چاہی۔ پھر جناب رسول خدا نے وہی جواب دیا۔ اب حضرت
علی نے عرض کی کہ واقعی وہ عمر بن عبدود ہے لیکن مجھے اجازت عطا فرمائی جائے۔
تین دفعہ کے تجربہ سے جناب رسول مقبول کو معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمانوں میں سے
کوئی اور شخص اس کے مقابلہ کو نہیں نکلیگا۔ آپ نے بار بار علی مرتضیٰ کو روک
کر یہ امر اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ علی کے سوائے کسی اور میں عمرو بن عبدود کا
مقابلہ کرنے کی جرأت و ہمت نہیں ہے۔ اس تاخیر اجازت میں خاص مصلحت
تھی۔ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خلافت و جانشینیٔ رسول کا مستحق کون تھا میراث
پدر خواہی علم پدر آموز۔ کافی موقعہ دیا جا چکا تھا۔ اُس حکومت کے حصول و حفاظت
کے لئے سوائے حضرت علی بن ابی طالب کے اب اور کوئی نہ نکلا۔ جس کی مسند نشینی
کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہر کس و ناکس اپنے تئیں مستحق ظاہر کرتا تھا اجازت
جنگ دینے کا نقشہ تاریخ حبیب السیر میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:۔
پس حضرت شمشیر خود را بوے داد و زرہ خود را در وے پوشانید و دستار

خود را بر سرِ وے نہاد و روایتے آنکہ عمامہ از برائے وے لبسہ علیہ۔ بارخدایا یاری دہ علی را بر عمرو بن عبدود در روایتے کہ دست بسوئے آسمان و گفت الٰہی عبیدہ را در روز بدر از من گرفتی احد از من جدا ساختی و ایں علی است برادر من و پسر عم من و انت خیر الوارثین۔

ترجمہ اجازت جنگ دینے کے بعد جناب رسول خدا نے علی کو دی۔ اپنی زرہ اُن کو پہنائی اور اپنی دستار علی کے سر پر رکھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے عمامہ علی کے سر پر باندھا اور دعا فرمائی کہ یا اللہ علی کو عمرو بن عبدود پر فتح عطا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے التجا کی کہ اے خدا تو نے عبیدہ کو روز بدر اور حمزہ کو روز احد مجھ سے لے لیا۔ اب یہ علی بن ابی طالب باقی ہے۔ پس تو مجھکو بغیر وارث کے نہ کر۔ تو ہی سب کا وارث ہے۔

کیا سقیفہ میں دعوئی نیابت رسول کرنے والے اس واقعہ کو بھول گئے تھے۔ یا وہ اس کو جمہوریتِ انصاف کے مطابق سمجھتے تھے کہ خوف و خطر در جان نثاری کے وقت تو زرہ و عمامہ و تلوار رسول کوئی اور لے لیکن جب سارے خطرے دور ہو کر یہ حکومت محفوظ ہو جائے تو قبضہ اس پر وہ کریں جو خطرے کے وقت خاموش گوشے میں چھپے رہے یا میدان جنگ سے بالکل بھاگ ہی گئے۔ جماعت اہل حکومت کا خیال ہو کہ جناب رسول خدا نے اپنی جانشینی کی نسبت بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ اور اپنے جاں نثار صادق اور اسلام کے خادم ازلی کو جہلا کی رایوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ لوگ جنکی زبانیں اُنکی تلواروں سے زیادہ تیز تھیں مسندِ حکومت کو اُچک لیں۔ اور اس خاموشی میں جو ناانصافی اور ظلم مضمر تھا اُس کا مطلقاً آپکو احساس نہ ہوا۔

غرضیکہ اس شان سے آراستہ ہو کر یہ مجاہد فی سبیل اللہ عمرو بن عبدود

ا۔ اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ برز الایمان کله
ایمان مجسم کفر مجسم کی طرف بڑھا ہے۔

اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث العشرون ص۹۴ و ۹۵
دمیری: حیٰوۃ الحیوان الکبریٰ۔ الجزء الاول ص۲۷۴۔
سری: ارجح المطالب باب سوئم ص۲۴۷۔

قال فضل اللہ بن روزبھان فی کشف الغمہ روی الجمھور ان علیاً برز الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم برز الایمان کله الی الکفر کله۔ یعنی فضل بن روزبھان کشف الغمہ میں ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت نے فرمایا کہ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔

کتب تواریخ میں جنگ احزاب کا حال اس طرح لکھا ہے:۔

وکان عمرو بن عبدود من مشاھیر الابطال وشجعان العرب وکانوا یعدلونه بالف رجل وقد کان قاتل یوم بدر حتی اثبتته الجراحة فلم یشھد احدا فلما کان یوم الخندق خرج مسلما لیری مکانه فجال و طلب المبارزة والاصحاب ساکتون کانما علیٰ رءوسھم الطیر لانھم کانوا یعلمون شجاعته وفی الاکتفاء ذکر ابن اسحاق فی غیر روایة البکائی ان عمرو بن عبدود

اور عمرو بن عبدود عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھا۔ وہ لوگ اس ایک اکیلے کو ایک ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔ جنگ بدر میں لڑا تھا اور اسکو زخم پہنچا تھا۔ اسوجہ سے احد کی لڑائی میں شامل نہ ہو سکا لیکن یوم خندق فوج میں سے جوش و خروش کے ساتھ نکلا تاکہ اپنی شجاعت کا درجہ لوگوں کو دکھائے گھوڑے کو جولان کر کے مبارز طلب کرنے لگا۔ اصحاب رسول ڈر کے مارے ایسے سہمے ہوئے تھے کہ گویا انکے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی شجاعت سے واقف تھے۔ الاکتفاء میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن عبدود نے للکار کر اپنے لڑنے والے

لما نادی یطلب من یبارزہ قام
علی وھو مقنع بالحدید فقال
انا لہ یا رسول اللہ فقال لہ
اجلس انہ عمرو ثم نادی
عمرو وجعل یوبخھم ویقول
این جنتکم التی تزعمون انہ
من قتل منکم دخلھا افلا
تبرزون الیّ رجلا فقام علی
فقال انا لہ یا رسول اللہ فقال
لہ اجلس انہ عمرو ثم نادی
الثالثہ وقال ..... فقام علی
وقال انا لہ یا رسول اللہ فقال
انہ عمرو فقال وان کان
عمرًا فاذن لہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فمشی
الیہ علی وھو یقول ....
وفی روایۃ لما اذن رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
لعلی اعطاہ سیفہ ذوالفقار
والبسہ درعۃ الحدید
وعممہ عمامتہ وقال
اللھم اعنہ علیہ ورفع
عمامتہ الی السماء وقال

کو بلایا تو علی سلام یا رسول اللہ میں جناب رسول خدا ... پھر عمرو بن عبدو ... اور طعنہ دینے لگا کہ وہ ... جسکی نسبت تمکو گمان ہے کوملتی ہے کیا تم میرے مقابلہ میں ... نہیں بھیج سکتے۔ پھر حضرت علی کھڑے ... اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اُسکے مقابلہ جانا چاہتا ہوں۔ آنحضرت نے پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ پھر تیسری دفعہ عمرو نے ندادی اور اشعار فخریہ پڑھے.... پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اُس کے مقابلہ کیلئے مجھکو اجازت عطا کریں پھر آنحضرت نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ اسپر حضرت علی نے کہا کہ اگرچہ عمرو بن عبدود ہے آپ مجھے اجازت عطا کریں۔ اب جناب رسولخدا نے اجازت دی۔ حضرت علی یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔ جب جناب رسولخدا نے حضرت علی کو اجازت دی تو اپنی نبی تلوار اور اپنی زرہ اور اپنا ہی عمامہ حضرت علی کو خود اپنے دست مبارک سے پہنا کر درگاہ باری تعالیٰ میں اپنے ہاتھوں پر اپنا عمامہ لیکر اسطرح

بیدة منی یوم
ر احد وهذا
عمی فلا تذرنی
خیر الوارثین
زلا وتجادلا فقتله
رجت خیلهم منهزمة
اقتحمت الخندق
هاربة وفی روایة حمل
ضرار بن الخطاب وهبیرة
ابن ابی وهب علی علی وهو
اقبل فاما ضرار فلما نظر
الی وجه علی ولی هاربا وبعد
ذلك سئل عن سبب فراره
قال خیل لی ان الموت یرینی صورته
واما هبیرة فثبت فی مقاتلته
حتی اصاب اثر السیف فعند
ذلك القی درعه وهرب۔

دعا مانگی کہ میرے خدا تو نے بدر میں عبیدہؓ کو اور احد میں حمزہؓ کو مجھ سے لے لیا۔ اب یہ علیؑ میرا بھائی اور ابن عم باقی ہے بس تو مجھکو بے وارث کا نہ بنا دیجیو۔ سب سے بہتر تو ہی وارث ہے۔ علیؑ و عمر بن عبدود آپس میں لڑتے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھی گھوڑے سوار بھاگ کر خندق میں گر پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر ضرار بن الخطاب و ہبیرہ ابن ابی وہب نے حضرت علیؑ پر حملہ کیا آپ بھی انکی طرف لپکے ضرار تو حضرت علیؑ کے چہرے کو دیکھتے ہی بھاگ پڑا۔ جب اس کے بعد اس سے بھاگنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت مجھے اپنی صورت دکھا رہی ہے اور ہبیرہ نے کچھ دیر ٹھہر کر علیؑ کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک زخم تلوار کا اس کو لگا تو وہ بھی اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

حسین دیاربکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۵۴۷ و ۵۴۸۔
ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۶۸۔ میرزا محمد معتمد خان: نزل الابرار ص ۳۹
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الخامس ص ۲۹۲ حدیث ۵۴۹۸۔ الجزء السادس ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۵۳ و حدیث ۲۶۵۴۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المغازی ص ۳۲
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوئم ص ۲۴۵ و ۲۴۶۔
ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی: روض الانف الجزء الثانی ص ۱۹۱

حبیب السیر جلد اول جزو سیوم۔ ذکر جنگ احزاب۔

علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص ۳۳۹ و ۲۰۰

کمال الدین الدمیری: حیاۃ الحیوان۔ الجزء الاول ص ۲۷۴

عمرو بن عبدود کا سر لیکر حضرت علی خدمت نبوی

اس کے سر کو آنحضرت کے قدموں میں ڈال دیا۔ آنحضرت وزیر و ابن عم و قوت بازو کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ زندگی کا سوال تھا۔ اس حامل وحی خدا نے جس کی نسبت ارشاد خدا ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ امر واقعہ بیان کیا۔ جب فرمایا کہ المبارزہ لعمرو بن عبدود یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامہ۔ کیونکہ امت محمدیہ جو قیامت تک ہوگی اور اعمال و عبادت بجا لائیگی اس کی ہست و بود کا موجب وہی قتال علی بن ابی طالب تھا۔ اگر اوروں کی طرح آپ بھی خاموش بیٹھے رہتے تو بس اسلام کا خاتمہ تھا علامہ حاکم تحریر کرتے ہیں:۔

ثنا ابو عمرو بن عبد اللہ المقدادی	(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو)
فی قصر الخلیفہ ببغداد ثنا	قصر خلیفہ بغداد میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ
ابو الطیب احمد بن ابراھیم	
ابن عبد الوھاب المصری	
بدمشق ثنا احمد بن عیسیٰ	
الخشاب بتینس ثنا عمرو بن	
ابی سلمہ ثنا سفیان الثوری	
عن بھز بن حکیم عن ابیہ	
عن جدہ قال قال رسول اللہ	فرمایا جناب رسول خدا نے کہ روز خندق
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لمبارزۃ	علی کا عمرو بن عبدود کی جنگ کیلئے نکلنا
علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل	بہتر تمام امت کے قیامت تک کے اعمال سے

یوم القیامۃ ۔   افضل ہے۔

صحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب المغازی ص۳۲

۔

دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۲۴۲

مدارج النبوۃ رکن چہارم باب ہشتم ص۱۴۸

مداول۔ جزء سیوم ص۴۲   میرزا محمد معتمد خان: نزل الابرار ص۳۹

مان ابن ابراہیم بلخی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ ص ۹۴ ، ۱۲۷ ، ۱۳۷۔

ن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص۳۴۱

امر واقعہ یہ ہے کہ صعب ترین جنگ تھی۔ اس میں اگر شکست ہو جاتی تو پھر اسلام باقی نہ رہتا۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ یہ لڑائی محض حضرت علی نے فتح کی۔ عمرو بن عبدود کی موت اور اُسکے ساتھیوں کی شکست نے کفار عرب کی ہمت توڑ دی اور وہ بھاگ گئے۔ برعکس اس کے اگر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو کوئی نہ نکلتا تو وہ سب شیر ہو جاتے اور مسلمانوں کے دل ٹوٹ جاتے اور شکست فاش ہوتی۔ چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:۔

از علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ درین غزا مبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون چنانکہ در اخبار وارد شدہ است لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ لذا فی روضۃ الاحباب و آنحضرت دعا کرد در حق علی مرتضیٰ و شمشیر خود را کہ ذوالفقار نام داشت بوے عطا نمود و آن مقدار مشقت و محنت کہ بحال شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تعب و رنج بہ مسلمانان درین غزوہ راہ یافت در ہیچ غزوہ نبود۔ اگرچہ در احد ہم شد تہا و کربہا و کوفتہا راہ یافت۔ اما ہمہ در یک روز بود و با قریش تنہا بود اینجا قبائل عرب ہمہ جمع شدہ در مقام اہلاکی و استیصال خود ایستادند۔ مدارج النبوۃ۔ جلد دوم ص ۲۴۳ تا ۲۴۴۔

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کا شوق جان نثاری تھا ظاہر ہے

حضرت عمر کا طرز عمل بھی ملاحظہ ہو۔ غزوہ حدیبیہ کے ذکر میں مورخ

ثم دعا عمر بن الخطاب لیبعثہ الی مکۃ فیبلغ عنہ اشراف قریش ما جاء لہ فقال یا رسول اللہ انی اخاف قریشا علی نفسی ولیس بمکۃ من بنی عدی بن کعب احد یمنعنی وقد تعلم قریش عداوتی ایاھا وغلظتی علیھا ولکنی ادلک علی رجل اعز بھا منی عثمان بن عفان.

جناب رسول خدا نے حضرت عمر کو پیغام دیکر قریش کے پاس بھیجنا چاہا عمر نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے اپنے نفس کے لئے ڈر لگتا ہے۔ اور مکہ میں بنی عدی بن کعب سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کرے قریش کو معلوم ہے کہ مجھے ان سے کتنی عداوت ہے لیکن میں آپ کو ایسا آدمی بتا دوں جسکو کفار قریش عزیز رکھتے ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں

ابن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الثالث ص ۳۶۳

حضرت علی کا شب ہجرت قریش کے مسلح مجمع کے سامنے جناب رسول خدا کی نیابت انکے بستر پر اطمینان کے ساتھ کرنا۔ اور جناب عمر کا یہ اضطراب دونوں بزرگوں کے درجہ ایمان کا پتہ دیتے ہیں۔ سفیر تو ہر جگہ محفوظ ہے لیکن کچھ تھوڑا سا احتمال خطرہ کا بھی تھا۔ اس احتمال ہی نے حضرت عمر کو ایسا ڈرا دیا کہ جناب رسول خدا کے حکم کی اطاعت نہ کی۔

غزوہ خیبر۔ محرم ۷ھ ہجری۔ مطابق مئی ۶۲۸ء

خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۱۰۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ عربی مورخین نے مدینہ سے ۸ برید کا فاصلہ لکھا ہے۔ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا۔ ایک میل چار ہزار خطوہ کا اور ایک خطوہ تین قدم کا ہوتا ہے۔ خیبر کا ماخذ عبرانی لفظ خیبر ہے جو محض قلعوں کے معنی میں آتا ہے۔ تمام مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودی معہ اپنی دولت و ثروت و حرفت و تجارت کے یہاں آ آکر جمع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اس جگہ بہت عالیشان عمارتیں بن گئیں۔ تجارت خوب ہو گئی۔ اور خیبر کی بستی اچھا خاصہ شہر بنگیا تجارتی منڈیاں

...ثروت کے نشانات کھڑے ہو گئے۔ اس میں کئی مضبوط اور
...یں کے قبائل جو اطراف و نواح مدینہ سے جلا وطن کر دیئے
...پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور اسوقت ہی سے اسلام کی بیخکنی کی تجاویز
...میں سے ایک بنو نضیر کا قبیلہ تھا۔ ان ایام میں ان یہودیوں کا سرا
...دار تھا۔ یہ شخص بہت حیلہ ساز و فتنہ پرداز تھا۔ اور اسلام کے بدترین
...ں سے تھا۔ خیبر اُن تمام سازشوں کا صدر مقام بن گیا جو اسلام کے استیصال
...لئے بیجارہی تھیں۔ تمام یہودیوں نے خیبر سے اسلام کے خلاف ایک منظم سازش
شروع کر دی تھی۔ بنی نضیر اور بنی قینقاع کی جلا وطنی نے اس سازش کو اور مستحکم
...نا دیا۔ جنگ احزاب اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ اُس کی ناکامیابی نے ان لوگوں
...ی آتش غیظ و غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اُس لڑائی میں بنو قریظہ نے آنحضرت
سے بدعہدی کی تھی۔ اور معاہدہ باہمی کی خلاف ورزی کر کے ابوسفیان اور
یہودیوں سے ملکر اُن کی مدد کی تھی۔ اس بدعہدی کی وجہ سے آنحضرت نے
بغرض سزا دہی اُن کے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اُنھوں نے اطاعت قبول نہ کی
بلکہ سعد بن معاذ کو اپنا ثالث مقرر کر لیا۔ اُن کے اس ثالث نے توراۃ کے احکام
کے مطابق فیصلہ صادر کیا کہ یہود ان قریظہ کے جنگجو مرد قتل کر دیئے جائیں۔ اُن
کے اہل و عیال اسیر ہوں۔ اور مال و متاع غنیمت میں لے لیا جائے۔

اس زمانہ میں جب کسی خاص امر کے لئے کوئی آیت قرآنی نہیں ہوا کرتی
تھی تو توراۃ کے مطابق حکم صادر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سعد ابن معاذ کا یہ فیصلہ
توراۃ کے مطابق تھا۔ توراۃ کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے:۔

"جب تو کسی شہر میں حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ
صلح تسلیم کریں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہونگے
تیرے غلام ہو جائینگے لیکن اگر وہ صلح نہ کریں تو اُن کا محاصرہ کر۔ اور جب تیرا خدا
تجھکو اُن پر قبضہ دلائے تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دے اور باقی بچے عورتیں

جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت۔
بنو قریظہ یہودی تھے۔ اُن پہ توراۃ کے مطابق حکم صادر کیا گیا
تھا۔ ان کو نقض عہد و غداری و فتنہ و فساد اپنے اسلاف سے
ملے تھے۔ لہذا سزا بھی وہی ملنی چاہئے تھی جو اُن کے اسلاف کو۔
قریظہ حضرت شعیب نبی اللہ کی اولاد سے تھے۔ اور حضرت شعیب حضرت موسیٰ
کے خسر تھے۔ اُن کی اولاد عرب کے علاقہ مدین میں آباد تھی۔ جو توریت میں
کے نام سے مذکور ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت موسےٰ نے باوجود اس قرابت
کے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اُن کے اعمال کی کیا سزا دی۔ توراۃ کتاب
الاعداد باب ۳۱ از آیت ۹ تا ۳۵ میں اس طرح لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اُن کے بچوں کو اسیر کیا۔ اُنکے مویشی
بھیڑ، بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اُن کے سارے شہروں کو جن
میں وہ رہتے تھے اور اُنکے تمام قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر غصہ ہوا کہ کیا تم
نے اُنکی ساری عورتوں کو زندہ رکھا۔ اُنکے تمام بچوں کو جو ناداں ہیں قتل کر ڈالو اسی
طرح ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہے قتل کر ڈالو۔ لیکن وہ لڑکیاں
جو مردوں کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُنکو اپنے لئے زندہ رکھو"

سعد بن معاذ کا فیصلہ حضرت موسےٰ کے حکم سے کہیں نرم تھا۔ انگریزی مستشرق
مورخ مسٹر مارگولیتھ کا یہ اعتراض کہ یہ فیصلہ قصاص پر مبنی تھا کیونکہ جنگ احزاب
میں سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے تیر مارا تھا جس کا زخم اُنہیں تکلیف دے رہا
تھا غلط ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد ہی اُکھڑ جاتی ہے۔ جب ہم معلوم کرتے ہیں کہ
سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے نہیں بلکہ ایک قریشی نے تیر مارا تھا۔ چنانچہ صحیح
بخاری و صحیح مسلم میں اس تیرانداز کا نام اور اسکی قومیت درج ہے۔ وھو حبان ابن
العرقۃ القریشی۔ بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب و مخرجہ
الی بنی قریظہ و محاصرتہ ایاھم۔

...سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہودیوں کا طرزِ عمل آنحضرت کے ساتھ
...آستین کی طرح ہر وقت ڈنک مارنے کے لئے تیار رہتے تھے
...اسلام اور بانیٔ اسلام کی بیخکنی و استیصال فوراً کر دیتے لیکن آنحضرت
...عاملہ فہمی اور امورِ سیاسیہ کی واقفیت نے انہیں کوئی موقعہ نہ دیا۔
...ں کے آنحضرت کی ہر ایک کوشش اُن کے خلاف دفاعی تھی۔ آنحضرت
...بی حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔ کہہ سکتے ہیں کہ خیبر پر آنحضرت نے حملہ کیا لیکن
...ہ حملہ بھی دفاعی تھا۔ حرص یا شوقِ فتوحات پر مبنی نہ تھا۔ یہ ایک کوشش تھی اپنی
ہستی کو قائم رکھنے کے لئے۔ تمام عرب کے یہود اُٹھ کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ اور
خیبر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر وہاں سے چاروں طرف آنحضرت کے خلاف سازش
پھیلانے میں مصروف تھے۔ جنگ احزاب بھی ان ہی خیبریوں کی سازش کا نتیجہ
تھی۔ دیکھو امیر علی: ہسٹری آف اسلام ص ،، ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص

اگر آنحضرت خیبر پر حملہ نہ کرتے یا جنگ خیبر میں فتح نہ ہوتی تو پھر یہودیوں کا غلبہ سارے عرب پر یقینی تھا۔ واقعات و تجربات سابقہ اچھی طرح واضح کر چکے تھے کہ انکی طبیعت ان کو نچلا نہیں بیٹھنے دیگی۔

قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر کی آبادی سے ملی ہوئی تھی۔ اور یہ دونوں آپس میں حلیف تھے۔ ابو رافع سلام بن الحقیق نے ۶ھ ہجری میں تمام یہودیوں اور دیگر قبائل کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ جب اس کی شر انگیزی بہت بڑھ گئی تو عبداللہ بن نہیک نے اُس کو اُس کے قلعہ کے اندر ہی باجازت رسول صلعم قتل کر دیا۔ اس کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زرام کو اپنا سردار بنا لیا۔ اُس نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے آنحضرت کے مقابلہ کی تجویزیں پھر شروع کیں۔ جب یہ خبریں آنحضرت کو پہنچیں تو اُنہوں نے پھر بھی جنگ میں ابتدا کرنی مناسب نہ سمجھی۔ بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو ۳۰ آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا تاکہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے ہو جائے۔ ان لوگوں نے خیبر پہنچکر اسیر بن زرام کو پیغام بھیجا کہ جناب رسول خدا فرماتے ہیں کہ

اگر تم حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدی جائیگی چنانچ
باہر نکلا۔ حزم و احتیاط کی بنا پر یہ تجویز ہوئی کہ اس قافلہ میں
ہمرکاب چلیں جن میں ایک مسلمان اور ایک یہودی ہو۔
دل میں بدعہدی کا خیال پیدا ہوا۔ اور اُس نے عبداللہ،
انہوں نے مقابلہ کیا۔ آخر کار لڑائی ہوئی مسلمان فتحیاب ہو
یہودی بچا۔ یہ واقعہ آخر ۶ سنہ ہجری یا محرم ۷ سنہ ہجری کا ہے۔

ابن ابی الحقیق یہودانِ بنی نضیر کا رئیس مدینہ سے نکلکر خیبر میں
تھا۔ اور یہاں کے مشہور قلعہ القموص پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق یہ
کا سردار مقرر ہوا تھا۔ اُس کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا کنانہ ابن الربیع بن
ابی الحقیق سردار بنگیا۔ اسلام سے عناد وراثت میں پایا تھا چنانچہ کنانہ نے
بھی اس مخالفت میں بہت سرگرمی دکھائی غطفان سے لیکر بنو فرارہ تک کی
تمام قوموں کو اس سازش میں شامل کر لیا۔ اور منافقین مدینہ اسکو مسلمانوں
کی تنگی و عسرت کے حالات بتا کر اپنی جاسوسی سے یہودیان خیبر کو کافی مدد پہنچاتے
تھے۔ دربار رسالت میں یہ ساری خبریں پہنچتی تھیں لیکن آنحضرت خاموش تھے
اور معاملہ کو صلح و آشتی سے طے کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے پھر عبداللہ بن
رواحہ کو بطور سفیر یہودیان خیبر کے پاس بھیجا۔ جب وہ خیبر پہنچا اُسی وقت رأس
المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ اگرچہ مسلمان خیبر پر حملہ
کرنا چاہتے ہیں لیکن اُن کی حالت بہت خراب اور اُنکی تعداد بہت کم ہے۔
تم پر فتح پانی ناممکن ہے۔ اِس پیغام سے یہودی شیر ہو گئے اور سفیر رسول اللہ
کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ادھر سردار خیبر نے بنی غطفان سے سازش کر کے
اُن کو آنحضرت کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ اور اُن سے ایک تحریری معاہدہ کر لیا۔
اس کے بعد اُنہوں نے بنی فرازہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ آنحضرت نے بھی صلح کا
پیغام دیکر بنو فرازہ کے پاس بھیجا لیکن مذہب اور قومیت غالب آگئی۔ اور بنو فرزہ

ن خیبر سے مل گئے۔

دسار تیار تھا۔ اس میں چنگاری بھی یہودیوں ہی نے لگائی۔ اور
سبقت ہوئی۔ واقعہ ذی قرد جنگ خیبر کا پیش خیمہ تھا اور وہ
ذی قرد آنحضرت کی ایک خاص چراگاہ تھی۔ وہاں آپکی اونٹنیاں
ـرا کرتی تھیں۔ اور حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے اُن اونٹنیوں
ظ تھے۔ اور ان کی والدہ بھی اُن کے ہمراہ تھیں۔ بنی غطفان کے ایک
ستہ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمن بن عیینہ کی سرکردگی میں اُن پر حملہ کرکے
حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو وہیں قتل کر دیا۔ اُن کی والدہ کو قید کر لیا
اور بیس اونٹنیاں ہنکا کرلے گئے۔ نزدیک ہی مسلمانوں کا بھی ایک فوجی دستہ تھا
تھا۔ اُنھیں خبر ہوئی تو یہودیوں پر حملہ کرکے اُونٹنیوں کو چھڑا لیا۔ اور زوجۂ ابوذر
غفاری کی رہائی کرائی۔ اب تامل و تاخیر خودکشی تھی۔ آنحضرت نے خیبر پر چڑھائی
کردی۔ دشمن کو حملۂ اول کرنے سے روکنا ایسا ہی حفاظت خود اختیاری میں
داخل ہے جیسا کہ اس کے حملہ کے بعد اپنے تئیں بچانا۔

اس جنگ کی تفصیلات ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ لیکن اسکی
اہمیت ذہن نشین کر لینی چاہیئے تاکہ اس شخص کی خدمات اسلامی کا اندازہ
ہو سکے جس نے اس جنگ کو فتح کیا تھا۔ یہ جنگ دفاعی تھی اور یہی بات اسکی
اہمیت و عظمت کے اندازہ کے لئے کافی ہے۔ اگر دشمن دفع نہ ہو سکے تو مغلوبیت
اسکا پہلا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں اسلام کا مغلوب ہونا اور یہودیوں کا غالب
آجانا اسلام کے کلی استیصال کے مرادف تھا۔ علاوہ اس کے اس جنگ
میں ایک امتیاز بھی تھا۔ برخلاف دیگر دفاعی لڑائیوں کے اس سے اسلام
کے نظامِ تسلط و تصرف کی بنیاد پڑی۔ اسلامی سلطنت کا قیام اس کی فتح سے شمار
ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب اسکی امتیازی خصوصیت ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں
"اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے

جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم
مقصد دعوت و تبلیغ ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت
کی نہ تو اس سے جنگ ہے نہ اسکو اپنی رعایا بنانے کی
معاہدہ صلح کافی ہے جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں
جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوا ور اس کو مٹ
کو مدافعت کے لئے تلوار ہاتھ میں لینی پڑتی ہے اور اس کو اپ
پڑتا ہے۔ خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ تھا۔ سیرۃ النبی جلد
ماہ محرم ۷ ہجری کا آغاز تھا کہ جناب رسول خدا مسلمانوں کی جم
کے ساتھ مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں یہودیوں کے کل چھ قلعے۔
ان سب میں بڑا اور مضبوط قلعہ قموص تھا۔ اس میں یہودیوں نے اپنی تمام فوج کو
مجتمع کر لیا تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلا وطن ہو کر خیبر میں آگیا
تھا اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ اس قلعہ کا سردار مرحب تھا۔ جس کو مورخ یعقوبی نے ہزار
جوانوں کے برابر شمار کیا ہے۔ اس قلعہ کی حفاظت و استحکام کا خاص انتظام کیا گیا
تھا۔ چھوٹے چھوٹے قلعہ تو یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص کی مہم مسلمانوں
سے سر نہ ہو سکی۔ بہت سے سر برآوردہ صحابی یکے بعد دیگرے اس مہم پر گئے اور ناکام
واپس آئے۔ حضرت ابوبکر گئے وہ ناکام آئے۔ حضرت عمر گئے وہ شکست کھا کر واپس
آ گئے۔ علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ناعم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا
اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کو بھیجا لیکن دونوں
ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت
عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض
کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے انکی نسبت بھی یہی شکایت کی"۔

سیرۃ النبی تقطیع کلاں جلد اول ص ۳۵۶

مردی کے قصّوں کو سُن کر آنحضرت کو طیش آگیا۔ فرمایا
لاعطین الرایۃ غداً رجلاً یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ یفتح اللّٰہ
علی یدیہ لیس بفرار۔ یعنی تحقیق کل میں یہ عَلم ایسے شخص کو دونگا جو خدا و
رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند
اُس کے ہاتھ پر فتح دیگا۔ وہ بہت جری و دلیر ہے۔ بھگوڑا نہیں ہے۔
اُن دنوں میں حضرت علی کی آنکھیں پُر آشوب تھیں۔ اتنی دکھتی تھیں کہ
اپنا قدم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہذا لشکریوں میں سے ہر ایک کے دل
میں یہ امید پیدا ہوگئی کہ علی تو بیمار ہیں اب شاید یہ علم کل مجھے ملے۔ یہانتک کہ جو
لوگ اب تک شکست کھا چکے تھے اور فرار رہ چکے تھے وہ بھی امید کرنے لگے۔ اور
ساری رات اسی امید میں گذاری۔ حضرت علی نے جو آنحضرت کا یہ قول سنا تو قاضی
الحاجات کی درگاہ میں دعا کی کہ بارلہا اللھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما
اعطیت لیکن جو اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتے تھے وہ صبح ہوتے ہی آنحضرت کے خیمہ
کے دروازے کے آگے جمع ہونے شروع ہوگئے اُن میں سے جو ذرا سی بھی نمایاں
حیثیت رکھتا تھا اونچا ہو ہو کر اپنا چہرہ آنحضرت کو دکھاتا تھا۔ سعد ابن وقاص نے
نے تو حد ہی کردی۔ آنحضرت کے کپڑوں سے رگڑ رگڑ کر چلے تاکہ آنحضرت کی توجہ اُن کی طرف
منعطف ہوجائے۔ یہ بزرگوار نبوت کی شان و کیفیت کو بس اتنا ہی سمجھ سکے تھے۔
غرض آنحضرت باہر تشریف لائے۔ حضرت علی کو طلب کیا۔ لعاب دہن آنکھوں میں لگایا
آشوب چشم دور ہو۔ علم حضرت علی کو عطا ہوا۔ وہ گئے اور جاتے ہی مرحب و عنتر کو
قتل کر کے مسلمانوں کی مشکلکشائی کی اور قلعہ فتح کیا۔ دوران جنگ میں سپر ہاتھوں
سے گر پڑی تو خیبر کا در آہنی اکھیڑ کر اُس کو سپر بنا لیا اور لڑا کئے یہانتک کہ قلعہ فتح ہوگیا
فتح کے بعد جب اُس دروازۂ آہنی کو آپ نے پھینکا ہے تو ستر آدمی ملکر اُس کو ایک
پہلو سے دوسرے پہلو پر پلٹ نہ سکے۔ ان تمام واقعات کو ہم نے تفصیل و حوالہ جات
سے اس کتاب کے صفحات ۵۹۳ لغایت ۶۱۰ میں بیان کیا ہے۔ ناظرین ورق پلٹکر دیکھ لیں

ابوسفیان کی مجبوری اور اُن کا ایمان لانا

قبل اس کے کہ ہم جنگ حُنین کا ذکر کریں مناسب معلو
واضح کریں کہ ابوسفیان کس مجبوری کی حالت میں ایمان لائے مشر
دل توڑ دئے اور ٹ سنہ ہجری میں خالد بن ولید و عمرو بن عاص اوز
نبوی میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ دسویں ماہ رمضان ٹ سنہ
جنوری سنہ ۶۳۰ ہجری کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد
ہوئے عشاء کے وقت مرج الظہران میں لشکر اسلام اُترا۔ آپ نے ایک ایک ہر
ایک ایک جماعت علیحدہ کرکے ہر ایک کو آگ روشن کرنے کو فرمایا۔ عباس ابن
عبد المطلب اس لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہوئی
عباس اس کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوسفیان اسوقت
نہتا تھا اور حضرت عباس کی امان میں تھا۔ اس کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو
غنیمت سمجھکر اُس کی طرف لپکے کہ قتل کردیں۔ عباس نے کہا کہ میں نے اُس کو اپنی امان
میں لیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں اس کو زندہ نہ چھوڑونگا۔ حضرت عمر پیادہ تھے۔
یہ دونوں سوار تھے۔ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے پیچھے پیچھے حضرت
عمر بھی لگے آرہے تھے۔ حضرت عمر نے آنحضرت سے عرض کی کہ اس وقت موقعہ ہے
ایسا دشمن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کردوں۔
عباس نے کہا کہ اے رسول اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر
کچھ ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور قتل ابوسفیان پر اصرار کرتے رہے۔ حضرت عباس
نے کہا کہ اے عمر اگر یہ بنو عدی میں سے ہوتا تو تم اتنا اصرار اس کے قتل پر نہ کرتے۔ اتنے
میں آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دیدی اور عباس
کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے
دن صبح ہوتے ہی عباس ابوسفیان کو لیکر خدمت نبوی میں حاضر آئے۔ آنحضرت نے
ابوسفیان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسکا

ان لا الٰہ الا اللہ کہکر دائرۂ اسلام میں داخل ہو۔ ابوسفیان نے
ے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر سوائے اللہ کے کوئی اور معبود
ں امداد سے مستغنی کر دیتا۔ پھر رسول مقبول نے ارشاد کیا۔
ے یا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ مجھے اللہ کا رسول سمجھے۔ ابو
ہ اس امر میں مجھکو پس و پیش ہے۔ عباس نے کہا۔ تف ہو تو اپنے
ے اسلام قبول کر۔ ابوسفیان یہ سنکر عباس کی طرف تعجب سے دیکھنے
س نے کہا دیکھ وہ عمر آ رہا ہے۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ
ے ورنہ آتے ہی تیری گردن اڑا دیگا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر اشہد
ن محمداً رسول اللہ کہدیا اور مسلمانوں میں داخل ہوا۔

اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۱۰۵ — حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی صفحہ ۹۰

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی صفحہ ۹۳ — ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الرابع صفحہ ۲۲

ابن کثیر دمشقی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ۔ الجزء الرابع صفحہ ۲۹

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سیوم صفحہ ۶۲ ابوسفیان طوعاً و کرہاً کلمۂ توحید بزبان آورد۔

جنگِ حُنین۔ ۶ شوال ۸ھ مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء

جب مکہ فتح ہو گیا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ پیغمبر علیہ السلام سے جنگ کے لئے مجتمع ہوئے۔ انکا سردار مالک بن عوف تھا۔ اور ثقیف اہل طائف اور بنی سعد بن بکر بھی اُنکے ساتھ ہوئے۔ جب یہ خبر جناب رسالتمآب کو پہنچی تو آنحضرت بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ ہجری مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء کو باہر نکلے۔ جب دونوں جانب کی فوجیں باہم ملاقی ہوئیں تو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسی کی طرف التفات نہیں ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے لیکن کوئی آپ کی نہیں سُنتا تھا۔ اس پر آنحضرت نے عباس سے کہا کہ تم آواز دیتے رہو اور لوگوں کو بلاتے رہو۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸۔
ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص۱۳۱
تاریخ ابی الفداء: الجزء الاول ص۱۴۶
ابن ہشام: سیرۃ ۱۰
حسین دیاربکری: تاریخ

صحیح بخاری میں ہے:۔

عن ابی قتادہ۔ قال انھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس.

ابوقتادہ سے مروی ہے کہ بروز حُنین ہو کر بھاگے تو میں بھی اُنکے ساتھ۔ دیکھتا ہوں کہ عمر بن الخطاب بھی بھاگنے والوں میں ہیں۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حُنین اذا اعجبتکم کثرتکم الجزء الثالث ص۲۵
تاریخ ابن کثیر دمشقی۔ الجزء الرابع ص۳۲۹۔

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"در غزوہ حُنین چوں ہزیمت بہ مسلمین رو داد علی رضی اللہ عنہ از جماعت ثابتان بود"

کنز العمال علی متقی میں ہے:۔

قال الزبیر بکاء حدثنی ابراھیم بن حمزہ حدثنی محمد بن عثمان بن ابی حرملہ مولی بنی عثمان عن حسین بن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم حُنین العباس وعلی بن ابی طالب وابو سفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب وعبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

جنگ حُنین کے دن آنحضرت کے ساتھ جو لوگ رہ گئے تھے وہ یہ تھے۔ عباس علی بن ابی طالب۔ ابوسفیان بن الحارث۔ عقیل بن ابیطالب۔ عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب

سامہ بن زید.	زبیر بن العوام و اسامہ بن زید. باقی سب بھاگ گئے تھے
ما کان یوم حنین	انس سے مروی ہے کہ جنگ حُنین کے دن آنحضرت
ن اللّٰہ علیہ وآلہ	نے فرمایا۔ کہ اب آتش حرب تیز ہو گئی۔ اور اس
وطیس و کان علی بن	دن جناب علی مرتضیٰ نے آنحضرت کی حضوری
ناس قتالا بین یدیہ	میں نہایت شدید قتال کیا۔

الجزء الخامس ص ۳۰۴ حدیث ۵۵۹۷ و ۵۵۹۸ ص ۳۰۶ حدیث ۵۶۰۷

احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۲۰۷ و ۴۵۳، الجزء الرابع ص ۲۸۱ و ۳۰۴۔

روضۃ الندیہ ص ۲۸ و ۲۹۔

سیرۃ الحلبیہ وغیرہ میں ہے:۔

لما فر الناس یوم حنین عن	جب بروز حُنین لوگوں نے جناب رسول خدا
النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ	کو چھوڑ کر فرار کیا تو آنحضرت کے ساتھ صرف
ثلاثۃ من بنی ھاشم و رجل	چار شخص باقی رہ گئے تھے۔ تین بنی ہاشم اور
من غیرھم علی بن ابی طالب و	ایک غیر بنی ہاشم یعنی علی بن ابیطالب و
العباس و ابو سفیان بن الحارث و ابن مسعود	عباس و ابو سفیان بن الحارث اور ابن مسعود

برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۱۲۵

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص ۱۱۳

لما انھزم المسلمون اظھر	جنگ حُنین میں جب مسلمانوں نے راہ فرار
اھل مکۃ ما فی نفوسھم من الحقد	اختیار کی تو اہل مکہ کے دلوں میں جو کینہ اور حسد
فقال ابو سفیان بن حرب	مخفی تھا وہ ظاہر ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کے
لا تنتھی ھزیمتھم دون البحر	بھاگنے پر ابو سفیان بن حرب کہنے لگا کہ انکا
وکانت الازلام فی کنانتہ و	بھاگنا سمندر سے ورے ختم نہیں ہوگا۔ اور
صرخ کلدۃ الان بطل السحر	اسی طرح ایک اور شخص جو طعنے مار رہا تھا، کلدہ نے
	چلا کر کہا کہ اب یہ جادو باطل ہو گیا۔

تاریخ ابو الفدا: الجزء الاوّل ص۱۴۶ ابن الاثیر: تاریخ

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۱۱۳ ابن ہشام: ...

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث

ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الرابع ص...

سید احمد زینی المشہور بدحلان: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ برحا

بمصر ۱۳۵۱ ہجری۔ الجزء الثانی ص ۳۴۹ و ۳۵۰۔

ہم نے ان پانچوں بڑی لڑائیوں کے حال ہدیۂ ناظرین کردے۔

اَن پر ناظرین غور کرینگے۔ نتائج صحیحہ کو معلوم کرینگے۔ ہم چند نتائج کی طرف

کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ان پانچوں لڑائیوں کی فتح حضرت علی کی جدوجہد و اثبات قدم پر مبنی تھی۔ اگر وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تو اسلام کی تاریخ بلکہ دنیا کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔

(۲) جہاد سے فرار کرنا نقص ایمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور جہاد میں ثبات کمال ایمان کی دلیل ہے۔

(۳) عقل سلیم کا کیا فتویٰ ہے۔ خلافت رسول کا کون مستحق تھا۔ وہ جو مصیبت و جہاد کے وقت جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ یا وہ جو ہمیشہ جناب رسول خدا کے پہلو بہ پہلو کھڑا رہا اور جہاد سے بھاگنے کا خیال تک نہ کیا۔ کس میں خلیفۂ رسول کی شان پائی جاتی ہے۔

(۴) جب جہاد کی کسوٹی پر اصحاب رسول کسے گئے تو جناب رسول خدا کو معلوم ہوا یا نہیں کہ انکا خلیفہ و جانشین بننے کی اہلیت و استعداد کس میں ہے۔ اور کون انکا مثیل و نظیر ہوسکتا ہے۔

(۵) اتنا معلوم ہونے کے بعد کیا جناب رسول خدا کے لئے یہ موزون و مناسب تھا کہ آپ اپنی جانشینی کے مسئلہ پر بالکل خاموش رہتے۔ اور اس جانشینی

ے شخص کو اُن ناقص ایمان والوں کے رحم پر چھوڑ جاتے
ں شخص کی طرف سے حسد و عناد پیدا ہو چکا تھا جس کا علم
د اچھی طرح تھا۔

ہ جنگوں کی وجہ سے ابوسفیان و معاویہ و دیگر بنو امیہ کی دشمنی
ملی سے تھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

ے ۷) ابوسفیان و معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے۔ جان کے خوف
کلمہ اسلام پڑھ لیا۔

اب ہم اُن کی روحوں کو مخاطب کرتے ہیں جنہوں نے اس گئے گذرے ہوئے زمانہ میں صرف مسجد شہید گنج کی خاطر سینے ننگے کر کے گولیاں کھائیں جو خوشی خوشی تختہ دار پر چڑھ گئے۔ صرف اس وجہ سے کہ انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ کوئی ان کے پیارے رسول کی توہین کرے اگرچہ وہ محض زبان ہی سے ہو۔ اور اُن سے پوچھتے ہیں کہ اگر آج رسولِ خدا موجود ہوتے تو کیا تم اُن کو مسلح سکھوں اور ہندوؤں کی فوج میں تن تنہا چھوڑ کر صرف اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ جاتے۔

علامہ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب اڈیشن چہارم صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ پر "جناب امیر علیہ السلام کا جہاد بالسیف" کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت سے جس قدر کہ دین اسلام کو نفع پہنچا ہو کسی سے نہیں پہنچا۔ اربعین میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

کان فی الصحابۃ جماعۃ کابی دجانہ وخالدبن ولید وکانت شجاعتہ اکثر نفعا من شجاعۃ الکل الا تری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین یعنی صحابہ میں مثل ابودجانہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے ایک جماعت ایسی تھی جو شجاعت میں مشہور تھی۔ لیکن سب کی شجاعت سے جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت زیادہ تر نفع رساں تھی۔ تم نہیں دیکھتے ہو کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی ایک ضرب جن و انس

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی عبادت سے افضل ہے۔ پروردگار نے اپنے کلام پاک میں ح
صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی ہے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج و
کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ ا
یعنی کیا تم گردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی
جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔
برابر اللہ کے نزدیک اخرج ابوحاتم وابوالشیخ وعبدالرزاق
وابن جریر وابن مندہ والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتاب
باسباب النزول والقرطبی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی
والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابونعیم فی فضائل الصحابہ قالو
علیا والعباس وطلحہ بن ابی شیبہ افتخروا وقال طلحہ انا صاحب ا
مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایہ وا
علیہا فقال علی لا ادری لقد صلیت ستۃ اشھر قبل الناس وانا صاحب
الجھاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ۔ ابوحاتم اور ابوشیخ
اور عبدالرزاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ علی، عباس اور طلحہ بن ابی شیبہ باہم فخر کرنے لگے
طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اس کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے میں چاہوں
تو اسی میں رہوں۔ عباس کہنے لگے کہ میں زمزم کا مالک ہوں اور اس کا نگہبان ہوں
علی نے کہا میں نہیں جانتا لیکن میں نے چھ مہینے پیشتر سب لوگوں سے نماز پڑھی۔
اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پس پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی
کہ کیا گردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا الخ۔ کتب سیر کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا
ہے کہ حضرت امیر سوائے تبوک کے کل مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
علمدار رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال لعلی اربع	ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علی کی چار
خصائل لیست لاحد غیرہ ھو	خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا کسی دوسرے

صلى مع رسول
ه وسلم و
ئه معه
و الذی صبر
ر عنه غيره
ى غسله وادخله
ره

میں نہیں ہیں۔ وہ سب عرب و عجمی لوگوں سے ایسے پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ وہ شخص ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک لشکر میں علمدار تھے۔ اور وہ وہ شخص ہیں کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تھے تو وہ آپ کے ساتھ صبر کئے رہے۔ اور وہ وہ شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

اور اس بات پر بھی سب محدثین کا اتفاق ہے کہ جناب سوا حضرت امیر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے چنانچہ دوسرے مقام پر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واجمعوا على انه صلى القبلتين وهاجر وشهد بدرا والحديبية وسائر المشاهد وانه ابلى ببدر واحد والخندق و ذكر السراج فی تاريخه انه لم يتخلف عن مشهد شهدها الا تبوك فانه خلفه رسول الله صلى الله عليه وسلم على المدينة على عياله۔

یعنی سب محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ جناب علی علیہ السلام ایسے شخص ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہے اور بدر اور حدیبیہ اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں اور بدر و احد اور خندق میں آپ نے بڑے کارنامے نمایاں کئے ہیں۔ اور سراج اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ آپ کسی مشہد سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے عیال کی حفاظت کیلئے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

تمام مشاہد میں جو حیرت انگیز کارروائیاں حضرت امیر سے ظاہر ہوئی ہیں

تمام کتب سیر اس سے بھری پڑی ہیں۔

۱۷۔ ہدایت و رہنمائی خلق کی قابلیت۔

قابلیت ہدایت و رہنمائی کا علیحدہ عنوان قائم کرنا تسلسل کے لئے تھا۔ ورنہ جو احادیث پہلے گزر چکی ہیں اُنسے یہ امر اچھی طرح ثابت ہے کہ اصحاب کرام میں سے محض حضرت علی ہی آنحضرت کے مثیل و نظیر اس فضیلت میں بھی تھے جس طرح دیگر فضائل میں تھے۔ اُن سب احادیث کا یہاں دُہرانا باعث طوالت بیجا ہوگا سلسلہ بیان قائم رکھنے کے لئے ایک دو کا ذکر کر دیتے ہیں:۔

عن ابی ذر غفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر والفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل۔	ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو حضرت علی سے کہتے ہوئے سنا کہ اے علی تم صدیق اکبر و فاروق اعظم ہو جو حق و باطل کو جدا کرتا ہے۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الثانی ص ۱۵۳ و ۱۵۵، ۱۵۷ و ۱۵۸

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۲۹۰۔ باب الحادی والخمسون ص ۱۵۱۔ الباب الثانی عشر ص ۴۰۔ الباب الخامس عشر ص ۸۲۔ المناقب الثانی والاربعون ص ۱۲۴

روضۃ الندیہ ص

سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۵۶۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی الحدیث ثلاثون ص ۷۴ و حدیث حادی ثلاثون ص ۷۵

علی المتقی: عن سلمان فارسی۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۰۸۔

عن ابی لیلی الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابی طالب فانہ اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامۃ	ابولیلی غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے کھڑے ہو جائینگے جب ایسا ہو تو تم علی ابن ابی طالب کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لایا اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے

۔ ۔ھو فاروق	مصافحہ کریگا اور وہ صدیق اکبر ہے اور اس
۔ ۔سوب المومنین	امت کا فاروق ہے۔ وہ مومنین کا حاکم ہے
قین۔	اور مال منافقین کا حاکم ہوتا ہے۔

جناب ترجمہ ابولیلی الغفاری ۲۹۶۹ صـ۲۷۶ الجزء الثانی۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ترجمہ ابولیلی الغفاری۔

براہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری الباب اربعون صـ۱۲۹ والباب السادس والخمسون صـ۲۵۱۔

ی: کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۲۔

عن ابن عباس قال لما نزل قول	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت انما انت منذر
تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ھاد	ولکل قوم ھاد نازل ہوئی تو آنحضرت نے تفسیر
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرمائی کہ منذر سے میں مراد ہوں اور ہادی سے علی
انا المنذر وعلیٌ ھاد وبک یا علی یھتدی	مراد ہیں۔ اور اے علی میرے بعد تم سے ہدایت
المھتدون من بعدی۔	لینے والے ہدایت پائینگے۔
ابونعیم: فیما نزل فی القرآن فی علی	شلنجی: نور الابصار صـ۷۰

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۱۵۷ حدیث ۲۶۳۱ وحدیث ۲۶۳۵۔

ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع صـ۳۵۵ و۳۵۸۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۹ و ۱۳۰۔

سیوطی: درالمنثور فی تفسیر قولہ تعالیٰ۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ الجزء الرابع صـ۴۵

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الرابع والاربعون صـ۹۹ و۱۰۰ والباب السادس والعشرون

روضۃ الندیۃ شرح تحفۃ علویہ صـ۵

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ	ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا نے
علیہ وسلم قال علی بن ابیطالب باب حطۃ	کہ علی باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہوگیا
من دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منہ	مومن ہوا۔ اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر

کان کافیاً۔ ہو گیا۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۳ روضۃ الندیہ

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث الرابع و،

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الرابع ص ۲۹

۱۹۔ عدالت و قابلیت قضاء۔

عن علی قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیاً وانا حدیث السن فقلت یا رسول اللہ تبعثنی الی قوم یکون بینھم احداث ولا علم لی بالقضاء قال ان اللہ عزوجل لیھدی لسانک ویثبت قلبک قال فما شککت فی قضاء بین اثنین

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے مجھے یمن کی طرف قاضی مقرر کر کے روانہ کیا اسوقت میرا سن بہت کم تھا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے ایسی قوم میں بھیجتے ہیں کہ جن میں اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور مجھے قضا کا تجربہ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ پروردگار تیری زبان کو ہدایت دیگا اور تیرے دل کو ثابت رکھیگا۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی دو آدمیوں کے تنازعات فیصلہ کرنے میں شک نہ ہوا

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص [illegible]

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل السادس ص ۱۹۸

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقضی امتی بعدی علی بن ابی طالب۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور تنازعات صحیح فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۱ و ۷۳۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۵۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث العاشر و باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶

ز النضرۃ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۸ و ۱۹۹ -

ب جزر الثانی ترجمہ علی ص ۳۷۴ و ۳۷۴ -

ج المودۃ ۔ الباب الرابع عشر ص۷۵

د برسنی المطالب ص۱۴۱ میرزا محمد ابن معتمد خان : نزل الابرار ص۱۸

ے ۸۲ و ۹۱ حسن علی محدث : تفریح الاحباب ص۳۲۲ -

باب نہم

اقوال و افعال رسول صلعم کی مطابقت قرآن شریف سے

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور وضاعین جھوٹی احادیث وضع کر کے میری طرف منسوب کریں گے۔ تم کو چاہیئے کہ جو میری حدیث بیان کیجاوے اُس کی مطابقت قرآن شریف سے کر لو۔ جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہوگی وہ میری ہے اور جو اسکے مخالف ہوگی اُس کو سمجھو کہ جھوٹی وضع کی گئی ہے۔ احادیث رسول کی اصلیت اور موضوعیت معلوم کرنے کیلئے اور بھی بہت سے دلائل عقلی و نقلی ہیں۔ انمیں سے چند کا ذکر ہم نے اس کتاب کے باب چہارم میں کیا ہے۔ یہاں اُنکا بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث رسول کا آخری محک صحت و صداقت قرآن شریف ہے۔ ہم نے اس کتاب کے ابواب ہفتم و ہشتم میں جناب رسول کے وہ افعال و اقوال بیان کئے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر دلیل قاطع ہیں۔ اب ہم اُن احادیث و روایات کو قرآن شریف کی کسوٹی پر چڑھاتے ہیں۔ اگر وہ قرآن شریف کے مطابق ہیں تو اُنکی صحت میں کچھ شک نہیں اور اگر قرآن شریف اُنکی تردید کرتا ہے یا جس کے

اس قدر فضائل آنحضرت نے بیان فرمائے ہیں اُس شخص
بالکل خاموش ہے تو ہم سمجھینگے کہ یہ احادیث و روایا
سیاسی غرض کیلئے مسلمانوں میں شائع کی گئی تھیں۔
قرآن شریف میں جیساکہ حکومت کا مرتب کیا
صحابہ رسول کی مذمت کیگئی ہے۔ اور کئی کی تعریف کیگئی ہے لیکن
نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس قاعدہ کو یہانتک ملحوظ رکھا گیا ہے کہ منافقین
کی تردید کردی اور ایک زوجۂ رسول کو غلط اتہام سے بری کردیا لیکن
مین نہیں آیا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ اس جھوٹے الزام سے بری
تھیں۔ سورۃ التحریم ساری اس رمز و کنایہ کی مثال ہے لیکن سب جانتے ہیں
کریمہ اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو
بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہوگئے ہیں) میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ
کی طرف اشارہ ہے مسند امام احمد حنبل مجلد اول ص۳۳ و ۴۸ و کنز العمال مجلد اول ص۱۹
حدیث ۴۶۷) اسی طرح وہ آیات جو جناب امیر کی شان میں ہیں اُن میں آپ کا نام
نہیں ہے لیکن وہ ایسی مشہور و معروف ہیں کہ شک کی کچھ گنجائش نہیں۔ چار وجوہات
سے وہ شک سے بالاتر ہیں یعنی (۱) شہرت و تواتر (۲) اُنکی تفسیر خود رسول خدا کے
قول و فعل و عمل سے (۳) اُنکا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کو حق بجانب سمجھنے والے
علما و محدثین و مورخین کی کتابوں میں توثیق و تصدیق کے ساتھ پایا جانا۔ ظاہر ہے
کہ یہ لوگ کبھی ایسی جھوٹی روایتیں و تاویلیں اپنی طرف سے وضع کرکے شائع نہ
کرینگے جو اُن کے اعتقادات کے خلاف دلائل ہوکر پیش ہوسکیں۔ اُن کو ایسی روایتیں
جھوٹی وضع کرنے سے کیا فائدہ (۴) حضرت علی کے سوانح حیات اور یہ آیات ایک
دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور انتباہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ متفقہ امت ہے کہ قرآن شریف
کی آیات کی تفسیر و تاویل میں اپنے قیاس کو دخل نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ کسی امر

مل نہیں دینا چاہئے ورنہ سارے کا سارا مذہب انسان کے قیاس
مرکزیت و اصلیت قائم نہیں رہیگی۔ اسلام میں افتراق کی وجہ
رایک نے سمجھا کہ میری تاویل درست ہے اور بہتر فرقے بنگئے اس
ہب میں قیاس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف
ترین تفسیر وہی ہوگی جو جناب پیغمبر علیہ السلام نے کی ہوگی۔ اور پھر
لئے جائز نہیں کہ اس تفسیر کو چھوڑ کر ہم اپنے دماغ سے اس کے اور
ں و مطالب نکالیں۔ ایسا کرنا جناب رسول خدا کی توہین ہے۔ اور گمراہی و
ضلالت کی بدیہی نشانی۔ امور دین میں قیاس کا ناجائز ہونا مسلمات سے ہے
شاہ ولی اللہ حجتہ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عن ابن سیرین قال اول من قاس ابلیس و ما عبدت الشمس والقمر الا بالمقائیس وعن الحسن انہ تلا ھذہ الآیۃ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین و قال قاس ابلیس وھو اول من قاس وعن الشعبی قال واللہ لئن اخذتم بالمقائیس لتحرمن الحلال ولتحلن الحرام	ابن سیرین سے مروی ہے کہ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور شمس و قمر کی پرستش قیاس ہی کی بنا پر کیگئی ہے حسن بصری نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار الخ اور کہا کہ ابلیس نے قیاس کیا۔ اور سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ علامہ شعبی کہتے ہیں کہ قسم بخدا اگر تم قیاس کرنا شروع کر دوگے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دوگے۔

ابن سیرین کے اس قول کی تائید سیوطی نے کتاب الوسائل الی معرفۃ الوسائل میں کی ہے نیز تفسیر درمنثور میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:۔

اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ و الدیلمی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ قال اول من قاس امر الدین	ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے

برائه ابليس. قال الله له اسجد لآدم فقال انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين. قال جعفر فمن قاس امر الدين برائه قرنه الله تعالى يوم القيامة بابليس لانه تبعه بالقياس.

امر دین میں سے ... خداوند تعالیٰ ... اس نے حجت پیش ... تو نے آگ سے پیدا کیا ... ہیں کہ جو امر دین میں ... قیامت کے دن اسکو ابلیس ... کیونکہ قیاس کرنے میں اس نے

سیوطی: کتاب الدر المنثور، الجزء الثالث ص۷۲

کنز العمال میں علی متقی لکھتے ہیں:-

من قال في الدين برائه فقد اتهمني ابو نعيم عن جابر
لا تقيسوا الدين فان الدين لا يقاس اول من قاس ابليس
الديلمي عن علي.

ابو نعیم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسولخدا نے کہ جس نے امر دین میں اپنی رائے سے لیا اس نے مجھ پر اتہام باندھا۔ اور دیلمی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امر دین میں قیاس سے کام نہیں لیا جاتا جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔

صحیح بخاری میں ایک مستقل باب مذمت رائے و قیاس پر قائم کیا گیا ہے نیز کنز العمال میں ہے۔

تعمل هذه الامة برهة بكتاب الله ثم تعمل برهة بسنة رسول الله ثم تعمل بالراي فاذا عملوا بالراي فقد ضلوا واضلوا.
عن ابي هريرة.

آنحضرت نے فرمایا کہ یہ امت پہلے کتاب اللہ سے عمل کریگی اسکے بعد سنت رسول اللہ کے مطابق عمل کریگی۔ اور پھر اپنی رائے کے مطابق عمل کریگی پس جب اپنی رائے کے مطابق عمل کرینگے تو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے! از ابو ہریرہ

علی المتقی: کنز العمال الجزء الاول ص۴۶ حدیث ۹۱۶ و ۹۱۹ -

...مد اقوال و افعال جو ہم نے باب ہفتم و ہشتم میں بیان کئے ہیں مندرجہ ... سکتے ہیں:۔

...ہٰی کی طرح آنحضرت کا اپنے لئے امور رسالت میں وزیر و معاون ... ایزدی سے وہ دعا مستجاب ہوئی۔

...یث منزلت۔

بالائے عرش حضور خداوندی میں حضرت علی کو جناب رسول خدا کا خلیفہ ...رنا اور خداوند تعالیٰ کا حضرت علی کو نصرت و تائید رسالت محمدیہ کے ...تخب فرمانا۔

د۔ جناب محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں اور ایک شجر کی دو شاخیں۔ یہ دونوں حضرات ہر ایک فضل و صفت میں مشترک ہیں امت ...یہ کے اوپر جو حقوق آنحضرت کے ہیں وہی علی مرتضیٰ کے ہیں جس طرح آنحضرت کے ...حکام کی اطاعت امت محمدیہ پر واجب ہے اسیطرح حضرت علی کے احکام کی اطاعت اس امت پر واجب ہے جس طرح حضرت علی آنحضرت سے مشابہ ہیں اسیطرح دیگر پیغمبران اولوالعزم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

ہ۔ تاکید وجوب حب علی و آل رسول۔ بغیر علی کی محبت کے کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا۔ چاہے کتنا ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ آپ کے بغض سے منافقین کی شناخت ہوتی تھی حضرت علی قسیم النار والجنۃ ہیں۔

و۔ آنحضرت کے بعد حضرت علی مومنین کے حاکم و والی ہیں۔

ز۔ اعلمیت حضرت علی۔

ح۔ حضرت علی کا کمال ایمان وعبادت و ریاضت۔

ط۔ معصومیت حضرت علی۔

ی۔ خدا علی کو اور علی خدا کو دوست رکھتے ہیں اور خدا آپ پر سلام بھیجتا ہے علی کا مرتبہ اور درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔

ک۔ رازگوئی آنحضرت با علی۔

ل۔ علی کی سبقت اسلامی۔

م۔ حضرت علی جنت میں آنحضرت کے آمنے سامنے

کے دن لواء حمد حضرت علی کے ہاتھ میں ہوگا۔

ن۔ تبلیغ سورۂ برأت۔

س۔ حضرت علی سے لوگ حسد کرتے تھے۔

ع۔ حضرت علی امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔

اب ہم ان کی مطابقت آیات قرآنی سے ظاہر کرتے ہیں۔

عنوانہائے۔ الف۔ ب۔ ج۔

یہ غور کرنے والی بات ہے۔ کہ قرآن شریف میں جو انبیاء سلف کے قصے و حکایتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کسی مطلب و مقصد کے لئے ہیں۔ ورنہ کفار کا اعتراض کہ ان ھذا الا اساطیر الاولین پورا ہوتا ہے۔ یہ مختلف قسم کے واقعات و قصص ہیں جن سے مختلف نتائج نکلتے ہیں۔ اور جو متعدد اغراض کیلئے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو یہ غرض تھی کہ امتہائے سابقہ نے جو غلطیاں کی ہیں۔ اور جنکی وجہ سے اپنر عذاب نازل ہوا ہے اُن سے امت محمدیہ اپنے تئیں بچائے انبیائے سابق کی نافرمانی اور اُن کے احکام سے اعراض ازمنہ گذشتہ میں نزول عذاب کا بہت بڑا سبب ہوا ہے۔ اُن کے بیان کرنے کی یہ غرض تھی کہ اس سے امت محمدیہ پرہیز کرے۔ دوسری غرض یہ تھی کہ خود آنحضرت انبیاء اولوالعزم کے اطوار و اقوال پر غور کریں اور اسیطرح عمل کریں چنانچہ آپ نے ایسا کیا مثلاً جب حضرت موسیٰ کو احکام رسالت ملے تو انہوں نے اُس کام کی عظمت پر غور کیا اور اُس کیلئے خدا سے مدد چاہی۔ چنانچہ اُن کی دعا قرآن شریف میں اس طرح مسطور ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۙ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۙ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۙ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۙ هَارُونَ أَخِي ۙ

ئرکۂ فِیْ اَمْرِیْ ۙ کَیْ نُسَبِّحَكَ کَثِیْرًا ۙ وَّنَذْکُرَكَ کَثِیْرًا ۙ
۔ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ۔ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ)

ـ ورسالت میں اپنے اہل میں سے کسی کو شریک کرنے
ول کیلئے جائز ہے۔ اگر سلسلۂ نبوت ختم نہیں ہوا تو وہ شریک
ہو سکتا ہے اور اگر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا ہے تو وہ شریک و
کار نبی نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف بتاتا ہے۔ کہ سلسلۂ امامت
ـ رہیگا۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸)
حضرت نے بھی حضرت علی کیلئے اس قسم کی دعا مانگی اور وہ قبول ہوئی۔ اسطرح
ضرت علی کی نسبت و منزلت جناب رسول خدا سے وہی ہوئی جو ہارون کی حضرت
یٰ سے تھی باستثنائے نبوت۔ ہم اس دعا کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور حدیث منزلت
بھی ثابت کر چکے ہیں۔

آیات ذیل بتاتی ہیں کہ جناب رسولخدا کی دعا قبول ہوئی اور حضرت علی کو آپ کی تائید و نصرت کے لئے منتخب کیا گیا۔

(۱) اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (پارہ ۱۲ سورہ ہود ع ۲)

ترجمہ:۔ وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اک گواہ بھی خدا کی طرف سے آیا۔

اَخْرَجَ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ وابو نعیم فی المعرفة عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال ما من رجل من قریش الا نزل فیه طائفة من القرآن فقال له رجل ما نزل فیك قال اما تقرء سورة هود افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابو نعیم حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت علی نے کہا کہ قریش میں سے کوئی آدمی نہیں ہے جس کے متعلق قرآن کی کوئی آیت نہ اتری ہو۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ آپ کے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے سورہ ہود میں نہیں پڑھا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ

منه. واخرج ابن مردویہ وابن	منه جناب رسولخدا علی
عساکر عن علی رضی الله عنه فی الآیة	ان کے ساتھ آیا ہوا گواہ
قال رسول الله علی بینة من ربه وانا	ابن عساکر نے حضرت
شاهدٌ منه. واخرج ابن مردویہ	کہ اس آیت میں علی بینہ
من وجه اخر عن علی رضی الله عنه	رسولخدا ہیں اور میں شاهد
قال قال رسول الله صلی الله علیه	نے دوسرے اسناد سے جناب علی سے
وسلم افمن کان علی بینة من ربه	کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ علی بینة
انا ویتلوہ شاهدٌ منه قال علی.	تو میں ہوں اور شاهد منه علی ہیں۔

علامہ سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۳۲۴۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء الاول ص۲۵۱ حدیث ۴۴۴۰

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودة۔ الباب السادس والعشرون ص۹۹

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامة باب الثانی ص۱۰

غور کرنے والی بات ہے جناب رسول خدا کے ساتھ ساتھ ہی حضرت علی کا تقرر ہوتا ہے۔ لفظ یتلوہ کو دیکھو۔ آنحضرت سے لگے لگے حضرت علی بھی پہنچے ادھر دعوے نازل فرمایا اُدھر دعوے کے ساتھ ساتھ ہی اس کی صداقت کی گواہی دینے کیلئے ایک گواہ کو بھیجا جناب رسولخدا کی نبوت کی تصدیق حضرت علی کی ہستی سے ہوتی ہے یہ ہی اصلی صدیق اکبر اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا صدیق اکبر اگر حضرت علی کی ہستی نہ ہوتی تو یہ دعوی بلا تصدیق رہجاتا۔ اسکو کہتے ہیں خلیفہ و نائب اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ خلیفہ یا نائب رسول بھی رسول کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے مقرر ہوکر آتا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی فیکٹری میں تیار نہیں ہو سکتا۔

(۲) وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ پ۲۴ ع۲ سورۂ زمر

ترجمہ۔ اور وہ شخص جو آیا صدق کے ساتھ اور وہ شخص جس نے اسکی تصدیق کی متقی ہیں۔

اخرجه ابن عساکر نا لحافظ ابونعیم	ابن عساکر نے وحافظ ابونعیم نے حلیة الاولیا میں

غاذلی فی المناقب	اور ابن المغازلی نے مناقب میں مجاہد سے روایت
الذی جاء بالصدق	کی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ الذی جاء بالصدق
نیز اخرج ابن مردویہ	سے رسولخدا مراد ہیں اور صدق بہ سے علی مراد ہیں
عن ابی ھریرۃ والذی	اسیطرح ابوہریرہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق
رسول اللہ وصدق بہ قال علی	سے رسول اللہ اور صدق بہ سے علی مراد ہیں۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص۳۲۶

ابونعیم: حلیۃ الاولیاء

(۳) فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (پارہ ۲۸ سورۂ تحریم ع ۱)

اخرج ابن مردویہ عن اسماء بنت	اسماء بنت عمیس سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے
عمیس قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ	وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو کہتے ہوئے
علیہ وسلم یقول صالح المومنین قال علی	سنا صالح المومنین سے مراد علی ابن ابیطالب
بن ابیطالب اخرج ابن مردویہ ابن	ہیں۔ اور نیز ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن
عساکر عن ابن عباس فی قولہ و	عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں صالح
صالح المومنین قال ھو علی بن ابیطالب	المومنین سے علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۲۴۴۔

علی المتقی عن علی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۲۴۳ حدیث ۶۸۴۲

محمد صالح کشفی۔ مناقب مرتضوی ص۲۹

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ باب الثانی والعشرون ص۹۳

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

(پارہ ۱۰ سورہ انفال ع ۸)

محمد بن حنبل گوید جمیع مفسران متفق اند برآنکہ مراد از من اتبعک علی بن ابیطالب است۔ مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی ص۳۱۔

نیز ملاحظہ ہو۔ النطنزی: خصائص العلویہ۔

(۵) هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اخرج ابن عساکر عن ابی هریرة رضی الله عنه قال مکتوب علی العرش لا اله الا انا وحدی لا شریك لی محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی وذلك قوله هو الذی ایدك بنصره وبالمومنین.

ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ عرش پر لکھا ہے میں احد ہوں میرا کوئی شریک نہیں محمد میرے بندے و رسول ہیں میں نے علی سے ان کی تائید کی۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یہی مطلب ہے هو الذی ایدك بنصره وبالمومنین کا۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۱۹۹

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ الباب الثالث والعشرون ص۹۴ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء

(۶) وَکَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا

پارہ ۲۱ سورۃ احزاب ع ۲۔

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه وابن عساکر عن ابن مسعود رضی الله عنه انه کان یقرءُ هذا الحرف وکفی الله المومنین القتال بعلی بن ابیطالب۔

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کفایت کی مومنوں کو لڑائی میں علی کے ساتھ۔ اور اللہ ہے قوی و بزرگ۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص۱۹۲

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والعشرون ص۹۴

عنوان د۔

(۱) آیۂ مباہلہ۔ جناب علی مرتضیٰ کا مثیل و نظیر و نفس رسول ہونا آیۂ مباہلہ سے ثابت ہے جس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحہ ۱۹۲ لغایت ۲۰۰ پر زیر عنوان افعال رسول کر چکے ہیں۔

مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٍ وَّنَخِيْلٍ صِنْوَانٍ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

پ ر پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱)

غ اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں (ان میں سے کچھ) ایک جڑ سے ملی ہوئی

ب ایک پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔

ب درختوں کے متعلق معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو محض درختوں

ا قرآن شریف کی بلاغت و جامعیت کے منافی ہے۔ اور بحث کا پورا منطق

ہیں ہوتا۔ جس طرح ایک ہی پانی سے سیراب ہو کر درخت مختلف ثمر لاتے ہیں

ا یٹھا۔ کوئی کڑوا۔ کوئی خوشبودار اسیطرح ایک ہی دنیا و احوال دنیا تمام انسانوں کو

درس عبرت دیتے ہیں لیکن کوئی ان میں سے کافر ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان۔ کوئی عیسائی

کوئی یہودی۔ کوئی دہریہ وغیرہ وغیرہ۔ وجہ یہ ہے کہ درختوں میں اختلاف انکے بیج کی وجہ

سے ہوتا ہے۔ اور انسانوں میں اختلاف انکی طینت کی وجہ سے جس طرح ایک

ہی نوع کے بیج ایک ہی طاقت رکھنے والے ایک ہی قسم کا ثمر لاتے ہیں اسیطرح

ایک ہی طینت کے لوگ قبل پیدائش ظاہری اور بعد پیدائش ظاہری یکسان

حالات و واقعات میں نشوونما پانے والے ایک دوسرے کے نظیر و مثیل اور ہم صفت

ہوتے ہیں۔ اتنا معلوم کرنے کے بعد اب وہ تفسیر ان آیات کی جو جناب رسول خدا نے

کی ہے ناظرین کی سمجھ میں آجائیگی۔

اخرج ابن مردویہ والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع النبی یقول الناس من اشجار شتی وانا وانت یا علی من شجرۃ واحدۃ ثم قرء النبی ھذہ الآیۃ۔

ابن مردویہ و حاکم نے روایت کی ہے اور اس کی صحت کی تصدیق کی ہے حضرت جابر بن عبد اللہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ مختلف درختوں سے اور میں اور تم اے علی ایک درخت سے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزو الرابع ص ۳۲۔ سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص ۴۹

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص۹۳۔

(۳۳) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ ... اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸)

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور ... انکی جو تم میں صاحب امر ہو۔

فی المناقب فی تفسیر مجاهد ان هذه الآیة نزلت فی امیر المومنین علی علیہ السلام حین خلفه رسول الله فی المدینة. وفی المناقب بالسند عن عیسی بن السری قال قلت لجعفر الصادق حدثنی عما قال الله عز وجل اطیعوا الله واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم. فقال کان علی ثم صار من بعده حسن ثم حسین ثم من بعده علی بن الحسین ثم من بعده محمد بن علی.

مناقب میں تفسیر مجاہد سے ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی جب رسول اللہ نے انکو مدینہ پر والی مقرر کیا تھا اور مناقب میں بسند عیسیٰ بن اسری سے مروی ہے کہ میں نے جعفر صادق سے کہا کہ مجھ سے بیان کیجیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت اطیعوا اللہ الآیۃ کے بارے میں کیا فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ اولی الامر یہ ہیں۔ علی ان کے بعد حسن پھر حسین پھر علی بن حسین پھر محمد بن علی۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الثامن والثلاثون ص۱۱۷

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں لکھتے ہیں:

در تفسیر فخر الدین رازی می آرد کہ مفسرین در اولی الامر دو قول ایراد نمودہ اند۔ فرقہ گویند مراد امرائند و زمرہ گویند علماء۔ از امام جعفر منقول است کہ مراد ائمہ اثنا عشر اند کہ حق تعالیٰ اطاعت ایشاں را قرین اطاعت خود و رسول داشتہ۔ زیرا کہ جائز نیست کہ حق سبحانہ واجب گرداند اطاعت احدے را علی الاطلاق تا ثابت نشود عصمت او کہ داند ظاہر او مثل باطن اوست و ایمن بود از غلط و سہو۔ ایں صفات حاصل نیست در امراء و علماء پس متعین ائمہ ہدیٰ باشند۔

یہ نکتہ قابل غور ہے جو امام جعفر صادق نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں اطاعت مطلق و تامہ کا حکم دیا ہے۔ اس کو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا ظاہر ہے

ـ کا حکم دیا ہے وہ ایسا ہوگا کہ اس سے کبھی سہو و خطا و معصیت
ـ کیونکہ اگر اس سے معصیت سرزد ہوگئی تو معصیت کی اطاعت
نل و خلاف شانِ خداوندی ہے۔ علماء تو اکثر غلطی کر جاتے
ل مطلق ہوا کرتے ہیں۔ اگر انکے احکام کی پابندی اس آیت
جلئے تو پھر خطا و سہو ثواب ہو جائیں گے اور یہ نتیجہ نکلیگا کہ خداوند
ہ کے ارتکاب کا حکم دیا ہے جو صریحاً ناجائز ہے۔ گروہ اہل حکومت نے
اض کے واسطے اولی الامر سے مراد ہر ایک حاکم لیا ہے۔ چاہے وہ غصب و
م ہی سے غلبہ و حکومت حاصل کرے۔ امراء کے احکام تو اکثر گناہ و ظلم پر مبنی ہوتے
ہیں۔ اگر وہ احکام قابل اطاعت ہو گئے تو بس مذہب ختم ہے۔ نتیجہ نکلا کہ اولی الامر
سے مراد معصوم ہیں۔ یہاں مراد وہ امر ہے جو تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ
رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ میں مقصود ہے۔

عنوان ۵۔

حب علی و آل رسول جس میں علی شامل ہیں۔

(۱) تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ
وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ أَمْ
يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِنْ يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ
وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ ع ۳۔

ترجمہ۔ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس سے ڈرتے ہیں۔ اور اسکا
وبال اُن پر پڑنے والا ہے (موت کے وقت ان لوگوں کی حالت بہت خراب ہوتی ہے) اور وہ

"ھول المطلع" سے بہت مضطرب ہوتے ہیں اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اور اُ
کئے وہ بہشت کے چمنوں میں ہونگے۔ اُنکے لئے جو جو کچھ وہ چاہینگے اُنکے
ہتیا ہے۔ یہی تو وہ بڑا فضل ہے۔ یہی تو وہ ہے جس کی اللہ نے اپنے بند
اور نیک عمل بجالائے خوشخبری دی ہے (حضرت علی نے موت کو دیکھکر فرمایا۔ تزد
تم یہ کہدو کہ میں تو اس (تبلیغ رسالت) کا تم سے کچھ اجر سوائے اس کے طلب نہ
قرابت داروں سے محبت کرو۔ اور جو اس کے بارے میں کوئی نیکی بھی کریگا اسکی خاطر
نیکی کو بہت بڑھا دینگے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں،
اس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو اے نبی تیرے دل پر مہر لگادے
اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے۔ اور اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ بے شک
وہ دلوں کی حالت سے پورا پورا آگاہ ہے۔

ان آیات کے معانی و مطالب صاف ہیں اور محتاج تشریح و تاویل
نہیں۔ چند ہٹ دھرمی کرنے والوں نے لفظ قربیٰ میں کھینچ تان کی ہے
اس کی تشریح و تفسیر خود جناب رسول خدا نے اس وضاحت کے ساتھ کردی کہ
شک کی گنجائش ہی نہیں رہی جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تب رسولخدا نے ان پر
چادر ڈال کر بتلایا کہ اُن کے اہلبیت اور اس آیت کے مقصود کون ہیں۔ آیۂ
مباہلہ کے وقت اس تشریح کا اعادہ کیا گیا۔ آیۂ صلوات کے نازل ہونے پر
جناب رسول خدا نے صاف طور پر بتا دیا کہ اس کے مصداق صرف علی و فاطمہ
حسن و حسین ہیں۔ یہ بھی امر ظاہر ہے کہ ان بزرگواروں سے زیادہ قریب تر کوئی اور
رشتہ دار آنحضرت کے نہ تھے۔ آنحضرت کی اس تشریح پر پھر آنحضرت کے معترضین اور
حضرت علی کے مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ دیکھو جناب رسول خدا اپنے خاندان
خصوصاً علی کی محبت میں اس طرح سرشار ہیں کہ خدا پر بھی بہتان باندھنے لگے
کہ اس آیت میں اُن کے یہ اولاد اور داماد مقصود ہیں۔ ان آیات میں معترضین
کی اس نکتہ چینی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا۔ اور

گیا کہ یہ اعتراض غلط ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے کلمات سے
مٹاتا ہے اور حق کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ کلمات یہی قرابتداران
تھے کہ ہم اپنے قیاس سے یہ تفسیر ان آیات کی کر رہے ہیں
عق محرقہ میں لکھتے ہیں:۔

بغوی عن ابن عباس
ں قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم
جراً الا المودۃ فی القربیٰ قال قوم
ں نفسھم ما یرید الا ان یحثنا علیٰ
قرابتہ من بعدہ فاخبر جبرئیل النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انھم اتھموہ
فانزل ام یقولون علی اللہ کذبا
الآیۃ۔

ثعلبی و بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ
جب یہ آیہ مودۃ القربیٰ نازل ہوئی تو ایک
جماعت نے اپنے دل میں کہا کہ رسولِ خدا کا اس
سے یہ منشا ہے کہ انکے بعد ہم انکے ان قرابتداروں
کے ساتھ تمسک کریں پس جبرئیل نے اس
اعتراض کی اطلاع آنحضرت کو دی کہ وہ آپ
پر یہ تہمت رکھتے ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی
ام یقولون علی اللہ کذبا۔

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۱۰۲

عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ
الآیۃ قل لا اسئلکم الآیۃ قالوا یا رسول
اللہ من ھولاء الذی امرنا اللہ
تعالیٰ بمودتھم قال علی و فاطمہ
و ابناھما۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیہ مودۃ القربیٰ
نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ اے رسول
مقبول وہ کونسے آپ کے قرابتدار ہیں جن کی
محبت کا حکم خداوند تعالیٰ نے ہمکو دیا ہے آپنے
فرمایا کہ علی و فاطمہ اور انکے دونو پسران۔

جلال الدین سیوطی: احیاء المیت فی الاحادیث الواردۃ فی اھل البیت برحاشیہ کتاب
الاتحاف ص۱۱۰ و ۱۱۱۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۱۰۱
سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ شیخ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب ۳ و ۲ ص۲
شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم: ینابیع المودۃ۔ میرزا محمد معتمد: نزل الابرار ص۵
شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف ص۵ روضۃ الندیہ ص۱۰۴

شیخ یوسف بن سمٰعیل: الشرف المؤبد لآل محمدؐ
شیخ علی ہمدانی نے جو گروہ اہل حکومت کے بہت بڑے
موضوع پر ایک کتاب مودۃ القربےٰ لکھی ہے اس کتاب کی شرح
سلیمان قندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے کی ہے اور اپنی کتاب
رکھا ہے جو اصحاب اس موضوع پر تفصیلات کے شائق ہیں ان کو چاہیے
کتابیں پڑھیں۔

اب اُن احادیث کی طرف غور کرو جن میں آنحضرت نے حضرت علی ر
محبت کی تاکید فرمائی ہے بغیر حب علی کے جنت حرام ہے۔ کوئی شخص کتنا
ہی عابد و زاہد ہو اگر اُس کے دل میں حب علی نہیں ہے تو اُس کی عبادت و اعمال
اُس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکینگے۔ اور وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیگا۔ حب علی
علامت ایمان اور بغض علی علامت کفر و نفاق ہے۔ یہ معیار ہے جنت والوں کو دوزخ
والوں سے علیحدہ کرنے کا۔ جب ان احادیث پر غور کر لیا تو اب آیہ مودۃ القربیٰ
کی طرف توجہ کرو۔ حب علی اجر ہے رسالت محمدیہ کا۔ رسالت محمدیہ کا مقصد
اسلام ہے۔ حب علی اجر و بدل و عوض ہوا اسلام کی نعمت کا جس شے کے لئے
کوئی اجر یا عوض یا بدل مقرر ہو چکا ہے تو وہ ہمارے لئے حلال و جائز نہیں۔
جب تک ہم اُس کا عوض بدل نہ دیدیں۔ ہم اپنی ساری عمر کے رات اور
دن عبادت الٰہی میں اس مکان کے اندر گذار دیں جس کو ہم نے قیمت و
بدل دیکر نہیں لیا۔ بلکہ غصب کر لیا ہے تو ہماری ساری عبادت بیکار جائیگی
اور ہم غصب کرنے کے جرم میں عذاب کئے جائیں گے۔ اسیطرح ہم اسلام کے
فوائد کے حقدار نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اس کا اجر و عوض و بدل جو مقرر
کیا گیا ہے نہ ادا کر دیں۔ اسلام کے فوائد یہ ہیں کہ ہم کو صحیح عبادت کا طریقہ
بتایا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی شان غفاری کے دامن عاطفت میں ہم لے
لئے جاتے ہیں۔ اور ہم کو جنت ملتی ہے لیکن اگر ہم نے اسلام کا اجر و عوض و

ن فوائد کے مستحق نہیں اور خواہ ہم کتنی ہی عبادت کریں ہمکو
نتیجہ نکلا کہ خواہ ہم کتنی ہی عبادت کرلیں اگر حب علی نہیں ہے تو
حرام ہے۔ ملاحظہ ہو آیت شریف وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ
اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ۔ اس میں اقتراف حسنات سے مراد مودة
ں ہے۔ صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر فصل الاول ص۱۰۱۔

حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بغض علی علامت نفاق ہے۔ اُس کے لئے
دلیل پیش کرتے ہیں:۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝ پارہ ۲۶ سورہ محمد ع ۴۔

ترجمہ۔ آیا اُن لوگوں نے جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ اُن کے کینوں کو ظاہر نہیں کریگا اور اگر ہم چاہیں تو ہم ان لوگوں کو تم کو اے محمد دکھا دیں اور پھر تم اے محمد ان لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان لو۔ اور تم اب بھی ان کو ان کی باتوں کے لہجے (طرز گفتگو) سے ضرور پہچانتے ہو اور خداوند تعالیٰ تم لوگوں کے اعمال سے واقف ہے۔

عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنھم فی لحن القول ببغضھم علی بن ابی طالب۔

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ اس آیہ لتعرفنھم فی لحن القول کے یہ معنی ہیں کہ تم اے محمد انکو پہچان لوگے اس نشانی سے کہ انکی طرز گفتگو سے بغض علی بن ابی طالب ٹپکتا ہے۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دویم ص۱۰۱۔

(۲) وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ پارہ ۸ سورہ اعراف ع ۵

ترجمہ۔ اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو سب کو (اہل جنت و اہل دوزخ کو) انکی صورتوں سے پہچان لینگے۔

الحاکم بسندہ عن الاصبغ بن نباتہ

حاکم باسناد خود اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں

قال کنت عند علی فاتاہ ابن الکواء	کہ اس نے کہا کہ
فسئلہ عن ھذہ الآیۃ فقال ویحک	تھا کہ اتنے میں
یا ابن الکواء نحن نقف یوم القیامۃ	آپ سے دریافت
بین الجنۃ والنار فمن احبنا	ہم بروز قیامت
عرفناہ بسیماہ فادخلناہ	دوزخ و جنت کے درمیان
الجنۃ ومن ابغضنا عرفناہ	اُنکے منہ کی سفیدی سے
بسیماہ فادخلناہ النار	کرینگے۔ اور اپنے دشمنوں کو انکی چہرے
	کرکے دوزخ کی طرف بھیجدینگے۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص۱۰۱

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص۱۰۱

شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب التاسع والعشرون ص۱۰۱

عنوان و۔ آنحضرت کے بعد علی مومنین و مسلمین کے والی و حاکم ہیں۔

(۱) یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۱۰۔

ترجمہ۔ اے رسول جو کچھ پیغام تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (علی کے بارے میں) نازل کیا گیا ہے اُسے (امت تک) پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی (اور امت تک نہ پہنچائی)۔ اور اللہ لوگوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھیگا بیشک خداوندتعالیٰ منکر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

(۲) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۱۔

ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند و منتخب کیا۔

ہیل کے ساتھ ہم نے باب یازدہم کتاب ہذا میں بحث کی
ن و مورخین و مفسرین جماعت حکومت کے اقوال و روایات
ت کیا ہے کہ یہ دونوں آیات بروز غدیر خم علی کی خلافت
میں نازل ہوئی ہیں۔ یہاں صرف اُس تحریف قرآنی کی طرف
ہے جس کے علمار جماعتِ حکومت قائل ہیں۔ ان کی رائے
یت میں دو تحریفات ہوئی ہیں۔ ایک تو لفظی اور ایک مقامی یعنی
یحرفون الکلم عن مواضعہ کی مصداق ہے لفظی تحریف یہ ہے کہ آیت
۱) میں سے پیغام یعنی ان علیاً مولی المومنین کو حذف کر دیا گیا ہے اور مقامی
تحریف یہ ہے کہ سورۂ مائدہ میں آیت (۱) کو آیت (۲) کے بعد رکھا ہے حالانکہ
ترتیب نزول اس طرح ہے کہ آیت (۱) پہلے نازل ہوئی اور جب آنحضرت پیغام
امت کو پہنچا چکے تو آیت (۲) نازل ہوئی۔ اس ترتیب نزول کو ہم نے باب یازدہم
میں بیان کیا ہے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم جناب رسولِ خدا کے زمانہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ (ترجمہ) اے رسول پہنچا دے اپنی امت تک یہ پیغام کہ علی مومنین کا مولا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا ساری رسالت ہی ادا نہیں کی اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچائیگا۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی صفحہ ۲۹۸

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم صفحہ ۱۳ میرزا محمد بن معتمد خان: مفتاح النجا۔

سیاق کلام بھی عبد اللہ ابن مسعود کے قول کی تائید کرتا ہے۔ موجودہ قرآن
شریف میں اُس خاص پیغام کے نہ پہنچانے کی سزا تو اس قدر عظیم الشان درج ہے

لیکن خود پیغام درج ہی نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے
القتال میں سے بعلی بن ابی طالب کا فقرہ گرا دیا گیا
الدرالمنثور الجزء الخامس ص۱۹۲ عبداللہ ابن مسعود کی ا
تو انکا ترتیب دیا ہوا قرآن شریف نہ لیا گیا۔ اُن کو کمینہ
گیا۔ اُنکو خوب زجر و توبیخ کی۔ اور جب وہ اس پر بھی فضد
کرنے سے نہ باز آئے تو اُن کو خوب مارا گیا۔ محبان علی پر ظلم
تو جب سے ہی شروع ہو گئی۔

(۳) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۸

(ترجمہ) بہ تحقیق کہ تمہارا مولا و حاکم خدا اور اُس کا رسول اور وہ ایمان والے لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہ آیہ شریفہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر نص قرآنی ہے اور نہایت صریح و صاف ہے۔ جس میں کسی تاویل یا توجیہ کی گنجائش نہیں۔ کسی آیہ یا سورہ کا شان نزول اُس کے معنی و مقصد کے اظہار کی بین دلیل ہوتا ہے۔ جمہور علماء امت اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیہ شریفہ خاص جناب امیر علیہ السلام کے واقعہ خیرات بحالت رکوع سے متعلق ہے۔ منجملہ اُنکے سدی و مجاہد و قتادہ و مقاتل و ضحاک و ابن جریر و شعبی ابن عینیہ و ابن سیرین و کلبی و طبری و قرطبی و واحدی و ثعلبی و حاکم و ابو القاسم و رمانی و ابن مردویہ و ابوبکر رازی و فخر الدین رازی و نیشاپوری و ابو الحسن مغربی و خوارزمی و ابن مغازلی و زمخشری و غزالی و بیضاوی و عمر نسفی بغوی و سیوطی وغیرھم قطع نظر از محدثین و ائمہ اہل البیت اس امر پر یکزبان ہیں۔ اگر کسی کو اسکی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو علامہ جلال الدین کی کتاب الدرالمنثور کیطرف رجوع کرے۔ یہ آیت اُس دعا کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو جناب رسول خدا نے

...رت علی کے حق میں مانگی تھی کہ خداوند تعالیٰ علیؑ کو انکا خلیفہ
...س خاص موقعے کے اوپر تھا کہ جب حضرت علی نے سائل کو
...ت رکوع ادا کی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لئے صفحات
... یہ روایت ابوذر غفاری سے مروی ہے۔ اور اس کو بہت سے
...یا ہے۔ ملاحظہ ہوں:-

...باب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص۲۹۳

احکام القرآن نظام الدین نیساپوری غرائب القرآن واحدی: اسباب النزول

...ین رازی: تفسیر کبیر

اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ المشائخ ابوالفتوح رازی و علامہ طبرسی وغیرہما فرماتے ہیں کہ یہی قول عطا و مجاہد و سدی کا بحوالہ حضرت محمد باقر و امام جعفر صادق و جمیع ائمہ اہل بیت ہے۔ مولوی سید صدر الدین احمد روح المصطفےٰ میں لکھتے ہیں:-

در روضۃ الاحباب گفتہ کہ بسبب تصدق نمودن حضرت علی خاتم را در حالت صلوٰۃ این آیہ نازل شدہ۔ و در تفسیر معالم گفتہ اراد بہ علی بن ابی طالب مر بہ سائل وھو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ۔ در کشاف و تفسیر کبیر و اکلیل سیوطی و نیساپوری و جامع البیان سید معین الدین بروایت ابن عباس و ابوذر و عبداللہ بن سلام آمدہ کہ انہا نزلت لعلی رضی اللہ عنہ للسبب مذکور در میان سجود داد کرد۔ در روضۃ الاحباب گفتہ کہ این آیہ در حق مرتضیٰ نازل گشتہ۔ در معنی این آیت شیعہ و سنی باہم اختلاف بسیار دارند۔ در تفسیر کبیر و صواعق محرقہ تحقیق آں بودہ است۔ اگرچہ در معنی آں اختلاف دارند۔ مگر در نزول آں در حق وے قول مرجح است

ومنها فی المائدۃ قول تعالیٰ انما ولیکم اللہ الآیہ ذکر الثعلبی فی تفسیرہ عن السدی وعتبہ بن ابی الحکم وغالب بن عبداللہ	سورۂ مائدہ میں آیۂ انما ولیکم اللہ الآیہ جیساکہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی عتبہ بن ابی الحکم و غالب بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے

قالوا انزلت ہذہ الآیۃ فی علی مربہ سائل وھو فی المسجد راکع فاعطاہ خاتمہ وذکر الثعلبی القصہ مسندۃ الی ابی ذر۔	ہیں کہ یہ آیت جناب علی کے حق میں نازل ہوئی جب ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا اور آپ مسجد میں رکوع میں تھے۔ آپ نے اسے انگوٹھی دی۔ یہ روایت ثعلبی نے ابوذر کے ساتھ نقل کی ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی صلا — علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۹۱

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۳ — شیخ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی

کمال الدین محمد بن طلحہ: مطالب السؤل — ابن الاثیر: جامع الاصول

علامہ رافعی: تاریخ قزوین — محمد بن عمر زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الاول ص ۴۲۲

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل التاسع ص ۲۲۷

مولانا جامی اپنے ہشت بند میں فرماتے ہیں:۔

گر معزز گشت انفاس مسیحا دیگلام — و یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ہا
گر بہ عزت مصطفےٰ اوید اللہ گشا — گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما
ور بطاعت گفت عیسیٰ اوا وصانی ترا — و یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت نخدا

معترض کہہ سکتا ہے کہ آیت میں صیغۂ جمع ہے۔ حضرت علی ایک شخص واحد اس کا مقصود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب تفسیر کشاف میں بہت اچھا دیا گیا ہے۔

وان قلت کیف صح ان یکون لعلی واللفظ لفظ الجمع قلت جئ بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ فینالوا مثل ثوابہ ولنبیہ علی ان سجیۃ المومنین	اور اگر تو یہ کہے کہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ یہ آیۃ علی کیلئے ہو حالانکہ لفظ جمع کا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ گو ضمیر جمع کی استعمال ہوئی ہے لیکن اصل سبب اسکا ایک ہی آدمی ہے یعنی علی اور یہ جمع اسلئے ہے کہ لوگ حضرت علی کی طرح کا فعل کر کے ثواب حاصل کریں کیونکہ مومنین کی خصلت ایسے ہی ہونی چاہئے اور انکو احسان کرنے اور فقرا

آیۃ من المرض
بالفقراء حتی
یرھم فی نصرۃ لم

کے حال پر غمخواری کرنے میں اسقدر شوق
ہونا چاہیے کہ وہ ... کی حالت میں بھی
اس ... خیر نہ کریں

... عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ الکشاف الجزء الاول ...

... ایک شخص کا بیان ہوتا ہے۔ اصلاح ساری امت کی منظور ہے ...
... استعمال کیا۔ بوجہ تخصیص کے بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور جب جناب رسول خدا
... وحی الٰہی لوگوں میں تمام رموز و اسرار و معانی قرآن بتانے کے لئے موجود تھے
پھر ایسا ہی کرنا درست تھا تاکہ لوگوں کو تحریص و ترغیب بھی ہو۔ اصلاح بھی ہو۔
اور اس شخص کی جس کا خاص واقعہ یہ ہے توقیر و عزت بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے
مستزاد برآں یہ کہ مسلمانوں کیلئے وجہ امتحان بھی ہو جائے۔ اصلی مومن و منافق
میں تمیز ہو سکے۔ جو منافق ہوگا وہ جناب رسول خدا کے بیان کردہ معنی سے غرض
کرکے اپنی علیحدہ منطق قائم کریگا اور جو مومن خالص ہوگا وہ اس کو چون و چرا تسلیم کر لیگا۔

(۳) وقفوھم انھم مسئولون۔ پارہ ۲۳ سورۃ والصافات ع ۲

ترجمہ:- ذرا انہیں ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

الدیلمی فی کتاب الفردوس اخرج بسندہ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الایۃ انھم مسئولون عن ولایۃ علی بن ابیطالب وابونعیم اخرج بسندہ عن الشعبی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ الایۃ قال ولایۃ علی بن ابی طالب۔

دیلمی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں اپنی سند کے ساتھ ابو سعید خدری سے اور وہ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں یہ مراد ہے کہ ان لوگوں سے ولایت علی بن ابیطالب کی نسبت سوال کیا جائیگا۔ ابونعیم اپنی اسناد سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ جناب رسول خدا سے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اس آیت میں ولایت علی ابن ابیطالب مراد ہے۔

دیلمی : فردوس الاخبار عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی صنا

عنوان نمبر۔ اعلمیت حضرت علی۔

(۱) ویقول الذین کفروا لست مرسلاً قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہٗ علم الکتاب۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد

ترجمہ۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو (ایک تو) اللہ کافی ہے اور (دوسرا) وہ جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس آیت کے متعلق اقوال رسول کی طرف رجوع کریں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے مضمون پر خود بھی غور کریں۔ رسول خدا کی رسالت پر گواہی مطلوب ہے۔ ایک شہادت دینے والا تو خدا ہوا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ غور کریں کہ وہ دوسرا کون ہو سکتا ہے جو شہادت دینے کے قابل ہے اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ وہ فرشتوں میں سے تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ کفار کے سامنے شہادت دینے کیلئے فرشتے نہیں آسکتے۔ اور نہ کبھی آئے معترض کہہ سکتا ہے کہ خدا بھی تو کفار کے سامنے شہادت دینے کیلئے نہیں آتا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ خدا کا ذکر اس آیت میں اس وجہ سے کیا گیا کہ وہ تو آخری حجت ہر ایک بحث میں ہوا کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اُس کی شہادت اُسکی نشانیاں ہیں جو پیغمبروں کو معجزوں کی صورت میں دیجاتی ہیں۔ اب رہے صحابہ تو صحابہ میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کی نسبت کہا جاسکے کہ اسکے پاس کتاب الٰہی کا سارا علم تھا۔ کہنے میں بات آتی ہے۔ اس سے ہمارا مدعا کسی کی توہین کرنا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر خود بہت سے مسائل سے ناواقف تھے اور انہیں حل مشکلات کیلئے حلال مشکلات یعنی جناب امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں

نے والا نہیں ہوں۔ جب میں بپھرا ہو جایا کروں تو تم مجھکو سیدھا
ے میرے اوپر شیطان سوار ہو جاتا ہے جب ایسا ہو تو تم
وقت نہ آنا۔ یہ اُس کی شان نہیں ہے جو رسالت محمدیہ کی
یہ لئے خلق کیا گیا ہے اور جس کے پاس علم الکتاب ہو۔ حضرت
ب نے حضرت علی کی طرف اپنی مشکلات لیجاکر رجوع کیا اور ہر دفعہ
نی پاکر فرمایا کہ لولا علی لھلک عمر اس کی تفصیل ہم نے باب سیزدہم
یر عنوان افضلیت علی ابن ابی طالب کی ہے۔ ناظرین اُسکو اس موقعہ پر ملاحظہ
ریں۔ چونکہ خداوند تعالےٰ نے حضرت علی کو رسالت محمدیہ کی شہادت دینے
کے لئے مامور فرمایا تھا لہٰذا آپ بار بار اعلان فرمایا کرتے تھے۔ سلونی عما شئتم
قبل ان تفقدونی یعنی پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ میں
تمہارے درمیان نہ رہوں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کے سوائے کسی اور صحابی نے
یہ دعوےٰ سلونی نہیں کیا۔ اس کی تفصیل بھی باب سیزدہم میں ملاحظہ ہو۔
کتاب کا علم بھی معمولی علم نہ تھا۔ آصف بن برخیا وصی سلیمان کو صرف اُس
کتاب کا ذرا سا علم دیا گیا تھا۔ اس علم کا حرف ایک حرف کافی تھا کہ سبا سے
تخت بلقیس کو حضرت سلیمان کے سامنے پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کر دیا۔
جس شخص کا ذکر اس آیت شہادت میں کیا گیا ہے اُس کا علم آصف بن برخیا کے
علم سے کہیں زیادہ تھا کیونکہ اُن کے پاس تو اس کتاب میں سے کچھ حصہ کا علم تھا
علم من الکتاب۔ اور اس شاہد رسالت محمدیہ کے پاس تو ساری کتاب کا علم تھا
علم الکتاب صحابہ میں سے علی کے سوا اور کس کی شان یہ ہو سکتی ہے۔ یہ ایسا شاہد ہے
کہ آنحضرت کے ساتھ ساتھ ہی آیا ہے۔ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ۔ یہ آیتیں ایک
دوسرے کی توثیق و تصدیق کرتی ہیں۔ یہی قرآن شریف کی شان ہے کہ اسکی
ایک آیت دوسری کی تائید کرتی ہے۔ یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی شاہد
ہیں اور آپس میں مل کر ایک ہی مضمون کو بتاتی ہیں۔ اور ایک ہی ہستی کی طرف

اشارہ کرتی ہیں۔ یہ وہی معزز و موقر کتاب ہے جس کی ...
اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

عن عطية العوفى عن ابى سعيد الخدری رضی الله عنه قال سئلت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن هذه الاية الذی عنده علم من الكتاب قال ذاك وزير اخى سليمان بن داؤد عليهما السلام وسئلته عن قول الله عزوجل قل كفى بالله شهيدا بينى وبينكم ومن عنده علم الكتاب قال ذاك اخى على بن ابيطالب	ابو سعید الخدری ... جناب رسول ... علوم من الکتاب ... آپ نے فرمایا کہ یہ داؤد کے وزیر کا ذکر ہے پھر ... آیہ قل کفی باللہ شہیدا بینی ... من عندہ علم الکتاب کی نسبت ... کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مقصود میرا ... علی بن ابی طالب ہے۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثلاثون
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۱ — تفسیر ثعلبی
ابن المغازلی: کتاب المناقب۔

جماعت مخالفین علی بن ابی طالب کی منجملہ دیگر تدابیر کے ایک یہ تدبیر بھی تھی کہ حضرت علی کے فضائل کے مقابل میں کسی نہ کسی کو کھڑا کر دیتے تھے۔ یہ فضیلت بھی ... اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے اس تدبیر سے مستثنیٰ نہ رہی۔ چونکہ حکام سقیفہ بنی ساعدہ کو تو وہ کسی صورت میں یہ فضیلت عطا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی کم علمی اتنی واضح تھی کہ جھوٹے منہ بھی یہ آیت انکی طرف منسوب نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اب انہوں نے ایک دوسرا آدمی اس کیلئے تلاش کیا اور عبد اللہ بن سلام ان کو مل گیا۔ چند جاہل علماء کہنے لگے کہ یہ آیت اُسکی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن وہ بھی اپنے اس قول کی تائید میں جناب رسولخدا کی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے۔ صرف اپنا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس تحریک

دینا چاہا۔ لیکن جب اس کو جواب دیا گیا تو اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اس کا مکمل جواب تحریر بیان کیا ہے۔ دیکھو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ

۱۰ اور اس کا جواب بھی بہت اچھا دیا ہے وہ کہتے ہیں:۔

حققین ان اللہ تبارک	اور محققین کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے
ـ خاتم انبیائہ واشرف	انبیاء میں سے آخری اور ان سب سے بہترین اور
واکرم رحمۃ بمنہ وتحیۃ	افضلترین نبی کو اپنے لطف و فضل عظیم کے
بفضلہ العظیم بما یق علمہ	ساتھ مبعوث کیا بعد اس کے کہ اس کے متعلق
بلطفہ بعد اخذہ العھد و	تمام انبیاء اور تمام مخلوق سے عہد لے لیا کہ
المیثاق علی انبیائہ وعبادہ	محمد مصطفےٰ پر ایمان لائیں اور اسکی نصرت
بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ بقولہ	کریں بفحوائے قولہ تعالیٰ لتومنن بہ ولتنصرنہ
لتومنن بہ ولتنصرنہ ولما فتح اللہ	اور جب خداوند تعالیٰ نے سعادت و ہدایت
ابواب السعادۃ الکبریٰ والھدایۃ	کے دروازے عرب و قریش اور خصوصاً بنی
العظمیٰ برسالۃ حبیبہ علی العرب	ہاشم پر رسالت محمد مصطفےٰ کے ذریعے کھول
قریش وخصوصاً علی بنی ہاشم بقولہ	دئے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ ہے۔ وانذر عشیرتک
تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین	الاقربین تو اب عقل کا مقتضی یہی ہے کہ کتاب
ورھطک المخلصین اقتضی العقل	خدا کے تمام اسرار کا جاننے والا بنی ہاشم میں
ان یکون العالم بجمیع اسرار کتاب	سے ہو کیونکہ وہ تمام قریش میں آنحضرت سے
اللہ لابد ان یکون رجلا من بنی ہاشم	قریب تر ہوگا۔ اور یہ کہ اس کا اسلام سب
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ	پہلے ہونا چاہیئے تاکہ وہ اسرار رسالت اور
اقرب من سائر قریش وان یکون اسلامہ	ابتدائی وحی کے سارے رموز سے واقف ہو
اولاً لیکون واقفاً اسرار الرسالۃ وبدء الوحی	اور یہ کہ وہ تمام اوقات آنحضرت کے ساتھ
وان یکون جمیع الاوقات عندہ بحسن ملازمتہ	رہکر انکی متابعت کر سکتا کہ آنحضرت کے

لیکون خبیراً عن جمیع اعمالہ واقوالہ ان یکون من طفولیتہ منزھاً من اعمال الجاھلیۃ لیکون متخلقاً باخلاقہ ومودباً باادابہ و نظیراً بالرشد من ولادہ فلم یوجد ھذہ الشروط لاحد الا فی علی علیہ السلام واما عبد اللہ بن سلام لم یسلم الا بعد الھجرۃ فلم یعرف سبب نزول السورۃ التی نزلت قبل الھجرۃ ولما کان حالہ ھذا لم یعرف حق تاویلھا بعد اسلامہ مع ان سلمان الفارسی الذی صرف عمرہ الطویل ثلثمائۃ وخمسین سنۃ فی تعلم اسرار الانجیل والتوراۃ والزبور وکتب الانبیاء السابقین والقرآن لم یکن من عندہ علم الکتاب لفقدہ الشروط المذکورۃ فکیف یکون من عندہ علم الکتاب ابن سلام الذی لم یقرء الانجیل ولم یوجد فیہ الشروط ولم یصدر منہ مثل ما صدر من علی یعسوب الدین من الاسرار والحقائق فی الخطبات مثل قولہ سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علوماً کالبحار الزواخر ومثل ما صدر من اولادہ الائمۃ الھداۃ علیھم سلام اللہ وبرکاتہ من المعارف والحکم فی تاویل کتاب اللہ واسرارہ۔

تمام اقوال و افعال ہی سے وہ فعال کے اخلاق سے متصف شدہ ہوا اور وہ اولاد کے ہوا اور یہ کے اور کسی میں نہیں پائی بن سلام تو ہجرت کے بعد ایمان لایا جو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اُن کو مرتعہ نزول اسکو معلوم نہ تھا اور جب یہ تھی تو وہ اسکی صحیح تاویل سے واقف تھا حالانکہ سلمان فارسی جنہوں نے اپنی تین سو پچاس کی ساری طویل عمر انجیل و توراۃ و زبور و کتب الہیہ کی تعلیم میں گزاری تھی اور پھر بھی وہ شخص مقصود آیۂ مبارکہ من عندہ علم الکتاب کے نہیں۔ کیونکہ ان میں شرائط پوری نہیں ہوتیں تو پھر عبد اللہ بن سلام کیونکر وہ شخص کیے جا سکتے ہیں جن کے پاس علم کتاب تھا انہوں نے تو انجیل بھی نہیں پڑھی تھی اُن میں ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ تھی۔ اور جو جو اسرار الٰہی اور حقائق حضرت علی نے لوگوں میں بیان کیے مثل سلونی وغیرہ اور جو جو علوم کے بحر مواج اُنکی اولاد نے بہا دیئے۔ وہ ابن سلام میں نہیں تھے۔

لباب النقول صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳۔

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ پارہ ۱۴ سورۃ النحل ع ۶

سیح تاویل اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔

ہد رضی اللہ
لی بن ابیطالب
للذکر تفسیر ثعلبی

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے معنی ہیں جناب امیر نے فرمایا کہ ہم وہ اہل الذکر ہیں۔

مرتسری ارجح المطالب باب دوئم صفحہ ۱۰۹

(۳) وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۔ پارہ ۲۹ سورۃ الحاقہ ع ۱۔

ترجمہ:۔ اور یاد رکھتا ہے اس کو محفوظ رکھنے والا کان۔

ن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ
نہ قال سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقول لعلی ان اللہ
امرنی ان اعلمك لتعی وحق
علی اللہ ان تعی فنزلت وتعیھا
اذن واعیہ۔

بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب سرور کائنات کو حضرت علی سے کہتے ہوئے سنا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اے علی تم کو علم سکھاؤں تاکہ تم اس کو محفوظ رکھو اور خدا پر حق ہے کہ تم کو یاد رکھائے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس صفحہ ۲۶۰ تفسیر ثعلبی دیلمی: فردوس الاخبار
واحدی: اسباب النزول عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم صفحہ ۶۹
حافظ ابو نعیم: فی ما نزل من القرآن فی علی وحلیۃ الاولیاء
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۴۰۸ حدیث ۶۱۶۰ و ۶۱۶۱
زمخشری: تفسیر کشاف۔ فی تفسیر قولہ تعالیٰ وتعیھا اذن واعیۃ۔

عنوان ح۔ کمال ایمان و عبادت۔

(۱) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ۔ پارہ ۲۱ سورۃ سجدہ ع ۲

ترجمہ۔ جو شخص کہ مومن ہو کیا وہ ایسا ہی ہو گا جیسا کافر نہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

عن ابن عباس قال ان الولید	ابن عباس کہتے ہیں کہ
قال لعلی انا احد منك سنانا	سے کہنے لگا کہ میں تم
وابسط لساناً و املا للکتیبه	والا ہوں۔ زبان میں تم
فقال له علی اسکت انت	ہوں۔ اور بھاری تلوار و
فاسق فانزل الله تعالی تصدیقا	نے اس سے فرمایا کہ خاموش رہ
لعلی افمن کان مومنا	پس خداوند تعالی نے جناب امیر کی
کمن کان فاسقا قال قتاده	کے لئے یہ آیت نازل کی افمن کان مو
ما استووا فی الدنیا ولا عند الله	الآیہ۔ قتادہ کہتے ہیں وہ دونوں ہرگز نہ دنیا میں
ولا فی الاخرة ثم اخبر	نہ خدا کے نزدیک نہ آخرت میں برابر ہو سکتے
منازل الفریقین فقال تعالی	نہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں خدا نے
اما الذین آمنوا لآیہ۔	فریقین کے رتبے سے خبردار کیا۔

واحدی: اسباب النزول محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع ص۲۰۶

زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۳۰ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۷۹

واحدی و ابن عساکر و ابن جریر و ابن عدی اور خطیب نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی تصدیق کیلئے نازل ہوئی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو لباب المنقول فی اسباب النزول علامہ سیوطی۔ چنانچہ حسان بن ثابت کہتے ہیں

انزل الله الکتاب العزیز فی علی و فی الولید قرانا
فتبوا لولید من ذاك فسقا و علی بتوء ایمانا
لیس من کان مومنا عرف الله کمن کان فاسقا خوانا
سوف یجزی الولید خزیا نارا و علی لاشك یجزی جنانا
فعلی یلقی لدی الله عزا والولید یلقی هناك هوانا

منقول از ارجح المطالب باب دوم ص۸۰

(۳) اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ

جرِ وَجَاهَدَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط
قَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ع ۳ ۔

نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد رکھنا اس شخص کے اعمال
قیامت کے دن پر ایمان لایا۔ اور جس نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کے
ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

رز ابو الشیخ وعبد الرزاق
یبہ و ابن جریر و ابن منذہ
بی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ
سمی باسباب النزول والقرطبی
بن اثیر فی جامع الاصول والنسائی
سننہ والسیوطی فی الدر المنثور
لحافظ ابونعیم فی فضائل الصحابہ
لوا ان علیاً والعباس و طلحۃ ابن ابی
شیبہ افتخروا فقال طلحہ انا صاحب
البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت
فیہ فقال العباس انا صاحب السقایہ و
القائم علیھا فقال علی لا ادری صلیت ستۃ
اشھر قبل الناس و انا صاحب الجھاد فی
سبیل اللہ فانزل اللہ تعالیٰ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیۃ

ابو حاتم و ابو الشیخ و عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ
ابن جریر و ابن منذہ و ثعلبی اپنی تفسیر میں، واحدی
اپنی کتاب اسباب النزول میں نسائی اپنے سنن
میں، سیوطی درمنثور میں، حافظ ابونعیم فضائل
الصحابہ میں کہتے ہیں کہ ایک دن علی و عباس
طلحہ بن ابی شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا طلحہ
نے کہا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں میرے پاس ہیں
میں اگر چاہوں تو میں اس میں رہوں عباس نے
کہا کہ میں حاجیوں کے پانی پلانے پر مامور ہوں
علی نے کہا کہ اور تو میں کچھ نہیں جانتا میں نے
تمام لوگوں سے چھ مہینے پہلے سے رسول خدا کے
ساتھ نماز پڑھنی شروع کی ہے اور میں جہاد
فی سبیل اللہ کرتا ہوں پس یہ آیہ آپکی تصدیق
میں نازل ہوا۔ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص۲۱۹

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۸۰

عنوان ط ۔ طہارت و معصومیت حضرت علی ۔

آیہ تطہیر۔ اس آیت پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۵۴۰ تا ۵۴۴ نغایت

۴۷۸ باب ہشتم

عنوان ی. محبوبیت خداوندی۔ خدا کے نزد منزلت اور خدا کا آپ پر سلام بھیجنا۔

(۱) یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ پارہ ۲۹ سورۃ الدہر ع ۱۔

ترجمہ۔ وہ منتوں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی سختی ہر طرح ہوگی اور مسکین و یتیم و قیدی کو باوجود اس (کھانے) کی خواہش کے کھانا کھلاتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم تمکو محض خدا کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

عن ابن عباس ان الحسن و الحسين مرضا فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في ناس معه فقالوا يا ابا الحسن لو نذرت على ولدك فنذر على وفاطمة وفضة جارية لهما ان برأ مما بهما ان يصوموا ثلاثة ايام فشفيا وما معهم شيئ فاستقرض على من شمعون اليهودى الخيبرى ثلاثة اصوع من الشعير فطحنت فاطمة صاعا واخبزت خمسة اقراص على عددهم ووضعتها بين ايديهم

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہو گئے اور جناب رسولخدا عیادت کو تشریف لائے۔ آنکے ہمراہ اور لوگ بھی تھے انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے فرزندوں کے لئے نذر مانتے پس جناب امیر و جناب سیدہ و فضہ کی لونڈی نے ان دونوں کی تندرستی کیلئے تین تین روزے رکھنے کی منت مانی پس جب دونوں صاحبزادے صحتیاب ہو گئے تو سب نے ملکر روزے رکھے لیکن اسوقت انکے پاس کچھ بھی نہ تھا جو افطار کیلئے کام آتا۔ لہذا جناب امیر نے شمعون یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لئے۔ اس میں سے ایک پیمانہ کو جناب سیدہ علیہا السلام نے پیسکر پانچ روٹیاں تعداد

عليهم سائلٌ
م عليكم
محمد مسكين
المسلمين اطعموني
الله موائد الجنة
وه وباتوا لم يذوقوا
ماء واصبحوا صياماً
فلما امسوا و وضعوا الطعام
بين ايديهم فوقف عليهم
يتيم فآثروه ووقف عليهم
اسير في الثالثة ففعلوا مثل
ذالك فلما اصبحوا اخذ
علی بيد الحسن والحسين
واقبلوا علی رسول الله صلی
الله عليه وسلم فلما ابصرهم
وهم يرتعشون كالفراخ من شدة
الجوع قال ما اشد ما يسوئني ما ارى بكم فقام
فانطلق معهم فرای فاطمة في
محرابها قد التصق ظهرها
ببطنها وغارت عيناها فساءه
ذالك فنزل جبرئيل وقال خذها
يا محمد هناك الله في
اهل بيتك فاقرء السورة۔

کے مطابق تیار کیں جب افطار کے لئے اُنکے
آگے رکھیں تو ایک سائل نے آنکر آواز دی کہ
السلام علیکم اے اہل بیت محمد میں مسلمان مساکین
میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ۔ خدا آپکو
جنت کی نعمتوں سے سیر کرے۔ سب نے اپنا کھانا
اسکو بخشدیا اور پانی سے افطار کرکے سو رہے
دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور جب افطار کے
لئے اُنہوں نے اپنے آگے کھانا رکھا تو ایک سائل
نے آنکر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا
اسکو دیدیا اور پانی سے افطار کرکے سو رہے
پس اسیطرح تیسرے دن کی افطاری ایک
قیدی کو بخشدی۔ صبحکو جناب امیر حضرت حسنین
علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسولخدا کے
حضور میں لیگئے۔ وہ سب بھوک سے جوزہ مرغ
کی طرح کانپ رہے تھے۔ آنحضرت نے اُن کو
دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا حالت ہے جس سے مجھکو بہت
رنج ہوتا ہے۔ پھر آپ جناب امیر کے گھر تشریف
لیگئے۔ وہاں جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب
عبادت میں کھڑا ہوا دیکھا درآنحالیکہ اُنکی کمر
اُنکے پیٹ سے لگ گئی تھی اور ضعف سے اُن کی
آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے آنحضرت کو یہ دیکھکر
بہت ملال ہوا اتنے میں جناب جبرئیل علیہ السلام
نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد یہ لیجئے خداوند

زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص ۵۱۱ و ۵۱۲ ۔ تعالیٰ آپکو آپ کے

واحدی: اسباب النزول عبید اللہ امرتسری: ارجح المطا

یہ تھے وہ لوگ جنکو جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ڈالدیا اور ان کے خاندان میں سے حکومت کو نکالکر زید عمر

روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اہلبیت رسول کون ہیں۔ حد کہکر مبارکباد دیتا ہے۔ عوام الناس کن کو اہل بیت محمد سمجھکر عطاء کیلئے جلتے ہیں۔

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ۔ پارہ ۲ سورۃ بقر ع ۲۵۔

اس آیت کا ذکر اور اس کا شان نزول ہم باب ہفتم صفحات ۱۳۱ الغایت ۱۴۰ میں کر چکے ہیں۔

(۳) سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْيَاسِينَ۔ پارہ ۲۳ سورہ والصافات ع ۴۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ سلام علی الیاسین ای علی آل محمد صلعم

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سلامٌ علیٰ الیاسین میں آل محمد مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزو الخامس ص ۲۸۶

ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول ص ۸۸

فخر الدین رازی: الاربعین عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم ص ۹۱

السمہودی: فضل الشرفین۔

(۴) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع ۵۔

ترجمہ۔ بہ تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پہلے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اس پر اور سلام۔ جیساکہ درود اور سلام بھیجنے کا طریقہ ہے۔

عن کعب بن عجرہ قال لما نزلت

کعب ابن عجرہ و ابن عباسؓ ابن مسعودؓ عمار یاسر

...ول اللّٰہ کیف ... لیک قال قولوا ... صل علیٰ آل ... براھیم و علیٰ آل ... ید مجید اللّٰھم بارک علیٰ ... محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم ... ابراھیم انک حمید مجید۔

وغیرہم) سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب آیہ کریمہ نازل ہوئی تو ہم نے عرض کی کہ یارسول ہم آپ پر صلوٰۃ وسلام کس طریقہ پر بھیجیں آپ نے فرمایا کہو یا اللّٰہ درود و صلوٰۃ بھیج محمد و آل محمد پر جس طرح تو نے درود بھیجا و آل ابراہیم پر۔ یا اللّٰہ برکت دے محمد و آل محمد کو جس طرح تو نے برکت دی ابراہیم و آل ابراہیم کو یا اللّٰہ تو ستودہ و بزرگ ہے۔

...یح بخاری: الجزء الثالث ص۱۱۹ کتاب التفسیر

صحیح مسلم

امام احمد حنبل: الجزء الثالث ص۴۷ و الجزء الرابع ص۱۱۸ و ۱۱۹ تا ۲۴۱ و ۲۴۳ و ۲۴۴ الجزء الخامس ص۴۲۴

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء الاول ص۱۲۳ حدیث ۲۱۵۶ ص۱۲۴ حدیث ۲۱۷۵ و ۲۱۸۹ ص۱۲۵ حدیث ۲۱۹۰ تا حدیث ۲۱۹۳

شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص۲۱

محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۶۷ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص۸۷

جماعت اہل حکومت کی ضد وہٹ دھرمی بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب کچھ مانتے ہیں اور جانتے ہیں لیکن جب آنحضرت پر درود بھیجینگے بغیر آل کے دم بریدہ ہی بھیجینگے۔ ان میں سے کوئی ہوگا جو رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کہتا ہوگا۔ ورنہ بغیر آلہ ہی کے کہتے ہیں۔

عنوان ث۔ رازگوئی آنحضرت با علی مرتضیٰ۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰاكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ع ۲

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ تم لوگ رسول سے راز کی باتیں کرو تو اس سے پہلے صدقہ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

عن علی علیہ السلام انہ قال اٰیۃ فی کتاب اللّٰہ عز وجل لم یعمل بہا احد

حضرت علی کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی اس آیت پر میرے سوائے کسی اور نے عمل نہیں کیا میرے

بعدی آیة النجوی کان لی دینار فبعته بعشرة دراھم فلما اردت ان اناجی رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمت درھما فنسختھا الآیة الاخری ءاشفقتم الآیہ اخرجہ ابن الجوزی فی اسباب النزول۔

پاس ایک دینا
لئے پس جب
کی باتیں کرو،
اس آیت کو دوسر
منسوخ کر دیا۔ ابن الجوزی

محب الدین طبری: ریاض النضرة الباب الرابع الفصل السادس صفحہ ٢٠٠۔

ومنھا فی المجادلہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم الصدقة قال علماء التاویل نزلت فی علی علیہ السلام.... حکی الثعلبی عن مجاھد قال نھوا عن مناجاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی یتصدقوا فلم یناجہ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام قدم دینارا فتصدق بہ..... وکان عمر یقول کانت لعلی علیہ السلام ثلاثٌ لو کانت لی واحدة منھن کانت احب الیّ من حمر النعم تزویجہ فاطمہ واعطاءہ الرایة یوم خیبر وایة النجویٰ۔

حضرت علی کی شان میں جو آیات سورۂ مجادلہ کی آیت یا ایھا الذین اٰمنوا ا الآیہ ہی علماء تاویل کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کی ش میں نازل ہوئی تھی..... علامہ ثعلبی مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو جناب رسولخدا سے راز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا جب تک کہ وہ صدقہ نہ دیدیں نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے علی ابن ابی طالب کے کسی نے آنحضرت سے راز میں گفتگو ہی نہ کی۔ حضرت علی ہر دفعہ ایک دینار صدقہ کرتے تھے..... حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کے تین ایسے فضائل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ میں ہوتی تو مجھکو سرخ چشم اونٹوں سے زیادہ عزیز ہوتی۔ ایک تو تزویج فاطمہ۔ دوسرے خیبر میں انکو علم ملنا تیسرے آیۃ نجوےٰ۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامة صفحہ ١١١ زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی صفحہ ٤٤٣

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس صفحہ ١٨٥

محمد بن طلحة الشافعی: کتاب مطالب السئول الفصل السابع صفحہ ١٣

مطالب باب دوئم صد ۱۰۱

...ضرت علی کی سبقت اسلامی۔

...سلام لایا۔ یہ امر واقعہ ہے جس کیلئے کسی قرآنی تصدیق کی ضرورت
... جانتے تھے لیکن پھر بھی حضرت علی کے اس شرف کا ذکر قرآن
...یا گیا ہے تفصیل کے لئے دیکھو بحث سبقت الی الاسلام

...ن م۔ لوا حمد اور جنت میں آنحضرت کے ساتھ ہونا۔

...خواناً علےٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ۔ پارہ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۴۔

ترجمہ۔ بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہونگے۔

عن زید بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت معی فی قصری فی الجنۃ مع فاطمۃ ابنتی وانت اخی ورفیقی ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخوانا علی سرر متقابلین۔

زید ابن اوفی سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا نے حضرت علی سے کہا کہ اے علی تم قصر جنت میں میرے اور میری لڑکی فاطمہ کے ہمراہ ہوگے تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب۔

عنوان ن۔ تبلیغ سورۃ برأت۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ

پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ع ۱۔

اس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحات ۸۷ الغایت ۹۲ میں کر چکے ہیں۔

عنوان س۔ حضرت کے خلاف ایک مخالف پارٹی جو ان سے حسد کرتی تھی۔

(۱) اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸۔

ترجمہ۔ کیا لوگ حسد کرتے ہیں اُن پر جنکو خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے حصہ دیا ہے۔

عن محمد الباقر فی قولہ ام یحسدون الناس الآیۃ انہ قال و اللہ نحن اہل البیت ہم الناس۔	امام محمد باقر کہتے ہیں اس وہ لوگ ہم اہلبیت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں
ابو الحسن المغازلی: کتاب المناقب	ابن حجر مکی: الباب الحادی عشر

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب التاسع والثلاثون ص۱۲۱

(۲) أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ ... وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ

پارہ ۲۶ سورۃ محمد ع ۴۔

ترجمہ۔ کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ خداوند تعالیٰ اُنکے کینہ کو ظاہر نہ کریگا۔ اگر ہم چاہیں اے رسول تو ہم تم کو ان لوگوں کو دکھا دیں اور تم اُنکو انکی پیشانی سے پہچان لو۔ تم اُنکو انکی باتوں سے پہچان لوگے اور خداوند تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے (۱) وہ لوگ جو کافر ہیں و (۲) وہ لوگ جو راہ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں اور (۳) وہ لوگ جو رسول خدا کو ایذا پہنچاتے ہیں بعد اس کے کہ ہدایت ظاہر ہو چکی ہے خداوند تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکینگے اور اُنکے اعمال ناکارہ ہو جائینگے

و اخرج ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فی قولہ و لتعرفنھم فی لحن القول قال ببغضہم علی ابن ابیطالب۔	ابن مردویہ و ابن عساکر روایت کرتے ہیں ابو سعید الخدری سے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں انکے قول کے لحن سے معلوم کر لوگے کا مطلب یہ ہے کہ اُنکے قول میں بغض علی ابن ابیطالب ظاہر ہوتا ہے۔ اس بغض سے تم انکی شناخت کر لوگے

جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶

(۳) وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب ع ۷)

...کہ اذیت دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کسی قصور کے پس وہ لوگ ... گناہ ظاہر۔

...لیمان قال انہ ... ذکر ان نفر ... نقین کانوا یوذون ... علیہ۔

مقاتل ابن سلمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے چند لوگ منافقین میں سے حضرت علی کو ایذا دیتے تھے اور جھٹلایا کرتے تھے

...امرتسری: ارجح المطالب باب دوئم صـ۱۰۴

(۴) سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِيْنَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ (پارہ ۲۹ سورۃ المعارج ع ۱)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو تفصیل کے ساتھ مع حوالہ جات کے ہم نے اس کتاب کے باب یازدہم میں لکھا ہے۔

عنوان ع حضرت علی امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱۔

ترجمہ۔ اے محمد تحقیق کہ تم ڈرانیوالے ہو۔ اور ہر ایک قوم کیلئے ہادی ہوتا ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزل قولہ تعالی انما انت منذر ولکل قوم ہاد وضع صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی صدرہ وقال انا المنذر وعلی الہادی بک یا علی یہتدی المہتدون الثعلبی عن السدی عن عبد خیر عن علی قال المنذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والہادی رجل من بنی ہاشم یعنی نفسہ ایضا الحموینی اخرجہ بسندہ عن ابی ہریرہ۔ اخرجہ صاحب المناقب

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ الآیہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر فرمایا کہ میں منذر ہوں اور علی ہادی ہے اور اے علی تجھ سے ہدایت لینے والے ہدایت پائینگے ثعلبی عبد خیر سے اور وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ منذر جناب رسولخدا ہیں اور بنی ہاشم میں سے ایک شخص یعنے علی ہادی ہے۔ حموینی نے بھی اپنی سند سے اس حدیث کی تخریج ابوہریرہ سے کی ہے اور صاحب

عن الباقر والصادق نحوہ ایضاً الحاکم
ابوالقاسم الحسکانی بسندہ عن الحکم بن
جبیر عن بریدہ الاسلمی قال دعا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماء الطہور
فاخذ بید علی بعد تطہیر فالصق یدہ
بصدرہ فقال انا المنذر ثم ردیدہ
الی صدر علی فقال انت لکل قوم ہاد
ثم قال لہ انت منادی الامام وغایۃ
الہدی وامیر الغر المحجلین اشہد
علی ذالک انک کذالک ایضاً المالکی
اخرجہ عن ابن عباس ایضاً کتب السید
علی الہمدانی الذی ہو جامع الانساب
الثلاثہ فی کتابہ مشارب الاذواق
نفعنا اللہ برکاتہ وعلومہ امین یا علی
انا المنذر وانت الہادی وبک
یہتدی المہتدون. ایضاً سمع
ابو حمزہ الثمالی عن الباقر علیہ السلام
ما حدثنا الحاکم ابو القاسم الحسکانی
فی المناقب عن محمد بن مسلم قال
سئلت ہذہ الایۃ عن جعفر الصادق
قال کل امام ہاد لکل قوم فی زمانہم
وفی المناقب عن عبد الرحیم عن الباقر
علیہ السلام قال فی تفسیر ہذہ

مناقب نے بھی امام محمد
اسی کے مثل روایت
نے بھی اپنی سند سے حکم
اسلمی سے روایت کیا ہے کہ
لئے پانی مانگا۔ بعد وضو حضرت
اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر فرمایا میں منذر
ہاتھ علی کے سینہ پر رکھکر فرمایا تم قوم کے لئے ہادی
ہو پھر فرمایا۔ اے علی تم دنیا میں لوگوں کو راہ راست کیطرف
بلانیوالے ہدایت کی غایت ہو! اور روشن پیشانی والوں کے
امیر ہو۔ میں اسکی گواہی دیتا ہوں کہ تم ایسے ہی ہو۔ مالکی نے
بھی ابن عباس سے اسکو روایت کیا ہے۔ اور
سید علی ہمدانی نے جو جامع انساب ثلاثہ ہیں
اپنی کتاب مشارب الاذواق میں اسکو لکھا
ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنکے علوم و برکات سے ہم کو
متمتع کرے! اور یہ ہے۔ اے علی میں منذر ہوں تم
ہادی ہو۔ اور تم سے ہدایت لینے والے ہدایت
پائینگے۔ اور ابو حمزہ ثمالی نے بھی امام محمد باقر سے
وہی سنا جسکو حاکم ابو القاسم حسکانی نے بیان کیا ہے
مناقب میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ اس آیت
کے بارے میں میں نے امام جعفر صادق سے دریافت
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر امام اپنی زمانہ کی ساری قوم
کا ہادی ہوتا۔ اور مناقب میں عبد الرحیم سے امام
محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ

۷ انا المنذر — آنحضرت نے فرمایا میں منذر ہوں اور علی ہادی

۸ ما زالت — آگاہ رہو۔ یہ امامت وہدایت ہم اہلبیت میں قیامت تک رہیگی۔

م سطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس العشرون

ں متقی: کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث نمبر ۲۶۳۱۔

ں سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص۴۵ شبلنجی: نور الابصار ص

ستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۹ و ۱۳۰۔

بن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص۳۵۷ و ۳۵۸

محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۳ و ۳۹ بہ تشریح شعر اول ہے

تحفۃ تھدی لمن یھوی علیا — من رقی شادا من المجد علیا

شیخ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی — سید صدر الدین احمد: روائح المصطفیٰ۔

دیلمی: فردوس الاخیار

باب دہم

اہل بیت رسول آل رسول عترت رسول ذی القربیٰ

آیہ تطہیر میں اہلبیت، آیہ مودۃ القربیٰ وحدیث ثقلین میں عترت و اہلبیت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے علاوہ بے شمار احادیث آل رسول عربی و اہل بیت نبی مکی ومدنی کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ان الفاظ کی تحقیقات کی جائے اور ان کے معانی پر غور کیا جاوے۔ کہ کون کون ان میں شامل ہیں اور کون کون ان سے باہر ہیں۔ حضرت علی ان میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر شامل ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان کے رأس و رئیس ہونگے۔ اور جو احادیث

ان بزرگواروں کی شان میں وارد ہیں اُن سب کی فہ

لفظ **اہل بیت** مرکب ہے دو لفظوں سے۔ اہل

کے چار معنی ہیں۔ (ا) قریبی رشتہ دار و اقربا و ذو عشیر

الرجل عشیرتہ۔ (ب) کسی شخص کا ولی و جانشین

الاہ ولاتہ۔ (ج) سُکانِ بیت چنانچہ کہتے ہیں۔ اھل اہ

بمعنے قابلیت و لیاقت و اہلیت۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اہ

الحمد للہ کما اھلہ۔ یعنی ایسی حمد خدا کے لئے کہ جس کا وہ لائق اور اہ

بیت کے بھی تین معنی ہیں (ا) رہنے کی جگہ۔ مکان (ب) شرف و شریف

ایسی جگہ جو کسی شے مخصوص کے لائق ہو۔

عترت کے معنے لغت میں اولاد و قریب ترین اقارب ہیں۔ ابو نص

اسماعیل بن حماد جوہری صحاح اللغۃ میں کہتے ہیں: عترۃ الرجل نسلہ

ورھطہ الادنون یعنی عترت ایک شخص کی اولاد اور اُس کے قریب ترین اقار

ہوتے ہیں۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل اللغوی المعروف بابن سیدہ

کتاب المخصص میں لکھتے ہیں:۔ ابو عبید اُسرۃ الرجل رھطہ الادنون

وکذلک فصیلتہ وعاترتہ۔ یعنی کسی آدمی کے نزدیکترین اقارب کو اسرۃ الرجل

کہتے ہیں۔ اسیطرح اُن کو یعنی قریب ترین اقارب کو اس کی عترت بھی کہتے ہیں۔

مجد الدین مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری نہایۃ اللغۃ میں

لکھتے ہیں:۔ (عتر) فیہ خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی، عترۃ

الرجل اخص اقاربہ۔ یعنی لفظ عترت۔ اس میں جناب رسول خدا کا یہ قول ہے کہ میں

تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت۔

ایک شخص کی عترت اس کے نزدیک ترین اقارب کو کہتے ہیں۔ جمال الدین بن

مکرم الانصاری الافریقی لسان العرب۔

وقال الازھری رحمہ اللہ ومنہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نیدابن

ابت قال قال
علیہ وسلم
ین خلفی کتاب
ھما لن یفترقا
الحوض وقال قال
بن اسحاق ھذا حدیث
ح در فعہ کلھم زید ابن
رقم وابو سعید الخدری وفی
بعضھا انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی
فجعل العترۃ اھل البیت
وقال ابو عبیدہ وغیرہ عترۃ الرجل
واسرتہ وفصیلتہ ورھطہ الادنون
ابن الاثیر عترۃ الرجل اخص
اقاربہ وقال ابن الاعرابی العترۃ ولد
الرجل وذریتہ وعقبہ من صلبہ قال
فعترۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد فاطمۃ
البتول علیھا السلام۔

ثابت سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
کہ میں تمہارے درمیان اپنے بعد دو بزرگ چیزیں چھوڑ کر
جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت تحقیق
کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک
کہ میرے پاس قیامت کے دن حوض کوثر
پر وارد ہوں۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ
حدیث صحیح ہے اور اسی طرح کی حدیث زید ابن ارقم
و ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ بعض
کے الفاظ ہیں کہ میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں
دو بزرگ چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت میری اہلبیت
آپ نے اپنی عترت کو اپنے اہل بیت کہا۔ اور
ابو عبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کی عترت
واسرہ وفصیلہ اس کے نزدیکترین اقارب ہوتے
ہیں۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ عترت اقارب خاص
سے مطلب ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ عترت
اولاد و ذریت و صلبی بچوں کو کہتے ہیں۔ لہذا عترت
رسول اولاد فاطمہ الزہرا علیہا
السلام ہوئی۔

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی قاموس محیط میں لکھتے ہیں:-

والعترۃ بالکسرۃ قلادۃ تعجن بالمسک
والافاویہ ونسل الرجل ورھطہ
وعشیرتہ الادنون.

عترۃ اس گلوبند کو کہتے ہیں جو مشک و عنبر وغیرہ
کو معجون کر کے بناتے ہیں نیز ایک آدمی کی اولاد
اور اس کے نزدیکترین رشتہ داران کو بھی کہتے ہیں

علامہ سیوطی در نثیر میں کہتے ہیں: عترۃ الرجل اخص اقاربہ یعنی کسی

شخص کی عترت اُس کے خاص نزدیکترین رشتہ دار ...
القربیٰ کا ذکر آیۂ مودۃ میں آچکا ہے۔

عترت و اہلبیت و آل و القربےٰ کے لغوی معنو

ثابت ہوا کہ ان الفاظ کی تعریف میں حضرت علی آتے ہیں
رشتہ داران ان میں نہیں آتے۔ زیادہ سے زیادہ اہلبیت
ہیں کہ اس میں ازواج شامل ہوسکتی ہیں۔ جب ایک لفظ کے
یہ دیکھنے کیلئے کہ کسی خاص موقعہ پر کونسا معنی مقصود ہے۔ مندرجہ ذیل
کیا جانا ضروری ہے:-

(۱) اگر متکلم خود بتادے کہ اس کے ذہن میں اس کلام کے کہنے
کون سے معنی تھے اور اس کا مقصد کن معنوں سے ہے تو پھر اس کا یہ تو
ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی بحث یا منطق کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر متکلم
بتاتا تو پھر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ

(۲) سیاق کلام سے کون سے معنی چسپاں ہوتے ہیں۔

(۳) موقعہ و محل کس معنی کا مقتضی ہے۔

(۴) عقلاً کونسے معنی درست بیٹھتے ہیں۔

ان بدیہی امور کو مدنظر رکھکر ہم بحث کرتے ہیں۔ آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ آنحضرت کے توسل سے اور آپ کی زبانی نازل ہوئی۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب آنحضرت سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپ نے نہایت موثر طریقے سے بتادیا کہ آیۂ تطہیر میں لفظ اہلبیت سے کون حضرات مقصود ہیں اس آ... میں بلکہ ہر زمانہ میں معنی کو افعال سے ظاہر کرنا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ آپ نے اہلبیت کو جو آیۂ تطہیر کے مقصد تھے اپنی چادر کے اندر جمع کرکے بتادیا کہ اس لفظ کے تحت میں صرف آپ خود و علی فاطمہ و حسنین علیہم السلام آتے ہیں۔ اور سب اس سے باہر ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے چادر میں داخل ہونا چاہا تو آپ نے باوجود اپنے خلق عظیم کے انکو

غِ رسالت کا تھا اسکے بعد برابر نو مہینہ تک آپ روز انہ علی الصباح خانہ
آواز بلند اعلان فرماتے رہے کہ اہلبیت رسول اور اس آیۂ تطہیر کے مقصو
کا عملی طریقہ تھا اس سے زیادہ موثر طریقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا آپ جانتے تھے
گنجائش پیدا کرینگے لہذا ایسے طریقے سے اس شبہ کو رفع کیا کہ کوئی ایماندار
یں کرسکتا۔ جب رسول نے خود اہلبیت کے معنی ایسے واضح طریقہ سے
بھی فرد کیلئے چاہے وہ امام رازی ہو یا علامہ تمیمیہ مناسب نہیں کہ اس میں بحث کو
اس میں ازواج بھی شامل ہیں اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اپنے رسول کی تکذیب کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا
عاذ اللہ وہ خود جناب رسول خدا سے زیادہ علم رکھنے والا ہے ایک موقعہ پر نہیں بار بار آپنے واضح کردیا کہ
بیت مراد محض علیؑ و فاطمہ و حسن و حسین ہیں اور یہی آپکی عترت میں داخل ہیں چنانچہ بمقام غدیر خم آپنے حدیث
ثقلین ارشاد فرماتے وقت اہلبیتی عترتی کہا یعنی اہلبیت کو عترت سے مرادف رکھا۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ جس کا
میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولا ہے عترت کی اطاعت اور ان سے تمسک کرنے کا حکم دیا اور علی کو پیش کیا
کہ یہ تمہارا سردار و مولا ہے صاف ظاہر ہوا کہ عترت میں علیؑ شامل ہیں

سیاق کلام و موقعہ و محل کی رو سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں آپ امت کے سامنے اپنا جانشین اور امت کا آقا و سردار پیش کر رہے تھے۔ لہذا اس کے اوصاف و مکارم بیان فرمانے کا یہ موقعہ تھا چنانچہ کئی طریقوں سے اس کے اوصاف بیان فرمائے چونکہ وہ شخص اہلبیت اور عترت میں شامل تھا۔ لہذا اہلبیت کے اوصاف بھی بیان فرمائے۔ قیامت تک کی ہدایت مطلوب تھی۔ لہذا بیان فرمایا کہ وہ میری عترت میں سے ہونگے۔ اگر تمام بنو ہاشم یا تمام قریش مطلوب ہوتے تو پھر بنو ہاشم یا قریش کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ اس صورت میں وہ بہترین لفظ ہوتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ تعریف تو کیجائے تمام بنو ہاشم یا سارے قریش کی اوصاف و صریح لفظ چھوڑ کر اہلبیت کا لفظ استعمال کیاجائے جس سے مغالطہ پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اگر تمام بنو ہاشم یا قریش کہہ دیتے تو انمیں اہلبیت و عترت سب شامل تھے۔ زیادہ تصریح کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ آیۂ تطہیر کے لفظ اہلبیت میں ازواج شامل نہیں ہیں۔ اس پر ہم پہلے بحث کرچکے ہیں۔

ملاحظہ ہوں صفحات ۴۷۲ لغایت ۴۷۸ کتاب ہذا۔

اب یہ دیکھنا باقی رہگیا کہ عقلاً کون سے معنے در
فرماتے ہیں کہ اگر تم کتاب اللہ اور میرے اہلبیت عترت
تو قیامت تک گمراہ نہ ہوگے میرے اہلبیت عترت اور قر
تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ امت محمدیہ و قرآن شر
تک رہنا تو مسلم۔ عترت رسول میں سے بھی ایک نہ ایک علم رکھنے وا
تک رہنا ممکن لیکن اگر اہل بیت سے مطلب ازواج ہے تو وہ تو قیامت تک
نہیں رہ سکتی تھیں۔ بلکہ ان کے رشتہ کا انقطاع تو دوران حیات رسولخدا میں
زبان کے چند الفاظ طلاقیہ سے ممکن تھا۔ دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ وہ ایسے
لوگ ہونے چاہئیں جن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی قرآن سے جدا نہ ہوئے ہیں
اور نہ قیامت تک جدا ہونگے۔ اور ان سے تمسک و اعتصام کرنا امت کو قیامت
تک گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ازواج رسول میں ہر قسم کی عورتیں تھیں
ان میں سے تو کسی کیلئے کسی نے کبھی یہ دعوے ہی نہیں کیا۔ اور نہ خود انہوں نے
دعوے کیا۔ رہے تمام بنوہاشم۔ ان کیلئے بھی یہ دعوے نہیں ہوسکتا حضرت عباس
بہت دیر میں ایمان لائے تھے۔ ابوجہل و ابولہب مرتے مرگئے۔ ایمان نہ لائے
ان کے خاندان کے جو چند افراد بعد میں بحالت مجبوری ایمان لائے۔ ان کے لئے
بھی کبھی یہ دعوے پیش نہیں ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ تو یہ دعوے نہیں کرتے
کہ ہم آیۂ تطہیر میں شامل ہیں۔ امت کو کئی صدیوں کے بعد کہاں سے یہ حق حاصل
ہوا کہ ان کو ان کی مرضی کے خلاف چادرِ تطہیر میں داخل کریں۔ غیر معصوم کی اطاعت
کا حکم جناب رسول خدا نہیں دے سکتے تھے۔ اس سے غلطی ہونی ممکن بلکہ لازمی
ہے۔ کیونکہ اس کا علم کامل نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ یہاں وہ خاص افراد مقصود ہیں جو
معصوم ہوں۔ جن کا علم ہمہ گیر ہو اور جن کا ہر ایک حکم صحیح ہو۔ اور بالاجماع یہ ثابت
ہے کہ یہ معصومیت اور علم ہمہ گیر سوائے باب مدینۃ العلم نبی کے اور کسی صحابی میں نہ تھا

جناب سیدہ اور اُن کی اولادِ خاص کے اور کسی عورت
ان ہی بحرین کے وہ لولوء و مرجان تھے جن کے ساتھ
ت تک گمراہی سے بچا سکتا تھا۔

ت نبی اولاد اور نزدیک ترین اقارب رسول ہیں سے وہ
شرف نبوت کے اہل ہوں۔ جو معصوم اور اعلم ترین امت
سک کرنا امت کا فرض ہو۔ اور جن کی پیروی و اطاعت امت
ہمیشہ کیلئے بچائے اور جو دنیا میں قیامت تک اپنی معصومیت کے
ر رہنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

اب ہم اپنے ان معانی کو بزرگان دین و علماء امت کے اقوال سے بھی ثابت
تے ہیں۔ سب سے پہلے خود آنحضرت کے اقوال کی طرف ہم ناظرین کی توجہ مبذول
تے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں سلسلہ بیان کو قائم رکھنے کی غرض
ے آنحضرت کے مزید اقوال کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں۔ یہ اُن کے علاوہ ہیں
جو پہلے نقل کئے گئے ہیں:-

حافظ صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن محمد بن المويد الحموینی اپنی کتاب فرائد السمطین میں حدیث مناشدہ از حضرت امیر المومنین کے تحت لکھتے ہیں:-

قال انشدکم باللہ اتعلمون	جناب علی مرتضیٰ نے مجلس شوریٰ لوگوں کو مخاطب
ان رسول اللہ قام خطیبا لم	کرکے فرمایا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں
یخطب بعد ذلک فقال یا	کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسو لخدا خطبہ آخری ادا
ایھا الناس انی تارک فیکم	کرنیکے لئے کھڑے ہوئے جسکے بعد آپنے کوئی
کتاب اللہ وعترتی اھل	اور خطبہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے
بیتی فتمسکوا بھما لن	درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت اہلبیت چھوڑے
تضلوا فان اللطیف الخبیر	جاتا ہوں تمکو چاہیئے کہ تم انسے تمسک کرو تاکہ

اخبرنی وعهد الی انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فقام عمر بن الخطاب اشد المغضب فقال یا رسول الله اکل اهل بیتک فقال لا ولکن اوصیائی منهم اولهم اخی ووزیری ووارثی وخلیفتی فی امتی وولی کل مومن بعدی هوا ولهم ثم ابنی الحسن والحسین ثم تسعة من ولد الحسین واحد بعد واحد حتی یردوا علی الحوض شهداء الله فی ارضه وحججه علی خلقه وخزان علمه ومعدن حکمته من اطاعهم فقد اطاع الله ومن عصاهم فقد عصی الله فقالوا کلهم نشهد ان رسول الله قال ذالك.

گمراہ نہ ہوں کیونکہ خدا اور وعدہ فرمایا ہے نہ ہونگے یہانتک میرے پاس وارد ہوں، ہوئے در انحالیکہ انکے چہرہ اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا تمام آپکے والے۔ اسپر آنحضرت نے فرمایا نہیں بلکہ میرے جنمیں کا پہلا علی ہے جو میرا بھائی اور میرا وزیر اور وارث اور میری امت میں میرا خلیفہ اور جو میرے بعد تمام امت کا والی اور حاکم ہے وہ انکا اول ہے پھر میرے دونوں بیٹے حسن و حسین اور انکے بعد اولاد حسین میں سے نو ایکدوسرے کے بعد یہانتک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونگے یہ لوگ خدا کی زمین میں اس کے شہدا ہیں اور اسکی مخلوق پر حجت ہیں اسکے علم کے خزینہ اور اسکی حکمت کے معدن ہیں جسنے انکی اطاعت کی اسنے خدا کی اطاعت کی جسنے انکی نافرمانی کی اسنے خدا کی نافرمانی کی حضرت علی کے اس استفسار پر سبنے متفق اللفظ ہوکر شہادت دی کہ واقعی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے اسیطرح فرمایا تھا۔

ابوسعد عبدالملک بن محمد النیسابوری الخرکوشی اپنی کتاب شرف المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنی وفات کے نزدیک لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

،من نبيكم ما
ہ لن تضلوا
بہم النجاة و
عن۔ هم النجوم
ء من شجرة
عها و زيتونة بورك
ها نبتت في الحرم و
يت من كرم من خير
مستقر الى خير مستودع
من مبارك الى مبارك
صفت من الاقذار والادناس
ومن قبيح ما نبته شرار
الناس لها فروع طوال
لا تنال حسرت عن صفاتها
الالسن وقصرت عن
بلوغها الاعناق فهم
الدعاة وبهم النجاة و
بالناس اليهم حاجة فاخلفوا
رسول الله باحسن الخلافة
فقد اخبركم انهم و
القران الثقلان وانهما
لن يفترقا حتى يردا
على الحوض فالزموهم

تمہارے درمیان میں تمہارے نبی کی اولاد ہے
جب تک تم اُن سے تمسک رکھوگے تم کبھی
گمراہ نہ ہوگے۔ وہ داعیان الی الحق ہیں۔ وہ
ذریعہ نجات ہیں۔ وہ ارکان الارض ہیں۔ وہ
درخشندہ ستارے ہیں جن سے روشنی لیجاتی
ہے۔ وہ ایسے درخت سے ہیں جس کی شاخیں
پاک و پاکیزہ ہیں۔ وہ ایسے زیتون سے ہیں
جس کی جڑ مبارک ہے۔ وہ درخت ایسا ہی
جو حرم میں اُگا ہے اور جس کو کرم کے پانی سے
سیراب کیا گیا ہے۔ خیر و نیکی پر اُس کا قرار ہی
اور خیر و نیکی کی طرف وہ رجوع ہوتا ہے اُسکا
نشو و نما برکت برکت سے مزید برکت تک ہے
وہ پاک و مبرّا ہے خس و خاشاک و قبیح و
ادنیٰ خصلتوں سے۔ اُس کی شاخونکی بلندی
تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسکی صفت کما حقہ کرنے
سے زبانیں عاجز ہیں اور اُس تک پہنچنے سے
لوگوں کی گردنیں معذور ہیں بس وہ لوگ داعیان
حق ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے نجات حاصل ہوتی
ہے۔ ان کی طرف لوگوں کی حاجت ہے۔
انہوں نے جناب رسولخدا کی خلافت کا حق بہت
اچھی طرح ادا کیا۔ چنانچہ رسولخدا نے تمہیں خبر
دی کہ وہ اور قرآن دو بزرگ چیزیں ہیں اور وہ
دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے

تهتدوا وترشدوا ولا	یہاں تک کہ قیامت
تتفرقوا عنهم ولا تتركوهم	حضور میں حاضر ہو
فتفرقوا وتمرقوا.	تاکہ ہدایت پاؤ ا
	تم متفرق ہو جاؤ گے

یہی ارشاد اور یہی معنی جناب امام حسن علیہ السلام بیان فرمائے۔ جب معاویہ کے کہنے سے آپ نے لوگوں کو مخاطب فرمایا۔ علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف البغدادی المعروف ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں:۔

ثم دخل معاوية الكوفة	پھر معاویہ کوفہ میں داخل ہوا۔ عمرو بن العاص
فأشار عليه عمرو بن العاص	اس سے اشارہ کیا کہ امام حسن کو حکم دے کہ وہ لوگوں کے
ان يأمر الحسن ان يخطب	سامنے خطبہ دیں تاکہ لوگوں پر انکا عجز آشکار ہو جائے
ليظهر عيه فقال له قم	لہذا معاویہ نے امام حسن سے کہا کہ آپ اٹھکر خطبہ
فاخطب فقام وخطب فقال	دیں پس آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا۔ کہ
ايها الناس ان الله هداكم	اے لوگو خداوند تعالیٰ نے تمکو ہمارے پہلے بزرگوں کے
باولنا وحقن دمائكم	ذریعہ سے ہدایت دی اور ہمارے آخر کے لوگوں سے
بآخرنا ونحن اهل بيت	تم کو قتل سے بچایا۔ ہم تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں
نبيكم اذهب الله عنا الرجس	خداوند تعالیٰ نے ہم سے ہر اک قسم کی ناپاکی دور کی
وطهرنا تطهيرا وان لهذا	ہے اور ہمکو پاک و پاکیزہ کر دیا ہے۔ یہ تحقیق کہ موجود
الامر مدة والدنيا دول وقد	حالت کیلئے بھی ایک مدت ہے اور دنیا پھرتی پھرتی
قال الله لنبيه وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ	چھاؤں ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد
فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ.	فرمایا ہے کہ کہدے اے نبی کہ اور میں نہیں جانتا
فضج الناس بالبكاء فالتفت	کہ شاید تاخیر تمہارے لئے آزمائش ہو اور چند روز کا
معاوية الى عمرو وقال	نفع پہنچانا۔ یہ سنکر لوگ بہت روئے اور غوغا ہوا

مر قال للحسن حسبك
رواية انه
الله المفلحون و
المطهرون اهل
ميمون الطاهرون و
ثقلين الذين خلفها رسول
صلى الله عليه وآله وسلم
فيكم فطاعتنا مقرونة بطاعة
الله فان تنازعتم فی شیئ فردوه
الی الله والرسول وان معاوية
دعانا الی امر ليس فيه عزولا
نصفة فان وافقتم رددناه عليه
وخاصمنا الی الله تعالیٰ بظبی
السيوف وان ابيتم
قبلناه فنادی الناس
من جانب البقية البقية۔

ہو گیا معاویہ نے عمرو بن کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ
تیری رائے کا نتیجہ ہے اور امام حسن سے کہا کہ بس اتنا
ہی کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ ہم حزب اللہ المفلحون ہیں اور اس کے
رسول کی عترت مطہرہ ہیں اور اس کے پاک و طاہر
اہل بیت ہیں اور ثقلین میں کے ایک ثقل ہیں
جنکو رسول نے تمہارے درمیان میں چھوڑا۔ اور فرمایا
کہ ہماری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ خدا فرماتا ہے
اگر آپس میں تم کسی امر میں جھگڑا کرو تو خدا و رسول کے
پاس تصفیہ کیلئے لیجاؤ۔ تحقیق معاویہ نے ہمیں ایک
ایسے امر کی طرف بلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے
اور نہ انصاف ہے پس اگر تم ہماری موافقت کرو تو ہم
اس سے انکار کر دیں اور تلواروں سے اسکی مخاصمت
کریں اور اگر تم ہماری مدد سے انکار کرو تو ہم اسکے
امر کو قبول کر لیں۔ اس پر چاروں طرف سے لوگوں
نے ندا دی البقية البقية۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثامن فی ذکر الحسن علیہ السلام ص۱۱۳-۱۱۴

علامہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اس خیال کی تردید میں کہ اہل بیت آل جعفر و آل عقیل و آل عباس بھی ہمراہ آل علی کے شامل ہیں اپنی رائے کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:۔

بل الصحيح ان اهل البيت علی و فاطمه
والحسنان عليهم السلام كما رواه مسلم
باسناده عن عائشه ان رسول الله

بلکہ صحیح یہ ہے کہ اہلبیت سوائے صرف علی و فاطمہ و
حسنین علیہم السلام ہیں جیسا کہ مسلم نے اپنی اسناد کے
ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن جناب

خرج ذات غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسين فادخله ثم جاءت فاطمه فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا. هذا دليل على ان اهل البيت هو الذين نادا هم الله بقوله اهل البيت وادخلهم الرسول فی المرط والقبا وروی مسلم باسناده انه لما نزلت آية المباهلة دعا رسول الله عليا وفاطمه وحسنا وحسينا عليهم السلام وقال اللهم هؤلاء اهل بيتی.

رسولخدا۔ کالی بالونکی امام حسن آئے۔ حسین آئے۔ انہیں حضرت فاطمہ آئیں انہیں حضرت علی آئے انہیں بھی چا پھر آیہ تطہیر تلاوت فرمائی۔ یہ دلیل ہے کہ صرف یہی وہ لوگ ہیں جنکو خداوندتعالیٰ اس آیہ تطہیر میں اہل بیت کے نام سے یاد کیا ہے اور جنکو جناب رسولخدا نے اپنی چادر میں داخل کرلیا اسی طرح سے مسلم نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب رسولخدا نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور کہا اے خداوندتعالیٰ یہ ہیں میرے اہل بیت۔

کیا اچھی دلائل ہیں۔ غور کرنے کے قابل ہیں۔ جن کو خود جناب رسولخدا اس طریقہ سے اپنا اہل بیت کہیں اور اُن کے غیر کو اُس زمرہ سے علیحدہ رکھیں تو پھر امت میں سے کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہے کہ اُنکے علاوہ اور بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ علامہ سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی نے اپنی کتاب المنتقی میں بھی اسی بحث پر انحصار کیا ہے اور آیہ مباہلہ کے نزول کے بعد آنحضرت کا اس طرح ان چار بزرگوں پر اپنے اہل بیت کو منحصر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور نیز حدیث ثقلین کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ اولاد فاطمہ قرآن شریف کے ہمراہ تا قیامت باقی رہیگی۔ اسی طرح ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی نے حتماً و جزماً تحریر کیا ہے کہ عترت سے مراد اولاد فاطمہ ہیں اور اُن کے سوائے کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم اُنکی کتاب ہدایۃ السعدا

ہوتے ہیں جن سے یہ امر صاف روشن ہو جائیگا۔

ثم چوں از حجۃ الوداع بازگشت یعنے چوں مصطفےٰ صلعم در حج
... ہو وسلام من بہ کسیکہ دریں مقام بیاید۔ در حاجیاں نوحہ وغلغلہ
... یلر دانیدند۔ ایشاں تا خم کہ منزل است رسیدہ پس مصطفےٰ صلعم
... شتراں انبار کنند و بطریق میز سازند پس مصطفےٰ صلعم برآمد یاران گفتند
... م مقام بجائے تو کرا بینیم۔ فرمود قرآن و فرزندان من بجائے من بعد من بینید
... یں ہر دو زنید بعد من تا قیامت ہرگز گمراہ نگردید۔ پس بدیں حدیث ثابت شد
... بجائے ایشاں تا قیام قیامت باشد از ایشاں راہ نمایان بحق اند۔......

پس ہر کہ یکے ازیں ہر دو ترک دہد یا قرآن یا فرزندان رسول را یا تمسک نکند
... رایت نیابد و گمراہ تواند خواند۔.........

یعنے ہر کہ بعد من تمسک بہ قرآن وا ولاد من کند ہرگز گمراہ نشود حسب حکم کتاب اللہ
وعترتی بعد رسول بند ہست تمسک بکتاب و فرزندان رسول کہ تا دین سلامت ماند
از ہلاکی امت را پناہے بند است کتاب خدا و فرزند رسول و لہذا مصطفےٰ فرمود چگونہ
ہلاک شود امتے کہ اول او من باشم و میانہ او اولاد من باشد و آخر او عیسیٰ باشد.....

در جمیع ضمائر مذکورہ قرآن و فرزندان رسول جمع کرد تا اشارت باشد کہ تعظیم
مجموع یعنے قرآن و فرزندان برابر است.......

قولہ عترتی فی الصحاح عترۃ الرجل نسلہ و فی تاج الاسامی العترۃ
فرزندان و فرزندانِ فرزندان۔ قولہ اہل بیتی فی النکات اہل بیت الرجل
ولدہ وولد ولدہ۔

یعنی یاد میدہا نم شمارا خدائے در دوستی فرزندان خود و یاد میدہا نم شمارا خدائے
در دوستی فرزندان خود تا فراموش نکنید.......

یعنی پس عبرت گیرید و اندیشہ کنید کہ بعد من با قرآن و فرزندانِ من چگونہ
خواہید بود......

وفی کتاب الشفاء اوصیکم بکتاب اللہ و..

شمارا بتمسک کتاب خدا و فرزندان اگر چنگ درزنید بدیر
تباہ نشوید وفی بحر الانساب قال رسول اللہ صلی اللہ
کتاب اللہ وعترتی یعنی بسندہ وکافی است شمارا ازبرائے
کتاب خدا و فرزندان من........

یعنی دیگر میدہا نم عہد و وعدہ کہ در دوستئ فرزندانِ من کردہ ا..
حبِ اولادِ رسول شرط ایمان است پس یاد میدہا نم آن شرط را۔
عزیز من دوستی وتمسک با ولاد رسول الفعل وقول مصطفیٰ وبنصوص ثابت است....
پس ہر کہ تمسک بقرآن وا ولاد رسول نہ کند اگرچہ ظاہر خود را مومن گوید ایمان او
سود مند نباشد۔ فردا سیاہ رو گردد۔.....
مصطفیٰ فرمود صلعم در حدیث سابق ولن یتفرقا حتٰی یردا علی الحوض یعنی
قرآن وفرزندانِ من یکجا بر حوض حاضر شوند تا شاہد باشند کہ دوست ایشان کہ بودہ کہ
دشمن بودہ وبعد من فرمانِ تمسک من کہ بجا آوردہ وکہ ترک دادہ ومن بر حوض ایستادہ
باشم می بینم ہر کہ خواہد آمد بر من با دوستی جملہ قرآن وفرزندان من وہر کہ با ایشان تمسک
نہ کردہ وخلاف من امر کردہ بجدا آلہ او را فرشتگان برانند راندن غضب چنانچہ اشتر و
اسپ ویلہ را برانند از حوض پس من ندا کنم بیا یدا این از امت من است و
از ان من است فرمان آید اے محمد تو نمیدانی بعد تو ایشان با قرآن وفرزندانِ تو خلاف
فرمان تو کردہ اند وبجائے ودّ ومودت بغض وعداوت کردہ اند پس بگویم من اے فرشتگان
از من این مردود را دور برید......
پس ہر کہ با قرآن وفرزندانِ رسول تمسک ندارد واگرچہ علم اولین وآخرین بخواند
چون کتابے ہست واگر زہد کند مانند راہب ہست۔ فردائے قیامت او را براندازند
در دوزخ......

حسین بن علی الکاشفی اپنے رسالہ علیہ فی الاحادیث النبویہ میں

ر کتاب اللہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

بیاد میدہم شما را حضرت خداوند تعالیٰ وگواہ میگیرم در
و در تکرار این سخن سہ بار دلیلے واضح قائم میشود در تعظیم اہلبیت
واہل بیت رسول اللہ صلعم علی وفاطمہ وحسن وحسین اند رضوان
یل این حدیث کہ در صحیحین وارد است کہ آنگاہ کہ این آیہ فرود
حا ابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم حضرت
ی وفاطمہ وحسن وحسین را بخواند وگفت اللھم ھؤلاء اھل بیتی

نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی اپنی کتاب جواہر العقدین
ث ثقلین کے متعدد طرق بیان کرنے کے بعد چند تنبیہات لکھتے ہیں اُن
سے ہم ذیل کی عبارات نقل کرتے ہیں:۔

ثانیہا الذین وقع الحث علی التمسک
بھم من اھل البیت النبوی و
العترۃ الطاھرۃ ھم العلماء بکتاب
اللہ عزوجل اذ لا یحث صلی اللہ
علیہ وسلم علی التمسک بغیرھم
وھم الذین لا یقع بینھم
وبین الکتاب افتراق حتی
یردا الحوض قال لا تقدموھما
فتھلکوا ولا تقصروا عنھما فتھلکوا
وقال فی الطریق الاخرے
فی عترتہ لا تسبقوھم فتھلکوا
ولا تعلموھم فھم اعلم منکم
واختصوا بمزید الحث عن

دوئم۔ وہ لوگ اہلبیت نبوی عترت رسول ہیں
جنکے ساتھ تمسک کرنیکی ترغیب دیگئی ہے۔ وہ کتاب
کا علم رکھنے والے ہیں کیونکہ جناب رسولخدا نے انکے
علاوہ کسی اور سے تمسک کرنیکا حکم نہیں دیا۔ اور یہ
وہ لوگ ہیں جنمیں اور کتاب خدا میں قیامت تک
جدائی نہ ہوگی۔ یہانتک کہ وہ دونوں حوض کوثر
پر وارد ہوں۔ اسیوجہ سے جناب رسولخدا نے فرمایا
کہ اُنسے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور نہ
اُنکی پیروی کرنے میں قاصر ہو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے
دوسری روایت میں عترت کا لفظ صاف طور سے ہے کہ
اُنسے یعنی عترت سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے
اور نہ اُنکو سمجھانیکی کوشش کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ
عالم ہیں اور خصوصاً عترت نبی کے علماء کیساتھ تاکید

غيرهم من العلماء ولما تضمنته الاحاديث
المتقدمة ولحديث احمد ذكر
عند النبي صلى الله عليه وسلم
قضاء تقضي به علي رضي الله عنه
فاعجب النبي صلى الله عليه و
سلم وقال الحمد لله الذي جعل
الحكمة فينا اهل البيت ثالثها
ان ذلك يفهم وجود من يكون
اهلا للتمسك به من اهل البيت
والعترة الطاهرة في كل زمان
وجدوا فيه الى قيام الساعة حتى
يتوجه الحث المذكور الى التمسك به كما ان
الكتاب العزيز ولهذا كانوا كما سياتي اماناً
لاهل الارض واذا ذهبوا ذهب اهل الارض
واخرج ابو الحسن بن المغازلي من طريق موسى
بن قاسم عن علي بن جعفر سالت الحسن عن قول
الله تعالى كمشكوٰة فيها مصباح قال المشكوٰة
فاطمة والشجرة المباركة ابراهيم
لا شرقية ولا غربية لا يهودية
ولا نصرانية يكاد زيتها يضيئ ولو لم تمسسه
نار نور على نور قال منها امام بعد امام يهدي
الله لنوره من يشاء وقوله منها امام بعد امام
يعني ائمة يقتدى بهم في الدين ويتمسك

طور سے تمسک کرنیکی
سابقہ سے ظاہر ہو۔
ظاہر ہوتا ہے جسکو امام
جنابِ رسول خدا کے حضور
کا ذکر کیا گیا تو آپ بہت
خدا کا شکر ہے کہ جس نے حکمت کو
فرمایا تیسرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
طاہرہ میں سے وہ لوگ جو اس تمسک کے
ہر زمانہ میں قیامت تک موجود رہینگے کیونکہ انکے
ساتھ تمسک کا حکم دیا گیا ہے جس طرح کہ کتاب اللہ
قیامت تک موجود رہیگی۔ اور اسی وجہ سے جیسا کہ
ذکر کیا جائیگا۔ یہ لوگ اہل زمین کیلئے امان ہیں۔
جب یہ نہ رہینگے تو اہل دنیا نہ رہینگے۔

ابو الحسن بن مغازلی بطریق موسی ابن قاسم
علی بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔
موسی بن قاسم کہتا ہے کہ میں نے حسن سے قولِ خدا
کمشکوٰۃ فیہا مصباح کی نسبت سوال کیا انہوں
نے کہا کہ مشکوٰۃ تو فاطمہ ہیں اور شجرۂ مبارکہ سے
حضرت ابراہیم مقصود ہیں اور ولو لم تمسسہ
نار نور علی نور سے مطلب یہ ہے کہ انہیں سے ایک امام
کے بعد دوسرا امام ہوگا اور جسکو خدا چاہیگا انسے
ہدایت حاصل کرنیکی توفیق دیگا۔ اور یہ ائمہ وہ ہونگے
جنکی امور دین میں پیروی کیجا سکے انسے تمسک

۲ . . . . .
سیر قولہ تعالیٰ واعتصموا
فرقوا عن جعفر
ما اللہ تعالیٰ نحن حبل
ہ واعتصموا بحبل اللہ
ذا واخرج ابوالحسن بن المغازلی
جعفر ھو الباقر فی قولہ تعالیٰ ام یحسدون
ناس علیٰ ما آتاھم اللہ من فضلہ قال نحن
الناس واللہ .... رابعہا ھذا الحث شامل
للتمسک بمن سلف من ائمۃ اھل البیت
والعترۃ الطاھرۃ والاحق بھدیہم واحق من تمسک
بہ منہم امامہم وعالمہم علی بن ابیطالب رضی اللہ
عنہ من فضلہ وعلمہ ودقائق مستنبطاتہ وفہمہ
وحسن شیمہ ورسوخ قدمہ ویشیر الی ھذا ما اخرج
الدارقطنی فی الفضائل عن معقل بن یسار قال
سمعت ابا بکر رضی اللہ عنہ یقول علی ابن ابیطالب
رضی اللہ عنہ عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ای الذین حث علی التمسک بہم فخصہ
ابوبکر رضی اللہ عنہ بذلک لما اشرنا الیہ
ولھذا اخصہ صلی اللہ علیہ وسلم من
بینہم یوم غدیر خم بما سبق من قولہ
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال
من والاہ وعاد من عاداہ وھذا حدیث

کیا جا سکے اور مشکلات میں انکی طرف رجوع کر سکیں۔
ثعلبی نے تفسیر میں تفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ الآیہ
جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ
وہ حبل اللہ بخدا ہم ہیں اور ابوالحسن بن المغازلی امام
محمد باقر سے تفسیر آیہ ام یحسدون الناس الآیہ روایت
کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ وہ محسود لوگ ہم ہیں جنپر خدا نے
اپنا فضل کیا ہے جسکی وجہ سے لوگ حسد کرتے ہیں۔
چوتھے یہ کہ یہ ارشاد تمسک کا اہلبیت عترۃ طاہرہ کے
سلف کے متعلق تھا۔ لہذا تمسک و ہدایت کیلئے ان
سب میں انکا امام و عالم ترین شخص یعنی علی بن ابیطالب
مستحق ہے بوجہ اپنے علم و فضل اور فہم و ذکاء کے اور
علم کی باریکیاں جاننے کیوجہ سے۔ اور ان معانی
کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ روایت جو دارقطنی نے
فضائل میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے
وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا
کہ علی بن ابیطالب عترت رسول اللہ ہیں یعنی
ان لوگوں میں سے جن سے تمسک کرنیکا ارشاد ہے
ابوبکر نے علی کو مخصوص کر لیا۔ اور اسیطرح جناب
رسولخدا نے ان میں سے علی کو مخصوص کر لیا جب
روز غدیر خم فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا
علی مولا ہے۔ بارالہا دوست رکھ اسکو جو علی کو
دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن
رکھے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اسمیں کسی شک و

صحیح لاریب فیہ و فی روایۃ عقب قولہ وعاد من عاداہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ و فی روایۃ اخرجہ الدارقطنی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فقال ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما امسیت یا ابن ابیطالب مولیٰ کل مومن ومومنۃ۔

شبہ گنجائش ہے کہ اس کے … کو محبوب رکھے … رکھے. مدد کر … اس کو جو علیؑ … ہے جس کو دارقطنی … روایت کیا ہے کہ اس پر … عمرؓ نے علیؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے … اور مومنات کے مولا و آقا ہو گئے۔

اور تو اور علامہ ابن حجر مکی جیسے متعصب شیخ طائفہ بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث ثقلین اور ایسی ہی دیگر احادیث میں اہلبیتؑ سے مراد صرف عترتِ اقربین ہیں اور ان سب کے سرگروہ و امام حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ وقفوا ھم انھم مسئولون کی تفسیر میں حدیث ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

تنبیہ سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن وعترتہ وھی بالمثناۃ الفوقیہ الاھل والنسل والرھط الادنون ثقلین لان الثقل کل نفیس خطیر مصئون وھذان کذالک اذ کل منھما معدن العلوم اللدنیہ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیہ ولذاحث صلی اللہ علیہ وسلم علی الاقتداء والتمسک

تنبیہ۔ جناب رسولخدا نے قرآن و عترت خود کو یعنی اہل و نسل و قریب ترین رشتہ داران کو ثقلین سے نامزد کیا کیونکہ ہر ایک نفیس و محفوظ شے کو ثقل کہتے ہیں۔ ایسے ہی یہ دونوں یعنی قرآن و عترت ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک معدن علوم لدنی و اسرار و مخزن حکم علیہ و احکام شرعیہ ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسولخدا نے لوگوں کو ترغیب دی کہ انکی پیروی کریں انسے تمسک کریں اور انسے علم حاصل کریں اور خود جناب علی مرتضیٰ

الحمد لله الذی
البیت وقیل
ب رعایۃ حقوقہما
ث علیہم منہم
بکتاب اللہ وسنتہ
ین لا یفارقون الکتاب
ذ یردوا الحوض السابق
سوہم فانہم اعلم منکم وتمیزوا
بذالک عن بقیۃ العلماء لان اللہ
اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا
وشرفہم بالکرامات الباہرۃ و
المزایا المتکاثرۃ وقد مر بعضہا و
سیاتی الخبر الذی فی قریش وتعلموا
منہم فانہم اعلم منکم فاذا ثبت
ہذا العموم قریش فاہل البیت
اولی منہم بذالک لانہم امتازوا
عنہم بخصوصیات لا یشارکہم
فیہا بقیۃ قریش وفی احادیث
الحث علی التمسک باہل
اہلبیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاہل منہم
للتمسک یوم القیامۃ کما ان الکتاب العزیز
کذالک ولہذا کانوا امانا لاہل الارض
کما یاتی ویشہد لذالک الخبر السابق

کے فیصلہ کا ذکر سنکر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس
نے ہم اہلبیت میں حکمت کو ودیعت فرمایا اور کہا
گیا ہے کہ انکو ثقلین اسوجہ سے فرمایا کہ انکے حقوق
کی رعایت امت پر واجب کردی۔ جن لوگونکی
پیروی کی ترغیب دی ہے۔ وہ کتاب اللہ و سنت
رسول اللہ کے معارف سے آگاہ ہیں یہ وہی
لوگ ہیں جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہ ہوں گے
یہانتک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔ اور اسکی
تائید کرتی ہے۔ ایک روایت سابق کہ فرمایا
آنحضرت نے کہ تم ان لوگونکو نہ سکھاؤ کیونکہ وہ
تم سے زیادہ عالم ہیں اور اس طرح وہ تمام دیگر
علماء امت سے متمیز ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے
اُنسے ناپاکی کو دور کیا اور انکو ہر ایک رجس سے پاک
کردیا ہے اور انکو کرامات عظیمہ و الطاف علیہ
سے مشرف فرمایا ہے بعض ایسی روایات کا ذکر
پہلے کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت قریش کی
نسبت بھی بیان کیجاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم
قریش سے سیکھو وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اور
جب عام قریش کیلئے یہ ثابت ہوا تو اہل بیت
تو اُنسے اولی و بہتر ہیں اور اس کے زیادہ اہل
ہیں۔ کیونکہ ان میں ایسی خصوصیات ہیں جنمیں
کوئی اور انکا شریک نہیں ہے۔ اُن احادیث
سے جن میں تمسک اہل بیت کا حکم دیا گیا ہے

الخبر السابق فی کل خلف
من امتی عدول
من اهل بیتی الی اخره
ثم احق من یتمسك به
منهم امامهم وعالمهم
علی بن ابی طالب کرم
الله وجهه لما قدمناه
من مزید علمه ودقائق
مستنبطاته ومن ثم قال
ابوبکر علی عترة رسول
الله صلی الله علیه وسلم
ای الذین حث علی التمسك
بهم فخصه لما قلناه ولذالك
خصه صلی الله علیه وسلم بما مر یوم
غدیر خم. رصد اعنی محرقه باب الحادی عشر
فصل الاول فی الآیات الواردة فی اہل البیت النبوی

ثابت ہوتا ہے تمسک کے جس طرح کہ کتا... اسیوجہ سے حدیث ہیں اہل زمین کیلئے روایت گذشتہ کہ ہرا... میں میرے اہل بیت۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں سے سب جنسے تمسک کا حکم دیا گیا ہے انکا امام عالم ... ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ انکا علم و دقائق مستنباطات سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر فرمایا کرتے تھے علی عترت رسول ہے یعنی ان لوگوں میں سے جنسے تمسک کا حکم دیا گیا ہے حضرت ابوبکر نے علی کو اہلبیت و عترت میں سے مخصوص کرلیا اور اسیطرح جناب رسولخدا نے غدیر خم کے دن حضرت علی کو ان سب میں سے مخصوص کر لیا۔

ثابت ہوگیا کہ حضرت علی اہلبیت و عترت رسول ہیں سے ہیں اور ان سب میں زیادہ عالم و افضل ہیں۔ جناب رسولخدا نے ان سب میں سے علی ہی کو مخصوص کر لیا جیسا کہ غدیر خم کے خطبہ سے ظاہر ہے۔ عیاں ہے کہ قریش والی روایت موضوعہ ہے کیونکہ ان پر پہچان نہیں ہوتی قریش میں تو ہر قسم کے لوگ تھے۔ زانی بھی تھے شرابخوار بھی تھے۔ قاتلان عثمان بھی تھے حضرت عثمان بھی تھے۔ قاتل و مقتول دونو تو حق پر نہیں ہوسکتے۔

شرف الدین حسن طیبی اپنی کتاب کاشف شرح مشکوٰۃ میں بشرح

ب مناقب اہلبیت میں کہتے ہیں۔

القرآن	قرآن کے ساتھ تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اُسپر
الایتمار	عمل کیا جاوے یعنی اس کے اوامر کی پیروی اور
نواهیه	اطاعت اور اس کے نہی سے اعراض کیا جائے
عترة محبتهم	اور عترة کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں
عبهدیهم	کہ اُنسے محبت کیجائے اور انسے ہدایت حاصل
	کیجائے اور انکی سیرت کی پیروی کریں۔

ظاہر ہوا کہ عترة طاہرہ سے جو لوگ یہاں مراد ہیں وہ ہیں جنکی پیروی
سبب ہدایت ہے اور چونکہ تمام اقربائے رسول ایسے نہ تھے۔ لہذا عترت سے
تمام اقربائے رسول مراد نہیں ہو سکتے۔

بدرالدین محمود بن احمد الرومی نے تاج الدرة شرح قصیدہ بردہ
میں شرح شعر دعا الی الله فالمستمسکون به مستمسکون بحبل غیر منفصم
لکھا ہے۔

المعنى يقول ذالك الحبيب هو
الذى دعا اهل التكليف قاطبة من
جن وانس وعرب وعجم فى زمانه
وبعده الى يوم القيامة الى دين الله
وما فيه رضاه اذ ترجى شفاعته داعيا
الى الله باذنه فالمتمسكون بدينه
والمجيبون لدعوته عظيم الشان
بحبل متصل ... متمسكون بسبب ...
الله تعالى متصل الى رضوانه لا ...
من غير ان يطرء عليه انفصام

شاعر کہتا ہے کہ یہ حبیب وہ ہے جس نے اہلِ
تکلیف جن و انس عرب و عجم کو اپنے زمانہ اور اپنے
بعد قیامت تک خدا کے دین اور اسکی خوشنودی
کی طرف دعوت دی تا کہ خدا کے حکم سے اسکی
شفاعت کی امید رکھی جاوے پس اسکے
دین کو اختیار کرنے والے اور اس کی دعوت پر لبیک
کہنے والے خدا کی خوشنودی عظیم کے ایسے
سبب ذریعہ کو پکڑے ہوئے ہیں جو کبھی ٹوٹنے
والا نہیں اور یہ سبب ذریعہ فقط دو ہیں ان کے
سوا اور کوئی نہیں۔ یعنے قرآن شریف اور

وذلك السبب ليس الا كتاب الله
تعالیٰ وعترة نبيه من اهل العصمة
والطهارة الواجب على غيرهم
مودتهم بعد معرفتهم ايمانا بقوله
تعالیٰ قل لا اسئلكم عليه اجرا الا
المودة في القربى ونصا بقوله
صلى الله عليه وسلم تركت فيكم
الثقلين كتاب الله وعترتي وفي رواية
تركت فيكم ما ان تمسكتم بهما لن
تضلوا بعدي كتاب الله وعترتي
لن يفترقا حتى يردا على الحوض
وهذا نص في المقصود فمن تمسك
بكتاب الله تمسك بهم ومن عدل
عنهما [illegible] كتاب الله حيث لا يدري
و[illegible] يقول [illegible] بذاته ويتكل
[illegible] ثبت [illegible] رسول الله ب
[illegible] الله [illegible] فلا وربك
لا يؤمنون حتى يحكموك
فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم
حرجا مما قضيت ويسلموا
تسليما هذا هو الايمان
الكامل وعن امير المؤمنين

نبی کی عترت کہ وہ لوگ
ہیں اور اُن کے سوا
ہے بعد اُسکے کہ اُن
تعالیٰ کے اس قول کہ
اسئلکم علیہ اجرا
اور جناب سرورخدا کے اس
کہ ترکت فیکم الثقلین کتاب
ایک روایت میں ہے کہ میں تمہارے درمیان
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جبتک تم اُن دونوں سے
ساتھ تمسک کرتے رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ
نہ ہوگے۔ وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہیں اور
یہ دونوں ہرگز کبھی جدا نہونگے یہاں تک کہ
قیامت کے دن [illegible] اس حوض کوثر پر [illegible] اور
یہ قول [illegible] اس مدعا پر کہ جس نے کتاب اللہ
کو [illegible] عترت کے دامن کو پکڑا اور جس نے
[illegible] گردانی کی اس نے قرآن شریف سے
[illegible] وہ خود [illegible] نکونہ جا اور زبان سے کہے
[illegible] ایمان لایا ہوں اور اس پر جو جناب رسول
خدا خداوند تعالیٰ کی طرف سے لائے چنانچہ
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے رب کی قسم
یہ لوگ نہیں ایمان لائے جب تک یہ تجھکو اپنے
جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلہ کرنیکے لئے
حاکم نہ بنائیں اور پھر جب تو فیصلہ کردے تو

ی اللہ تعالیٰ
اء و لسلمان
وللمقداد
سلام۔

اسکو بغیر شکایت و رنج کے قبول کرلیں یہ ہی ایمان کامل جناب امیر المومنین و امام المسلمین علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں کہ ایمان کے دس اجزا ہیں جن میں سے نو سلمان فارسی کو حاصل ہیں اور مقداد کو آٹھ حصے۔

ی نے شرح شفائے قاضی عیاض میں بشرح حدیث

۔۔۔ ثم المراد بعترته اخص قرابته یعنے آپ کی عترت ـے خاص و قریب ترین اقارب مراد ہیں۔

نیز ملا علی قاری مرقاہ شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین لکھتے ہیں:

ل ابن الملک التمسك بالكتاب العمل بما فیه وھو الایتمار باوامره والانتهاء عن نواھیه ومعنى التمسك بالعترة محبتهم والاهتداء بهدیهم وسیرتهم زاد السید جمال الدین اذا لم یکن مخالفا للدین قلت فی اطلاقه صلی اللہ علیه وسلم اشعار بان من یکون عترته فی الحقیقة لا یکون هدیه وسیرته الا مطابقاً للشریعة والطریقة۔

ابن الملک (وہ عبد اللطیف بن عبد العزیز الحنفی صاحب شرح المشارق و شرح المنار وغیرہم ہے) کہتے ہیں کتاب خدا سے تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اسپر عمل کیا جائے یعنی اسکے اوامر کی اطاعت اور اُسکے نواہی سے اعراض کیا جائے عترت کیساتھ تمسک کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اسکے ساتھ محبت کیجائے اور اُنکی طاعت و پیروی کیجائے اور انکی سیرت کی تقلید کیجائے۔ سید جمال الدین نے اسپر زیادہ کیا ہے کہ جب اُنکی ہدایت و سیرت دین کے مخالف نہ ہو۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ آپکی عترت خاصہ و مخصوصہ کی ہدایت و سیرت ہمیشہ شریعت و طریقت کے مطابق ہوا کریگی۔ لہذا اس میں کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔

نیز ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین منقول از زید بن ارقم طیبی کا کلام نقل کرنیکے بعد اس طرح لکھا ہے:

واقول الاظهر هوان اهل البيت غالباً یکونون اعرف بصاحب البیت واحواله فالمراد بهم اهل العلم منهم المطلعون علی سیرته الواقفون علی طریقته العارفون بحکمه وحکمته وبهذا یصلح ان یکونوا مقابلاً لکتاب الله سبحانه کما قال ویعلمهم الکتاب والحکمة ویؤیده ما اخرجه احمد فی المناقب عن حمید بن عبد الله بن زید ان النبی صلی الله علیه وسلم ذکر عنده قضاء قضی به علی بن ابیطالب فاعجبه وقال الحمد لله الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت

میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔لہٰ وہ افراد مراد ہیں جو آنحضرت کی سیرت سے آگاہ ہیں اور آپکے حکم و اسکی وجہ سے وہ اس بات کے اہل ہوئے کے مقابل قرار دیئے گئے۔ جیسا کہ خداوند قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خدا سکھاتا ہے انہیں کتاب کا علم اور اس تشریح کی تائید کرتا ہے آنحضرت کا قول جسکو امام احمد حنبل نے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت کے پاس جناب علی مرتضے کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کے درمیان حکمت کو قرار دیا ہے۔

عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں شرح حدیث ثقلین مروی عن زید بن ثابت لکھا ہے:۔

قال الحکیم والمراد بعترته هنا العلماء العاملون منهم اذهم الذین لایفارقون القرآن.

حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ عترت سے یہاں قرابا کے وہ افراد مراد ہیں جو علم رکھتے ہیں اور علم کے ساتھ اسکے عمل کرنیوالے بھی ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو قرآن سے جدا نہ ہونگے۔

نیز عبدالرؤف مناوی آگے چلکر لکھتے ہیں:۔

وعترتی اهلبیتی تفصیل بعد اجمال

عترتی اجمال ہے اسکی تفصیل اهل بیتی بطور بدل

۲ اصحاب	کے یا بیان کے یعنی اقربا میں سے وہ جو آپ کے
بن اذھب	اہل بیت ہیں۔ یہ لوگ وہ اصحاب کساء ہیں جنسے
بس وطھرھم	خداوند تعالیٰ نے ناپاکی ہر قسم کو دور کیا ہے۔ اور
	ان کو پاک و طاہر کر دیا ہے۔

رؤف مناوی فیض القدیر میں بشرح حدیث ثقلین مروی
لکھتے ہیں:۔

الشریف السمھودی	تنبیھہ۔ علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے
الخبر یفھم عنه وجود من	یہ آشکارا ہوتا ہے کہ اہلبیت و عترہ طاہرہ میں سے
یکون اهلا للتمسك من اهل البیت	وہ لوگ جو تمسک کے اہل ہیں انکا وجود ہر ایک
والعترة الطاهرة فی کل زمان الی قیام	زمانہ میں قیام قیامت تک رہیگا اسی صورت میں
الساعة حتی یتوجه الحث المذکور	انکے ساتھ تمسک کرنیکا حکم موزوں ہوتا ہے جسطرح کہ
الی التمسك به کما ان الکتاب کذلك	کتاب اللہ تا قیامت باقی رہیگی اسی وجہ سے دوسری
فلذلك کانوا امانا لاهل	یہ حدیث ہے کہ یہ لوگ اہل ارض کیلئے امان ہیں جب
الارض فاذا ذھبوا ذھب	یہ دنیا پر سے اٹھ جائینگے تو انکے ساتھ ہی اہل
اهل الارض.	زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

یہی عبارت محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ
میں بشرح حدیث ثقلین منقول از ابو سعید الخدری لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی
علی مواہب اللدنیہ۔ الجزء السابع ص۶۔

شیخ عبد الحق دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں بشرح حدیث ثقلین
مروی عن جابر لکھتے ہیں:۔

قوله کتاب الله بالنصب بدل من ما و	آنحضرت کا قول کتاب اللہ بالنصب بدل ہے ما کا اور
عترتی عطف علیه اهلبیتی بیان	اور عترتی اسپر عطف ہے اہلبیتی بیان و تفصیل
لعترتی عترة الرجل نسله و	ہے عترۃ کی اور کسی شخص کی عترۃ اسکی نسل اور

رهطه وعشيرته الادنون ممن	قریب ترین
مضى وغبر وبينه صلى الله عليه	اہلبیتی کے
وسلم باهلبيتي تشريفا وتكريما لهم	سے بیان کیا
بكونهم اهل بيته ومخاطبين	تھے۔ آپ سے
ومقتبسين من انواره فائزين	آپ کے انوار سے
باسراره والظاهر ان المراد	اسرار کے حامل
باهل البيت ههنا اخص من	اہلبیت سے مراد جد قریب
اولاد الجد القريب وهم بنو هاشم	بنو ہاشم ہو سکتے ہیں لیکن
بل اولاده وذريته والعترة اعم	آپ کی ذریت و اولاد سے ہے اور لفظ
من ذلك فافهم.	عام ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شرح حدیث ثقلین منقول از جابر لکھتے ہیں:-

فسمعته يقول يا ايها الناس اني تركت فيكم ما ان اخذتم به لن تضلوا

پس شنیدم آنحضرت را کہ میگفت آگاہ باشید اے مردمان بدرستی من گذاشتہ ام در شما چیزے را کہ اگر بگیرید آنرا و عمل کنید بآں ہرگز گمراہ نمی شوید کتاب اللہ و عترتی کتاب خدا را و اہلبیت خود را و عترت قوم و خویشان و نزدیکاں مرد و اہلبیت وے تفسیر کرد آنرا بقول خود و اہل بیتی بجہت اشارت کردن بآنکہ مراد اینجا از عترت اخص از قوم و اقرباست کہ اولاد جد قریب باشند یعنی اولاد و ذریت وے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اہلبیت رسول کا اطلاق صرف علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

"بالجملہ اطلاق اہلبیت بریں چہار تن پاک شائع و مشہور است"۔ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۶۸۴

محمود قادری شیخانی اپنی کتاب صراط سوی میں ثقلین کے معنی اور حدیث انما اہل بیتی النبوی امان لاہل الارض ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

Presented By: https://jafrilibrary.com

بیتہم الذریة
رة المبارکة
ین اذھب اللہ
ھم تطھیرا
فات وافترض
ب والسنة وھم
و نقی وھم معدن التقی
رجال العالمین وثبتھا و
کان جعفر بن محمد یقول فی
تفسیر قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل
اللہ جمیعا نحن حبل اللہ فاعتصموا
بحبل اللہ ولا تفرقوا۔ وکان محمد
الباقرؑ یقول فی قولہ تعالیٰ ام
یحسدون الناس علی ما آتاھم
اللہ من فضلہ نحن الناس واللہ
قلت وھم الناس حقا و
اعداءھم النسناس حقا
حقا۔
وعن معقل بن یسار سمعت
ابا بکر یقول علی بن ابی طالب
عترة رسول اللہ ای الذی
حث علی التمسک بھم۔

جان تو کہ اہلبیت ذریۃ طیبہ اور مبارک نسل کی
شاخیں ہیں اور بقایا ہیں اُن لوگوں میں کے
کہ جن سے خداوند تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپاکی
کو دور کرکے اُنکو پاک وپاکیزہ کردیا ہے اور تمام
آفات ونقصانات سے بری فرمایا ہے اور
اُن کی محبت کو قرآن شریف میں اور احادیث
وسنت میں امت محمدیہ پر فرض کردیا ہے۔ وہ
ہیں مضبوط رسی۔ وہ ہیں معدن تقویٰ وطہارت
اور تمام عالم کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ جناب امام
جعفر صادق خداوند تعالیٰ کے قول واعتصموا
بحبل اللہ جمیعاً کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے
کہ ہم ہیں وہ خدا کی رسی پس ہمکو پکڑو اور متفرق
نہ ہو جاؤ۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام خداوند
تعالیٰ کے قول ام یحسدون الناس علی ما
آتاھم اللہ من فضلہ کی تفسیر میں فرمایا
کہ واللہ ہم ہیں وہ لوگ جن پر خدا نے فضل کیا
ہے اور جنپر لوگ حسد کرتے ہیں میں کہتا ہوں
کہ واقعی وہ یہی لوگ ہیں اور اُن کے دشمن
نسناس ہیں۔ معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے
ابوبکر کو کہتے ہوئے سنا کہ علی ابن ابی طالب
عترت رسول ہیں جنسے تمسک کرنیکا حکم آنحضرت
نے دیا ہے۔

محمد معین بن محمد امین سندھی اپنی کتاب دراسات اللبیب فی

الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں حدیث ثقلین کے

ولما کان ھذا بطریق دلالۃ
النص انتظرنا نصًّا فیھم یدلنا
علیٰ امامتھم فی العلم فوجدنا قولہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحمد للہ
الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت
فعلمنا انھم الحکماء العارفون العلماء
الوارثون الذین وقع الحث علی
التمسک بھم فی دین اللہ تعالیٰ
واخذ العلوم عنھم وایدنا تأتی
ذلک ما اخرج الثعلبی فی تفسیر
قولہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا عن
جعفر الصادقؑ قال نحن حبل اللہ
الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل
اللہ جمیعا ولا تفرقوا انتہی وکیف
لا وھم احد الثقلین فکما ان القرآن
حبل اللہ الممدود من السماء فکذلک
اھل ھذا البیت المقدس صلوات
اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیھم
اجمعین وقد قال قائلھم علیہ السلام مخبرا
عن نفسہ القدسی وسائر رھطہ المطھرین
وفینا کتاب اللہ انزل صادقا
وفینا الھدی والوحی والخیر یذکر

اور جب یہ طا
میں ایسے ن
امام ہونے پر
قول ملتا ہے کہ خدا
میں حکمت کو قرا
لوگ عارفان و عالم
تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے
حاصل کرنے کا ارشاد ہوا ہے اور اس کی
روایت سے ہوتی ہے جو علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر
میں آیہ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی تفسیر
میں امام جعفر صادقؑ سے بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم
وہ حبل اللہ ہیں جس سے اس آیہ کریمہ واعتصموا
بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا میں مراد لی
ایسا کیوں نہ ہو۔ وہ ثقلین میں کے ایک ثقل
ہیں جس طرح کہ دوسرا ثقل قرآن ایک حبل اللہ
ہے آسمان سے زمین تک۔ اسی طرح اس خاندان
نبوت کے افراد ایک ثقل ہیں چنانچہ ان
میں سے ایک کہنے والا علیہ السلام (حضرت علی)
اپنے اور اپنے اولاد کی نسبت اس طرح کہتا ہے
ہم میں کتاب اللہ اتری اور ہم میں ہی وحی و ذکر
الٰہی و خیر ہے۔ کتاب الٰہی میں جو آیات اہلبیت
علیہم السلام کی شان میں اتری ہیں ان میں سے

لکتاب الاٰیۃ
لہ ما نزلت فیہم
العباس ابن
شبطلب منہ و
ما اثبت عن سید
وعلی اٰبائہ وابنائہ
مبات المبارکات و
طیبات الزاکیات انہ کان
اسی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا
اللہ وکونوا مع الصادقین یقرء دعاء طویلا
یشتمل علی طلب اللحوق بدرجۃ الصدیقین
والدرجات العلیۃ وعلی وصف المحن
وما انتحلتہ المبتدعۃ المفارقون لائمۃ
الدین والشجرۃ النبویۃ ثم یقول و ذھب
اٰخرون الی التقصیر فی امرنا واحتجو
بمتشابہ القراٰن فتاولوا بارائھم واتھموا
ماثور الخبر الی ان قال فالی من یفزع خلف
ھذہ الامۃ وقد درست اعلام الملۃ و
دانت الامۃ بالفرقۃ والاختلاف یکفر بعضھم
بعضاً واللہ تعالیٰ یقول ولا تکونوا کالذین
تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءتھم البینات
فمن الموثوق بہ علی ابلاغ الحجۃ وتاویل
الحکم الا اھل الکتاب وابناء ائمۃ الھدیٰ

ایک وہ ہے جس کا ذکر کیا گیا اور ایسی تمام آیات کا
ذکر علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں کیا ہے
پس انکو وہاں دیکھو۔ اسیطرح اسکی تائید اُس
روایت سے ہوتی ہے جو سید الساجدین
امام زین العابدین علیہ وعلی آبائہ واولادہ السلام
سے منقول ہے کہ جب آپ آیہ کریمہ یا ایہا الذین
اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
تلاوت فرماتے تھے تو ایک دعا طویل پڑھا کرتے
تھے جس میں طلب درجات عالیہ و درجۂ صادقین
اور اُن تکالیف کا ذکر ہوتا تھا جو بدعتیوں کے
ہاتھ سے خاندان نبوت کے ائمہ دین کو پہنچتی
تھیں۔ اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ ان
لوگوں نے ہمارے حق میں کمی کی اور قرآن شریف
کے معنی میں جھگڑا کیا اور اسکی تفسیر اپنی رائے
سے کی اور جو تفسیر احادیث سے ثابت ہوتی تھی
اسکو چھوڑ دیا۔ اس امت کے ناخلف لوگ کس
درجہ کو پہنچے ہیں اور ملت کے ارکان منہدم ہوگئے
اور امت میں تفرقہ واختلاف پڑ گیا ہے یہانتک
کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگا ہے۔ حالانکہ
ارشاد خداوندی ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ
جنہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور تفرقہ
ڈالدیا۔ در آنحالیکہ اُنکے پاس کھلی کھلی نشانیاں
آچکی تھیں پس اہلبیت نبوت و ائمہ ہدیٰ سے

ومصابیح الدجی الذین احتج اللہ
تعالیٰ بھم علی عبادہ ولم یدع الخلق سدی
من غیر حجۃ ھل تعرفونھم او تجدونھم
الا من فروع الشجرۃ المبارکۃ و
بقایا الصفوۃ الذین اذھب اللہ
عنھم الرجس وطھرھم وبرأھم
من الآفات وافترض مودتھم
فی الکتاب انتھی.

ذکرہ ابن حجر فی
الصواعق فعلمنا من کلام
الائمۃ علیھم رضوان اللہ معنی التمسک
بھم بما لا ریبۃ فیہ الا لمن ارتابت
قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون.

.... ھذا التحقیق فی تفسیر اھل
البیت بالحدیث الصحیح بعین
المراد منھم فی آیۃ التطھیر مع
نصوص کثیرۃ من الاحادیث الصحیحۃ
المناویۃ علی ان المراد منھم الخمسۃ
الطاھرۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین
ولنا وریقات فی تحقیق ذلک مجلد فی
دفترنا یجب علی طالب الحق الرجوع الیہ ولما
وجدنا ھذا فی صحیح مسلم علمنا انھم
ابناؤہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاذا انضم

زیادہ اور کون ابلار
اہل ہو سکتا ہے۔ یہ
تعالیٰ نے اپنے بندو
الٰہی کے ساری مخلوق
ہے۔ ایسے ائمہ ہدیٰ و
مبارکہ کی شاخوں کے او
یہ وہ لوگ ہیں جن سے خداوند
آلائش کو دور کر دیا ہے اور آفات و نقـ
سے بری کیا ہے اور آنکی محبت کو امت پر فرض
کر دیا ہے۔ انتہی (ختم ہوا قول شعبی) یہی بیان
ابن حجر نے صواعق محرقہ میں کیا ہے پس ائمہ دین کے
کلام سے ہمیں تمسک کے معنی معلوم ہوئے اسطرح
کہ اب کوئی شک باقی نہیں رہا۔

یہ تحقیق اہلبیت کی تفسیر میں احادیث صحیحہ
سے ثابت ہے اور آیہ تطہیر میں بھی انسے ہی مراد ہے
اسکے علاوہ بہت سی احادیث صحیحہ کی متعدد و
کثیر نصوص سے ثابت ہے کہ اہل بیت سے یہی پنجتن
پاک مراد ہیں۔ اور ہمارے دفتر میں اس تحقیق
کے بہت سے مجلدات ہیں۔ طالب حق پر واجب
ہے کہ انکی طرف رجوع کرے پس جب ہمکو یہ سب
صحیح مسلم میں ملا تو ہم نے معلوم کیا کہ یہ لوگ
آنحضرت کی اولاد ہیں۔ جو احادیث ائمہ اثنا عشر
کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ انکو ہم نے اپنی کتاب

خبار فی الائمۃ
اکثرھا فی
ابنا المسمی
یث الائمۃ الاثنی
او ما اجتمع علیہ
ب غزارۃ علوم ھذا العدد
العوائد و ما اختصوا بہ من
ھرۃ من بین سائر الرجال
ن من ھذہ الفئۃ الفائقۃ علی معاصریھا
کل عصر یتیقن بانھم الاولی بصدق
احادیث التمسک علیھم من غیرھم۔
... و اذ قد ثبت صحۃ ھذا الحدیث و امر
علیک مما ینوط بلفظا و معنی دلالتہ انضمت
الیہ آیۃ التطھیر بتفسیرھا التی یدل علیھا
الصحیح فلا وجہ لان یمتری من لہ ادنی نصاف
فی ان من صدق علیھم ھذا الحدیث الآیۃ
من غیر شائبۃ وھم الائمۃ الاثنی عشر
من اھل البیت و سیدۃ نساء العالمین
بضعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ام الائمۃ الزھرا الطاھرۃ علی ابیھا و
علیھا الصلوۃ والسلام لا شائبۃ فی کونھم
معصومین کالمھدی منھم علیہ السلام
بملخصہ من حدیث تقول ... وغیرھم

مواہب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنی عشر میں
شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اور انکی صحت اور تعداد
پر اس علم کے علما رسلف و خلف نے اجتماع کیا ہے
اور یہ ائمہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر ان خصوصیات
کی وجہ سے فوقیت رکھتے تھے۔ لہذا یقین
ہو گیا کہ تمام احادیث تمسک کے مصداق
یہی لوگ ہیں اور انکے سوا اور کوئی ان احادیث
کے اطلاق کا اہل نہیں ہے ...... اور
جب اس حدیث ثقلین کی صحت ثابت ہو گئی
اور جب تمکو معلوم ہو گیا کہ اس کے الفاظ اور
اس کے معانی کیا دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے
بیان کیا اور جب آیۃ تطہیر کی تفسیر و معانی
بھی اس کے مطابق ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں
کہ جس میں ذرا سا بھی انصاف کا شائبہ ہو وہ
شک کرے کہ کن لوگوں پر یہ حدیث اور یہ
آیہ صادق آتی ہیں۔ کون لوگ اس حدیث
اور اس آیۃ کے مصداق ہیں اور کن پر اس حدیث
آیت کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ لوگ یقیناً بارہ
امام اہلبیت میں سے اور ام الائمہ جناب فاطمہ
زہرا بنت رسولخدا علیہا و علی ابیہا صلوۃ وسلام
ہیں اور انکے معصوم ہونے میں مطلقاً شک نہیں
جس طرح کہ ان میں سے جناب امام محمد مہدی علیہ
السلام معصوم اور عدم الخطا ہیں۔ یہی معنی جناب

المطلع علی ما تمسک به الشیخ الاکبرؓ بالمعنی	شیخ الاکبر نے۔
الذی بیناه سوالا وجوابا فیما تقدم بل هذا	کئے۔ بلکہ یہ حدیث
الحدیث اوثق عروة من حیث الصحة بالسند لکونه صحیحاً	کے لحاظ سے صحت
من ذلک الحدیث والکشف ایضا ما شاء الله سبحانه	احادیث کے۔

مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے خاتمہ سیف مسلول میں آیہ پر ایک عمدہ نوٹ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

واین مدعا بکشف و الہام ثابت شدہ و استنباط این مدعا از کتاب سرورِ پیغمبران صلے اللہ علیہ وسلم نیز میتوانیم کرد۔ قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم اجرا الا المودة فی القربیٰ یعنے سوال نمیکنم از شما ہیچ اجرت و نمیخواہم چیزے لیکن میخواہم از شما دوستی اقربائے من وجہ استنباط آنست کہ انبیاء سابق لا اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی اللہ گفتہ اند۔ اصلا اجرت بر فریضہ تبلیغ رسالت درخواست نہ کردہ آمد۔ چہ احتمال درخواست اجرت بود پیغمبر ما را صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ تغییر اسلوب کلام امر فرمودہ حکمت دراں آن است کہ شرائع انبیاء سابق بعد وفات آنہا منسوخ می شد و این شریعت موبدہ است۔ پس امتیاں را باید کہ بعد رحلت پیغمبر بنائب پیغمبر رجوع آرند۔ لہذا آں سرور علیہ السلام برائے شفقت بر امت خود رہنمونی کرد بمحبت آل خود و اشارت فرمود بہ تشبث داماں پاک آنہا کہ وارثان پیغمبر و دروازہ علوم وے اند و لہذا قال علیہ السلام ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی الحدیث یعنی گذاشتم در شما دو وسیلہ محکم قرآن مجید و آل خود را۔ انتہی۔

اس تحریر سے علاوہ اس امر کے کہ آیہ مودة میں القربےٰ سے مراد اولادِ رسول ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ محبت کی غرض و غایت پیروی و تابعداری ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیسی اچھی بحث کی ہے۔ کہتے ہیں کہ انبیاء سابق نے تو اپنے فریضہ تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں مانگی۔ یہی کہدیا کہ ہمارا اجر ہمارے خدا کے نزدیک ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے کیوں اجرت طلب کی۔ اس میں کیا مصلحت تھی مصلحت یہ تھی کہ

بت تو انکی زندگی تک تھی۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی
تھیں اپنی اولاد کیلئے اپنی امّت سے عہد محبت و اطاعت
ں۔ مگر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شریعت ابد تک قائم رہنی تھی
انے اور اُن کیلئے اپنی امّت سے عہد محبت و اطاعت لینے
اُن کے نائب بر حق اُنکی عترت واہلبیت تھے جنکی محبت خداوند
پر واجب کر دی محبت و پیروی عشق و اطاعت لازم و ملزوم ہیں
ہ محبت کرنے کے کیا معنی یہی کہ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت
خوشدلی کے ساتھ کریں۔ لہذا آنحضرت نے اس شفقت و مہربانی کی وجہ سے
جو انکو اپنی امّت کے اوپر تھی اپنی امت کو اپنی آل کی محبت کی طرف رہنمونی کی۔ اور
رشاد فرمایا کہ وہ لوگ میرے علم کے وارث اور میرے نائب ہیں۔ اُنکی طرف رجوع
کرتے ہی تمکو ہدایت ملیگی یہی وجہ تھی کہ حدیث ثقلین اتنے صاف و صریح الفاظ کے
ساتھ ارشاد فرمائی۔ مولوی اسناد اللہ نے خود آل رسول کیلئے نائب رسول کا لفظ
استعمال کیا ہے۔ یہ نہایت مفید بحث ہے۔ وہ لوگ جو سقیفہ بنی ساعدہ کی دھینگا مشتی
میں فلتتہً اور اچانک خلیفہ بنگئے وہ حقیقتاً خدا کی طرف سے نائب رسول نہ تھے خداوند
تعالٰی نے اُن کی محبت یعنی اطاعت و پیروی امت پر فرض نہیں کی تھی۔ بارہ ائمہ
والی حدیث آنحضرت کی مسلمہ امت ہے۔ اگرچہ آخری الفاظ میں اختلاف ہے جماعت
اہل حکومت آخری الفاظ کلہم من قریش سمجھتے ہیں۔ دوسرا فرقہ کلہم من عترتی کا قائل ہے۔

عن جابر بن سمرة قال دخلت	جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جناب
مع ابی علی النبی صلی اللہ علیہ و	رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے جناب رسول خدا
سلم فسمعته یقول ان هذا	کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ امر ختم نہیں ہوگا جبتک
الامر لا ینقضی حتی یمضی فیهم	اس میں بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں پھر آپ کچھ کہتے ہیں پھر جناب
اثنا عشر خلیفة ثم تکلم	رسول خدا نے کچھ کہا جو میں نہ سن سکا پس میں نے اپنے
بکلام خفی علی قال فقلت	باپ سے پوچھا کہ آنحضرت نے کیا فرمایا۔ تو انہوں نے کہا کہ

لا یلی ما قال قال کلھم من قریش۔	آنحضرتؐ نے بارہ خلیفہ

صحیح مسلم: کتاب الامارۃ۔ الجزء السادس صفحہ ۳و۴

امام احمد حنبل: مسند۔ الجزء الاول صفحہ ۳۹۸ و ۴۰۶۔ الجزء ا...

تا غایت ۱۰۸۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب ۵۱۔ سنن ابی د...

ابو داؤد الطیالسی: مسند الجزء السادس صفحہ ۱۸۰ حدیث ۱۲۷۸۔ الجز...

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء الثالث عشر صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۴ و ...

سنن الترمذی: کتاب الفتن باب ۴۶ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعۃ

امام احمد حنبل نے ایک دوسرے سلسلۂ روات کے ذریعہ سے جابرؓ سے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے:۔

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ۔	جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ اس امت کے بارہ خلیفہ ہونگے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس صفحہ ۱۰۶

عبداللہ ابن مسعود سے بھی یہ حدیث مروی ہے:۔

عن مسروق قال جلوسًا عند عبد اللہ بن مسعود وھو یقرئنا القرآن فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن ھل سألتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم تملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال عبد اللہ بن مسعود ما سألنی عنھا احد منذ قدمت العراق قبلک ثم قال نعم و	مسروق کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمکو قرآن شریف پڑھکر سنا رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے کبھی آنحضرت سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اس امت میں کتنے خلیفہ ہونگے۔ عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ جب سے میں عراق آیا ہوں۔ تیرے سوائے کسی اور نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ پھر عبداللہ ابن مسعود نے کہا

صلی اللہ علیہ
مر کعدۃ
بل.

کہاں ہم نے جناب رسول خدا سے یہ دریافت کیا تھا اور آنحضرت نے فرمایا تھا کہ نقبا رِ بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ ہونگے۔

جزر الاول صفحہ ٣٩٥۔

یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ امام احمد حنبل کی مرویات سے
رت تو یہ بارہ ائمہ والی حدیث حجۃ الوداع والے سفر میں بیان
مریں گویا دہو گا کہ اس ہی سفر میں حدیث ثقلین و حدیث غدیر بھی
ر تھی نتیجہ نکلا کہ غالباً یہ حدیث بھی اسی خطبہ کا جزو ہوگی۔

د احمد حنبل الجزر الخامس صفحہ ٨٧ و ٨٨ و ٩٠ و ٩٩۔

آخر کار صراحت اتنی ہو گئی کہ کچھ شبہ ہی نہیں رہا۔

عن ابی سعید الخدری قال قال الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تمتلئ الارض ظلما و عدوانا قال ثم یخرج رجل من عترتی او من اھل بیتی یملؤھا قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و عدوانا۔

ابوسعید الخدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی جبتک زمین ظلم و جور سے نہ بھر جائے اور پھر میری عترت اہلبیت سے ایک شخص ظہور کریگا جو زمین کو عدل انصاف سے پُر کر دیگا جسطرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشرکم بالمہدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس و زلازل فیملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض.

ابوسعید الخدری کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں تمکو بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف و مصائب تفرقے کے وقت ظاہر ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔ اس سے ساکنان آسمان و ساکنان زمین راضی ہونگے۔

امام احمد حنبل مسند الجزء الثالث صث[۳۶] و ۳۷ و ۱۷۔

اب حقیقت کھل گئی کہ جناب رسول خدا نے کیا فرمایا:
کلھم من عترتی۔ ابو سعید خدری کی روایت میں بالکل اہلبیت کا لفظ موجود ہے۔ جابر ابن سمرہ نے خود تو کلھم ... باپ نے اُن کو بتایا۔ اور اُن کے باپ اس حدیث کے راوی ... سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نقبار بنی اسرائیل کی طرح ہونگے یعنی مثل ہونگے۔ وہ ایسے ہونگے کہ ان سے سکان سموات والارض (ر...) کو عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ یہ صفات کلھم من قریش میں تبیر ... یہ ہے کہ یہ حدیث جماعت اہل حکومت کیلئے بہت مصائب و مشکلات پیدا کر لی ... و علما ایک جماعت خلیفہ اثنا عشر پر متفق نہیں ہیں۔ جتنے علما رہیں اُتنے ہی انتخاب ان خلفار کے ہیں۔ اگر ہمیں خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم ان تمام انتخابات کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے کسی نے تو حضرت ابو بکر سے لیکر بارہ خلفار گن لیے۔ ان میں یزید و ولید تو آگئے لیکن خلفار عباسیہ نکل گئے۔ علامہ سیوطی نے چار خلفار راشدہ لے لیے۔ اور سارے خلفائے بنو امیہ میں سے صرف آٹھ چنکر بارہ بنا لئے۔ علامہ سیوطی یزید و ولید کو اُن بارہ میں لکھتے ہیں۔ نواسہ رسول اور اولاد رسول کو بے جرم و خطا قتل کرنا تو یزید کی سنت ہے اور اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرنا ولید کی سنت ہے لیکن باوجود ان باتوں کے حکومت الٰہیہ کے سنتار ہیں۔ (تاریخ الخلفار جلال الدین سیوطی مطبوعہ مطبع مجتبائی صث[۱۲] صفحہ ۱۲ پر تو ان خلفار کی یہ عزت افزائی ہو رہی ہے اور صث[۱۲] پر ایک فصل ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ فَصْلٌ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُنْذِرَۃِ بِخِلَافَۃِ بَنِیْ اُمَیَّۃَ۔ اس فصل کے نیچے وہ تمام احادیث رسول خدا کی جمع ہیں جن میں بنو امیہ اور انکی حکومت کی مذمت کیگئی ہے۔ بنو عباس میں سے کوئی خلیفہ ان بارہ خلفار میں نہیں لکھا آخر اس کی کچھ وجہ تو درج کرتے۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ بنو عباس کے زمانہ میں اسپانیہ میں انکا خطبہ نہیں ہوتا تھا اور تمام مملکت اسلامیہ انکو خلیفہ واحد نہیں مانتی تھی۔ لہذا وہ جناب

یں نہیں آ سکتے۔ کیا اچھی دلیل ہے۔ خلیفہ خود چاہے کتنا ہی نیک
لمک کے مسلمان اس کو خلیفہ نہیں مانتے تو بس اس کی خلافت
روں کے نزدیک محض وسعت سلطنت دنیاوی ہی اہلِ عزت ہے
کہ بنو عباس میں دو بارہ خلفا ہیں۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں
ہم نے باب سترہ دہم کتاب ہذا میں ثابت کیا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ
ے اسلام کے مقابلہ میں ایک جدید مذہب پیدا کر دیا اور جماعت اہل
ید مذہب کی موید ہے۔ موجودہ بحث ہمارے اس دعوے کی ایک دلیل
ں ساعدہ والی حکومت میں انتخاب خلیفہ کیلئے نہ افضلیت معیار ہوتی ہے
نہ عبادت۔ نہ قرابت رسول اور نہ سبقت اسلامی۔ اس نے تو ایک سبق پڑھایا
وہ یہ کہ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ لہذا ان بزرگواروں کو بارہ خلفا منتخب کرنے
کیلئے کوئی معقول اصول نہیں ملتا لیکن خرابی یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے
اصول کے مطابق خلفاء کی تعداد بارہ سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگر جناب رسول خدا
کے اسلام کے اصول کو مد نظر رکھیں تو کوئی مشکل نہیں۔ وہ اصول یہ ہے۔ ان اکرمکم
عند اللہ اتقکم۔ اس اصول کیلئے ظاہری حکومت کی ضرورت نہیں اور
صرف ایک ہی جماعت ان بارہ خلفاء کی ہوتی ہے۔ کوئی اختلاف ہی نہیں۔ اب
حالت یہ ہے کہ ایک فریق تو معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ بارہ خلفاء اسلام کون ہیں۔ اور
اندھیرے میں ٹیے ٹوئیاں مار رہا ہے۔ دوسرا فریق یقینی دلیل کے ساتھ شروع
ہی سے ان بارہ خلفاء کے نام و پتہ بتا رہا ہے۔ فریق اول نہ تو ابتدا ہی سے نہیں
بھی بتا کچھ تشریحات کرتا ہے۔ کچھ بچکانہ باتیں۔ غرضیکہ سقیفہ بنی ساعدہ کا تصور آئے
کچھ نہیں کرنے دیتا۔ ان کیلئے تو صرف تین ہی راستے نکلے ہوئے ہیں۔ ان
میں سے ایک کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(۱) یا تو کہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور مان لیں کہ ان کی تیری مرتی صحاح
ستہ جن پر ان کے ایمان کا دارومدار ہے۔ ایسی ہی جھوٹی خرافات سے بھری

ہوئی ہیں جیسی کہ یہہ حدیث ہے لیکن اس صورت میں اُنہیں ہاتھ دھونا پڑتا ہے یا

(۲) مان لیں کہ تمام خلفاء بنوامیہ و بنوعباس اس حدیث میں آگئے ہیں۔ اس صورت میں تعداد ۱۲ سے زیادہ ہوجائیگی۔ یا

(۳) تسلیم کرلیں کہ اس حدیث کے بارہ خلفاء وہی ائمہ اثنا عشر ہیں۔

فریق ثانی اس حدیث کا مقصود و مطلب سمجھتا ہے لیکن اس صورت کو چھوڑنا پڑیگا۔ ان کے کئی علماء نے اس تیسرے راستہ کو اپنی عافیت کیلئے مفید سمجھکر اصلی خلفاء اثنا عشر کو شناخت کرلیا ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ سلیمان بلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ اپنی مشہور عالم کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں:۔

وقال بعض المحققین ان الاحادیث الدالۃ علی کون الخلفاء بعدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنا عشر قد اشتہرت من طرق کثیرۃ فبشرح الزمان و تعریف الکون والمکان علم ان مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حدیثہ ھذا الائمۃ الاثنا عشر من اہل بیتہ وعترتہ اذ لا یمکن ان یحمل ھذا الحدیث علی الخلفاء بعدہ من اصحابہ لقلتھم عن اثنا عشر ولا یمکن ان یحملہ علی الملوک الامویۃ لزیادتھم علی اثنا عشر ولظلمھم الفاحش الا عمر بن عبدالعزیز

بہت سے محققین کہتے ہیں کہ احادیث مشتمل بر خبر کہ آنحضرت کے بعد آپکے بارہ نائب و خلفاء ہونگے طرق کثیرہ کے ساتھ شہرت پکڑ گئی ہے اور ان خلفاء کے زمانے اور انکی صفت اور انکے مقام کی تشریح [illegible] کی ہوا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی مراد اس حدیث سے آنحضرت کی [illegible] بارہ امام ہیں [illegible] کے اصحاب [illegible] آپ کے بعد خلیفہ ہوئے ہیں۔ وہ [illegible] تعداد [illegible] ہے اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں اور یہ حدیث بنوامیہ کے [illegible] ملوک پر بھی چسپاں نہیں ہوتی۔ چونکہ انکی تعداد بارہ سے زیادہ ہے۔ اور سوائے عمر بن عبدالعزیز کے وہ سب

حر ان النبی صلی
ہم من بنی ہاشم
عن جابر واخفا
سامر فی ہذا القول
یۃ لانہم یحسنون
اشم ولا یمکن ان یحمله
عباسیه لزیادتہم علی
مذکور ولقاتہ دعائنہم الایۃ قل
سئلکم علیه اجرا الا المودۃ فی القربی
وحدیث الکساء فلا بد من ان یحمل
ہذا الحدیث علی الائمۃ الاثنا عشر من
اہل بیته وعترته صلی اللہ علیه وسلم
لانہم کانوا اعلم اہل زمانہم واجلہم
واورعہم واتقاہم واعلاہم نسبا
وافضلہم حسبا وکان علومہم عن آبائہم
متصلا بجدہم صلی اللہ علیه وآله وسلم و
بالوراثۃ واللدنیۃ کذا عرفہم اہل العلم
والتحقیق واہل الکشف والتوفیق ویؤید
ہذا المعنی ای ان مراد النبی صلی اللہ
علیه وسلم الائمۃ الاثنا عشر من اہل بیته
ویشہدہ ویرجحه حدیث الثقلین والاحادیث
المتکثرۃ المذکورۃ فی ہذا الکتاب وغیرہا
واما قوله صلی اللہ علیه وسلم کلہم تجتمع علیه

ظلم فاحش کے مرتکب ہوتے تھے اور یہ بھی
وجہ ہے کہ وہ بنو ہاشم میں سے نہ تھے کیونکہ
جناب رسولخدا کی اس حدیث میں جو جابر سے
مروی ہے یہ شرط ہے کہ وہ سب بنو ہاشم ہونگے
اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس حدیث کا اطلاق
شاہان بنی عباس پر ہو سکے کیونکہ وہ بارہ سے
زیادہ تھے اور آیہ مودۃ میں وہ شریک نہ تھے
اور نہ حدیث کسا ان پر حاوی تھی۔ لہذا اب
لا بدی امر یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت کی عترت
اہلبیت کے بارہ اماموں پر ہی منطبق ہوتی ہے
کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے
زیادہ عالم زیادہ بزرگی والے زیادہ پرہیزگار
اور زیادہ متقی تھے۔ اور نسب و حسب میں
ان سب سے زیادہ بڑھکر تھے اور خدا کے
نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور انکے علوم اپنے
آبا و اجداد کے سلسلہ سے براہ راست انکے جد
معظم جناب رسولخدا سے اُن تک پہنچے ہوئے تھے
یہ علوم انکو وراثتاً بھی حاصل تھے اور لدنی
بھی تھے۔ یہ سب واقعات اس امر کے موید ہیں
کہ آنحضرت کی مراد اپنے اہلبیت و عترت
کے بارہ اماموں سے تھی اور اسکی تائید و تقویت
حدیث ثقلین اور دیگر احادیث سے جو اس کتاب
میں مذکور ہیں ہوتی ہے۔ اور جابر ابن سمرہ کی

الائمۃ فی روایۃ عن جابر بن سمرۃ فمرادہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان الامۃ تجتمع علی الاقرار بامامۃ
کلھم وقت ظہور قائمھم المہدی رضی اللہ
عنہم ینابیع المودۃ الباب السابع السبعون
فی تحقیق حدیث بعدی اثنا عشر خلیفۃ۔

روایت میں جو یہ آیا
ان پر مجتمع ہو جا۔
کی مراد یہ تھی کہ جناب
علیہ السلام کے ظہور
ان سب کی امامت کو

اس فاضلانہ تحریر سے بہت سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ او
حدیث ائمہ اثنا عشر حدیث ثقلین و آیہ مودۃ میں صرف آنحضرت کی عترت
کے بارہ امام ہی مراد ہیں۔ خلفاء ثلاثہ پر اس وجہ سے عائد نہیں ہوتی کہ وہ بارہ نہ
تھے۔ یہاں فاضل مولف نے اپنے مذہب کی لاج رکھی ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ
اور بھی وجوہات تھیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرات ثلاثہ پر یہ حدیث ائمہ اثنا
عشر حاوی نہیں ہوتی۔ چنانچہ بنو امیہ و بنو عباس کے بادشاہوں کے متعلق چونکہ
مذہب نے ان کا متبہ بند نہیں لیا تھا۔ لہذا وجوہات پوری دکھیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) وہ بنو ہاشم میں سے نہ تھے۔
(۲) ان کے شمائل و اسماء و نظائر من الشمس ہیں۔
(۳) آیہ مودہ میں وہ شامل نہیں۔
(۴) حدیث کساء میں وہ داخل نہیں۔
(۵) انکا علم و ورع و زہد و اتقاء آنحضرت کی عترت کے بارہ اماموں کے مقابلہ
میں کچھ بھی نہ تھا۔
(۶) وہ لوگ حسب و نسب میں ان ائمہ عترت طاہرہ سے بہت کم تھے۔
(۷) وہ لوگ معصوم نہ تھے۔ لہذا قابل اطاعت نہ تھے۔ برخلاف انکے عترت
طاہرہ کے بارہ امام معصوم تھے اور لہذا قابل اطاعت تھے۔
(۸) ائمہ عترت طاہرہ کا علم براہ راست آنحضرت سے ماخوذ تھا اور انکو خود بھی علم
لدنی حاصل تھا۔ یہ صفات انکے غیر میں نہ تھیں۔

سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول امام ہو
۔۔ ہے تو یہ بالکل بدیہی امر اور عقل اس کی ہی مقتضی ہے لیکن علمائے
ساعدہ کی کارروائی کو جائز کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں
بس کہ نائب رسول و خلیفۂ نبی سب سے افضل ہو، خلیفہ رسول اور
نے علم و فضل و زہد و عقل و ذکاوت ذہانت و اتقاء و پرہیزگاری
بادت میں بہت کم ہو سکتا ہے، صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غلبہ
ہو ۔ ان بزرگوں نے اپنی ضد میں اس مسئلہ کو یہاں تک اس کے منطقی درجہ
پر پہنچایا ہے کہ ہر ایک عامی و صنیا جولاہا امامت نماز کر سکتا ہے، اور متقی و پرہیزگار
و عالم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ حسام الدین سہارنپوری اپنی کتاب مرافض
میں ، احمد بن عبدالقادر عجیلی اپنی کتاب ذخیرۃ المآل میں ، مولوی محمد مبین
لکھنوی وسیلۃ النجاۃ میں ، ولی اللہ لکھنوی مراۃ المومنین میں اور مولوی حسن
الزماں قول مستحسن میں اس امر کے مقر ہیں کہ اہل بیت سے مراد عترتِ نبوی
ہیں جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے اور ان میں حضرت علیؑ بھی شامل ہیں
علامہ عبیداللہ امرتسری نے ارجح المطالب میں الفاظ آل و
اہل بیت و عترۃ و ذوی القربی کی تحقیق میں مقالات لکھے ہیں ۔ ہم ان میں سے
چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں :-

" آل کی تحقیق ۔ لغت میں آل کا لفظ خاص قرابتداروں اور گھر کے لوگوں
کے لئے وضع ہوا ہے بعض کے نزدیک آل اصل وضع میں اہل تھا (ہ) ہمزہ سے بدل
گیا جیسا کہ ہیہات اور ایہات میں ہا ہمزہ سے بدلا ہے ، پھر توالی ہمزتین کی وجہ سے ایک
ہمزہ الف سے بدل گیا اس نے اس کی تصغیر اہیل مستعمل ہے ۔ کسائی امام نحو
کے نزدیک اس کی تصغیر اویل بھی آئی ہے "......

" ابن عرفہ کہتے ہیں کہ آل سے وہ قریبی رشتہ دار مراد ہیں جو کسی شخص کی
طرف قرابت میں رجوع کریں اور یہ ماخوذ ہے لفظ اول سے کہ اس کے معنی رجوع

کے ہیں۔ (کتاب الغریبین لابی عبید احمد بن محمد بن ابی عبید الہ
میں لکھتا ہو کہ آل سے قریبی رشتہ دار مراد ہیں۔

" اس بات کے معین کرنے میں کہ جنابِ رسول اللہ
کی آل کون ذواتِ مقدسہ ہیں علماء کا اختلاف ہی، ایک گر
مطہرات اور جناب علی مرتضیٰ اور جنابِ سیدہ اور حسنین علیہم سلام
کے آل امجاد ہیں، اور ایک گروہ نے وہ اشخاص مراد لئے ہیں جن
یعنی اولاد عبد المطلب، تیسرے گروہ نے پیروانِ دیں کو بھی آل ۔۔۔
اور ایک گروہ نے آل سے صرف ذاتِ جنابِ علیؑ و جنابِ سیدہ اور حسنین علیہم
کو مراد لیا ہے "

پھر ایک فصیح اعرابی کا یہ مقولہ کہ کسی آدمی کے گھر کے لوگوں کو خاص کر اس کی آل کہا جاتا ہی اور کمال الدین بن طلحہ شافعی کے حوالے سے علامہ موصوف لکھتے ہیں " پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آل آپ کے اہل بیت ہیں اور اہل بیت آل ہیں۔ پس یہ دونوں معنی میں متحد ہیں اور اس کی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل اصل میں اہل ہی، اس تقریر سے یہ امر تو ثابت ہوگیا کہ آل سے مراد اہل بیت ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آل اور اہل بیت سے کون کون ذواتِ مقدسہ مراد ہیں پس حدیث مندرجہ ذیل اس کی تعین کے لئے کافی ثبوت ہی۔۔

عن شہر بن حوشب عن امّ سلمۃ	شہر بن حوشب جناب امّ المومنین امّ
قالت اِنّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ	سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں
وسلّم قال لفاطمہ ائتینی بزوجك	کہ بہ تحقیق جنابِ رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے
وابنیك فجاءت بہم فالقیٰ علیہم	جنابِ فاطمہؑ سے کہا کہ اپنے خاوند اور دونوں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلّم	بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ، جب وہ
کِساءً ثمّ قال اللّٰہمّ ھٰؤلاءِ آلِ محمّد	اپنے ہمراہ لائیں تو آنحضرت صؐ نے ان پر
فاجعل صلوٰتك وبرکاتك علیہم	اپنی چادر اوڑھا دی اور فرمایا ای میرے بزرگ

تٌ وبرکاتِک	پروردگار یہ آلِ محمدؐ ہیں تو اپنی رحمت اور
ابراھیمؑ	برکت ان پر نازل کر جیسے کہ تو نے ابراہیم
یمد۔	اور آلِ ابراہیم پر نازل کی ہے بے شک
	تو ہے ستودہ اور برگزیدہ

امور میں کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السئول میں اپنی رائے

ں۔

کلہا مجتمعۃ فیہم علیہم	یعنی آل کے تمام معانی ان چار ذواتِ
سلام فانہم اھلبیتہ وتحرم	مقدسہ یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ علیہ السلام
علیہم الصدقۃ وھو دائنون	میں مجتمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت صلے
بدینہ والمتبعون منہاجہ و	اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں اور
سبیلہ فاطلاق اسم الآل علیہم	ان ہی پر صدقہ حرام ہے اور یہی حضور کے
حقیقۃ وعلی غیرھم مجازاً بالاتفاق	دین کے پوری پیرو ہیں اور یہی حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے طریقے پر ٹھیک چلنے والے ہیں پس آل کے نام کا حقیقت میں ان ہی پر اطلاق ہوسکتا ہے اور ان کے غیر پر صرف مجازاً ہی بولا جا سکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہل بیت میں جس قدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذرّیت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا مستعمل ہوا ہے پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہلِ بیت ہی ہو سکتے ہیں۔ تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس کے ماسوا باتفاق اہل سنت وجماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گزرا، پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے برات واپس لے کر جناب علیؑ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہل میں سے ایک دی لے جائے گا۔

عن ابن عباس قال بعث رسول الله صلے الله علیہ وسلم ابابکر بسورۃ التوبۃ وبعث علیاً خلفہ فاخذھا منہ وقال لا یذھب بھا الا انا او رجل من اھلبیتی ھو منی وانا منہ (اخرجہ احمد والنسائی)	یعنی ابن عباس صلے اللہ علیہ سورۂ توبہ د علیؑ کو روانہ کیا سے اس سورہ صلے اللہ علیہ وسلم

نہیں لے جائیگا مگر میں یا میری گھر کا کوئی آدمی جو مجھ سے ہوا ور میں اس

اہل بیت کی تحقیق ...... اس امر کے متعین کرنے میں کہ اہل بیت کون ذواتِ مقدسہ تھے، متقدمین نے اختلاف کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک صرف بنو ہاشم مراد ہیں بعض نے بنی قصی اور بعض نے تمام قریش کو شامل زید ابن ارقم کے نزدیک صرف بنی عبد المطلب ہیں، سعید بن جبیر کے نزدیک ازواج مطہرات اور اولاد اہل بیت ہیں، مقاتل اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف اہل عبا مراد ہیں اور آیۂ تطہیر صرف ان ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور قتادہ وغیرہ تابعین بھی اسی کے قائل ہیں ....

"عترت کی تحقیق .... پس اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت یعنی اولاد جناب امیر علیہ السلام کی جو جناب سیدہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عترت کہلاتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں۔

عترۃ الذین ینسبون الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھم اولاد فاطمہ۔	یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ کی عترت وہ لوگ جن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اور

وہ جناب سیدہ کی اولاد ہیں۔

...علیہم السلام کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ اولادِ بنت
...ا جو دیکھ بیٹی کی اولاد کا ذرّیت میں داخل ہونا قرآن شریف
...کی بحث ہم بیشتر لکھ چکے ہیں۔
...ے عبا کے سوا دوسروں کی شان میں وارد نہیں ہوا۔
...تحقیق۔ ذی القربیٰ سے بھی یہی ذواتِ مقدسہ مراد ہیں چنانچہ
...محمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

...ں قال نزلت هذه
...ے لا اسئلكم عليه اجراً
...ودة في القربىٰ قالوا من
...نك هؤلاء الذين وجبت علينا
...ودتهم قال علي وفاطمة وابناهما
(اخرجه احمد وابن ابي حاتم والطبراني والحاكم والديلمي والثعلبي)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دے یا رسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اپنی رسالت کی اجرت مگر قریبیوں کی مودت تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی مودت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

عن زاذان عن علي قال فينا اهل البيت في حم آية لا يحفظ مودتنا الا كل مومن ثم قرأ قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربىٰ
(اخرجه ابو الشيخ)

مروی ہے زاذان سے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ سورۂ حم میں ہم اہل بیت کی شان میں ایک آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم اہل بیت کی مودۃ کو محفوظ نہیں رکھے گا مگر ہر مومن پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا کہ کہہ دے یا رسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اُجرت مگر قریبیوں کی مودۃ۔"

ختم ہوئی عبارت منقول از ارجح المطالب صفحات ۳۹ و ۴۰ لغایت ۳۲۴ باب سوم
مولوی محمد علی حیدر اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۱۱۹ میں آنحضرت

کے اقوال اس بارہ میں نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

"متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو اپنی نسل اور اپنی ذریت کو صلب جناب امیر سے ظاہر ہو مرتبہ جناب امیر کو ابو ولدی یعنی میرے بچوں کے باپ فرمایا۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں وہ خطبہ نقل کریں جو جناب اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے حضرت علی و اہل بیت علیہ میں فرمایا تھا اس خطبہ کو تاج المحدثین ابو احمد بن عبداللہ الاصبہانی منقبۃ المطہرین میں مع اسناد کے درج کیا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما ومعہ علی والحسن والحسین فخطبنا فقال ایھا الناس ان ھؤلاء اھل بیت نبیکم قد شرفہم اللہ بکرامتہ واستحفظہم سرہ واستودعہم علمہ فہم عماد الدین وشہداء علی امتہ برأھم قبل خلقہ اذ ھم اظلۃ تحت عرشہ نجباء فی علمہ ارتضاھم واصطفاھم فجعلہم علماء وفقہاء لعبادہ ودلہم علی صراط فہم الائمۃ المہدیۃ والقادۃ الداعیۃ والامۃ الوسطی والرحم الموصولہ ھم الکہف الحصین للمومنین ونور

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا مجلس صحابہ میں برآمد ہوئے اور آپ کے ساتھ علی و حسن و حسین تھے پس آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے لوگو یہ جو میرے ساتھ ہیں تمہاری نبی کے اہل بیت ہیں، خداوند تعالے نے ان کو بزرگی عطا فرمائی ہے اپنا راز ان میں محفوظ فرمایا ہے اپنا علم ان میں ودیعت کیا ہے۔ یہ دین کے ستون ہیں نبی کی امت پہ شاہد ہیں خداوند تعالے نے ان کے نور کو اپنی مخلوق سے پہلے خلق فرمایا چنانچہ وہ اس کے عرش کے نیچے موجود تھے اور اسکے علم سے منتخب تھے ان کو برگزیدہ کیا اور منتخب کیا ان لوگوں کو اپنی مخلوق کے لئے عالم و فقیہ مقرر

س لجا الیهم
نبط من والاهم
ن تمسك
ن الذین
والازق لهم
مبتلی بهم من
ن اباهم هوی هم
دخل وحجة الله علی من
الی الله بهم یدعون وبامر
ه یعملون وبایاته یرشدون
فیهم نزلت الرسالة وعلیهم هبطت
ملائكة الرحمة والیهم بعث
الروح الامین تفضلا من الله
ورحمة واتاهم ما لم یؤت احد من
العالمین فعندهم بحمد الله ما
یلتمس ویحتاج من العلم والهدی
فی الدین وهم النور من الضلالة
عند دخول الظلم وهم الفروع
الطیبة من الشجرة المباركة
وهم معدن العلم واهل بیت
الرحمة وموضع الرسالة و
مختلف الملائكة الذین اذهب الله
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا۔

کیا اور اپنے راستہ پر انہیں چلایا پس وہ ہادی
دین اور آئمہ وسطیٰ ہیں یہ ہی لوگ مومنین
کے لئے مضبوط قلعہ ہیں اور ہدایت تلاش
کرنے والوں کی آنکھوں کے نور ہیں۔ یہ
گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں جس کو جوان کی
طرف اپنی التجاء لاتا ہے اسکے لئے نجات
ہیں جوان کے سایہ میں پناہ لیتا ہے۔
سرفراز ہوتا ہے وہ جوان سے محبت رکھتا ہے ہلاک
ہوتا ہے وہ جوان سے دشمنی رکھتا ہے جو ان سے
تمسک کرتا ہے وہ اپنا مقصد پاتا ہے جو ان سے
علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ دین سے علیحدہ ہو جاتا
ہے یہ وہ ہستیاں ہیں جوان کے پاس آیا اس
نے نجات پائی جس نے ان کے حق سے انکار کیا
وہ نامراد ہوا۔ یہ باب ہیں ان کے لئے جو ان
میں داخل ہوا اسکے لئے حجت خدا ہیں جس نے
خدا کو بھلا دیا۔ یہ لوگوں کو خدا کی طرف لے
جاتے ہیں خدا کے حکم سے کام کرتے ہیں اور اس
کی آیات سے ہدایت کرتے ہیں ان کے
درمیان رسالت نازل ہوئی اور انکے پاس ملائکہ
رحمت اترے ان کی طرف روح الامین آئے
از فضل و رحمت الٰہی اور وہ چیز ان کو بخشی گئی
جو عالمین میں سے کسی تک نہیں پہنچی تھی خداوند
تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کے پاس وہ شے ہے

جس کی لوگ خواہش کرتے ہیں اور جس کے محتاج ہیں، یہ وہ ہیں تاریکی سے بچانے کے لئے جب دنیا پر تاریکی چھا جائیگی یہ اور طیب شافی ہیں یہ معدن علم ہیں اہل بیت رحمت ہیں جن کو دور کرکے انہیں پاک و پاکیزہ بنا دیا"۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ آل و عترت و اہل بیت ذوی القربے ذواتِ مقدسہ مراد ہیں اور وہ حضرت علی و جناب فاطمہ، جناب حسن وجہ اور نو فرزندانِ امام حسینؑ تا حضرت محمد مہدی قائم آل عبا ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں یہ ہے۔

(۱) خود جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریح فرما دی کہ اہل بیت وآل و عترت و ذوی القربیٰ سے یہی بزرگوار مراد ہیں اور یہ کہ آپ کی عترت میں جناب علی مرتضیٰ شامل ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کی یہ تفسیر و تشریح لغتِ عرب کے مطابق ہے۔

(۳) اب امت میں سے کسی کا حق نہیں کہ آنحضرتؐ کے قول کی تردید کرکے کسی اور کو اس میں شامل کرے۔

(۴) خود حضرات ابوبکر و عمر کے ارشادات کے مطابق حضرت علی عترتِ رسول ہیں

(۵) جو فضائل و صفات اہل بیت رسول و عترت نبی ذوی القربیٰ کے نص قرآنی و حدیث رسول سے ثابت ہیں اور جو عترتِ رسول میں ہونے چاہئیں ان کا اطلاق سوائے ان حضرات کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ایسی بدیہی بات میں چند علماء کا اختلاف کیسا اور پھر اُن کے اختلاف کی بنیاد ایسی کمزور۔ شاعر کہتا ہے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ۔۔۔ تا ثریا می رود دیوار... کج

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو خلافتِ اسلامیہ کی بنیادی اینٹ رکھی گئی وہ بھی ٹیڑھی تھی، آخر تک وہ کج باقی ہی رہا اور اس کج کے اوپر جو عمارت بنی وہ بھی ٹیڑھی۔

رت کو سیدھا ثابت کرنے کے لئے جو بحث کی جائے گی وہ بھی ٹیڑھی
ی کجی کو چھپانے کے لئے یہ کج بحثی کرنی پڑی۔ قولِ رسول
تے ہیں اور اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔
۔ انکے اقوال وافعال کی تصریح اس خوبی سے امت کے سامنے
ظاہر ہی ہو جاتا ہے اور حکم خداوندی ہو چکا ہے۔
ـزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون

باب یازدہم

جناب محمد مصطفےٰ اپنا خلیفہ و جانشین امت کے سامنے اس کا اعلان کر کے رسوم جانشینی ادا کرتے ہیں

آفتابِ رسالت کا رُخ مغرب کی طرف ہو چکا ہے اور حبیب کی طرف سے حبیب کو پیغام ملاقات مل چکا ہے وصل کی تیاریاں شروع ہو رہی ہیں اور جو کام رفیق اعلیٰ کی طرف سے سپرد ہوا تھا اس کی پابندگی و استقلال و اجراء کا انتظام آپ فرما رہے ہیں اس کے لئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ امت کو بلا کسی شبہ کے معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد کون اس کام کو بوجہ احسن چلانے کے لئے موزوں ہے اور جس کو آپ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے لہٰذا آنحضرتؐ نے بحکم خداوندی اپنے خلیفہ و جانشین کا اعلان بمقام غدیر خم تمام امت کے روبرو اس طریقہ سے کر دیا کہ پھر کسی کو جائے انکار نہ رہے۔ ہمارے اس مضمون کی ترتیب حسبِ ذیل ہوگی۔

(۱) **حکم اعلان منجانب خداوند تعالےٰ**۔ آنحضرتؐ نے شروع زمانہ نبوت سے اب تک بار بار اور نہایت صحیح طریقے سے لوگوں کو جتا دیا تھا کہ میرے بعد اس کار ہدایت کو انجام دینے کے لئے خداوند تعالےٰ نے علیؑ کو مقرر کر دیا ہے، اور وہی میرے خلیفہ و جانشین ہوں گے، اس بار بار کی فہمایش نے کسی کے دل میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ بہت سے لوگ تھے جو بوجوہاتِ چند در چند اس انتظام سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ علی اس حکومت و مسندِ ہدایت کے ولی و وارث ہوں۔ لہٰذا آنحضرت

ارمتواترہ کو جواب تک ہو چکا تھا کافی سمجھ کر خاموش تھے لیکن مشیت
کا شائبہ بھی باقی نہ رہے اور کسی کے لئے اس عذر کی گنجائش نہ رہے
عرت کا نہیں پہنچا تھا، تمام امت کے سامنے باقاعدہ طریقے
جائے لہذا تاکیدی حکم اعلان ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

بلّغ مَآ اُنزِلَ اِلَیْکَ
لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ
رۃ المائدہ ع ۱۰

اے رسول (امت تک) پہنچا دو (وہ پیغام)
جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اگر تم نے
ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی (تم
ڈرو نہیں) خداوند تعالیٰ تم کو لوگوں (کی
ر) سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) موزونیت وقت و مقام وادائیگی رسوم جانشینی موقعہ و وقت و مقام و طریقہ ایسا اختیار کیا گیا تھا جو اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ تمام امت کو ایک وقت اور ایک مقام پر یہ پیغام پہونچ گیا، سب کے سامنے آنحضرتؐ نے جناب علی مرتضیٰ کے سر پر عمامہ باندھ کر رسم دستار بندی ادا فرمائی۔

(۳) الفاظ اعلان:۔ آنحضرتؐ نے نہایت بلیغ اور طولانی خطبہ موقعہ کے مطابق ادا فرمایا اس اعلان میں منجملہ دیگر الفاظ کے یہ دو ارشادات نہایت صریح اور بہت مشہور ہیں۔

(الف) قال کان دعیت فاجبت انی تارکٌ
فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر
کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف
تخلفونی فیھما لن یفترقا حتی یردا
علی الحوض ما ان تمسکتم بھما لن
تضلوا بعدی ابدا۔

آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے
میری طلبی ہوئی ہے اور میں نے لبیک کہی
میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے
بڑی ہے، خدا کی کتاب اور میری عترت،
پس دیکھو کہ تم ان سے میرے بعد کیسا سلوک
کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے رو

حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

(ب) ثُمَّ قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ مَوْلَایَ وَاَنَا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنَا اَوْلٰی بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ

پھر فرمایا اے لوگو! ... و مالک۔ ... اور ان کی ... جس کا میں ... خدا وندا دوست رکھے اور دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے، چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑے۔

(۴) **بیعت علی**:۔ اس کے بعد آپ نے ایک خاص خیمہ نصب کر، حضرت علی نے بیٹھ کر جناب رسولخدا کے حکم سے تمام امت سے بیعت لی، اور امت نے آپ کو مبارکباد دی، اس میں مرد و عورت سب شامل تھے۔

(۵) **نزول آیت تکمیل**:۔ جب آنحضرت کا خطبہ ختم ہوا اور اعلان ہو دیا گیا تو ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لئے میں نے پسند کیا۔

(۶) **جماعت مخالف کا اضطراب**:۔ اس اعلان سے منافقین و دشمنان علی کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے، ان کی ساری امیدوں پر پانی پھرتا ہوا نظر آنے لگا، ان میں کی ایک جماعت نے جناب رسولخدا کے اوپر وادی عقبہ میں حملہ کیا جب آپ وہاں سے گزر رہے تھے، اور جب آنحضرت مدینہ میں پہنچے تو اس گروہ کا ایک نمائندہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد تم نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ ہم نے قبول کیا، تم نے کہا کہ تمہارے اوپر آسمان سے قرآن نازل ہوا ہے۔ ہم نے قبول کیا

حکم دیا وہ ہم نے مان لیا، اب تم اپنے ابن عم کو ہماری گردنوں
خدا کی طرف سے ہے، آنحضرت نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی
اس پر وہ اعرابی یہ کہہ کر چلنے لگا کہ خداوندا اگر یہ تیری طرف
تو میرے اوپر آسمان سے ابھی عذاب نازل کر ورنہ محمد (صلعم)
بھی اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے پتھر اس کے سر پر
واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

سائل بعذاب واقع للکافرین یعنی مانگنے والے نے اوپر سے گرنے
لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج والے پتھر کے عذاب کو مانگا جس سے
(سورۃ المعارج ع ۱) کافرین کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ خدائی
درجات والے کی طرف سے نازل ہونیوالا عذاب۔

لغت وَقَعَ بالتحریک۔ سنگ یعنی پتھر۔ وَقِیع شمشیر تیز کردہ بسنگ، پتھر سے تیز
کی ہوئی تلوار۔ وَاقِع۔ مرغ فرود آیندہ از ہوا۔

(۷) **ترتیب واقعات**۔ یہ واقعات اوران کے واقع ہونے کی ترتیب
بتارہی ہے کہ یہ خلافت بلافصل علی ابن ابی طالب کا اعلان تھا جو اس طرح کیا گیا۔
اس باب میں ان سات امور پر بحث کی جائے گی۔

امر اول: تاکیدی حکم اعلان منجانب خدا

محدثین جلیل الشان نے جن کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں
ثابت کیا ہے کہ آیہ کریمہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الایہ روز غدیر خم آنحضرت کے خطبہ
سے قبل نازل ہوئی تھی۔

(۱) ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد المعروف ابن ابی حاکم (۲) احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی
(۳) احمد بن موسیٰ بن مردویہ (۴) احمد بن محمد ثعلبی (۵) ابو نعیم احمد بن عبداللہ (۶)
علی بن احمد الواحدی (۷) مسعود بن ناصر سجستانی (۸) عبداللہ بن عبید اللہ حسکانی (۹) ابن
عساکر علی بن الحسن (۱۰) محمد بن عمر الرازی (۱۱) محمد بن طلحۃ الشافعی (۱۲) عبد الرزاق بن

رزق اللہ (۱۳) حسن بن محمد النیشاپوری (۱۴) علی بن شہاب (۱۵) علی بن محمد المعروف ابن الصباغ (۱۶) محمود بن احمد العینی (۱۷) ع (۱۸) محمد محبوب بن صفی السدیہ (۱۹) حاجی عبدالوہاب بن محمد (۲۰) بن فضل اللہ شیرازی (۲۱) شہاب الدین احمد (۲۲) میرزا محمد۔

روایت ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد المعروف ابن

اس آیہ کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی در

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال نزلت هذه الآية يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم غدير خم فى على ابن ابى طالب (جلال الدين سيوطى كتاب الدر المنثور الجزء الثانى ص ۲۹۸۔

ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ الآیۃ رسول خدا پر غدیر خم کے روز علی بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

روایت ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی

الواحدی فی اسباب نزول القرآن باسناده عن الاعمش وابی الجحاف عن عطية عن ابى سعيد الخدرى وابوبكر الشيرازى فى ما نزل من القرآن فى على بالاسناد عن ابن عباس والمرزبانى فى كتابه عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية يا ايها الرسول بلغ الآية يوم غدير خم فى على بن ابى طالب واحدی اسباب نزول القرآن۔ ابن شہر آشوب کتاب المناقب

واحدی نے اپنی کتاب اسباب نزول القرآن میں اعمش و ابوسعید الخدری سے اور ابوبکر شیرازی نے اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں ابن عباس سے اور مرزبانی نے اپنی کتاب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ "یا ایھا الرسول بلغ الآیہ" بروز غدیر خم حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی۔

ابو بکر احمد بن موسی بن مرویہ الاصبہانی

اس آیہ شریفہ کا روز غدیر خسم حضرت علی کے حق میں نازل ہونا
عبارت ماسبق سے ظاہر ہوچکا ہے، اس کے بعد ہی درمنثور

:-

ن ابن مسعود
ن عهد رسول
ليه وسلم يا
ل بلّغ مَا انزل اليكَ
ك انّ عليّاً مَولیٰ المؤمنينَ
ن لم تفعل فما بلغت رسالته
والله يعصمك من الناس۔
جلال الدین السیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الثانی
ص ۲۹۸

ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم اس آیہ شریفہ کو زمانہ رسول خدا میں اس طرح پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول تم تک جو پیغام پہنچا ہے کہ علی مومنین کا مولا ہے اس کو تم اپنی امت تک پہنچا دو اور تبلیغ کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے ساری رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور خداوند تعالی تم کو لوگوں کی شر سے بچائے گا۔

روایت ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی

اپنی تفسیر کشف البیان عن علوم القرآن میں ثعلبی تحریر کرتے ہیں۔

قال ابو جعفر محمد بن علی معناه بلّغ مَا انزل اليكَ من ربّكَ فی فضل علی بن ابی طالب فلمّا نزلت هذه الآيةِ اخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بيد علی فقال من كنت مولاه فعلی مولاه اخبرنا ابو القاسم يعقوب بن احمد بن السری انا ابو بكر محمد بن عبد الله بن محمد نا ابو مسلم

ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ یہ آیہ بلّغ مَا انزل الایہ حضرت علی بن ابی طالب کی فضیلت میں نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ علی مولا ہے ہمیں خبر دی ابو القاسم یعقوب بن احمد السری نے اسمائے رواۃ چھوڑ کر کہ براء بن عازب کہتے

ابراهیم بن عبدالله البجلی ناحجاج
بن منهال ناحماد عن علی بن زید
عن عدی بن ثابت عن البراء قال
لما نزلنا مع رسول الله صلی الله علیه
وسلم فی حجة الوداع کنا بغدیر خم
فنادی ان الصلوٰة جامعة وکسح
للنبی صلی الله علیه وسلم تحت
شجرتین فاخذ بید علی فقال لست
اولیٰ بالمومنین من انفسهم قالوا
بلیٰ یا رسول الله قال لست اولیٰ
بکل مومن من نفسه قالوا بلیٰ
قال هٰذا مولا من انا مولاه اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه قال
فلقیه عمر فقال هنیئاً لك یا ابن
ابی طالب اصبحت وامسیت
مولیٰ کل مومن ومومنة اخبرنی
ابومحمد عبدالله بن القاینی نا
ابوالحسین محمد بن عثمان النصیبی
نا ابوبکر محمد بن الحسن السبیعی نا
علی بن محمد الدهان والحسین
بن ابراهیم الجصاص نا حسین
بن حکم نا حسن بن حسین عن
حبان عن الکلبی عن ابی صالح

یہ ہے کہ جب ہم حجۃ
الوداع میں ...
صلاۃ جامعہ
لئے دو درختوں
حضرت علی کا ہا
کا حاکم اور ان
ہوں۔ سب نے جواب
پھر آپ نے فرمایا کہ میں کیا
کا مالک نہیں ہوں سب نے کہا
ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں
مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوندا
دوستی رکھ اس سے جو علی سے دوستی
رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو علی سے
دشمنی رکھے پس حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے
اور کہا کہ اے ابن ابی طالب تم کو مبارک
ہو کہ تم نے صبح کی اور شام کی اس
حالت میں کہ تم مولا ہوئے تمام مومنین
و مومنات کے۔ خبر دی مجھ کو ابومحمد
عبداللہ بن محمد القائنی نے (اسماء
رواۃ چھوڑکر) کہ مروی ہے ابن عباس
سے انہوں نے کہا کہ یہ آیت یا
ایها الرسول بلغ الآیہ شان علی
ابن ابی طالب میں نازل ہوئی ہے

قولہ تعالیٰ
ما انزل لیک
ال نزلت فی
اللہ علیہ وسلم
خذ رسول اللہ
بیدہ علی فقال
مولاہ فعلی مولاہ اللھم
من والاہ وعاد من عاداہ

رسولِ خدا کو حکم دیا گیا ہے کہ اس پیغام کی
کی تبلیغ کر دی جائے چنانچہ جنابِ رسولِ خدا
نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس
کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا
ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو
اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن
رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے۔

روایت ابوسعید مسعود بن ناصر السجستانی

کتاب درایتہ فی حدیث الولایت میں کہتے ہیں :-

عن ابن عباس قال اُمر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان یبلغ بولایۃ
علی فانزل اللہ عز وجل
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل
الیک الآیۃ فلما کان یوم غدیر خم
قام فحمد اللہ واثنی علیہ قال
صلی اللہ علیہ وسلم الست اولیٰ
بکم من انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول
اللہ قال صلی اللہ علیہ فمن کنت
مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من
والاہ وعاد من عاداہ واحب من
احبہ وابغض من ابغضہ وانصر
من نصرہ واعز من اعزہ واعن

حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ
جب جنابِ رسولِ خدا کو حکم دیا گیا منجانب اللہ
کہ حضرت علی کی ولایت کی تبلیغ کریں تو یہ
آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک
الخ نازل ہوئی اسی وقت آنحضرتؐ نے
غدیر خم کے مقام پر خطبہ دیا اور بعد حمد و ثنا
باری تعالےٰ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم سب
کی جانوں پر والی و حاکم نہیں ہوں،
سب نے جواب دیا کہ آپ ہیں تو اس کے بعد
آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولی ہوں اس کا
یہ علی مولا ہے ای بار الٰہا دوست رکھ اس کو
جو علی کو دوست رکھے دشمن رکھ اس کو جو
علی کو دشمن رکھے، محبت کر اس سے جو علی

من اعانه
سے محبت کرے،
سے بغض رکھے، مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے یا عزیز رکھے
اور اعانت کر اس کی جو علی کی اعانت کرے۔

روایت ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد ا

تفسیر مجمع البیان میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں عیا

عن ابن ابی عمیر عن ابن اذینه عن الکلبی عن ابی صالح عن عبد الله بن عباس وجابر ابن عبد الله قالا امر الله محمدا صلی الله علیه وآله وسلم ان ینصب علیا علما للناس فیخبرهم ولایته فتخوف رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان یقولوا حابی ابن عمه وان یطعنوا فی ذلک علیه فاوحی الله الیه هذه الآیة فقام علیه السلام بولایته یوم غدیر خم وهذا الخبر بعینه قد حدثنا السید ابو الحمد عن الحاکم ابی القاسم الحکانی باسناده عن ابن ابی عمیر فی کتاب شواهد التنزیل۔

(اسماء رواۃ چھوڑ کر) وجابر ابن عبد اللہ۔ یہ دونوں کہتے ہیں کہ خدا نے جناب رسول خدا کو حکم دیا کہ تمام امت کے سامنے حضرت علی کو اپنا خلیفہ نصب کر دیں اور ان کی ولایت عامہ کا اعلان کر دیں اس پر جناب رسول خدا کو خوف ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اپنے ابن عم کی محبت کی وجہ سے کر رہے ہیں ابن عم کو بڑھاتے ہیں اور اس کا طعنہ دیں گے، پس اس وقت یہ آیت یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہوئی فوراً جناب رسول خدا نے غدیر خم پر حضرت علی کی ولایت کا اعلان فرما دیا۔ یہ روایت بالکل وہی ہے جو شواہد التنزیل میں ابن ابی عمیر سے سید ابو محمد نے ابو القاسم الحکانی سے نقل کی ہے۔

روایت ابو القاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر

دیکھو جلال الدین سیوطی کی کتاب الدر المنثور الجزو الثانی ص ۲۹۸

ہو چکی ہے۔

ـــن فخر الدین محمد بن عمر الرازی

ــیر مفاتیح الغیب میں اس آیۂ کریمہ کی شان نزول ہے

عذہ الآیۃ فی
ـرمانزلت ھذہ الآیہ
ـہ وقال من کنت مولاہ
ـب مولاہ اللّٰہم وال من والاہ
وعاد من عاداہ فلقیہ عمر رض
فقال ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب
اصبحت مولای ومولیٰ کل
مومن ومومنۃ وھو قول ابن
عباس والبراء بن عازب ومحمد
بن علی۔

(ترجمہ) دسویں یہ آیت فضیلت علی ابن
ابی طالب میں ہے اور جب وہ نازل ہوئی تو
آنحضرتؐ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا
کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ
مولا ہے بار الٰہا دوست رکھ اس کو جو اس
کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو
اس سے دشمنی رکھے۔ پس حضرت عمر جناب
علی مرتضیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ مبارک ہو
تم کو اے علی بن ابی طالب کہ تم نے صبح کی
در انحالیکہ تم میرے اور کل مومنین و مومنات
کے مولا ہوئے یہ ہی قول ابن عباس و براء بن عازب و محمد بن علی کا ہے۔

روایت محمد بن طلحۃ القرشی والشافعی

دیکھو کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول۔

روایت نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی

دیکھو تفسیر غرائب القرآن در غائب الفرقان

سید علی بن شہاب الدین الہمدانی

ملاحظہ ہو کتاب المودۃ فی القربیٰ جس میں اس آیۂ کریمہ کا بھی شان نزول لکھا ہے۔

شیخ نور الدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ

ملاحظہ ہو ان کی کتاب فصول مہمۃ فی معرفۃ الائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد

ملاحظہ ہو کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر کما

ان کی کتاب درمنثور کے حوالے ہم پہلے تحریر کر چکے

محمد محبوب عالم بن صفی الدین جعفر المعروف

ملاحظہ ہو تفسیر شاہی در تفسیر آیۂ مذکورہ

حاجی عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد

اپنی تفسیر میں بہ تفسیر آیۂ قُل لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْقُرْبٰی لکھتے ہیں:-

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنه قال فی قوله تعالٰی یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ای بلغ من فضائل علیٍّ نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم قال من کنت مولاہ فهذا علیٌّ مولاہ فقال عمر رضی اللہ عنه بخٍ بخٍ یا علی اصبحت مولای ومولٰی کل مومن ومومنة رواہ ابونعیم وذکرہ ایضاً الثعلبی فی کتابه۔	براء بن عازب آیہ یا ایها الرسول بلغ کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی کی شان میں روز غدیر خم نازل ہوئی اس کے بعد فوراً جناب رسول خدا نے خطبہ ادا فرمایا جس میں فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا یہ علی مولا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو اے علی تم کو کہ تم تمام مومنین اور مومنات کے مولا ہو گئے۔ اس کو ابو نعیم و ثعالبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی المعروف بجمال الدین المحدث

اپنی کتاب اربعین فضائل جناب امیر علیہ السلام میں لکھتے ہیں۔

اقول اصل هذا الحدیث سوی	میں یہ کہتا ہوں کہ اس حدیث غدیر

ن امیر
.. نواترعن
پ۔وآلہٖ وَ
ع کثیرٌ وجمؔ
ہ فرواہ ابن
ں لما امر النبیؐ
ی بن ابی طالب لمقا
ری د، مربہ فانطلق النبی
ایکۃ فقال رایت الناس حدیثی
د بکفر ومتی افعل ھذابہٖ
یقولون صنع ھٰذا ابن عمہٖ ثمؔ
مضیٰ حتیٰؔ قضی حجۃ الوداع
ثم رجع حتیٰؔ اذا کانَ بغدیر
خم انزل اللہ عزّ وَجل یا ایُّھا
الرّسول بلغ مَا اُنزل الیکَ مِنْ
رّبکَ الاٰیۃ فقام منادٍ فنادی
الصلوٰۃ جامعۃ ثمّ قام واخذ بید
علی فقال من کنت مولاہ فعلیٌ
مَوْلاہُ اَللّٰھُمّ وَالِ مَنْ وَالاہ و
عَادِ مَنْ عاداہ

کی اصل سوائے قصہ حارث کے حضرت علی
سے تواتر کے ساتھ مروی ہے جناب رسولخدا صؐ
سے بھی تواتر کے ساتھ مروی ہے، صحابہ کی
ایک بڑی جماعت نے اس کو روایت کیا
ہے ابن عباس کی روایت کے الفاظ یہ
ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے
رسولخدا کو حکم دیا کہ علی کو اپنی جگہ جانشین
مقرر کرو تو آنحضرت مکہ تشریف لے گئے اور
فرمایا کہ یہ لوگ میری باتوں کو جھٹلاتے ہیں
اور جب میں یہ اعلان کر دونگا تو کہیں گے
کہ اپنے ابن عم کو حکومت سپرد کر دی، پھر
آپ گئے اور حجۃ الوداع کو ادا کیا پھر واپس
ہوئے جب غدیر خم پر تھے تو یہ یا ایّھا الرسول
بلغ ما انزل الیک الایۃ خداوند تعالیٰ
نے نازل فرمائی پس آپ نے صلوٰۃ جامعہ کی
منادی کرادی اور پھر خطبہ ادا کیا، علی کا
ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں،
اس کا یہ علی مولا ہے خداوندا دوست رکھ
اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن
رکھ اس کو جو علی سے دشمنی رکھے۔

روایت شہاب الدین احمد

ملاحظہ ہو توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل اس سے یہ بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ در اصل اس آیۃ میں اِنّ علیاً مولی المومنین بھی تھا۔

روایت مرزا محمد بن معتمد خان الحارثی الب[دخشی]

اپنی کتاب مفتاح النجا فی مناقب آل العباء میں لکھتے ہیں:

واخرج الحافظ ابن مردویه عن زر عن
عبد الله رض قال کنا نقرء علی عهد
رسول الله صلی الله علیه و سلم
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک ان علیا مولی المومنین
وان لم تفعل فما بلغت رسالته
والله یعصمک من الناس واخرج
عبد الرزاق الرسعنی عن ابن
عباس رض قال لما نزلت هذه الآیة
یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک اخذ النبی بید علی فقال
من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه و
اخرج ابن مردویه عن ابی سعید
الخدری رضی الله عنه لما نزلت
الیوم اکملت لکم دینکم الایة فقال
النبی الله اکبر علی اکمال الدین
واتمام النعمة ورضی الرب برسالتی
والولایة لعلی بن ابی طالب

ابن مردویہ نے
عبد اللہ سے روا
رسولخدا میں اس آ
مولی المومنین پڑھ
الرزاق نے ابن عباس سے ر
کہ جب یہ آیہ یا ایھا الرسول ب
ما انزل الخ نازل ہوئی تو آنحضرت نے
علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولی
ہوں۔ اس کا یہ علی مولا ہے بارالہا
دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست
رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے
عداوت رکھے اور ابن مردویہ نے ابو
سعید خدری سے بھی یہی روایت کی
ہے اور اس کے اعلان کے بعد آیۂ اکملت
لکم دینکم الایہ نازل ہوئی تب آنحضرت
نے نعرہ تکبیر بلند کرکے فرمایا خداوند تعالی کا
شکر ہے کمال دین اور تمام نعمت پر اور
اس پر کہ خداوند تعالی خوش ہوا میری
رسالت سے اور علی بن ابی طالب کی
ولایت سے۔

عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی

ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم زمانہ رسولخدا میں

میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے	...علیہ وسلم
کہ اے رسول پہنچا دے امت تک اس	...نزل الیک
پیغام کو جو تیرے خدا کی طرف سے تجھ کو ملا	...لمومنین
ہے کہ علی مومنین کا مولا ہے۔ اور اگر تو نے	...رسالتہ
ایسا نہ کیا تو گویا خدا کی ساری رسالت	...ورالجزء الثانی ص ۲۹۰
کو نہیں پہنچایا۔	ابونعیم:۔ حلیۃ الاولیا۔
	...۔ فخرالدین رازی مفاتیح الغیب تفسیر کبیر

...ب اول مرتبہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ علی کی خلافت کا اعلان ...ردیا جائے تو آنحضرت فتنہ و فساد وطعن کے خیال سے ذرا دل تنگ ہوئے، آپ جانتے تھے ...ہ آپکی امت میں اس وقت کیسے عناصر موجود تھے لیکن چونکہ مشیت الٰہی میں قرار پا چکا تھا ...ر حجت پوری کرنی ضروری تھی، اس سے ہی تکمیل رسالت ہوتی تھی لہٰذا آپ نے اس ارشاد کی تعمیل کی، اول تو خود آیۂ کریمہ کے الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۵ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے بھی نازل ہوا تھا۔ لیکن اس کی تعمیل میں تاخیر ہو رہی تھی لہٰذا اب ذرا تاکید و تہدید کی ضرورت ہوئی، اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکم دینے والے کو معلوم ہے کہ کیوں ابھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی یعنی تعمیل کرنے والے کو لوگوں کے فتنہ و فساد کا ڈر ہے لہٰذا ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ تم کو اس فتنہ و فساد سے بچائے گا جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ اندیشۂ فتنہ و فساد کس کی طرف سے تھا، اور کن لوگوں سے آنحضرت کی حفاظت مقصود ہے ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے ہی فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو سکتا تھا جن کو اس اعلان کی اطاعت کرنی تھی، یہ آیہ کریمہ حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم کے روز نازل ہوئی اس وقت تک تمام یہودی و نصاریٰ و کفار ان مکہ مغلوب ہو چکے تھے، آنحضرت نے تبلیغ کا مشکل کام مکہ میں شروع کیا، اس وقت آپ تقریباً تن تنہا تھے، ہر وقت آپ کی جان خطرے میں تھی

کام نیا تھا۔ دشمن زیادہ تھے۔ لیکن اس وقت اس حفاظت کا د
و احزاب و حنین ہوئیں اور اس طرح کی کوئی بات درپیش نہ آئی۔
واشتعال انگیز احکام کفار کے مجمع کو سنائے گئے اور ان سے کے
نہ ہوا وہ سب مشکل زمانے تو گزر گئے وہ کون لوگ تھے جن کے فتنہ
کو اپنے اس زمانہ فتح و عروج میں ہو سکتا تھا۔ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ
کی امت کے لوگ تھے جن کا فتنہ و فساد نہایت مضر اور مہلک تھا، اس
پڑنے کا اندیشہ تھا، ان سے خطرہ تھا کہ جب سب راہ چارۂ و تدبیر مسدود دیکھیں
آنحضرت پر حملہ کرنے سے باز نہ آئیں گے اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچے گا۔ آنحضرت
جانتے تھے کہ یہ لوگ اس آخری وقت کا اعلان جانشینی ٹھنڈے دل سے نہ سنیں گے۔ آپ
کی امت میں اس وقت کئی قسم کے عناصر موجود تھے۔ منافقین، مؤلفۃ القلوب اور
پشتینی دشمن، بنوامیہ سب موقعہ کی تاک میں تھے کہ کسی طرح آپ کو زک دیں، ان کے
علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے، روزہ و نماز کو مانتے تھے لیکن حضرت
علی کے سخت دشمن تھے اور ایک ایسی جماعت بھی موجود تھی جو مسندِ حکومت کی طرف للچائی
ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی، اور چونکہ عداوتِ علی ان ساری جماعتوں کا جزو
مشترک تھا لہٰذا اندیشہ تھا کہ اس اعلان سے وہ سب متحد ہو جائیں گے اور سب مل کر
آنحضرتؐ کے خلاف عوام الناس کے اندر ایک ہیجان اور آپ کی نبوت کے خلاف
لوگوں میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح امت میں ایک عظیم
الشان فتنہ رونما ہو جائے گا، خداوند تعالےٰ نے اس آیہ کریمہ میں آپ کی جان کی حفاظت
کا یقین تو دلا دیا لیکن قضائے الٰہی صادر ہو چکی تھی کہ ایمان کے کمال اور جنت کے
حصول کے لئے امتحان کی شرط ہے۔ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (پارہ ۱۷
سورۃ الانبیاء ع ۳) لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (پارہ ۱۵ سورۂ کہف ع ۱)۔
دیکھنا یہ تھا کہ رسول خدا کے بعد کون ہے جو احکام خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے اور کون دنیا
کی زینت کو عاقبت پر ترجیح دیتا ہے اگر ان لوگوں کو ان کے فعل کی آزادی نہ دی جاتی

سول کو تخریب و تفریق اسلام کا فکر ہو تو ہو لیکن وہ ذات بے نیاز
نیا میں رہتا تو اس کی ذات کو کیا نفع پہنچتا، اور اب اسلام برباد
نقصان پہنچا، راہِ مستقیم دکھانی ضروری تھی، اسلام کی تکمیل ضروری
۔ ناگزیر تھا۔ بغیر اس کے حجت نہ پوری ہوتی۔ جب حجت پوری ہو گئی تو
، ، جو جی چاہے جدہر جائے، رسول کے اس حکم کی اطاعت کرے یا نہ کرے۔

ہو۔

ن کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ
...وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ
شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ یٰاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا
الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ ط

(پارہ ۲۶ سورۂ محمد ع ۳)

جو لوگ کہ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی
راہ سے روکتے ہیں اور رسول خدا کو (ان کے
احکام کی اطاعت نہ کرکے) تکلیف دیتے ہیں
بعد اس کے کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر
ہو گئی ہے تو وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے
اور نہ پہنچائیں گے بلکہ خدا ہی ان کے (نیک)
اعمالوں کو بھی ضایع کر دیگا۔ اے لوگو! جو ایمان
لائے ہو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (نافرمانی کرکے) اپنے اعمالوں
کو باطل نہ کرو۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ ؕ وَمَنْ
یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ
شَیْئًا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ

پارہ ۴ سورۂ آلِ عمران ع ۱۵)

محمد (صلعم) فقط ایک رسول ہیں اور ان سے
پہلے بہت سے رسول گزری ہیں پس اگر وہ
مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اپنی
ایڑیوں کی طرف (پیچھے) مڑ جاؤ گے اور
جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پیچھے پھر جاویگا تو
وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کریگا اور خدا
تو شکر کرنے والوں کو جزا دیگا۔

اس مصلحت و مشیت خداوندی کی موجودگی میں اس بات کی
کوشش کر اسلام میں رخنہ پیدا کریں گے لہٰذا محض آنحضرت
وعدہ کیا گیا۔

اب غور طلب یہ امر باقی رہتا ہے کہ وہ کیا پیغام ہو
و امیدواران حکومت کو آپ کے خلاف عوام الناس کے بھڑ
درست نتیجہ پر پہنچنے کے لئے اس خطبہ پر غور کرنا ہو گا جو آنحضرت
پھر مطلب حل ہو جائیگا اس خطبہ میں اوامر و نواہی دین جو پہلے بتائے
تھے دوہرائے گئے ہیں اور پھر یہ ارشاد نہایت تاکید سے کیا گیا ہے کہ
بعد خلیفہ ہوں گے ان اوامر و نواہی میں تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس کو بہانہ بنا
کو اُکسایا اور بھڑکایا جاتا۔ کوئی حلال چیز حرام نہیں کی گئی تھی کوئی نیا سخت حکم
دیا گیا تھا۔ سوائے اعلان جانشینی علی بن ابی طالب کے اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جو لوگوں
کو بُری معلوم ہوتی۔ ہاں اس کے ذریعے سے لوگوں کو بھڑکایا جا سکتا تھا کہ دیکھو
تنزیل وحی و تبلیغ رسالت الٰہی فقط بہانہ تھا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ محمد تو حکومت کے خواہشمند
ہیں انہوں نے وہ حکومت حاصل کر لی اور اپنے خاندان کے لئے بھی بنیاد رکھ دی۔
قرآن و عترت کو ملا دیا، قیامت تک ان کے ہی خاندان کی غلامی کئے جاؤ۔ اشرافِ
قریش کیا تم اس کو گوارا کرتے ہو، یہ بات تھی جس کا آنحضرت کو خطرہ تھا۔ لیکن ارادۂ
الٰہی یہ تھا کہ حجت پوری کی جائے۔

غرض کہ بغیر مزید ثبوت و شہادت کے صرف اس آیۂ کریمہ پر نظر غائر ڈالنے ہی
سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امر جس کی تبلیغ کا اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے وہ اعلانِ
جانشینی و خلافتِ علی مرتضےٰ تھا، اور آنحضرت کا خیال تھا کہ کہیں منافقین و معاندین
فتنہ نہ پیدا کر دیں۔

اب ہم جماعتِ اہل حکومت ہی کی کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔
بہت سی روایات تو اس مضمون کی پہلے ہی گزر گئی ہیں۔ ایک وہ ہے جو جمال الدین

بعض میں درج کی ہے اور جو ہم نے اوپر نقل کی ہیں کئی روایات
کہ خود اس روایت میں ان علیاً مولی المؤمنین تھا۔
مناقب میں تحریر کرتے ہیں

لما جاء جبرئیل	زید ابن علی کہتے ہیں کہ جب جبرئیل علیہ
بولایۃ صادق	السلام خداوند تعالیٰ کی جانب سے ولایت
یسلم بذلک	و خلافت علی بن ابی طالب کا حکم لائے تو
ان قومی حدیثو عہد	آنحضرت کو خدشہ ذراسا ہوا اور کہا کہ میری
بجاہلیۃ فنزلت یا ایہا الرسول	قوم تو ابھی زمانہ جاہلیت کے نزدیک ہے تو
بلغ ما انزل الیک من ربک الایۃ	یہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الایۃ

نازل ہوئی

دوسری جگہ اسی کتاب میں ابن مردویہ لکھتے ہیں :۔

عن ابن عباس قال لما امر اللہ	ابن عباس کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالےٰ
رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یقوم	نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ علی کی خلافت
بعلی فیقول لہ ما قال فقال صلی اللہ	کا اعلان کردیں تو آنحضرت صلعم نے عرض
علیہ وسلم یا رب ان قومی حدیثو	کیا کہ خداوندا میری قوم ابھی جاہلیت کے
عہد بالجاہلیۃ ثم مضی بحجہ فلما	اثر کے اندر ہے پھر آپ حجۃ الوداع پر چلے
اقبل راجعاً نزل بغدیر خم انزل	گئے جب واپسی پر غدیر خم پر پہنچے تو آیہ
اللہ علیہ یا ایہا الرسول بلغ ما	یا ایہا الرسول بلغ الایۃ نازل ہوئی
انزل الیک من ربک الایۃ فاخذ	پس آپ نے حضرت علی کا بازو پکڑ کر لوگوں
بعضد علی ثم خرج الی الناس فقال	کے سامنے کیا اور کہا کہ کیا میں تمہاری
یا ایہا الناس الست اولی بکم من	جانوں کا مالک نہیں ہوں سب
انفسکم قالوا بلی یا رسول اللہ قال	نے کہا کہ آپ ہیں تو آپ نے فرمایا
اللہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ	پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی

اللّٰھمّ وَالِ من وَالاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ واحب من احبّہ وَابغض من ابغضہ — مولا ہے خدا الخ

جلال الدّین سیوطی لکھتے ہیں :-

اخرج عبد بن حمید وابن جریر و ابن ابی حاتم وَابو الشیخ عن مجاھد قال لمّا نزلت بلغ ما انزل الیک من ربّک قال یاربّ انّما انا واحد کیف اصنع یجتمع علی النّاس فنزلت وَان لم تفعل فما بلغت رسالتہ — عبد بن حمید والبوالشیخ روایت مجاہد کہتے ہیں کہ جب من ربک نازل ہوئی تو آپ نے خداوندا میں اکیلا ہوں کس طرح کروں لوگ میرے اس پیغام کو ٹھنڈی دل سے قبول کریں۔ تو پھر حکم نازل ہوا کہ ان لم تفعل فما بلّغت رسالۃ۔

امرِ دوئم

موقعۂ وقت مقام کی اہمیت موثریت اور رسم دستار بندی

جب سے جناب رسولخدا نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی اس وقت تک کوئی حج ادا نہیں ہوا تھا۔ اب مکہ معظمہ فتح ہو چکا ہے۔ یہودی مغلوب ہو چکے ہیں کفار عرب کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں۔ تقریباً تمام عرب میں اسلام کا پیغام پھیل چکا ہے اور چاروں طرف سے فراغت حاصل ہو گئی ہے، اپنے رفیق اعلےٰ سے ملنے کا وقت بھی قریب آ چکا ہے، لہذا ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت نے عام منادی اپنی امت میں کرا دی کہ لوگ حج کے لئے تیار ہو جائیں اور رسولخدا کی معیت میں آخری حج ادا کرنے کا شرف حاصل کریں یہ سننا تھا کہ لوگ جوق درجوق مدینہ منورہ میں آنے شروع ہو گئے آپ نے ۲۵ تاریخ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو مدینہ سے باارادہ حج کوچ فرمایا۔ (تاریخ ابوالفدا

...ہری اور سپرٹ آف اسلام مصنفہ امیر علی ص ۱۱۳) آپ کے ہمراہ اس
...تھا جس کی کم سے کم تعداد نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک
...ہر اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر، سیرت
...میں مجمع بڑھتا گیا کیونکہ جو لوگ بوجہ طوالت سفر مدینہ منورہ
...راہ میں شامل ہوتے جاتے تھے، حج کے موقعہ پر تو یہ مجمع کئی
...لاکھ بمقام عرفات حج سے پہلے آپ نے ایک نہایت بلیغ خطبہ
...جس میں ارکان اسلام بتائے گئے اور اسلام کے متعلق بہت سی وصیتیں کی
...(اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۳) حج کے خاتمہ پر آپ واپس ہوتے ہیں۔ سارا
...ع اسی طرح آپ کے ساتھ ہے بمقام جحفہ متصل خم غدیر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک
...دی ہے اور اس وقت کوئی منزل نہ تھی آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ نازل ہوتی ہے۔ وہ جگہ تھی کہ جہاں سے مختلف راستے کئی طرف پھٹتے تھے اور اس کے آگے وہ سارا مجمع مختلف گروہوں میں بٹ جاتا، یہی ایک ایسا مقام تھا کہ جہاں تقریباً ساری امت ایک جگہ تھی، اگر کوئی اہم اعلان ساری امت کے لئے کرنا تھا تو اس سے بہتر وقت ومقام نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا مشیت ایزدی نے یہی مقام و موقعہ اس اعلان کے لئے موزوں سمجھا، اور تاکیدی حکم نازل ہوا، اگرچہ یہ کوئی اترنے کی جگہ نہ تھی، یہاں کوئی منزل نہ تھی مگر اس تاکیدی حکم کی وجہ سے آنحضرت کو اترنا پڑا، جگہ یہاں کی بالکل ناہموار کانٹوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے حکم دیا کہ کانٹوں سے زمین صاف کی جائے ببول کے درختوں کی شاخیں تراشی جائیں تاکہ لوگوں کے سروں پر نہ لگیں، اونٹوں کے کجاؤں کو جمع کر کے ایک منبر بنایا جائے۔ یہ امر کہ آپ نے یہ سارا اہتمام اس تاکیدی حکم کے ماتحت کیا اِن ساری باتوں سے بخوبی ظاہر ہے یہاں کوئی منزل نہ تھی لق و دق چٹیل میدان جہاں، اس دن نہایت سخت گرمی پڑ رہی تھی اور ظہر کا وقت ایسا خوش آئندہ نظارہ پیش نہیں کر رہے تھے۔ کہ جناب رسول خدا کو وہاں اترنے کی

خواہش پیدا ہوتی ہاگر آگے آنے والی منزل کا انتظار کرلے تو یہاں بہ راستوں پر چلے گئے ہوتے لہذا فوراً آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ پیچھے اور جو آگے ہیں انہیں پیچھے بلایا جائے، جب سب جمع ہو گئے تو کا حکم دیا اس کے بعد پالانہائے شتر سے بنے ہوئے منبر پر خطبہ لے گئے مگر خطبہ سے پہلے آپ نے رسم دستاربندی پوری کی اپنے جا علی ابن ابی طالب کے فرق اقدس پر خود عمامہ باندھا، اس موقعہ پر دستاربندی کی ادائیگی کا ذکر مندرجۂ ذیل محدثین وعلماء نے کیا ہے۔

سلیمان بن داؤد بن الجارود، ابوداود الطیالسی البصری، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی، احمد بن منیع البغوی، احمد بن الحسین بن علی البیہقی، محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری، سید شہاب الدین احمد، ابراہیم بن محمد الحموینی، محمد بن یوسف الزرندی، علی بن محمد المعروف ابن الصباغ، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ محدث، علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف متقی محمود بن علی الشیخانی القادری اور احمد بن محمد قاشی وغیرہم۔

عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ فسدل لہا خلفی وفی لفظ فسدل طرفیہا علی منکبی ثم قال ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملائکۃ یعتمون ہذہ العمامۃ و قال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان وفی لفظ بین المسلمین والمشرکین (ش، ط، ابن منیع ق) علی المتقی وکنز العمال الجزء الثامن من حدیث ۱۲۰۹ و حدیث ۱۲۱۳

حضرت علی کہتے ہیں کہ غدیر خم کے دن آنحضرتؐ نے میرے سر پر عمامہ باندھا اور ایک سرا میرے پیچھے ڈال دیا۔ ایک روایت میں لفظ ہیں کہ ایک ایک سرا دونوں کندھوں پر ڈال دیا، پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جنگہائے بدر وحنین میں جن ملائکہ سے میری مدد کی تھی وہ اسی طرح عمامے باندھے ہوئے تھے اور فرمایا کہ عمامہ پردہ ہے درمیان کفر وایمان کے یا درمیان مسلمانوں ومشرکین کے۔

بن شیبہ ابوداؤد والطیالسی نے بھی نقل کیا ہے۔

دی البهرانی
علیہ وسلم
فعممه وارخی

عبدالاعلیٰ بن عدی البہری لکھتا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے حضرت علی کو روزِ غدیر خم بلایا اور ان کے سرِ اقدس پر خود عمامہ باندھا اور اس کا سرا پیچھے ڈال دیا۔

مد طبری:۔ ریاض النضرۃ الجز الثانی الرابع الفصل التاسع فی ذخائر ص ۲۱۷

د حموینی:۔ کتاب فرائد السمطین۔

ن حدیث غدیر خم منقول رواہ جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علیہم السلام وفیہ من زیادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمم علی بن ابی طالب عمامۃ السحابہ ارخاھا بین یدیہ ومن خلفہ۔ ثم قال قبل فاقبل ثم قال وبر فادبر فقال ھکذا جاءتنی الملائکۃ یوم بدر ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

سید شہاب الدین احمد:۔ توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل۔ محمد بن یوسف الزرندی: نظم درر السمطین۔ نورالدین علی بن محمد المعروف

اب ہم حدیث غدیر خم کی طرف رجوع کرتے ہیں اس حدیث کو امام جعفر صادق نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے اپنے دادا سے بیان کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے علی بن ابی طالب کے فرقِ مبارک پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا اور اس کو ان کے آگے اور پیچھے لٹکایا، پھر فرمایا آگے آؤ وہ آگے آئے، پھر فرمایا پیچھے ہو، وہ پیچھے ہٹے پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اسی طرح میرے پاس ملائکہ آیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

ابن صباغ:۔ فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔ محمود بن محمد بن علی الشیبانی القادری:۔ مراط سویہ۔
جمال الدین محدث:۔ کتاب الاربعین۔ جلال الدین سیوطی:۔ جامع الکبیر۔ ابوداؤد الطیالسی مسند ص ۲۳ حدیث ۱۵۴۔ بیہقی:۔ سنن الکبیر۔ ابن ابی شیبہ:۔ مسند۔

امرِ سوئم

خطبۂ جلیلہ مشتملبر اعلانِ خلافت وجانشینی

۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری مطابق ۲۲ فروری سنہ ۶۳۲ء

رسول خدا مدینہ منورہ سے سفر حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے، چونکہ بعد آپ نے اب تک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا، اور اب اسلام اپنی طاقت وعروج میں تھا لہذا منادی حج سنتے ہی لوگ کثرت سے آپ کے ساتھ شامل ہوگئے، فریضۂ حج ادا ہوا۔ واپسی پر بمقام غدیر خم تاکیدی حکم یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ نازل ہوا، غدیر خم مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر تیسری منزل جحفہ کے پاس واقع ہے یہاں سے مدینہ منورہ پانچ مراحل رہ جاتا ہے۔ ۱۸ ذیحجہ سنہ ۱۰ ہجری روز پنجشنبہ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ۶۳۲ء تھا کہ آپ کو یہ حکم پہنچا یہاں ہم تاریخ حبیب السیر کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

حضرت شفیع الامۃ صلے اللہ علیہ وسلم بعد از وصول بغدیر خم دراں موضع کہ بسبب فقدانِ آب وعلف قابلیت نزول نداشت فرود آمد واہل اسلام لوازم متابعت بتقدیم رسانیدند وسبب نزول درآں منزل آں بود کہ قبل ازاں حضرت مقدس نبوی بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب فرماید وآنحضرت اظہار ایں صورت را جہت دریافت وقتی کہ از اختلاف مامون باشد درعقدۂ تاخیر انداختہ بود وچوں بموضع غدیر خم رسید ومعلوم گردید کہ پس از تجاوز ازاں مکان طوائف انساں از موکب ہمایوں جدا شدہ بطرف منازل خود خواہند رفت وارادۂ ازلی مقتضی آں بود کہ تمامی آں مردم ازایں معنی باخبر باشند ایں آیہ نازل شد کہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا

...ت یعنی فی استخلاف علی والنص علیہ بالامامۃ وان
...رسالتہ واللہ یعصمک من الناس و چوں بنا بر
وجوب نصب امیرالمومنین بخلافت متحقق گشت حضرت رسالت
...ید وفرمود تا سایہ بعضے از اشجار آں حوالی اصفا دادہ و پالانہائے
...ختہ بر زبر یک دیگر نہادند و بلال باشارت آنحضرت ندا کرد
...با معہ و بر وفق آواز برآورد حی علی خیر العمل خلائق مجتمع گشتہ رسول
...علیہ وسلم بر بالائے آن پالانہا برآمد و علی مرتضیٰ نیز بفرمودہ آنحضرت ص
...رفتہ بر یمین سید المرسلین بایستاد و آں سرور بعد از ادائے حمد و ثنائے باری تعالیٰ
از انتقال خویش بعالم بقا مردم را آگاہ گردانید و فرمود کہ من در میان شما دو
امر عظیم می گذارم کہ اگر دست در آں زنید گمراہ نشوید و یکے از آں دو بزرگ تر است
از دیگری و آں دو چیز گراں مایہ قرآن است و اہل بیت من و ایں ہر دو
از یک دیگر جدا نشوند تا در لب حوض کوثر بمن رسند پس فرمود کہ یا ایہا
الناس الست اولیٰ بکم من انفسکم آیا نیستم من اولیٰ بشما از نفسہائے
شما از اطراف و جوانب آواز برآمد کہ بلے آنحضرت فرمود کہ ہر کہ من اولیٰ ام باو از نفس
او علی بدو اولیٰ است از نفس او آنگاہ دست شاہ ولایت پناہ را گرفتہ گفت من
کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ
واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیثما دار پس امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب
فرمودۂ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق
بملازمتش رفتہ لوازم تہنیت بتقدیم رسانند و از جملہ اصحاب امیرالمومنین عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ بجناب ولایت مآب آلفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولاء
کل مومن و مومنۃ یعنی خوشا حال تو ای پسر ابو طالب بامداد کردی در وقتی کہ مولائے
من و مولائے ہر مومن و مومنۃ بودی بعد ازاں امہات مومنین بحسب اشارت
سید المرسلین بخیمہ امیرالمومنین رفتہ شرط تہنیت بجا آوردند تاریخ حبیب السیر طبع قدیم بمبئی
جلد اول جزو سوم ص ۱۰۰۔

جو لوگ حق کی تلاش میں ہیں ان کو چاہیئے کہ اِس پر
اس میں صاف درج ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ
اب کیا باقی رہتا ہے۔

مسٹر امیر علی اپنی مشہور کتاب سپرٹ آوف اسلام میں باب
...litical Divisions and Schisms of

کے ماتحت لکھتے ہیں:-

To every philosophical student of the history of religion, the heading of this chapter must cause surprise, if not pain: to every Islamist devoted to the Founder of his Faith it must cause sorrow and shame. Alas, that the Riligion of Humanity and universal brotherhood should not have escaped the curse of internecine strife and discord; that the faith which was to bring peace and rest to the distracted world should itself be torn to pieces by angry passions and the lust of power. The evils which we deplored in Christianity arose from the incompleteness of the system, and its incompatibility with human needs; in Islam the evils that we shall have to describe arose from the greed of

earthly advancement, and the
ary instincts of individuals a
impatient of moral law and ord

Most of the divisions in
of Mohammad owe their orig.
to political and dynastic cause,
old tribal quarrels, and the strong f.
of jealousy which animated the other
Koreishites against the family of Hashim.
It is generally supposed that the Prophet
had not expressly designated any one as
his successor in the spiritual and temporal
Government of Islam; but this notion is founded on a mistaken apprehension of facts,
for there is abundant evidence
that many a time the Prophet had indicated Ali for the viceyerency. Notably on the
occasion of the return journey from the
performance of "the Farewell Pilgrimage"
during a halt at a place called Khumm, he
had convoked an assembly of the people
accompanying him, and used words which
could leave little doubt as to his inten-

. a successor.

?: The Spirit of Islam.

?. 290, 292, 293.

یہ عبارت ہمارے دعوے کی مکمل طور سے تائید کرتی ہے،
انگریزی کا علم ایسا عام ہے کہ اس کے ترجمے کی ضرورت نہ
مسلمانوں کے مسلمہ راہنما تھے اور علم تاریخ میں ان کا نظیر ملنا
شیعہ نہ تھے بلکہ معتزلہ تھے جو اہل سنت و جماعت کا ایک فرقہ ہے
تصنیفات و تالیفات میں معتزلہ خیالات کی جا بجا تائید کی ہے، آنحضرت
موقعہ پر ایک طولانی خطبہ ادا فرمایا جس میں آپ نے حضرت علی کے فضائل و محاسن
ان کی خدمات اسلامی کا ذکر شرح و بسط کے ساتھ کیا۔ یہ مکمل خطبہ کتب شیعہ میں
پایا جاتا ہے، ناسخ التواریخ میں بھی تفصیل کے ساتھ دیا ہوا ہے مگر چونکہ جماعتِ اہل
حکومت کے لئے یہ بہت تکلیف دہ ہے لہذا ان کی کتابوں میں ایک جگہ سارا
خطبہ تلاش کرنا بے سود ہے۔ علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب توضیح
الدلائل میں اس خطبہ کو علماء سنیہ میں سے سب سے زیادہ لکھا ہے۔ بہرصورت
اس خطبے کے جستہ جستہ فقرے علماء سنیہ کی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اس کے
دو بڑے مشہور حصے وہ ہیں جو حدیث ثقلین اور حدیث غدیر کے نام سے مشہور
ہیں، اب ہم ان دونوں کی توثیق و تصدیق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

الف :- حدیث ثقلین

قَالَ کانی دعیت فاجبت انی ترکت	میری طلبی بارگاہ الٰہی میں ہوئی ہے، میں نے
فیکم الثقلین احدھما اکبر من	لبیک کہدی ہے میں تمہارے درمیان دو
الآخر کتاب اللہ وعترتی اھل	عظیم الشان گراں بہا چیزیں چھوڑے
بیتی، فانظروا کیف تخلفونی	جاتا ہوں ان میں ہر ایک دوسرے سے
فیھما فانھما لن یتفرقا حتی یردا علی	بڑا ہے قرآن کریم و میری اہل بیت یعنی

بماالن تضلوا میری عترت خیال رکھو تم ان دونوں
سے میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو وہ
سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر قیامت
۔ تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو میرے بعد قیامت

یث شریف کی توثیق و تصدیق سواد اعظم کے تقریباً جملہ علماء نے
یث متواترات میں سے ہے، ذیل کے نقشے سے ظاہر ہوگا کہ کتنے
و محققین عظام نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے اور اس کی
و تسلیم کرکے اس کو نقل کیا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
۱	سعید بن مسروق الثوری	۱۲۶	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲	رکین بن الربیع بن عمیلہ	۱۳۱	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۳	ابو حیان یحییٰ بن سعید بن حیان	۱۴۵		مسند احمد حنبل و صحیح مسلم
۴	عبد الملک بن ابی سلیمان	۱۴۵	ابو سعید الخدری	مسند احمد حنبل
۵	سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش	۱۴۸	زید ابن ارقم	سنن ترمذی
۶	محمد بن اسحٰق بن یسار المدنی	۱۵۱	زید بن ارقم ابو سعید	لسان العرب علامہ ابن منظور انصاری
۷	اسرائیل بن یونس ابو یوسف کوفی	۱۶۰	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۸	عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الکفعی	۱۶۰		معجم صغیر۔
۹	محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی الکوفی	۱۶۷		مسند احمد حنبل، کتاب المناقب مغازلی، فرائد السمطین حموینی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۰	ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ الیشکری	۱۷۶	زید بن ارقم	ح کر
۱۱	شریک بن عبداللہ القاضی	۱۷۷	زید بن ثابت	مسـ
۱۲	حسان بن ابراہیم بن عبداللہ الکرمانی	۱۸۶	زید بن ثابت و زید بن ارقم	صحیح
۱۳	جریر بن عبدالحمید بن قرط الضبی	۱۸۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۱۴	ابوبشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم المعروف ابن حلیہ	۱۹۳	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل و صحیح مسـ
۱۵	ابوعبدالرحمن محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی	۱۹۴		صحیح مسلم و سنن ترمذی
۱۶	عبداللہ بن نمیر الہمدانی	۱۹۹		مسند احمد حنبل
۱۷	محمد بن عبداللہ ابواحمد الزبیری	۲۰۳	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۱۸	ابوعامر عبدالملک بن عمرو العقدی			کتاب المناقب ابن المغازلی
۱۹	اسود بن عامر شاذان الشامی	۲۰۸		مسند احمد حنبل
۲۰	یحییٰ بن حماد بن ابی زیاد	۲۱۵	زید ابن ارقم	مستدرک علی الصحیحین۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم۔
۲۱	ابوجعفر بن حبیب الہاشمی البغدادی	۲۱۵		کتاب المنمق۔
۲۲	ابوعبداللہ محمد بن سعد الزہری	۲۳۰	ابوسعید الخدری	کتاب الدر المنثور سیوطی
۲۳	ابومحمد خلف بن سالم المخرمی	۲۳۱	زید ابن ارقم	مستدرک، کتاب المناقب اخطب خوارزم
۲۴	زہیر بن حرب بن شداد ابو خیثمہ النسائی	۲۳۴	زید بن ارقم	صحیح مسلم

	ن	وفات سنہ	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	ش	۲۳۴	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	ب	۲۳۵	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	ن ابی شیبہ	۲۳۵	زید بن ارقم	مفتاح النجا میرزا محمد بدخشانی
	ین الہاشمی	۲۳۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
	ن ابراہیم بن مخلد ی المعروف ابن ... یہ	۲۳۸	حضرت علی و زید ابن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی۔
	ابو محمد وہبان بن بقیہ بن عثمان الواسطی	۲۳۹		کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۳۰	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱	ابو سعید الخدری و زید بن ارقم زید بن ثابت	مسند خود
۳۱	نصر بن عبد الرحمن بن بکار الناجی الکوفی	۲۴۸	جابر بن عبداللہ	سنن ترمذی
۳۲	ابو محمد عبد بن حمید الکشی	۲۴۹	زید بن ثابت	مسند خود، احیاء المیت جلال الدین سیوطی۔
۳۳	عباد بن یعقوب الرواجنی الاسدی	۲۵۰	ابو سعید الخدری	معجم صغیر طبرانی
۳۴	نصر بن علی بن نصر بن علی	۲۵۰	حذیفہ بن اسید الغفاری	نوادر الاصول حکیم ترمذی
۳۵	محمد بن المثنی ابو موسی العنزی	۲۵۲		کتاب الخصائص نسائی
۳۶	ابو محمد عبداللہ بن عبد الرحمن بن بہرام الدارمی	۲۵۵	زید بن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی و صحیح مسلم۔
۳۷	علی بن منذر الطریقی الکوفی	۲۵۶		سنن ترمذی
۳۸	مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری	۲۶۱	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۳۹	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی			کفایۃ الطالب محمد بن یوسف الکنجی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۴۰	ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵		۶ وک
۴۱	ابو قلابہ عبدالملک بن محمد الرقاشی البصری	۲۷۶	زید بن ارقم	مست علاء
۴۲	ابوبکر محمد بن احمد بن ابی الحوام الریاحی	۲۷۶		کتاب لہ
۴۳	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی	۲۷۹	جابر بن عبداللہ	سنن ترمذی
۴۴	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان المعروف ابن ابی الدنیا	۲۸۱		کتاب فضائل القرآن
۴۵	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۸۵	جابر بن عبداللہ و حذیفہ بن اسید	کتاب نوادر الاصول
۴۶	ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف ابن ابی عاصم الشیبانی	۲۸۷	زید بن ثابت و علی	کتاب السنۃ و کتاب البدور السافرہ عن امور الآخرۃ۔
۴۷	ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل الشیبانی	۲۹۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین للحاکم
۴۸	ابو العباس احمد بن یحییٰ الشیبانی المعروف ثعلب	۲۹۱		تہذیب اللغۃ ازہری
۴۹	ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالخالق البزار	۲۹۲	ابوہریرہ حضرت علی	مسند خود، احیاء المیت سیوطی جواہر العقدین سمہودی۔ صراط سوی محمود شیخانی
۵۰	ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ القبانی	۲۹۲	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۵۱	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی	۳۰۳	زید بن ارقم	کتاب الخصائص
۵۲	ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی بن	۳۰۷	ابو سعید الخدری	احیاء المیت سیوطی۔ استجلاب

	من	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
				ارتقاء الغرف سخاوی
	...یر الطبری	۳۱۰	زید بن ارقم و ابو سعید الخدری	کنز العمال علی متقی
	...ن خزیمہ النیساپوری	۳۱۱	زید بن ارقم	صحیح خود، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
	...مد بن محمد بن سلیمان بن الحارث الباغندی	۳۱۱	زید بن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
	ابو عوانہ یعقوب بن اسحق بن ابراہیم الاسفرائینی	۳۱۶	زید بن ارقم	کتاب المسند الصحیح، صراط سوی محمود شیخانی قادری
۵۷	ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی	۳۱۷	ابو سعید الخدری	
۵۸	ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی	۳۲۸		عقد الفرید
۵۹	ابوبکر محمد بن القسم بن محمد بن بشار المعروف ابن الانباری	۳۲۸	زید بن ارقم و زید بن ثابت	کتاب المصاحف، درّ منثور سیوطی۔
۶۰	ابو عبداللہ حسین بن اسمٰعیل بن محمد المحاملی	۳۳۰	حضرت علیؑ	کتاب الامالی، کنز العمال علی متقی۔
۶۱	احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف ابن عقدہ	۳۳۰	حضرت علی، جابر بن عبداللہ، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلیٰ بن حمزہ، ابوذر، ابورافع، ام سلمہ، ام ہانی	کتاب الولایۃ، استجلاب ارتقاء الغرف۔ سخاوی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۶۲	ابو محمد دعلج بن احمد بن دعلج السجزی	۳۵۱	زید بن ارقم	
۶۳	ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سلم التیمی المعروف ابن الجعابی	۳۵۵	حضرت علی	
۶۴	ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰	ابو سعید الخدری زید بن ارقم۔ زید بن ثابت	معجم کبیر وسیلہ باکثیر، سیرۃ ا... صراط سوی محمود شیخانی النجا میتر احمد، حیار المبا...
۶۵	ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی	۳۶۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین ۵
۶۶	ابو منصور محمد بن احمد بن طلحہ الازہری اللغوی	۳۷۰	زید بن ثابت	تہذیب اللغۃ
۶۷	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسی البغدادی	۳۷۹	زید ابن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
۶۸	ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی	۳۸۵	ام سلمہ	وسیلۃ المآل احمد بن الفضل باکثیر
۶۹	ابو طاہر محمد بن عبد الرحمن المخلص الذہبی	۳۹۳	ابو سعید الخدری	فرائد السمطین حموینی
۷۰	محمد بن سلیمان بن داؤد البغدادی		جابر بن عبد اللہ	کتاب مناقب اہل بیت ع
۷۱	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری	۴۰۵	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین۔
۷۲	ابو سعد عبد الملک بن محمد الواعظ	۴۰۷		شرف النبوۃ مناقب السادات

ن		سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
				ملک العلماء دولت آبادی۔
	ابراہیم الثعلبی	۴۲۷ھ	ابوسعید الخدری	تفسیر
	الاصبہانی	۴۳۰ھ	جبیر بن مطعم ابوسعید الخدری زید بن ارقم انس بن مالک البراء بن عازب حذیفہ بن اسید	منقبۃ المطہرین، حلیۃ الاولیاء
	عمر محمد بن عبد الجبار		تاریخ یمینی	
۷۶	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی	۴۵۸ھ	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم فرائد السمطین حموینی۔
۷۷	ابو غالب محمد بن احمد بن سہل المعروف	۴۶۲ھ		کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۷۸	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ		مفتاح النجا میرزا محمد
۷۹	ابومحمد الحسن بن احمد بن موسی الخندجانی	۴۶۷ھ	ابوسعید الخدری	کتاب المناقب ابن المغازلی
۸۰	ابوالحسن علی بن محمد الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳ھ	ابوسعید الخدری زید ابن ارقم	کتاب المناقب۔
۸۱	ابوعبداللہ محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن حمید	۴۸۸ھ	زید بن ارقم	کتاب الجمع بین الصحیحین۔
۸۲	ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹ھ	ابوسعید الخدری	رسالہ قوامیہ
۸۳	ابوعلی اسمعیل بن احمد بن الحسین البیہقی	۵۰۷	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم
۸۴	ابوالفضل محمد بن طاہر بن احمد بن علی الشیبانی المقدسی المعروف بابن القیسرانی	۵۰۷		تاریخ مقریزی تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۸۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الہمدانی	۵۰۹	زید بن ارقم	
۸۶	ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی المعروف محی السنۃ	۵۱۶	زید بن ارقم، جابر عبداللہ	
۸۷	ابو الحسین رزین بن معاویہ العبدری	۵۳۵	زید بن ارقم	کتاب
۸۸	ابو البرکات عبدالوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی البغدادی	۵۳۸		تذکرہ خواص الجوزی۔
[illegible]	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسی الحصبی	۵۴۴		کتاب الشفا بتعریف
۹۰	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		ابوذر غفاری	زین الفتی فی تفسیر سورۂ ہل
۹۱	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	زید بن ارقم	کتاب المناقب۔
۹۲	ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	حذیفہ بن اسید الغفاری، زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر، کفایت الطالب حافظ گنجی، التاریخ الکبیر ابن عساکر
۹۳	محمد بن عمر بن احمد بن عمر الاصبہانی المعروف ابو موسی المدینی	۵۸۱	عامر بن لیلی بن ضمرہ حذیفہ ابن اسید	تتمہ معرفۃ الصحابہ ذیل کتاب ابی نعیم اصبہانی، جواہر العقدین نور الدین سمہودی، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
۹۴	محمد بن مسلم بن ابی الفوارس الرازی			اربعین فضائل جناب امیرالمومنین
۹۵	سراج الدین ابو الحسن علی بن عثمان بن محمد الدوشی الفرغانی			نصاب الاخبار، ہدایۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی۔
۹۶	ابو الفتوح اسعد بن محمود بن خلف العجلی الاصبہانی	۶۰۰	عامر بن لیلی بن حمزہ حذیفہ بن اسید	کتاب فضائل الخلفاء، جواہر العقدین سمہودی، وسیلۃ المآل احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی۔

[ناق]لین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ
...بدالکریم ...ر	۶۰۶	زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ	جامع الاصول۔
...زی	۶۰۶	ابوسعید الخذری	مفاتیح الغیب
...حود بن المبارک ...ا خفر	۶۱۱	ابوسعید الخذری	معالم العترۃ النبویہ، جواہر العقدین سمہودی۔
...ن محمد بن محمد بن عبد ...معروف ابن الاثیر	۶۳۰	زید بن ارقم عبداللہ بن حنطب	اسد الغابہ ترجمہ امام حسن علیہ السّلام۔
ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی	۶۴۳	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم زید بن ثابت	کتاب المختارہ، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی جواہر العقدین سمہودی سیلۃ المآل احمد باکثیر
۱۰۲ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن النجار	۶۴۳	زید بن ارقم	کفایت الطالب الکنجی۔
۱۰۳ ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی النصیبی	۶۵۲	زید بن ارقم	مطالب السئول فی مناقب آل الرسول
۱۰۴ رضی الدین حسن بن محمد الصغانی	۶۵۰	زید بن ارقم	مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ۔
۱۰۵ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	زید ابن ارقم	تذکرہ خواص الامۃ۔
۱۰۶ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	زید بن ارقم	کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب
۱۰۷ ابوالفتح محمد بن محمد بن ابی بکر	۶۶۷	ابوسعید الخذری	احیاء المیت سیوطی
۱۰۸ ابوذکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء و اللغات ترجمہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۰۹	محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ الطبری	۶۹۴ھ	زید بن ارقم	ذخائر ذوی ا
۱۱۰	نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی المعروف نظام الاعرج		ابو سعید الخدری	غرائب ا واعتصموا۔
۱۱۱	سعید الدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹		شرح فارسی قصیدہ الفارض بشرح شرحہ و اوضح بالتاویل ما کان مشکلا علی بعلیم ماله بالوصیة
۱۱۲	جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم الانصاری	۷۱۱		لسان العرب
۱۱۳	صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن المؤید حموینی	۷۲۲	زید بن ارقم ابو سعید الخدری	فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین۔
۱۱۴	نجم الدین ابو العباس احمد بن محمد بن مکی بن یاسین القمولی	۷۲۷		تکملہ تفسیر مفاتیح الغیب بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۵	فخر الدین ہانسوی	۷۲۷		دستور الحقائق، ہدایت السعداء ملک العلماء دولت آبادی
۱۱۶	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف خازن	۷۴۱	زید ابن ارقم	لباب التاویل فی معانی التنزیل بہ تفسیر آیہ مودة القربی وآیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۷	ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ التبریزی		زید بن ارقم۔ جابر بن عبد اللہ	مشکوٰة المصابیح۔

	...ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...عبدالرحمٰن بن	۷۴۲	زید بن ارقم و جابر بن عبداللہ	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف
	...ابن محمد عبداللہ	۷۴۳	زید ابن ارقم جابر بن عبداللہ	کاشف شرح مشکوٰۃ
	...محمد بن المظفر الشاہ ...ن الخلخانی	۷۴۵		مفاتیح شرح مصابیح
۱۲۱	...س الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸	زید بن ارقم	صراط سوی شیخانی قادری
۱۲۲	جمال الدین محمد بن یوسف بن الحسن بن محمود الزرندی	۷۵۲	زید بن ارقم، عبد الرحمٰن بن عوف جابر بن عبداللہ	نظم درر السمطین
۱۲۳	سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد بن مسعود الکازرانی	۷۵۸	زید بن ارقم	کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ
۱۲۴	اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی	۷۷۴	زید بن ارقم	تفسیر بذیل آیۂ تطہیر
۱۲۵	سید علی بن شہاب الدین بن محمد الہمدانی	۷۸۶	ابو سعید الخدری جبیر بن مطعم	مودۃ فی القربیٰ
۱۲۶	سید محمد طالقانی			قیافہ نامہ، جامع السلاسل مجد الدین۔
۱۲۷	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی	۷۹۱		شرح مقاصد
۱۲۸	حسام الدین ابی عبداللہ حمید بن احمد المعلی		زید بن ارقم	محاسن الازہار، روضۃ الندیۃ محمد بن اسمٰعیل صلاح الدمیر

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	
۱۲۹	نورالدین علی بن ابی بکر سلیمان الہیثمی	۸۰۷		فیضرا مناد
۱۳۰	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی	۸۱۷		قاموس
۱۳۱	محمد بن محمود المعروف خواجہ پارسا	۸۲۲	جابر ابن عبداللہ حذیفہ بن اسید زید ابن ارقم	فصل الحہ
۱۳۲	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۸۴۹	زید بن ارقم	ہدایت السعدار
۱۳۳	نورالدین علی بن محمد المکی المالکی المعروف ابن الصباغ	۸۵۵	زید بن ارقم	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۳۴	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن السخاوی	۹۰۲	زید بن ارقم ابو سعید الخدری جابر بن عبداللہ حذیفہ بن اسید خزیمہ بن ثابت سہل بن سعد عامر بن لیلی، عبد الرحمن بن عوف ابن عباس عبداللہ ابن عمر، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، حضرت علی ابوذر، ابو رافع	کتاب استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف۔

	ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
			ابو الشریح الخزاعی ابو قدامہ، ابو ہریرہ ھثیم بن التیہان ام سلمہ، ام ہانی	
	، کاشفی	۹۱۰		مواہب علیہ معروف تفسیر حسینی بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
	ے الدین عبد الرحمن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی	۹۱۱	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری، ابو ہریرہ، حضرت علی جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن حنطب زید بن ثابت	احیاء المیت، نہایۃ الافضال فی تشریف الآل، انافۃ فی رتبۃ الخلافہ، بدور سافرہ من امور الآخرہ، در منثور تفسیر آیہ و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا و آیہ مودۃ جامع صغیر، در نثیر مختصر نہایہ ابن الاثیر۔
۱۲۷	نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی	۹۱۱	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری۔ جابر بن عبد اللہ ابو الطفیل حذیفہ، ابو ایوب الانصاری زید بن ثابت حضرت علی، ابو ذر ابو رافع، عامر بن لیلی ضمیرۃ	جواہر العقدین فی فضل الشرفین

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
			الاسلمی، ابوہریرہ، ہانی، ام سلمہ	
۱۳۸	فضل اللہ بن روزبہان		رسالہ اعتقادیہ	
۱۳۹	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری	
۱۴۰	شمس الدین محمد العلقمی	۹۲۹	زید بن ارقم	کوکب منیر
۱۴۱	عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین البخاری	۹۳۲	ابوسعید الخدری	تفسیر النوری،
۱۴۲	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲		سبل الہدیٰ والرشاد فی ۔ خیر العباد معروف سیرۃ شا
۱۴۳	محمد بن احمد الخطیب	۹۶۸	زید بن ارقم	سراج منیر تفسیر آیۂ مودّۃ
۱۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی	۹۷۳		صواعق محرقہ فصل آیات واردہ فی شان اہل بیت۔
۱۴۵	نورالدین علی بن حسام الدین عبد الملک المعروف علی متقی	۹۷۵		کنزالعمال
۱۴۶	محمد طاہر گجراتی	۹۸۶		مجمع البحار در لغت ثقل و لغت عترۃ
۱۴۷	عباس بن معین الدین المعروف مرزا مخدوم جانی	۹۸۸	زید بن ارقم	نواقض
۱۴۸	شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس	۹۹۰	عبدالرحمن بن عوف	کتاب العقد النبوی
۱۴۹	کمال الدین بن برہان الدین جہرمی			براہین قاطعہ

	...ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...بن			تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ
	...ی ...اللہ الشیرازی	۱۰۰۰	حذیفہ بن اسید	اربعین
	...ری المعروف	۱۰۱۴	زید بن ارقم	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح شفاء قاضی عیاض
	...ف بن تاج العارفین ...لمناوی	۱۰۳۱	زید بن ارقم، زید بن ثابت	فیض القدیر شرح جامع صغیر، تیسیر شرح جامع صغیر
۱۵۴	ملا یعقوب لاہوری			رسالہ عقائد
۱۵۵	نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی الحلبی	۱۰۴۴		انسان العیون فی سیرۃ المامون
۱۵۶	احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی	۱۰۴۷	ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، زید بن ثابت، جابر بن عبد اللہ، ضمیرۃ الاسلمی، حضرت علی، ابو ذر، ابو رافع، ابو ہریرہ، ام ہانی، ام سلمہ، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلیٰ،	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل
۱۵۷	محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری		زید ابن ارقم، ابو سعید الخدری، جابر بن عبد اللہ۔ زید بن ثابت، عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت	صراط سوی فی مناقب آل النبی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
			علی، ابوہریرہ، آ... ابوالطفیل۔	
۱۵۸	سید محمد بن جلال ماہ بخاری			
۱۵۹	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲	زید بن ارقم	
۱۶۰	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی	۱۰۶۹	زید بن ارقم	قاضی
۱۶۱	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی البولاقی	۱۰۷۰		سراج منیر بسر
۱۶۲	صالح بن مہدی بن علی المقبلی الصنعانی	۱۱۰۸		ملحقات ابحاث مسد
۱۶۳	احمد آفندی المعروف بمنجم باشی	۱۱۱۳		تنقید العقود السینیہ رضی الدین حسینی
۱۶۴	محمد بن عبد الباقی بن یوسف الازہری الزرقانی	۱۱۲۲	زید بن ارقم	شرح مواہب لدنیہ
۱۶۵	حسام الدین بن محمد بن بایزید سہارن پوری		زید بن ارقم	مرافض
۱۶۶	میرزا محمد بن معتمد خاں البدخشی		زید بن ارقم، زید بن ثابت، حذیفہ بن اسید جابر بن عبد اللہ	مفتاح النجاء، نزل الابرار
۱۶۷	رضی الدین بن محمد بن علی بن حیدر الحسینی			تنقید العقود السنیہ بتمہید الدولت الحسینیہ
۱۶۸	محمد صدر عالم			معارج العلی
۱۶۹	ولی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۶	زید بن ارقم	ازالۃ الخفا، قرۃ العینین

نمبر	[قائ]لین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...سندی			دراسات اللبیب
	...ہر	۱۱۸۲	زید بن ارقم، ابو سعید الخدری، ایاس بن سلمہ، حضرت علی	روضۃ الہدایہ شرح تحفۃ العلویہ
	...صبان		زید بن ارقم	اسعاف الراغبین
	...بیدی بن محمد مرتضی			تاج العروس من جواہر القاموس
	محمد بن القادر الـ...			ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللآل
۱۷۵	محمد مبین بن محب اللہ لکھنوی	۱۲۲۵	زید بن ارقم	وسیلۃ النجاۃ
۱۷۶	محمد اکرام الدین بن محمد نظام الدین			سعادۃ الکونین فی بیان فضائل الحسنین
۱۷۷	جمال الدین معروف مرزا حسن علی محدث		زید بن ارقم	تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب۔
۱۷۸	عبدالرحیم بن عبدالکریم الصفی پوری			منتہی الارب
۱۷۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی		زید بن ارقم	مرآۃ المومنین
۱۸۰	مولوی محمد رشید الدین خاں			رسالۃ الحق المبین فی فضائل اہلبیت سید المرسلین
۱۸۱	عاشق علی خاں			ذخیرۃ العقبیٰ فی ذکر فضائل ائمۃ الہدیٰ

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۸۲	شیخ حسن عدوی حمزاوی			
۱۸۳	سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ		زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ، ابو ابوسعید الخدری، حذیفہ بن اسید حذیفہ بن الیمانی، عبد اللہ بن عباس حضرت علی، امام حسن، زید بن ثابت، جبیر بن المطعم، سلمان فارسی، ابو قدامہ، خزیمہ بن ثابت، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوشریح الخزاعی، ابو ایوب انصاری، عامر بن ابی لیلی، ابو رافع، ام ہانی، ام سلمہ، فاطمۃ الزہراء عبد الرحمن بن عوف	
۱۸۴	صدیق حسن خان		زید بن ارقم	سراج وہاج شرح صحیح مسلم
۱۸۵	مولوی حسن زماں		زید بن ثابت	قول مستحسن فی فخر الحسن

یہ نقشہ بہت واضح اور مفصل ہے جس کا جی چاہے اصل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے اس نقشہ کو ہم نے کئی کتب خصوصاً کتاب مستطاب عبقات الانوار حدیث ثقلین سے مرتب کیا ہے ان اصحاب کی سہولت کے لئے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں ہم چند مشہور علماء و محدثین و محققین کی کتابوں سے اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں اس حدیث کو متعدد طرق

کم سے کم دس موقعوں پر مسند میں مختلف طرق کے ساتھ

المل
ن عطیۃ
عید الخدری
ل اللہ صلے اللہ
انی قد ترکت
ما ان اخذ تم بہ
ن تضلوا بعدی الثقلین
احدھما اکبر من الاٰخر کتاب
اللہ حبل ممدود من السّمآء
الی الارض و عترتی اھلبیتی
الا وانّھما لن یفترقا حتّٰی یَرِدَا
عَلَیّ الحوض

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو) ابوسعید الخدری
سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب
رسولخدا نے کہ میں تمہارے درمیان
دو نہایت عظیم الشان چیزیں چھوڑتا
ہوں جب تک تم ان کو پکڑے
رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے
ان میں ایک دوسرے سے بڑا ہے
ایک کتاب اللہ زمین سے آسمان
تک حبل متین اور دوسری میری عترت
اہل بیت خبردار وہ دونوں ایک دوسرے
سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس
روز قیامت حوض کوثر پر حاضر ہوں۔

امام احمد بن حنبل مسند الجزء الثالث ص ۱۴ و ۱۷ و ۲۶

نیز ملاحظہ ہو:۔ الجزء الرابع ص ۳۶۷، ۳۷۱ و الجزء الخامس ص ۱۸۲ و ۱۸۹

ترمذی۔ سنن

ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔ تاریخ الکبیر الجلد الخامس حصہ تہذیب

ترجمہ زید بن ارقم ص ۴۳۶

نسائی :۔ کتاب الخصائص

علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۶۰ لغایت ۵۹۶۲

الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد سخاوی اپنی کتاب ارتقاء الغرف کجب

اقرباء الرسول ذوی الشرف میں بعد بیان تفسیر آیۂ مودة کے لکھتے

واذقد بان لك الصحيح فی تفسير
هذه الآیۃ فاقول قد جاءت
الوصیۃ الصریحۃ باهل البیت
فی غیرها من الاحادیث فعن
سلیمان بن مهران الاعمش
عن عطیۃ بن سعد العوفی
وحبیب بن ابی ثابت اولهما عن
ابی سعید الخدری رضی الله
عنه وثانیهما عن زید بن ارقم
رضی الله عنه قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم انی
تارك فیكم ما ان تمسكتم
به لن تضلوا بعدی احدهما
اعظم من الآخر كتاب الله
حبل ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اهلبیتی ولن یفترقا
حتی یردا علی الحوض فانظروا كیف
تخلفونی فیهما اخرجه الترمذی
فی جامعه وحدیث ابی سعید
عند احمد فی مسنده من حدیث
الاعمش وكذا من حدیث ابی
اسرائیل الملائی اسماعیل بن

اور جب تم کو اس
معلوم ہو گئی تو میں
کہ آنحضرت کا اپنے ا
میں وصیت کرنا ان کے
متواترہ سے بھی ثابت ۔
بن مہران الاعمش روایت کر
ابوسعید الخدری سے بتوسط عطیہ بن
سعد العوفی اور زید بن ارقم سے بتوسط حبیب
بن ابی ثابت کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ
میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں اگر تم نے ان کو پکڑے رکھا تو
تم کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے وہ دونو
عظمت میں مساوی درجہ رکھتے ہیں کتاب اللہ
جو آسمان سے زمین تک حبل متین ہے
اور میرے عترت اہل بیت اور وہ
دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے
یہاں تک کہ قیامت کے روز میرے
پاس حوض کوثر پر وارد ہوں دیکھو تم ان سے
میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو اس حدیث کو ترمذی
نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوسعید خدری
کی روایت مسند احمد حنبل بن اعمش کے توسط
سے درج ہے اور اسی طرح روایت ابواسرائیل الملائی

ابی سلیمان
وسط من
ربعتهم عن
علی وآخرون
وابن الجوزی
تناهیه بل
ذلك قوله انه حدیث
ومعه ما سیاتی من طرقه
التی بعضها فی صحیح مسلم

اسمٰعیل بن خلیفہ و عبد الملک بن ابی
سلیمان پائی جاتی ہے اس ہی حدیث
کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا
ہے یہ حدیث بہت طرق سے مروی ہے اور
بہت مشہور ہے ابو یعلیٰ نے اور دوسرے علماء
نے اس حدیث کی تصدیق و توثیق کی ہے
مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب
علل المتناہیہ میں اس حدیث پر کیوں
شبہ وارد کیا ہے اور اس سے زیادہ عجب
انگیز اس کا یہ قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ اتنے متعدد طرق کے ساتھ مروی
ہے جن کا ذکر اب ہم کرتے ہیں، چند طرق ان میں سے صحیح مسلم میں درج ہیں،

(اس کے بعد علامہ موصوف ان طرق کو بیان کرتے ہیں)

واخرجه الحاکم فی المستدرك
من حدیث الاعمش عن حبیب
بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عامر
بن واثلة عن زید بن ارقم رض
ولفظه لما رجع رسول الله
صلی الله علیه وسلم من حجة
الوداع ونزل غدیر خم امر
بدوحات فقممن [illegible]
کانی قد دعیت فاجبت انی
قد ترکت فیکم الثقلین احدهما
اکبر من الآخر کتاب الله

علامہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک علی
الصحیحین میں حدیث ثقلین کو زید بن
ارقم سے بواسطہ اعمش و ابو الطفیل و عامر
بن واثلہ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ
جب جناب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپسی
پر غدیر خم پر تشریف لائے تو حکم دیا کہ درختوں
کے نیچے کی جگہ صاف کی جائے [illegible]
[illegible]
ارشاد فرمایا کہ عنقریب میں دنیا کو
رحلت کرنے والا ہوں میں تمہارے درمیان
دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں وہ دونوں

عز وجل وعترتی فانظر واکیف
تخلفونی فیہما فانہما لن یتفرقا
حتیٰ یردا علیَّ الحوض ثم قال
انّ اللہ عزّ وجلّ مولای وانا
ولی کل مومن ومومنة من
کنت مولاہ فعلیّ مولاہ ومن
حدیث سلمہ بن کہیل عن ابیہ
عن ابی الطفیل ایضا بلفظ
نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم بین مکة والمدینة عند
سمرات خمس دوحات عظام
فکنس الناس ما تحت السمرات
ثم راح رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عشیة فصلی ثم قام خطیبا
فحمد اللہ تعالیٰ عز وجل واثنی علیہ
وذکر ووعظ فقال ماشاء اللہ
ان یقول ثم قال یا ایہا الناس انی
تارک فیکم امرین لن تضلوا
ان تبعتموہما وہما کتاب اللہ و
اہلبیتی عترتی وحدیث ابی
الضحی مسلم بن صبیح عن زید
بن ارقم مقتصرا علی قولہ انی
تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ

عظمت میں م
میری عترت
میری بعد
ہو وہ دونو
ہونگے یہاں ت
کوثر پر میرے پاس
فرمایا کہ خدا میرا مولا ہ
ومومنات کا ولی ہوں
ہوں اس کا علی مولا ہے سلمہ بن کہیل و
اس کے اپنے باپ سے ہے جنے ابو الطفیل
سے روایت کی، الفاظ یہ ہیں کہ جناب رسولخ
درمیان مکہ و مدینہ بڑے درختوں کے
پاس ٹھہرے لوگوں نے درختوں کے نیچے
کی جگہ صاف کی، تھوڑی دیر آرام
کرنے کے بعد جناب رسولخدا نے نماز پڑھی
پھر خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنا باری تعالیٰ
کے بعد نصائح وعظ فرمائے پھر فرمایا کہ
اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو بزرگ
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان کی پیروی
کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے وہ دو
چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت ہیں
ابو الضحی مسلم بن صبیح کی روایت زید ابن ارقم
سے اس طرح ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے

ان یفترقا
ض و قال
ن الثلاثة
رط الشيخين
١ اخرجه منـ
بن جعدة عن زيد
و وافقه على تخريج هذه
ق الطبراني في الكبير وفيها
وصف ذلك اليوم بانه ما اتا
علينا يوم كان اشد حرامنه
واخرجه الطبراني ايضا من
حديث حكيم بن جبير عن
ابي الطفيل عن زيد وفيه من
الزيادة عقب قوله وانهما لن
يتفرقا حتى يردا علي الحوض
سألت ربي ذلك لهما فلا
تقدموهما فتهلكوا ولا تقصروا
عنهما فتهلكوا ولا تعلموهم
فانهم اعلم منكم وفي الباب عن
جابر وحذيفة بن اسيد و
خزيمة بن ثابت وسهل بن
سعد وضميرة وعامر بن ليلى
وعبد الرحمن بن عوف وعبد

ہیں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں
چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ و میرے
اہل بیت تحقیق کہ وہ دونوں ایک دوسرے
سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت
کے قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے
پاس وارد ہوں۔ تمام طرق کے بیان
کرنے کے بعد حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث
شرائط شیخین یعنی بخاری و مسلم کے مطابق
صحیح ہے اگرچہ ان دونوں نے اس
مکمل حدیث کو بیان نہیں کیا، اور اسی
طرح حاکم نے اس حدیث کو یحیٰی بن
جعدہ کے ذریعہ سے زید ابن ارقم سے
روایت کیا ہے اور اسی طرح روایت کرنے
میں حاکم کی موافقت طبرانی نے بھی معجم
کبیر میں کی ہے اور اس میں اس دن کی یہ
صفت بیان کی ہے کہ اس سے زیادہ گرم
دن ہمارے اوپر نہیں آیا، طبرانی نے
اس حدیث کو حکیم بن جبیر عن ابی الطفیل
عن زید ابن ارقم کی روایت سے لکھا ہے
اور اس میں آنحضرتؐ کے اس قول کے
بعد کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں
تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد
ہوں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم

اللہ بن عباس وعبد اللہ بن
عمر وعدی بن حاتم وعقبہ
بن عامر وعلی بن ابی طالب
وابی ذر وابی [illegible] وابی الشریح
الخزاعی وابی قدامۃ الانصاری
وابی ھریرۃ وابی الھیثم بن
التیھان ورجال [illegible] قریش
ام [illegible]
الطالب [illegible]
[illegible] علیھم الخ۔

ان سے
ہو جاؤ
ہیں کو [illegible]
ہو جاؤ گے
کو سکھانے [illegible]
تم سے زیادہ ع
جابر بن عبد اللہ و [illegible]
خزیمہ بن ثابت و [illegible]
[illegible] بن [illegible] وعبد الرحمن بن
[illegible] اسے [illegible]

عمر [illegible] بن حاتم [illegible] بن عامر وعلی بن ابی طالب والوذر [illegible] الخزاعی [illegible] ابو قدامۃ الانصاری [illegible] والو ہریرہ والوالہیثم بن [illegible] قریش کے دیگر مرد [illegible] وام [illegible] بنت ابی طالب [illegible] سے مروی ہے۔

[illegible] کے علاوہ [illegible] حدیث ثقلین کو ان تمام [illegible] [illegible] کر دیا [illegible]

[illegible] کتاب [illegible] میں حدیث ثقلین [illegible] کو نقل کرنا باعث طوالت ہے [illegible] ہم یہاں نقل کرتے ہیں

الذکر الرابع۔ ذکر حثہ صلے اللہ علیہ وسلم الامۃ علی التمسک بعدہ بکتاب ربھم واھل بیت نبیھم وان یخلفوہ فیھما بخیر [illegible] رسول صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

ترجمہ: ذکر چہارم۔ بیان اس امر کا کہ جناب رسول خدا نے امت کو تمسک کتاب اللہ وعترت رسول اللہ کی طرف بلایا اور حکم دیا کہ ان [illegible] کے ساتھ آپ کے [illegible] بہترین [illegible] آپ [illegible]

...عنهما وسوال
...ه كيف
...لله عليه
...صيته صلى الله
...هل بيته و
...اوصاه بهم
وصوا باهل بيتي
...انی اخاصمكم عنهم غدا و
...ن اكن خصيمه اخصمه و
من اخصمه دخل النار وحثه
صلى الله عليه وسلم على
حفظهم واتباعهم [illegible]
عن زيد ابن ارقم رضي الله
عنه قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم اني تارك
فيكم ما ان تمسكتم به لن
تضلوا بعدي احدهما اعظم
من الآخر كتاب الله حبل
ممدود من السماء الى الارض
وعترتي اهل بيتي ولن
يفترقا حتى يردا على الحوض
فانظروا بما تخلفوني فيهما
اخرجه الترمذي في جامعه

قیامت ہر ایک سے جو حوض کوثر پر آئیگا
سوال کریں گے کہ آپ کے بعد ان دونوں
سے وہ کس طرح پیش آیا اور خداوند تعالیٰ
امت محمدیہ سے سوال کریگا کہ انہوں نے
اپنے نبی کے بعد ان دونوں سے کیسا
سلوک کیا، آپ نے وصیت فرمائی کہ آپ کے
اہل بیت کی پیروی آپ کے بعد کریں
اور خداوند تعالیٰ نے بھی اپنے رسول کو
وصیت کی کہ وہ اپنی عترت کے متعلق
اپنی امت کو وصیت کریں آنحضرت نے
فرمایا کہ میرے اہلبیت کے ساتھ نیکی کرو
کیونکہ روز قیامت میں تم سے ان کے
متعلق باز پرس کرونگا جن سے میں
مخاصمت کروں گا اس کا میں دشمن ہونگا
اور جس کے ساتھ میں نے مخاصمت کی وہ دوزخ
میں ڈالا جائیگا اور آنحضرت نے حکم دیا
کہ اہل بیت رسول کے حقوق کی حفاظت
کرو اور ان کی متابعت کرو [illegible] زید
ابن ارقم سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ میں تم میں دو بزرگ و عظیم الشان چیز
چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو
تم کبھی میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے وہ دونوں
عظمت میں برابر ہیں کتاب اللہ جو ایک

Presented By: https://jafrilibrary.com

وقال حسن غریب واخرج
احمد معناه فی مسنده عن
ابی سعید الخدری ولفظه
ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم قال انی اوشك ان
ادعی فاجیب وانی تارك فیکم
الثقلین کتاب الله حبل
ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اهلبیتی وان اللطیف
الخبیر اخبرنی انهما لن یفترقا
حتی یردا علی الحوض فانظروا
بما تخلفونی فیهما واخرجه
ایضاً الطبرانی فی الاوسط و
ابو یعلی وغیرهما وسنده لا
باس به واخرجه الحافظ
ابو محمد عبد العزیز بن الاخضر
فی معالم العترة النبویة الخ

مضبوط ذریعہ
اور میری عترت ا
دوسرے سے
تک کہ روز قیامت
میرے سامنے آئینگے
کے ساتھ میرے بعد کیا
اس حدیث کو ترمذی نے
بیان کیا ہے اور اس کی تصدیق
اور امام احمد حنبل نے اس کو اپنی مسندی
میں بیان کیا ہی اور اس کو ابو سعید الخدر
سے روایت کیا ہی اس کے الفاظ یہ ہیں کہ
جناب سرورخدا نے فرمایا کہ میں خیال کرتا
ہوں کہ عنقریب میں تم میں سے رحلت کر جاؤں
میں اپنے پیچھے تمہارے درمیان دو
بزرگ و عظیم القدر چیزیں چھوڑ جاتا
ہوں ایک تو کتاب اللہ جو ایک مضبوط
رسی ہے آسمان سے زمین تک اور
دوسرے میری عترت اہلبیت، تحقیق کہ خداوند تعالے نے مجھے خبر دی ہی کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پس دیکھو تم ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو،
طبرانی نے اس حدیث کو اپنی معجم اوسط میں اور ابو یعلی اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء نے اس کو بیان کیا ہے، اور اس کے اسناد نہایت ثقہ اور معتبر ہیں جن پر بلا خوف و خطر اعتبار کیا جا سکتا ہے، اس حدیث کو حافظ ابو محمد عبد العزیز بن

م العترة النبویہ میں بیان کیا ہے الخ
نل مؤلف نے ابن الجوزی کے اعتراضات کا جواب
ولئی طرق سے نقل کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ
مام نہیں ہوا اس ہی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

الثہ انی
ملین کتاب
یتی واھما لن
ن یردا علی الحوض
خرجہ الطبرانی وزاد فیہ
عقب قولہ انھما لن یتفرقا
حتی یردا علی الحوض سالت
ربی ذلک لھما فلا تقدموھما
فتھلکوا ولا تقصروا عنھما
فتھلکوا ولا تعلموھم فانھم
اعلم منکم

تیسرا سلسلہ رواۃ یہ ہے فرمایا آنحضرت
نے کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم
القدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت
وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا
نہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت
حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں
طبرانی نے بھی یہی حدیث بیان کی
ہے اور اس جملہ کے بعد کہ یہ ایک
دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں
تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر
پر میرے پاس آویں یہ الفاظ مزید بیان کئے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم
ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ ان کی پیروی
میں کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور میری عترت اہل بیت کو تم سکھانے
کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

ابن حجر مکی نے اس حدیث کی توثیق و تصدیق میں کوشش بلیغ کی
ہے اور لکھا ۔۔۔ کہ ابن الجوزی کا اعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ اس نے صرف
ایک سلسلہ کو لے لیا ہے اور دیگر طرق پر غور نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو

ابن حجر مکی:۔ صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص ۸۹

جناب رسول خدا کی یہ تاکید کہ میرے اہل بیت
ورنہ ہلاک ہوگے اوران کوسکھانے کی کوشش نہ کرو کیو
علم رکھنے والے ہیں نہایت غور کے قابل ہے ۔ اسلام
اس ارشاد پرنہ عمل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں آنحضرت
ارشاد کو اُن حوالجات کے کہ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے احمد بن الفضل بر
کتاب وسیلۃ المآل فی عدمناقب الآل میں اورمحمود بن محمد بن علی الشیخانی
مرالماسوی فی مناقب آل النبی میں اور ابن حجر مکی نے صواعق میں بیان کیا ہ

شیخ سلیمان بن ابراہیم :۔ ینابیع المودۃ الباب الثالث والباب الرابع
ص ۲۰، ۳۹ و ۲۷ و ۲۹ لغایت ۴۱م۔

ابو عبداللہ الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ
ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸

الثعلبی :۔ تفسیر کشف البیان عن تفسیر القرآن بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔

جلال الدین سیوطی :۔ کتاب الدرالمنثور بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ بیعاد آیہ مودۃ
احیاء المیت بر حاشیہ ... الاتحاف ... ص ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۴
و ۱۱۶ ۔

محمد بن علی الصبان :۔ اسعاف الراغبین ۔ بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۰۱ و ۱۰۲
محمد بن عبدالباقی الزرقانی ۔ شرح مواہب لدنیہ الجزء السابع ص ۵
یوسف بن اسمٰعیل :۔ شرف المؤبد ص ۱۷ و ۱۸
نورالدین علی الحلبی :۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۸
شیخ عبداللہ بن محمد :۔ کتاب الاتحاف ص ۶
علامہ البغوی ۔ مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص ۲۷۸ و ۲۷۹

آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر جتنا بھی غور کیا جائے کم ہے آپ کا یہ خطبہ بہت پر معنی اور
پیشین گوئیوں سے بھرا ہوا تھا وہ لوگ کیا جواب دیں گے جنھوں نے خلافت

بن ابی طالبؑ پر سبقت کی سبقت تو کر گئے۔ مگر جنابِ رسول
وسلم کی پیشین گوئی بھی کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس
نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی، دنیاوی وجاہت
حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر بے جا سبقت کرنے کی
ن، اور چونکہ یہ لوگ دورِ اوّل کے مسلمان تھے اُن کے بعد
نسلوں نے اُن کے اِس طرزِ عمل کو اپنی وجاہت پسندی اور ہوس
کے لئے ایک بہانہ بنالیا، مرکزیت جاتی رہی، اطاعت کا مادہ نہ رہا۔ ہر
شخص اپنے تئیں امام فقہ اور صاحب ولایت سمجھنے لگا، جب استحقاق اہلیت
و اعلمیت و قرابتِ رسول کی تخصیص ہی جاتی رہی اور جو شخص اپنے تئیں مسندِ حکومت
پر دراز کر سکا وہی امام مفترض الطاعت سمجھا جانے لگا، تو پھر ہر ایک شخص نے جس
کی لاٹھی اس ہی کی بھینس کے اصول پر عمل کرنا شروع کر دیا، لہٰذا ہر ایک شخص
کے دل میں خلافت کی خواہش پیدا ہو گئی، کئی امیدواران خلافت ہوتے رہے
اور فتنہ و فساد پیدا کرتے رہے جس طرح خلافت کے امیدوار پیدا ہو گئے، اسی طرح
امامت کے امیدوار برسات کے مینڈکوں کی طرح نکل آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے امام
اتنے فرقے، ہر ایک کا مصلّٰے الگ، گوشہ الگ، عین خانہ کعبہ میں چار فرقے بن گئے
یہی نہیں کہ فرقے بن گئے بلکہ امت میں تسلیم کئے جانے لگے، اور اب تو چار سے
بھی زائد ہو گئے یہ فرقہ بندی ان ہی اصول و عقائد کا تو نتیجہ ہے مگر جب اس فرقہ
بندی سے اسلام میں کمزوری و گمراہی پیدا ہوئی، مرکزیت نہ رہی، اطاعت کا
جوہر نہ رہا، سارا شیرازہ بکھر گیا تو اب لگے ڈاڑھیں مار کے رونے۔ ہائے ہائے سہ

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

لیکن اس ہائے ہائے کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے، جنابِ رسول خداؐ نے تو پہلے
ہی کہہ دیا تھا کہ اگر اہلبیت و عترت کو چھوڑ دو گے، اُن سے سبقت کرو گے

تو تم متفرق ہو جاؤ گے، گمراہ ہو جاؤ گے، تم نے سبقت کیسا، اِس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عترت سے دوری وضلالت ہے اور یہ سارے امام جو ہوئے ہیں ان سے اختلا ابو حنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق سے اختلاف کیا اور اپنا بخاری کی رائے میں ان کے بہت سے علما نقل کفر کفر نہ یا عسکرئین علیہما السلام سے اعلم و افضل تھے، بقول پیغمبر علیہ السلام۔ کیا ہے۔

اِس حدیث کو آنحضرتؐ نے بستر مرگ پر بھی ارشاد فرمایا اور آخر ور امت کو تمسک ثقلین کی ہدایت فرماتے رہے چنانچہ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر الکی وَسِیْلَۃُ الْمَآلِ میں لکھتے ہیں:۔

وَاخرجہ محمد بن جعفر البزار عنہا (ام سلمہ) بلفظ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ وقد امتلاءت الحجرۃ من اصحابہ قال ایہا الناس یوشک آن اقبض قبضًا سریعًا فینطلق بی وقد قدمت القول محذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب اللہ عز وجل وعترتی اھلبیتی ثم اخذ بید علی فقال علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسالہما

محمد بن جعفر نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا کو اپنے مرض الموت میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب کہ ان کا کمرہ اصحابؓ سے بھرا ہوا تھا کہ اے لوگوں بہت جلد میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں اب میں رحلت کر جاؤنگا میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیت پھر آپؐ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے

خرجہ الدار

یہ دونوں ہرگز کبھی ایک دوسرے سے
جدا نہ ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر قیامت

ارد ہوں اور میں ان دونوں سے سوال کرونگا کہ میرے بعد
میا گیا، دارقطنی نے یہ روایت اسناد کے ساتھ ام سلمہ سے نقل کی ہے
ی نے بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں یہی بیان کیا ہے چنانچہ

دیث التمسك بذلك طرقا
ردت عن ینف وعشرین صحابیا و
مرلہ طرق مبسوط فی حادی عشر الشبہ
وفی بعض تلك الطرق انہ قال ذلك بحجة
الوداع بعرفہ وفی اخری انہ قال لہ
بالمدینة فی مرضہ وقد
امتلأت الحجرة باصحابہ و
فی اخری انہ قال ذلك بغدیر
خم وفی اخری انہ قالہ لما قام
خطیبا بعد انصرافہ من
الطائف کما مر ولا تنافی اذ لا
مانع من انہ کرر علیہم ذلك
فی تلك المواطن وغیرہما اهتماما
لشان الکتاب العزیز والعترة
الطاہرة وفی روایة عند
الطبرانی عن ابن عمر ان آخر
ما تکلم بہ النبی صلی اللہ

تو جان لے کہ حدیث ثقلین بہت کثیر
طرق کے ساتھ تقریباً ۲۰ صحابیوں سے
مروی ہے اور ان طرق کا ذکر شبہ گیارہ
میں گذر چکا ہے ان میں سے چند طرق
میں ہے کہ یہ حدیث حجة الوداع میں بیان
کی اور بعض میں یہ ہے کہ مدینہ میں بھی
آنحضرت نے اپنے مرض موت میں بیان
کیا جبکہ آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا۔
غدیر خم کے موقعہ پر بھی بیان کی گئی اور
بوقت واپسی از طائف بھی آنحضرتؐ نے
اس کو بیان کیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان
سب موقعوں پر اس حدیث کی تکرار آنحضرت نے
کی اور ان کے علاوہ بھی تاکہ قرآن شریف
وعترت طاہرہ کی عظمت لوگوں پر واضح
ہو جائے طبرانی نے ابن عمر سے اپنے اسناد
نقل کیا ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ موت
کے وقت آخری فقرہ جو آنحضرت نے کہا

علیہ وسلم اخلفونی فی اھل ... وہ یہ تھا کہ یہ
بیتی ۔ ابن حجر مکی ، صواعق محرقہ الباب ... کے ساتھ جس
الحادی عشر ص ۸۹ و ۹۰ و ۱۳۵ ۔
یہ تھی جناب رسولخدا کی آخری وصیت ، امت نے ا...
بنی ساعدہ کے جلسے جمل و صفین کے معرکے اور کربلا کے خون...
اور قیامت تک بہائیں گے ، امت نے اپنے پیارے رسولؐ کی
خواہش کو کس طرح پورا کیا ہمارے قلم میں طاقت نہیں کہ کہہ سکے نہ ہ...
یارا کہ بیان کر سکے ، تاریخ کے صفحے پڑھیئے اور آنکھوں سے خون جگر ...

(ب) حدیث غدیر

ثم قال یا ایھا الناس ان اللہ مولائی و انا مولی المومنین و انا اولی بھم من انفسھم فمن کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عادہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ

حدیث ثقلین کے بعد آپ نے فرمایا کہ ای لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کی جانوں پر تصرف رکھتا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا یہ علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے ، مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑے

یہ حدیث حد تواتر کو پہونچ چکی ہے اور اس کی صحت شبہ سے بالاتر ہے ۔ حدیث ثقلین کے ساتھ ساتھ ہی اس کے بعد یہ حدیث آپ نے ارشاد فرمائی اور جس نے حدیث ثقلین کی توثیق و تصدیق کی ہے وہ ہی اس کی صحت سے بھی اقبال کرتا ہے مگر چونکہ یہ حدیث ہمارے سوال زیر بحث پر براہ راست حاوی ہے اور ہمارا دعویٰ فوری خلیفہ و جانشین کو بغیر کسی شک و شبہ کے بہت اچھی طرح ثابت کرتی ہے ، لہذا مزید

م محققین و محدثین و مورخین و علماء و فقہاء کی تصنیفات
نھوں نے اس حدیث غدیر کی صحت کی تصدیق و توثیق کی

	ہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	ا ہجری	زید ابن ارقم	تاریخ ابن کثیر شامی صواعق محرقہ ابن حجر نوافض الروافض محمد بن عبد الرسول
	شدہ ابو عروۃ الازی سنہ ۱۵۳	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
	ر بن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی سنہ ۱۶۲	حضرت علیؑ	تاریخ ابن کثیر
۴	شریک بن عبد اللہ القاضی سنہ ۱۷۷	ابو ایوب انصاری	تاریخ ابن کثیر
۵	محمد بن جعفر المدنی المعروف غندر سنہ ۱۹۳		مسند احمد حنبل
۶	ابو کیع بن الجراح بن ملیح الرواسی سنہ ۱۹۷	بریدۃ الاسلمی	مناقب تالیف احمد حنبل
۷	عبد اللہ بن نمیر الہمدانی سنہ ۱۹۹	حضرت علیؑ	مسند احمد حنبل
۸	محمد بن عبد اللہ ابو احمد الزبیری سنہ ۲۰۳	حضرت علی	مسند احمد حنبل
۹	یحییٰ بن آدم بن سلیمان لاموی سنہ ۲۰۳	ابو ایوب انصاری	مسند احمد حنبل
۱۰	محمد بن ادریس الشافعی سنہ ۲۰۴		نہایۃ اللغت ابن الاثیر، مجمع البحار محمد طاہر گجراتی۔
۱۱	اسود بن عامر شاذان الشافعی سنہ ۲۰۸	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۱۲	عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی سنہ ۲۱۱	براء بن عازب، حضرت علی	تاریخ ابن کثیر شامی، کتاب المناقب احمد حنبل
۱۳	حسین بن محمد المروزی سنہ ۲۱۳	حضرت علی، زید ابن ارقم	مسند احمد حنبل

نمبر شمار	اسمائے محدثین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	
۱۴	الفضل بن دکین ابو النعیم الکوفی سنہ ۲۱۹	بریدۃ الاسلمی	مسند
۱۵	عفان بن مسلم الصفار سنہ ۲۲۰	زید بن ارقم	مسند
۱۶	سعید بن منصور الخراسانی سنہ ۲۲۷	ابو ایوب انصاری، ابو ہریرہ، ابن عمر، علی، طلحہ، انس، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص	کنز العمال و صابی
۱۷	ابراہیم بن الحجاج الشامی سنہ ۲۳۱	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر شامی
۱۸	علی بن حکیم الاودی سنہ ۲۳۱		مسند احمد حنبل
۱۹	علی بن محمد الطنافسی سنہ ۲۳۳	سعد بن ابی وقاص	سنن ابن ماجہ
۲۰	ہدیہ بن خالد البصری سنہ ۲۳۵	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۲۱	عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵	براء بن عازب	مسند احمد حنبل
۲۲	عبید اللہ بن عمر القواریری سنہ ۲۳۵		تاریخ ابن کثیر، مسند احمد حنبل
۲۳	اسحٰق بن ابراہیم حنظلی المعروف بن راہویہ سنہ ۲۳۸	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
۲۴	عثمان بن محمد ابو الحسن بن ابی شیبہ ۲۳۹	ابن عمر	کتاب الاکتفاء تالیف ابراہیم وصابی
۲۵	قتیبہ بن سعید البلخی سنہ ۲۴۰	زید بن ارقم	خصائص نسائی
۲۶	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی سنہ ۲۴۱	زید بن ارقم، براء بن عازب، ابن عباس، ابو ایوب، بریدۃ الاسلمی	مسند۔
۲۷	ہارون بن عبد اللہ ابو موسیٰ [illegible] سنہ ۲۴۳ [illegible]	زید بن ارقم	خصائص نسائی

	سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	حوالہ
		ابوالطفیل عامر بن واثلہ	
	...سنہ ۲۵۱	زید بن ارقم	صحیح ترمذی
	...مزی سنہ ۲۵۲		خصائص نسائی
	...ہدی سنہ ۲۵۷	سعد بن ابی وقاص	تاریخ ابن کثیر
	...ہا سنہ ۲۵۸	حضرت علیؑ	خصائص نسائی
	...یوسف الشاعر البغدادی سنہ ۲۵۹	حضرت علیؑ	زوائد مسند احمد حنبل
	...بن عبداللہ الاصبہانی	بریدۃ الاسلمی	مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خان، کنز العمال علی متقی
	حسن بن علی بن عفان العامری سنہ ۲[illegible]	ابوہریرہ، ابوسعید الخدری، انس بن مالک	تاریخ ابن کثیر
۳۵	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۷۳	براء بن عازب	سنن خود
۳۶	عبداللہ بن مسلم الدینوری المعروف ابن قتیبہ سنہ ۲۷۶	عمرو بن العاص	کتاب الامامت والسیاست
۳۷	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی سنہ ۲۷۹	بریدۃ الاسلمی، زید ابن ارقم	صحیح ترمذی، جامع صغیر سیوطی
۳۸	احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف ابن ابی عاصم سنہ ۲۸۷	حضرت علیؑ	کتاب السنۃ، کنز العمال علی متقی۔
۳۹	ذکریا ابن یحییٰ السجزی الخیاط سنہ ۲۸۹	سعد بن ابی وقاص	خصائص نسائی
۴۰	عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی سنہ ۲۹۰	حضرت علی، مالک بن الحویرث، براء ابن عازب، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص	زوائد مسند، کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۴۱	علی بن محمد الخصیص		خصا
۴۲	ابراہیم بن یونس البغدادی المعروف جرمی	سعد بن ابی وقاص	خصا
۴۳	احمد بن عمرو بن الخالق البزار سنہ ۲۹۲		کنز ا
۴۴	احمد بن شعیب النسائی سنہ ۳۰۳	بریدة الاسلمی، زید ابن ارقم	خصائص، ابن کثیر شا
۴۵	حسن بن سفیان النسوی سنہ ۳۰۳	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۴۶	احمد بن علی ابو یعلی سنہ ۳۰۷		تاریخ ابن کثیر شامی،
۴۷	محمد بن جریر الطبری سنہ ۳۱۰	ابو الطفیل عامر، ابو سعید الخدری، زید بن ارقم سعد بن ابی وقاص	کنز العمال علی متقی۔
۴۸	عبداللہ بن محمد ابو القاسم البغوی سنہ ۳۱۷		ریاض النضرہ محب طبری
۴۹	محمد بن علی بن الحسین بن بشیر ابو عبداللہ الزاہدی حکیم ترمذی	حذیفہ بن اسید	مفتاح النجا میرزا محمد، نوادر الاصول
۵۰	احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی سنہ ۳۲۱		مشکلات الآثار
۵۱	احمد بن محمد بن عبد ربہ القرطبی سنہ ۳۲۸		کتاب العقد
۵۲	حسین بن اسمٰعیل المحاملی سنہ ۳۳۰	ابن عباس	جامع صغیر سیوطی، کنز العمال علی متقی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ملا علی قاری
۵۳	احمد بن محمد بن سعید ابو العباس المعروف ابن عقدہ سنہ ۳۳۲	ابو الطفیل عامر، خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن	کتاب خاص در طرق حدیث غدیر، منہاج السنۃ ابن تیمیہ فتح الباری ابن حجر عسقلانی طرا

	رمعہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
		حاتم۔ عقبہ بن عامر، ابو ایوب، ابو لیلیٰ۔ ابو الہیثم	سوی شیخانی القادری بواہر العقدین سمہودی فیض القدیر مناوی مفتاح النجا مرزا محمد بن معتمد خان
	العنبری سنہ ۳۳۲	سعد بن ابی وقاص	مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
	الہمزی سنہ ۳۵۱	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
	عبداللہ البزاز الشافعی سنہ ۳۵۲	زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر شامی
	محمد بن حیان البستی سنہ ۳۵۴	ابوالطفیل عامر	ریاض النضرۃ محب طبری مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خاں
۵۸	سلیمان بن احمد الطبرانی سنہ ۳۶۰	عمرو بن مرہ، زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، ابوسعید الخدری، بریدہ بن حصیب	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی۔
۵۹	احمد بن جعفر القطیعی سنہ ۳۶۸	ابن عباس	مستدرک علی الصحیحین للحاکم۔
۶۰	علی بن عمر الدارقطنی سنہ ۳۸۵	حضرت علیؑ	کنز العمال علی متقی
۶۱	عبیداللہ بن عبداللہ المعروف ابن البطہ سنہ ۳۸۷	براء بن عازب	مناقب ابن شہر آشوب۔
۶۲	محمد بن عبدالرحمن المخلص الذہبی سنہ ۳۹۳	براء بن عازب، زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ	ریاض النضرہ محب طبری
۶۳	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم سنہ ۴۰۵ ہجری	بریدۃ الاسلمی، زید بن ارقم، طلحہ	مستدرک علی الصحیحین۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۶۴	عبدالملک بن محمد بن ابراہیم الخرکوشی سنہ ۴۰۷ھ	براء بن عازب	
۶۵	احمد بن عبدالرحمن بن احمد الفارسی سنہ ۴۱۱ھ	ابن عباس	
۶۶	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی سنہ ۴۱۰ھ		
۶۷	احمد بن محمد بن یعقوب ابو علی مسکویہ سنہ ۴۲۱ھ		نديم الفر
۶۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی سنہ ۴۲۷ھ	برار بن عازب	تفسیر کشف البیان
۶۹	احمد بن عبداللہ ابو نعیم الاصبہانی سنہ ۴۳۰ھ	زید بن ارقم، برار بن عازب	کنز العمال علی متقی
۷۰	اسمٰعیل بن علی بن الحسین المعروف ابن سمان سنہ ۴۴۵ھ	ابو ایوب انصاری برار بن عازب عمر بن الخطاب	ریاض النضرہ محب طبری
۷۱	احمد بن الحسین بن علی البیہقی سنہ ۴۵۸ھ	برار بن عازب	فصول مہمہ ابن الصباغ مالکی
۷۲	یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر سنہ ۴۶۳ھ	بریدہ، ابو ہریرہ برار بن عازب، زید بن ارقم	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
۷۳	احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی سنہ ۴۶۳ھ	حضرت علی	کنز العمال علی المتقی
۷۴	علی بن احمد ابو الحسن الواحدی سنہ ۴۶۸ھ	ابو سعید الخدری	اسباب نزول القرآن فی تفسیر آیۃ یا ایہا الرسول بلغ الآیۃ۔
۷۵	مسعود بن ناصر السجستانی سنہ ۴۷۷ھ	عبداللہ بن عباس	درایۃ فی حدیث الولایۃ۔
۷۶	علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی سنہ ۴۸۳ھ	ابو ہریرہ	کتاب المناقب۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

	…دیہ معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	…للہ الحکانی		دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ
	…ن الخلعی سنہ ۴۹۲	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
	…د الغزالی سنہ ۵۰۵		سر العالمین
	…د البغوی سنہ ۵۱۶	زید بن ارقم	مصابیح السنۃ
	…معاویہ العبدری سنہ ۵۳۵	زید بن ارقم	جمع بین الصحاح السنۃ
	…با محمد العاصمی	حضرت علی، براء بن عازب، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ	زین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتی
۸۳	محمود بن عمر الزمخشری سنہ ۵۳		ربیع الابرار لنصوص الاخبار
۸۴	محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		کتاب خصائص علویہ
۸۵	عبد الکریم بن محمد ابو سعد المروزی السمعانی سنہ ۵۶۲	براء بن عازب، ابو ہریرہ، عمر بن الخطاب	غایۃ المرام فضائل الصحابہ
۸۶	موفق بن احمد ابو المؤید المعروف اخطب خوارزم سنہ ۵	براء بن عازب عمرو بن عاص	کتاب المناقب
۸۷	عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی عرف ملا	براء بن عازب	وسیلۃ المتعبدین
۸۸	علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر سنہ ۵۷۱	حذیفہ بن اسید طلحہ	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی
۸۹	محمد بن عمر بن احمد ابو موسی سنہ ۵۸۱	عامر بن لیلیٰ، حذیفہ بن اسید	اسد الغابہ ابن الاثیر، فضائل
۹۰	فضل اللہ بن ابی سعید الحسن		کتاب المعتمد فی المعتقد

نمبر شمار	اسماء مؤرخین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
	ہزار تحسین		
۹۱	اسعد بن محمود بن خلف ابو الفتح العجلی سنۂ	حذیفہ بن اسید، عامر بن یعلی ابن حمزہ	ہر فصـ
۹۲	فخر الدین محمد بن عمر الرازی سنۂ ۶۰۶	براء بن عازب ابن عباس	کتا مفاتیح
۹۳	مبارک بن محمد بن محمد ابو السعادات المعروف ابن الاثیر سنہ ۶۰۶	زید بن ارقم	جامع الاصو الرسول ۔
۹۴	علی بن محمد بن محمد الجزری المعروف ابن الاثیر سنہ ۶۳۰	عامر بن لیلی، حذیفہ بن اسید، عبداللہ بن یامیل	اسد الغابہ فی معرفۃ
۹۵	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی سنہ ۶۴۳	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم	کتاب مختارہ جواہر العقدین سمہودی، جامع صغیر سیوطی
۹۶	ابو سالم محمد بن طلحہ النصیبی سنہ ۶۵۲	زید ابن ارقم	کتاب مطالب السؤل
۹۷	یوسف بن محمد ابو الحجاج البلوی المعروف بشیخ		کتاب لغب یا ر
۹۸	یوسف بن قز علی سبط ابن الجوزی سنہ ۶۵۴	بریدہ، حضرت علی براء بن عازب ابو ایوب	تذکرہ خواص الامۃ ۔
۹۹	محمد بن یوسف الکنجی سنہ ۶۵۸		کفایت الطالب
۱۰۰	عبدالرزاق بن رزق اللہ الرسعنی سنہ ۶۶۱		مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خان ۔
۱۰۱	یحیی بن شرف النووی سنہ ۶۷۶	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء واللغات

	...مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	...الدین الطبری	ابو ایوب انصاری، حبشی بن جنادہ، حضرت علی، زید بن ارقم، بریدہ، عمر بن الخطاب، براء بن عازب	ریاض النضرہ، ذخائر العقبیٰ۔
	...ابن عبداللہ الوصابی	زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ، ابن عباس، ابو ایوب، ابن عمر، ابوہریرہ، مالک بن حویرث، سعد بن ابی وقاص، حضرت علی، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، طلحہ، عمرو بن مرہ	کتاب الاکتفاء
۱۰۴	محمد بن احمد الفرغانی سنہ ۶۹۹		شرح قصیدہ تائیہ ابن فارض
۱۰۵	ابراہیم بن محمد الحموینی سنہ ۷۲۲	براء بن عازب	فرائد السمطین
۱۰۶	احمد بن محمد بن احمد علاء الدولہ السمنانی سنہ ۷۳۶		
۱۰۷	جمال الدین یوسف بن عبدالرحمن المزی سنہ ۷۴۲ھ	زید بن ارقم	تحفۃ الاشراف، معرفۃ الاطراف
۱۰۸	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی سنہ ۷۴۸		تذکرۃ الحفاظ
۱۰۹	ولی الدین محمد بن عبداللہ ولی الدین الخطیب	زید بن ارقم، براء بن عازب	مشکوٰۃ المصابیح

نمبر شمار	اسمار مخرجین حدیث غدیر	صحابی راوئ حدیث	
۱۱۰	عمر بن مظفر بن عمر ابو حفص المعروف ابن الوردی سنہ ۷۴۹ھ		تتمۃ المختصر
۱۱۱	احمد بن عبدالقادر بن مکتوم تاج الدین سنہ ۷۴۹ھ		رسالۃ الافخار
۱۱۲	جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی سنہ ۷۵۲ھ	براء بن عازب	درر السمطین
۱۱۳	سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی سنہ		کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ
۱۱۴	عبداللہ بن سعد بن علی الیمنی الیافعی سنہ		مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان
۱۱۵	اسمٰعیل بن عمر المعروف ابن کثیر سنہ	حضرت علی، زید بن ارقم، حذیفہ بن اسید، جابر بن عبداللہ	النہایۃ والبدایۃ فی التاریخ
۱۱۶	عمر بن الحسن ابو حفص المراغی سنہ	حضرت علی	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۷	علی بن شہاب الدین الہمدانی سنہ	زید بن ارقم، عمر بن خطاب، براء بن عازب	کتاب مودۃ القربیٰ
۱۱۸	محمد بن عبداللہ بن احمد المقدسی سنہ	حضرت فاطمہ بنت رسول خدا	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۹	محمد بن محمد المعروف خواجہ پارسا سنہ ۸۲۲ھ	عمر بن الخطاب	فصل الخطاب
۱۲۰	محمد بن شمس الدین الجزری سنہ ۸۳۳ھ	حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت ابوبکر، عمر، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس، زید بن ارقم، براء بن عازب، بریدہ بن الحصیب، ابوہریرہ، زید بن ثابت، ابو سعید الخدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس	اسنی المطالب

نمبر	راوی	صحابی راوی حدیث	حوالہ
		انس بن مالک، حبشی بن جنادہ، عبداللہ بن مسعود، عمران بن حصین، عبداللہ بن عمر، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان، اسعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت، ابوایوب انصاری، سہیل بن حنیف، حذیفہ بن الیمان۔ اسمرۃ بن الجندب۔	
	…بن علی بن عبدالقادر المقریزی سنہ ۸۴۵ھ	براء بن عازب	مواعظ الاعتبار بذکر الخطط والآثار
۱۲۲	شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ		ہدایت السعداء
۱۲۳	احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی سنہ ۸۵۲ھ	بریدہ، براء بن عازب، جابر بن عبداللہ، زید بن ارقم	تہذیب التہذیب، اصابہ فی تمیز الصحابہ، فتح الباری شرح صحیح بخاری
۱۲۴	علی بن محمد بن احمد المعروف ابن الصباغ سنہ ۸۵۵ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلی	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۲۵	حسین بن معین الدین الیزدی المنیدی سنہ ۸۷۰ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم	فواتح شرح دیوان علی
۱۲۶	عبداللہ بن عبدالرحمن المعروف اصیل الدین سنہ ۸۸۳ھ		درج الدرر درج الغرر فی میلاد سید البشر
۱۲۷	علی بن عبداللہ نورالدین السمہودی سنہ ۹۱۱ھ	براء بن عازب، زید ابن ارقم	جواہر العقدین، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ
۱۲۸	عبدالرحمن بن ابی بکر المعروف جلال الدین سنہ ۹۱۱	زید ابن ارقم، حضرت علی، ابوایوب، عمر، ابوہریرہ، ابن عمر، مالک بن حویرث، حبشی	تاریخ الخلفاء، رسالہ ازہار، جامع صغیر۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
		بن جنادہ، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید الخدری، انس بن مالک، ابن عباس عمار، بریدہ	
١٢٩	عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف جلال الدین محدث سنہ ١٠٠٠	ابن عباس، حذیفہ بن اسید، حضرت علی، خالد بن زید،	اربعین
١٣٠	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی سنہ ٩٧٣ھ	ابو ایوب خزیمہ بن ثابت، ثابت بن قیس، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص ابو الہیثم بن التیہان، ہاشم بن عتبہ حبیب بن بدیل بن ورقہ	صواعق محرقہ قصیدہ ہمزیہ
١٣١	علی بن حسام الدین المتقی سنہ ٩٧٥ھ	ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، ابو الطفیل عامر ابو ایوب، ابو ہریرہ۔	کنز العمال
١٣٢	محمد طاہر الفتنی سنہ ٩٨١ھ	ابن عمر، حضرت علی، طلحہ، انس، ابن عباس	مجمع البحار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار
١٣٣	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری سنہ ١٠١٤ھ		مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
١٣٤	محمد عبد الرؤف بن تاج العارفین المناوری سنہ ١٠٣١		کنوز الحقائق فی حدیث الخلائق فیض القدیر
١٣٥	محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری	حضرت علیؑ، ابو الطفیل، زید بن ارقم براء بن عازب	صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
١٣٦	علی بن ابراہیم بن احمد بن علی نور الدین سنہ ١٠٤٤	زید بن ارقم	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون۔

نمبر	مدیر...	صحابی راوی حدیث	حوالہ
	محمد ... الدین ... ہوی سنہ	عامر بن لیلی، حذیفہ بن اسید، ام سلمہ، زید بن ارقم، براء بن عازب، سعد بن ابی وقاص، ابوبکر، خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب، ابوسعید الخدری، ابوشریح الخزاعی، ابوقدامہ، ابولیلی، ابوالہیثم بن التیہان	وسیلۃ المال فی عد مناقب الآل رجال مشکوٰۃ۔ لمعات شرح مشکوٰۃ مدارج النبوۃ۔
۱۳۹	محمد بن محمد المصری		کتاب الدر العوالی لحل الفاظ بدرالمال۔
۱۴۰	صالح بن مہدی المقبلی		الابحاث المسددہ فی فنون متعددہ وحدیث متواترہ
۱۴۱	محمد بن عبدالرسول البرزنجی سنہ ۱۱۰۳		نواقض
۱۴۲	حسام الدین بن محمد السہارن پوری	براء بن عازب، زید بن ارقم	کتاب مرافض
۱۴۳	میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی	حذیفہ بن اسید، براء بن عازب، زید ابن ارقم	مفتاح النجا فی مناقب آل العبا نزل الابرار
۱۴۴	محمد صدر عالم	حضرت علی، ابوایوب، عمرو بن مرۃ، ابوہریرہ، ابن عباس، عمار بن یاسر، بریدہ، ابن عمر، مالک بن الحویرث، سعد بن ابی وقاص، ابوسعید خدری، انس، طلحہ۔	معارج العلی فی مناقب المرتضی

نمبر شمار	اسمائے محدثین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	
۱۴۵	ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلی سنہ ۱۱۷۶	براء بن عازب، زید بن ا بریدہ	
۱۴۶	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی سنہ ۱۱۸۲	براء بن عازب، زید بن ار عمر بن الخطاب، سعد بن ابی وقاص	
۱۴۷	محمد بن علی الصبان		اسعاف
۱۴۸	احمد بن عبد القادر العجیلی		ذخیرۃ الاعمال عقد جواہر الآل
۱۴۹	رشید الدین خان دہلوی	ابن عمر	فتح مبین
۱۵۰	مولوی محمد مبین	زید بن ارقم، برار بن عازب ابن عباس، حذیفہ بن اسید حضرت علی	وسیلۃ النجات
۱۵۱	محمد سالم دہلوی	عمران بن حصین، برار بن عازب، زید بن ارقم	اصول الایمان
۱۵۲	مولوی ولی اللہ لکھنوی		مرآۃ المومنین

نقشۂ مندرجہ بالا کے مطالعہ سے حدیث غدیر کا متواتر و صحیح ہونا ثابت ہے۔
اب ہم چند کتابوں کی عبارات بھی نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کے ذہن میں اس کی صحت عین الیقین کے درجہ تک پہونچ جائے

امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں حدیث غدیر کو کئی طرق کے ساتھ نقل کیا

یت یہ ہے۔

ثنی ابی ثنا
عن المغیرہ
یمون ابی
ال زید ابن
نزلنا مع رسول
علیہ وسلم
ال لہ خم فامر بالصلوٰۃ
صلیھا بھجیر قال فخطبنا و
ظلل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بثوب علی شجرۃ سمرۃ
من الشمس فقال الستم تعلمون
او الستم تشھدون انی اولی
بکل مومن من نفسہ قالوا بلٰی
قال فمن کنت مولاہ فعلی
مولاہ اللھم وال من والاہ و
عاد من عاداہ۔

(اسمائے رواۃ عربی عبارت میں) میمون
ابی عبد اللہ نے زید بن ارقم سے روایت
کی ہے وہ کہتا ہے کہ زید بن ارقم نے
بیان کیا اور میں سن رہا تھا وہ کہہ رہے
تھے کہ ہم جناب رسولخدا کے ساتھ وادی
خم میں آئے، آنحضرتؐ نے نماز کا حکم دیا
چنانچہ نماز پڑھی گئی، پھر آپ نے خطبہ ادا
فرمایا اور آپ کے لئے درخت پر کپڑا ڈال
کر سایہ کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا کہ کیا
تم نہیں جانتے یا تم گواہی نہیں دیتے
کہ میں ہر ایک مومن کی جان پر تصرف
رکھتا ہوں سب نے عرض کی کہ ہاں
اے رسول اللہ آپ ہم سب کی جانوں
پر متصرف ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ جس کا
میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خدا وندا
دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست
رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو
دشمن رکھے۔

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الرابع ص ۳۷۲

یوسف ابن قزغلی سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الائمۃ الباب الثانی ص ۱۰ و ۱۸

محمد بن جریر الطبری نے حدیث غدیر کو نہایت تفصیل کے ساتھ بہ طرق متعددہ بیان کیا ہے چنانچہ ملا علی المتقی کنز العمال میں لکھتے ہیں۔

(مسند زید بن ارقم) عن ابی

محمد بن جریر الطبری نے روایت کی ہے کہ

الطفیل عامر بن واثلة قال	ابوالطفیل
لما رجع رسول الله صلی الله علیه	کہ کہا ز
وسلم من حجة الوداع فنزل	الوداع
غدیر خم امر بدوحات فقمن	تشریف لائے
ثم قام فقال کان قد دعیت	کیا جائے پس
فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین	کھڑے ہوئے
احدهما اکبر من الآخر کتاب الله	کیا کہ عنقریب میں
ممدود من السماء الی الارض و	پس میں تمہارے درمیان
عترتی اهلبیتی فانظروا	چھوڑے جاتا ہوں جو عظمت
کیف تخلفونی فیهما فانهما	دوسرے سے مساوی ہیں ایک
لن تفرقا حتی یردا علی الحوض	اللہ جو آسمان سے زمین تک ایک
ثم قال ان الله مولای وانا	ہے اور دوسرے میری عترت اہلبیت
ولی کل مومن ثم اخذ بید علی	پس دیکھو تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک
فقال من کنت مولاه فعلی مولاه	کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے
اللهم وال من والاه وعاد من	جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ ساتھ ساتھ حوض
عاداه فقلت لزید انت سمعته	کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پھر
من رسول الله صلی الله علیه و	فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین
سلم فقال ما کان فی الدوحات	کا مولا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں
احد الا قد راه بعینیه وسمعه	اس کا یہ علی مولا ہے اور علی کا ہاتھ پکڑ کر
باذنیه ـ ابن جریر ـ عن عطیة	انہیں اٹھایا اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اس
العوفی عن ابی سعید الخدری مثل	کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس
ذلک (ابن جریر)	کو جو علی کو دشمن رکھے، ابوالطفیل عامر کہتے
علی المتقی :- کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰	ہیں کہ میں نے زید سے کہا کہ کیا یہ تم نے

۵۹۶۶ و
الثالث
...
الجزء الثالث ص

اپنے کانوں سے سنا تھا، انہوں نے [illegible]
دیا کہ خیموں میں کوئی [illegible]
نے یہ دونوں آنکھوں [illegible]
کو نہ دیکھا ہو [illegible] دونوں کانوں [illegible]
آنحضرت کو یہ کلمات کہتے نہ سنا ہو۔

ابن الفضل بن محمد باکثیر المکی الشافعی [illegible] میں نقل کرتے ہیں۔

بن لیلی بن ضمرہ وحذیفہ
اسید رضی اللہ عنہما قالوا
لما رسول اللہ صلی اللہ علیہ
لہ من حجۃ الوداع ولم یحج غیرہا
قبل حتی اذا کان بالجحفہ
نہی عن سمرات بالبطحاء متقاربات
لا تنزلوا تحتہن حتی اذا نزل القوم
واخذ وامنازلہم سواہن ارسل
الیہن فقم ما تحتہن وشذبن
عن رؤس القوم حتی اذا نودی
الصلوٰۃ عمد الیہن فصلی تحتہن
ثم انصرف الی الناس وذلک یوم
غدیر خم وخم من الجحفہ ولہ
بہا مسجد معروف وفی بعض
الروایات انہ کان یوما شدید
الحر وکان ثامن عشر ذی الحجۃ

عامر بن لیلی و حذیفہ بن اسید کہتے ہیں کہ
جب جناب رسولِ خدا حجۃ الوداع سے
واپس ہوئے تو آپ نے اس سے پہلے حج
نہیں کیا تھا اور جحفہ [illegible]
درختوں کے نیچے [illegible]
فرمایا [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے سروں کے [illegible]
پھر نماز کی منادی [illegible]
وقت [illegible]
پھر [illegible]
فرمایا [illegible] غدیر خم تھا، جحفہ کے نزدیک
جہاں آپ کی مسجد ہے، بعض [illegible]
ہے کہ وہ دن نہایت گرم [illegible]
۱۸ ذی الحجہ کی تاریخ تھی، آپ نے ان سے

واقبل علیہم فقال یا ایہا الناس انہ
قد نبانی اللطیف الخبیر انہ لن
یعمر نبی الا نصف عمر الذی
یلیہ من قبلہ وانی لاظن
ان ادعی فاجیب وانی مسئول
وانتم مسئولون ہل بلغت
فما انتم قائلون قالوا نقول
قد بلغت وجہدت ونصحت
فجزاک اللہ خیرا قال لستم
تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ
وان محمدا عبدہ ورسولہ
وان جنتہ حق وان نارہ حق
والبعث بعد الموت حق قالوا
بلی نشہد قال اللہم اشہد ثم
قال ایہا الناس الا تسمعون الا
فان اللہ مولای وانا اولی بکم
من انفسکم الا من کنت مولاہ
فہذا مولاہ واخذ بید علی فرفعہا
حتی عرفہ القوم اجمعون ثم
قال اللہم وال من والاہ وعاد
من عاداہ

مخاطب ہو کر فرمایا
نے خبر دی ہے کہ ہر
نبی کی عمر سے نصف
پیغام اجل ملنے والا
مجھ سے بھی سوال کیا جاو
سوال کیا جائیگا کہ کیا میں
پہنچا دیا، تم کیا جواب دوگے انہوں
دیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا۔
کوشش بلیغ کی اور ہمیں نصیحت کی خدا
وند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، پھر فرمایا کہ
کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا ایک ہے محمد اس
کا بندہ اور رسول ہے جنت و دوزخ اور
نشر بعد موت حق ہیں سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے
ہیں کہ یہ سب حق ہے۔ آپ نے
کہا کہ خداوندا گواہ رہیو، پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو
خوب اچھی طرح سنو، خداوند تعالیٰ میرا مولا ہے
اور میں تمہارا مولا ہوں اور تمہاری جانوں کا
متصرف ہوں خبردار جس کا میں مولا ہوں اس کا
یہ علی مولا ہے پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔
یہاں تک کہ سب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا۔
اور پھر فرمایا کہ خدایا دوست رکھ اس کو جو
علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ غدیر خم کے

... اللہ علیہ
... بین علی
... رایتنا
... من کنت
... الحدیث
... جعد قال قیل لعمر
... رضی اللہ عنہ انک
... بعلی شیئاً لاتصنعہ
... باحد من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال انہ مولای
وعن سعد بن ابی وقاص رضی
اللہ عنہ ان ابابکر وعمر رضی
اللہ عنہما قالا امسیت یا
بن ابی طالب مولی کل مومن و
مومنۃ واخرج الدارقطنی فی
الفضائل عن معقل بن یسار
رضی اللہ عنہ قال سمعت
ابابکر رضی اللہ عنہ یقول علی
بن ابی طالب عترۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ای الذین
حث النبی صلی اللہ علیہ و
سلم علی التمسک بہم والاخذ
بہدیہم فانہم نجوم الہدی من

روز جناب رسول خدا نے علی کو ہاتھ پکڑ کر
اتنا بلند کیا کہ آپ کے بغل کی سفیدی ہم
سب نے دیکھی، پھر آپ نے فرمایا کہ جس
کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے آخر
حدیث تک۔
سالم بن جعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر سے کہا
گیا کہ آپ جو حسن سلوک علیؑ کے ساتھ کرتے
ہیں وہ کسی اور صحابی رسول کے ساتھ
نہیں کرتے، حضرت عمر نے جواب دیا
کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ علی میرے
مولا ہیں سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں
کہ ابوبکر و عمر نے حضرت علی کو مبارکباد
دی کہ اے ابن ابی طالب آپ نے صبح و
شام کی در آنحالیکہ آپ تمام مومنین
و مومنات کے مولا ہیں علامہ دارقطنی کتاب
الفضائل میں معقل بن یسار سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو
یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی عترت رسول
ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے
ساتھ تمسک اور جن کی اطاعت کی
ہدایت رسول خدا نے امت کو کی ہے اور
امت سے ان کے لئے اقرار لیا ہے
کیونکہ وہ لوگ یعنی عترت رسول ہدایت

الذي بهما تسدّى وخصه
أبو بكر بن مالك رضي الله عنه لا
لا الإمام في حديث الثقلين وباب
مدينة العلم والعرفان فهو
إمام الأئمة وعالم الأمة وكأنه
أخذ ذلك من تخصيصه صلى
الله عليه وسلم له من بينهم
يوم غدير خم بما سبق وهذا
حديث صحيح لا مرية فيه ولا
شك ينافيه وروي عن الجم
الغفير من الصحابة وشاع
واشتهر وناهيك بمجمع حجة
الوداع [illegible] الإسلام [illegible]
[illegible]
[illegible] الله
[illegible] من كنت مولاه
فعلي مولاه أخرجه الترمذي
والنسائي وهو كثير الطرق جدا
وقد [illegible] ابن عقدة في
كتاب مفرد وكثير من أسانيده
صحاح وحسان

کے سہارے ہ
کی ہدایت پائی
وجہ سے مخصوص
امام ہیں اور در
کے وہ اماموں کے
عالم ہیں، جناب رسو
غدیر خم اس امر کے لئے مخصوص
جیسا کہ بیان کیا گیا یہ امر واقعہ ہے
کہ حدیث غدیر خم بالکل صحیح ہے اس
کی صحت میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش
نہیں اس حدیث کو صحابہ کی ایک کثیر
جماعت نے روایت کیا ہے اور وہ شائع
ومشہور ہو گئی ہے خاص کر بوجہ مجمع
حجۃ الوداع شیخ الاسلام شہاب الدین
ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حدیث
من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو ترمذی
نسائی نے معہ اسانید بیان کیا ہے آں
حدیث کے بہت سے طرق ہیں ابن عقدہ
نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع
کیا ہے اور ایک خاص کتاب اس
موضوع پر لکھی ہے اس کے بہت
اسانید صحیح و حسن ہیں۔

حضرت عمر کا حضرت علی کو مولائے مومنین ہونے پر مبارکباد دینا: - چونکہ

بہت عظیم الشان تھا لہذا تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کو مبارکباد
ت ابو بکر کا مبارکباد دینا ایک خاص اہمیت اپنے میں مضمر رکھتا
ابو بکر کے مبارکباد دینے کو عبارت وسیلۃ المآل فی عد
ہم نے اوپر نقل کیا شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب قرۃ العینین

ن عازب وزید بن
رسول اللہ صلے اللہ علیہ
لما نزل بغدیر خما خذ
بید علی فقال لستم تعلمون
انی اولی بالمومنین من
انفسہم قالوا بلی قال الستم
تعلمون انی اولی بکل مومن
من نفسہ قالوا بلے فقال اللھم
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللھم وال من والاہ وعاد من
عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک
فقال ھنیئا یا ابن ابی طالب اصبحت
وامسیت مولی کل مومن و
مومنۃ اخرجہ احمد

براء بن عازب وزید بن ارقم سے مروی ہے
کہ جب جناب رسولخدا غدیر خم پر تشریف لائے تو
آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم لوگ
نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں پر
متصرف ہوں سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں۔
پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر
ایک مومن کی جان پر علیحدہ علیحدہ حق تصرف
ہوں سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں تو آپ نے
فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ علی مولا
ہے خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی کو دوست
اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر
نے حضرت علی سے ملاقات کی اور کہا کہ مبارک ہو۔ اے ابن
ابیطالب تمکو کہ تم صبح و شام اس حال میں کی کہ تم مومنین
مومنات کے مولا ہو۔ اس روایت کو امام احمد حنبل نے بھی لکھا ہے

ولی اللہ شاہ دہلوی :۔ قرۃ العینین
امام احمد بن حنبل :۔ کتاب المناقب
سبط ابن الجوزی :۔ تذکرہ خواص الامت الباب الثانی ص ۱۸
شیخ احمد بن الفضل باکثیر :۔ وسیلۃ المآل فی مناقب الآل۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی :- رجال
امام احمد حنبل :- مسند الجزء الرابع ص ۱۱
شیخ عبدالحق محدث دہلوی :- اشعۃ ا
مولوی محمد سالم دہلوی :- اصول الایمان

حدیث غدیر کو کئی اسناد کے ساتھ بیان کرنے کے
ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں :-

عن الامام الباقر عن آبائه
علیهم السلام مثل ذلك بل
یروی عن کثیر من الصحابه فی
اماکن مختلفه هذا الخبر عن عمر
بن الخطاب قال نصب رسول
الله صلی الله علیه وسلم علیاً
علماً فقال من کنت مولاه فعلی
مولاه اللهم وال من والاه و عاد
من عاداه واخذل من خذله
وانصر من نصره اللهم انت
شهیدی علیهم قال وکان فی جنبی
شاب حسن الوجه طیب الریح
فقال یا عمر لقد عقد رسول الله
صلی الله علیه وسلم عقداً
لا یحله الا منافق فاحذر ان تحله
قال عمر فقلت یا رسول الله
انك حیث قلت فی علی کان فی

اور امام محمد باقر علیہ
سے حدیث غدیر نقل کہ
صحابہ حدیث غدیر کو حضرت عمر
ہیں حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے
حضرت علیؑ کو سب کے سامنے خلیفہ مقرر کیا تو
آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ
مولا ہے خدا وندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ
کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو
دشمن رکھے، چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے
مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے، خداوندا تو
میرا گواہ ان لوگوں پر رہیو حضرت عمرؓ کہتے ہیں
کہ اسوقت میرے پہلو میں ایک خوبصورت
جوان کھڑا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اے عمر آج
کے دن رسول خدا نے ایک ایسی گرہ باندھی ؟
کہ جسکو کوئی شخص سوائے منافق کے نہیں کھولیگا
بس ڈرائے عمر تو اس بات سے کہ اس کو کھولے
حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا

وجه
او كذا
ليس من
ل ارادان
ه في علي وعن
ب رضي الله
بلت مع رسول الله
لله عليه وسلم في حجة
الوداع فلما كان بغدير خم
نودي الصلوة جامعة فجلس
رسول الله صلى الله عليه وسلم
تحت شجرة واخذ بيد علي قال
الست اولى بالمؤمنين من
انفسهم قالوا بلى يا رسول الله
فقال الا من انا مولاه فعلي
مولاه اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه فلقيه عمر
فقال هنيئا لك يا علي بن ابي
طالب اصبحت مولى كل مؤمن
ومؤمنة وفيه نزلت يا
ايها الرسول بلغ ما انزل
اليك من ربك الآية.

سے عرض کی کہ جب آپ علیؑ کے بارے میں فرماتے
تھے تو اس وقت میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان
کھڑا تھا اُس نے مجھ سے ایسا کہا تھا آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ وہ بنی آدم نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھے
انہوں نے چاہا کہ میرے اس قول کی تاکید تم
سے کردیں براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم
رسولخداؐ کے ساتھ حجۃ الوداع سے واپس
آرہے تھے، جب غدیر خم پر پہنچے تو نماز جامع
کی منادی کرائی گئی جناب رسولخداؐ ایک
درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، حضرت
علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ کیا میں
مومنین کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں
سب نے جواب دیا کہ ہاں آپ ہیں۔
پھر آپ نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ جس کا
میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے
خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو
دوست رکھے، اور دشمن رکھ اس
کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، اسکے بعد حضرت
عمر حضرت علیؑ سے ملے اور کہا کہ اے علیؑ
تمکو مبارک ہو کہ تم نے صبح کی درحالیکہ تم تمام
مومنین اور مومنات کے مولا و آقا ہوئے اس
واقعہ ہی کے متعلق یہ آیت یا ایہا الرسول بلغ ما
انزل من ربک الآیہ نازل ہوئی۔

بمقام رحبہ حضرت علیؑ کا حدیث غدیر خم کی بنا پر احتجاج

علی بن برھان الدین الحلبی

سیرۃ الامامین والماموں میں حدیث غدیر کو کئی اسناد کے بعد لکھتے ہیں:۔ سیرۃ الحلبیۃ الجزء الثالث ص ۳۰۸)

ھذا اقوی ما تمسکت بہ الشیعۃ والامامیۃ والرافضۃ علی ان علیا کرم اللہ وجھہ اولی بالامامۃ من کل احد وقالوا ھذا النص صریح علی خلافتہ سمعہ ثلاثون صحابیا وشھدوا بہ قالوا فلعلی علیھم من الولایۃ ما کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم علیھم بدلیل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الست اولی بکم وھذا حدیث صحیح ورد باسانید صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ کابی داؤد وابی حاتم الرازی وقول بعضھم ان زیادۃ اللھم وال من والاہ الی آخرہ موضوعۃ مردود فقد ورد ذلک من طرق صحیح الذھبی کثیرا منھا وقد جاء ان علیا کرم اللہ وجہہ قام خطیبا فحمد اللہ و

یہ حدیث غدیر سب سے قوی ہے جس سے امامیہ اور روافض یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ امامت کے لئے سب سے زیادہ مستحق تھے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث علیؑ کی خلافت بلافصل کے لئے نص صریح ہے۔ اس کی سماعت تیس صحابیوں سے مروی ہے اور وہ اس کی شہادت دیتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ کے اس قول الست اولیٰ بکم کے مطابق حضرت علیؑ کو امت کے اوپر وہ ہی حقوق حاصل تھے جو آنحضرتؐ کو تھے امر واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث غدیر صحیح ہے اسکی تمام رواۃ واسانید ثقہ وصحیح ہیں چند لوگوں کا قول مثل ابوذر وابو حاتم الرازی کے جو اس حدیث کی صحت میں قدح کرتے ہیں مطلقاً قابل التفات نہیں ان میں سے بعض کا یہ قول کہ جملہ اللھم وال من والاہ الخ موضوع ہے بالکل مردود ہے حدیث سے اس جملے کے بہت سے طرق سے مروی ہے جن کی صحت کی توثیق علامہ ذہبی کرتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے

اللہ من
مولا
اوبلغنی
ہ ووعی
من صحابیًا
ون صحابیًا وفی
ستة عشر وفی
نا عشر فقال ھاتوا ما
تم فذكروا الحديث ومن
جملتہ من كنت مولاہ فعلیّ
مولاہ وفی روایة فھذا مولاہ
وعن زید بن ارقم رضی اللہ
عنہ وكنت ممن كتم فذھب
ببصری وكان علی كرّم اللہ
وجہہ دعا علی من كتم۔

کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا، الہٰی کے بعد لوگوں کو قسم دیکر کہا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو غدیر خم کے روز خود موجود تھے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص نہ کھڑا ہو جو صرف یہ کہہ سکے کہ میں نے سنا ہے یا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے بلکہ وہ کھڑا ہو خود جس کے کانوں نے سنا ہو اور دل نے محفوظ رکھا ہو پس سترہ صحابی کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تیرہ صحابی کھڑے ہوئے۔ معجم الکبیر میں ہے کہ سولہ صحابی کھڑے ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ صحابی کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اب بیان کرو جو تم نے دیکھا اور سنا تھا پس ان لوگوں نے حدیث غدیر بیان کی اسکے جملوں میں سے ایک یہ بھی جملہ تھا کہ جس کا میں مولی ہوں اس کا علی مولا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا یہ علی مولا ہے۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے اس شہادت کو چھپایا تھا لہذا خداوند تعالے نے مجھے اندھا کر دیا کیونکہ یہ حضرت علیؑ کی بددعا ان لوگوں کے لئے تھی جو اس حدیث کو چھپائیں۔

نیز ملاحظہ ہو:۔

میرزا محمد ابن معتمد خاں:۔ نزل الابرار ص ٢١ و ٢٢

امام احمد حنبل:۔ مسند الجزء الخامس ص ٣٦٦ و ٣٧٠، الجزء الرابع ص ٣٧٠۔ مسند الجزء الاول ص ٨٤ و ١١٨ و ١١٩

علی المتقی:۔ کنز العمال الجزء السادس ص ٤٠٣ حدیث ٦١١٧ و ٦١٢١

۶۱۲۲ و ۶۳۰۲ ؛ ۶ص ۴۰۷ حدیث ۶۱۴۹ و ۶۱۵۰

علامہ جلال الدین سیوطی :۔ رسالۃ الازہار المتناثرہ فی

شمس الدین الجزری :۔ اسنی المطالب ص ۳ و ۴

روضۃ الندیہ :۔ ص ۶۰

سبط ابن الجوزی :۔ تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی،

حسن علی محدث :۔ تفریح الاحباب ص ۳۴۹

ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عبد الرحمٰن المعروف ابن نے ایک خاص کتاب میں حدیث غدیر و حدیث ثقلین کے طرق واسناد جمع کئے ہیں اور ان کی صحت کی توثیق وتصدیق کی ہے ان کی اس کتاب کا ذکر احمد بن عبد العلیم ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری نے صراط سوی میں علامہ سمہودی نے جواہر العقدین میں، عبد الرؤف مناوی نے فیض القدیر میں اور میرزا محمد بن معتمد خان نے مفتاح النجا میں کیا ہے لمعات شرح مشکواۃ میں عبد الحق محدث دہلوی حدیث غدیر کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

هذا حديث صحيح لا مرية فيه وقد اخرجه جماعة كالترمذي والنسائي واحمد وطرقه كثيرة جداً رواه ستة عشر صحابياً وفي رواية لاحمد انه سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثون صحابياً وشهدوا به لعلي رضي الله عنه لما نوزع

حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس کی صحت میں کچھ شک نہیں اور تحقیق کہ اخراج کیا اس حدیث کو ایک جماعت کثیر نے مثل ترمذی ونسائی واحمد کے اور اس کے طرق واسناد بہت ہیں اس حدیث کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو آنحضرتؐ سے تیس صحابیوں نے روایت کیا ہے اور حضرت علیؑ کے بام

.. من اسانیدہ
لا التفات
لا الی قول
اللّٰھم وال
خرہ موضوع
من طرق صحیح
کثیرا منہا کذا قال
.. ابن حجر فی الصواعق
حرقہ -

خلافت میں جب آپ کی خلافت کے متعلق
تنازعہ ہوا تو انہوں نے شہادت دی اس
حدیث کے بہت سے اسانید صحیح و
حسن ہیں اور وہ شخص قابل التفات نہیں
ہے جو اس حدیث کی قدح کرتا ہے، اور
نہ ان میں سے بعض کا یہ قول قابل التفات ہے کہ
الفاظ اللّٰھم وال من والاہ الخ موضوع ہیں۔
یہ الفاظ ان صحیح روایات میں ہیں جن میں سے
ایک کثیر تعداد کی تصدیق و توثیق ذہبی نے
کی ہے، اور یہی قول شیخ الاسلام ابن حجر کا صواعق محرقہ میں ہے۔

اصل صواعق محرقہ کی عبارت بھی ہمارے سامنے ہے اس کا فارسی ترجمہ براہین قاطعہ میں کمال الدین بن فخرالدین جہرمی نے اس طرح کیا ہے:

"بیان آں کہ حدیثِ (غدیر) صحیح ست، و شک دراں نیست وجمعی کثیرا ز محدثین مثل ترمذی ونسائی واحمد بنا بریں روایت کردہ اند۔ شانزدہ صحابہ و دریک روایت از احمد منقول کہ سی صحابہ ایں حدیث را از رسول صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ اند وگواہی دادہ اند در ایام خلافت علی کرم اللہ وجہ زمانے کہ نوزع فی خلافتہ وبسیار از اسانید ایں حدیث صحیح است وحسن وقول آں کس می گوید کہ ایں حدیث صحیح نیست وآں کسے کہ روایت ایں حدیث می کند باین طریق کہ حضرت علی درآں وقت دریمن بود ملتفت الیہ نیست۔ زیرا کہ ثابت شدہ کہ حضرت علی از یمن بازگشتہ بود درآں وقت در حج با رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گذارد وہم چنیں قول دیگرے کہ گفتہ اند اللّٰھم وال من والاہ دریں حدیث زیادتی است از قولِ مردود وموضوع است۔

براہین قاطعہ:- باب اول فصل پنجم شبہ یازدہم ص ٦٣

میرزا محمد بن معتمد خاں نے اپنی دونوں کتابوں مناقب آل العبا اور نزل الابرار بما صح فی مناقب حدیث غدیر کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کے بہت کیا ہے اور جملہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عا تصدیق کی ہے اور جن جن علماء و محدثین و مورخین مثلاً امام اصبہانی و طبرانی و ابن مردویہ و ابن حبان و ترمذی و ذہبی حدیث غدیر کا اخراج کیا ہے اور اس کے اسانید و طرق بیان کے مع ان کی عبارات کے لکھا ہے، واقعہ غدیر خم کے بعد حضرت عمر د علیؑ کو مبارکباد دینا بھی بیان کیا ہے اور ان تمام صحابہ کا نام لکھا ہے جن ر یہ حدیث مروی ہے، حدیث غدیر کو اس تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد مفتاح النجاء میں لکھتے ہیں۔

اقول هذا حديث صحيح مشهور نص الحافظ ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان الذهبي التركماني الفارقي ثم الدمشقي على كثير من طرقه بالصحة وهو كثير الطرق جدا وقد استوعبها الحافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعيد الكوفي المعروف بابن عقدة في كتاب مفرد	میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر صحیح و مشہور ہے علامہ ذہبی نے اس کے بہت سے طرق کی صحت کو ثابت کیا ہے اور بتحقیق حافظ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب اس حدیث کے طرق و اسانید کے بیان میں لکھی ہے۔ جس میں اس کے تمام طرق کو جمع کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق بالکل صحیح ہیں۔

اسی طرح نزل الابرار میں حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد میرزا محمد ابن معتمد خاں کہتے ہیں:۔

مشهور لم
متعصب
بقوله

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے اس کی صحت
میں سوائے متعصب منکر کے اور کسی نے کلام
نہیں کیا اور ایسے شخص کا اعتبار نہیں۔

...ن بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی اپنی کتاب روضۃ الندیہ
...لمو یہ میں لکھتے ہیں :-

حدیر متواتر عند اکثر
حدیث قال الحافظ الذهبی
فی تذکرة الحفاظ فی ترجمة الطبری
من کنت مولاه الف محمد بن
جریر فیه کتابا قال الذهبی
وقفت علیه فانه هشت لکثرة
طرقه انتهی وقال الذهبی
فی ترجمة الحاکم ابی عبد الله
بن البیع واما حدیث من کنت
مولاه فله طرق جیدة افردتها
بمصنف انتهی قلت عدّه
الشیخ المجتهد نزیل حرم الله
ضیاء الدین صالح بن مهدی
المقبلی فی الاحادیث المتواترة
التی جمعها فی ابحاثه اعنی
لفظ من کنت مولاه فعلی مولاه
وهو من ائمة العلم والتقوی

حدیث غدیر ائمہ حدیث کی اکثریت کے
نزدیک متواترات سے ہے علامہ حافظ
ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبری کے ذکر
میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے حدیث
من کنت مولاہ الخ کے متعلق ایک مستقل
کتاب لکھی ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ جب میں
نے اس کتاب کو دیکھا تو اس کے کثرت
طرق روایات کو دیکھ کر میں بہت متحیر
ہو گیا، اور علامہ ذہبی نے حاکم ابو عبد
اللہ بن البیع کے ذکر میں لکھا ہے کہ حدیث
من کنت مولاہ کے طرق بہت صحیح ہیں جن کو
میں نے ایک تصنیف میں جمع کیا ہے میں کہتا
ہوں کہ شیخ مجتہد ضیاء الدین صالح بن مہدی
المقبلی مقیم حرم نے حدیث غدیر کو احادیث
متواترہ میں رکھا ہے جن کو انہوں نے
اپنی ابحاث میں جمع کیا ہے۔ علامہ مقبلی
آئمہ علم و تقوی و انصاف میں سے

والانصاف ومع انصاف الائمۃ   ہے ، اس ۔ ۔
متواترۃ فلا یمل بایراد طرقہ   شکل ہیں ان میں
بل یتبرک ببعض منہا ۔   جاتا ہے ۔

روضتہ الندیہ ص ۶۷ فی تشریح اشعار

وبخم قام فیہم خاطبا   تحت اشجار بہا ک
قابلا من کنت مولا فقد   صار مولاہ کما کنت

مولوی محمد مبین لکھنوی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں حدیث لکھتے ہیں کہ وان کثیرا من طرقہ صحیح یعنی اس کے بہت سے طرق روا۔ صحیح ہیں مولوی محمد سالم دہلوی اپنے رسالہ اصول الایمان حدیث غدیر کے بیہ میں لکھتے ہیں :-

بدرستیکہ تہنیت داد عمر بروز غدیر خم مبارکباد اے علی کہ صبح کردی بولایت مسلمین و مسلمات و بود عمر رضی اللہ عنہ بو قیتکہ می گفتند کہ تقدیم و تکریم وی زیادہ از دیگراں می کنی می فرمود کیف لا افعل وہو مولائی یعنی چگونہ تعظیم نکنم و این فعل را بجا نیارم کہ علی صاحب من است ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب سیف مسلول میں لکھتے ہیں ۔

حدیث بریدہ بن حصیب وغیرہ جماعتی از صحابہ روایت می کنند کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در غدیر خم کہ جائی ست میان مکہ و مدینہ خطبہ خواندند و گفت یا ایہا الناس ان اللہ مولائی وانا مولی المومنین وانا اولیٰ بہم من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنی علیا این حدیث بدرجہ صحت بلکہ بدرجہ تواتر رسیدہ ۔ وسی کس از اصحاب منہم علیؑ بن ابی طالب ، ابو ایوب ، و زید بن ارقم ، براء بن عازب ، عمرو بن مرہ و ابوہریرہ و ابن عباس ، و عمارہ بن برید ، سعد بن ابی وقاص ابن عمر ، و انس ، جریر بن عبد اللہ البجلی و مالک بن حویرث و ابو سعید خدری و

بن اسید وغیرہم مروی گشتہ وجمہور محدثین ایں حدیث را در صحاح سنن ۔کردہ اند۔

ر عالم اپنی کتاب معارج العلی فی مناقب المرتضےٰ میں لکھتے ہیں۔

مدیث الموالاۃ متواتر	جان تو کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ
۔لی رحمۃ اللہ کما ذکر	متواترات میں سے ہے جیسا کہ علامہ سیوطی
۔لازہار فاردت ان	نے قطف الازہار میں ذکر کیا ہے ۔میں نے
۔ طرقہ لیتضح التواتر	ارادہ کیا کہ میں اس کے طرق بیان کروں
۔ول اخرجہ احمد والحاکم عن	تاکہ حدیث غدیر کا تواتر ظاہر ہو پس میں
ابن عباس وابن ابی شیبہ و	کہتا ہوں کہ امام احمد و حاکم نے ابن عباس
۔حمد عنہ عن بریدہ واحمد وابن	سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ، ابن ابی
ماجہ عن البراء والطبرانی	شیبہ اور اس سے امام احمد نے بروایت بریدہ
عن جریر وابو نعیم عن جندب	بیان کیا ہے ،امام احمد وابن ماجہ نے براء
الانصاری وابن قانع عن حبشی	سے ،طبرانی نے جریر سے ابو نعیم نے جندب الانصاری
بن جنادہ والترمذی وقال حسن	سے ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے روایت
غریب والنسائی والطبرانی والضیاء	کیا ہے نیز ترمذی نے بیان کیا ہے اور حسن
المقدسی عن ابی الطفیل عن	کہا ہے نسائی وطبرانی وضیاء المقدسی نے ابو
زید بن ارقم وحذیفہ بن اسید	الطفیل کے ذریعہ سے زید ابن ارقم وحذیفہ
الغفاری وابن ابی شیبہ وابن	بن اسید الغفاری سے روایت کیا ہے
ابی عاصم والضیاء عن سعد بن	ابن ابی شیبہ وطبرانی نے ابو ایوب
ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب	سے ——— ابن ابی
عن عمر والطبرانی عن مالک بن	شیبہ وابن ابی عاصم والضیاء نے سعد بن ابی
حویرث وابو نعیم فی فضائل	وقاص سے شیرازی نے کتاب الالقاب میں عمر بن
الصحابہ عن یحیی بن جعدہ	الخطاب سے طبرانی نے مالک بن الحویرث سے

زید بن ارقم و ابن عقدہ فی	وابونعیم
کتاب الموالاۃ عن حبیب بن	جعدہ کے
بدیل بن ورقاء و قیس بن	عقدہ نے
ثابت وزید بن شراحیل الانصاری	بن ورقاء
واحمد عن علی وثلاثہ عشر رجلا	الانصاری
وابن ابی شیبہ عن جابر قال لوا قال	و تیرہ صحابیوں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ و	جابر سے بیان کیا۔
سلم من کنت مولاہ فعلی	رسولخدا نے کہ جس کا میں
مولاہ الیٰ آخرما افاد واجاد	علی مولاہے آخر حدیث تک۔

ابن المغازلی کتاب المناقب میں حدیث غدیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

قال ابو القاسم الفضل بن محمد	ابوالقاسم الفضل بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث
ھذا حدیث صحیح عن رسول اللہ	آنحضرت سے بالکل صحیح ہے جناب رسولخدا سے اس
صلے اللہ علیہ وسلم وقد روی	حدیث غدیر کو تقریباً ایک عدصحابہ نے
حدیث غدیر خم عن رسول	روایت کیا ہے جن میں عشرہ بشرہ بھی شامل
اللہ صلے اللہ علیہ سلم نحو مأتہ	ہیں یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس میں ایک
نفس منہم العشرۃ وھو حدیث	نقص بھی نہیں ہے جناب علی مرتضیٰ اس حدیث
ثابت لا اعرف لہ علۃ تفرد علی	کی وجہ سے سب صحابیوں سے ممتاز ہیں اور
رضی اللہ عنہ بھذہ الفضیلۃ	اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی اور
لم یشرکہ احد۔	شریک نہیں۔

ابن عقدہ وطبری و علامہ حسکانی و مسعود سجستانی اور علامہ ذہبی ہر ایک نے ایک ایک مستقل کتاب حدیث غدیر کے طرق اور اس کی صحت کی اثبات میں لکھی ہے جیسا کہ ناظرین کو عبارات سابقہ سے ظاہر ہوگیا ہوگا بلکہ اٹھائیس سے

ریث غدیر کے طرق پر لکھے گئے ہیں چنانچہ علامہ ابن
سعالی جوینی کے قول کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

ول شاهدت	وہ یعنی ابوالمعالی جوینی تعجب کے ساتھ کہتے تھے
صحاف	کہ میں نے بغداد میں کتب فروشوں کے پاس
ال الخبر مکتوبًا	ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث غدیر کے طرق
منه والعشرون	روایات بیان کئے گئے تھے اور اس پر لکھا
کنت مولاه فعلی	ہوا تھا اٹھائیسویں جلد متضمن بر طرق حدیث
یلوها المجلد التاسع	من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس کے بعد
والعشرون۔	اب انتیسویں جلد شروع ہوتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الخامس میں حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کئے ہیں اکثروں کے متعلق لکھا ہے ہذا اسناد جید قوی رجالہ ثقات علی شرط السنن (یہ اسناد بہت قوی ہیں اُن کے سب راوی ثقہ ہیں بموجب ان شرائط کے جو علم سنن میں رائج ہیں)

الجزء الخامس ص ۲۰۸ لغایت ۲۱۴

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن علی اپنی کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ میں واقعہ رحبہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا حدیث حسن من هذا	حدیث غدیر حسن ہے اور کئی وجوہ سے
الوجه صحیح من وجوه کثیرة تواتر	اس کا صحیح ہونا ثابت ہے۔ امیر
عن امیر المومنین علی رضی الله	المومنین علیؑ سے تواتر کے ساتھ مروی
وهو متواتر ایضًا عن النبی صلی الله	ہے اور نیز جناب رسول خدا سے بھی
علیه وسلم رواه الجم الغفیر عن الجم	اس کی روایت متواتر ہے اس کو علمائے
الغفیر ولا عبرة بمن حاول تضعیفه	محققین کے جم غفیر نے صحابہ کے ایک جم
ممن لا اطلاع له فی هذا العلم	غفیر سے روایت کیا ہے۔ اور جو شخص

فقد ورد عن ابی بکر الصدیق و عمر
بن الخطاب و طلحہ بن عبد اللہ و
الزبیر بن العوام و سعد بن ابی
وقاص و عبد الرحمٰن بن عوف و
العباس بن عبد المطلب و زید
بن ارقم و البراء بن عازب و بریدۃ
بن الحصیب و ابی ہریرۃ و ابی سعید
الخدری و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس
و حبشی بن جنادۃ و عبد اللہ بن مسعود
و عمران بن حصین و عبد اللہ بن
عمر و عمار بن یاسر و ابی ذر الغفاری
و سلمان الفارسی و اسعد بن زرارۃ
و خزیمۃ بن ثابت و ابی ایوب الانصاری
و سہل بن حنیف و حذیفۃ بن
الیمان و سمرۃ بن الجندب و زید بن ثابت
و انس بن مالک و غیرہم من الصحابۃ
رضوان اللہ علیہم و صح عن جماعۃ
منہم ممن یحصل القطع بخبرہم و
ثبت ایضاً ان ہذا القول کان
منہ صلی اللہ علیہ و سلم یوم
غدیر خم۔

اس کی تصد
نہیں ہو
کر اس
یہ حدیث
نام جن سے یہ
عربی عبارت
کے علاوہ دیگر صحا
سے ہے، اصحاب رسول
اس کی صحت کی تصدیق کردی
جن کی روایت کی صحت قطعی ہوتی
اور یہ قطعاً ثابت ہے کہ یہ قول
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا روز غدیر خم بیان فرمایا گیا تھا۔

اسنی المطالب ص ۳ و ۴۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے رسالہ الازہار المتناثرہ

...ں میں صرف متواتر احادیث جمع کی گئی ہیں س حدیث
...ہے اور اس کے راویوں کے نام لکھے ہیں عبدالرؤف
...ع صغیر سیوطی میں اور علی بن احمد بن نورالدین
...نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں حدیث غدیر
...رنے کے بعد لکھا ہے: "قال المؤلف حدیث متواتر
...رہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ شیخ علی بن حسام الدین
...بن قاضی خان المتقی نے علامہ سیوطی کی قطف الازہار کا
...ختصر قطف الازہار کی شروع کی عبارت یہ ہے۔

...د والصلوٰة والسلام علی
...وله صلی اللہ علیہ وسلم
...ن فیقول الفقیر الی اللہ تعالی
...ی بن حسام الدین الشہیر
بالمتقی هذه احادیث متواترة
نحو اثنین وثمانین حدیثاً
التی جمعها العلامة السیوطی
رحمه اللہ تعالی وسماها قطف
الازهار المتناثرة وذکر فیها رواتها
من الصحابة عشرة فصاعدا
الکنی حذفت الرواة وذکرت
المتن الاحادیث لیسهل حفظها
وهی هذه.... من کنت مولاه فعلی
مولاه و اما ترضوا ن تکون منی
بمنزلة هارون من موسی۔

بعد حمد خدا و صلوٰۃ بر رسول خدا خداوند
تعالیٰ کا فقیر علی بن حسام الدین المعروف
متقی کہتا ہے کہ یہ تقریباً بیاسی احادیث
متواترہ ہیں جن کو علامہ سیوطی نے ایک
جگہ جمع کیا ہے اور اس رسالہ کا نام
قطف الازہار رکھا ہے اور اس میں
عشرۂ مبشرہ کے صحابی راوی ہیں۔
میں نے اسماء رواۃ کو حذف کر دیا ہے
صرف متن احادیث کو تحریر کیا ہے
تاکہ ان کے حفظ کرنے میں آسانی ہو
وہ احادیث یہ ہیں..... حدیث
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
و حدیث اما ترضی ان تکون
منی بمنزلة هارون من
موسی۔

جمال الدین محدث اپنی کتاب اربعین میں حدیث لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

اقول اصل ھذا الحدیث تواتر عن امیر المومنین علیہ السلام وھو متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً رواہ جمع کثیر وجم غفیر من الصحابہ۔	یعنی میں کہتا ہوں علی وجناب رسول تواتر کے ساتھ مروی ایک کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

علی بن محمد سلطان الہروی القاری نے اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث غدیر کی تشریح کے ذیل میں اس حدیث کو بہت سے علماء و محدثین سے متعدد طریقوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

الحاصل ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواتراً اذ فی روایۃ احمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثون صحابیا وشھدوا بہ لعلی لما نوزع ایام خلافتہ وسیاتی زیادۃ تحقیق فی الفصل الثالث عند حدیث البراء۔	نتیجہ ساری تحریر کا اور امر واقع یہ ہے کہ حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں بہت سے حفاظ کے نزدیک حدیث غدیر متواتر سمجھا جاتا ہے۔ احمد حنبل کی ایک روایت میں تیس صحابہ ہوں اس حدیث کو جناب رسول خدا سے خود سننے کی گواہی حضرت علی کے زمانہ خلافت میں ہی اس کی بنا پر تحقیق فصل ثالث میں حدیث براء کے تحت میں لکھی جائے گی۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی اپنی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون متعددہ میں احادیث نبویہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جناب حسنین علیہما السلام کے متعلق جو احادیث ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

ث ماورد فی
وجہ وھو علیٰ
ن اوضحہ
روایۃً حدیث
ہ فعلی مولاہ
ہ کثیرۃ جداً ولذا
بعضہم الیٰ انہ متواتر
ما فضلاً عن المعنی ... فان
کان مثل ھذا معلوماً والّا
فما فی الدنیا معلوم

اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کے حق میں بہت سی احادیث
ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جو معناً
سب سے زیادہ واضح اور لفظاً سب سے زیادہ مشہور
ہے وہ حدیث مَن کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہٗ ہے (اس
کے فاضل مؤلف اس کے کئی طرق بیان کرتے ہیں)
اسکے طرق روایت بہت ہی زیادہ ہیں اس وجہ
سے بہت سے علماء کہتے ہیں کہ قطع نظر معنی و
مطلب میں متواتر ہونے کے یہ حدیث
الفاظاً بھی متواتر ہے ... اگر اس طرح کی حدیث
کو بھی ایک واقعہ معلوم، اور امر قطعی نہیں کہہ
سکتے تو پھر دنیا میں کوئی امر قطعی و واقعہ معلوم نہیں ہے۔

ناظرین نے ملاحظہ کیا کن واضح اور زوردار الفاظ میں علامہ مقبلی حدیث غدیر کے متواتر اور واقعہ معلوم ہونے کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی امر معلوم و واقعہ قطعی نہیں کہا جا سکتا تو دنیا میں کوئی واقعہ معلوم کی تعریف میں آ ہی نہیں سکتا۔ مولوی محمد مبین جو فرنگی محل لکھنؤ کے علماء کبار میں سے ہیں حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کرنے کے بعد اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں :۔

"واکثر احادیث کہ دریں باب مذکور گشتہ از جملہ متواتر آن ست چنانچہ حدیث اَنتَ منّی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ و حدیث انا من علی وعلی منی وحدیث من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللّٰہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وحدیث لاُعطین الرایۃ رجلاً یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہٗ وغیرہا۔"

احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتیٰ میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں :۔ ہذا الحدیث تلقتہ الامۃ بالقبول وہو موافق الاصول یعنی

حدیث غدیر کی صحت کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حد مطابق بالکل صحیح ہے۔

حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری

میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں:۔ قال حافظ ان علی ما ذکرنا جمہور اہل السنۃ والجماعۃ یعنی حافظ ذہبی کہتے ہیں:۔ اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اس پر جمہور اہل سنت والجماعۃ کا روایت بریدہ اسلمی یہ خیال کرنا کہ حضرت علیؑ کو روز غدیر کیا گیا تھا غلط ہوگا اس دن تو تمام امت کے روبرو باقاعدہ اعلان ہو یہ وزارت و نیابت و خلافت تو نبوت کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہو گئی تو ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت موسیٰ کی طرح حضرت علیؑ کے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں شروع نبوت کے وقت ہی دعا کی تھی کہ علیؑ کو اس امر عظیم میں آپ کا شریک وزیر و خلیفہ مقرر کیا جائے اور وہ دعا قبول ہو چکی تھی۔ دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقعہ پر بھی آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان یہ علیؑ میرا وزیر و خلیفہ ہے تم کو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرو اور اکثر آپ ایسا فرماتے ہی رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ یمن کے جہاد سے واپس آئے تو بریدہ الاسلمی نے جو آپ کے ہمراہ تھا جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر آن کر حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ اس پر آنحضرتؐ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اور وہ میرے بعد تم سب کا حاکم ہے ہم نے کچھ حوالہ جات حدیث ولایت کے بیان میں اس کتاب کے صفحات ۳۰۶، ۳۰۷ پر درج کئے ہیں جو مختصر یہاں لکھتے ہیں:۔

حدثنی محمد بن صالح بن ھانی ثنا احمد بن نصر واخبرنا محمد بن علی الشیبانی بالکوفہ ثنا احمد

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو) بریدہ الاسلمی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں یمن کے جہاد میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا مجھے

بنا محمد بن عبد
محمد بن اسحٰق ثنا
محمد بن یوسف
ہم ثنا ابن ابی عتبہ
ید بن جبیر عن
ن بریدۃ الاسلمی
عنہ قال غزوت مع علی الی
من فرأیت منہ جفوۃ وقدمت
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یتغیر فقال یابریدۃ الست اولی بالمومنین
من انفسہم قلت بلیٰ یا رسول فقال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ ھذا
حدیث صحیح علی شرط الشیخین
ولم یخرجاہ

ان سے کچھ تکلیف پہونچی، جب میں
واپس آیا تو میں نے جناب رسول
خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
علیؑ کی شکایت کی، اس پر آپؐ کا
چہرہ متغیر ہوگیا، اور آپؐ نے
فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں مومنین
کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں۔
میں نے جواب دیا کہ آپ ضرور
ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ بس جس
کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا
ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور شرائط
بخاری ومسلم کے مطابق صحیح
ہے۔

الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۰۔۱۱۱۔

امام احمد :۔ مسند الجزء الخامس ص ۳۵۶ و ۳۵۸ و ۳۶۱

علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۵۔ حدیث ۲۵۷۹ تا ۲۵۸۱

محب الدین الطبرانی :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۲۰۴

میرزا محمد ابن معتمد خان :۔ نزل الابرار ص ۲۲

مرزا حسن علی محدث لکھنوی :۔ تفریح الاحباب ص ۳۱۹ و ۳۲۰

ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی :۔ کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء

امام نسائی :۔ خصائص علویہ۔

روز غدیرخم و بریدہ کی واپسی از یمن کے علاوہ ا
یہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال لدین سیو

اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن عمار بن یاسر قال وقف بعلی سائلٌ وَھُوَرَاکِعٌ فی صلاۃ تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعلمہ ذٰلکَ فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ و وسلم ھذہ الآیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہ ورسولہ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھُمْ رَاکِعون فقراھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی اصحابہ ثم قال من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللّٰھُمَّ وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

ابن مردویہ میں عمار بن نقل کی ہے و علی نماز پڑھتے ہیں تھے تو ایک سا آپ نے اپنی انگوٹھی اُسر کردی۔ جناب رسول خدا۔ ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا۔ پس فوراً آنحضرتؐ پر آیۂ انما ولیکم ورسولہ الآیۃ نازل ہوا۔ آنحضرتؐ نے لوگوں پر اس آیہ کو پڑھا اور پھر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

جلال الدین سیوطی:۔ کتاب الدرالمنثور الجزء الثانی ص ۲۹۳ و ۲۹۴

علامہ عبیداللہ امرتسری نے ان تمام روایات کو جو حدیث غدیرخم کے اثبات صحت میں مذکور ہیں ایک جگہ جمع کرکے ان پر اچھی بحث کی ہے اور ایک صدو ایک صحابیوں کے نام نقل کئے ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے، ان بڑی بڑی اور ضخیم مجلدات کا ذکر کیا ہے جو محض اس ایک حدیث کی اسناد و روایات میں لکھی گئی ہیں آخرکار فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواترات سے ہے اور اس کی صحت بغیر کسی شک و شبہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

لمطالب فی عدمناقب اسد اللہ الغالب یعنی سوانحعمری
تہارم. باب چہارم صفحات ۷۴۶ لغایت ۷۵۶ -

بخدا کا حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر عمامہ باندھنا
حضرت علیؑ کا خیمۂ خاص میں بیٹھ کر تمام امت سے
کرنا اور تمام اُمت کا آپکو مبارکباد دینے پر مامور ہونا

یب سیر میں بعد نقل حدیث غدیر مسطور ہے -

... یر المومنین علی کرم اللہ وجہ بموجب فرمودۂ حضرت رسالت مآب
... علیہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق بملازمتش رفتہ لوازم تہنیت تبقدیم
رسانیدند واز جملہ اصحاب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب ولایت مآب
را گفت بخٍ بخٍ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولیٰ کل مومن و مومنۃ یعنی خوشا
حال تو اے پسر ابو طالب بامداد کردی در وقتے کہ مولائی من و مولائی ہر مومن و
و مومنہ بودی بعد ازاں اتہات مومنین برحسب اشارۂ سید المرسلین بخیمۂ امیر المومنین رفتہ
شرط تہنیت بجا آوردند۔

"تاریخ حبیب السیر:- جلد اوّل جزو سوم ص ۷،"

یہ واقعہ اسی طرح بہت سی کتب تواریخ و سیر میں درج ہے ملاحظہ ہو -

ملا معین :- معارج النبوۃ رکن چہارم باب یزدہم ص ۲۲۰
علی المتقی :- کنز العمال، الجزء الثامن ص ۶۰ حدیث نمبر ۱۲۰۹
محب الدین طبری :- ریاض النضرہ، الجزء الثانی باب الرابع الفصل التاسع ص ۲۱۷
نور الدین علی بن محمد المعروف ابن صباغ :- فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ.
محمود بن محمد بن علی الشیخانی :- صراط سوی
ابراہیم بن محمد الحموینی :- فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
محمد بن یوسف الزرندی :- نظم درر السمطین

محمد بن یوسف الزرندی :۔ نظم درر السمطین۔
جمال الدین محدث :۔ کتاب اربعین
جلال الدین السیوطی :۔ جامع الکبیر۔
ابوداؤد طیالسی :۔ مسند۔

حضرت عمر کا جناب علی مرتضیٰؑ کو روز غدیر خم اس م

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت عمر کی اس مبارکباد کو بہت۔ محدثین عظام نے لکھا ہے۔ حضرت عمر کے ساتھ مبارکباد دینے : بھی شامل تھے جیسا کہ عبارات سالقہ میں گزرا، اور جیسا کہ روایت د صواعق محرقہ میں ذکر ہے، علامہ عاصمی نے زین الفتی میں بھی لکھا ہے۔

یہ معاملہ یہیں نہیں ختم ہوگیا۔ بلکہ دربار نبوت کے شاعر حسان بن ثابت کو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس واقعہ کے متعلق نظم انشا کریں اور جب حسان بن ثابت نے اشعار لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے جن علماء کبار و محققین باوقار نے حسان بن ثابت کے ان اشعار کو نقل کیا ہے ان کی فہرست بہت طویل ہے کتب تواریخ مثلاً حبیب السیر روضۃ الاحباب وغیرہم میں بھی درج ہیں۔ حسان بن ثابت کے وہ اشعار یہ ہیں :۔

(۱) ینادیھم یوم الغدیر نبیھم	بخم واسمع بالرسول منادیا
(۲) یقول فمن مولاکم و ولیکم	فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
(۳) الٰھک مولانا وانت ولینا	ولم ترمنا فی الولایۃ عاصیا
(۴) فقال قم یا علی فاننی	رضیتک من بعدی اماما وھادیا
(۵) فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ	فکونوا لہ انصار صدق موالیا
(۶) ھناک دعا اللّٰھم وال ولیہ	وکن للذی عادا علیا معادیا

ترجمہ

(۱) روز غدیر خم ان کے نبی نے منادی کی ۔ پس سنو رسول کیا کہتے ہیں خم کے مقام

ولا و آقا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اور کچھ دیر نہ لگائی
رامولا ہے اور تم ہمارے آقا ہو اور تم ہم سے اطاعت ہیں

علی اٹھو، کیونکہ میں نے تم کو اپنے بعد امام و ہادی منتخب کر لیا ہے۔
اس کا یہ علی مولا ہے۔ صدق دل سے اس کی اطاعت کرو۔
دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو

طے۔

سان بن ثابت کے اور صحابۂ رسول ؐ نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا تھا۔
بن سعد بن عبادہ ایک جلیل القدر صحابی اور صحابی کے فرزند تھے انہوں نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے چنانچہ علامہ ابو المظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ اسباب الثانی ص ۲۰ پر تحریر کرتے ہیں:

قال قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری وانشدہا بین یدی علی بصفین

(۱) تلت نا بغی العدو علینا — حسبنا ربنا و نعم الوکیل
(۲) وعلی امامنا و امام [illegible] — لسوانا بہ اتی التنزیل
(۳) یوم قال النبی من کنت مولاہ — فہذا مولاہ خطب جلیل
(۴) انما قال النبی [illegible] — حتما [illegible] قال وقیلا

ترجمہ

قیس بن سعد بن [illegible] نے یہ اشعار [illegible] صفین کے [illegible] حضرت
علی کے سامنے پڑھے تھے

(۱) [illegible] ہمارا [illegible] فی
(۲) اور [illegible] ہمارے [illegible] دشمن [illegible]
شریف نازل ہوا ہے۔

(۳) اس قرآن کہ جب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مالک ہوں مالکؑ آقا ہے۔

(۴) بتحقیق کہ نبی صلعم نے یہ بات تمام امت کو سنائی اور تمام ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اشعار میں اس واقعہ اور اس پر احتجاج کیا ہے، ان اشعار کو ہم نے اس کتاب کے باب پر

مولوی حسن الزماں نے اپنی کتاب قول مستحسن فی فخر الحسن

غدیر و حدیث ثقلین پر بہت اچھی بحث کی ہے یہ بحث ص ۲۰۲ سے شروع ان کی صحت کو ہر ایک شک و شبہ سے بالاتر ثابت کر کے کہتے ہیں کہ یہ وہ اقوال رسول ہیں جن کی صحت پر اجماع امت ہے، واقعہ دستار بندی کو خاص اہمیت دی ہے صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ پر لکھتے ہیں۔

ولا يخفى ان ذلك كان بعد ان امر فنودي في القافلة الصلوٰة جامعة وكان ينادي بذلك في غير الصلوٰة المكتوبة فاجتمع المهاجرون والانصار كما في رواية الطبراني وغيره وناس من جهينة ومزينة وغفار كما في رواية النسائي وغيره فخطب رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر واشهد واستشهد فولى عليا المرتضى كرم الله وجهه على نباطن آخذا

آنحضرت کا حضرت علیؑ کے سر مبارک پر عمامہ باندھنا بعد نماز و خطبہ کے تھا پس قافلہ میں نماز جامعہ کی منادی کرائی گئی یہ منادی ان نمازوں کے لئے ہوا کرتی تھی جو مقررہ واجب نمازوں کے علاوہ ہوتی تھیں پس تمام مہاجر و انصار جمع ہوئے جیسا کہ طبرانی اور اس کے علاوہ دیگر محققین نے لکھا ہے اور نیز جہینہ و مزینہ و غفار بھی جمع ہوئے جیسا کہ روایت نسائی وغیرہ میں ہے پھر جناب رسول خداؐ نے خطبہ ادا فرمایا۔ ذکر توحید و شہادت وحدانیت کے بعد علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور پھر علیؑ کا

لصحابه مبالغة
دعا دعا للموالاة
لامة بمتابعة
لله الاكبر
يت النبوة الاطهر
،نا على المرتضى فقول
ن الباس لخرقة بهذه
نة التى يعتمدها الصوفيه
من الاجتماع لها والاعتداد بها
ليس بمرفوع مدفوع فانه مقطوع
الوقوع فى السنة السنيه

ہاتھ پکڑ کر ان کو اُٹھایا اور تمام صحابہ کو دکھانے
میں مبالغہ فرمایا پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ وَالِ من
والاہ وعاد من عاداہ اور تمام امت
کو حکم دیا کہ ثقلین یعنی کتاب اللہ و عترت
اہلِ بیتِ رسولؐ کی متابعت کریں۔
اور اس عترت میں حضرت علیؑ شامل
ہیں بس اس شخص کا یہ قول درست
ہے کہ جماعتِ صوفیہ جو اس قسم کا عمامہ
باندھتے ہیں اس ہی واقعہ کی پیروی کرتے
ہیں۔

امرِ پنجم :۔ اکمالِ دین و اتمامِ نعمتِ الٰہی بعد اور بوجہ اعلانِ جانشینی امیرالمومنینؑ

جب آنحضرتؐ حکمِ خداوندی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ مِنْ رَبِّکَ کی تعمیل کر چکے اور جنابِ علی مرتضیٰ کی خلافتِ بلافصل کا اعلان ہو چکا تو پھر فوراً ہی آیۂ الیوم اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا نازل ہوئی، اب بحث کے وقت نہ مانیں تو ان کی مرضی ورنہ علماء اگروہ حکومت نے جابجا اپنی تصنیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ آیۂ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ اُس ہی روز فوراً بعد اس اعلان کے نازل ہوئی ہم علماء ذیل کی تحریرات و تصنیفات و تالیفات اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ :۔ ملاحظہ ہو عبارت جو پہلے نقل کی گئی
(۲) ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں :

[illegible] قیس بن الربیع عن ابی هارون	(اسماء رواۃ
العبدی عن ابی سعید الخدری ان	سے مروی
رسول الله صلی الله علیه وسلم	رسول خدا
دعا الناس الی علی فی غدیر خم وامر	اطاعت کی
بما تحت الشجرۃ من شوک فقم و	کے نیچے کی
ذلک فی یوم الخمیس فدعا علیا	کی جائے [illegible]
فاخذ بضبعیه فرفعهما حتی نظر	کھڑے ہوئے حضرت [illegible]
الناس بیاض ابطی رسول الله و	دونوں بازو پکڑ کے اس
قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال	جناب رسول خدا کی دونوں بغلوں کی سفید
من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ	اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی
واخذل من خذله ثم لم یتفرقوا حتی نزلت	رکھے دشمن رکھ اسکو جو علی سے دشمنی کرے مدد کر اسکی جو
هذہ الآیة الیوم اکملت لکم دینکم واتممت	کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسکو جو علی کو چھوڑ دے اور
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال	ابھی لوگ متفرق نہ ہوئے تھے کہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت
رسول الله الله اکبر علی اکمال الدین واتمام	الآیہ پس جناب رسول خدا نے فرمایا الله اکبر تکمیل دین پر اتمام نعمت
النعمة ورضی الرب برسالتی وبالولایة	پر اور رب راضی ہوا کہ خداوند تعالی میری رسالت
لعلی من بعدی	اور [illegible]

[illegible] علامہ [illegible] جلال الدین سیوطی [illegible] تفسیر [illegible] جزو الثانی [illegible] تفسیر آیہ الیوم اکملت [illegible] لکھتے ہیں

عن ابی هریرۃ قال لما کان یوم	ابو ہریرہ [illegible] یوم غدیر خم اور وہ
غدیر خم وهو یوم ثامن عشر	ماہ ذی الحجہ [illegible] رسول خدا نے فرمایا
من ذی الحجة قال النبی صلی الله	کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا
علیه وسلم من کنت مولاہ	ہے اس [illegible] کے بعد یہ آیت الیوم
فعلی مولاہ فانزل الله الیوم	اکملت لکم دینکم واتممت علیکم

یہ نعمتی نازل ہوئی۔

ن محمد بن الخطیب الجلالی المعروف ابن المغازلی کتاب المناقب

ن علی بن ابراہیم النطنزی: کتاب الخصائص العلویہ۔

بن ابی سعید اسحٰق ابوالموید المعروف اخطب خوارزم اپنی

ابوسعید الخدری سے حدیث غدیر خم نقل کرتے ہیں اور اس

حد لکھتے ہیں۔

الی علی واخذ بضبعیہ	پھر جناب رسول خدا نے تمام لوگوں کو
ہما حتی نظر الناس الی	حضرت علیؑ کی اطاعت کی طرف بلایا آپ نے
بیاض ابطیہ ثم لم یفترقا حتی	حضرت علیؑ کے دونوں بازو پکڑ کر اتنا
نزلت ھذہ الآیۃ الیوم اکملت	بلند کیا کہ لوگوں نے آپ کی بغل کی سفیدی
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی	ملاحظہ کی۔ پھر ابھی آنحضرتؐ نے علیؑ کو چھوڑا
ورضیت لکم الاسلام دینا فقال	نہیں چھوڑا تھا آیۃ الیوم اکملت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	لکم دینکم الآیۃ نازل ہوئی۔
اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام	اس پر آنحضرتؐ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور
النعمۃ ورضا الرب برسالتی والولایۃ	فرمایا کہ شکر ہے اکمال دین و اتمام نعمت
لعلیؑ بن ابی طالب ثم قال اللھم	پر اور نیز اس امر پر کہ خدا وند تعالیٰ
وال من والاہ وعاد من عاداہ و	میری رسالت اور علیؑ کی خلافت پر راضی
انصر من نصرہ واخذل من	ہوا پھر فرمایا خدا وند دوست رکھ
خذلہ۔	اُس کو جو الخ

(۷) ابراہیم بن المؤید بن عبداللہ الحموینی ... فرائد السمطین۔

(۸) ابوحامد محمود بن محمد بن حسین بن یحییٰ صالحانی کا قول کہ آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ روز غدیر خم بعد اعلان خلافت جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نازل ہوئی شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل

کیا ہے۔

امرِ ششم :- اعلان جانشینی سے جماعت...

واقعہ عقبہ :- اس کتاب میں کہیں دوسری جگہ رسولؐ میں بہت جلد ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جو خصو بغض و عداوت رکھتی تھی اور رفتہ رفتہ اِس جماعت نے اپنے بنا لیا کہ اسکے سربرآوردہ لوگوں کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے پیدا ہونے لگے، اس جماعت نے جب آنحضرتؐ کا یہ اعلان سُنا تو اُن تلے کی زمین نکل گئی ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آنے لگیں، سب سے پہ کے دل میں خیال گزرا وہ یہ تھا کہ جنابِ رسولِ خداؐ کو قتل کر دیں چنانچہ اس جماعت کے پندرہ نمائندوں نے وادیٔ عقبہ میں آنحضرتؐ کے اونٹ کو بھڑکا کر آپ کو قتل کرنا چاہا چہروں کو نقابوں سے چھپا کر حملہ آور ہوئے مگر عمار یاسرؓ اور ابوذر غفاریؓ جو آنحضرت کے ناقے کے پاس تھے مزاحم ہوئے اور یہ لوگ بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو بہت سے مورخین نے لکھا ہے۔ چند مورخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کی واپسی پر ہوا بعض کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کی واپسی پر ہوا اس اختلاف سے ہمارے مدعا پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ جنگِ تبوک بھی سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک اس جماعت کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ کا مدعا حضرت علیؑ کو جانشین مقرر کرنا ہے اور اسوقت بھی آپ نے ایک ایسا ہی ارشاد بیان فرمایا تھا جس کا مفہوم ہی وہ تھا جو حدیثِ غدیر کا یعنی یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

شبے در اثناء مراجعت عقبہ پیش آمد، حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ و سلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچ کس بر ایں عقبہ بالا نہ رود تا زمانے کہ رسولؐ اللہ ازیں عقبہ نہ گذرد پس آنحضرتؐ با حذیفہ بن الیمان و عمار یاسر بر آں عقبہ بر آمدند و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر رامی راند، حذیفہ گوید ناگاہ

ایشے چہار دہ سوار را دیدم کہ متوجہ باں شدند، آں سرور را
برائشیاں زد ہمہ ہا گریختند و در روایتے آں کہ عمار پیش رفت
می زد و بعد ازاں فرمود شناختید ایں قوم را گفتیم یا رسول
ود ند، گفت ایں ہا جماعتے ہستند کہ دریں عقبہ مزاحم من بشوند
و مرا بقتل آورند، گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ و
ہر قومے را بریدہ بنزد تو بفرستند، فرمود خوشم نمی آید کہ عرب
بگوید قومی با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا بر ایشاں ظفر یافت آنگاہ
را بقتل آورد و بعد ازاں فرمود یا رخدایا ایشاں را بر حمت و بلیہ گرفتار
کنیم یا رسول اللہ و بلیہ چیست، فرمود شعلۂ آتش کہ در دل ایشاں افتد و
ہلاک سازد، آنگاہ ناچہاے ایشاں و ناچہائی پدر ایشاں با حذیفہ و عمار گفت و امر
فرمود ایشاں را کہ از مردم پوشیدہ دارند و آں قوم را رسوانہ سازند۔ بیہقی رحمۃ
اللہ گوید زگواہی می دہد بصحت ایں واقعہ آں چہ مسلم روایت کردہ از طریق ابو
الطفیل کہ گفت میان وی از اہل عقبہ و میان حذیفہ بن الیمان گفتگوئی واقع شد۔
آں مرد گفت سوگند می دہم ترا بخدا کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند۔ حضار مجلس
گفتند ای حذیفہ بگو چوں ترا سوگند می دہد، گفت مارا خبر دادند کہ ایشاں چہار دہ کس
بودند اگر تو از جملہ ایشاں بودہ پانزدہ نفر بودہ باشند۔ سوگند می خورم بخدا کہ دوازدہ
کس از ایشاں دشمن خدا و رسول خدا اند در دنیا و در روز قیامت و سہ کس از انجملا اعتذار
نمودند کہ ندائی منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نہ رسید و ندانستیم کہ آں جماعتِ منافق ارادہ کردہ
بودند حضرت نہ داشتیم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشاں را معذور داشت و ایضاً مسلم از
طریق عمار یاسر روایت می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانیدہ کہ حضرت صلعم فرمودہ
کہ در میان اصحاب من دوازدہ منافق اند کہ روئے بہشت نخواہند دید و بوی آں
نخواہند شمید تا زمانے کہ شتر در سوراخ سوزن در رود۔ ہشت کس از ایشاں بزحمت
و بلیہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش در میان شانہای ایشاں ظاہر بشود و از سینہ ہائ

ایشاں سرزدند وازیں جہت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
ی گفتند صاحب السر الذی لا اہلہ غیرہ حضرت صلعم گا ہے کہ فضائل را
گفتے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ ۔ گویند بعد از پیغمبر صلے اللہ
کہ جنازہ حاضر شدی عمر بن خطاب ناظر حذیفہ بودے ، اگر وے
گزاردے عمر نیز گزاردے ، اگر حذیفہ نہ شدی یا نماز نہ گذار دے

یہ واقعہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے چونکہ حذیفہ اس بھید
اور ان لوگوں کے نام جانتے تھے جنھوں نے اس رات کو اتفرر
کیا تھا اور جناب رسول خدا نے حذیفہ کو حکم دیا تھا کہ ان مشرکین کے ناموں ۔
لوگوں کو آگاہ نکریں اس وجہ سے حذیفہ کو صاحب سر رسول خدا کہتے تھے ۔ ماخذ
بخاری الجزء الثانی کتاب ۶۲ باب فضائل اصحاب النبی صلعم مناقب عمار
وحذیفہ
ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر ۔ کتاب الاستیعاب
فی معرفۃ الاصحاب الجزء الاول باب حذیفہ ، ذکر حذیفہ بن الیمان ص ۱۰۵ ۔
مسند احمد حنبل الجزء السادس ص ۹۴۴

واقعہ عقبہ کو فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے ہم اس کا ترجمہ
الکرار سے نقل کرتے ہیں ۔

"منافقین نے قتل رسول کا قصد کیا جب کہ حضرت جنگ تبوک سے
واپس تشریف لا رہے تھے وہ پندرہ آدمی تھے ، ان لوگوں نے آپس میں اس
بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں اس وقت آپ
کو سواری سے گرا دیں ، عمار یاسر ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے ، اور حذیفہ پیچھے
سے ہنکا رہے تھے ، حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتیاروں کی جھنکار
سُنی ۔ مڑ کر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہوئے ہیں انہوں نے کہا دُور ہو ،
دور ہو ۔ اے دشمنانِ خدا ۔ پس وہ بھاگ گئے ۔

مسند کا ذکر امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں بھی کیا ہے۔

ہوتا ہے کہ وہ لوگ کون تھے، وہ لوگ ایسے با اثر تھے کہ اگر علانیہ
کو نقصان پہنچا سکتے تھے، اس ہی وجہ سے جناب رسولِ خدا
کے نام علانیہ لوگوں میں مشتہر کئے جائیں، اگر نام مشتہر ہو جاتے
ان کو خواہ مخواہ اپنی مخالفت کو نمایاں کرنا پڑتا، جماعت اہلِ
درین نے منافقین کا گول مول لفظ لکھ کر پیچھا چھڑایا، لیکن اس
ی واقفیت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، کیونکہ جو شخص اسلام کا با
جناب رسولِ خدا کو قتل کرنے کا تہیہ کر لے، وہ منافق تو ہوگا ہی، عرفِ عام
ں منافق اُن کو کہتے تھے جو دل سے مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ دل سے تو کافر ہی
لیکن محض ظاہرہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن جناب رسولِ خدا کے انتقال
سے ان کو کیا فائدہ ہوتا۔ یہ ۹ سنہ ہجری تھا اس وقت تک اسلام
کافی مضبوط ہو گیا تھا، اگر جناب رسولِ خدا زندہ رہتے اور انتقال فرما جاتے تو پھر بھی
یہ گروہ منافقین کچھ نہ کر سکتا تھا، یہ کام تو ان لوگوں کا تھا جن کو جناب رسولِ خدا
کے انتقال سے فائدہ مقصود تھا، تاکہ جلدی سے آنحضرتؐ کا انتقال ہو تو وہ
اپنا کام شروع کر دیں، یقیناً یہ اس با اثر جماعت کے ممبران تھے جن کی نگاہیں
حکومت کی طرف لگی ہوئی تھیں اور ان کی شناخت کا ایک اور معیار بھی ہے
یہ وہی جناب رسولِ خدا کی موت کا انتظار کرنے والی جماعت تھی جس نے فوراً آنحضرتؐ
کی رحلت کے بعد اپنا کام شروع کر دیا اور اس میں اتنی جلدی کی کہ آنحضرتؐ
کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا، یقیناً یہ وہ لوگ تھے جو آنحضرتؐ کی موت
کے لئے بے صبری کے ساتھ منتظر تھے اور خود ساختہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد
تو وقت اس انتظار [illegible] ختم کر دیا۔

حضرت [illegible] کچھ بات تھی [illegible] حذیفہ سے پوچھتے رہتے تھے کہ کیا

میں تو ان پندرہ منافقین میں سے نہ تھا چنانچہ امام ر
یوں لکھتے ہیں:-

کان (عمر) یسٔال حذیفہ یقول	حضرت عمر اکثر حذ
لہ انت صاحب سرّ رسول اللہ	حذیفہ تم جناب ر
فی المنافقین فہل تریٰ	واقف ہو جو منافقی
علیّ شیئاً من آثار النفاق۔	کیا تم میری اندر ان سا

نیز ملاحظہ ہو معارج النبوۃ ملا معین باب ۵ واز دہم رکن چہ
ملا معین نے معارج النبوۃ میں حضرت عمر کا فقرہ بہت پُرمعنی لکھا ہے۔ ا
فرمایا کرتے تھے:-

حل ذکرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی اے حذیفہ
کیا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی منافقین عقبہ میں س
بتایا تھا۔

لفظ "کان یسئل" بتا رہا ہے کہ حضرت عمر اکثر حذیفہ سے یہ سوال کیا
کرتے تھے نتیجہ نکلا کہ حضرت حذیفہ نے انہیں اس سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ
ٹالتے رہے۔ اگر حضرت عمر ان منافقین میں سے نہ تھے تو جناب حذیفہ کے لئے
یہ جواب بہت آسان تھا اور باعث تسکین حضرت عمر بھی ہوتا کہ نہیں خدا نہ کرے
آپ ان میں کیوں ہونے لگے۔ حضرت حذیفہ کی خاموشی بہت فصیح اور پُرمعنی
ہے، آخر کار حضرت عمر سے نہ رہا گیا اور خود ہی کہہ دیا کہ میں بھی منافقین میں
سے ہوں۔ چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ترجمہ زید بن وہب
یہ قول زید بن وہب کا نقل کرتے ہیں:-

من روایتہ قول عمر یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین۔ یعنی زید بن وہب
کہتے ہیں کہ حضرت عمر قسم کھا کر حذیفہ سے کہا کرتے تھے کہ حذیفہ بخدا میں منافقین
میں سے ہوں۔ میزان الاعتدال المجلد الاول ص ۴۶۵

ی شیخ عبدالحق اسماء الرجال میں لکھتے ہیں:۔

ر فت امر
ہ ابوبکر ولا
یر خلف رسول
حلتہ فسمعت
ولون لو طرحناہ
منہ فاندقت عنقہ
سترحنا منہ فسرت بینہم و
وبینہ وجعلت ارفع صوتی فانتبہ
فقال من ھذا فقلت حذیفہ
قال من اولئک قلت فلان و
فلان حتی عددا سماءھم قال
ھم منافقون لا تخبرن احدا وجاء
عن نافع بن جبیر قال لم یخبر
رسول اللہ باسماء المنافقین
الذین صحبوا لیلۃ العقبۃ غیر
حذیفہ وکان عمر یسئل حذیفہ
عن حدیث العقبہ ویسئلہ عن
علامات النفاق ھل یری فیہ
شیئاً منہ

لوگوں نے حذیفہ سے کہا کہ تم نے منافقوں کا یہ
امر کیونکر معلوم کر لیا حالانکہ ابوبکر و عمر اس سے
واقف نہ ہوئے، انہوں نے جواب دیا کہ میں
آنحضرتؐ کی سواری کے پیچھے جا رہا تھا۔
آنحضرت کو غنودگی آگئی۔ اتنے میں میں نے
چند لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کہہ
رہے تھے کہ آؤ ہم آنحضرت ص کو ان کے
شتر پر سے گرادیں تاکہ ان کی گردن
ٹوٹ جائے اور ہمکو راحت ہو جائے۔
پس میں آنحضرتؐ کے اور ان لوگوں کے درمیان
میں حائل ہو گیا اور زور زور سے بولنے لگا۔
پس آنحضرت جاگ اٹھے اور کہا کہ کون ہیں
نے کہا حذیفہ۔ پھر آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ یہ
لوگ کون تھے میں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں
سب کے نام لے دئے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ منافقین
ہیں۔ کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ نافع بن جبیر کہتے
تھے کہ جناب رسولخداؐ نے حذیفہ کے سوائے کسی اور
صحابی کو ان منافقین کے ناموں سے آگاہ نہ کیا تھا
جنھوں نے اس رات کو آنحضرت کو قتل کرنا چاہا تھا

حضرت عمر جناب حذیفہ سے اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ حذیفہ کیا مجھ میں بھی تم نفاق کی علامت پاتے ہو، اور عقبہ کی رات والے لوگوں کا نام دریافت کرتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر حذیفہ سے ان منافقین کے نام پوچھتے

یں اس بے چینی کے ساتھ کیوں اصرار کرتے تھے ، اس کی و..
کہ آپ لوگوں پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ خود ان میں۔
کہ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کہیں حذیفہ نے ان کے نام تو ل
حذیفہ سے براہ راست تو یہ سوال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ا
انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کہیں حذیفہ نے اِس طرح میرے
بتادے تو میں سمجھوں گا کہ انہوں نے اوروں کو بھی بتادیا ہوگا اور
کرلوں گا اور اگر انہوں نے مجھے نہ بتایا تو مجھے تسلی ہو جائے گی کہ انہ
بھی نہ بتایا ہوگا۔

اعلانِ غدیرِ خُم کے بعد جماعت مخالفین کی ساری امیدیں خاک میں مل
اور جناب رسولخداؐ کی طرف سے بالکل نا امید ہو گئے، ان کو یقین کامل ہو گیا کہ اب
جناب رسولخداؐ کسی طرح اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں گے۔ اب ہمارے پاس صرف ایک ہی
آلۂ کار رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیں کہ یہ اعلانِ
خلافت خدا کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ رسولِ خداؐ اپنے خاندان میں ہمیشہ کے لئے حکومت
قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال اچھی طرح جاگزیں ہو جائے تو
رسول خداؐ کے انتقال پر ہم لوگوں کے سامنے اپنا ایک خلیفہ و حاکم اعلیٰ پیش کر دیں۔
حارث ابن نعمان نے اس جماعت کے خیالات کی اچھی ترجمانی کی اور ان کی نمائندگی
کا اچھا حق ادا کیا جب اس نے آنحضرتؐ کے مدینہ پہنچتے ہی پہلے یہ اعتراض پیش کر دیا
اس نے مسجد میں آنکر تمام صحابیوں کے مواجہ میں آنحضرت سے اعتراض آمیز گفتگو کی۔
آیت سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ کی شان نزول
میں جماعت حکومت کے مفسرین و محققین و علماء نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا
ہے۔ ہم علامہ ثعلبی کی تفسیر سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

سفیان بن عنیہ سے پوچھا کہ آیۂ
کریمہ سَأل سائلٌ بعذاب واقع کس

ان سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ
سئل عن قول اللہ عز و جل

ب واقع فی من
قد سئالتنی
ئالتنی عنها
ثنی ابی عن
عن آبائه ان
صلی اللہ علیہ وسلم
بغدیر خم نادی الناس
جتمعوا فاخذ بید علی و قال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
فشاع ذلک و طار فی البلاد
فبلغ ذلک الحارث بن النعمان
الفہری فاتی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علی ناقۃ لہ
فنزل بالابطح عن ناقۃ و
اناخہا فقال یا محمد امرتنا
عن اللہ عز وجل ان نشہد ان
لا الہ الا اللہ وانک رسول
اللہ فقبلناہ منک وامرتنا
ان نصلی خمسا فقبلناہ منک و
امرتنا ان نصوم رمضان
فقبلنا وامرتنا بالحج فقبلنا
ثم لم ترض بہذا رفعت بضبع
ابن عمک ففضلتہ علینا و

کی شان میں نازل ہوا ہے سفیان نے جواب دیا
کہ تونے مجھ سے وہ سوال کیا جو اب تک کسی نے
نہیں کیا تھا مجھ سے بیان کیا سیری باپ نے اور اس نے
سنا تھا حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقرؑ سے
جنھوں نے روایت کی اپنے آباء و اجداد سے کہ جب جناب
رسولخدا غدیر خم پر پہنچے تو لوگوں کو ندا دی اور وہ سب
جمع ہو گئے، پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ
کر کہا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے یہ
خبر اطرافِ عالم میں شایع ہوئی اور شہروں میں پھیلی اور
حارث بن نعمان تک بھی پہنچی پس حارث بن نعمان جناب
رسولخداؐ کے پاس ایک ناقہ پر سوار ہو کر آیا اور ناقہ
کو ایک طرف بندھوایا اور آنحضرتؐ کے نزدیک آن کر
کہا کہ اے محمدؐ تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم خدا کو ایک اور
تمکو اسکا رسول مانیں ہم نے مان لیا۔ تم نے ہمکو
حکم دیا کہ ہم پانچ وقت نماز پڑہیں وہ بھی ہم نے منظور
کیا حکم دیا کہ ہم رمضان میں روزے رکھیں
وہ بھی تسلیم کیا حکم دیا کہ حج کریں وہ بھی ہم نے
مان لیا، اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور اب
اپنے ابن عم کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور ہم
پر فضیلت دی کہ جس کا میں مولا ہوں
اس کا یہ علی مولا ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ
علی کی مولائیت آپ کی طرف سے
ہے یا یہ بھی خدا کی طرف سے مقرر کی ہوئی

قلت من كنت مولاه فعلي مولاه فهذا شيء منك ام من الله عز وجل فقال النبي صلى الله عليه وسلم والذي لا اله الا هو ان هذا من الله عز وجل فولى الحارث بن النعمان يريد راحلته وهو يقول اللهم ان كان ما يقول محمد حقا فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم فما وصل الى راحلته حتى رماه الله عز وجل بحجر فسقط على هامته وخرج من دبره فقتله وانزل الله عز وجل سأل سائل بعذاب واقع للكافرين ليس له دافع من الله ذي المعارج۔

ہی جناب رسول
کی جس کے س
یہ امر بھی خد
ابن نعمان
چلا کہ اے خدا اگر
حق ہے تو مجھ پر آسما
اور عذاب دردناک بھ
تک نہیں پہنچا تھا کہ خداوند
پر آسمان سے پتھر نازل کیا جو
سر میں ہوتا ہوا اس کی مقعد سے
گیا اور وہ مرگیا۔ اس وقت یہ آیۂ کریمہ
نازل ہوئی سأل سائل بعذاب واقع
للکافرین لیس لہ دافع

ذیل میں ان مفسرین و محققین کے نام مع ان کی تالیفات کے لکھے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اس آیۂ کریمہ کی شان نزول اسی طرح بیان کی ہے اور اس قصہ کو مفصل لکھا

۱۔ احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی ...... تفسیر القرآن
۲۔ یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی .... تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ ایرانی ص ۱۸، ۱۹
۳۔ ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی الوصابی ..... کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء
۴۔ محمد بن یوسف زرندی ...... معارج الوصول و درر السمطین
۵۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ... ہدایۃ السعداء
۶۔ سید نور الدین علی بن عبد اللہ الحسنی السمہودی .... جواہر العقدین
۷۔ سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المحدث ... کتاب اربعین

...بن تاج العارفین المناوی .... فیض القدیر شرح جامع صغیر
...بداللہ العیدروس ... عقد نبوی و سر مصطفوی
.... صراط سوی
...بن احمد الحلبی .... انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون۔
...باکثیر .... وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل
.... تفسیر شاہی
...سبط شیخ ابو الرضا — معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ
...یل بن صلاح الامیر صنعانی — روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ
...مد بن عبد القادر الحفظی — ذخیرۃ المآل
۱: سید مومن بن حسن بن مومن شبلنجی — نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار

منتہی الارب میں ہے وَقَعَ بالتحریک سنگ اسی لئے وَقِیع اس کارد یا نلوار کو کہتے ہیں جو پتھر سے تیز کی گئی ہو۔ وَقَعَ بالفتح۔ آسیب وزدگی چیزے بچیزے از جائے بلندا زکوہ۔

واقعہ غدیر خم ایک مہتم بالشان واقعہ تھا کہ جس نے ان مخالفوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا، اور ان کو معلوم ہو گیا کہ جناب رسولخدا کے بعد حکومت و سلطنت حضرت علیؑ کے پاس منتقل ہو جائےگی اور یہی نہیں کہ صرف علیؑ تک ہی محدود رہے بلکہ ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسل اس کے مستقل استحکام و استقرار کا امکان معلوم ہوتا تھا۔ حارث بن نعمان جماعت مخالفین کا بھیجا ہوا نمائندہ تھا۔

ممکن ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ تین اعتراض کریں۔

۱۔ اکثر روایات میں پایا جاتا ہے کہ حارث بن نعمانؓ ذی البطح میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہاں یہ واقعہ ہوا۔ یہ وادی مکہ کے قریب ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ آنحضرت حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔

۲: سورۃ المعارج جس میں یہ آیات شامل ہیں مکیہ ہے اور واقعہ مدینہ

کا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۴۳۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آیۃ شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ

کی آخری آیت ہے پھر اس کے بعد یہ سَاَلَ سَائِلٌ کیو

ہم ان تینوں اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراضِ اوّل:۔ بطحا کسی خاص جگہ کا نام نہیں بلکہ ا

جو سیلِ آب کا گزرگاہ ہو اور جس میں باریک سنگریزے بکثرت ہوں۔

میں ہے۔ در اصل لغت بطحا بمعنی زمین فراخ کہ گزرگاہ آبِ سیل باشد و در

بسیار باشد۔ از منتخب و کنز و لطائف۔ بطائح جمع۔ قاموس میں ہے:۔

کلکتف و البیطحہ و البطحا و الابطح سیل واسع فیہ دقاق الحصی ج اباطح و بطاح و بطائح

و تبطح السیل اتسع فی البطحاء۔

ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد المدعو بجمال القرشی کتاب صراح میں لکھتے ہیں

البطح آب رود در سنگلاخ اباطح بطاح جمع و الثانی علی غیر قیاس و یقال بطاح بطح کما

یقال عوام عوم بطیحہ بطحاء مثلاً و منہ بطحاء مکہ و بطائح النبط بین العراقین و تبطح السیل

ای اتسع فی البطحا۔

ابن الاثیر نہایہ میں کہتا ہے:۔ و فی حدیث عمر انہ اول من بطح المسجد

قال ابطحوہ من الوادی المبارک ای القی فیہ البطحاء و ہو الحصی الصغار و بطحاء الوادی

و البطحہ حصاہ اللین فی بطن المسیل و منہ الحدیث انہ صلّی بالابطح یعنی ابطح مکہ مسیل وادیہا

و یجمع علی البطحاح و الاباطح و منہ قیل قریش البطاح ہم الذین ینزلون اباطح مکہ و بطاحہا۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابطح مکہ کو ابطح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ گذرگاہِ آب ہے،

اور قریش البطاح کے کہنے سے ظاہر ہے کہ ایک بطحاء نہیں بلکہ کئی ابطح ہیں۔ دیوان

عمر بن علی ابن الفارض کے شعر؎

اسعد اخی و غنی بحدیث من حل الاباطح ان رعیت اخائی

کی شرح میں شیخ حسن بورینی کہتے ہیں:۔ والاباطح جمع الابطح و ہو سیل واسع فیہ دقاق الحصی

من عودة   احیی بھا باساکنی البطحۃ

سیل واسع فیہ دقاق الحصی جمعہ : باطح و بطاح و بطائح : شرح البطاح الذین ینزلون بین اخشبی مکہ۔

مرف بطحاء مکہ ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر ایک ایسی فراخ جگہ کو کہتے ہیں کہ [illegible] ب میں سنگریزے بہت ہوں چنانچہ ابن خلکان شافعی [illegible] یات الاعیان میں ترجمہ ابن الصیفی (ابو الفوارس سعد بن [illegible] الصیفی التمیمی) کہتے ہیں کہ نصر اللہ بن مجلی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دن [illegible] اب میں حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا اور [illegible] کی کہ [illegible] کے دن آپ نے تو فرمایا تھا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا وہ امن پائے گا۔ اور آپ کے فرزند حسین کے اوپر جو گزرا وہ اس ہی خاندان سے گذرا۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا تم نے ابن الصیفی شاعر کے شعر نہیں سنے۔ نصر اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ نہیں حضرت نے فرمایا کہ اب ہی چلے جاؤ اور سُن لو، چنانچہ نصر اللہ بن مجلی اسی وقت دوڑتے ہوئے ابن الصیفی کے گھر آئے، خواب کا واقعہ سنایا ان پر شدت گریہ و بکا طاری ہوگئی اور کہنے لگے آج رات ہی کو میں نے یہ شعر کہے تھے۔ ابھی تک کسی نے نہیں سُنے اور نہ لکھے دیکھے۔ پھر انہوں نے وہ شعر سنائے، وہ یہ تھے ؎

(۱) ملکنا و کان العفو منا سجیۃ   فلما ملکتم سال بالدم ابطح

(۲) وحللتم قتل الاساری وطالما   غدونا علی الاسری نعفو و نصفح

(۳) فحسبکم ھذا التفاوت بیننا   وکل اناء بالذی فیہ ینضح

ترجمہ (۱) جب ہم نے سلطنت حاصل کی تو عفو کرنا ہماری خصلت میں داخل تھا۔ اور جب تم نے ملک حاصل کیا تو ابطح میں خون کا دریا بہا۔

(۲) اور تم نے قیدیوں کو قتل کرنا حلال سمجھا اور ہم قیدیوں سے ہمیشہ درگذر کیا کرتے تھے۔

(۳) بس تمہاری جبلت و فطرت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ
تمہارے درمیان ہو کافی ہو۔ ہر ایک برتن میں سے وہ ہی ٹپ
شاعر نے میدان کربلا کو جہاں امام حسین علیہ السلام قتل
وہ وادئ فرات تھی اور وہاں سنگریزی بہت تھے۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ مدینہ میں البطح و بطحا موجود ہے او
سید نورالدین سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں
البطحاء۔ یدفع فیہا طرف عظم الشامی وما دبر من المصلین وتدر
بین المصلین فی التحقیق کما سبق و بطحا بطحان از ہر۔
ملاحظہ ہو وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ۔ جزء الثانی۔ باب السابع۔
فصل الثامن فی بقاع المدینۃ واعراضہا واعمالہا ومضافاتہا واندیتہا وجبالہا
وتلاعہا علی ترتیب حروف الہجاء در حرف ب ص ۲۶۰

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں بھی ایک مقام مشہور و معروف ہے جس کو بطحا
کہتے ہیں۔ بطحاء و البطح ایک ہی شے ہے چنانچہ منتہی الادب میں ہے بطح کتف و
بطیحہ و بطحا و ابطح جوئ در سنگلاخ۔

اعتراض دوم:۔ صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں ہو کہ قرآن شریف میں
بہت سی آیات ہیں جو بار بار نازل ہوئیں ایک ہی آیت مکہ میں نازل ہوئی اور پھر
وہ ہی آیت مدینہ میں حالات کے مطابق نازل ہوئی، یہ بھی مسلمات میں سے ہے
کہ ایک سورہ میں مکی و مدنی آیات مجتمع ہیں، کثرتِ آیات کے لحاظ سے اس سورہ کو
مکی یا مدنی کہا گیا ہے کئی سورتیں بار بار نازل ہوئیں چنانچہ سورالحمد کئی دفعہ نازل
ہوئی۔ سورۃ المعارج مکیہ ہے اور یہ خاص آیت مکیہ بھی ہو اور پھر مدینہ میں بھی نازل
ہوئی۔ پہلے غالباً نضر بن حارث کے لئے اور اب حارث ابن نعمان کے لئے۔ جب
ایک ہی قسم کا واقعہ دو یا تین دفعہ ہو جائے تو اگر اس کے متعلق کی آیت اتنی ہی دفعہ اس
واقعہ کے ساتھ نازل ہو جائے تو عین مناسب ہے بلکہ یہ تکرار ضروری اور لازمی ہو

ر الدین سیوطی کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن ہمارے
وع الحادی عشر ما تکرر نزولہ ص ۳۵ سے ہم یہ ذیل کی عبارت

تقدمین و
ن القرآن ما
و قال ابن الحصار
ر نزول الآیۃ تذکیراً
و عظۃ وذکر من ذلک خواتیم
سورۃ النحل واول سورۃ
الروم (وذکر) ابن کثیر منہ
آیۃ الروح وذکر قوم منہ
الفاتحۃ وذکر بعضہم منہ قولہ
مَا کَانَ للنبی وَالّذین آمنو
الآیۃ وقال الزرکشی فی البرہان
قد ینزل الشئ مرتین تعظیما
لشانہ وتذکیرا عند حدوث
سببہ وخوف نسیانہ ثم ذکر
منہ آیۃ الروح وقولہ اقم
الصلوٰۃ طرفی النہار الآیۃ فان
سورۃ الاسراء وہود مکیتان
وسبب نزولہما یدل علی انہما
نزلتا بالمدینۃ ولہذا امرۃ
بعد مرۃ قال وکذلک ما

متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت
کثیر نے تصریح کی ہے کہ قرآن شریف میں
کئی جگہ مکرر نازل شدہ آیات ہیں ابن
الحصار کہتا ہے کہ آیات کا بار بار نازل
ہونا وعظ و نصیحت کی تاکید کے لئے تھا
مثال کے طور پر اس نے آخر آیات سورۃ
النحل اور اول آیات سورۃ الروم بیان
کیں ابن کثیر نے مکرر آیات میں سے آیۃ الروح
کو ذکر کیا ہے بہت سے لوگوں نے سورۃ فاتحہ
کو مکرر نازل شدہ بیان کیا ہے ۔ بہت
سے لوگ کہتے ہیں کہ آیت مَا کَانَ
للنبی بھی مکرر نازل ہوئی ، علامہ
زرکشی برہان میں کہتے ہیں کہ ایک
آیت کے کئی دفعہ نازل ہونے کے
کئی سبب ہیں کبھی تو اس آیت
کی شان کی تعظیم منظور ہوتی
تھی کبھی ایک ہی قسم کا واقعہ جو
اس کا سبب ہوتا تھا کئی دفعہ ظہور
پذیر ہوتا رہا کرتا تھا اس لئے وہ آیت
بھی کئی دفعہ نازل ہوتی تھی کبھی اس

ورد فی سورۃ الاخلاص من	بھولجانیکے
انہا جواب للمشرکین بمکہ	کے طور پر ا
وجواب لاھل الکتاب بالمدینۃ	النہار کا ذکر
وکذلک قولہ ما کان للنبی	ہیں لیکن انز
والذین امنوا الایۃ وقال	ہونا چاہئے اس
والحکمۃ فی ذلک کلہ انہ	ہوا ہی مگر شبہ کی و
قد یحدث سبب من سول	نازل ہوئی اور مدینہ میں بڑ
اوحادثۃ تقتضی نزول	سورۂ اخلاص کے متعلق ہو کہ وہ
آیۃ وقد نزل قبل ذلک	ہی اور مدینہ کے اہل کتاب کا بھی جواب ہے اسی طرح یہ
ما یتضمنہا فیوحی الی النبی	للنبی ہی اس تکرار نزول میں حکمت تھی کہ کسی کافر یا
صلی اللہ علیہ وسلم تلک	کتاب کے سوال یا کسی واقعہ کی وجہ سے ایک آیۃ نازل ہوئی
الآیۃ بعینہا تذکیرا	پھر اسکے بعد تقریباً ویسا ہی سوال کیا گیا یا اسی طرح کا
لھم بھا وبانہا تتضمن	واقعہ درپیش آیا تو خداوند تعالیٰ اس پہلے واقعہ پر نازل
ھذہ۔	شدہ آیت کو پھر آنحضرت کی طرف وحی کر دیتا تھا تاکہ یاد

دلایا جاؤ کہ تمہارے اس سوال یا اس واقعہ کا جواب پہلے ہی نازل ہو چکا ہی۔

لاکھ لاکھ شکر ہے اس قادرِ مطلق کا جو ان لوگوں کا منہ ان کی ہی زبان سے بند کر دیتا ہے۔ جو بحث علامہ سیوطی نے کی ہے وہ اس اعتراض کا جواب شافی ہے۔ بہت سی مدنی سورتوں میں مکی آیات ہیں اور مکیہ سورتوں میں مدنی آیات رکھ دی گئی ہیں۔ موجودہ ترتیب قرآن مجید میں نہ شانِ نزول کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ ترتیبِ نزول کا، سورۂ بنی اسرائیل میں کم سے کم پانچ آیاتِ مدنی ہیں اور یہ سورۂ خود مکی شمار ہوتا ہی وہ پانچ مدنی آیات یہ ہیں۔

(۱) ولا تقتلوا النفس الایۃ (۲) لا تقربوا الزنا الایۃ

(۳) اولئک الذین یدعون الایۃ (۴) واقم الصلوٰۃ الایۃ

بیٰ حقہ

ری مکی ہے مگر اس کی دو آیتیں وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

قارعۃ اور ویقول الَّذِیْنَ کفروا لست مرسلا مدنی

یم مکی ہے لیکن اس کی دو آیتیں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا

یۃ وَبِئْسَ الْقَرَارُ الایۃ مدنی ہیں۔ سورۃ انفال مدنی ہے۔ لیکن

ایات مکی ہیں۔ سورۃ الاعراف مکیہ ہے لیکن اس کی آٹھ آیات مدنی ہیں

ے متعلق کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری مدنی ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری

و بعض کہتے ہیں کچھ مکی ہے اور کچھ مدنی ہے غرضکہ ہر ایک سورۃ کی نسبت ایسا ہی ہے

تمام سورتوں کو بیان کرنے سے طوالت ہوگی۔

اعتراض سوئم :۔ چونکہ آیت سَاَلَ سَائِلٌ صرف دوہرائی گئی ہے۔ جدید

تنزیل نہیں ہے، لہٰذا کہا گیا ہے کہ آیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الایۃ کے بعد کوئی

جدید آیت نازل نہیں ہوئی۔

باب دوازدہم

افضلیت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

کیا انتخاب علی بن ابی طالبؑ ان کی افضلیت پر مبنی تھا یا
محبت و خاندانی جانبداری کا نتیجہ تھا اور ان سے بہتر و افضل اصحاب ذاتی
کی وجہ سے نظر انداز کر دئے گئے

هٰا علیٌّ بشرٌ کیف بشر — ربّه فیه تجلّٰی وظهر
علیٌّ حبّه الجُنّة — قسیم النّارِ والجنّة
وصیٌّ مصطفٰی حقّه — امام الانس والجنّة

امام شافعی

هو النباء العظیم وفلک نوحٍ — وباب اللّٰه وانقطع الکلام

اے رونقِ ارض و سما زینت دہِ عرشِ علیٰ — خورشیدِ قدرت را ضیا نورِ جنابِ کبریا
شاہِ سریرِ کن فکاں مالک رقاب انس و جاں — جانِ جہاں روحِ رواں محبوبِ محبوبِ خدا
بدر الدجیٰ فرخ لقا شمس الضحیٰ نور الہدیٰ — بحرِ سخا کانِ عطا معجز نما مشکل کشا
اے رونق این جمن و دَہ مظہر خلق حسن — زیب زمیں شاہ زمن صاحب سریر لافتا
استادِ جبریل امیں علام علم اوّلیں — تفسیر قرآنِ مبیں کشافِ رازِ کبریا
عالی نسب والا حسب ماہِ عجم شاہِ عرب — ضرغام دیں حیدر لقب عالم سبب مشکل کشا
ماہِ فروغ معرفت مہر سپہر مکرمت — سلطانِ عالی مرتبت مسند نشینِ قبل کفا
منشیٔ آیات مبیں فتویٰ دہِ حبل المتیں — بر آسماں کرسی نشیں بر عرشِ اعظم متکا
حاجت روائے مومناں مشکل کشائے دو جہاں — روشن چراغ عز و شاں شاہنشہ روز جزا

سرِ ابرِ خفی — دروازهٔ علمِ نبی گنجینهٔ صدق و صفا
نازِ وصف ثنا — سردفترِ اهلِ صفا سرکردهٔ عیشِ غزا
مانِ یقین — ساقیِ فردوس برین ساغر دهٔ اهلِ صفا
بهرِ داوری — فرمان برایت مشتری ای نیّرِ برجِ سما
کون و مکان — فخرِ جهان شاه زمان زیبِ سریرِ لافتی
سمان فرمان تو — عالم همه مهمان تو ای منعمِ شاه و گدا
رهنمای مومنان — ای واقفِ از نهان آگاه از رازِ نهدا
یس هم نفسِ خیر المرسلین — یعسوبِ دین حبل المتین ای صاحبِ مشکلکشا
همعیسی نفس شیرِ خدا فریادرس — مشکلکشا مثلت نه کس ای دستگیرِ دوسرا
نورِ تو نفسِ احمدی جسمِ تو نورِ سرمدی — اول زِ عالم تو بدی بعد از تو خلقِ ارض و سما
در شانِ پاکت ای ولی نازل شده نادِ علی — جبریل با صوتِ جلی خوانده بشانت لافتی
نپچید نه از حکمِ تو حور و ملک جن و بشر — انجم فلک شمس و قمر برق و مطر آب و هوا
باشد مطیعِ حکمِ تو در هردو عالم هرچه هست — در تحتِ ذاتت بود از عرش تا تحت الثری
برگردنِ هرکس بود حکمِ سجودِ بندگی — خطِ امرت نهد اشجار و احجار و گیا
اعلی ست قصرِ شانِ تو روح القدس دربانِ تو — نارفته تا ایوانِ تو شهبازِ فکرِ انبیاء
نورِ تو شمعِ بزمِ حق زیرِ سپهرِ نه طبق — گیرد ملک از تو سبق ای پیشوائے انبیاء
اے بستر آرائی نبی همراز هم نفس و وصی — حامئ وقتِ بیکسی یا دستِ حق روزِ جزا
برجِ امامت اشرف فخرِ رسولانِ سلف — ذاتت که کعبه صدف این آبرو حاصل کرا
حیدر توئی صفدر توئی علمِ نبی را در توئی — سرور توئی سرور توئی ای مفخرِ آلِ عبا
ای شه سوارِ لافتی ای تاجدارِ هل اتی — فرمانروائی تل کفا شاهنشهِ عز و علا
ای رونقِ هر انجمن نورِ خدائی ذوالمنن — دریای رحمت موجزن بر بندگان لطفِ خدا
ای نائبِ ختمِ رسل جنت حا روائے جزو کل — روحِ قدرت سروِ راست گل در باغِ دین ای مقتدا
سر بیتِ نظمِ کن فکان سردفترِ هر دو جهان — سر مطلعِ کون و مکان سرمنشئِ عز و علا

اے پیشوائے متقین وی خسرر روز لسبیں — بر در گہت بالد حب
جز تو ندارد ہیچ کس ز بیکسی فریاد رس — لطف و عنایات آ
دارد ز ذات پاک تو امید این غمناک تو — مدحت سرائے پاک تو
گرچہ سیہ و کردہ است در معصیت گو ہر دہ سست — لیکن بتو لبپردہ اس
ہر کس کہ دستِ خالئی در دامن پاک تو زد — پُر یافت جیب آستید
تو بو علی را کے کنی محروم لطفِ عام خویش
ہرگہ ترا باشد عطا بر دشمنانِ خود شہا

شاہ شرف الدین بو علی قلندر

شاہے کہ وصی بود و ولی بود علی بود — سلطانِ سخا و کرم وجود علی بود
آں قلعہ کشائی کہ در قلعۂ خیبر — بر کند بیک حملہ و بکشود علی بود
آں شیر دلاور کہ ز بہرِ طمع نفس — در خوانِ جہاں پنجہ نیا لود علی بود
سرّ دو جہاں پر تو انوارِ الٰہی — از عرش بفرش آمد و بنمود علی بود
فرزندِ خلف در صدف نکتۂ توحید — کادم بجمالش نگراں بود علی بود

سرّ دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں
شمس الحق تبریز کہ بنمود علی بود

شیخ سعدی کے مشہور و معروف و طویل قصیدہ کے چند اشعار اس قصیدہ میں عظیم الشان قسموں کی ضمانت سے شیخ سعدی حضرت علیؑ کی افضلیت کا اظہار فرماتے ہیں:-

منم کز جاں شدم مولائی حیدرؑ — امیرالمومنین آں شاہِ صفدر
علی کو را خدا بے شک ولی خواند — بامرِ حق وصی کردش پیمبر
حسامِ او نجاتِ اہل ایماں — سنانِ او ہلاکِ جان کافر
بحق بادشاہِ ہر دو عالم — خدائے بے نیاز و فردِ اکبر
بحق خالقِ دارائی بے چوں — بحق صانعِ دادار و داور

ل بتیش — بحقِ جعفر طیار سرور
دآہِ زہراؑ — بخون ناحق و شبیرؑ و شبرؑ
حیٔ الٰہی — کزاں جا نیست دیگر جائے بہتر
طفےؐ در کل عالم — نہ بُد فاضل تر و بہتر ز حیدرؑ
امِ حق علیؑ داں — کہ او بُد نفسِ معصوم و برادر
لونی گفتن اورا — کہ علمِ مصطفےؐ را بود او در
م مدح آں شاہی کہ جبرئیل — گہے مداح بودش گاہ چاکر

ازاں گفتم کہ تا خلقاں بدانند
کہ سعدی زیں سعادت نیست بے پر

سعدی شیرازی

شعرائے اسلام نے اپنی عمر میں جناب علی مرتضیٰ کی مدح و ثنا میں گزاریں اور اس کو اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھا اس میں شیعہ و سنّی کی تخصیص نہیں اور یہ بھی جناب امیر المومنین کا ایک معجزہ سمجھنا چاہیئے بہت سے قادر الکلام نامی گرامی شعراء ہر ایک اسلامی ملک میں گزرے ہیں لیکن کسی نے کسی اور صحابی کے لئے ایسی شان کے قصیدے نہیں لکھے وجہ مضمون کی قلت تھی، شاعر اپنے دماغ سے الفاظ اور ان کی بندشیں پیدا کرسکتا ہے واقعات تو اختراع نہیں کرسکتا۔ اگر واقعات نہ ہوں گے تو الفاظ کہاں سے آئیں گے۔ حضرت غالبؔ مرحوم پیدائشی سنّی تھے ان سے ان کے ہم عصر بزرگوں نے شکائت کی کہ آپ نے امیر خیبرگیر کی شان میں تو بہت سے قصیدے لکھے ہیں اوّل کے تین خلفائے راشدین کے لئے کچھ نہ کہا۔ مرزا نوشہ نے جواب دیا کہ ان کی شان کے واقعات مجھے بتا دو میں نظم کردوں گا۔ یہ بالکل امرِ واقعہ ہے ہاں کوئی ہٹ دھرمی کی مدح صحابہ کہے تو بات دوسری ہے مجھے اگر کوئی رستمِ دوراں اور شہنشاہِ ہفت اقلیم کہدے تو میں تو اس کو اپنی مدح نہیں بلکہ مذمت سمجھوں گا کہ دیکھو میرا مذاق اڑاتا ہے۔ معلوم نہیں ان بزرگواروں کی روحیں اپنے نادان دوستوں کے منہ سے

یہ بھی چوڑی بے پر کی داستانیں سن کر کیا کہتی ہوں گی، بہت ہی
ناوانی کی بدعت اس جہالت کے زمانہ ہی میں شروع ہو سکتی تھی۔ ع
نہیں کریں گے ایک اور نکتہ بھی قابلِ غور ہے۔ یہ حضرت علیؑ ہ
میں ممکن ہے کہ شاعر کا تخیل چاہے کتنا ہی آسمانِ مبالغہ کی بلند
کرے لیکن پھر بھی وہ واقعیت کی حدود کے اندر ہی رہے گا۔ جناب
علیؑ کی شان میں بہت کچھ کہا۔ اور ان کے بہت سے فضائل بیان۔
ہی کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ علیؑ کی نسبت وہ ہی کہنے لگیں گے۔
عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں تو میں اس کی ایسی صفات بیان کرتا کہ لوگ اس ے
کی نیچے کی مٹی لے جاتے، یعنی جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ علی کی پوری توصیف و تعریف
نہیں ہے ایسے شخص کی مدح کرنے میں شاعر کا مبالغہ واقعیت کی حدود سے کیونکر باہر
نکل سکتا ہے، اگر سنّی شعراء کے منقبت کے قصائد کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں تیار
ہو جائیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مداحانِ علی ابن ابی طالبؑ عوام الناس
سے ڈرتے رہتے تھے کوئی طعنوں سے کوئی زجر و توبیخ سے جب شافعی جیسے مستند
امام حبِ علیؑ کی وجہ سے طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے اور امام نسائی جیسے عالم و محدث
کو عین مسجدِ دمشق میں اس وجہ سے زدوکوب کیا گیا کہ انہوں نے فضائلِ علیؑ بیان کئے
تھے تو عام لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ ایسی فضا اور ایسی سرزمین میں حبِ علیؑ
کا نشو و نما پانا اور ان اشعار کا شائع ہونا جناب علی مرتضیٰ کی احقیت کی دلیل
اور آیہ وانی ہذا یہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کی تفسیر ہے۔
زمانہ کی بدذوقی کہئے یا جہالت کی فراوانی کہ حضرت علی کی افضلیت ثابت
کرنے کی بھی ضرورت پڑی، گویا ان کا غیر بھی اس قابل سمجھا جانے لگا کہ حضرت
علیؑ کے مقابلہ میں اس کا ذکر ہو سکے اس میں بھی شیعہ و سنّی کی تخصیص نہیں۔ اُمتِ
محمدیہ کی اکثریت اس پر متفق ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے اتنی عظیم الشان قسمیں کھا کر
کہا ہے کہ بعد از مصطفیٰ در کلِ عالم نبُد فاضل تر و بہتر ز حیدر

سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے، زمانۂ ماضی میں چونکہ علم حدیث
ں لوگوں کی کثرت تھی، اُن لوگوں میں اور غالی شیعوں میں
ہ حضرت علیؑ کو بہترین ماننے کے ساتھ ہی خلفاء ثلاثہ کو آنحضرت
اور غالی شیعہ ان کو غاصب جانتے تھے، موجودہ زمانہ میں
روہابیت کا زور ہوتا جا رہا ہے اور علم حدیث و تاریخ لوگوں میں
یا ہے، یہ عقیدہ اہلسنت وجماعت میں سے کم ہوتا جاتا ہے ورنہ جو کچھ
ں مرحوم ہوشیارپوری نے حضرت علیؑ کی نسبت لکھا ہے اس سے زیادہ
یا کوئی شیعہ لکھے گا، اب ان لوگوں میں ایک نئی بو اٹھ رہی ہے جو کہتی ہے کہ:
کیوں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حضرت علیؑ سے افضل نہ سمجھا جاوے لیکن یہ اب
بھی نہیں بتا سکتے کہ حضرت علی ان بزرگواروں سے کیونکر اور [illegible] صفت میں کم تر تھے
اس انقلاب کی یہ وجہ ہوئی کہ علم حدیث و فقہ تو جاتا رہا، اگر علم الرجال کا فقرہ کسی
بی اے یا ایم اے کے سامنے کہا جائے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ اس کے کیا معنی
ہوئے، اگر اس نے اپنی کسی جماعت میں فارسی یا عربی کا کورس لیا ہے تو رجال
کے معنی آدمیوں کے سمجھ کر یہ کہے گا کہ غالباً Ethnology ہوگی۔ اب کتب
احادیث وسیر کے مطالعہ کی جگہ تعصب نے لے لی ہے اور یہ [illegible] ہے کہ جس ترتیب
خلیفہ ہوئے اس ہی ترتیب سے فضیلت کا درجہ ہونا چاہیئے۔ اگر کہیں امیر معاویہ
[illegible] کے ساتھ جرأت کا مادہ بھی ہوتا اور وہ قتل عثمان کے دن مدینہ میں آکر
لوگوں کو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کیسۂ زر دکھا کر ان سے [illegible] بیعت
لے لیتے تو پھر تو ان برخورداروں کی رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت [illegible]
جو لوگ فضیلتِ دین کو ثروتِ دنیا کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں، ان بزرگواروں
سے ہم کیا بحث کریں سوائے اس کے کہ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ [illegible]
[illegible] آج کل ساری دنیا میں انصاف کی جگہ تعصب نے لے لی ہے اور مذہبی
[illegible]۔ مذہبی بحثوں میں سے اصلی انصاف تو پہلے ہی مفقود تھا، اب جہالت کی

زیادتی نے ظاہری انصاف کی شکل کو بھی زائل کر دیا اور حق
فضیلت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص کو دوسرے
کے یا بوجہ مجموعہ صفات مختلفہ کے ترجیح دی جائے، جب یہ
تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ عمر کو ہر طرح سے ہر صفت میں ...
عام طور سے افضل کی یہ تعریف کی گئی ہے:۔ الاجمع لمر...
یعنی افضل وہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت صفات ...
اور جب کسی حاکم و سردار کے انتخاب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہاں یہ ہی ...
ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ایک صفت میں دوسرے ...
ہو اور وہ دوسرا کسی اور صفت میں اس سے افضل ہو مثلاً زید عمر سے زیادہ سخاوت ...
مگر عمر اس سے زیادہ سخی ہے۔ بکر بہت اچھا عالم ہے مگر اس میں شجاعت نہیں۔ جب ہم کسی خاص شخص کی جانشینی کے لئے کسی شخص کو منتخب کرتے ہیں تو یہ بات سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ شخص مستخلف کی صفات کس امیدوار میں بدرجہ اتم موجود ہیں یہاں جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا سوال ہے ہمارا عقیدہ ہے اور صحیح عقیدہ ہے واقعات کے مطابق ہے کہ آپ میں ہر ایک عمدہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ شجاعت بھی سخاوت بھی عبادت بھی ریاضت بھی، عصمت بھی، غرضکہ آپ انسانیت کے فضائل و خصائل حمیدہ کے اجتماع کے کامل ترین نمونہ تھے لہذا آپ کے جانشین کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے بعد بہترین اور کامل ترین انسان ہو اور کامل فضیلت وہی ہے جس میں ہر ایک خصلتِ حمیدہ اور صفاتِ حسنہ اپنے آخری درجۂ کمال میں پائی جائے، کسی ایک صفت میں بھی اس کے غیر کی نسبت یہ نہ کہا جاسکے کہ وہ اس سے بہتر ہے۔ حکام سقیفہ کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی لہذا اول تو فضیلت کے سوال کو بحث کے درمیان میں آنے ہی نہ دیا بحث کا رُخ قبیلہ کی طرف کر دیا اور جب اس ہنگامہ کے بعد اس سوال نے خودبخود اپنے تئیں غور کرنے والے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کو بھی دیگر امور مشکلہ کی طرح

لی گئی تاکہ لوگوں کی نظروں کے سامنے حقیقت کے اوپر
ت کی تعریف و حدود پر ایک منطقیانہ و فلسفیانہ بحث کی جائی
تجزیہ کیا جاتا ہے اور جب کسی طریقے سے کام بنتا ہوا نظر
لے اصولِ موضوعہ کے نمونہ پر ایک اصل موضوعہ قائم کیا جاتا ہے
ا ہونا ضروری نہیں۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم ہو سکتا
ے موضوعہ ہی غلط اور خلاف فطرت ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ
لی وہ پیدائش ہے وہاں حکومت استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ ظلم و جور
بہ سے قائم ہوتی تھی اور اس کے قیام کے ناجوازیت کو جوازیت کا جامہ پہنانے
ے سے لئے یہ ناجائز اصل موضوعہ مقرر کیا گیا اس اصل موضوعہ کی فطرت میں ظلم مرکوز
ہے۔ جب بہتر اور افضل موجود ہے تو کیوں اس کے اوپر اس کا ادنیٰ حکومت کرے۔
یہ کسی ہندوستانی صوبہ کی وزارت تو نہیں ہے یہ تو حکومت الٰہیہ ہے اور ختم المرسلینؐ
کی جانشینی کا سوال ہے اسکے اندر تو ظلم کا شائبہ بھی نہ ہونا چاہیئے دوسرے یہ کہ
یہ اصول موضوعہ ایک مستثنیٰ کی صورت میں ہے اصل اور مطابق فطرت قاعدہ تو یہ ہے
کہ جو بہترین اور افضل ترین شخص ہو وہ ہی منتخب کیا جائے اور وہ حکومت کرے۔
اگر اس میں استثنا قائم کی جاتی ہے تو پھر یہ بتانا چاہیئے کہ کن صورتوں میں افضل کے
اوپر مفضول حکومت کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے وہ صورتیں اس اصول موضوعہ میں
مذکور نہیں۔ لہذا یہ ناقص ہوا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کسی شخص سے کسی صفت میں کم نہ
تھے جو کسی فلسفیانہ منطق کی ضرورت ہو، ایسی کوئی صفتِ حمیدہ نہیں جس میں علیؑ
پر ان کے غیر کو ترجیح دی جا سکے۔ مولوئ روم کہتے ہیں ؎

کے بتاریکی علیؑ را دیدہ ۔۔۔ زیں سبب غیرے برو بگزیدہ

جماعتِ مقلدانِ اہل حکومت کی یہ کج بحثی اس قضیہ کی تشریح ہے کہ پیر ال
نمی پرند مریدان می پرانند [illegible] ان بیچاروں [illegible] یہ تو کہتے ہی نہیں کہ ہم کسی
قابل ہیں یا علیؑ کی برابر ہیں ہمیشہ حضرت علیؑ کو [illegible] افضل ہی سمجھتے رہے

اور یہ کہتے رہے کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اب چودھویں جائز ہو کہ اسکے خلاف کہیں۔ ہماری رائے میں تو افضلیت کو اس کو طول دیا گیا ہے۔ صحابہ رسول کی فضیلت کے سوال ہوسکتی ہیں یعنی :-

(۱) ان کے سوانح حیات

(۲) ان کے متعلق اقوال رسولؐ

(۳) آیاتِ قرآنی

اور پھر ضمنی سوال یہ پیدا ہوں گے کہ حضرت علیؑ نے اپنے متعلق کیا دعویٰ ان بزرگواروں نے اپنے قول و فعل سے کیا اقبال کیا۔ افضلیت کا سارا مسئلہ پانچ باتوں سے طے ہوسکتا ہے ہم ان پانچوں امور پر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سوانح حیات :- ان بزرگواروں کے واقعاتِ زندگی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یاد دہانی کے لئے ایک سرسری نظر کافی ہوگی۔ ذیل میں ہم نے ایک نقشہ تیار کردیا ہے جس پر ایک نظر ڈالنے سے ان حضرات کے سوانح حیات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں، یہ نقشہ جام جم کا کام کرتا ہے۔

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
۱۔ آپ خاندان بنی ہاشم میں سے تھے جس کی فضیلت تمام قریش پر مسلم تھی	آپ خاندان بنی تیم میں سے تھے [illegible] غلام کے ہیں (منتہی الارب)	آپ خاندان عدی سے تھے۔ عدی تیم کے حقیقی چچا تھے	آپ خاندان بنو امیہ سے تھے جس کی دشمنی آنحضرتؐ سے مسلمہ ہے ان کے بزرگ خاندان ابوسفیان جناب رسول خدا کے دشمن جانی تھے اور ایمان لانے کے بعد ہمیشہ مولفۃ القلوب میں رہے۔

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	سنانی نسب نامہ درست ہے جناب رسول خدا سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں لیکن تاریخی حدود سے باہر ہے	بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جناب رسول خدا سے نویں پشت میں ملتے ہیں لیکن یہ داستان تاریخی حدود سے باہر ہے۔	آپ کے دادا اور ابو سفیان عدوئے رسول کے والد حقیقی بھائی تھے۔
...بہ ...دی ...ہوتے ہی چہرہ ...رل دیکھا اور لعاب رسول نوش کیا۔	خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دئے گئے	خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دئے گئے	خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے۔ خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دئے گئے۔
۵۔ آپ نے ایک لمحہ بھی بت پرستی نہیں کی	چالیس برس کی عمر تک بتوں کو خدا سمجھتے رہے اور ان کی عبادت کرتے رہے۔	۳۵ برس تک پتھر کے بتوں کو اپنا معبود بنایا	اپنی عمر کے بڑے حصہ تک بت پرستی کی۔
۶۔ شروع سے آپ کی تعلیم و تربیت آغوش رسالت میں ہوئی	مکہ کے بازاروں میں عمر کے چالیس سال گزاری	اونٹ چرائے	خاندان بنی امیہ میں تعلیم ہوئی۔
۷۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور اسلام کی پہلی نماز تمام لوگوں سے سات سال قبل آنحضرت کے ساتھ پڑھی	آپ کا ایمان لانے والوں میں ساتواں نمبر ہے زید بن حارثہ کے بعد ایمان لائے	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت نیچے ہے اور اسلام لانے سے پہلے اسلام و پیغمبر اسلام کے سخت ترین دشمن تھے	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت دور ہے۔
۸۔ آپ شب ہجرت بستر رسول پر کفار کے نرغے	آپ آنحضرت کے ساتھ غار میں چھپے اور قرآن	آپ چھپ کر مدینہ میں چلے گئے	وہ کہیں بھی تھے جب کے شاید مدینہ میں تھے۔

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
میں اطمینان سے سوتے رہے جس کی تعریف میں آیتِ قرآنی نازل ہوئی	شاہد ہے کہ خوفِ جان سے خوب گریہ کیا۔ جس کی مذمت میں آیتِ قرآنی نازل ہوئی۔		
۹۔ آپ کے ساتھ بحکم خداوندی فاطمہ دخترِ رسول کا نکاح ہوا اور حسنین علیہما السلام آپ کے فرزندان ہیں	بہت سی بیویاں اور بہت سے لڑکے ہوئے لیکن کجا فاطمہؑ و حسنینؑ اور کجا وہ	حضرت ابوبکر کی طرح	حضرتؑ جو کافر خاوند ساتھ منکوح ہوئیں ان میں کچھ فضیلت تھی اور نہ ان کے نکاح میں۔
۱۰۔ عقدِ مواخات کے موقع پر آنحضرتؐ نے یہ کہہ کر آپ کو اپنا بھائی بنایا کہ اَنتَ اَخِی فی الدنیا والآخرۃ	آپ کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا، آپ تو حضرت عمر کے بھائی بنائے گئے	آپ کو حضرت ابوبکر کی اخوت کا شرف حاصل ہوا۔	کسی اپنے ہی جیسے کے بھائی بنے ہوں گے۔
۱۱۔ جنگِ بدر کی فتح آپ کی کوشش کا نتیجہ تھی کل جنگ کے کفار مقتولین میں سے نصف آپ نے مارے	آپ جنگ بدر میں عریش کے محفوظ مقام میں بیٹھے ہوتے تھے	آپ بھی ادھر ادھر ہو گئے لڑائی میں نہیں گئے	جنگ بدر میں شریک ہی نہ ہوئے۔
۱۲۔ جنگ احد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے لیکن حضرت علیؑ	جنگ احد میں آپ جنابِ رسولِ خدا کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے۔	آپ بے حواس ہو کر بھاگے اور پہاڑوں پر بکری کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اچھلتے پھرے۔	ایسے بے حواس ہو کر بھاگے کہ تیسرے دن واپس آئے

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
اکر ... یٰ الّا ... لا ذوالفقار			
۔ جنگِ احزاب میں پ نے عمر بن عبدود کو قتل کر کے مسلمانوں کی جان بچائی جس پر جناب رسولخداؐ نے فرمایا روزِ خندق علیؑ کی ایک ضرب میری امت کے قیامت تک کے عمالوں سے بہتر ہے	آپ نے اس جنگ میں کچھ بھی نہیں کیا۔ ایک کافر کو بھی نہیں مارا آنحضرتؐ نے ایک رات کو کہا کہ کافروں کی خبر لے آؤ آپ نے انکار کر دیا۔	عمر بن عبدود کی شجاعت و دلیری کے کارنامے سُنا کر مسلمانوں کو خوب ڈرایا حضرت ابو بکر کی طرح آپ نے بھی خبر لانے سے انکار کر دیا۔	جنگِ احزاب میں آپ کا ذکر تک نہیں آتا۔
۱۴۔ جنگ خیبر میں جب سب شکست کھا کر بھاگ آئے تو جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں چنانچہ حضرت علیؑ کو علم	آپ سے یہ قلعہ فتح نہ ہو سکا دو دفعہ گئے شکست کھا کر بھاگے	شکست کھا کر واپس ہوئے آپ کے لشکریوں نے آپ پر نامردی و بزدلی کا الزام لگایا۔	آپ نے کچھ نہیں کیا شاید شامل ہی نہیں ہوئے

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
مرحب و عنتر کو مارا، درِ خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔			
۱۵۔ صلح حدیبیہ میں ایمانِ کامل کے ساتھ آپ نے صلحنامہ لکھا۔	ناراضی کے ساتھ خاموش رہے۔	صلح حدیبیہ کی مصلحت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور نبوت میں شک کیا	چونکہ تھے مکہ میں گئے حضرت ابوبکر انکار کر دیا تھا۔
۱۶۔ فتح مکہ میں آپ نے جنابِ رسولِ خدا کے کندھے پر سوار ہو کر بُت توڑے۔	مکہ میں سارا وقت اپنے پرانے دوستوں سے ملنے میں گزارا۔	آپ نے بھی یہی کیا	بہت سے کافر دوستوں کی جان بخشی کرائی۔
۱۷۔ جنگِ حنین میں جب تمام لوگ آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں کو [illegible] لڑتے رہے	آپ بھاگنے والوں میں تھے۔	آپ بھاگنے والوں میں تھے۔	آپ بھی بھاگنے والوں میں تھے۔
۱۸۔ جنابِ رسولِ خدا کی طرح آپ کو بھی مسجد میں رہنے کی اجازت تھی جن جن اصحاب کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے وہ سب بند کرا دیئے گئے مگر علی کا دروازہ کھلا	آپ کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا بند کیا گیا	آپ کے مکان کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا بند کیا گیا	آپ کو بھی مسجد کے اندر دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔

	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	آپ سے کبھی اس قسم کی راز کی باتیں نہیں ہوئیں	آپ نے حضرت علی و آنحضرت کے آپس میں رازگوئی پر اعتراض کیا جواب ملا کہ خدا راز کی باتیں حضرت علی سے کرتا ہے اور اس کے حکم سے یہ رازگوئی ہوتی ہے۔	کجا آپ اور کجا راز کی باتیں۔
۲۰:- جناب رسول خدا کے ساتھ آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ اور آپ کے دو فرزندان آیۂ تطہیر میں شامل ہیں۔	یہ درجہ کہاں	یہ درجہ کہاں	یہ درجہ کہاں۔
۲۱:- آپ کی محبت امت پر فرض کی گئی اور آپ کے اوپر صلوٰۃ بھیجنے کے بغیر نماز جائز نہیں۔	خاموشی ہی بہتر ہے	حیران ہوں کیا لکھوں کہ امت کے اوپر آپ کے متعلق کیا فرض عائد ہوتا ہے۔	بنو امیہ آپ کو خداوند نعمت سمجھتے تھے۔
۲۲:- آپ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے اور آپ کی محبت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔	جماعت منافقین آپ کی بہت مداح تھی۔	آپ کے چہرے کو عبادت سے کیا تعلق	بنو امیہ کو چاہیئے تھا کہ آپ سے محبت کرتے لیکن معاویہ کے دنوں میں منہا چھوڑ دیا۔
۲۳:- آپ ہمنفس رسول	کہاں مباہلہ اور کہاں آپ	مباہلہ سے آپ کو کیا	آپ کو غالباً اس کا علم

حضرت علی	حضرت ابوبکر	حضرت عمر	
ہیں اور مباہلہ میں آنحضرت کے ساتھ معہ اپنی زوجہ محترمہ و فرزندان شامل تھے		تعلق۔	
۲۴:۔ اپنی رحلت کے نزدیک آنحضرت نے جیش اسامہ تیار کیا اور اُسے فوراً روانہ ہونیکی ہدایت کی اس لشکر میں حضرت علی کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسامہ کے ماتحت رکھے گئے	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا اور اسامہ کو بھی روکے رکھا۔	کے۔
۲۵:۔ وقتِ رحلت جناب رسولخدا نے قرطاس و قلم و دوات طلب کیا تاکہ حضرت علی کی جانشینی کی وصیت لکھدیں	آپ نے اس حکم کی اطاعت نہ کی	آپ نے اس حکم کی عمداً نافرمانی کی اور کہا کہ اِس شخص (رسولخدا) کو ہذیان ہو گیا ہے حسبنا کتاب اللہ	آپ تو کسی گنتی ہی نہ تھے لیکن مطیع شیخین تھے۔
۲۶:۔ وقتِ وفات رسول خدا آنحضرت کا سر آپکی آغوش میں تھا اور آپ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی۔	اسوقت آپ اپنی نئی بیوی کے ساتھ محلہ سنخ میں تھے	آپ حالات کا مطالعہ کر رہے تھے اور خلافت پر نظر تھی۔	آپ کسی گنتی ہی میں نہ تھے
۲۷:۔ آپنے جناب رسولخدا کو غسل و کفن دیا اور قبر میں اُتارا۔	آپ آنحضرت کے جنازے کو بغیر غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے اور وہاں	آپ آنحضرت کے جنازہ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں	آپ اپنے تئیں امیدواری کے قابل نہ سمجھتے تھے لہذا خاموش رہے۔

	حضرت ابو بکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	حصولِ خلافت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا	حصول خلافت کیلئے لوگوں سے دست و گریبان ہوئے۔	
۔ دو جانین	آپ کو چند انصار کی غداری نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت حاصل کرنے میں مدد دی	آپ کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا۔	آپکو حضرت عمر کی ساختہ شوریٰ کی کی اکثریت کی مدد سے عبدالرحمن بن عوف نے خلیفہ کیا
۲۹۔ آپنے اپنے زمانہ خلافت میں بنوامیہ و دیگر منافقین سے آنحضرتؐ کی تکمیل امر نبوت کے لئے جہاد کیا کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جَاہِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ اور آنحضرت منافقین سے جہاد نہ کرسکے تھے۔	آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنوامیہ کو بنوہاشم کے مقابلہ میں تیار کیا اور شام میں اس خاندان کی حکومت قائم کی جس نے میدانہائے صفین اور کربلا میں چراغ نبوت کو بجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔	آپنے شام کی حکومت بنی امیہ کے خاندان میں مستقل کی اور اپنے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو باہر بھیجکر انکی توجہ دولت و ثروت و حکمرانی کی طرف مبذول کرائی تاکہ وہ آپ پر نکتہ چینی نہ کرسکیں۔	آپنے اپنے زمانہ خلافت میں مروان و دیگر بنوامیہ کو مسلمانوں کا حق دیکر امیر کبیر بنایا اور خلافت میں حصہ دار ٹھہرایا
۳۰۔ آپکی سخاوت پر آیات یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا اور انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون شاہد ہیں۔	آپنے اپنے والد تک کی مدد نہ کی ان کی مفلسی کا یہ حال تھا کہ عبداللہ ابن جدعان کے دسترخوان پر مکھیاں جھلتے تھے تو روٹی ملتی تھی ان ارباب السیرۃ ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئاً وانہ کان اجیرا لابن جدعان علی مائدتہ یطرد عنہا الذبان ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۲۷۰	مسلمانوں کے بیت المال سے تو ضرور با اثر لوگوں کو روپیہ دیکر ان کا منہ بند کرتے تھے لیکن اپنی گرہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔	آپ کی سخاوت محض بنوامیہ میں منحصر تھی اور وہ بھی بیت المال سے

حضرت علی	حضرت ابوبکر
۳۱ - راہ خدا میں اتنا خرچ کیا کہ گھر میں کچھ نہ بچا۔	آپکے پاس کافی مال تھا عن عائشہ انہا قالت ھاجر ابوبکر و عندہ عشرۃ الاف درھم ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۲۷۴
۳۲ - آپکے خطبے ایسے ہوتے تھے جیسے کہ ایک ہادی دین و دنیا کے ہونے چاہئیں اپنی اعلمیت، افضلیت، قابلیت سے واقف، قوم کی کمزوریوں سے آگاہ خلافت ظاہری ملنے پر پہلا خطبہ جو دیا اُس کا پہلا جملہ یہ تھا الحمد للہ علی اھلہا رجعۃ الحق الی مکانہ یعنی خدا کا شکر ہے حق اپنے مقام پر واپس آیا دوسرے خطبہ میں فرمایا بنا اھتدیتم فی الظلماء وتسنمتم العلیاء و بنا انفجرتم عن السرار	آپ اپنی کمزوریوں سے آگاہ تھے۔ خلافت حاصل ہونے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا خوشامدانہ و عاجزانہ لہجہ ملاحظہ ہو لست بخیرکم و علیؑ فیکم.... و ان زغت فقومونی و اعلموا ان لی شیطانا یعترینی احیانا فاذا رأیتمونی غضبت فاجتنبونی یعنی میں تم سے بہتر نہیں ہوں حالانکہ علی تمہارے درمیان میں ہیں.... اگر میں کجی کروں تو تم مجھ کو سیدھا کرو اور جان لو کہ کبھی کبھی مجھ پر شیطان غالب ہو جاتا ہے بس جب ایسا ہو اور میں آپے سے باہر ہو جاؤں تو تم مجھ سے پرہیز کرو۔ ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاست مطبوعہ مصر ص ۱۶ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص ۱۲۹ ابن سعد، طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۲۹
۳۳ - آپکے بھائی عقیل نے قلیل رقم اپنے حصے سے زیادہ بیت المال سے طلب کی	آپ نے ہمیشہ بارسوخ و صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کے لئے کوشش کی بلکہ اپنی خلافت سے راضی کرنے کے لئے لوگوں کو رشوت دی اور رشوت سے اپنی طرف کیا فلما اجتمع الناس علی

آ
کی
اکثر
سے عاجز
حضرت علی کی
کرتے تھے۔ حلال مشہور
ایک آن واحد میں ان
کی مشکل کو حل کر دیتا
تھا تو آپ فرماتے تھے
لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ
عمر.... لابقیت
لمعضلۃ لیس
لہا ابوالحسن

آپ ہمیشہ بارسوخ اور صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی ہر ایک طریقہ سے کوشش کرتے تھے

آپکی بنو امیہ نوازی اتنی مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں

	ابو بکر	حضرت عمر	حضرت عثمان
	م بین الناس الی عجوز من بن النجار بقسمہا ثابت فقالت ما ھذا فسمہ ابوبکر للنساء لت اتراشونی عن دینی .... قالت لا آخذ منہ شیئاً ابداً۔ ابن سعد:- طبقات الکبریٰ فی ا ج ۳ ص ۱۲۹ یعنی جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تو ابوبکر نے لوگوں میں مال تقسیم کیا بس زید بن ثابت کے ہاتھ ایک ضیعفہ بنی عدی بن النجار کے پاس مال بھیجا عورت نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے جواب دیا کہ ابوبکر نے جو عورتوں میں مال تقسیم کیا اس میں کا یہ تمہارا حصہ ہے اس نے جواب دیا کہ کیا تم مجھ کو رشوت دیکر مجھے اپنے دین سے ہٹانا چاہتے ہو قسم خدا میں اس میں سے کچھ نہ لوں گی	مغیرہ ابن شعبہ کو حد زنا سے بچا لیا گیا اس طرح تقسیم کیں کہ بارسوخ حضرات جو چاہتے تھے لے لیتے تھے، ازواج رسول میں سے حضرت عائشہ کو سب سے زیادہ حصہ دیا معلوم نہیں یہ تقسیم مال کا کون سا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ یہ محبوبہ زوجہ رسول تھیں لہذا زیادہ کی مستحق ہیں، آنحضرتؐ تو اپنی ازواج سے مساویانہ و عادلانہ طریقہ برتتے تھے۔ حضرت عمر کے پاس یہ مقیاس انتخاب کہاں سے آیا۔ یہ عجیب قسم کا پیمانہ محبت تھا جس میں کنواری بیوی کی محبت کا درجہ تو کم دکھایا تھا۔ جوان لڑنے والی بیوی کا درجہ محبت بہت زیادہ رکھا تھا۔	
۴۳ جب مسجد میں سرِ قدس پر مہلک ضرب لگی	آپ نے مرتے وقت فرمایا کہ کاش میں نے حضرت فاطمہؑ کا گھر جبراً نہ توڑا ہوتا۔ اور کاش سقیفہ	مرتے وقت حضرت عمر نے کہا واللہ لو ان لی ماطلعت علیہ الشمس لافتدیت بہ من ہول المطلع	بچاتے ہونگے کہ بنی امیہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت علی	حضرت ابو بکر	حضرت عمر
تو فرمایا کہ فزت ورب الکعبہ یعنی رب میں اپنے درجہ پر فائز ہوا	بنی ساعدہ کے دن میں نے خلافت کا جوا اپنے گردن میں نہ ڈالا ہوتا علی المتقی: کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۵ حدیث ۲۳۰۲ اور پھر فرمایا ودِدت انی خضرة تاکلنی الدواب یعنی کاش میں سبز چارہ ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا جاتے طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۴۱ محدث حسن علی: تفریح الاحباب مترجم ص ۱۱۵	قال عبد اللہ بن عامر بن ر عمر اخذ بتینة من الارض هذه التینة ویالیتنی لم اکن لیت امی لم تلدنی یالیتنی منسیا۔ جزع وفزع ملاحظہ ہو۔ حضر ہیں کہ قسم بخدا اگر دنیا کی ساری چیزیں جن پر سورج چمکتا ہے میری ہوتیں تو اب جو میرے اوپر آنیوالا ہے اسکے فدیہ میں ان سب چیزوں کو دیدیتا۔ عبد اللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ ایک تنکا زمین پر سے اٹھا کر کہا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں کچھ نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ کاش میں نسیاً منسیاً ہوتا۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزو الثالث ص ۲۰، ۲۱ امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۴۶۔ صحیح البخاری جزء الرابع ص ۱۶۵ علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۵۶ حدیث ۲۴۳۳ ص ۱۵۹ حدیث، ۲۴۵۔

اقوال رسول

ہم باب ہشتم میں ان اقوال میں سے چند کا ذکر کر چکے ہیں جن کی صحت پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے حضرت علی کی فضیلت کے یہ بہترین شاہد ہیں۔ باب سیزدہم میں ہم ان موضوعہ اقوال و احادیث کا ذکر کریں گے جو گروہ حکومت نے حضرت علی

دبلکہ کران کے نمونہ پر دیگر حضرات کے حق میں گھڑ دیئے ہیں
، کہ وہ موضوعہ ہیں ان دونوں ابواب کے مطالعے
ال کو خود طے کر سکتے ہیں ۔
ی :-
۔ قرآن حضرت علیؑ و اہل بیت رسول کے حق میں ہی
ہیں کہ صرف چند آیات کا ذکر کیا ہے۔ اس بات کو جماعت
ہم کرتی ہے۔ حضرت عمر و حضرت عثمان کے حق میں تو مسلمانوں
۔ ہمیں ہاں ان کے خلاف کئی ہیں جن میں سے چند میں ان کے
رار کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور ان آیات میں حضرت ابوبکر بھی شامل
س ۔ پھر ایک وہ شخص شامل ہے جس نے جنگ سے فرار کیا تھا، حضرت ابوبکر کے حق میں
لے دے کے ایک آیت بیان کی جاتی ہے یعنی آیت غار اور وہ یہ ہے :-

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ ع ۶)

ہمیں تو اس میں حضرت ابوبکر کی کچھ تعریف نظر نہیں آتی ۔ نہ ان کے ایمان و یقین کی ، نہ زہد و ریاضت کی اور نہ ہی حُبّ رسولؐ کی ۔ اس کا ترجمہ مولوی نذیر احمد خاں صاحب نے اس طرح کیا ہے ۔

ترجمہ :- اگر تم رسولؐ کی مدد نہ بھی کرو تو اُن کو کچھ پرواہ کی بات نہیں ۔ اللہ اس کا مددگار رہا۔ اور اسی نے اپنے رسول کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب کافروں نے اس کو (ایسا بے سروسامانی کی حالت میں) نکال باہر کیا تھا کہ صرف دو آدمی اور وہ پیغمبر ان دو میں کا ایک تھا۔ اس وقت یہ دونوں غار (ثور) میں تھے (اور)

اس وقت (پیغمبر) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو سمجھا رہے تھے کہ رنج نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی تسکین اوتاری اور اس کو فرشتوں کی ایسی فوجوں سے مدد دی جن کو تم نہ دیکھ سکے اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور (سدا) اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب (اور) صاحب تدبیر ہے۔

اس میں حضرت ابوبکر کی کیا تعریف نکلی۔ بجائے اس کے کہ جناب رسول خدا کے دل کو خوش کرتے رو رو کر انہیں تکلیف میں ڈال دیا۔ آپ کو خیال ہوا کہ کہیں ان کی آواز باہر نہ چلی جائے لہٰذا ان کے گریہ وزاری کو کم کر کر خاموش کرنے کی کوشش کی کہ ابوبکر تمہارا ایمان بالیقین اتنا ضعیف ہے تم نہیں جانتے کہ ہمارے ساتھ خدا ہے۔ لَا تَحْزَنْ کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے "رنج نہ کرو" کیا ہے منتہی الارب میں حزن کا ترجمہ اندوہ ہے، اندوہ بڑی زیادہ غم کو کہتے ہیں۔ اتنا زیادہ غم ہونا اس بات کی نشانی تھی کہ آپ کو خدا کی مدد پر اعتقاد نہیں رہا تھا اور سمجھا رہے تھے کہ کیوں واقعات نے ایسی حالت میں لا کر پھنسا دیا۔ سب سے زیادہ تعجب والی یہ بات ہے کہ آنحضرت کے اس طرح سمجھانے پر بھی حضرت ابوبکر کو تسلی نہ ہوئی کیونکہ قرآن شریف کی آیت بتا رہی ہے کہ خدا نے اپنی تسلی و اطمینان صرف اپنے پیغمبر پر اتارا۔ جناب پیغمبر علیہ السلام کا ساتھی اس سے محروم تھا معلوم ہوا کہ یہ گریہ وزاری کرتے رہے۔ یہ تعریف ہے کہ مذمت؟ صاحب کا لفظ باعث فخر نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں حضرت یوسف کے زندان کے کافر ساتھی کو بھی اسی لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

ہمارے خیال میں تو افضلیت کا جھگڑا طے ہو گیا۔ بات بھی اتنی بدیہی ہے کہ کسی بحث و منطق کی ضرورت نہیں، چند علماء و مورخین کی رائے بھی نقل کئے دیتے ہیں

قال احمد بن حنبل واسمٰعیل	احمد بن حنبل و قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کہتے
بن اسحاق القاضی لم یرو في	ہیں کہ اصحاب رسول میں سے کسی کے حق
فضائل احد من الصحابة بالاسنا	میں صحیح اسناد کے ساتھ اتنے فضائل

فی فضائل علی بن	مروی نہیں جتنے علی بن ابی طالب کے حق میں
احمد بن شعیب	ہیں۔ یہی قول احمد بن شعیب النسائی کا
ہ اللہ ۔	ہے ۔

۔ الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ابن طالب ص ۴۷۹ [۳۰]

۔ صواعق محرقہ باب التاسع ص ۷۲ و ۷۶ ،

۔ مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ الجزء الثالث ص ۱۰۷

ید مومن شبلنجی :۔ نور الابصار ص ۷۳

محب الدین طبری :۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص ۲۱۳

امام احمد حنبل :۔ مسند الجزء الاول ص ۲۱۰

ابن قتیبہ :۔ کتاب الامامۃ والسیاست ص ۹۳

محمد ابن معتمد خاں :۔ نزل الابرار ص ۸

نور الدین سمہودی :۔ جواہر العقدین

محمد بن طلحہ :۔ مطالب السئول ۔

محمد بن یوسف کفایت الطالب ۔

عن معقل بن یسار قال وصب	معقل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	دن جناب ختمی مرتبت نے مجھ سے کہا کہ آؤ فاطمہ کی عیادت
فقال ہل لک فی فاطمہ نعودھا	کو چلیں میں نے کہا بہت بہتر آپ مجھ پر سہارا
فقلت نعم فقام متوکئا علی فقال	دیکر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ بوجھ کوئی اور اٹھائیگا
انہ سیحمل ثقلہا غیرک و	اللہ تیری لئے اس کا اجر قرار دیتا ہے یہ معلوم ہوتا تھا
یکون اجرھا لک فقال فکانہ	کہ میرے اوپر کوئی بوجھ نہیں پس ہم فاطمہ کے
لم یکن علی شئی حتی دخلنا	گھر آئے اور کہا کہ فاطمہ تمہارا کیا حال ہے انہوں
علے فاطمہ فقلنا کیف تجدینک	نے کہا کہ میرا رنج وغم بڑھ گیا ہے مفلسی زیادہ
قالت لقد اشتدت ذ فتی	ہوگئی ہے اور مرض نے طول کھینچا ہے ۔

وطال ستی قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل وجدت بخط ابی فی ھذا الحدیث قال ما ترضین انی زوجتک اقدمھم سلما واکثرھم علماً واعظمھم حلماً اخرجہ احمد واخرجہ القلعی وقال زوجتک سیداً فی الدنیا والآخرۃ ثم ذکر الحدیث وعن عطاء وقد قیل لہ اکان فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد اعلم من علی قال ما اعلم اخرجہ القلعی وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال اعلم اھل المدینۃ بالفرائض علی بن ابی طالب وعن المغیرۃ بخوہ اخرجھما القلعی وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ قال واللہ لقد اعطی علی تسعۃ اعشار العلم وایم اللہ لقد شارکھم فی العشر العاشر اخرجہ ابو عمر۔

عبداللہ بن نے اس حنبل کی نے کہا و شوہر تمام لانے والا ہو اور سب سے زیادہ حلم د وہ دین و دنیا میں سردا سے مروی ہے اس سے دریافت یہ اصحاب رسول میں کوئی شخص علی سے زیادہ علم والا تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں ابن مسعود رض و مغیرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں کوئی شخص علیؑ سے زیادہ عالم فقہ نہ تھا، ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخداؐ نے کہ علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیے گئے ہیں اور باقی دسویں حصے میں بھی وہ تمہارے ساتھ شامل ہے۔

محب الدین طبری :- ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع فصل السادس ص ۱۹۳

امام احمد حنبل :- مسند الجزء الخامس ص ۲۶

الحاکم :- مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۹

شیخ سلیمان بلخی :- ینابیع المودۃ۔ الباب الثانی والخمسون ص ۱۲۵ الغایت ۱۲۸

ی:- روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۸۲ -
ن معتمد خاں :- نزل الابرار ص ۱۰ و ۳۱
ز العمال الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۴۲۵، ۲۵۴۳
حدیث ۶۰۰۷، ص ۳۹۸ حدیث ۶۰۶۰

ہمدان یقال	ہمدان کا ایک آدمی جس کا نام برد تھا
ی معاویہ فسمع	معاویہ کے پاس آیا وہاں اس نے
ے علی فقال لہ یا عمرو	عمرو بن العاص کو علی کی برائی کرتے
ی اشیاخنا سمعوا رسول	ہوئے دیکھا تو اس نے کہا اے عمرو ہمارے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	شیوخ نے جناب رسول خدا ص کو
یقول من کنت مولاہ	کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا
فعلی مولاہ فحق ذلک ام	ہوں اس کا علی مولا ہے کیا یہ درست
باطل فقال عمرو حق وانا	ہے یا غلط ہے عمرو نے جواب دیا کہ درست
ازیدک انہ لیس احد من	ہے بلکہ میں تجھے اس سے بھی زیادہ بتاؤں
اصحابہ رسول اللہ لہ مناقب	وہ یہ کہ اصحاب رسول میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔
مثل مناقب علی۔	جس کے مناقب علی کے مناقب کے برابر ہوں

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ:- کتاب الامامت والسیاست ص ۹۳

وَاخرج الطبرانی وَابن ابی حاتم	طبرانی و ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں
عن ابن عباس قال ما انزل	عبداللہ ابن عباس سے کہ کہا ابن عباس
اللہ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمنوا الا و	نے کہ کوئی آیۃ خطابیہ یا ایہا الذین آمنوا
علی امیرھا و شریفھا وَ لقد	کے ساتھ نہیں اتری مگر یہ کہ علی اس
عاتب اللہ اصحاب محمد	آیت کے مخاطبوں کے امیر و شریف تھے
فی غیر مکان وَما ذکر علیا	یعنی سب سے پہلے وہ خطاب علی سے تھا
الا بخیر واخرج ابن عساکر	بتحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے اصحاب محمدؐ

عنہ قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی واخرج عنہ ایضاً قال نزل فی علی ثلاثمائۃ آیۃ و اخرج الطبرانی عنہ قال کانت لعلی ثمانیہ عشر منقبۃ ماکانت لاحد من ھذہ الامۃ .... واخرج ابو یعلیٰ عن ابی ھریرۃ قال قال عمر بن الخطاب لقد اعطی علی ثلاث خصال، لان یکون لی خصلۃ منہا احب الیّ من حمر النعم فسئل وما ھی قال تزویجہ ابنتہ وسکناہ فی المسجد لا یحل لی فیہ ما یحل لہ والرایۃ یوم خیبر وروی احمد بسند صحیح عن ابن عمر نحوہ

پر قرآن شر[یف] ہے لیکن علی فرمایا ہے اور کہ قرآن شر[یف] کی تعریف و تو[صیف] ہوئیں جتنی کہ علی [...] توصیف و مدح میں نازل ... اور نیز ابن عساکر نے ابن [...] روایت کیا ہے کہ حضرت علی کی شان [میں] قرآن شریف کی تین صد آیتیں نازل ہوئی ہیں اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا ابن عباس نے کہ علی کے اٹھارہ فضائل ایسے تھے کہ جو اس امت میں کسی فرد کو نصیب نہیں ہوئے..... اور ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ کہا عمر نے کہ علی کو تین بزرگیاں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جاتی تو مجھے شتران سرخ چشم سے زیادہ محبوب ہوتی لوگوں نے کہا کہ وہ کون سی ہیں تو جواب دیا ایک تو دختر رسول سے نکاح، دوسری مسجد کی طرف دروازہ کھلا رہنا کہ علی کو مسجد میں وہ حلال تھا جو مجھے نہ تھا اور تیسرے خیبر کے دن رایتِ فتح لینا۔ اور امام احمد نے بھی یہی روایت بسند صحیح ابن عمر سے کی ہے۔

ابن حجر مکی، صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶

۱:- ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل سادس ص ۲۰۶
- نور الابصار ص ۴۳
ل الجزء السادس ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۰ ص ۳۹۱ حدیث ۵۹۹۰
البخی :- ینابیع المودۃ باب الثانی و ...
شافعی :- کتاب مطالب السئول الباب الثانی ص ۸
جوزی :- تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۰۔

فضیلت علی

... جو حضرت ابوبکر نے دیا اس میں تسلیم کیا ہے لست بخیر ... وعلیؑ فیکم میں تم میں کا بہتر شخص نہیں ہوں کیونکہ علیؑ تم میں موجود ... دیکھو سر العالمین امام غزالی۔ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی ص ۳۰۴۔ حضرت عمر کے بہت سے اقوال و واقعات اس ضمن میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ریاض النضرہ میں درج ہے۔

وروی ان عمر اراد رجم المرأۃ	مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے عورت کو سنگسار
التی ولدت بستۃ اشھر	کرنے کا حکم دیا جس کا صرف یہ قصور تھا کہ اسکے بچہ
فقال له علی ان اللہ تعالیٰ	... کے چھ مہینے کے بعد پیدا ہو گیا تھا اس پر علی
یقول وحملہ وفصالہ ثلاثون	نے عمر سے کہا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچے کے حمل
شھرا وقال تعالیٰ وفصالہ	... دودھ چھٹنے کی مدت تیس مہینے ہے اور دوسری جگہ
فی عامین فالحمل ستۃ	فرماتا ہے کہ ... دودھ چھٹنے کی مدت
اشھر والفصال فی عامین	دو سال ہے ... کی مدت چھ مہینے ہوئی
فترک رجمھا وقال لولا	اس پر عمر نے ... سنگسار نہیں کیا۔
علی لھلک عمر اخرجہ العقیلی	اور کہا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا
واخرجہ ابن السمان عن ابی	عقیلی نے اس کی تخریج کی ہے اور ابن السمان نے ابو
حزم بن ابی الاسود۔ وعن	ابن السمان نے ابو حزم بن ابی الاسود سے

سعید بن المسیب قال کان
عمر یتعوذ من معضلۃ لیس لہا
ابو الحسن اخرجہ احمد و ابو عمر
وعن محمد بن الزبیر قال دخلت
مسجد دمشق فاذا انا بشیخ
قد التوت ترقوتاہ من الکبر
فقلت یا شیخ من ادرکت
قال عمر قلت فما غزوت قال
الیرموک قلت فحدثنی بشیٔ
سمعتہ قال خرجنا مع قتیبہ
حجاجًا فاصبنا بیض نعام و
قد احرمنا فلمّا قضینا نسکنا
ذکرنا ذلک لامیر المومنین
عمر فادبر و قال اتبعونی حتّیٰ
انتہیٰ الیٰ حجر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فضرب حجرۃ
منہا فاجابۃ امراءۃ فقال
اثمّ ابو الحسن قالت لا فمرّفی
المقناۃ فادبر وقال اتّبعونی
حتیٰ انتہیٰ الیہ وھو یسوی
التراب بیدہٖ فقال مرحبًا
یا امیر المومنین فقال انّ
ھولاء اصابو بیض نعام وھم

بھی اخراج کیا ہے
ہے کہ حضرت عمر
سے جس کے حل کہ
نہ ہوں، امام اح
روایت کا اخراج کیا
بن زبیر سے مروی ہے وہ
میں مسجد دمشق میں داخل ہو
نے ایک بہت ضعیف العمر آدمی کو د
جس کے دونوں شانے بوجہ کبر سنی کے
جھک گئے تھے میں نے سوال کیا کہ اے شیخ
تم نے کس کا زمانہ پایا ہے کہا کہ عمر کا میں
نے کہا کہ کوئی روایت سناؤ اس نے
جواب دیا کہ ایک دن ہم نے قتیبہ کے ساتھ
حج کیا اور بحالت احرام ہم نے شتر مرغ
کے انڈے کھالئے جب ہم نے تمام رسومات
حج ادا کر لئے تو اس کا ذکر ہم نے عمر سے
کیا وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے
ساتھ آؤ اور وہ ہمکو جناب رسولخدا کے حجروں
تک لے گئے ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ
انہوں نے کھٹکھٹایا ایک عورت نے
جواب دیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ ابو الحسن
یہاں ہیں عورت نے کہا کہ نہیں۔ پس
وہاں سے عمر آگے بڑھے اور ہم سے کہا کہ

ار سلت الیّ
نلت قال
لا نس
نی فما نسبح
فان الابل
بیض بمرض فلمّا
ہم لاتنزل ب شدیدۃ
یحسن لی جسنی اخرجہ
ن البختری۔
محب الدین الطبری ا۔ ریاض النضرہ
الجزء الثانی۔ باب التاسع فصل السادس
ص ۱۹۴

میرے پیچھے چلے آؤ۔ پس وہ علی تک پہنچے جہاں وہ اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ مرحبا ای امیر المومنین حضرت عمر نے کہا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں حضرت علی نے کہا کہ تم نے مجھے ہی کیوں نہ بلا لیا حضرت عمر نے کہا کہ نہیں میری اوپر ہی واجب تھا کہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت علی نے کہا کہ جتنے انڈے ان لوگوں نے کھائے ہیں اتنی تعداد کی نئی اونٹنیوں کو جوان اونٹوں سے گابھن کرائیں۔ اور پھر جتنے بچے پیدا ہوں وہ ہدیہ کر دیں، عمر نے کہا کہ بعض دفعہ اونٹوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں، علی نے جواب دیا کہ انڈے بھی گندے ہو جایا کرتے ہیں پس عمر وہاں سے واپس آئے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خدا وندا میری اوپر کوئی مصیبت نہ ڈال لیکن یہ کہ اس کے حل کرنے کو ابوالحسن میری پاس ہوں۔ ابن السجزی نے بسند صحیح اس روایت کا اخراج کیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر الاستیعاب میں لکھتے ہیں:۔

قال احمد بن زبیر حدثنا عبیداللہ
ابن عمر القواریری حدثنا موئل
بن اسمعیل حدثنا سفیان
الثوری عن یحیی سعید عن
سعید بن المسیب قال کان

سعید ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے اُس مصیبت سے جس کے حل کرنے کے لئے علی ان کے پاس نہ ہوں۔
.... لہذا حضرت عمر

عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن ..... فکان عمر یقول لولا علی لہلک عمر	اکثر کہا کہ ہوتے تو عمر

ابن عبدالبر:- الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علیؑ
ابن سعد :- طبقات الکبری ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۲
محب الدین الطبری :- ریاض النضرہ، الجزء الثانی فصل السادس ص ص ۱۹۴، ۱۹۷
سید مومن شبلنجی :- نورالابصار ص ۷۱، ۳۰۷
محمد بن طلحۃ الشافعی :- مطالب السئول فصل سادس ص ۲۹
سبط ابن الجوزی :- تذکرہ خواص الامت فصل فی قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن ص ۸۵ لغایت ۸۸

دعویٰ افضلیت

چونکہ حضرت علیؑ کی معرفت و محبت جزو دین و ایمان قرار دی گئی تھی۔ لہذا مسلمانوں کی ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ حضرت علیؑ امت کو اپنی اس شان سے آگاہ کریں تاکہ ان کو لاعلمی کی حجت باقی نہ رہے، آپ ممبر پر دنیائے اسلام کو سنایا کرتے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو، میرے بعد تم کو ایسا موقعہ نہیں ملے گا

قال احمد بن زھیر واخبرنا ابراھیم بن بشار قال حدثنا سفیان بن عیینہ حدثنا یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب قال ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر	(اسمائے رواۃ عربی ہیں) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے اور کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔

ودوی	ابو الطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے
ابن عبد	کہ میں نے ایک دن علی کو خطبہ دیتے
نیل قال	ہوئے دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ پوچھ
خطب وھو	لو مجھ سے جو تمہارا جی چاہے قسم بخدا کسی
فو الله لا	شے کی بابت تم مجھ سے نہیں پوچھو گے
ن شیٔ الا اخبرتکم	لیکن یہ کہ میں تمہیں اس کی بابت خبر
عن کتاب الله	دوں گا، مجھ سے کتاب اللہ کی بابت
ما من آیة الا وانا	دریافت کرو قسم بخدا کوئی آیت قرآن
اعلم ابلیل نزلت ام	کی نہیں لیکن میں اس کی نسبت جانتا
بنہار ام فی سھل ام فی	ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن
جبل	کو، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر

ابن عبدالبر:- الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۴۶۲
محب الدین طبری:- ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۸ فصل التاسع ص ۲۲۱

ابن سعد:- طبقات الکبری ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۱

ابن ابی الحدید:- شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۲۰۸

ابن حجر مکی:- صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶ فصل الرابع ص ۷۷
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ:- ینابیع المودۃ باب الثالث عشر ص ۵۳ باب الرابع عشر ص ۶۰

علی المتقی:- کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۷ حدیث ۶۰۵۲ ص ۴۰۵ حدیث ۶۱۳۸

محمد بن اسمعیل:- روضتہ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۸۳ -
محدث حسن علی:- تفریح الاحباب ص ۳۵۰

سبط ابن الجوزی :- تذکرہ خواص الامت ص
دیکھا آپ نے تمام علماء اہل سیر کا اتفاق ہے کہ سو
رسول میں سے کسی اور کو یہ کہنے کی ہمت نہوئی کہ پوچھ! ...
شان بابِ علم نبی کی ہی ہوسکتی تھی، اصحاب رسول میں ...
والا تو کون ہوتا سوال کرنے کی بھی لیاقت نہ تھی ایک ...
سے جو سوال کیا گیا وہ یہ تھا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پو...
اور داڑھی میں کتنے بال ہیں، اس حماقت کی بھی کوئی انتہا ...
برابری کا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ...
سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں حضرت علیؑ کے اسر...
کئی خطبے نقل کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے :-

منها الفاروق۔ وقد تقدم حدیثه قبل ذلك وانی قد وجدت بخط بعض سادة العلماء والاکابر ما هذه صورته بتحبیر المخابر مما قال امیر المومنین وامام المتقین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه علی المنبر انا النون والقلم وانا النور ومصباح الظلم انا الطریق الاقوم انا فاروق الاعظم انا عیبة العلم انا ادیته الحلم انا النباء العظیم انا الصراط المستقیم	حضرت علیؑ کے القاب میں سے ایک لقب فاروق کا ہے اور اس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے یہ تحقیق کہ میں نے جناب امیر علی ابن ابی طالب کا مندرجۂ ذیل خطبہ بڑی بڑی فضلاء اور اکابر علماء کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا دیکھا ہے وہ یہ ہے میں لنون والقلم ہوں اور میں نور ہوں، تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہوں۔ میں ہی صراط مستقیم ہوں، میں فاروق اعظم ہوں۔ میں علم کا مخزن اور حلم کا معدن ہوں میں نباء العظیم ہوں میں ہی صراط مستقیم ہوں

ناهیولی النجوم
انا مکسر الاصنام
انا انیس الهوام
الصدیق
المحشر انا ساقی
حب الرایات انا
جامع الخفیات انا جامع
الآیات انا مؤلف الشتاة
انا مفرج الکربات انا دافع
الشقاة انا حافظ الکلمات انا
مخاطب الاموات انا حلال
المشکلات انا مزیل الشبهات
انا صنیعة الغزوات انا صاحب
المعجزات انا الزمام الاطول
انا محکم المفصل انا حافظ
القرآن انا تبیان الایمان
انا قسیم الجنان انا شاطر
النیران انا مکلم الثعبان انا
حاطم الاوثان انا حقیقة
الادیان انا عین الاعیان
انا قرن الاقران انا مذل
الشجعان انا فارس لفرسان
انا سوال متی انا الممدوح

میں پچھلے اور اگلے علوم کا وارث ہوں
میں ستاروں کا ہیولیٰ ہوں، میں اسلام
کا ستون ہوں، میں بتوں کا توڑنے والا
ہوں، میں شیر ضرغام ہوں میں اہل ہم و
غم کا مونس ہوں مجھ کو ہر ایک فخر زیب دیتا
ہے میں صدیق اکبر ہوں میں امام محشر ہوں
میں ساقیٔ کوثر ہوں میں صاحب علم ولوا ہوں
میں امور خفی کی قرارگاہ ہوں میں آیاتِ
الٰہی کا مجمع ہوں میں پریشانیوں کا جمع
کرنے والا ہوں میں غموں کا دور کرنے والا
ہوں میں کلماتِ الٰہیہ کا محافظ ہوں،
مردے مجھے پکارتے ہیں میں مشکلوں کو حل کرنے
والا ہوں میں شبہات کو دور کرنے والا ہوں
میں جنگوں کو فتح کرنے والا ہوں میں صاحب معجزات
ہوں، میں نہایت طویل حبل المتین ہوں.
میں فضائل کا مصدر ہوں میں قرآن کا حفاظت
کرنے والا ہوں میں ایمان کی تشریح کرتا
ہوں میں قسیم النار والجنۃ ہوں میں اژدر
سے باتیں کرنے والا ہوں میں بتوں کو توڑنے
والا ہوں میں تمام ادیان کی حقیقت ہوں
میں فیض کے چشموں سے ایک عظیم چشمہ ہوں،
میں سرداروں کا سردار ہوں۔ میں
شجاع لوگوں کو پست کرنے والا ہوں۔

ھل اتاانا شدید القویٰ
انا حامل للوٰی انا کاشف
الروی انا البعید المدی انا
عصمۃ الوریٰ انا ذکی الوعیٰ
انا قاتل من بغی انا موھوب
المشن انا اعدی القذی انا
صفوۃ الصفا انا کفوالوفا انا
موضح القضایا انا مستودع
الوصایا انا معدن الانصاف
انا محض لحقاف انا صواب
الخلاف انا رجال الاعراف انا
بسورا لمعارف انا معارف لعوارف
انا صاحب الاذن انا قاتل الجن
انا یعسوب الدین وصالح
المومنین وامام المتقین انا
اول لصدیقین انا الحبل المتین
انا دعامۃ الدین انا صحیفۃ
المومن انا ذخیرۃ المھیمن انا
الامام الامین انا الدرع الحصین
انا ضارب بالسیفین انا طاعن
بالرمحین انا صاحب بدر و
حنین انا شقیق الرسول انا
بعل لبتول انا سیف اللہ

میں شہسوار
سوال متی ہو
و ممدوح ہو
لواء حمد ہوں
والا ہوں میں
مجھ سے دنیا کی حد
کرینوالا ہوں میں باعیر
ہوں مجھے علم لدنی عطا کیا
تعالیٰ کا منتخب بندہ ہوں میں جھگڑوں
کو طے کرینوالا ہوں میں وصیتوں کا مقام
ودلیعت ہوں میں معدن عدل ہوں
میں پرہیزگاری و عصمت محض ہوں میں
وہ رجال الاعراف ہوں جس کا ذکر قران
شریف میں ہے میں معارف و علوم کا مخزون
(دلیوار) ہوں جنات کو قتل کرینوالا ہوں میں
سردار دین ہوں میں وصالح المومنین ہوں
جسکا ذکر قرآن میں ہے میں امام المتقین ہوں
میں صدیقوں کا سردار ہوں میں حبل المتین
ہوں میں دین کا عظیم ترین سردار ہوں۔
میں مومن کا صحیفہ ہوں میں امام الامین ہوں
میں مضبوط جوشن ہوں میں دو تلواریں
چلانیوالا ہوں میں دو نیزوں سے جنگ کرنے
والا ہوں میں بدر و حنین ہوں۔ میں

غلمـان
نا سـوال
ا نجمـة
لع الباب
اب انا
نا كاشف
ساقي العطاش
ثم على الفراش انا
رة الثمينه انا باب
المدينة انا كلمة الحكمة
انا واضع الشريعة انا
حافظ الطريقة انا موضح
الحقيقه انا مطيعة الوديعة
انا مبيد الكفرة انا ابو
الائمة انا الدوحة الاصلية
انا مفضال الفضيلة انا
خليفة الرّسالت انا سميدع
البسالة انا وارث المختار
انا طهير الاطهار انا عقاب
الكفور انا مشكوة النور
انا جملة الامور انا زهرة
النور انا بصيرة البصائر
ا

ہمنفس رسول ہوں، میں شوہر فاطمہؑ
ہوں، میں ... ایک گنج ... اہل ... ہوں
میں بیماروں کے لئے شفا ہوں مشکلات
کا حل کرنے والا ہوں میں ایک وسیلہ
ہوں۔ میں دروازوں کو اکھاڑنے
والا ہوں میں کفار کے گروہوں کو
بھگانے والا ہوں، میں عرب کا سردار
ہوں میں مصائب و رنج کو دور کرنیوالا
ہوں میں پیاسوں کو پانی پلانے والا
ہوں، میں فرش رسول پر سونیوالا
ہوں میں نہایت قیمتی جوہر ہوں میں
باب مدینۂ علم نبی ہوں میں کلمہ حکمت
ہوں میں شریعت مقرر (واضح) کرنے
والا ہوں میں امانتوں کا محافظ ہوں
میں کفر کی بیخ و بُن اکھاڑنے والا ہوں
میں اماموں کا باپ ہوں میں شرافت
و بزرگیوں کا شجر عظیم ہوں میں فضیلتوں
کا معدن ہوں میں رسالت کا جانشین
ہوں میں شجاعت کا منبع ہوں میں رسول
مختار کا وارث ہوں میں طاہر و مطہر ہوں
میں نور کا چراغ ہوں میں تمام امور با خلاصہ
ہوں میں نور اصلی کی چمک ہوں میں صاحب
بصیرت عظیم ہوں میں علوم کا خزانہ ہوں میں

ذخیرة الذخائر انا بشارة	میں بنی نوع ا
المحشر انا الشفیع المشفع	ہوں، میں مز
فی المحشر انا ابن عم البشیر	ہوں۔ میں ر
النذیر انا طود الاطواد	عم ہوں۔ میں
انا جود الاجواد انا حلیة	ہوں، میں جنت
الخلد انا بیضة البلد	کرنے والا زیور ہو
انا صمصام الجهاد انا	البلد ہوں۔ میں ج
حلیة الاساد وانا الشاهد	ہوں۔ میں شیر خدا ہوں
المشهود انا العهد المعهود انا	مشہود کا گواہ ہوں۔ میں ہی عہد
مانح المنائح انا صلاح	ہوں۔ میں بخششوں کا عطا کرنے
المصالح انا غمضه الغوامض	ہوں، خرابیوں کی درستی
انا لحظة اللواحظ انا اعزوبة	کرنے والا ہوں۔ میں ستر
اللفظ انا اعجوبة اللحظ	الاسرار ہوں۔ میں سختیوں
انا انیس النفائس انا	اور تنگیوں میں لوگوں کی
غیاث الضغائن انا سریة	فریاد کو پہنچنے والا ہوں میں
الفتك انا رحیب الباع انا	جنب اللہ ہوں۔ میں وجہ اللہ
وقر الاسماع انا ...	ہوں۔
انا نفثة النافث انا جنب	
الله انا وجه الله۔	

اِس ہی سلسلہ میں ہم جناب امیر کا ایک اور خطبہ نقل کرتے ہیں۔ اس خطبہ کو علامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی نے کتاب در المنظم میں نقل کیا ہے اور شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے ینابیع المودۃ میں درج کیا ہے اس کا کچھ حصہ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل

ۃ سے نقل کرتے ہیں۔

لطریقۃ
نقل
ریحان
ن ابی طالب
م علی المنبر
و یخطب فقال
لرحمن الرحیم الحمد للہ
ب السمٰوات والارض وفاطرھا
وساطح المدحیات ووازدھا و
مطود الجبال وقانرھا ومفجّر
العیون ونافرھا ومرسل
الریاح وزاجرھا وناھی
القواصف وآمرھا وزین السمٰا
وزاھرھا ومدبر الافلاک
ومسیرھا ومقسّم المنازل و
ومقدّرھا ومنشی السحاب
ومسخّرھا وموالج الحنادس
ومنورھا ومحدّث الاجسام
ومقرّرھا ومکور الدھور و
مکدّرھا ومورد الامور و
مصدرھا وضامن الارزاق
ومدبرھا ومحی الرفات وناشرھا

علماء کے نزدیک اسانید صحیحہ کے
ذریعہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے کوفہ میں منبر پر یہ خطبہ
ارشاد فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حمد و ثنا ہے واسطے اُس خدائے بزرگ
و برتر کے جس نے آسمان و زمین کو
پیدا کیا اور ان کو پہاڑوں سے
مضبوط کیا، چشمے جاری کئے، ہوائیں
چلائیں اور آندھیوں کو اپنے حکم میں
رکھا جس نے آسمانوں کو ستاروں
سے مزین کیا اور افلاک کو ایک ترتیب
و نظام کے ساتھ چلایا، جس نے سورج
و چاند و ستاروں اور سیاروں کے
لئے منازل مقرر کئے، بادلوں کو پیدا
کر کے اپنے زیر حکم رکھا، کالی راتوں
کو لانے والا، اور پھر ان کو منور
کرنے والا، اجسام کو پیدا کر کے ان
کو مقرر کرنے والا، زمانوں کو قائم
کرنے والا، امور کو لانے والا، جانداروں
کے رزق کا ضامن اور ان کا
تدبیر کرنے والا، مردہ زمینوں کو
زندہ کرنے والا۔ میں [illegible]

احمده علی آلائه و توافرها
واشکره علی نعمائه و
تواترها واشهد ان لا اله
الا الله وحده لا شریک
له شهادة تودی الی
السلامة ذاکرها وتومن
من العذاب ذاخرها و
اشهد ان محمدا صلی الله علیه
وآله وسلم الخاتم لما سبق
من الرسل وفاخرها ورسوله
الفاتح لما استقبل من
الدعوة وناشرها ارسله
الی امة قد شعر بعبادة
الاوثان شاعرها فابلغ
صلی الله علیه وآله وسلم
فی النصیحة وافرها وانار
منار اعلام الهدایة و
منابرها ومحا بمعجز القرآن
دعوة الشیطان ومکاثرها
وارغم معاطیس غواة
العرب وکافرها حتی اصبحت
دعوته الی الحق باول زائرها
وشریعته المطهرة الی المعاد

نعمتوں کا اور
ادا کرتا ہوں او
ان کے تواتر پر
میں شہادت دیتا
ہو اور اس کا کوئی
شہادت ہے جو اس کے
کی طرف لے جاتی ہے اور اس
محفوظ رکھتی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں
مصطفےٰ نبی برحق خاتم النبیین اور ان
کے فخر ہیں۔ ایسا رسول جس نے اپنی
دعوت کو غالب کیا اور پھیلایا اور
اپنی اس امت کو پہنچایا جو بت پرستی
میں ڈوبی ہوئی تھی پس انہوں نے
اپنی نصیحت میں مبالغہ کیا نور کے جھنڈے
بلند کئے اور ہدایت کے منبر بچھائے۔
اور قرآن کے معجزے سے شیطان
کی دعوت کو محو کر دیا۔ عرب
کے گمراہوں اور کافروں کو نیست
و نابود کر دیا یہاں تک کہ اُن
کی دعوت حق و شریعت مطہرہ
جاری ہو گئی، اے لوگو! خبردار
ہو جاؤ۔ عنقریب وقت آگیا ہے
لوگوں کی خواہشیں مختلف ہو گئیں۔

[illegible] وآلہ
[illegible] بسبب عنا [illegible]
[illegible] ل وحق
الحسیان
[illegible] ن واختلفت [illegible]
[illegible] دی واشتدت
[illegible] استمرت الدعوی
[illegible] ت الارض وضیّع القرآن
[illegible] تحت الامانۃ و [illegible]
الخیانۃ وقام الادعیاء و
نال الاشقیاء وتقدم [illegible]
السفہاء وتاخرت الصلحاء
وانہ دیر القرآن [illegible]
وکملت الفترۃ و [illegible]
وظہرت الانا طس فی [illegible]
الملاطس یملکون السرائر و
یہتکون الحرائر ویحیون کیسان
ویخربون خراسان فیہدمون
الحصون ویظہرون المصون
ویفتحون العراق بدا میراق
فآہ آہ ثم آہ آہ العریض الافواہ
وذبول لشفاہ ثم التفت یمینا
وشمالا وتنفس لصعداء الاملاء

[illegible] بھاری ہوگئے، زمین کو زلزلہ
آیا [illegible] ہوگئے
امانت رائیگاں گئی، خیانت ظاہر
[illegible] جھوٹے مدعیان کھڑے ہوگئے
اشقیا آگئے، کمینے آگے بڑھ گئے۔
[illegible] پیچھے رہ گئے، لوگوں
[illegible] کے ساتھ دھوکہ کیا، یعنی
[illegible] اب
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
افسوس۔ افسوس۔ پھر آپ نے دائیں
بائیں [illegible] اور ایک گہرا ٹھنڈا سانس
لیا [illegible] وقت [illegible]
کہنے لگا کہ اے امیر المومنین
یہ واقعات آپ کے [illegible]
کیا آپ [illegible] پر حضرت
علی نے غیظ [illegible] کی طرف دیکھکر
کہا [illegible] تجھے [illegible] رونے والیاں رو [illegible] کیا
تو مجھ کو نہیں جانتا۔ میں ایک بھید ہوں

احمده على آلائه وتوافرها
واشكره على نعمائه و
تواترها واشهد ان لا اله
الا الله وحده لا شريك
له شهادة تؤدي الى
السلامة ذاكرها وتؤمن
من العذاب ذاخرها و
اشهد ان محمدا صلى الله عليه
وآله وسلم الخاتم لما سبق
من الرسل وفاخرها ورسوله
الفاتح لما استقبل من
الدعوة وناشرها ارسله
الى امة قد شعر بعبادة
الاوثان شاعرها فابلغ
صلى الله عليه وآله وسلم
في النصيحة وافرها وانار
منار اعلام الهداية و
منابرها ومحا بمعجز القرآن
دعوة الشيطان ومكاثرها
وارغم معاطيس غواة
العرب وكافرها حتى اصبحت
دعوة الحق باول زائرها
وشريعته المطهرة الى المعاد

نعمتوں کا اور
ادا کرتا ہوں ا
ان کے تواتر پر
میں شہادت دیتا
ہوں اور اس کا کوئی
شہادت ہے جو اس کے
کی طرف لے جاتی ہے اور اس
محفوظ رکھتی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں
مصطفٰے نبی برحق خاتم النبیین اور ان
کے فخر ہیں، ایسا رسول جس نے اپنی
دعوت کو غالب کیا اور پھیلایا اور
اپنی اس امت کو پہنچایا جو بت پرستی
میں ڈوبی ہوئی تھی پس انہوں نے
اپنی نصیحت میں مبالغہ کیا نور کے جھنڈے
بلند کئے اور ہدایت کے منبر بچھائے۔
اور قرآن کے معجزے سے شیطان
کی دعوت کو محو کر دیا۔ عرب
کے گمراہوں اور کافروں کو نیست
و نابود کر دیا یہاں تک کہ اُن
کی دعوت حق و شریعت مطہرہ
جاری ہو گئی، اے لوگو! خبردار
ہو جاؤ۔ عنقریب وقت آ گیا ہے
لوگوں کی خواہشیں مختلف ہو گئیں۔

...علیہ وآلہ
...بیب منابرها
...ل وحقق
الحسیان
...ن واختلفت الاهوا
...دی واشتدت
استمرت الدعوی
...ت الارض وضیع القرآن
...وتحت الامانة و... ت
الخیانة وقام الادعیاء و
نال الاستخبار ونقد مست...
السفهاء وتاخرت ال...
وانه در القرآن اقرالدیان
وکملت الفترة وسنت ...
وظهرت الاناطس فحسمت
الملاطس یملکون السرائر و
یهتکون الحرائر ویحیون کیسا...
ویخربون خراسان فیهدمون
الحصون ویظهرون المصون
ویفتحون العراق بدا میراق
فآه آه ثم آه آه العریض الافواه
وذبول الشفاه ثم التفت یمینا
وشمالاً وتنفس الصعداء الامبلاد

...جاری ہو گئے، زمین کو زلزلہ
آیا، لوگوں ... [illegible] ہو گئے
امانت رائیگاں گئی، خیانت ظاہر
[illegible] جھوٹے مدعیان کھڑی ہو گئی
... آگئے کمینے آگے بڑھ گئے
... لوگ ... رہ گئے، لوگوں
... ساتھ دھوکہ کیا، یعنی
... اب
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
افسوس، افسوس، پھر آپ نے دائیں
... اور ایک گہرا ٹھنڈا سانس
لیا ... وقت ... بہلول
کھڑے ہو ... لگا کہ اے امیر المومنین
یہ واقعات آپ کے کیوں ... گئے
کیا آپ ... پر حضرت
علیؑ نے غیظ ... کی طرف دیکھ کر
کہا ... تجھے رونے والیاں رو ئیں کیا
تو مجھ کو نہیں جانتا۔ میں ایک بھید ہوں

وتاده خشوعاً وتغیر خضوعاً
فقام الیہ سوید بن نوفل الہلالی
فقال یا امیر المومنین انت حاضر
بما ذکرت وعالم به فالتفت
الیه بعین الغضب وقال له
ثکلتک الثواکل ونزلت بک
النوازل یا بن الجبان والخبائث
والمکذب الناکث سیقصر بک
الطول ویغلبک الغول انا
سر الاسرار انا شجرة الانوار
انا دلیل السموات انا انیس
المسبحات انا خلیل جبرئیل
انا صفی میکائیل انا قائد الاملاک
انا سمندل الافلاک
انا سریر الصراح انا حفیظ الالواح
انا قطب الدیجور انا البیت المعمور
انا مزن السحائب انا نور
الغیاهب انا فلک اللجج
انا حجة الحجج انا مسدد الخلائق
انا محقق الحقائق انا ماول التاویل
انا مفسر الانجیل انا خامس
الکساء انا تبیان النساء انا
الفة الایلاف انا رجال الاعراف

بھید ور
ہوں،
اوپر چلے
کے ساتھ
اور میکائیل
آسمانوں سے
جس طرح سمندر
ہوتا ہے۔ میں محافظ الو
اندھیری راتوں کا قطب ہو
میں ہی بیت معمور ہوں۔ میں ہی
بادلوں کا آراستہ کرنے والا ہوں
میں نہایت سخت تاریک راتوں کا
نور ہوں، میں بستیوں کا آسمان
ہوں، تاریکیوں کو روشن کرنیوالا
اور بستیوں کو ابھارنیوالا ہوں
میں حجت خدا ہوں میں خلائق
کا راہنما ہوں اور ان کو راہِ راست
پر چلانیوالا ہوں میں مشتبہات کی
صحیح تاویل کرنیوالا ہوں میں انجیل کی
تفسیر کرنیوالا ہوں میں آل عبا میں سے
ایک ہوں میں عطا کرنے والا ہوں
ہزاروں کا یا جمع اور کامل کرنیوالا
ہوں ہزاروں کا میں رجال الاعراف ہوں

ثعبان الکلیم
ورثة الانبیا
ب الغفور
نا ایلیاء الانجیل
وی انا حامل
المحضر انا ساقی
قسیم الجنان انا مشاطر
یران انا یعسوب الدین
انا امام المتقین انا وارث المختار
انا طهیر الاطهار انا مبید ة
الکفرة انا ابو الائمة البررة
انا قالع الباب انا مفرق الاحزاب
انا جوهر الثمینه انا باب المدینة
انا مفسر البینات انا مبین
المشکلات انا النون والقلم
انا مصباح الظلم انا سوال متی
انا ممدوح هل اتی انا النباء
العظیم انا الصراط المستقیم
انا لولوء الاصداف انا جبل قاف
انا سر الحروف انا نور الظروف
انا الجبل الرسیخ انا العلم
الشامخ انا مفتاح الغیوب
انا مصباح القلوب انا نور الارواح

جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ میں سرّ ابراہیم ہوں
میں ہی وہ اژدہا ہوں جس سے موسیٰؑ نے
اپنے حریفوں پر فتح پائی تھی میں اولیاؤں
کا ولی ہوں میں انبیاء کے علوم کا وارث
ہوں میں زبور کا اریا ہوں حجاب الغفور
ہوں میں منتخب کردہ خدا کا ہوں میں
انجیل کا ایلیا ہوں میں شدید القویٰ ہوں
میں لواء حمد کا حامل ہوں میں محشر میں
جمع ہونیوالوں کا امام ہوں میں ساقیٔ
کوثر ہوں میں قسیم النار والجنتہ ہوں۔
میں دین کا سردار ہوں میں متقین کا امام ہوں
میں رسول مختار کا وارث ہوں میں کافروں
کی بیخ و بن اکھاڑ نیوالا ہوں میں نیک اماموں کا
باپ ہوں میں در خیبر کا اکھاڑ نیوالا ہوں میں جنگ احزاب
میں کافروں کی گروہوں کو منتشر کرنیوالا ہوں میں
قیمتی جوہر ہوں میں باب مدینہ علم نبی ہوں میں اصول
دین کی تفسیر کرنیوالا ہوں میں مشکلات کو حل کرنیوالا ہوں
میں نون والقلم ہوں میں تاریکیوں کو روشن کرنیوالا ہوں میں
سوال متی ہوں میں ممدوح ہل اتی ہوں میں ہی وہ نباء عظیم
ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ میں ہی صراط مستقیم
ہوں میں صدف حقیقت کا موتی ہوں میں کوہ متانت ہوں
میں حروف کا بھید ہوں میں مکانوں کا نور ہوں میں جبل راسخ
ہوں میں امور غیب کی مفتاح ہوں اور دلوں کو روشن کرنیوالا ہوں

انا دوحا الاشباح انا الفارس الكرار	میں ارو
انا نصرة الابصار انا السيف	ہوں ہیر
المسلول انا الشهيد المقتول	ہوں میر
انا جامع القرآن انا [illegible]	شہید مقبول
البيان انا [illegible]	ہوں میں قر
انا بعل البتول انا [illegible]	کا ہمنفس ہوں
الاسلام انا [illegible] الاصنام	میں اسلام کا عمود ہوں
انا صاحب الاذن انا قاتل	والا ہوں میں اذن داعیہ کا
الجن انا صالح المومنين انا	میں جنوں کا قاتل اور قرآن شریف
امام ارباب المفتوة انا كنز	المومنین ہوں میں فلاح پانے والوں
[illegible]	امام ہوں میں جوانمردوں کا سالار ہوں
[illegible]	میں نبوت کے اسرار کا خزانہ ہوں میں آئندہ
الاخرين [illegible]	سالقہ کے گذشتہ واقعات کا جاننے والا ہوں
[illegible]	میں آخر کی امتوں کی واقعات کا واقف ہوں
[illegible]	[illegible] قطالہ تطاہح ں میں دوستوں کا مددگار
الله انا و الله [illegible]	ہوں مہدیٔ زماں ہوں عیسیٰ زماں ہوں
العرب انا كاشف الكرب انا الذى	میں جنب اللہ ہوں واللہ میں شیر خدا ہوں
قيل فى حقه لا فتى الا على انا	عرب کا سردار ہوں مصیبتوں کا دور کرنیوالا
الذى قيل فى شانه [illegible]	میں وہ ہوں جس کے حق میں لا فتی الا علی
بمنزلة هارون من موسى	کہا گیا میری شان میں سو کہ تم انت منی بمنزلہ
انا الليث بنى غالب انا على بن	ہارون من موسیٰ کہا میں شیر غالب علی ابن ابی طالب
ابى طالب قال فصاح السائل	ہوں راوی کہتا ہے کہ وہ شخص جس ذاعر اس نے
صيحة عظيمة وخرميتاً فعقب	کیا تھا ایک چیخ مار کر گر پڑا اور مر گیا پھر

...نا وجهه	جناب امیر نے اپنی کلام سابقہ کو جاری
...لله باری النسیم	رکھتے ہوئے فرمایا، ساری تعریف ہی اس
...ة علی الاسم	خدا کی جس نے روحوں کو پیدا کیا اور انکو
...محمد وآله	کو قائم کیا اور صلوٰۃ ہی اسم اعظم، نور اقدام
...نی عن طرق	جناب محمد مصطفےٰ ... پر پھر فرمایا کہ پوچھ لو
...ها من طرق	مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ
...قبل ان تفقدونی	تم مجھ کو نہ پاؤ میں آسمانوں کے راستوں
...فی علوما کثیرة	سے بہ نسبت زمین کے راستوں کی زیادہ
...بحار الزواخر فنهض الیه الرسخ	واقف ہوں میرے اندر علوم بے شمار بحر ذخار
من العلماء والمهرة من الحكماء	کی طرح موجیں مار رہے ہیں راوی کہتا ہی کہ یہ
واحدق به الكمل من الاولياء	... علما و حکما آپ سے اخذ علم کرتے ہیں اور
والمند ... من الاصفياء يقبلون	اولیا و اصفیا آپ کے قدم چومتے ہیں اس
مواطی ... ويقد ...	... ہیں یہی وجہ ہی کہ
الا ... بان يتم ... الائمة	... آپکی ... اولیا و اصفیا
ويكمل ... فقال بحر الراسخين	نے آپکے قدم چومے اور اسم اعظم کی قسم لاکر
وحبر العارفين الامام الغالب	عرض کیا کہ آپ اپنا کلام پورا کریں پس
علي بن ابي طالب كرم الله وجهه	آپنے فرمایا کہ جب یہ حال ہو جائیگا تو
يظهر صاحب الراية المحمديه	علم محمدیہ کا اٹھانے والا ظاہر ہوگا اور دولت
والادالة ... القائم بالسيف	... قائم ... ظاہر ہوگا۔
والمال الصادق في المقال يمهد	جو زمین کو ہموار کریگا اور سنت و فرض
الارض ويحيي السنة والفرض	کو زندہ کریگا پھر فرمایا اے وہ شخص جو میری
ثم قال ايها المحجوب عن شاني الغافل	شان سے واقف نہیں اور میری حال سے غافل
عن حالي ان العجائب آثار	ہے معلوم کر کہ میرے قلب میں اسرار و عجائب تمام

خواطری والغرائب اسرار ضمائری
لانی تدحرقت الحجاب والھرت
الحجاب اتیت باللباب ونطقت
بالصواب وفتحت خزائن
الغیوب ونقت دقائق القلوب
وکنزت لطائف المعارف ورمز
عوارف اللطائف فطوبی لمن
استمسلت بعروۃ ھذا الکلام
وصلی خلف ھذا الامام فانہ
یقف علی معانی الکتب المسطور
والرق المنشور ثم یدخل
الی البیت المعمور والبحر المسجود
ثم انشد یقول ؎
لقد حزت علم الاولین اننی
ضنین بعلم الاخرین کتوم
وکاشف اسرار الغیوب باسرھا
وعندی حدیث حادث وقدیم
وانی لقیوم علی کل قیم
محیط بکل العالمین علیم
ثم قال لو شئت لاوقرت من
تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرًا
ثم قال ق والقرآن المجید
کلمات خفیات الاسرار

بے شمار موجزن ہیں
دیا ہے عجیب با
کے خزانے کھول
کی بارکیاں
لطائف ومعارف
بے شمار میرے پاس ہیں
اس کے لئے جو اس کلام کے
سے تمسک کرتا ہے۔ اور ایسے امام کے پیچھے
نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ واقف ہوجاتا
ہے کتب مسطور کے معانی سے اور داخل
ہوجاتا ہے بیت معمور میں، پھر آپ
نے اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ
ہے:-
میں نے علم الاولین جمع کرلئے ہیں
اور علوم الآخرین کا ضامن ہوں
میرے پاس حادث وقدیم کے رموز
اور اسرار ہیں اور میں ہر ایک قوی کے اوپر
قوی تر ہوں اور ایسا علیم ہوں جس نے
تمام عالموں کے اوپر احاطہ کرلیا ہے۔
پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورۃ
فاتحہ کی تفسیر اتنی کروں کہ ستر اونٹ کے
بوجھ کی کتابیں اس سے لکھی جائیں پھر فرمایا
ق والقرآن المجید کلمات خفیات الاسرار

اثار ینابیع	اور عبارت ہیں بڑی عظیم آثار کی اور
مشکوٰۃ	چشمے ہیں دلوں کے اسرار کے چراغ
ات العواقب	ہیں، غیب کے بھیدوں کے مثل
نہایۃ الفہوم	چمکنے والے ستاروں کے ۔ یہ عقول
الحکمۃ ضالۃ	کی آخری حد ہیں ۔ علوم حکمت کے
مان القدیم	آغاز ہیں ۔ کتاب کھولتا ہے اور یہ
اب ویلقی الجواب	جواب پاتا ہے کہ اے ابو العباس
بّاس انت امام الناس	(یعنی علی ابن ابی طالبؑ) تم امام
سبحان من یحیی الارض	الناس ہو پاک و پاکیزہ ہے زمین کو
بعد موتہا ویرد الولایات	اس کی موت کے بعد زندہ کرنے والا
الیٰ بیوتہا یا منصور تقدم	اور ملکوں کو انکے گھروں تک دیکھتا ہے
الیٰ بناء السور ذلک تقدیر العزیز	اور یہ بڑی عزیز و حکیم کی مقرر کی ہوئی
العلیم وھذا آخر ما اسمعہ من لفظہ	تقدیر ہے، راوی کہتا ہے کہ یہ آخری کلام
النورانی واضبط من کلامہ	نورانی تھا جو میں نے سنا اور اس کو ضبط
الروحانی فی ھذا الباب ۔	تحریر میں لایا ۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ :- ینابیع المودۃ الباب الثامن والستون فی ایراد بعض مافی کتاب الدر المنظوم الشیخ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ الحلبی الشافعی ۔

اِس خطبے کی عظمت و جلالت ۔ اس کے الفاظ کی شوکت اور اس کے معانی کی رفعت کو وہ لوگ ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو عربی زبان کی باریکیوں اور فقہ اسلامی کے رموز و غوامض سے آگاہ ہیں ۔ ترجمہ میں اس کی خوبصورتی نہیں آسکتی، امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا کلام ترجمہ کے لئے موزوں نہیں ہوتا ۔ بسا اوقات آپ نے اپنی رعایا کی زجر و توبیخ کی ہے اور ان کو ان

کی جہالت، کم علمی و گمراہی سے آگاہ کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں

بنا اهتديتم فی الظلماء وتسنمتم — ہمارے ذریعے۔
العليا وبنا انفجرتم عن السرار — ہدایت پائی، ا
وقر سمع لم يفقه الواعية — پہنچے اور ہماری
وكيف يراعی من اصمته — راتوں سے صبح کی
الصيحة ربط جنان لم يفارقه — ہو جائیں جو اُن واعیہ
الخفقان ما زلت انتظر بكم — آواز کو نہ سنیں اور اس
عواقب الغدر واتوسمكم — سمجھیں اور بے شک ان ہدایہ
بحلية المغترين سترنی — صداؤں کو وہ کیونکر سن سکتا ہے جو
عنكم جلباب الدين وبصرنيكم — عذاب الٰہی کی آواز سے بہرہ کر دیا ہے،
صدق النية اقمت لكم على — ان قلوب کو اطمینان و سکون نصیب
سنن الحق فی جواد المضلة — ہو جن کو خوف خدا سے اضطراب
حيث تلتقون ولا دليل و — لاحق رہتا ہے میں تمہارے غدر و بے
تحتفرون ولا تميهون۔۔۔ — وفائی کے انجام کا منتظر ہوں اور دیکھتا ہوں

کہ دنیائے فانی کی زینت کے دھوکہ میں تم آ گئے۔ دین نے تمہاری ہدایت کے لیے دین کا پیرہن اور تقویٰ کا لباس پہن لیا ہے۔ مجھے اپنے صدق نیت کی وجہ سے دیدہ حق بیں عطا ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے میں تمہارا نگران و نگہبان ہوں میں نے تم کو ضلالت اور گمراہی کے میدانوں سے نکال کر سیدھے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے۔ تم اس جگہ اکٹھے ہوئے تھے جہاں کوئی رہبر اور ہادی موجود نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر سیرابی میسر نہیں ہوتی تھی۔

آپ نے خدا اور رسول کے مقرر و نصب کردہ خلیفہ و امام کا کلام تو سنا، اب سقیفہ بنی ساعدہ کے نصب کئے ہوئے خلیفہ کا خطبہ سنئے خلعت خلافت کو سقیفہ بنی ساعدہ کی کشمکش میں زیب تن کرنے کے بعد

طبہ جو دیا اس میں آپ امت محمدیہ کو خوشخبری سناتے ہیں کہ
جانشین ایسا شخص ہے کہ جس پر شیطان بسا اوقات غالب
ہے بہتر ہے کہ ایسے اوقات میں اپنے خلیفہ سے حذر کیا کرو جب
ں تو تم مجھ کو سیدھا کر دیا کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے
ہتر و افضل لوگ موجود ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

فقد ولیت امرکم و	ای لوگو! میں نے تمہاری امور کی زمام اپنے
خیرکم ان زغت	ہاتھ میں لے لی ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں
د مونی واعلموا ان لی	ہوں لہٰذا اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو
شیطانا یعتوینی احیاناً	تم مجھ کو سیدھا کر دینا، جان لو تم کہ کبھی
فاذا رایتمونی غضبت	کبھی مجھ پر شیطان چڑھ جاتا ہے۔ بس جب
فاجتنبونی	تم مجھے غصہ میں دیکھو تو تم مجھ سے پرہیز کرنا

ابن سعد:۔ طبقات الکبریٰ ج ۳ ق ۱ ص ۱۲۹
ابن ابی الحدید:۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۸
ابن قتیبہ:۔ کتاب الامامۃ والسیاست ص ۱۶
جلال الدین سیوطی:۔ تاریخ الخلفا ص ۱۵ مطبع مجتبائی۔
حسن علی محدث:۔ تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص ۴۰، ۵۶، ۵۷، ۶۱
محمد بن جریر الطبری:۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۲۰۳، ۲۱۱
ابن الاثیر جزری:۔ تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۶
علی المتقی:۔ کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۰ حدیث ۲۲۶۲۔ ص ۱۳۶،
حدیث ۲۳۰۷

ان خطبوں کا آپس میں موازنہ و مقابلہ کرنے سے ان دونوں بزرگوں کی شخصیت کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں بزرگواروں نے خود ہی اپنی شخصیت کا تعارف امت محمدیہ کو کرا دیا۔ علاوہ اس کے تکمیل دین کے لئے

معرفتِ امامِ زمانہ ایسی ہی ضروری ہے کہ جیسی معرفت نبی زما
رسول کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد ما
مسلم امت ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام لوگوں کو اپنی
آگاہ کرتے ہیں اسی طرح امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگ
تاکہ امام کے نہ پہچاننے کا عذر باقی نہ رہے اور لوگ اس کی ن
اور اس کے علم لدنی سے واقف ہوکر رشد و ہدایت کے لئے ا
اور مستفید ہوں، اس ہی ضرورت کو مدنظر رکھ کر جناب علی مرتضیٰ
اصلی شان و مرتبہ سے آگاہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو ہدایت کی
سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی کے الفاظ میں دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ۔
دیا کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، مجھ پر تو شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ جب میں ٹیڑھا
ہو جایا کروں تو تم سیدھا کر دیا کرو، ممکن ہے کہ دنیاوی حاکم کا یہ انکسار کسی کی نظر میں
خوش نما معلوم ہو مگر جانشین رسول کی زبان سے یہ انکسار نہیں ہے بلکہ اقبالِ نااہلیت
ہے۔ جانشین رسول محض دنیاوی سلطنت کا حاکم نہ تھا بلکہ یہ اس رسول کا جانشین
تھا جس نے تمام دنیا کی ہدایت کا دعویٰ کیا ہوا تھا اسکے ذمہ محض حکومت کرنا نہ تھا۔
بلکہ لوگوں کی ہدایت اور قرآن شریف کی تعلیم اس کا فرض اولین تھا۔ اگر وہ بھی
یہ کہنے لگے کہ میں ٹیڑھا چل رہا ہوں مجھے صراط مستقیم دکھاؤ، میرے اوپر شیطان غالب
ہو جاتا ہے مجھ سے دور رہا کرو، تو پھر لوگ کس کے پاس ہدایت و رہنمائی کے لئے جائیں۔
علاوہ اس کے یہ سیدھا کرنے کا حکم بھی بڑا ٹیڑھا تھا، فطرت انسانی و اصول حکمرانی و شریعت
اسلامی کے خلاف تھا، جو شخص برسر اقتدار ہو جس کی طرف لوگوں کی تمنائیں لگی رہیں۔
اسے سیدھا کون کرے اور کس طرح کرے، کس طاقت سے سیدھا کرے کیا مسلمانوں نے اس
ہی حکم کی اطاعت میں حضرت عثمان کو سیدھا کرنا چاہا تھا، اس سے جو نتیجہ نکلا وہ ظاہر ہے
یہ حکم بالکل ناقابل عمل تھا۔ خلیفہ غلطی کرے رعایا میں اختلاف ہو، رعایا کہے کہ یہ حکم
شریعت کے خلاف ہے۔ حاکم کہے شریعت کے مطابق ہے تو ثالث کون بنے، ایسے

ذ کے انعقاد کے قواعد شریعت میں تو درج نہیں اور نہ حضرت
ؑ خطبہ میں بیان فرمایا کہ آپ کی کجی کا فیصلہ کون کریگا، اور کس
کے خلاف یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ حکم قرآنی تو یہ ہے کہ اطیعو اللہ
لی الامر منکم جس سے ظاہر ہے کہ حاکم امر میں زیغ و کجی کا امکان نہیں
طاعت لازم ہے۔ مگر حضرت ابوبکر کا حکم ہے کہ حاکم میں زیغ و کجی
ہو اس وقت اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ سلطنت میں عجیب
پیدا ہو جائے، حاکم تو حکم دیتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرو۔ رعایا کہتی ہے کہ
بس یہ خلاف شریعت ہے، خود حضرت ابوبکر نے کہنے کو تو کہدیا اس پر عمل کبھی
نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر غلیظ الطبیعت و تند مزاج کے آدمی ہیں ان کو
ہم پر حاکم نہ مقرر کرو، حضرت ابوبکر نے کہا کہ نہیں میں ضرور مقرر کروں گا اور مقرر
کر دیا۔ حضرت علیؑ نے احتجاج حضرت ابوبکر سے کیا کہ خلافت تمہارا حق نہیں ہے۔
میرا حق ہے۔ اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا اگر یہ حکم محض دکھاوے کے لئے نہ تھا
اور اس پر عمل کرانا مقصود تھا، تو کیوں خلافت سے دستبردار نہ ہو گئے، قائل تو
ہو گئے کہ حق علیؑ کا تھا مگر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ یا علیؑ اگر تم یہ دلائل پہلے پیش
کرتے اور اپنا حق ظاہر کرتے تو میں خلافت ہی نہ لیتا۔ اگر خلافت لے لی تھی تو خلع خلافت
میں کون سا امر مانع تھا۔

ایک اور نکتہ بھی غور کے قابل ہے، موالیان حکومت جو سقیفہ بنی ساعدہ
کے نصب کئے ہوئے خلفاء کو جائز حکمران سمجھتے ہیں وہ خود ان حضرات کو نظم
سلطنت کے معمولی حکمران جانتے ہیں علم دین میں وہ ان کو اس قابل نہیں
سمجھتے کہ ان کی پیروی کی جائے۔ بلکہ اس غرض کے لئے تو انہوں نے اور ہی چار
امام پکڑے ہوئے ہیں، امور دین میں ہدایت کے لئے وہ امام ابوحنیفہ۔ یا
امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد حنبل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرات
اہل سنت و جماعت کے چاروں مذاہب ان چار اماموں سے چلتے ہیں اور

یہ چاروں امام اپنے تئیں حضرت علی کی گرد راہ کی،
لہذا مقابلہ کیا رہا۔ برعکس اس کے حضرت علی کو خلیفہ با
ہیں سوائے حضرت علی کے اور کسی کی طرف رجوع نہیں
امام بھی امور دین میں حضرت علی کے پیرو رہتے، یہ لوگ
علی کہتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں مگر اہل سنت وجما
مالکی۔ شافعیہ یا حنفی ہی کہتے ہیں، وہ اپنے نسبت حضرات خلا
کرتے ہوئے شرماتے ہیں ورنہ تو اپنے تئیں بکری کہتے حنفی کیا معنی

سیاست علویہ

اب لے دے کے ایک بات یہ رہ گئی کہ علی کا درجہ علم سیاست ملکی میں حضرت عمر سے بہت کم تھا اس اعتراض سے ثابت ہوتا ہے کہ معترض نے اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ نہیں کیا اور حضرت علی کو ذرا بھی نہیں پہچانا کسی مدبر یا حاکم کی سیاست پر تنقیدی نظر ڈالتے وقت تین امور کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے،

(۱) وہ کیسا شخص تھا۔

(۲) جب زمام حکومت اس نے اپنے ہاتھ میں لی تھی تو اس وقت ملک کی حالت کیا تھی؟

(۳) کیسے لوگوں سے اس کو سابقہ پڑا؟

ان امور پر غور کرنے کے بعد ہی ہم اس شخص کی سیاست کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی سیاست کامیاب ہوئی یا نہیں اور اگر کامیاب نہیں ہوئی تو اس ناکامیابی کی ذمہ داری حاکم کی سیاست پر ہے یا رعایا کی حالت پر، اور اگر حاکم رعایا کو اپنا نہ کر سکا تو اس میں رعایا کا قصور ہے یا حاکم کا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر حاکم ظالم وجابر ہو تو رعایا اس کی نہیں ہو سکتی؛ اور اگر رعایا جاہل و غافل جرأت و دلیری سے عاری، عیش و آرام کی طالب ہے تو وہ کبھی سخت گیر دیندار حاکم کو پسند نہ کریگی اور نہ اس کی اطاعت کریگی، اس نافرماں برداری کا صریح نتیجہ سیاست

اس کی ذمہ داری رعایا پر عائد ہوگی،
ں کے علاوہ ایک اور امر بھی ہے جس کو حضرت علی کی سیاست پر
نہ نظر انداز کر دیتے ہیں، سب سے پہلے دیکھنے والی بات
ں قسم کی تھی، اور جانشینی کس کی تھی جس کو ان خلفاء نے
ہ معمولی دنیاوی حکومت نہ تھی جس کی کتاب سیاست کے
بہا و دغا بازی، حیلہ سازی، کذب و منافقت ہوا کرتے ہیں
ں عیب ہے اور سچ بولنا گناہ، یہ حکومت الہٰیہ تھی جہاں یہ
ی حیلے صفات ذمیمہ و مکروہہ کے تحت میں آتے ہیں، اور اس
و مت کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو سکھائے کہ دنیا میں خدا پر نظر رکھ کر اور
اس کے احکام کی اطاعت میں کس طرح حکومت کرنی چاہیئے، یہ جانشینی اس ذاتِ
والا صفات کی تھی جس میں ایک بھی صفتِ ذمیمہ نہ تھی، اس کے جانشین
کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جانشین کا عیب مستخلف پر عود کرتا تھا، اور
مذہب کی صداقت کا امتحان خلیفہ کی شخصیت سے کیا جاتا تھا۔ اگر اس
حکومتِ الہٰیہ میں بھی سکہ رواں وہی ہوتا جو دار الضرب مکر و
فریب و کذب و نفاق سے نکلتا ہے تو پھر سارا مقصد رسالت ہی فوت
ہو جاتا۔ قصہ تو بہت مختصر ہے اور دو الفاظ میں طے ہوتا ہے۔ چونکہ حکومت
الہٰیہ علی ابن ابی طالب اور حکومت دنیاویہ عمر ابن الخطاب دو مختلف انواع
ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ ایک دوسرے سے کرنا حماقت ہے جس طرح عربی گھوڑے
کا مقابلہ مرغِ خانگی سے کرنا بے وقوفی ہے۔ جناب رسول خدا کا مقصدِ
رسالت اسلام میں حکومت الہٰیہ قائم کرنا تھا، دوسروں کا ملک چھیننا مطلب
نہ تھا، کمزور قوموں کے ملک پر قبضہ کرنا ایسا ہی معیوب ہے جس طرح دوسروں
کے گھروں اور مکانوں کو غصب کرنا ہے، وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، آج
کل کا بھی تو یہی رونا ہے کہ ہٹلر کمزور قوموں کے ملکوں پر زبردستی قبضہ

کر رہا ہے، اور دول متحدہ جو امن و چین کا نظم
چاہتی ہیں اس کا بھی تو پہلا اصول یہ ہے کہ دنیا میں کم
ملک میں اسی طرح محفوظ رہیں گی۔ جس طرح زیر دست
عمرؓ نے کمزور قوموں کے ملکوں پر
سی حکومت الٰہیہ کا نمونہ پیش کیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وخود نہ کھیچ کر
کی ترغیب دی، اُن پر چڑھائی نہیں کی۔ جتنے آپ کے غزوا
سب حفاظت خود اختیاری کے اصول پر تھے۔

(۱) حضرت علی کی شخصیت

کسی شخص کی سیاست کو سمجھنے کیلئے یہ معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کی سیاست کا مقصد کیا تھا، اور مقصد سیاست نہیں معلوم ہو سکتا، جب تک کہ اس کا مقصدِ حیات نہ معلوم ہو اور مقصدِ حیات معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ کیسا انسان تھا، حضرت علی کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے، وہ کیسا انسان ہوگا جس کی ناقص معرفت رکھنے والوں نے اسے خدا سمجھا اور جس کی کامل اور صحیح معرفت امتِ محمدیہ میں سے کسی کو حاصل نہ ہوئی جناب رسولخدا نے خود اپنی معرفت علی اور اپنی امت کی عدمِ معرفت کو ان فصیح و بلیغ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	خیبر کے فتح والے دن جناب رسولخدا نے
لعلی یوم فتحت خیبر لولا ان	حضرت علی سے فرمایا کہ اگر میری امت
تقول فیک طوائف من امتی	کے لوگ تمہارے حق میں وہ باتیں نہ کہنے
ما قالت النصارٰی فی عیسی بن	لگتے جو نصاریٰ عیسےٰ کے حق میں کہتے
ابن مریم لقلت فیک الیوم	ہیں۔ تو آج میں تمہارے متعلق
مقالا بحیث لا تمر علی ملاء من	وہ حقائق آمیز کلمات کہتا کہ پھر تم جس مجمع

ن وا سن — مسلمین کی طرف سے گزر جاتے تو تمہاری پیروں
مل طهورك — کے تلے کی مٹی اور نسل کا پانی لیتے تاکہ اس
علی امت — سے اندرونی و بیرونی امراض سے صحت
مثل علی — صحت حاصل کریں.... اے علی تو میری ذمہ
داریوں کو پورا کریگا اور میری سنت کیلئے جنگ کریگا

تی اعظم قسطنطنیہ:- ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ھ
تر ص ۳۰۲ و باب الرابع والاربعون فی حدیث لحمک لحمی وحدیث
ول فیک الخ۔

مسند امام احمد حنبل علی النقل فی ینابیع المودۃ۔

ابو المؤید موفق ابن احمد الخوارزمی:- کتاب مناقب عن جابر ابن عبداللہ

لہذا حضرت علی کی شخصیت پر مکمل بحث کرنا میری طاقت سے باہر ہے، ہاں آپ کے ان چند خصائل و عادات و سوانح حیات کا ذکر کرنا ضروری ہے جن سے حضرت علی کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

پیدا ہوتے ہی جو آنکھ کھولی تو آغوش رسول میں پایا، دنیا کی پہلی چیز جو آپ کے اندر گئی وہ آنحضرت کا لعاب دہن تھا، پانچ برس کی عمر تھی کہ رسولخدا ان کو اپنے یہاں لے آئے اور تب سے آنحضرت کی آغوش میں تربیت پائی۔

ایک لمحہ کے لئے کفر نہیں کیا۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق رسالت کی۔

اسلام اور بانی اسلام کی محافظت کو اپنی حیات کا مقصد بنایا، اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انہیں دشمنوں سے بچایا۔ کبھی میدان جنگ سے بھاگنے کا خیال تک نہیں آیا۔

آپ کے انہماک فی الدین کو دیکھ کر رسولخدا نے فرمایا کہ علی انتہائی ایمان کا مجسمہ ہے۔

خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ علی نے اپنے نفس کو راہِ خدا
جو شخص اپنے نفس کو راہِ خدا میں فروخت کرے اس
نہیں رہ سکتا، چنانچہ حضرت علی کے سوانح حیات بتا رہے ہیں
کو کبھی امورِ دین پر ترجیح نہیں دی، اس کافر کا واقعہ بھی
ہے جس نے مغلوب ہو کر آپ کے منہ پر لعابِ دہن پھینکا، اب
کے لئے حرکت میں آسکتا تھا، آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا، مو
واقعہ کو نظم کیا ہے ان کا ایک شعر ہے ؎

اوخیو انداخت بر روئے علی — افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

جناب رسولخدا نے آپ کو وصیت بھی یہی کی تھی کہ کبھی دنیا کے لئے دین کو نہ چھو

"ای علی اول کسے کہ برلب حوض کوثر بمن رسد تو خواہی بود بعد
از فوت من مکروہ بسیار بتو خواہد رسید، باید کہ دل تنگ نہ کردی
و دست در عروۂ وثقی تحمل زدہ در طریق مصابرت سلوک نمائی
و چوں مردم بجانب دنیا رغبت کنند تو آخرت اختیار فرمائی"
حبیب السیر جلد اول جزو سوم صفحہ ۸۱۔

بچپن میں انسان اپنے ماحول سے تاثرات حاصل کرتا رہتا ہے اور جوانی و بڑھاپے میں ان پر عمل کرتا ہے۔ حضرت علی کے پہلے دونوں زمانے اُسوقت گزری تھے جب دنیائے اسلام میں حکومتِ الٰہیہ قائم تھی، حضرت علی نے اس حکومت کی دونوں حالتیں دیکھی تھیں یعنی مغلوبیت کی بھی اور غالبیت کی بھی، آپ کے سامنے جناب رسولخدا کے طرز عمل کا وہ بھی نمونہ تھا کہ جب کفر غالب تھا اور آنحضرت کے اسوقت کے طرز عمل کا بھی وہ نمونہ تھا کہ جب ظاہری حکومت بن چکی تھی اور کفر مغلوب تھا۔ اسلام کی خاطر صبر کرنا بھی سیکھ لیا تھا اور اسلام کی بہبودی کے لئے لوگوں میں احکام صادر کرنیکا طریقہ بھی معلوم ہو گیا تھا غرضکہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام حضرت علی کی سیاست کا مدعا اور اسلام حقیقی کا تحفظ حضرت علی کی حیات کا مقصد تھا۔

...ند نشینی کے وقت ملک کی اندرونی و بیرونی حالت

ہر ایک حکمران اپنے سابق
...بت کے ساتھ اس کی اندرونی و بیرونی صورت و حالات کو بھی
...ما اوقات اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار اس کے سابق
...ے کے نتائج پر ہوتا ہے، نپولین کبھی نپولینِ اعظم نہ ہوتا اگر فرانس
...ا اس کے لئے فتوحات کے سامان نہ مہیا کر دئے ہوتے، سکندر
...ے فاتحان میں سے نہ ہوتا اگر اسکے باپ فیلقوس (فلپ) نے ملک کی حالت کو
...ون و پُر امن نہ بنا دیا ہوتا، یہ امر مسلمہ ہے کہ ایک حکمران کی سیاست کے نتائج اس کے جانشین کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں، حضرت عثمان کے زمانہ میں جو ملک کی حالت ہو گئی تھی وہ محتاجِ بیان نہیں، اس زمانہ کے فتنہ و فساد کا ذکر تاریخ کی ہر کتاب میں پایا جاتا ہے اور اس فتنہ و فساد کی تصویر حدیث کی ہر اک کتاب میں ملتی ہے، آنحضرتؐ نے جو اس زمانہ کی تصویر کھینچی ہے وہ کتاب الفتن کے عنوان کے نیچے کتبِ احادیث میں موجود ہے آپ فرماتے ہیں کہ فوراً ہی میرے بعد تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ اسی طرح اسلام کے دائرہ میں سے فوج در فوج خارج ہوں گے جس طرح وہ فوج در فوج اس میں داخل ہوئے تھے، لوگ اس طرح اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا۔ صبح کو ایک شخص مومن ہے تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر، جمہور اسلام کا خیال ہے کہ یہ حالت حضرت عثمان رضؓ کے شہادت کے زمانہ کا نقشہ ہے۔ ہم ان کے اس خیال کو اپنی بحث کی تائید میں پیش کر کے کہتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اسوقت لوگوں کا یہ اسلام رہ گیا تھا اور ایسا اندرونی فتنہ و فساد برپا تھا۔ ایسی صورت میں بانی اسلام کے جانشین اور حکومتِ الٰہیہ کے سردار کی کیا سیاست ہونی چاہیئے تھی، ان لوگوں کو ...صلی مسلمان بنانے کی کوشش کرنا یا بیرونی ممالک کو فتح کر کے ان میں ایسے مسلم نما کافروں کو بھر دینا، یہ تو

ان لوگوں کے مذہب کی حالت تھی، ان کی بزدلی
آئینہ حضرت عثمان کا واقعہ ہے باہر کے لوگوں نے ان کو
چالیس دن تک محاصرہ رہا اور بنو امیہ تک مقابلہ
اب بھی اگر مدد کی تو مشکلکشا ہی نے کی۔

تاریخ ابن خلدون :- اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۳
محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخا
حکیم مظہر الحق :- شمس التواریخ صفحہ ۶۱۶
ابن حجر مکی :- صواعق محرقہ الباب الثامن صفحہ ۱۷

تاریخ عالم کا یہ پہلا اور غالباً آخری واقعہ ہے کہ ایک ہر دلعزیز حاکم وقت اپنی دار السلطنت میں اپنی پارٹی کی موجودگی میں چالیس دن تک اپنے گھر میں محصور رہتا ہے اور اس کی پارٹی اس کو بچانے کے لئے کوئی موثر طریقہ اختیار نہیں کرتی، حضرت عثمان نے اپنی حالت اور اپنے محاصرہ کی اطلاع لوگوں تک پہونچانے میں کمی نہیں کی۔ مکہ میں اطراف عرب میں شام میں کوفہ میں بصرہ میں اپنی مدد و حمایت کی طلب کے لئے قاصد روانہ کئے۔

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۵۔
تاریخ ابن خلدون :- اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۴، ۲۴، ۲۵

موسم حج تھا۔ مکہ میں اجتماع مسلمین تھا، حضرت عثمان نے ایک طویل مراسلہ ان کے پاس بھیجا جو سب کے سامنے پڑھا گیا۔

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱

امیر معاویہ کو اپنا سمجھ کر حضرت عثمان نے خاص طور سے مدد کے لئے طلب کیا۔ مگر وہ تو خدا سے یہ موقعہ چاہتے تھے اس تحریر کی مطلقاً پروا نہ کی۔

فلما رای عثمان ما قد نزل بہ	جب حضرت عثمان نے وہ مصیبت
انبعث علیہ من الناس کتب	دیکھی جو ان پر نازل ہوئی تھی اور کس

بی سفیان
الله الرحمن الرحیم
اهل المدینة
خوا الطاعة و
عة فابعث الیّ
من مقاتلتها هل
علی کل صعب و ذلول
فلما جاء معاویه الکتاب
تربص به وکره اظهار مخالفة
اصحاب رسول الله صلی الله
علیه وسلم وقد علم اجتماعهم

طرح لوگ ان پر چڑھ آئے تھے تو انہوں نے معاویہ کو جو شام میں تھے خط لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد تحقیق کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے اونہوں نے میری اطاعت چھوڑ دی اور بیعت توڑ دی پس تم بغیر توقف کے اہل شام کا لشکر جرار کسی نہ کسی طرح بھیج دو، جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے حکم کی تعمیل نہ کی اور اصحاب رسول کی مخالفت کرنے کو مکروہ جانا حالانکہ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ عثمان کے خلاف جمع ہوئے ہیں

محمد بن جریر الطبری :۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۱۵۔

اس سے پہلے معاویہ گورنروں کی میٹنگ میں شامل بھی ہوئے لیکن حضرت عثمان کو کچھ صلاح ومشورہ دیکر شام کی طرف چلتے بنے۔

محمد بن جریر الطبری :۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۰۱

تاریخ ابن خلدون :۔ اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۴۰۲۔

عمرو بن العاص کی نسبت سنئے۔ یہ حضرت عثمان کے دشمنان وقاتلان میں سے تھے، ایک دن حضرت عثمان نے ان کو خلوت میں بلا کر ابن النابغہ کے لقب سے خطاب کر کے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے دشمنوں سے مل گیا۔ درآنحالیکہ ایام جاہلیت میں میں تجھ سے زیادہ عزت والا تھا، عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے باپ تک کو پُن کے رکھ دیا۔ جب وہ چلا گیا تو مروان نے آنکر حضرت عثمان سے کہا کہ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ زانیہ کے لڑکے تمہارے باپ کو بھی نہیں چھوڑتے۔

جب قتل عثمان کی خبر عمرو بن العاص کو پہنچی تو

انا ابوعبداللہ اذا حککت قرحۃ	میں ابوعبد
نکاتھا ان کنت لاحرص	ہوں تو ا
علیہ حتی انی لاحرض علیہ	تحقیق کریں
الرّاعی فی غنمہ فی راس	ابھارتا تھا پہاڑ
الجبل	پہاڑ پر اپنی بھیڑور

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس

بلکہ صریح الفاظ میں اقبال کرلیا۔

لما بلغ عمرا قتل عثمان رضی اللہ	جب عمرو بن العاص کو قتل عثمان ر
عنہ قال انا ابوعبداللہ	پہونچی تو کہا کہ میں ابوعبداللہ ہوں
قتلتہ	میں نے اس کو قتل کیا۔

تاریخ طبری :- الجزء الخامس ص ۲۳۴۔

اخلاق کی پستی کی حد یہیں ختم نہیں ہوتی۔ ابھی ایک درجہ اور باقی ہے۔ بعد واقعہ عثمان یہی مروان اور یہی معاویہ اور یہی بنو امیہ اپنے کونوں سے نکل آئے اور اب اُس عثمان کے خون کا دعوی کرتے ہیں جس کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا اور نہ بچایا اور اس علی کے خلاف کرتے ہیں جو تن تنہا حضرت عثمان کو بچانے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ خدا و مذہب کو چھوڑ کر دنیاوی حکومت کے لئے جو دوڑ دھوپ کی جاتی ہے بدقسمتی سے اس کا نام بھی سیاست ہی رکھا ہوا ہے مگر اس سیاست کا مقابلہ علی کی سیاست سے کرنا اور مقابلہ ہی نہیں کرنا بلکہ اسے کامیاب اور علی کی سیاست کو ناکامیاب قرار دینا یا تو ظلم صریح ہے۔ یا جہل مرکب۔

(۳۳) حضرت علی کو کیسے لوگوں سے سابقہ پڑا

اِن لوگوں کی کیفیت کچھ تو ہم نے اوپر بیان

ن کریں گے، جب فتنہ و فسادات کے اسباب و علل اور
تذکرہ کریں گے قبل اس کے کہ ہم حضرت علی کی سیاست
ر اپنی رائے ظاہر کریں کہ وہ سیاست صحیح تھی یا غلط مناسب
دیں کہ وہ سیاست کیا تھی۔ حضرت علی کے بہت سے
تواریخ و سیر میں پائے جاتے ہیں لیکن ان سب کو محمد
بالشریف الرضی رحمۃ اللہ نے ایک جگہ جمع کر کے اس مجموعہ کا نام
رکھا ہے۔ جناب شریف الرضی کا زمانہ سنہ ۳۵۹ ہجری لغایت
ہجری تھا، یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ نہج البلاغہ پہلے صفحے سے آخر
صفحہ تک کلام امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔ ہم نے بہت اچھی طرح اس امر کو اس
کتاب میں ثابت کیا ہے یہاں اس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں امر واقعہ یہ ہے
کہ جو شخص جناب امیر کی شخصیت اور ان کی سیاست کو معلوم کرنا چاہتا ہے، اُس
کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ نہج البلاغہ کا مطالعہ شروع سے آخر تک امعان نظر سے
کرے نہج البلاغہ کو پڑھنے کے بغیر جناب امیر کی معرفت کا دعوی ایک بیہودہ دعا
ہے جس کو کوئی اہل علم و معرفت سننے کے لئے بھی تیار نہ ہوگا۔

جب جناب امیرؑ نے لوگوں کی بے دینی اور ان کا سرعت کے ساتھ کفر کی
طرف بہنا دیکھا تو آپ نے صحیح طور سے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ غیر ملکوں کو فتح
کر کے ان کے باشندوں کو مسلمان بنایا جاوے بہتر یہ ہے کہ ان مسلمان نما کافروں کو
صحیح اسلام کے دائرہ میں لایا جائے۔ آپ نے ہر ایک امر کو ملتوی کر کے فیصلہ کیا کہ اول
رعایا کی تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ رعایا کا مطمح نظر بدل
کر آپ کے نظریے کے مطابق ہو جاوے لہذا آپ نے اپنی رعایا کے لئے ایک درس
عام جاری کر دیا اور اس درس گاہ کے خود مدرس مقرر ہوئے۔

حقیقتاً آپ کے یہ خطبے معرفت الٰہی کے خزائن ہیں جن میں اسرار و نکات کھول
کھول کر بیان فرمائے ہیں ان میں صفات الٰہی و معنی توحید کی تشریح جس طرح بیان

کی گئی ہیں کہ گویا یہ آپ کے مشاہدات ہیں سے تھی ابتدائی خلق
اب تک معلوم کیا ہے اس کی تصدیق آپ کے خطبات کرتے
نے شرح تو ضرور لکھی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی کامل شرح نہ
گئی نہج البلاغہ ایک دریائے علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے جناب
تصدیق ہوتی ہے کہ اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَن اَرَادَ العِلمَ غلیات
یہ تو رعایا کے تزکیۂ نفس و تہذیب اخلاق کے لئے تھا اُن
بھی آپ غافل نہ تھے، ہر ایک عامل کے ہر ایک قول و فعل پر آپکی نظر
کوئی چوکا وہیں اس کو تازیانۂ تادیب لگا، جو ہدایات حضرت علی نے اپنے
وقتاً فوقتاً دی ہیں وہ آج تک درس گاہ سیاسیات کے بہترین سبق ہیں، اشعث
بن قیس حاکم آذربائیجان کو لکھا کہ "حقیقت یہ ہے کہ حکومت تیرے واسطے طعمہ اور
کھانے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک امانت ہے جس کا بار تیری گردن پر ہے" قثم ابن عباس
عامل مکہ کو آپ نے لکھا "حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ ادائی حج کو لوگوں کے لئے قائم
رکھ اور انہیں خدا کے انعام و عذاب کے دنوں کو یاد دلاتا رہ، صبح و شام ان کی
ہدایت کے لئے اجلاس کر، طالبان فتوی کو فتویٰ دے، نادان کو تعلیم کر۔ عالم کے
ساتھ مذاکرہ کر، لوگوں کی طرف جانے کے لئے تیرا قاصد تیری زبان ہو، اپنے نفس کے
سوا کسی کو دربان نہ مقرر کر کسی صاحب حاجت کو اسکی حاجت کے سبب سے اپنی ملاقات
سے محروم نہ کر، کیونکہ اگر ابتدا ہی میں وہ سائل تیرے دروازوں سے نکال دیا گیا،
پھر اگر تو اس کی حاجت پوری بھی کر دیگا تو بھی تجھے نیکی کے ساتھ نہیں یاد کیا جائے گا
خدا کا مال جو تیرے پاس جمع ہوا ہے اس پر نظر کر صاحبانِ عیال اور بھوکے لوگ
جو تیرے سامنے موجود ہیں اس مال کو ان پر تقسیم کر دے اس مال کو فقر و احتیاج کے
مقامات میں پہونچا اور جو کچھ اس مصرف سے زیادہ ہو اسے ہمارے پاس
بھیجدے تاکہ اس مال کو ہم ان لوگوں پر تقسیم کر دیں جو ہماری نگاہوں میں موجود
ہیں اور اہل مکہ کو حکم دیدے کہ وہ مکہ میں رہنے والوں سے کسی قسم کا محصول یا اُجرت نہ لیں

نبیل مکہ میں عاکف وبادی برابر ہیں۔
ل بصرہ کو اہل بصرہ کی ایک جماعت نے دعوت طعام پر مدعو
یا، اس کو آپ لکھتے ہیں:" حمد و نعت کے بعد اے حنیف مجھ
ر ملی ہے کہ گروہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے تیری کھانے کی
سرعت کے ساتھ وہاں پہونچا، تیرے لئے وہاں قسم قسم کے نفیس
، اور عمدہ عمدہ شربت کے پیالے پیش کئے گئے۔ مگر میرا یہ گمان
ے گروہ کی دعوتِ طعام قبول کریگا جن کے محتاج لوگ دعوت سے
ں اور جن کے مالدار دعوت میں طلب کئے جائیں"۔ کیا اچھی بات فرمائی ہے ہر
ے لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دیتی ہے۔
اور تو اور حضرت عبداللہ ابن عباس اپنے ابن عم کو کیسے تہدید آمیز خطوط
لکھے ہیں:۔

اما بعد فقد بلغنی عنک امر ان کنت فعلتہ فقد اسخطت ربک وعصیت امامک واخزیت امانتک بلغنی انک جردت الارض فاخذت ما تحت قدمیک واکلت ما تحت یدیک فارفع الی حسابک واعلم ان حساب اللہ اعظم من حساب الناس۔	مجھے ایک ایسے امر کی خبر پہونچی ہے کہ اگر تم نے وہ کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کی اہانت کی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے زمین کو خراب کر دیا جو کچھ تمہاری پاؤں کے نیچے تھا وہ لے لیا اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا کھا لیا لہذا تم اپنا حساب میرے سامنے پیش کرو اور یہ جان لو کہ خدا کا محاسبہ انسان کے محاسبہ سے عظیم تر ہوگا۔
(۲) اما بعد فانی کنت اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری	(۲) میں نے تم کو اپنا شریک امانت بنایا تھا اور اپنے مخصوص لوگوں میں رکھا تھا

وبطانتی ولم یکن رجل من
اهلی اوثق منك فی نفسی لمواساتی
وموازرتی واداء الامانة الیّ
فلما رأیت الزمان علی ابن عمك
قد کلب والعدو قد حرب وامانة
الناس قد خزیت وهذه الامة
قد فتکت وشغرت قلبت
لابن عمك ظهر المجن ففارقته
مع المفارقین وخذلته مع الخاذلین
وخنته مع الخائنین فلا ابن
عمك آسیت ولا الامانة ادیت
وکانك لم تکن الله ترید بجهادك
وکانك لم تکن علی بینة من
ربك وکانك انما کنت تکید
هذه الامة عن دنیاهم وتنوی
غرتهم عن فیئهم فلما امکنتك
الشدة فی خیانة الامة اسرعت
الکرة وعاجلت الوثبة واختطفت
ما قدرت علیه من اموالهم المصونة
لارامـلهم وایتامهم اختطاف
الذئب الازل دامیة المعزی
الکسیرة فحملته الی الحجاز رحیب
الصدر بحمله غیر متاثم

اور میرے اقارب
جس پر مجھ کو تم
کہ وہ میری پیـ
ٹھائے گا اور میری
مگر جب تم نے دیکھا
سخت آگیا ہی دشمن اں
اور امانت داری کا احترام
ہے اور یہ امت بیباک خیر سی خالی ہو
تو تم نے بھی سپر کا رُخ پلٹ دیا اور ساتھ
چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے بھی اس کا
ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرے خائنوں کی طرح
تم نے بھی اس کی خیانت کی پس نہ تم نے اپنے
بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی کی اور نہ اس
کی امانت کو ادا کیا گو یا اپنے سابقہ جہادوں سے
خدا کی رضا کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اور
گو یا تم اپنے رب کی طرف سی کھلی دلیلوں پر قائم
نہ تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اس امت کو
اس کی دنیا کے معاملہ میں فریب دے رہے تھے اور
اس کو مال غنیمت کی طرف سے غفلت میں
ڈال دینے کی نیت رکھتے تھے پس جب امت کے
مال میں خیانت کرنے کی قدرت تمکو حاصل
ہو گئی تو تم نے بہت جلدی سے اس پر حملہ کر دیا۔
اور اس طرف دوڑ پڑے اور جہاں تک تم سے

أبا لغيرك
تراثا من
بحان الله
او ما تخاف
يها المعدود
من ذوي الالباب
سيغ شرابا و طعاما
ن تعلم انك تاكل حراما
وتشرب حراما وتبتاع الاماء
تنكح النساء من مال اليتامى
والمساكين والمؤمنين والمجاهدين
الذين افاء الله عليهم هذه
الاموال واحرزبهم هذه البلاد
فاتق الله واردد على هؤلاء
القوم اموالهم فانك ان لم
تفعل ثم امكنني الله منك
لاعذرن الى الله فيك و
لاضربنك بسيفي الذي ما
ضربت به احدا الا دخل النار
ووالله لو ان الحسن والحسين
فعلا مثل الذي فعلت ما كانت
لهما عندي هوادة ولا ظفرا مني
بارادة حتى اخذ الحق منهما وازيل

ہو سکا ان کے وہ اموال جو بیواؤں اور
یتیموں کے لئے محفوظ تھے لے بھاگے جس
طرح تیز بھیڑیا زخمی بکریوں کو اچک لے
جاتا ہے اور تم خوش خوش اس مال کو حجاز کی
طرف لے گئے اور اس پر دستبرد کرنے
کیلئے گنہگار ہونے کا کچھ بھی دھیان نہ
کیا گویا تم اپنے ماں باپ کی میراث اپنے اہل
و عیال کی طرف لیگئے سبحان اللہ کیا تم معاذ
پر مطلق ایمان نہیں رکھتے اور اس حق کے
مناقشہ کا تمہیں بالکل خیال نہیں ؟ وہ شخص
جو اس سے پہلے ہمارے نزدیک اہل عقل میں
شمار کیا جاتا تھا آخر تجھے کھانا پینا کس طرح گوارا
ہوتا ہے درانحالیکہ تو جانتا ہے کہ تیرا کھانا پینا
سب حرام ہے تو لونڈیاں خریدتا ہے اور عورتوں
سے نکاح کرتا ہے ایتام و مساکین و مومنین
کے اس مال سے جو خدا نے ان کو عطا کیا ہے
اور انہیں مجاہدین کے ذریعہ سے اس نے
ان شہروں کی حفاظت کی ہے پس خدا سے
ڈر اور اس قوم کو ان کے اموال واپس کر دے
اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور خدا نے مجھ کو تجھ
پر قابو دیا تو میں تیری سزا کو خدا کے سامنے
عذر بناؤں گا اور تجھے وہی تلوار ماروں گا
جو میں نے جس کو ماری وہ جہنم میں داخل ہوا

الباطل عن مظلمتہما   اور بخدا اگر حسنؑ

(نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۸۴ تا ۸۸   جو تونے کیا ہی تو ا

نرمی کی گنجائش نہ ہوتی یہاں تک کہ میں ان سے وہ حق لے کر رہتا

ایک افسر فوج کو آپ نے یہ ہدایت کی :۔ اس خدا سے خوف کر

کرنیگا اور سوائے اسکے تیرا لاویر کوئی منتہی نہیں ۔ تم اس ہی کے ساتھ

لڑو۔ سردی کے موسم میں صبح وعصر کے وقت سفر کرو، اور دو پہر

کو قیلولہ کی فرصت دو، حرکت کرنے میں آرام و آسائش کا خیال رکھ

شب میں سفر نہ کر۔ اس اول شب میں اپنے بدن کو راحت دی، اور اپنی پشت

پہونچا جب کہ تو صبح کے پھیلنے سے واقف ہو گیا یا صبح طالع ہونے کو ہوئی تو اسوقت

خداوندی پر بھروسہ کرکے سفر کر، جب تو دشمن سے ملاقی ہو تو اپنے لشکر کے وسط میں کھڑا

ہو جا اور دشمن سے اس شخص کے مانند قریب نہو جو لڑائی کے ساتھ آویزش کا ارادہ کرتا

ہے۔ نہ دشمن سے اس شخص کی مانند دوری اختیار کر جو لڑائی سے خوف کھا کر دور رہتا

ہے، یہاں تک کہ میرا حکم تیری پاس آئے، دیکھو دشمنوں سے جو تمکو نفرت ہے وہ تم کو اس

بات پر آمادہ نہ کری کہ حق کی طرف بلانے اور عذر و حجت تمام کرنے سے پہلے تم اُن سے

لڑ بیٹھو۔ (نہج البلاغہ۔ الجزء الثانی ص ۱۶)

مندرجہ بالا حکم معقل بن قیس ریاحی کو دیا گیا تھا جو امیر معاویہ سے لڑنے کے

لئے سوار مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا گیا تھا ، ایک اور امیر لشکر کو آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی۔

جب تم دشمن کے مقابل پہنچ جاؤ یا وہ تمہارے برابر آ جائے تو تمکو چاہیئے کہ تمہارے لشکر

کا مقام بلندیوں کے نزدیک ہو یا دامن کوہ میں یا دریا کے کنارہ پر تاکہ دشمن تمہاری

نگاہوں کے سامنے رہے اور البتہ تمہاری جنگ ایک دستہ یا دو دستہ کے ساتھ

ہونی چاہیئے اور پہاڑوں کے قلعوں اور ٹیلوں کی بلندیوں پر اپنے لئے نگہبانوں

کو مقرر کر دو تاکہ دشمن کسی خوف یا امن کے مقام سے تمہاری طرف سے نہ آ سکے۔

خوب یاد رکھو کہ جماعت یعنی فوج کے آگے کا ایک دستہ ان کی آنکھیں ہیں اور ان

ں ان کے ہراول ہیں، تم تفرقہ سے حذر کرتے رہنا، جب کہیں اُترو تو
. و اور جب کوچ کرو تو سب مل کر، جب کسی مقام پر تمہیں رات ہو جائے
ائرہ کی شکل میں بنا لو، خواب کا ذائقہ نہ چکھو مگر نہایت ہی کم. یا
سے پانی نیچے نہیں اُترنا۔ (نہج البلاغۃ الجزء الثانی۔ص ۱۵-۱۶)
ین کے شروع ہونے سے پہلے آپ نے اپنی فوج کو یہ ہدایت کی:-
، ابتدا نہ کریں تم ان سے ہرگز جنگ نہ کرنا کیونکہ بحمد اللہ تم طریق
ر قائم ہو تم انہیں چھوڑ دینا حتیٰ کہ وہ ابتدا کریں۔ یہ ایک دوسری حجت
۔ بر ہان تمہاری ہاتھ آئے گی جب بحکم خدا ان کو ہزیمت نصیب ہو جائے تو کبھی کسی
پیٹھ پھرانے والے سے جنگ نہ کرنا۔ کسی عیب دار یا برہنہ کو آزار نہ پہونچانا، زخمی
کی طرف حملہ نہ کرنا، عورتوں کو اذیت پہنچا کر انہیں ہیجان و غیظ و غضب میں نہ
لانا اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب و شتم کریں (نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص۱۵)

صدقات کے عمال کو جو ہدایات آپ نے دی ہیں وہ ہر ایک زمانہ کے حکام کا
دستور العمل ہونا چاہئیں حکومت الٰہیہ کے حکام ظلم کے شائبہ کو بھی روا نہیں رکھتے۔
آپ فرماتے ہیں:-

خدا سے ڈرنے کا جو راستہ ہے اسی پر چلتے رہو وہ خدا جس کا کوئی شریک
نہیں کسی مسلمان کو حزن و اندوہ میں نہ ڈال نہ ایسی حالت میں کسی پر گزر کر کہ وہ
تیرے گزرنے کو مکروہ سمجھے اس کے مال میں جو خداوند تعالیٰ کا حق ہے اس سے زیادہ
نہ لے اگر تو کسی قبیلے کے پاس پہنچے تو ان کی آبگاہ پر اتر بغیر اسکے کہ تو ان کے گھروں
میں داخل ہو پھر نہایت تسکین و وقار کے ساتھ ان کے پاس جا۔ حتیٰ کہ تو ان کے
درمیان میں قائم ہو جائے اب انہیں سلام کر ان کی تعظیم میں ذرہ برابر کوتاہی نہ
کر بعدہ ان سے کہہ کہ بندگانِ خدا! مجھے خدا کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے
پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے اموال میں جو کچھ خدا کا حق ہے اُسے حاصل کروں۔ کیا تمہارے
اموال میں خدا تعالیٰ کا کچھ حق ہے؟ اگر ہے تو اسے ولی خدا کے پاس پہنچا دو۔ اگر

کوئی کہنے والا ہے کہ نہیں تو پھر اس سے نہ مانگو، اگر کوئی اقرار کرے، تو اس کے ساتھ روانہ ہو کر بغیر اس کے کہ تو اُسے ڈرا یا اس پر ظلم کرے یا سختگیری کو کام میں لائے، پھر جو کچھ سو اسے لے لے، اگر اس کے پاس گائے بکریاں یا اونٹ ہوں ان کے گلے میں داخل نہ ہو، اس کے مالک کے ساتھ ظلم و ستم چوپایوں کو نہ ہراد بر رمیدہ نہ کر انہیں فریاد بلند کرنے کے لئے، ان کے بارے میں بدخال و رنجیدہ نہ کر اس مال کے دو حصہ کر دے، دے کہ جس حصہ کو چاہے پسند کرلے جب اس نے ایک حصہ اختیار کرلیا تو پھر اس سے معترض نہو پھر باقی جو کچھ ہے اسکے دو حصے کر، پھر مالک ہی کو پسند کا اختیار دے، پھر اگر اس کے پسند کرنے پر معترض نہو برابر یہی عمل بجالا، حتی کہ اس کے مال میں سے وہ شے باقی رہ جائے جس میں خداوند تعالیٰ کا حق پورا ہو سکتا ہے اس وقت حق خداوندی پر قبضہ کرلے، اگر مالک تیری اس تقسیم کو باطل سمجھے تو پھر اس مال کو مخلوط کردے اور پھر وہی عمل کر جو پہلے کر چکا ہے (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۲۹)

اسی طرح آپ نے عمال خراج کو خداوند تعالیٰ سے ڈرا کر صحو انصاف و رافت کی تلقین فرمائی اور ہدایت کی کہ لوگوں کو طلب خراج کی بابت مجبوس نہ کرو، ادائی خراج کے لئے ان کو اس قدر مضطر نہ کرو کہ وہ اپنے گرمی و جاڑے کے لباسوں کو اور غلاموں کو بیچ کر خراج ادا کریں اور ادائی خراج کے لئے اپنے چوپاؤں کو بیچ ڈالیں درہم کے ادا کرنے کے لئے کسی کو تازیانہ نہ مارو، کسی شخص کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، خواہ نماز گزار مسلمان کا ہو یا کافر ذمی کا۔ لشکروں کو حسن سیرت کے حصول کا حکم دو۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۶)

حکام لشکر کو ایک طویل ہدایت نامہ لکھا جس میں پہلی ہدایت یہ تھی کہ والی و حاکم کو یہ بات لازم ہے کہ وہ عزت جو اسے حاصل ہے اور وہ غنا اور وسعت جو اس کیساتھ مختص ہے یہ امور اُسے رعیت کی طرف سے بے پروا و غافل نہ کریں، وہ نعمتیں جو خداوند عالم

رگان خدا کو اپنا مقرب بنا کر اپنے بھائیوں کے ساتھ الطاف و
سات کو زیادہ کرنا چاہیئے۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۴)
لوگوں کی زمینوں پر سے آپکی فوجیں گزرتی تھیں تو آپ
فرماتے تھے کہ اپنی افواج کو قابو میں رکھیں، ان کے آنے
سی طرح کا نقصان نہ پہونچے۔ غرور و نخوت سے ان سے
پری محبت ۔۔۔ کو ۔۔۔ ان کے افعال
۔۔۔ ان ۔۔۔ اہل قریہ کو ۔۔۔ رہتے
فرماتے تھے کہ اگر میری فوج ان ہدایات پر عمل نہ کرے تو تم مجھ کو ۔۔۔
ع کرنا یہ وہ انصاف عام کا طریقہ ہے جو اس بیسویں صدی تک کے لوگ عمل
میں نہیں لاتے۔ بلکہ وہ جو ہدایات اپنی فوج کو دیتے ہیں وہ تو خفیہ ہی رہتی ہیں
اس قسم کی بیسیوں مثالیں اور ہدایات نقل کی جا سکتی ہیں، ان سے
صاف عیاں ہے کہ آپ کا مقصد اولیں یہ تھا کہ تابعتی جناب رسولخدا و اسلام
کے اصول و قواعد کے ماتحت حکومت الٰہیہ قائم کی جائے جس میں امراء و حکام
کے افعال و اقوال و احکام محض خوف الٰہی و معاد پر قائم ہوں، غرضکہ آپ
حکومت کو مذہب حقیقی کے ماتحت کرنا چاہتے تھے، برعکس اس کے موجودہ یورپین
سیاست یہ ہے کہ مذہب حکومت کے ماتحت رہے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو تو کم سے
کم ایک دوسرے سے علیحدہ تو ضرور رہیں ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ
امور مذہبی کس طرح امور سلطنت میں شامل ہو سکتے ہیں اور یہی اختلاف
نظریہ ہے کہ جس کی وجہ سے یورپین مورخین حضرت علیؑ کی سیاست کو
کما حقہٗ سمجھنے سے قاصر ہیں دراصل اسلام کا نظریہ وہی ہے ......
جو جناب علیؑ کا تھا اور یہی اصول جناب رسالتمآبؐ کا تھا جنہوں نے اصول و
قواعد اسلام کا غور سے مطالعہ کیا ہے، وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ چنانچہ سید
ابوالحسن ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبد العزیز امری کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھر اپنے حسنِ انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے اس ثابت کردیا کہ دین وسیاست کا اجتماع نہیں ہوسکتا اس ہی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں :- رسول اللہ کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک حکومتِ الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظامِ سیاست معاشرت جاری کرنا تھا"

حضرت علیؑ کی جو فرامین و ہدایات ہم نے اوپر بیان کیں ان سے صاف ہے کہ حضرت علی کی سیاست کا مقصد اولیٰ اور آپ کی حیات کا مقصد اعظم دین تھا۔ علامہ جرجی زیدان اپنی کتاب تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۱۲ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں :-

اما علی فحکایتہ فی الزھد والتقوی کثیرۃ وکان شدید التمسک بالاسلام من القول والفعل لایعرف الدھاء ولا یرکن الی الحیلۃ فی شان من الشئون وانما ھمہ الدین وعمدتہ فی اعمالہ الصدق والحق

لیکن حضرت علیؑ کے زہد وتقویٰ کی بہت سی حکایتیں ہیں وہ اسلام سے اپنے قول وفعل میں بہت ہی شدت کے ساتھ تمسک کرنے والے تھے وہ کید ومکر سے واقف ہی نہ تھے، دین ہی ان کا مطمعِ نظر وفکر تھا اور ان کے افعال صدق وحق ہی کی بنا پر ہوتے تھے۔

مولوی نیاز فتحپوری اپنی کتاب "تاریخ الدولتین" کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ پر لکھتے ہیں:

حضرت علی ابن ابی طالب زہد ورع حلم و تقوی کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں آپ نہایت پُرجوش قلب رکھتے تھے اور اپنے افعال و اقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت اور ڈپلومیسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ آپ کے

ل خالص مذہبی ہوتے تھے اور نہ ان میں کسی اور
ہوتا تھا"

ے رُخ کو اپنے سامنے رکھتے ہیں یعنی حضرت علی کے زمانہ
بیرونی کی سستیٔ رفتار مورخین ظاہر ہیں جن کا منتہائے
عادات ہیں، حضرت علی کی سیاست میں نقص نکالتے ہیں۔
ہے وہ کہتے ہیں کہ حاکم کا مقصد توسیع دائرہ حکومت و
وثروت ہوتا ہے، حضرت علی بھی حاکم تھے لہٰذا ان کا منتہائے نظر
ہونا چاہیئے تھا اور تھا چونکہ ان کی سیاست ان کے مقصد کو حاصل نہ
رسکی لہٰذا وہ ناقص تھی اور جب وہ اپنی بحث کے لیئے قیام و استحکام نہیں
پاتے تو محض سطحی نظر ڈال کر کہتے ہیں کہ حضرت علی نے چار غلطیاں کیں یعنی:-

(۱) توسیع مملکت کی طرف توجہ نہیں کی۔

(۲) معاویہ سے خواہ مخواہ لڑائی مول لی، اس کو ابھی چھیڑنا نہ چاہئے تھا۔

(۳) طلحہ و زبیر نے حکومت کوفہ و بصرہ مانگی تھی وہ دے دیتے انکار کرکے ان کو دشمن بنا لیا۔

(۴) قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دیکر سب کو راضی کر لیتے۔

اس منطق کی کمزوریاں ظاہر ہیں کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ:-

۱۔ ان حالات میں فتوحات ملکی ممکن تھیں اور مفید ہوتیں

۲۔ اگر حضرت علی معاویہ کو نہ چھیڑتے تو وہ یعنی معاویہ بھی خاموش رہتے

۳۔ طلحہ و زبیر کوفہ و بصرہ لے کر اس پر قناعت کرتے اور علی کے دوست بن جاتے، خلافت لینے کی کوشش نہ کرتے۔

۴۔ وہ لوگ خلوص دل سے قصاص خون عثمان کے طالب تھے، اور اگر قاتلان عثمان کو پھانسی دی جاتی تو کوفہ و شام و بصرہ حضرت علی کے دوست ہو جاتے، اور یہ بھی ثابت نہیں کیا کہ قاتلان عثمان معلوم ہو چکے تھے اب ہم ان

امور پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ ہماری بحث کا سلسلہ یہ ہے:
وفساد (ب) طلحہ وزبیر (ج) امیر معاویہ اور (د) قاتلان عثمان
(ہ) فتوحات ملکی۔

(الف) فتنہ وفساد

حضرت علیؑ کے زمانہ کے فتنہ وفساد کو علی پر عائد کرنا اور ان فسادات کو کا غلط نتیجہ بتانا جناب رسولخدا کی تکذیب کرنا ہے۔ کیونکہ جناب رسولخدا

یا علی انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ
یعنی اے علی تم صحیح تاویل قرآن کے لئے لڑو گے جس طرح میں تنزیل قرآن کے لئے لڑا ہوں۔

شیخ سلیمان بلخی حنفی اعظم:- ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ ہجری صفحہ ۵۹، ۲۰۹، ۲۳۳
احمد حنبل:- مسند الجزء الثالث صفحہ ۳۳
حاکم:- مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۲۳
سیرۃ الحلبیہ:- الجزء الثالث صفحہ ۷۵۔
محب الدین طبری:- ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع الفصل السادس صفحہ ۱۹۱، ۱۹۲
ابن حجر مکی:- صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الثانی الحدیث التاسع عشر صفحہ ۷۴۔

ثابت ہوا کہ وہ لڑائیاں حضرت علی کی غلط سیاست کا نتیجہ نہیں بلکہ آپ کے مخالفین کی غلط تاویل قرآن ان کے باعث تھی۔ یہ بحث مسلمانوں کے لئے تھی، اب ہم غیر مسلمین کے لئے بحث کرتے ہیں۔

جناب رسولخدا کے زمانہ سے ہی جب کہ حکومت کی ابتدا مدینہ میں آ کر ہوئی حضرت علیؑ کے خلاف ایک جماعت پیدا ہو گئی جس کا مقصد بقول حضرت عمر رضی اللہ

حکومت ایک خاندان میں جمع نہ ہوں۔

طبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۳۰ لغایت ۳۲

تاریخ الکامل الجزء الثالث صفحہ ۲۴، ۲۵

- الفاروق مطبوعہ آگرہ حصہ اول صفحہ ۲۰ فٹ نوٹ۔

حدید :- نہج البلاغہ الجزء الثالث صفحہ ۱۰۵، ۱۰۷

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مخالف جماعت کی موجودگی سے واقف

ر س کا خیال فرما کر بہت روتے تھے اور حضرت علی سے کہا کرتے تھے۔

ضغائن فی صدور قوم لا	ای علی لوگوں کے دلوں میں تیری طرف
یبدونها لك الا من	سے کینے بھرے ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ
بعدی	میرے بعد ظاہر کرینگے۔

شبلنجی :- نور الابصار صفحہ ۷۱، ۱۰۳

شیخ سلیمان مفتی اعظم :- ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴، ۲۰۲، ۲۷۲، ۳۵، ۱۲

شیخ یوسف بن اسمعیل :- شرف المؤبد صفحہ ۸۴، ۸۶

علی المتقی :- کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۴۰۸ حدیث ۶۱۵۸

محب الدین الطبری :- ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع -

فصل الثامن صفحہ ۲۱۰ -

(کبھی فرماتے تھے)

یا علی ان الامۃ ستغدر	(اور کبھی فرماتے تھے) اے علی میری بعد
بك من بعدی وانت تعیش	تمہاری ساتھ یہ امت دغا کریگی تم میری ملت
علی ملتی وتقتل علی سنتی	پر زندہ رہو گے اور میری ملت پر قتل کئے جاؤ گے

علی المتقی :- کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۰ حدیث ۲۶۱۵

الحاکم :- مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۴۰، ۱۴۲

میرزا محمد بدخشانی :- نزل الابرار صفحہ ۲۹ -

عجب لطیفہ ہے جناب رسولخدا تو بار بار فرماتے ہیں لڑائیوں میں علی حق پر ہونگے اور اسلام کے لئے لڑینگے کہتے ہیں کہ نہیں یہ سب فتنہ وفساد ولڑائیاں حضرت خیر یہ جملہ معترضہ تھا، اس جماعت مخالفین علی میں اور جزو مشترک تھا اور وہ بغض علی تھا، زمانہ حیات رسول میں اور بغض علی علامت منافق تھی

جب اس مخالف جماعت کو آنحضرت ص کی رحلت کے بعد حضر منافقین کی جماعت کی حمایت کی ضرورت ہوئی تو جماعت اول، جماعت آخر الذکر کو اپنے دامن عاطفت کے نیچے چھپا لیا، جب ہی تو ہم یہ ... ہیں کہ آنحضرت ص کے زمانہ حیات میں تو منافقین کا بہت ذکر آتا ہے۔ آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی منافقین کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ یہ کیا وجہ تھی جس نے یہ انقلاب پیدا کر دیا یہ وہی سیاسی ضرورت تھی جس نے مخالفین علی کو منافقین کے ساتھ شیر و شکر ہو جانے پر مجبور کیا۔ اس امر واقعہ کا ثبوت کہ یہ دونوں جماعتیں آپس میں مل کر شیر و شکر ہو گئیں خود وکلائے جماعت حکومت کی زبانی سنئے۔

عن حذیفہ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یومئذٍ یسرون وَالیوم یجھرون۔

حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا کی رحلت کے بعد منافقین کی شر زیادہ خطرناک تھی بہ نسبت آنحضرت ص کی حیات کے زمانہ کے کیونکہ اس زمانہ میں تو وہ اپنے افعال و اقوال چھپاتے تھے اور آج کل علانیہ کرتے ہیں۔

صحیح بخاری الجزء الرابع باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم اخرج فقال بخلافہ ص ۱۵۳

اس انقلاب کی وجہ ظاہر ہے آنحضرت ص کے زمانہ کی حکومت انکے مخالف تھی لہذا یہ اپنے تئیں چھپاتے تھے اب آنحضرت ص کے بعد اس زمانہ کی حکومت چونکہ انکی اپنی ہی ہے اور جماعت حکومت لے ان کے ہی ذر پر کامیابی حاصل کی ہے اب ان کو اپنے تئیں چھپانے کی ضرورت نہیں علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

تخت نشینی کے وقت اس مخالف جماعت کی اکثریت جس کی
مدینہ کی موافق فضا نے کافی اضافہ کر دیا تھا، تمام مملکت
تھی، اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر مخالف اکثریت اتنی عظیم
موجودگی میں حضرت علی کو حکومت مل ہی کیونکر گئی۔ اس
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سب کے دلوں میں
و اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اور مسند خلافت کانٹوں کا بستر
یا تھا، کسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس کو قبول کر لیتا، یہ مخالف
ت بالکل مبہوت ہوگئی اور سکتہ کا سا عالم ہوگیا، جب آنکھ کھلی اور ذرا
ذرا ہوش آیا تو حضرت علی کو مسند خلافت پر دیکھا، یہ وہ نظارہ تھا جس کو دیکھ
کر انہیں کمال افسوس ہوا، اور اپنی ساری عمر کی کوششوں کو اس طرح ضایع ہوتا
ہوا دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا اور از سر نو فتنہ و فساد پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔
اس کا وہ نتیجہ ہوا جو ہوا، اس جماعت نے بہت سے ذرائع حضرت علیؑ کو
حکومت سے محروم کرنے کے لئے اختیار کئے، ان میں سے کچھ ذرائع کا ذکر
ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں کریں گے۔

علامہ ابن الحدید نے اپنے شیخ طائفہ ابو جعفر الاسکافی کے حوالہ سے لکھا ہے
کہ اہل بصرہ تمام کے تمام حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ اہل کوفہ و اہل مدینہ
کی اکثریت آپ کی دشمن تھی، اہل مکہ تمام کے تمام قطعی طور سے حضرت علی سے
بغض رکھتے تھے اور تمام قریش آپ کے خلاف تھے الغرض جمہور امت آپ کے
خلاف ہو گئی تھی، (دیکھو ابن ابی الحدید:- شرح نہج البلاغہ الجزء الاول صفحہ ۱۳۰)
اور یہ کیوں ایسا تھا علامہ ابن ابی الحدید اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔

ان سبب افتراق الناس عنہ	یعنی لوگوں کے حضرت علیؑ کے خلاف ہو جانے
کان لعدلہ و قسمتہ	کی وجہ یہ تھی کہ امیر، غریب، شریف
مساویا	وضیع صاحب رسوخ و گوشہ نشین سب کے

شرح نہج البلاغہ الجزء الاول صفحہ ۱۸۰ ساتھ عدل
والجزء الثانی صفحہ ۱۷۲ وعطایا مسا
فتنہ وفساد وحکومت کی کمزوری اس صورت حا
اور اگر اس کو حضرت علی کی سیاسی غلطی سمجھئے تو یوں کہنا پڑ
رعایا میں عدل وانصاف کا دستور رائج کرنے میں غلطی کی
حضرت علی کے زمانہ کے فتنہ وفساد کی وجہ ایک یہ بھی
جماعت نے منصب و حقیقت نبوت کے متعلق ایک غلط عقیدہ
لوگوں میں شایع کر دیا، اور لوگوں نے اس غلط عقیدہ کی پیروی
علیؑ کے مخالف جماعت تھی جس کی نظریں اس حکومت پر لگی ہوئی تھیں جو
رسولخدا کو خداوند تعالیٰ نے عطا کی تھی وہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ جناب رسولخدا حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر
کرنا چاہتے ہیں، آنحضرتؐ کے بیشمار اقوال و افعال تھے جن سے یہ بات اچھی طرح ہویدا تھی، لہذا ان لوگوں
نے عقیدہ ایجاد کیا اور لوگوں میں پھیلایا کہ جو حکم جناب رسولخدا منصب نبوت
کے متعلق دیتے ہیں وہ تو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور قابل اطاعت ہے
لیکن جو حکم رسولخدا کا اس سے علیحدہ ہوتا ہے وہ منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتا
ہماری مرضی ہے ہم اس کی اطاعت کریں یا نہ کریں، ان بزرگواروں کی رائے میں
جانشینی کے متعلق جو احکام تھے وہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے منصب نبوت سے
ان کا کوئی تعلق نہ تھا ہم نے اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ بحث اس حصہ اول کی
کتاب دوئم سیاست عمریہ میں کی ہے۔

(ب) معاملہ طلحہ وزبیر

معترضین کہتے ہیں کہ علی کو چاہئے تھا کہ کوفہ و بصرہ طلحہ و زبیر کو دیکر ان کو
اپنا کر لیتے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ علی کے حقیقی اور دلی طرفدار ہو جاتے ہرگز
نہیں وہ خود کہتے تھے کہ ہم نے تو علی کی بیعت طوعاً و کرہاً کی ہے جب کوئی چارہ
کار نہ دیکھا۔

ء الخامس صفحہ ۱۵۴

البدایۃ والنہایۃ فی تاریخ الجزء السابع صفحہ ۲۳۱

ت وخصلت وعادت تو وہ تھی جو حضرت عمر نے تجویز
کی تھی۔ یہ بزرگوار بہت مغرور وخود سر تھے اور سمجھتے
پر بٹھایا ہے لہذا علی کا فرض ہے کہ جو ہم چاہیں وہ
سے ملتا وہ اس کو علی کی مہربانی سمجھ کر لیتے اور اپنے
احسان سمجھ کر ان کے دوست نہ بن جاتے بلکہ جو کچھ علی
اپنا حق سمجھ کر لیتے اور سیال کرتے کہ ابھی ہمیں پورا حق نہیں ملا۔
ہ وکوفہ ابھی پہلا قدم تھا۔ اصلی مطالبے تو ذرا قدم جمنے کے بعد آتے۔
مر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگوار خلافت کی خواہش رکھتے تھے اور جنگِ
جمل سے ان کا مقصود خلافت حاصل کرنا تھا۔

تاریخ طبری :۔ الجزء الخامس صفحہ ۱۶۹

تاریخ ابن خلدون :۔ اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۸

حکیم منظہر الحق :۔ شمس التواریخ ۹۲۵۔

اور یہی مقصد ان کا امارت کوفہ وبصرہ مانگنے سے تھا ایسی صورت میں طلحہ و زبیر کو امارتِ کوفہ وبصرہ دینے کے یہ معنی تھے کہ حضرت علی کو بجائے ایک معاویہ کے تین معاویوں سے لڑنا پڑتا، یہ ایک ایسی غلطی ہوتی جس کے نتائج پر غور کرنے سے حضرت علی کی دوراندیشی وسیاست کا اندازہ ہوتا ہے امیر معاویہ تو جناب علی مرتضیٰ سے جنگ پر تلے ہوئے تھے، زبیر وطلحہ اپنے اپنے صوبے میں بیٹھے ہوئے اس جنگ کا نتیجہ دیکھتے اور وہ نتیجہ عیاں ہے، کوفہ وبصرہ سے علی کو کوئی کمک نہ ملتی مکہ ومدینہ پہلے ہی سے امیر معاویہ کے زیر اثر تھے پھر جناب امیرالمومنین کو فوج کہاں سے ملتی، جنابِ امیر یا شہید ہو جاتے یا خلع خلافت پر مجبور کئے جاتے اس کے بعد اصل جنگ شروع ہوتی۔ حضرت

عائشہ تو ضرور اپنے بہنوئی زبیر کے ساتھ ہوتیں، طلحہ بیرا
کر تنہا معاویہ کا مقابلہ کرتے وہ ناچار ان سے مل جا
جناب ابوسفیان کی زوجہ رہ چکیں تھیں اور حضرت عثما
داری تھی غرضکہ معاویہ اور طلحہ ایک طرف اور زبیر و عا
اس جنگ عظیم کے فریق ہوتے، بہت ممکن تھا کہ اس وقت ا
سے مدد کا خواستگار ہوتا اور وہ بہت خوشی سے مداخلت کر
اٹھتا جو اسلام کو نیست و نابود کردیتا۔ ہمکو جناب امیر کا شکر گذار ہو
کہ انہوں نے اسلام کو اس طرح فنا ہونے سے بچالیا۔ خدا کے ساتھ
کا طرز عمل یہی ہی جن مصیبتوں سی خداوند تعالٰی بچاتا رہتا ہے، ان ی
طرف تو غور نہیں کرتے، ان کے اپنے ہی اعمالوں سے جب کوئی مصیبت
پڑجاتی ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ مصیبت ڈال دی ہے۔

غرضکہ یہ امیدواران خلافت کی جماعت تھی جس نے سارے فتنہ و فساد اپنے اغراض کے لئے پیدا کئے، اس جماعت کو منصۂ شہود پر لانے والی سیاست سابقہ اور واقعات گذشتہ تھے، جنھوں نے خلافت کو ایک سستی سی سہل الحصول شے بنادیا کہ ہر کس و ناکس امیدوار بن بیٹھا، انہوں نے دیکھا کہ حصول خلافت کے لئے کسی خاص فضیلت یا حق کی ضرورت نہیں محض موقعہ و محل کی مساعدت کافی ہے لہذا وہ حالات اور وہ سیاست قابل الزام ہیں جنھوں نے خلافتِ الٰہیہ و جانشینیٔ رسول کو اس درجہ تک گرادیا۔

(ج) امیر معاویہ کا معاملہ

حضرت علی نے جو فرامین و خطوط امیر معاویہ کو بھیجے وہ نہج البلاغہ اور دیگر کتب تواریخ میں محفوظ ہیں ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امیر معاویہ کو حاکم عادل اور حکومت الٰہیہ کی سرداری کا اہل نہیں سمجھتے تھے، آپ جانتے تھے کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہیں بلکہ اپنے کفر سابق پر قائم ہیں۔

ماویہ رائج کر رہے تھے حضرت علی صحیح اسلام نہیں سمجھتے تھے۔
ئے کی تصدیق کر دی اور ثابت کر دیا کہ بنوامیہ کی حکومت
تھی بہت سے مورخین کی رائے حضرت علی کے خیال کے
رت حضرت علیؑ کا خیال کہ اگر آپنے امیر معاویہ کو شام کی حکومت
تمام افعال کا مظلمہ آپ کی طرف عود کر آئیگا۔ بالکل درست تھا چنانچہ
رت خالد کی بدعنوانیاں سن کر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ خداوندا میں خالد کی کرتوت کا
ین لیکن یہ وہ خیال ہے جو زمانہ حال کے فرنگستانی مورخین کی سمجھ میں
ں آسکتا لہذا وہ اس کو کچھ اہمیت نہیں دیتے علاوہ اس کے دنیاوی سیاست
مدبر کا اقتضاء بھی یہ تھا کہ امیر معاویہ کو مطلقاً مہلت نہ دی جائے، مغیرہ ابن شعبہ
نے یہ صلاح حضرت علی کو دی تھی اور علامہ جرجی زیدان اور ان کے ہم خیال
مورخین کی بھی یہی رائے ہے کہ حضرت علی امیر معاویہ کی برطرفی کی کوشش
فوراً ہی نہ شروع کر دیتے بلکہ جب خود اپنی حکومت میں مستقل ہو جاتے تو اس
وقت امیر معاویہ کی برطرفی کا حکم صادر فرما دیتے، اس قسم کی رائے رکھنے والے
لوگ ایک نہایت ضروری امر کو نظرانداز کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اتنے عرصہ میں
امیر معاویہ کیا کرتے، کیا وہ اس دھوکہ میں آجاتے، حضرت علی و امیر معاویہ کے
دلوں کی حالت ایک دوسرے کو اچھی طرح معلوم تھی اور اس طرح خاموشی سے اس پر
پردہ نہیں پڑ سکتا تھا قبل اس کے کہ حضرت علی کسی قسم کا فرمان امیر معاویہ کو بھیجیں
حضرت عثمان کی خون آلودہ قمیص دمشق پہونچ چکی تھی اور وہاں کی مسجد میں دکھائی
جا رہی تھی اور لوگوں کو حضرت علی کے خلاف بھڑکایا جا رہا تھا۔ امیر معاویہ نے فوراً
اعلان کر دیا تھا اور اگر اعلان نہ بھی کرتے تو ان کا طرز عمل بتا رہا تھا، کہ وہ علی
کی اطاعت نہ کرینگے بلکہ ان سے خون عثمان کا بہانہ رکھ کر جنگ کریں گے ایسی صورت
میں حضرت علی کی طرف سے مہلت دئے جانے اور برطرفی دکھا لی کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے یقیناً امیر معاویہ اپنے موقعہ کو ہاتھ سے

نہ جانے دیتے اور وہ اتنے عرصہ تک خاموش رہ کر حضرت علی
اپنی حکومت میں مستقل ہو جائیں امیر معاویہ تو پہلے ہی سے اپنی
تھے، ان کو کسی وقت و فرصت کی ضرورت ہی نہ تھی، یہ امر
بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ امیر معاویہ کے دو بڑے ہتھیار تھے
حکومت کو مستقل کرنے کے لئے انہوں نے ان دونوں سے خوب

Ali's History of Saracens
Chapter VII Page 71

علامہ موصوف مانتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب اس طرح روپیہ خرچ کرنے کو کمینہ پن خیال کرتے تھے (اردو ترجمہ تمدن اسلام حصہ اول ص ۹۰)

بس معاملہ صاف ہو گیا، اگر حضرت علی امیر معاویہ کو موقعہ دیتے تو اس عرصہ میں امیر معاویہ اپنے ان دونوں ہتھیاروں سے خوب کام لے کر امیر المومنین کے یاوروں اور انصاروں کی تعداد میں بہت کمی کر دیتا اور پھر جو جنگ ہوتی، تو اس کے لئے اتنی بھی فوج نہ ملتی جتنی اب جنگ صفین کے لئے مل گئی، یہ کتنی غلط اور سطحی رائے ہے جو ان مورخین نے قائم کی ہے مغیرہ ابن شعبہ اس دن سے حضرت علی کے خلاف تھے جس دن سے ان کے خلاف ام جمیل سے زنا کرنے کا الزام قائم ہوا تھا اور حضرت علیؑ نے ان کے سنگسار کرنے کی اصلاح حضرت عمر کو دی تھی۔

ابوالفرج :۔ کتاب الاغانی ترجمہ مغیرہ بن شعبہ
ابن ابی الحدید :۔ شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث صفحہ ۱۶۰
ابن کثیر دمشقی :۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع صفحہ ۸۲
ابن خلدون :۔ اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۱۰۹
تاریخ طبری :۔ الجزء الرابع صفحہ ۲۰۶

ان کا مطلب اس رائے کے دینے سے یہ تھا کہ امیر معاویہ کو آسان طعمہ

...ا جیسے ماہر جنگ سے مقابلہ کرکے نتیجہ کو غیر یقینی بنانے کی نوبت
...نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر خود معاملہ پر غور کرکے نتیجہ نکال لیا،
...رست رائے دی تھی اور غلطی علی ہی کی تھی۔

...کہ دراصل غلطی اس مرکزی حکومت کی تھی جس نے ایک صوبائی
...ر مطلق العنان بنا دیا کہ ایک خلیفہ کی مدد کرنے سے قطعی گریز کیا،
...یفہ سے علانیہ جنگ کی، سابقہ مرکزی حکومت نے امیر معاویہ
...ے امتیازی سلوک روا رکھا تھا باقی ہر ایک گورنر سے حساب لیا جاتا تھا
...گورنر کے پاس زیادہ روپیہ ہو جاتا تھا تو بغیر حساب لئے ہی اس کا وہ
روپیہ ضبط کر لیا جاتا تھا اور برسر عام اس کو مار کر رسوا کیا جاتا تھا، حضرت
ابو ہریرہ کی مثال نہایت مشہور ہے اور خالد ابن ولید کو حضرت عمر نے ان
کی خود سری ہی کی وجہ سے برطرف کیا تھا لیکن برعکس اس کے امیر معاویہ کی
طرف کسی نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اور ان کو ان کے حال پر اتنا چھوڑ دیا کہ ...
کثیر جمع کرکے خود مختار بن بیٹھے، مولوی شبلی لکھتے ہیں:۔ امیر معاویہ شام میں بڑی ساز و سامان
سے رہتے تھے اور حضرت عمرؓ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۳۰۔
...مرکزی حکومت کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک گورنر کے مرنے یا موقوف ہونے کے بعد اس کی جگہ کبھی اس کے
رشتہ دار کو نہیں رکھتے تھے لیکن خاندان ابو سفیان کے ساتھ سلوک ہی دوسرا تھا۔
جب یزید ابن ابو سفیان شام کے لشکر کے جنرل اعظم مقرر ہوئے اور جب شام فتح ہو گیا تو اس کے گورنر
بنائے گئے، ان کے مرنے کے بعد ان کے بھائی معاویہ ان کے جانشین قرار پائے ایک خاندان
کو اتنی طاقت دینی کہ وہ خود سر ہو جائے اور مرکزی حکومت کی پرواہ نہ کرے اس مرکزی حکومت کی
غلطی تھی جس نے یہ صورت حالات پیدا کر دی۔ یہ گمان کرنا کہ حکام سابقہ ایک صوبائی گورنر کو مطلق
العنان حاکم بنانے کی خرابیوں سے واقف نہ تھے ان کی ذکاوت و فراست و سیاست کی
اہانت ہوگی، امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کی مرکزی حکومت کی سیاست کا رکن اول ہی یہ
تھا کہ خواندہ کو نامزد کیا جائے اور ان کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی حکومت کو

مضبوط و مستحکم کیا جائے یہ کیوں ضروری ہوا، اور وہ سیاست سمجھا گیا دلچسپ تاریخی سوالات ہیں جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے چونکہ اس زمانہ کی مرکزی حکومت کی سیاست شام کی مقصد اولیٰ میں پوری یگانگت تھی لہذا وہ زمانہ اور اس پالیسی کی بنیادی اور اصولی غلطی کے نتائج لوگو رہے لیکن جب صوبائی گورنر کے مقصد اولیٰ اور مرکزی حکومت میں تصادم ہوا تو چونکہ سابقہ سیاست کی وجہ سے صوبائی گورنر بن چکا تھا لہذا فتنہ و فساد اس کا لازمی نتیجہ ہوا جس کی ذمہ داری علیؑ پر عائد نہیں ہوتی۔

(د) قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

غالباً یہ ثابت کرنے کے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کہ قصاص خون عثمان محض ایک سیاسی بہانہ تھا در اصل تو حضرت علی سے جنگ کرنا مقصود تھا، امیر معاویہ نے باوجود موقع و قدرت کے حضرت عثمان کی مدد نہ کی، طلحہ قاتلان عثمان کی جماعت میں سے تھے اور حضرت عثمان سے دو بدو انہوں نے مخالفت کی گفتگو کی عمرو بن العاص کی بھی یہی حالت تھی۔
تاریخ ابن خلدون:۔ اردو ترجمہ جلد چہارم (صفحہ ۳۰۵) امام حنبل۔ مسند الجزء الاول صفحہ ۷۰۔ بہت سے حوالے اوپر گزر چکے ہیں۔

اور یہی لوگ طالبان خون عثمان تھے، حضرت علیؑ نے صلائے عام دی تھی کہ مجھے قاتلان عثمان بتاؤ میں انہیں سزا دوں گا، آپ نے تحقیقات بھی شروع کر دی تھی، چنانچہ زوجۂ حضرت عثمان کے بیانات ہوئے انہوں نے کہا کہ صرف دو ہی اشخاص ان کے قاتل تھے میں ان کا نام نہیں جانتی، اگر وہ میرے سامنے آجائیں تو پہچان لوں محمد بن ابی بکر پر سچ کہتے ہیں وہ قاتل نہیں ہیں دیکھو (ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الثامن صفحہ ۱۰۱، بیشمر التواریخ خلافت عثمانی صفحہ ۶۱۷۔ تاریخ الخمیس

،نائلہ کے علاوہ کوئی وہاں موجود نہ تھا، جب وہی قاتلان عثمان
ں تو اور کون بتاتا۔
عثمان کا قصاص طلب کرنے والوں نے بھی قاتلان عثمان
تمام مصری لشکر کو جناب امیر کیونکر خون عثمان کے عوض
ل تو محض اس ارادہ سے آئے تھے کہ حضرت عثمان سے ان کے
برائیں، خلع خلافت کرائیں یا مروان کو ان سے لیں چنانچہ طلحہ نے
حضرت عثمان مروان کو حوالہ کر دیتے تو یہاں تک نوبت نہ آتی۔ شمس التواریخ
ھ ۶۱۶

اگر ان میں سے ایک یا دو نے زیادتی کی اور حضرت عثمان کو قتل کر دیا تو سارا لشکر اس فعل کا ذمہ دار نہیں دراصل تو یہ دشمنان علی کی ایک سیاسی چال تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت علی مصریوں پر سختی کریں اور وہ لوگ بھی حضرت علی کے خلاف ہو جائیں۔

(۵) فتوحاتِ ملکی

حضرت علی کی یہ رائے تھی کہ دور دراز ممالک کی فتوحات اس وقت تک غیر ضروری بلکہ یقیناً ضرر رساں ہیں جب تک عرب کے مسلمانوں کے دل میں صحیح اسلام کی تعلیم اور آیاتِ قرآنی کی صحیح تاویل اتنی راسخ نہ ہو جائے کہ مختلف تہذیب اور مخالف اعتقادات کا تصادم ان پر اثر پذیر نہ ہو سکے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کی پالیسی کتنی درست تھی، صدر اول کے عربوں کی سرعتِ فتوحات جتنی کہ ظاہر بیں آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اتنی ہی دور بیں نظروں اور درد رکھنے والے دلوں کے لئے باعث رنج و افسوس ہے ہمارے نوجوان کالجوں میں پڑھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اسلام نے یورپ کے ازمنہ وسطیٰ کی تاریکی کو اپنی مشعل علم سے منور کر دیا، یورپ کو یونان کا فلسفہ مسلمانوں ہی کے ذریعے سے پہونچا۔ علوم ریاضی ہیئت جغرافیہ و اسفار میں مسلمانوں کے کارنامے اب تک خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں، دہلی، غرناطہ، بیجا پور کی عمارتیں اپنی غمگین خاموشی سے مسلمانوں

کی گزری ہوئی عظمت کو یاد دلا رہی ہیں لیکن تصویر کا د
جغرافیہ اور اصطرلاب کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث نہیں ہ
ہندوستان و فرنگستان کو بہت کچھ دیا، لیکن ان ۔
ایرانیوں کی دو خدائی، رومی عیسائیوں کی سہ خدا
خدائی، ان تخیلات نے اسلام کو مسخ کر کے رکھدیا، ابھی عرب
کا تخیل باقی تھا۔ صنم پرستی کا اثر موجود تھا، اسلام نے ابھی
طرز زندگی پر پورا تسلط نہیں کیا تھا کہ مختلف تہذیبوں اور مذ
سے تصادم ہو گیا، جناب رسولخدا نے سچ فرمایا تھا کہ تم میں کفر و شر
کی طرح رواں ہے۔

جلال الدین سیوطی :- کتاب الدر المنثور الجزء الرابع صفحہ ۴ ۵
علی المتقی :- منتخب کنز العمال جلد ا صفحہ ۱ ۷ ۲
شاہ ولی اللہ :- ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۹۹
عنایت اللہ مشرقی :- تذکرہ مقدمہ صفحہ ۶۷ ، ۶۸
زمانہ حال کے مفکر علامہ مشرقی سچ کہتے ہیں کہ :-

اسلام و قرآن نے عربوں کی جبلت و طینت کو نہیں بدلا تھا وہ عادتیں
اور خصلتیں جو ان کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں
کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں، وہ
ملی اوصاف جو قرنوں اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے
تھے ان کے طبعی میلان کا رخ کیسے بے اثر چھوڑ دیتے۔ قرآن و اسلام
کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور مرسومات کو بدل سکتے تھے،
اپنے آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں بدل سکتے تھے مگر طبائع
کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے وہ دراصل
اس مٹی میں سنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب ابھی ... میں پلے ہوئے فرقہ

انے وادی سینا میں موسیٰ کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکران
انی عادت کے موافق انکار اور بچھڑے کی پرستش
(تذکرہ مقدمہ ص ۶۷ و ۶۸)

ہوا کہ عربی عنصر اور عربی طرز تخیل اسلامی ممالک سے بالکل
کی جگہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں نے اسلام کا لباس پہن
وہی اسلام ناقص تھا جو ان عربوں نے جن کے اندر بقول جناب
رجود تھا، اور جن کی جبلت وطنیت میں جاہلیت کی روایات واعتقادات
پی مفتوحہ رعایا کو دیا، اس پر طرّہ یہ ہوا کہ یہ نومسلم اپنا کا فرانہ طرز
ں اور اپنی جاہلانہ رسومات اپنے ہمراہ لائے یہ تھا وہ اسلام جو ان فتوحات ملکی
کے ذریعے سے دنیا میں پھیل رہا تھا، حزقہ اسلام اتنا پھیلا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کوئی
فرقہ جبر و اختیار کے مسئلہ میں پھنسا ہوا ہے کوئی تقدیر و تدبیر پر غور کر رہا کوئی مسئلہ
تناسخ کی طرف مائل نظر آتا ہے کسی کو خیر و شر کی موجودگی شبہ میں ڈال رہی ہے، وہ
کہتا ہے کہ شاید زرتشت کا خیال ہی درست ہو، خدا دو ہی ہوں اہرمن و یزداں
ایک شر کا دوسرا خیر کا، کسی کی ہمت اوتاروں کے خیال نے بڑھائی ہوئی ہے۔
کہیں ایسا تو نہیں کہ میں ہی خدا ہوں، مسئلہ حلول و مسئلہ ہمہ اوست میں محو ہو کر
ویدانت کی طرف جھکے جاتے ہیں جب ان پیچیدگیوں سے دم گھبراتا ہے تو اسلام سے
نفرت پیدا ہوتی ہے اور کہتے ہیں ؎

نشمارہ قلندر سزا بمن نمائی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

اور لطف یہ ہے کہ اسلام کے یہ سب بے شمار فرقے اپنے اپنے اعتقادات کی بنا، قرآن
شریف پر رکھتے ہیں اس کی آیات کی تاویل کر کے اپنے اپنے مذہب کی حقانیت
کو ثابت کرتے ہیں ہر ایک فرقہ دوسرے کی تاویل کو غلط بتاتا ہے، محض یہی ایک
امر بین ثبوت ہے اس دعوی کا کہ ان مسلمانوں کو قرآن شریف کی صحیح تاویل
معلوم ہی نہیں ہوئی تھی، یہ فرقہ بندی اور اختلافات و تاویلات تو ابتدا

ہی سے شروع ہوگئے۔ لیکن امر حق میں اختلاف وتضاد ناممکن ہے،
ایک ہی تاویل صحیح ہونی چاہیئے، جب ہی تو علی مرتضیٰ کو تاو
کی ضرورت محسوس ہوئی، امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی سر
اسلام کو نقصان زیادہ پہونچا یا بہ نسبت فائدہ کے جس طرح ا
ہینی بال کی عظیم الشان فتوحات صنم پرستی کی صداقت کی دلیل ن
اعظم، لوئس چہار دہم و نپولین کے کارنامے مذہب عیسائیت
نہیں کرتے اسی طرح مسلمانوں کی فتوحات اسلام کی صداقت کے ثبو
نہیں کی جاسکتیں فتوحاتِ ملکی اس صورت ہی میں مفید ہوسکتی ہیں کہ جب
قوم کا غلبہ مستقل و مستحکم ہو، اگر فاتح اقوام کا تخیل اور مذہب مغلوب ہوگیا تو
پھر محض تلوار تو کچھ فائدہ نہیں دیتی، وہ تو بہت جلد کند ہوجاتی ہے سید ابو الحسن ندوی
نے اپنی کتاب سیرۃ احمد شہید ص ۲۱ و ۲۲ میں لکھا ہے۔

"یہ حقیقت کہ خلافت امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ اور ولید بن عبد
الملک ہارون مامون اور عبدالرحمٰن ناصر کا عہد اصولی حیثیت سے
معیار اور مستند نہیں ہے ان لوگوں کے لئے نئی ہوگی جو اسلام کے معنی
اسلامی تمدن سمجھتے ہیں اور اسلامی تمدن سے ان کی مراد بغداد و قرطبہ
دمشق و غرناطہ کا تمدن ہوتا ہے وہ اسلام کی ترقی کو میناروں کی بلندی
فن تعمیر کی ترقی اور فنون لطیفہ کی سرپرستی کے پیمانہ سے ناپتے ہیں
لیکن جو سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک عملی و روحانی و اخلاقی اور معاشرتی
مذہب ہے ان کو اس کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان دار الخلافہ
اور سر بفلک مسجدوں کے بجائے مدینہ کی جھونپڑیوں میں نظر آئیگی

حضرت علی کی فہم و فراست نے ان قبل از وقت فتوحات کی برائیوں کو فوراً معلوم
کرلیا اور آپنے ادھر سے ہاتھ کھینچ لیا، آپکی یہ کوشش رہی کہ جہاد کو اس کی اپنی
اصلی صورت میں لے آویں جو جناب رسولخدا کے وقت میں تھی، یہ امر بھی نظر انداز نہ کرنا

وقت تک مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ اب
تی اس ہی بات کی مقتضی تھی کہ جو کچھ مل گیا ہے اس کو مضبوط

یاست کا اندازہ ان کی مشکلات اور زمانہ کے حالات کو
پ کی رعایا تو ایسی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، آپ کے مقابلہ کے
ن کا تذکرہ اوپر کیا گیا
لی ان تمام اعتراضات سے واقف تھے جو آپ کے خلاف آپ کے کم
رتے تھے اور کر سکتے تھے ان سب کا جواب نہایت خوبی سے آپ نے
بوں میں دیا ہے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

ہ ما معاویۃ باذھی منی	قسم خدا کی معاویہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور
ولکنہ یغدر ویفجر ولولا	ذہین نہیں لیکن وہ مکار ہے اور فسق و فجور
کراھیۃ الغدر لکنت من	کرتا ہے اگر مکر و دھوکہ قبیح امور نہ ہوتے
اذھی الناس ولکن کل غدرۃ	تو میں سب سے زیادہ مکر کرنیوالا ہوتا۔
فجرۃ ولکل فجرۃ کفرۃ ولکل	لیکن ہر ایک دھوکہ باز مکار فاسق و
غادر لواء یعرف بہ یوم	فاجر ہے اور اس کے لئے روز قیامت
القیمۃ واللہ ما استغفل	ایک نشان ہو گا جس سے وہ پہچانا جائیگا
بالمکیدۃ ولا استغمز	قسم خدا کی میں مکاروں کی مکاریوں
بالشدیدۃ۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ	سے غافل نہیں ہوں اور کسی کی سخت
دارالکتب العربیۃ الکبری بمصر الجزء الاول ص ۴۹)	گیری کی وجہ سے نرم نہیں ہوا ہوں

یہ چار سطریں خلاصہ ہیں اس بحث کا جو سیاست علویہ پر ہو سکتی ہے اور جواب
ہے اس نکتہ چینی کا جو علی کے مخالفین قیامت تک کر سکتے ہیں، حضرت علی کی امامت
و حکومت نعمت خداوندی تھی جس کی طرف آیۂ کریمہ اتممت علیکم نعمتی
میں اشارہ کیا گیا ہے تفصیلی بحث کے لئے دیکھو صفحات ۹۵ لغایت ۱۰۶ علمائے

اسلام مانتے ہیں کہ نِعْمَتُ اللّٰہِ الَّتِیْ ....

"ھِیَ اِمَامَةُ عَلِیٍّ"........ ملاحظہ ہو ینابیع

الباب الثامن والعشرون۔ ص ۱۰۱

نعمتوں کے لئے خداوند تعالےٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے
ادا کیا جائے تو ان میں زیادتی ہوتی ہے لیکن اگر کفران نعمت کیا جا
کہ وہ نعمت اٹھالی جاتی ہے بلکہ عذاب شدید نازل ہوتا ہے

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم رکوع ۲	لوگوں نے علی کی حکومت ر کا کفران کیا تو اب تم دیکھ لو کہ و ب نعمت بھی اٹھ گئی اور شدید ترین عذا میں مبتلا ہو گئے۔

اگر مومن خالص ہوتے تو بمصداق آیہ کریمہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ سب پر غالب رہتے لیکن حالت کیا ہوئی جس طرح غیر مذاہب کے لوگوں اور کفار کو حکومت دنیاوی تو مل جاتی ہے ان کو بھی حکومت مل گئی لیکن باوجود فتوحاتِ ملکی کے مغلوب رہے مفتوحہ اقوام کا مذہب و طرز تخیل، نفس امارہ کی شیطنت ہمیشہ ان پر غالب رہی، خالص عرب سلطنت بنی امیہ کی تھی سو وہ محسن کشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی یہ کیا کم عذاب ہے سلطنت عباسیہ میں ایرانی عنصر غالب تھا اور وہی حکومت کر رہے تھے جس طرح ہندوستان میں انہی تخیل اور ہندوانی عنصر غالب تھا۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۶۰ میں حضرت علی کی افضلیت اور احقیت پر نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کا بیان نقل کریں وہ کہتے ہیں۔

ما اقول فی رجل اقرلہ اعداؤہ وخصومہ بالفضل ولم یمکنھم	میں کیا کہوں ایسے شخص کی نسبت جس کے اعدا اور رقیب اس کی فضیلت کے

ن فضائله فقد
بنو امیه علی
مشرق الارض
بکل حیلة فی
حریف علیه و وضع
الب له ولعنوه علی
بر و توعدوا ما دحیه
حبسوهم وقتلوهم ومنعوا
من روایت حدیث یتضمن له
فضیلة او یرفع له ... حتی حظروا
ان یسمی احد باسمه فما زاده
ذلک الا رفعة وسموا وکان
کالمسک کلما ستر انتشر عرفه و
کلما اکتتم تضوع نشره وکالشمس
لا تستر بالراح وکضوء النهار ان
حجبت عنه عینا واحدة ادرکته
عیون کثیرة وما اقول فی رجل
تعزی الیه کل فضیلة وتنتهی
الیه کل فرقة وتتجاذبه کل
طائفة فهو رئیس الفضائل
وینبوعها وابو عذرها وسابق
مضمارها ومجلی حلبتها کل من
برغ فیها بعده فمنه اخذ

قائل تھے اور وہ اسکے مناقب سے انکار نہ کر سکے
اور نہ اُسکے فضائل کو چھپا سکے تو جانتا ہے کہ
بنوامیہ سلطنت اسلام پر مشرق سے مغرب تک
غالب آگئے اور جتنی بھی ان میں طاقت تھی اس
طاقت کے زور سے کوشش کی کہ اس شخص کے نور کو
بجھا دیں اس غرض کیلئے انہوں نے احادیث میں
تحریف کی اور اسکے معائب و برائیاں اپنے دل سے
گھڑ کر مشہور کیں اور تمام منبروں کے اوپر اس
شخص پر لعنت کی، اس کے مدح کرنیوالے کو
دھمکایا بلکہ اسکو قید کر دیا اور قتل کر دیا اور اُن
احادیث کی روایت کرنے سے لوگوں کو روکا جن
احادیث سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی
تھی اور ان کا ذکر بلند ہوتا تھا لوگ یہاں تک
ڈر گئے تھے کہ اپنے بچوں کا نام علی نہیں رکھتے تھے،
لیکن یہ تمام کوششیں بیکار رہیں اور ان باتوں کا
نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہ ہوا کہ آپ کا ذکر اور زیادہ بلند
ہوا وہ مثل مشک کی خوشبو کے تھا کہ جتنا اسکو
چھپاتے تھے اتنا ہی زیادہ پھیلتا تھا جتنا اس پر
پردہ ڈالتے تھے اتنا ہی زیادہ مشہور ہوتا تھا بلکہ
آپکا ذکر مثل آفتاب کے تھا وہ چھپایا نہیں جا سکتا تھا
یا مثل دن کی روشنی کے تھا کہ اگر ایک آنکھ اس کی طرف
سے بند بھی ہو جائے تو ہزار ہا آنکھوں تک وہ پہنچتا تھا
اور میں کیا کہوں ایسے شخص کے متعلق کہ جس

ولہ انتهى وعلى مثالہ احتذى
وقد عرفت ان اشرف العلوم
هو العلم الالٰهي لان شرف
العلم بشرف المعلوم ومعلومہ
اشرف الموجودات فكان
هو اشرف العلوم ومن كلامہ
عليہ السلام اقتبس و
عنہ نقل واليہ انتهى
ومنہ ابتداء فان المعتزلہ
الذين هم اهل التوحيد
والعدل وارباب النظر
ومنهم تعلم الناس هذا
الفن تلامذتہ واصحابہ
لان كبيرهم واصل بن
عطاء تلميذ ابی هاشم عبد
الله بن محمد بن الحنفيۃ
وابو هاشم تلميذ ابيہ و
ابوہ تلميذہ عليہ السلام
واما الاشعريہ فانهم ينتمون
الى ابی الحسن علی بن ابی
الحسن بن ابی بشر الاشعری
وهو تلميذ ابو علی الجبائی
وابو علی احد مشائخ المعتزلہ

کی طرف تمام
فرقے اس کی
گروہ اس پ
کا سردار ہی او
بدن کئی ہوئی تو
بعد کسی فضیلت کو
اسکو حاصل کیا اور آپ د
آپکے نقش قدم پر چلا اور تو ب
العلوم علم الٰہیات ہی کیونکہ علم کا شر
معلوم سے ہوتا ہی اور علم الٰہیات کا معلوم
یعنی خداوند تعالیٰ اشرف الموجودات ہی لہذا
وہ اشرف العلوم ہوا حالت یہ ہی کہ اس مضمون
پر حضرت علی علیہ السلام کے کلام سے انتخاب کیا
جاتا ہی آپ سے ہی نقل کیا جاتا ہی اور اس علم کی
انتہا آپ پر ختم ہوتی ہی اور آپ سے ہی یہ علم شروع
ہوتا ہی کیونکہ ظاہر ہے کہ معتزلہ ہی اہل توحید و صاحب
عدل اور ارباب نظر ہیں اور انہیں سے جیسے لوگوں نے یہ
علم سیکھا وہ حضرت علی کے شاگرد اور انکے اصحاب تھے کیونکہ
سب سے بڑا واصل بن عطا شاگرد تھا ابو ہاشم عبداللہ
بن محمد بن حنفیہ اور ابو ہاشم شاگرد تھا اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا
اور محمد بن حنفیہ شاگرد تھا حضرت علی کا اور فرقہ اشعریہ
کا یہ حال ہی کہ انہوں نے اپنا علم حاصل کیا ابوالحسن علی بن
ابی الحسن علی بن ابی بشر الاشعری سے اور وہ شاگرد تھا ابو علی

ينتهون
تاذ المعتزلة
بن ابی طالب
اما الامامية
فانتماؤهم
ومن العلوم علم
هو عليه السلام
ه واساسه وكل فقيه
فى الاسلام فهو عيال عليه
ومستفيد من فقهه اما
اصحاب ابی حنيفة كان
يوسف ومحمد وغيرهما
فاخذوا عن ابی حنيفة و
اما الشافعی فقرأ علی محمد بن
الحسن فيرجع فقهه ايضا
الى ابی حنيفة واما احمد
بن حنبل فقرأ علی الشافعی
فيرجع فقهه ايضا الى ابی حنيفة
وابو حنيفة قرأ علی جعفر بن
محمد عليه السلام وقرأ جعفر
علی ابيه عليه السلام وينتهی
الامر الى علی عليه السلام واما
مالك بن انس فقرأ علی ربيعة

الجبائی کا اور ابو علی معتزلہ کے مشائخ میں سے ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اشعریہ نے آخر کار معتزلہ کے استاد سے علم حاصل کیا، اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں، امامیہ وزیدیہ کا حضرت علیؑ سے اخذ الٰہیات کرنا ظاہر ہی ہے علوم میں سے علم فقہ ہے اور حضرت علی علیہ السلام فقہ کی اصل وبنیاد ہیں، اسلام کا ہر ایک فقیہ حضرت علیؑ کا خوشہ چین ہے اور آپ کے فقہ سے مستفید ہوتا ہے۔
اصحاب ابو حنیفہ نے مثل یوسف ومحمد وغیرہما کے ابو حنیفہ سے اخذ فقہ کیا امام شافعی نے علم فقہ محمد بن الحسن سے حاصل کیا، لہذا امام شافعی کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے امام احمد بن حنبل نے شافعی سے علم فقہ حاصل کیا، لہذا احمد بن حنبل کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور ابو حنیفہ نے علم فقہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے حاصل کیا، اور انہوں نے اپنے باپ سے اور آخر کار یہ اخذ علم فقہ حضرت علیؑ پہ منتہی ہوتا ہے۔ مالک بن انس نے ربیعہ

الرائ وقراء ربيعه على عكرمة
وقراء عكرمة على عبد الله بن
عباس وقراء عبد الله بن
عباس على علي عليه السلام وَ
ان شئت رددت اليه فقه
الشافعي بقراءته على مالك كان
لك ذلك فهؤلاء الفقهاء
الاربعة واما فقه الشيعة
فرجوعه اليه ظاهر وايضا
فان فقهاء الصحابة كانوا
عمر بن الخطاب وعبد الله بن
عباس وكلاهما اخذ عن علي
عليه السلام اما ابن عباس
فظاهر وعمر فقد عرف كل احد
رجوعه اليه في كثير من
المسائل التي اشكلت عليه
وعلى غيره من الصحابة وقوله
غير مرة لولا علي لهلك عمر و
قوله لا بقيت لمعضلة ليس
لها ابو الحسن وقوله لا يفتين
احد في المسجد وعلي حاضر فقد
عرف بهذا الوجه انتهاء الفقه
اليه وقد ردت العامة والخاصة

الرائی کا علم فقہ
سے اور عکرمہ
سے حاصل کیا
نے حضرت علی
علم کو سیکھا، یہ
امام شافعی نے مالک
لہذا ان کا علم اس
علی پر منتہی ہوتا ہے بس یہ چ
اسلام علم فقہ میں حضرت علیؑ کے
ہیں اور ان کے شاگرد ہوئے اور شیعہ
لوگوں کا علم فقہ حضرت علیؑ سے لینا تو ظاہر ہی
ہے اصحاب رسول میں سے سب سے زیادہ فقہ جاننے
والے عبداللہ بن عباس و عمر بن الخطاب تھے اور ان
دونوں کو علم فقہ حضرت علیؑ نے سکھایا عبداللہ
بن عباس کا حضرت علیؑ سے علم فقہ حاصل کرنا تو ظا
ہی ہے اور حضرت عمر کی نسبت یہ ہے کہ سب لوگ
جانتے ہیں کہ بہت سے مسائل ہیں جو حضرت عمر اور دیگر
صحابہ کے روبرو پیش ہوتے تھے اور وہ انکے حل کرنے سے عاجز
ہوتے تھے تو حضرت عمر اور وہ لوگ حضرت علی کی طرف
رجوع کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے بار بار کہا کہ اگر
علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا میں باقی نہ رہوں اس مشکل کیلئے
جس کے حل کرنے کے واسطے علی ابن ابی طالب نہیں مسجد میں اگر
علی موجود ہوں تو انکی موجودگی میں کوئی اور شخص فتویٰ نہ دیا

لیہ وآلہ
ناء ھو
نقہم روی
علیہ السلام
ثہ الی الیمین
اھد قلبہ و
نہ قال نما شککت
ا فی قضاء بین
نین ومن العلوم علم
تفسیر القرآن وعنہ اخذ
ومنہ فرّع وإذا رجعت الی
کتب التفسیر علمت صحۃ
ذلک لان اکثرہ عنہ و
عن عبد اللہ بن عباس
وقد علم النّاس حال بن
عباس فی ملازمتہ لہ
وانقطاعہ الیہ وانہ تلمیذہ
وخریجہ وقیل لہ این
علمک من علم ابن عمک
فقال کنسبۃ قطرۃ مِن
المطر الی البحر المحیط ومن
العلوم علم الطریقۃ والحقیقۃ
وَاحوال التصوف وقد عرفت

اِس سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت عمر کا فقہ حضرت
علیؑ پر منتہی ہوتا ہے عوام وخواص نے جناب
رسولخداص کا یہ قول نقل کیا ہے فرمایا آپ نے کہ
تم سب میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے
والے علی بن ابی طالب ہیں اور تمام لوگوں نے
جناب رسولخداص کی یہ دعا نقل کی ہے جو آپ نے
حضرت علی کے حق میں ان کو یمن پر قاضی مقرر
کرنیکے وقت کی تھی کہ اے بار خدایا اسکے دل کو
ہدایت دے اور اسکی زبان کو صحیح کر حضرت علی کہتے ہیں
کہ اسکے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ
کرتے وقت شک واقع نہیں ہوا..... علوم میں سے
علم تفسیر قرآن ہے پس یہ علم حضرت علی سے لیا گیا ہے۔
اور اُنسے ہی پھیلا ہے، اگر تم کتب تفاسیر کی طرف رجوع
کروگے تو اس قول کی صحت سے آگاہ ہو جاؤگے کیونکہ
تمام تفاسیر یا حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہیں
یا عبد اللہ ابن عباس سے اور یہ ظاہر ہے کہ عبد اللہ
ابن عباس نے علم تفسیر حضرت علی کی خدمت میں
رہ کر حاصل کیا تھا اور وہ آپ کے شاگرد تھے۔
حضرت عبد اللہ ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے
علم کو حضرت علی کے علم سے کیا نسبت ہے تو عبد اللہ
ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ
کو اس بارش عظیم سے ہوتی ہے جو بحر محیط پر برسے اور علوم
میں علم طریقت وحقیقت وتصوف ہے اور تمکو

ان ارباب هذا الفن فی جمیع
بلاد الاسلام الیه ینتهون
وعنده یقفون وقد صرح
بذلك الشبلی والجنید
وسری وابو یزید البسطامی
وابو محفوظ معروف الکرخی
وغیرهم ویکفیك دلالة علی
ذلك الخرقة التی هی
شعارهم الی الیوم وکونهم
یسندونها باسناد متصل
الیه علیه السلام ومن
العلوم علم النحو والعربیة
وقد علم الناس کافة انه
هو الذی ابتدعه وانشاءه
وملی علی ابی الاسود الدؤلی
جوامعه واصوله من جملتها
الکلام کله ثلاثة اشیاء
اسم و فعل وحرف ومن
جملتها تقسیم الکلمة الی
معرفة ونکرة وتقسیم
وجوه الاعراب الی الرفع
والنصب والجر والجزم وهذا
یکاد یلحق بالمعجزات لان

علم کا حال معلوم ہی کہ
اس علم کے عالموں ک
ہوتا ہی، اس کی تش
جنید و سری وا!
وابو محفوظ معروف
نے کی ہے اور اس بار
کے لئے صرف یہی ایک امر
کہ آجتک یہ لوگ حضرت علی کے خرقہ
بنائے ہوئے ہیں اور تمام اسناد حضرت علی کی طرف
لیجاتے ہیں اور علوم میں سے علم النحو زبان عربی
ہے اور تمام لوگ اچھی طرح جانتے ہیں:۔
کہ حضرت علی ہی نے اس علم کو
شروع و ایجاد کیا اور آپ نے ابوالاسود
کو اس علم کے اصول و قواعد
سکھائے، چنانچہ آپ نے اسے
بتایا کہ ہر کلام میں تین چیزیں
ہوتی ہیں۔ اسم، فعل و حرف
اور کلمہ کی ۲ دو قسمیں ہوتی ہیں۔
معرفہ و نکرہ، اور آپ نے وہ وجوہات
اسباب بھی بتائے جو اعراب پر اثر ڈالتے
ہیں اور ان کو رفع و نصب جر و
جزم کی طرف لے جاتے ہیں، اور
یہ ایک معجزہ تھا۔ کیوں کہ اس قسم

لاتفی بهذا
ر بهذا
رجعت
خلقیة و
نیة والدینیة
جلاها واطلاع
الشجاعة فانه
لناس فیها ذکر من
ان قبله ومحا اسم من
یاتی بعده ومقاماته
فی الحرب مشهورة یضرب
بها الامثال الی یوم القیامة
وهو الشجاع الذی ما فر قط
ولا ارتاع من کتیبة ولا بارز
احدا الا قتله ولا ضرب ضربة
قط فاحتاجت الاولی الی ثانیة
واما القوة والاید فبه
یضرب المثل فیهما قال ابن
قتیبة فی المعارف ما صارع
احدا قط الا صرعه وهو
الذی قلع باب خیبر و
اجتمع علیه عصبة من
الناس لیقلبوه فلم یقلبوه

کا احصاء و استنباط قوت بشریہ سے باہر ہے اور اگر تم
خصائص خلقیہ اور فضائل نفسانیہ اور
دینیہ پر غور کرو گے تو حضرت علی کو ان
صفات میں سب کا سردار اور سب
سے آگے پاؤ گے، شجاعت کو لو شجاعت
میں حضرت علی نے ان بہادروں کے ذکر
کو فراموش کرا دیا جو ان سے پہلے گذرے
تھے اور ان کے ناموں کو محو کر دیا جو ان
سے بعد آنے والے تھے اور آپ کا درجہ جنگ میں
مشہور ہے اور قیامت تک ضرب المثل رہے گا آپ
ایسے شجاع تھے کہ ایک دفعہ بھی جنگ
سے نہیں بھاگے، کوئی شخص اُن
کے مقابلہ کے لئے نہیں آیا، مگر یہ کہ
آپ نے اسے قتل کر دیا، ایک ضرب
مارنے کے بعد آپکو کبھی دوسری ضرب
مارنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ قوت جسمانی
و بسالت کو لو تو وہ ضرب المثل ہیں ان
کی مثال دی جاتی ہے، ابن قتیبہ اپنی
کتاب معارف میں کہتا ہے کہ حضرت علی نے
کسی سے کشتی نہیں کی لیکن یہ کہ اسے گرا دیا۔
آپ وہ ہیں جنھوں نے در خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا
لوگوں کی ایک جماعت نے مل کر کوشش کی
کہ اس در کو جنبش دیں لیکن جنبش نہ دے سکے

وَهُوَ الّذی اقتلع هبل من
اعلی الکعبة وکان عظیماً کبیراً
اجدا فالقاه الی الارض وَهُوَ
الّذی اقتلع الصخرة العظیمة
فی ایام خلافته بیده
علیه السلام بعد عجز الجیش
کله عنها فانبط الماء من تحتها
وَاما السخا وَالجود فحاله فیه
ظاهرة کان یصوم ویطوی
ویؤثر بزاده وفیه انزل
ویطعمون الطعام علی حبه
مسکیناً ویتیماً واسیرا
انما نطعمکم لوجه الله لا
نرید منکم جزاء ولا شکورا
روی المفسرون انه لم
یمکن یملک الا اربعة دراهم
فتصدق بدرهم نهارا وبدرهم
سراً وبدرهم علانیة فانزل
فیه الّذین ینفقون
اموالهم باللیل وَالنهار
سراً وعلانیة وروی
عنه انه کان یسقی بیده
لنخل قوم من یهود المدینة

آپ وہ ہیں جنہوں نے
سب سے بڑی بت ہبل
نیچے پھینک دیا، یہ بہ
آپ وہ ہیں جنہوں
میں عظیم الشان پتھر کو
پھینکدیا، اسکے نیچے سے پا
کے ہلانے سے آپ کا تمام لشکر بل
ہو گیا تھا، اگر سخا اور جود کو لو تو آپ
حال اس میں ظاہر ہے، آپ روزہ رکھتے تھے
اور پھر اپنے طعام کو راہ خدا میں دیدیتے تھے
اور خود گرسنہ رہتے تھے آپکے حق میں آیت
نازل ہوئی ویُطعِمُونَ الطَّعَامَ علیٰ حبّہٖ الآیۃ
اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ آپکے
پاس صرف چار درہم تھے، ایک درہم
کو راہِ خدا میں صدقہ کر دیا اور
ایک درہم دن میں دیدیا، ایک
درہم چھپاکر دیا اور ایک درہم علانیہ
دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
الّذِیْنَ ینفقون اموالھم
باللّیل والنّھار سرًّا وعلانیۃ
اپنے ہاتھوں سے آپ اجرت پر
یہودیوں کے درختوں کو پانی
دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ:-

يتصدّق
بطنه حجراً
ذكر عليه
نحى الناس على
يحبه الله السخاء
نا لا لسائل قط....
لم والصفح فكان اعلم
اس عن مذنب واصفحهم
عن مسئ وقد ظهرت صحة
ما قلنا لا يوم الجمل حيث ظفر
بمروان ابن الحكم وكان
اعدى الناس له واشدهم
بغضا فصفح عنه وكان عبد
الله بن الزبير يشتم علىٰ
رؤس الاشهاد وخطه
يوم البصرة فقال قد اتاكم
ذنب اللئيم علی بن ابی طالبؑ
وكان علی علیہ السلام يقول
مازال الزبير رجلاً منا اهل
البيت حتى شب عبد الله
فظفر به يوم الجمل فاخذه
اسيرا فصفح عنه وقال اذهب
فلا اريناك لم يزده على ذلك

کہ آپکے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور
اجرت جو ملتی تھی وہ راہِ خدا میں صدقہ دیدیتے
تھے اور خود پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے،
شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی تمام لوگوں سے زیادہ
سخی تھے اور آپکی طینت و سرشت میں سخا کو
خمیر کیا گیا تھا اس سخا و جود کو جس کو خداوند
تعالیٰ دوست رکھتا ہے آپ نے کبھی کسی سائل کو نہیں
نہیں کہا اگر حلم اور عفو کو لو تو حضرت علی تمام
لوگوں سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ گناہوں
و غلطیوں کو معاف کرنیوالے تھے ہمارا اس قول
کی صحت کی تصدیق جنگ جمل کے واقعات سے
ہوتی ہے اسدن آپنے مروان بن الحکم پر فتح
پائی اور یہ مردود آپکا شدید ترین دشمن تھا اور
بہت زیادہ بغض آپ سے رکھتا تھا مگر آپنے اسکو
معاف کردیا اور عبداللہ ابن زبیر آپکو تمام
لوگوں کیسامنے سب و شتم کرتا تھا دشنام دیتا تھا۔
بصرہ کی جنگ کے موقعہ پر ایک خطبہ میں اس نے
کہا کہ بہ تحقیق تمہاری طرف (معاذ اللہ) ایک
کمینہ و لئیم علی ابن ابی طالب آرہا ہے اور جناب امیرؑ
فرمایا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہمارا ایک آدمی ہم میں سے
تھا اسوقت تک کہ جب تک اس کا لڑکا عبداللہ
جوان نہیں ہوا اسوقت وہ ہم سے منحرف ہوگیا جنگ جمل میں
علیؑ نے عبداللہ ابن زبیر پر فتح پائی اور وہ قید ہو کر آیا

وظفر بسعید بن العاص بعد
وقعة الجمل بمكة وكان
له عدوا فاعرض عنه ولم
يقل له شيئا..... واما الجهاد
في سبيل الله فمعلوم عند
صديقه وعدوه انه سيّد
المجاهدين واهل الجهاد لاحد من
الناس الا له وقد عرفت ان
اعظم غزاة غزاها رسول الله صلى
الله عليه وآله واشدها
نكاية في المشركين بدر
الكبرى قتل فيها سبعون
من المشركين قتل علي عليه
السلام نصفهم وقتل المسلمون
والملائكة النصف الآخر و
إذا رجعت الى مغازي محمد بن
عمر الواقدي وتاريخ الاشراف
ليحيى بن جابر البلاذري
وغيرهما علمت صحة ذلك دع
من قتله في غيرها كاحد
والخندق وغيرهما وهذا الفصل
لا معنى للاطناب فيه لانه
من المعلومات الضروريه

لیکن آپ نے اسکو معاف
میں کچھ دکھنا نہ
اسی طرح سعید بن
وہ آپ کا سخت دشمن
کہا اور جہاد راہ خدا کو
اور دشمنوں سب کو معلوم ہے
کے سردار ہیں، جہاد سے سب لوگ
کے ڈرتے تھے اور جی چراتے تھے تم جا
کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و
آلہ کے غزوات میں غزوہ بدر الکبریٰ عظیم
ترین تھا اس میں ستر مشرکین مارے
گئے جن میں سے نصف کو صرف علی مرتضیٰ
نے قتل کیا اور تمام مسلمانوں اور ملائکہ نے
مل کر باقی نصف کو قتل کیا، اور اگر تم
مغازی محمد بن عمر الواقدی و تاریخ الاشراف
یحیی بن جابر البلاذری وغیرہما کی
طرف رجوع کروگے تو تمہیں ہمارے
قول کی صحت معلوم ہوگی، اُن کو
چھوڑ دو جو آپ نے دیگر غزوات
مثلاً احد و خندق وغیرہما میں
قتل کئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس
میں ذرا شک نہیں یہ ان معلومات حقیقیہ میں
سے ہیں جیسے کہ علم موجود شئی کا ہوتا ہے یعنی

كه ومصر و	جیسے یہ مسلّم کہ دنیا میں ایک شہر مکہ ہی یا مصر ہے اور
نة فهو عليه	اگر فصاحت کو لو تو آپ امام الفصحاء و
اء وسيّد	سید البلغاء ہیں، اور آپ کے کلام کی
ه قيل دون	نسبت کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے کم تر
دق كلام المخلوق وفوق	اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔
اس الخطابة و	اور اس سے لوگ خطابت اور کتابت
قال عبد الحميد بن	سیکھتے ہیں عبدالحمید بن یحییٰ کہتے ہیں
حفظت سبعين خطبة	کہ میں نے آپ کے ستر مشہور و خطبے حفظ
من خطب الاصلع ففاضت ثمّ	کئے اور اس کے بعد میرے علم میں ترقی
فاضت وقال ابن نباتة حفظت	ہوتی گئی، ابن نباتہ کہتا ہے کہ میں
من الخطابة والكتابة كنزا	نے خطبوں میں سے ایسا خزانہ حفظ کیا
لا يزيده الانفاق الا سعة و	ہے کہ جس کو خرچ کرنے سے اور ترقی
كثرة حفظت مائة فصل	ہوتی ہے میں نے حضرت علیؑ کے خطبوں
من مواعظ علي بن ابي طالب	میں سے سو فصلیں حفظ کی ہیں ......
.... ويكفي هذا الكتاب	...... یہ کتاب (نہج البلاغہ) جس کی
الذي نحن شارحوه دلالة	ہم شرح لکھ رہے ہیں کافی ہے اس بات کے
لى انّه لا يجاري في الفصاحة	ثابت کرنے کے لئے کہ فصاحت و بلاغت میں
ولا يباري في البلاغة وحسبك	کوئی شخص آپکی برابری نہیں کرسکتا تمہیں
انه لم يدون لاحد من فصحا	قائل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ فصیح
الصحابة العشر ولا نصف	صحابہ میں سے کسی کا کلام آپکے کلام کے دسویں
العشر مما دون له وكفاك	بلکہ بیسویں حصہ کے برابر بھی جمع نہیں کیا
في هذا الباب ما يقوله ابو	گیا جو تعریف آپکے کلام کی کتاب البیان
عثمان الجاحظ في مدحه في	والتبیین و دیگر کتب میں ابوعثمان الجاحظ نے کی

كتاب البيان والتبيين وفي
غيره من كتب. واما سجاحة
الاخلاق وبشر الوجه وطلاقة
المحيا والتبسم فهو المضروب
به المثل فيه حتى عابه
بذلك اعداؤه قال عمرو
بن العاص لاهل الشام انه
ذو دعابة شديدة.......
وعمرو بن العاص انما اخذها
عن عمر بن الخطاب لقوله له
لما عزم على استخلافه لله
ابوك لولا دعابة فيك الا
ان عمرا اقتصر عليها وعمرو زاد
فيها وسمجها .... واما
الزهد في الدنيا فهو سيد
الزهاد وبدل الابدال واليه
تشد الرحال وعنده تنفض
الاحلاس ما شبع من طعام
قط وكان اخشن الناس
ماكلا وملبسا قال عبد الله
بن ابي رافع دخلت اليه
يوم عيد فقدم جرابا
مختوما فوجدنا فيه خبز

وہ ہی اس ا...
خوش اخلاقی
بشرہ کا ذکر کر
ہیں یہاں تک کہ
آپکے اوپر
العاص نے اہل ش
.....اور عمرو بن ا
عمر سے اخذ کی تھی کیونکہ جب
کا ذکر آیا تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ
خلیفہ مقرر کر دیتا اگر ان میں مزاح نہ ہوتا حضرت
نے تو اختصار سے یہ نکتہ چینی کی تھی عمرو بن العاص نے
بڑھا کر کہدیا.....(اس جگہ ابن ابی الحدید نے یہ
بحث کی ہے کہ خوش مزاجی و تبسم و مزاح اچھی چیز ہے
برخلاف اسکے سرکہ با بر و رہنا بد اخلاقی میں
داخل ہے جناب سرورکائنات بھی مزاح کرتے تھے مزاح و
خوش مزاجی کیسا حضرت علی ہیں اور جناب سرورکائنات
میں تمکنت و ہیبت تھی وغیرہ وغیرہ ہم نے یہ بحث کو
نقل نہیں کیا) اور اگر زہد کو لو تو حضرت علی زاہدوں
کے سردار اور بدل الابدال تھے آپنے کبھی سیر ہو کر کھانا
نہیں کھایا تمام لوگوں سے زیادہ سخت کھانا کھاتے
تھے اور سخت لباس پہنتے تھے عبداللہ ابن ابی رافع
کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت علی کی
خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ

منوصا فقدم
ا امير المومنين
ال خفت
ان يلتاه
كان ثوبه
تارة وبليف
ونعلاه من ليف
يلبس الكرباس
الغليظ فاذا وجد كمه طويلا
قطعه بشفرة ولم يخطه فكان
يزال متساقطا على ذراعيه
حتى يبقى سدى لالحمة له
وكان يأتدم اذا ائتدم
بخل او بملح فان ترقى عن
ذلك فبعض نبات الارض
فان ارتفع عن ذلك فبقليل
من البان الابل ولاياكل
اللحم الا قليلا ويقول لا
تجعلوا بطونكم مقابر
الحيوان وكان مع ذلك اشد
الناس قوة واعظمهم يدا لم
ينقص الجوع قوته ولا يخور
الاقلال منته وهو الذي

میں نے دیکھا کہ ایک سربمہر تھیلا تھا اس میں سوکھی
ہوئی جو کی روٹی تھی آپ نے اور اسے کھول کر کھانے
لگے میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اسکو سربمہر کیوں
رکھتے ہیں آپ نے جواب دیا اس لئے کہ
کہیں میرے لڑکے اس کو روغن یا زیتون
سے چرب کر دیں آپ کی پوشاک میں چمڑے
اور پوست درخت خرما کے پیوند لگے ہوئے
تھے اور جوتے پوست درخت خرما کے
تھے موٹے کپڑے کا لباس پہنتے تھے
اگر کبھی آستین بڑی ہوتی تھی تو اس
کو چاقو سے کاٹ دیتے تھے اور پھر
اس کو سلواتے نہیں تھے ۔ لہذا جب
تک وہ باقی رہتی تھی شانے پر لٹکتی رہتی تھی
سالن میں کبھی کبھی سرکہ یا نمک ڈال لیتے
تھے اگر کبھی اس سے ترقی کی تو کچھ سبزی ڈال
لی اور اگر کبھی اس سے بھی آگے بڑھے تو
تھوڑا سا شیر شتر استعمال فرمالیتے تھے ۔
گوشت آپ بہت کم استعمال کرتے تھے
اور فرمایا کرتے تھے کہ اپنے شکم کو حیوانوں
کی قبر نہ بناؤ، باوجود ان سب باتوں کے
تمام لوگوں سے زیادہ آپ میں قوت و
طاقت تھی، بھوک آپ کی قوت کو
کم نہیں کرتی تھی، آپ نے دنیا کو طلاق

طلق الدنیا وکانت الاموال تجبی الیه
من جمیع بلاد الاسلام الا
من الشام فکان یفرقها ویمزقها
......واما العبادة فکان اعبد
الناس واکثرهم صلاة وصوما
ومنه تعلم الناس صلاة
اللیل وملازمة الاوراد
وقیام النافلة وما ظنک
برجل کانت جبهته کثفنة
البعیر لطول سجوده وانت اذا
تاملت دعواته ومناجاته
ووقفت علی ما فیهما من تعظیم
الله سبحانه واجلاله وما
یتضمنه من الخضوع لهیبته
والخشوع لعزته والاستخذاء
له عرفت ما ینطوی علیه
من الاخلاص وفهمت
من ای قلب خرجت وعلی ای
لسان جرت وقیل لعلی بن
الحسین علیه السلام وکان
الغایة فی العبادة این عبادتک
من عبادة جدک قال عبادتی
عند عبادة جدی کعبادة

دیدی تھی۔ تمام بلاد اسلا
آپکے پاس مال آتا تھا آ
.....اگر عبادت کو دیکھو
عبادت کرنیوالے تھے او
تھے اور روزے رکھتے تھے
نماز و اوراد و قیام نافلہ سکھا کر
ہے اس شخص کی نسبت جو اپنی حفاظ
کو ترجیح دیتا تھا لیلۃ الہریر کی لڑائی و
دونوں صفوں کے مابین آپکا سجادہ بچھایا گیا پس
آپ فکر کیساتھ اسپر نماز پڑھتے تھے درانحالیکہ
دشمنوں کے تیر آپکے چاروں طرف پڑ رہے تھے اور
اوپر سے گزر رہے تھے آپکو اس کا ذرا بھی خوف نہ تھا
اور وہاں سے نہ اٹھے جب تک کہ اپنا وظیفہ ختم نہ کرلیا۔
اور کیا خیال ہے تمہارا اس شخص کی نسبت کہ جس کی
پیشانی کثرت سجود کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنے کی طرح
ہوگئی ہو اور اگر تم ان کی دعاؤں اور مناجاتوں پر غور
کرو اور واقف ہو کہ ان دعاؤں اور مناجاتوں میں
کس قدر خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا ذکر ہے اور
ان میں خداوند تعالیٰ کی ہیبت و عزت کے آگے کسقدر خضوع
و خشوع بھرا ہوا ہے تو پھر تم کو معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا
اخلاص ہے اور کس قلب سے نکلی ہیں اور کس زبان پر جاری
ہوئی ہیں حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین
کی عبادت غایت درجہ کی تھی ان سے سوال کیا گیا کہ آپکی

...سول الله صلى
...ا قرأته
...به فهو
...ف هذا الباب
...ى .... انه
...القرآن على عهد
...الله صلى الله عليه
...ه ولم يكن غيره يحفظه
...ثم هو اول من جمعه نقلوا
كلهم انه تاخر عن بيعة
ابى بكر فاهل الحديث لا
يقولون ما تقوله الشيعة
من انه تاخر مخالفة
للبيعة بل يقولون
تشاغل بجمع القرآن فهذا
يدل على انه اول من
جمع القرآن لانه لو كان
مجموعا فى حياة رسول الله
صلى الله عليه وآله لما احتاج
الى ان تشاغل بجمعه بعد
وفاته صلى الله عليه وآله
واذا رجعت الى كتب القراءة
وجدت ائمة القراء كلهم

عبادت اور آپ کے دادا کی عبادت میں کیا
نسبت ہے فرمایا کہ میری عبادت اور میرے
دادا کی عبادت میں وہ نسبت ہے جو میرے دادا
کی عبادت کو رسول خدا کی عبادت سے نسبت
تھی اور اگر تفسیر علم قرآن کی طرف نظر کرو تو
یہ حضرت علی کی خاص دلچسپی کا مضمون تھا تمام
امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ
نے رسول خدا ہی کی حیات میں قرآن حفظ
کر لیا تھا درآنحالیکہ اس وقت کسی اور نے
حفظ نہیں کیا تھا اور حضرت علی ہی اول
وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے قرآن شریف
کو جمع کیا تھا، تمام لوگوں نے روایت
کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت
شروع شروع میں نہیں کی اور اس سے
تاخیر کی وجہ نہیں بتاتے جو شیعہ کہتے ہیں
کہ آپ کو ابو بکر سے مخالفت تھی، بلکہ وہ
کہتے ہیں کہ قرآن شریف کے جمع کرنے میں
مشغول تھے اسوجہ سے بیعت میں تاخیر کی اس سے یہ ثابت
ہوا کہ جس نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا وہ علی مرتضیٰ
تھے کیونکہ اگر حیات جناب رسول خدا میں وہ جمع ہو گیا ہوتا تو
تو پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علی کو اسکے
جمع کرنے میں مشغول ہونے کی ضرورت نہ باقی رہتی اور جب
تم قرأت قرآن کی کتابوں کی طرف رجوع کروگے تو تم کو

یرجعون الیہ کابی عمرو بن
العلاء وعاصم بن ابی النجود
وغیرهما لانهم یرجعون
الی ابی عبد الرحمٰن السلمی القاری
وابو عبد الرحمٰن کان تلمیذہ
وعنہ اخذ القران فقد صار
ھذا الفن من الفنون التی
تنتھی الیہ ایضا مثل کثیر
مما سبق واما الرای والتدبیر
فکان من اسد الناس رایا
واصحھم تدبیرا وھو الذی
اشار علی عمر لما عزم علی ان یتوجہ
بنفسہ الی حرب الروم والفرس
بما اشار وھو الذی اشار
علی عثمان بامور کان صلاحہ
فیہا ولو قبلہا لم یحدث
علیہ ما حدث وانما قال
اعداؤہ لا رای لہ لانہ
کان متقیدا بالشریعۃ
لا یری خلافہا ولا یعمل بما
یقتضی الدین تحریمہ وقد
قال علیہ السلام لولا الدین
والتقی لکنت ادھی العرب

معلوم ہوگا کہ تمام آئمہ
العلاء، عاصم بن ابی النجود
طرف رجوع کرتے ہیں ک
السلمی کی طرف رجوع کرتے
السلمی حضرت علی کے شاگرد
قرأت و قرآن اخذ کیا تھا پس یہ
دیگر علوم کے جن کا ذکر پہلے کیا گیا حضر
پر منتہی ہوتا ہے اور اگر رائے و تدبیر کو دیکھو
تو حضرت علی تمام لوگوں میں سب سے
بہتر رائے رکھنے والے اور سب سے زیادہ
صحیح تدبیر کرنے والے تھے، آپ ہی تھے
جنھوں نے حضرت عمر کو بذات خود لڑائی ہوں
پر جانے سے روکا اور آپ ہی تھے جنھوں
نے حضرت عثمان کو صحیح رائے دی اگر
وہ اس پر عمل کرتے تو انکے اوپر وہ مصیبتیں
نہ آتیں جو آئیں، آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپ
کی کوئی رائے نہیں تھی کیونکہ آپ تو شریعت
کے معتقد تھے اور اس کے خلاف کوئی
بات نہیں کرسکتے تھے اور کوئی ایسا
کام نہیں کرتے تھے جو دین کے مطابق
نہ ہو۔ بہ تحقیق کہ حضرت علی فرمایا کرتے
تھے کہ اگر دین و تقویٰ کا خیال
درمیان میں نہ ہو تو میں تمام عرب سے

فانہ کان یعمل
بمصلحتہ ویتوقفہ
لہا بقاللشرع
ترتیب ان من
یؤدی الیہ اجتہادہ
مع ضوابط وقیود
ولاجلہا مما یری
صلاح فیہ تکون احوالہ
الدنیاویۃ الی الانتظام
اقرب ومن کان بخلاف
ذلک تکون احوالہ الدنیاویہ
الی الانتشار اقرب، واما السیاسۃ
فانہ کان شدید السیاسۃ
خشنا فی ذات اللہ لم یراقب
ابن عمہ فی عمل کان ولاہ
ایاہ ولا راقب اخاہ عقیلا
فی کلام جبہہ بہ واحرق
قوما بالنار ونقض دار
مصقلہ ابن ہبیرۃ ودار
جریر بن عبد اللہ البجلی
وقطع جماعۃ وصلب آخرین
ومن جملۃ سیاسۃ حربیہ
فی ایام خلافتہ بالجمل

سے بہتر تدبیر کرنے والا ہوتا اور آپ کے
علاوہ دیگر خلفاء جو تھے وہ تو وہ کام کرتے
تھے جو امور سیاسی کے متقاضی ہوتا تھا اور جس
میں مصلحت دنیوی ہوتی تھی وہ اسبات کا
خیال نہیں کرتے تھے کہ یہ مطابق شرع کے ہے
یا نہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص
اپنی عقل وتدبیر کے مطابق کام کرتا ہو اور
ان قواعد وضوابط کا مقید نہ ہو کہ
جن کی وجہ سے ان امور سے باز
رہنا پڑے جن کو وہ مصلحت کے مطابق
سمجھتا ہے تو اس کے احوال دنیویہ
کا انتظام اچھا ہوگا اس شخص کے احوال
دنیاویہ منتشر ہوں گے جو اپنے افعال
میں کسی ضابطہ وقواعد کا پابند ہو اور اگر
سیاست کی طرف نظر ڈالو تو حضرت علی امور سیاست
میں خدا سے ڈرتے ہوئے بہت زیادہ
سخت تھے اپنے ابن عم (عبد اللہ ابن عباس)
کو جو امور مملکت سپرد کئے تھے ان میں محاسبہ
لینے میں آپ نے اپنے ابن عم کی کچھ رعایت
نہ کی اور نہ اپنے بھائی عقیل کی پرواہ کی
ایک قوم کو آگ سے جلا دیا مصقلہ بن ہبیرہ
وجریر بن عبد اللہ بجلی کے گھر منہدم کرا دئے
ایک گروہ کو قتل کرا دیا کئی آدمیوں کو پھانسی دی

وصفين والنهروان وفي اقل
القليل منها مقنع
كل سائس في الدنيا
يبلغ فتكه وبطشه
انتقاصه مبلغ العشر مما دونا
عليه السلام في هذه الحروب
بيده واعوانه فهذه هي
خصائص البشر ومزاياهم
قد اوضحنا انه فيها الامام
المتبع فعله والرئيس المقتفي
اثره وما اقول في رجل
تحبه اهل الذمة على
تكذيبهم بالنبوة وتعظمه
على معاندتهم
لاهل الملة وتصور ملوك
الفرنج والروم صورته في
بيعها وبيوت عباداتها
حاملا سيفه مشمرا للحرب
وتصور ملوك الترك
والديلم صورته على
اسيافها كان على سيف
عضد الدولة ابن بويه و
سيف ابيه ركن الدولة

آپ کی سیاست
جمل و صفین
ہوتی ہے ان
قوت و سختی و
آپ سے عمل
دسویں حصے کو
دال نہیں سمجھتے۔
غرضکہ یہ سب وہ بشری
ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور جن
میں حضرت علیؑ تمام لوگوں کے
سردار تھے اور سب کے امام تھے۔
اور میں کیا کہوں اس شخص کی نسبت
جس کو اہل الذمہ بھی دوست رکھتے
تھے باوجود اس کے کہ وہ نبوت
کے منکر تھے اور جس کی تعظیم
فلاسفہ بھی کرتے تھے باوجود اس
کے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن تھے
ترک و دیلم کے بادشاہ اپنی تلواروں
پر حضرت علی کی تصویر نقش کرتے
تھے، عضدالدولہ بن بویہ اور
اس کے باپ رکن الدولہ و الپ
ارسلان اور اس کے بیٹے ملک
شاہ کی تلواروں پر آپ کی تصویریں

ن علی سیف
وابنه
ینه کانہم
نصر والظفر
ر جل حب
ن یتکثر به و
حدان یتجمل و
ن بالانتساب الیه
تی الفتوة التی احسن
ما قیل فی حدها ان لا
تستحسن من نفسك
ما تستقبحه من غیرك
فان اربابها انتسبوا انفسهم
الیه وصنفوا فی ذلك كتبًا
وجعلوا لذالك اسنادا
انهوه الیه وقصروه علیه
وسموه سید الفتیان
وعضدوا مذهبهم بالبیت
المشهور المروی انه سمع
من السماء یوم احد۔ لا
سیف الا ذوالفقار لا فتیٰ
الا علی

تھیں گویا وہ اس سے فال لیتے تھے
نصرت وظفر کی، اور کیا کہوں میں
ایسے شخص کی نسبت جس کے متعلق
ہر ایک شخص چاہتا تھا کہ اس کی نسبت
ان سے کی جائے کیونکہ مقولہ ہے کہ
آنچہ برخود نپسندی بہ دیگراں
مپسند، جب لوگوں نے اپنی
ذات کی نسبت حضرت علی کی طرف
کردی اور اس کے متعلق بہت
سی کتابیں لکھیں، اور اس نسبت
کے لئے انہوں نے شہادتیں
پیدا کیں، اور آپ کو بہادروں
کا سردار بیان کیا اور اپنے بیان
کی تصدیق انہوں نے اس کلام
سے کی جو روز [illegible]
سنائی دیا تھا کہ لَا سَیْفَ اِلَّا
ذوالفقار وَلَا فتیٰ اِلَّا علی۔

قصہ مختصر۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ:۔

جس پہ دعوکہ ہو خدا کا نا خدا ایسا تو ہو

میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ بابِ افضیلت بہت طویل ہو گیا ہے لیکن

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

حصہ اول کی کتاب اول ختم ہوئی، ناظرین کے دل میں ہوا ہوگا کہ جب جناب رسالت مآب صلعم نے اس صراحت کے ساتھ اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تو پھر کوئی مسلمان اتنی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ حکم اور ان کے مقرر کردہ جانشین و خلیفہ کو نظر انداز کر کے دوسرے کھڑا کرے اور اس کی بیعت کرے اور کوئی مسلمان ان کے مقابلہ میں کھڑا ہی کیوں ہو، یہی نہیں۔ بلکہ یہ فعل ان حضرات سے سرزد ہو جو بقول حضرت شبلی نعمانی آسمان اسلام کے مہر و ماہ تھے یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر۔ اور پھر آنحضرت صلعم کے زمانہ سے اتنے قریب، ابھی تو وہ سب لوگ موجود تھے جن کی آنکھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ آنحضرت کے تعلقات دیکھے تھے اور جن کے کانوں نے آنحضرت صلعم کے اقوال حضرت علیؑ کے متعلق سنے تھے، ان کی اکثریت کیوں حضرت علیؑ کے خلاف ہو، قریش کے بڑے قبیلے تو بیٹھے رہیں اور خلافت چلی جائے ایک گم نام قبیلہ میں، ان خیالات میں الجھ کر بہت سے حضرات تو یہ کہنے لگے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی خلیفہ ہی مقرر نہیں کیا۔ اگر خلیفہ مقرر فرما دیتے تو اصحابِ رسول اس خلیفہ کے نظر انداز کرنے کے عصیان عظیم کے مرتکب نہ ہوتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ تو جمہوریت کی فتح ہے کہ خلافت ایک گم نام خاندان میں چلی گئی۔ اور شیخین رئیس بیٹھے دیکھا کئے۔ لیکن یہ سب ہٹ دھرمی کی بحث ہے۔ واقعات کا جواب نہیں، ہر ایک تاریخی واقعہ کے لئے وجوہات ہوتے ہیں اور اس واقعہ کے بھی وجوہات ہیں کہ اس حکم رسول اور حضرت علیؑ سے

جمہور امت نے کیوں روگردانی کی۔ یہ سب وجوہات مورخانہ بحث کے ساتھ آپ کو حصہ اول کی کتاب دوئم میں ملیں گے جس میں سیاست عمریہ پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

شکریہ اور معذرت

جس اشتیاق اور بے چینی کے ساتھ میری کتاب البلاغ المبین کا انتظار اور اس کی فوری طباعت کا اصرار اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ملک کے ہر گوشہ سے میرے محسنوں نے کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے لفظ نہیں ملتے۔ اس میں کے دو مضامین نظام جدید اور مسلمانان اور سیاست علویہ نظامی جنتری لکھنؤ میں سنہ ۱۹۴۳ء اور سنہ ۱۹۴۴ء میں چھپے تھے، ان کا ذکر جن ہمت افزا الفاظ میں اہل علم نے ملک کے اطراف و جوانب سے کیا ہے وہ اس حقیر کی محنت کا اس دنیا میں ایک انعام ہے جس کی قدر میں تمغہائے سلطانی سے زیادہ کرتا ہوں۔ جی چاہتا تھا کہ وہ تمام خطوط کتاب کے ساتھ شائع کر دوں مگر کاغذ کی کمیابی نے ہمت نہ دلائی، طباعت کی بہت سی مشکلات سد راہ ہوئیں جن کا ذکر بے فائدہ طوالت کا باعث ہوگا۔ بہر صورت اس تاخیر کا میں اپنے محسنوں سے بصد عجز خواستگار معافی ہوں۔

صحیح حوالہ جات بھی اس کتاب کا مابہ الامتیاز ہیں جن جن کتابوں کے صفحات وغیرہ کے حوالے دئے گئے ہیں وہ اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہیں، اور ان کی صحت کا میں ذمہ دار ہوں۔ کئی ایسی بھی کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں جو حقیر کی نظر سے نہیں گزریں لیکن وہ حوالے معتبر کتب سے نقل کئے گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں گے، یہ وہ مقامات ہیں جہاں حوالوں میں صفحے نہیں دئے گئے ہیں۔

آئندہ کی اڈیشن میں انشاء اللہ یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ لکھنؤ اور رام پور کی لائبریریوں میں خود جا کر ان حوالوں کو دیکھ کر نقل

کروں، اس کلیہ سے حدیث غدیر، حدیث ثقلین، حدیث مدینۃ العلم، حدیث نور، حدیث تشبیہ و حدیث ولایت کے وہ حوالے جو ایک نقشہ یا جدول کی صورت میں دئے گئے ہیں مستثنےٰ ہیں یہ نقشے کتاب مستطاب عبقات الانوار سے مرتب کئے گئے ہیں، ان کی بہت سی کتب خاکسار کے کتب خانہ میں موجود ہیں لیکن صفحات کے حوالے ان نقشوں میں نہ دئے جاسکے، ہاں عبارات جہاں نقل ہوئی ہیں، وہاں صفحات وغیرہ دیکھ کر درج کئے گئے ہیں۔

کتاب کی ضخامت اور مضامین کی طوالت بھی مجھے معذرت پیش کرنے پر مجبور کرتی ہیں حتی المقدور آئندہ کی اڈیشن میں جہاں جہاں ممکن ہوگا اختصار کر دیا جائے گا، لیکن پھر بھی معذرت کرنی پڑیگی کیونکہ

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرفِ عصا گفت موسیٰ اندر طور

انتساب

خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری محنت کی پہلی منزل ختم ہوئی۔ قاعدہ
ہے کہ کتاب کی وقعت بڑھانے کے لئے کسی صاحب ثروت و رسوخ
آدمی کے نام سے اوس کو نسبت دیتے ہیں۔ میں نے بھی اس غرض
سے چاروں طرف نظر ڈالی لیکن مجھے اپنے والد مرحوم آغا
محمد سجاد مرزا سے زیادہ بہتر انسان اور راسخ الاعتقاد
مومن اس چودہویں صدی میں نظر نہ آیا۔ ممکن ہے کہ اس رائے
میں فرزندانہ جذبات کا بھی کچھ دخل ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے
کہ جنہوں نے ان کو دیکھا ہے وہ اس رائے کو بہت زیادہ قابل
ترمیم نہ سمجھیں گے۔ مجھے کتنی خوشی ہوتی کہ وہ زندہ ہوتے اور
میں یہ کتاب اون کی خدمت میں پیش کرتا۔ اب میں اس
ناچیز تالیف کو اون کے نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں

محمد سلطان مرزا
بقلم خود

دہلی۔ نکلسن روڈ
۱۸ گلی بیدان

۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۴ء مطابق
۲۰ شوال سنہ ۱۳۶۳ ہجری بروز دوشنبہ
بوقت شب دس بجکر ۳۵ منٹ

اعلان

الحمد اً عرض ہے کہ البلاغ المبین کے حصہ اول کی کتاب دوئم بھی زیر طبع ہے۔ جناب رسولِ خدا کے قائم کردہ نظام کو درہم و برہم کرنے کے لئے جو انقلاب اُٹھا تھا، اِس انقلاب کے کارکن اُن کارکنان کی سیاست و مقصد سیاست کو نہایت تشریح و تفصیل کیساتھ اِس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس انقلاب کی ابتداء کب ہوئی اور کیونکر ہوئی، اس کے بتدریج ارتقاء کے مختلف صورتیں، اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر پیغمبر اسلام کے اِس نظم حکومت کو منقلب کرنا کیونکر ممکن ہوا۔ اس کی کامیابی کے وجوہات۔ انقلاب کے کارکنان کی مختلف تدابیر، اس غرض کے لئے ان کا فقہ اسلامی میں مداخلت کرنا، تاریخ اسلام کے دو عجیب ترین معمے یعنی (۱) امتِ محمد کا سلوک آل محمد سے اور (۲) خاندانِ محمد سے حکومت کا نکل کر محمد کے سخت ترین دشمن کے خاندان میں چلا جانا، ان امور پر نہایت تفصیل کے ساتھ کتاب دوئم میں بحث کی گئی ہے اور ان معموں کو نہایت سنجیدگی سے استدلال صحیح کے ذریعہ سے حل کیا گیا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ عفو جرم ہوگا، اگر میں اپنے پیرِ طریقت، مرشدِ جماعت، سالکِ راہِ حقیقت حضرت ظفر الملت جناب مولوی سید ظفر مہدی صاحب لکھنوی مدظلہ العالی کا ذکر نہ کروں اگرچہ مولانائے ممدوح کی خاموش، بے نفس لیکن پُرجوش خدمتِ دین حقہ اپنے اظہار کے لئے میرے بیان کی محتاج نہیں، اس کا اثر پنجاب کے مرکز لاہور سے اُٹھ کر ہندوستان کے ہر گوشہ میں پھیل گیا ہے۔ آپ ایثار نفس و صحیح جوش مذہب کا ایک بے نظیر نمونہ ہیں جن کا ایک ایک قول اور ایک ایک فعل اپنے میں تبلیغ مکمل مضمر رکھتا ہے یہ آپ ہی کی صحبت کا اثر ہے کہ میرے دل میں اِس کتاب کے لکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور آپ کے ان فقروں نے جن کا میں نے تذکرہ قابل نہیں سمجھا، میری ہمت بڑھائی۔ آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ مولانائے ممدوح کا فوٹو شائع کیا جائیگا۔ اس دفعہ مولانا کے انکسار نے ہمیں حصول فوٹو سے محروم رکھا۔

احقر
مؤلف